وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ (القرآن)

الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون (الحديث)

مجموعہ کتب

حیات الانبیاء علیہم السلام

۱۰



مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیہ
حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

مجموعۂ کتب

حیات انبیاء علیہم السلام

۱۰

مکتبۃ رحیمیۃ لنشر الکتب الاسلامیۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب : مجموعہ کتب حیات الانبیاء علیہم السلام (جلد دہم)

مصنفین : حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی رحمہ اللہ

حضرت مولانا مفتی محمد حسن مدظلہ/ ترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد شہباز عالم فاروقی

حضرت مولانا نعیم الدین مدظلہ لاہور

صفحات : ۵۶۸

مطبع : طیب شمشاد پرنٹنگ پریس لاہور

طبع اوّل : نومبر ۲۰۲۴ء

اسٹاکسٹ : ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان

0322-6180738

ناشر : مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیہ

حضوری باغ روڈ ملتان

0303-7396203 0301-7500173

0344-7121967 0301-7904257

اجمالی فہرست

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْأَنْبِيَآءُ أَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

اظہار الشّین فی عبارات محمد حسین

المعروف بہ

قہرِ حق

بر

صاحبِ "ندائے حق"

تالیف:

حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ
استاذ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

اِظہار الشَّین فی عباراتِ مُحمد حُسین

المعروف بہ

قہرِ حق

بر

صاحب "ندائے حق"

حصہ اوّل

تالیف

حافظ مُحمّد حبیب اللہ ڈیروی

استاذ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مکتبہ امدادیہ ○ ڈیرہ اسمٰعیل خان

معرفت مسلم دندان ساز کمشنری بازار ڈیرہ اسمٰعیل خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفے چند)

حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی رحمہ اللہ

پیدائش: ۱۹۴۶ء ...... وفات: ۳ نومبر ۲۰۰۷ء

آپ بستی خانان شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل میں پیدا ہوئے۔ جامعہ قاسم العلوم ملتان، جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ، جامعہ دارالعلوم کبیروالہ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ قائد آباد، جامعہ سراج العلوم سرگودھا، جامع مسجد کلاں ڈیرہ اسماعیل خان، مسجد نظام خان، جامعہ نعمانیہ صالحیہ ڈیرہ اسماعیل خان، مدرسہ سراجیہ خانقاہ سراجیہ ضلع میانوالی، نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں پڑھاتے رہے۔ پھر ڈیرہ غازی میں مدرسہ جامعہ اسلامیہ حبیب العلوم قائم کیا۔

مولانا محمد حبیب اللہ ڈیروی محدث، مدرس، محقق اور مصنف تھے۔ مولانا محمد حسین نیلوی نے کتاب ''ندائے حق'' لکھی اس کے رد میں مولانا محمد حبیب اللہ ڈیروی نے ''اظہار الشین فی عبارات محمد حسین المعروف بہ قهر حق بر ندائے حق حصہ اوّل'' نامی کتاب لکھی۔ پہلا ایڈیشن اکتوبر ۱۹۸۷ء میں لکھا جو تین سو بیس صفحات پر مشتمل تھا اور اس پہلے ایڈیشن کے ٹائٹل پر حصہ اوّل درج تھا۔ نہ معلوم دوسرا حصہ شائع بھی ہوا یا نہ، البتہ ہمیں میسر نہ آیا۔ غالب گمان ہے کہ شاید شائع ہی نہیں ہوا۔ اس لئے ہم نے اب اس کے ٹائٹل سے حصہ اوّل کے الفاظ حذف کر دیئے ہیں۔ پہلے ایڈیشن کو اس مجموعہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منکر حیات النبی ﷺ سے

از الحاج عبدالکریم صابر ڈیرہ اسماعیل خان

اس منکر حیات نبیؐ سے خطاب ہے
جس کا دماغ فتنہ کے باعث خراب ہے

شاہد حیات پاک پہ حق کی کتاب ہے
لا تشعرون تیرے حسد کا جواب ہے

خوف خدا ہے تجھ کو نہ شرم رسول ہے
امت تمام فتنے سے تیرے ملول ہے

ممکن نہیں حیات کا آئے تجھے شعور
یہ حق کا فیصلہ ہے نہ ہو حق سے اتنا دور

اس پر بھی تو نہ سمجھے کس کا ہے پھر قصور
ارشاد حق کے سامنے باطل تیرا غرور

موضوع بحث تیرا حیات النبیؐ ہے آج
ظالم تیرے فساد سے ہر دل دکھی ہے آج

انکار اس سے ہوتا ہے قرآن سے تیرا
انکار ہے نبیؐ کے بھی فرمان سے تیرا

یہ کیسا رابطہ ہوا شیطان سے تیرا
ٹکرا رہا دماغ ہے ایمان سے تیرا

فتنے سے تیرے کون ہے دنیا میں بچ گیا
فتنے سے تیرے دنیا میں کہرام مچ گیا

کیوں فتنہ عظیم اٹھایا ہے بے سبب
ہے مسئلہ حیات النبیؐ لب پہ روز و شب

گھیرے ہوئے ہے کیوں تجھے اللہ کا غضب
اپنی زبان کو تھام نہ اتنا ہو بے ادب

بغض نبیؐ کو قلب سیاہ سے نکال تو
اس بات کو نہ حد سے زیادہ اچھال تو

ہے بارگاہ ختم رسل سید الانام
کرتے ہیں جس کا جھک کے ملائک بھی احترام

واللہ وہ حیات ہیں سنتے ہیں وہ سلام
کٹ جائے یہ زباں تیرے اپنی زباں کو تھام

شرمندۂ دو جہاں میں تو روسیاہ ہو
تو بھی تباہ فتنہ بھی تیرا تباہ ہو

ہرگز خزاں نہ آئے گی رحمت کے باغ میں
ہرگز کبھی نہ آئے گی روشن چراغ میں

ہرگز نہیں تمیز تجھے ہنس وزاغ میں
گوبر بھرا ہوا ہے تمہارے دماغ میں

موضوع بحث ذات گرامی ہی رہ گیا
ایمان تیرا کون سی ندی میں بہہ گیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۃ الکتاب

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ان اللہ و ملائکته یصلون علی النبی یا ایها الذین آمنوا صلوا علیه و سلموا تسلیماً (القرآن الحکیم)

(ترجمہ) بے شک خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے پیغمبر (علیہ السلام) پر درود بھیجتے ہیں۔ مومنو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجا کرو۔

برادران اسلام! یہ آیت راقم الحروف نے بطور تبرک کے ذکر کر دی ہے۔ اس کی تشریح اور پوری تفصیل تو ان شاء اللہ تعالیٰ حصہ دوم میں آئے گی، البتہ ایک حوالہ یہاں بھی ذکر کر دیا جائے تو فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے ایک راہنما حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب فرماتے ہیں تو ہر مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کو امت کی طرف سے فرستادہ صلوٰۃ وسلام پہنچتا ہے۔ اگر نہ پہنچتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا امر کیوں فرماتے اور ایمان کے لئے اتنا کافی ہے کہ یقین محکم ہو کہ پہنچتا ہے۔ آگے اس کی کیفیت کیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اگر ہمارے فہم اس کیفیت کے پانے سے قاصر ہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں کرے گا۔ (تسکین القلوب ص ۱۰۵)

مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اگر قاضی صاحب اسی بات پر قائم رہتے اور اس کی تشریح نہ کرتے تو کیا ہی بہتر تھا۔

قارئین کرام! ہماری گفتگو کا رخ چونکہ نیلوی صاحب کی طرف ہے۔ اس لئے چند باتوں کا عرض کرنا ضروری ہے۔ نیلوی صاحب اور بندیالوی صاحب نے مشترکہ کارروائی کے ذریعہ شفاء الصدور کو طبع کرایا۔ شفاء الصدور نیلوی صاحب نے عربی میں لکھی تو اس کا ترجمہ مدرسہ ضیاء العلوم سرگودھا کے مہتمم مولانا محمد امیر صاحب بندیالوی نے اردو میں کیا۔ یہ ۱۹۶۸ء میں طبع ہو چکی تھی۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں: پندرہ سال کا عرصہ ہو چکا ہے کہ بریلویہ عقیدہ کی تردید میں شفاء الصدور کتاب لکھی تھی۔ پھر امید کے بالکل برعکس بریلوی چپ سادھ ہو گئے۔ مگر دیوبند دار العلوم کے فارغ جو قبل ازیں رد بریلویت میں تسلی بخش کام کرتے رہے ہیں۔ یعنی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب نے شفاء الصدور کی تردید میں تسکین الصدور لکھی۔ پھر ندائے حق میں حق واضح کیا گیا۔ چاہئے تھا کہ مشن ایک ہونے کی وجہ سے خاموش ہو جاتے، مگر سماع الموتی وطبع جدید تسکین الصدور لکھ کر بریلویت کے خشک درخت کو پانی دے دیا، جس سے وہ ہرا ہو کر خوب برگ وبار نکالنے لگ گیا ہے۔ احقاق حق کے لئے دوبارہ ندائے حق لکھی جس میں مولانا کے سارے طلسم سے پردہ اٹھا دیا گیا ہے۔ (ندائے حق جزاول، مطبوعہ یکم رجولائی ۱۹۸۳ء مطابق ۱۹ ررمضان المبارک ۱۴۰۳ھ)

نیلوی صاحب کی غلط بیانی

نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ بریلویہ عقیدہ کی تردید کے لئے شفاء الصدور لکھی تھی، درست نہیں۔ اس لئے کہ نیلوی صاحب نے احمد رضا خاں صاحب بریلوی کو اپنا ہمنواء بنایا ہے۔ چنانچہ ملفوظات حصہ سوم سے یہ حوالہ نقل کیا ہے اور بے شک جسم نہیں سنتا، سنتی روح ہے۔ (شفاء الصدور مترجم طبع اول ص ۶۲)

پھر شفاء الصدور کے ص ۷۱ میں نمبر ۸۷ پر احمد رضا خان بریلوی کا نام شمار کیا عدم سماع موتی کے قائلین میں، معلوم ہوا مشن وعقیدہ ایک ہے۔ اس لئے دونوں حضرات کو دیوبندیوں سے نفرت ہے۔ احمد رضا خان صاحب بریلوی نے جو علماء دیوبند پر الزام لگایا تھا کہ وہ حیات النبی ﷺ کے قائل نہیں ہیں جس کے جواب میں علماء دیوبند کی طرف سے ''المهند على المفند'' لکھی گئی۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی اگست ۱۹۶۲ء ص ۲۲)

علماء دیوبند نے اس الزام میں خان صاحب بریلوی کو جھوٹا ثابت کر دیا تھا۔ مگر نیلوی صاحب کی جماعت اپنے آقا احمد رضا خان بریلوی کو سچا ثابت کرنے کے لئے ''المهند على المفند'' کو ناقابل اعتبار ٹھہرا رہے ہیں۔ چونکہ مشن ایک ہے۔ علماء دیوبند کی توہین کرنا اسی طرح نیلوی صاحب نے (شفاء الصدور ص ۱۰۶) میں حدیث: ''من صلى على عند قبري سمعته'' کی تردید کی ہے۔ اس لئے کہ بریلوی اس کو نہیں مانتے۔ (اس کی مزید تشریح باب الحمایات میں آرہی ہے)

لطیفہ: بندیالوی صاحب لکھتے ہیں: (جب قرآن وحدیث سے دلیل نہ ملی) تو پھر ابوحنیفہ کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے جواب آیا کہ لعنت ہو اس پر جو یہ عقیدہ رکھے کہ مردے سنتے ہیں۔ (شفاء الصدور ص ۱۰۶)

معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سنتے تھے تو اندر سے جواب آیا۔ اب قارئین خود فیصلہ فرمالیں کہ بندیالوی صاحب کون ہیں۔ نیلوی صاحب ناراض ہیں حضرت صفدر صاحب دامت برکاتہم پر لیکن خود جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے ترجمان ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی جولائی ۱۹۶۸ء نے اس پر کیا تبصرہ کیا ہے، اس کو بھی ذرا غور سے پڑھ لیں۔ اس لئے مکمل تبصرہ کی فوٹو کاپی از ص ۳۳ تا ۳۸ لگائی جاتی ہے۔ اس کو پڑھ کر پھر قارئین کرام اس تقریظ کو بھی پڑھ لیں جو مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی نے شفاء الصدور پر لکھی ہے جس میں نیلوی صاحب کو انصاف وتحقیق سے دلائل بیان کرنے والا لکھا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) ضد وہٹ دھرمی کا خدا ستیاناس کرے۔ یہ بڑے بڑے آدمیوں کو تباہ کر دیتا ہے۔

مترجم شفاء الصدور کی امانت ودیانت ملاحظہ ہو

نیلوی صاحب کے متعلق مزید حقائق قارئین کی خدمت میں پیش ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! لیکن مترجم شفاء الصدور مولانا محمد امیر بندیالوی کی چند خیانتیں، جہالتیں ملاحظہ ہوں۔

۱...... نیلوی صاحب نے قلیب بدر کی روایت کا یہ جواب لکھا: ''قلنا غير ثابت فانه لما بلغ هذا الحديث عائشة رضی اللہ عنہا قالت كذبتم على رسول الله ﷺ'' مترجم صاحب نے اس کا ترجمہ بالکل چھوڑ دیا ہے۔ اس کا ترجمہ نیلوی صاحب نے (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۵۹) میں یوں کیا ہے۔ یعنی جب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بدر کے مردوں سے آنحضرت ﷺ کے ہم کلام ہونے کی حدیث پہنچی تو صاف فرمایا کہ لوگو! تم رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتے اور آپ ﷺ پر اتہام (تہمت) لگاتے ہو۔ نیلوی صاحب نے مودودی صاحب کی طرح یہ حوالہ نقل کر کے اور اس کا ترجمہ کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو معاذ اللہ جہنمی قرار دیا ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ پر جھوٹ بولنے والا جہنمی ہے۔ ہم تو اس کے جواب میں بمطابق حدیث شریف یہی کہیں گے۔ (لعنۃ اللہ علی شرکم) اس حوالہ کی مزید تحقیق باب الکذبات (نیلوی صاحب کے جھوٹ) میں آرہی ہے۔

تعارف کتب

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہیں ——— ادارہ

شفاء الصدور مؤلف مولانا محمد حسین نیلوی صدر مدرس مدرسہ ضیاء العلوم سرگودھا۔ مترجم مولانا محمد امیر بندیالی مہتمم مدرسہ مذکور۔ کاغذ سفید، کتابت وطباعت گوارا۔ ضخامت ۲۰×۳۰ سائز کے ۱۴۴ صفحات، قیمت دو روپے پچاس پیسے۔ ملنے کا پتہ:- مدرسہ ضیاء العلوم ڈاکخانہ سرگودھا۔

کتاب کا پورا نام یہ ہے: "شفاء الصدور فی تحقیق عدم سماع من فی القبور" نام سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب سماع موتی کی نفی پر لکھی گئی ہے اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مردے سنتے نہیں۔ اصل کتاب پر تبصرہ کرنے سے پہلے نفس موضوع کے بارے میں چند معروضات پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

۱۔ مسئلہ سماع موتی اسلام کے ان اعتقادیات میں سے نہیں ہے جن کے اثبات یا انکار پر کسی کے کفر و ایمان کا فیصلہ کیا جاتا ہے یہ ایک علمی اور تحقیقی بحث ہے جس میں بحث و تمحیص اور اختلاف رائے کی گنجائش موجود ہے۔

۲۔ جہاں تک راقم کے علم و مطالعہ کی رسائی ہے، ابتدائی صدیوں میں مسئلہ سماع موتی کی اختلافی حیثیت مجھے نظر نہیں آتی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں اس مسئلہ سے متعلق صرف ایک ہی شوشہ کا سراغ ملتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے قلیب بدر والی حدیث بیان کی گئی جس میں حضور علیہ السلام نے حضرت عمرؓ کے جواب میں ارشاد فرمایا "میں جو کچھ ان مردوں سے کہہ رہا ہوں اسے تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو"۔ حضرت صدیقہؓ نے یہ حدیث سن کر فرمایا اس حدیث میں سماع سے مراد علم ہے یعنی حضور علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ مرنے کے بعد مشرکین کو میری سچائی کا حق الیقین حاصل ہو چکا ہے اور میرے قول کی سچائی کا علم تمہیں ان سے زیادہ نہیں۔

حضرت عائشہؓ کے سامنے جس صحابیؓ نے یہ حدیث ذکر کی تھی اس سے اس کا مقصد سماع موتی کا

اثبات نہ تھا بلکہ محض غزوۂ بدر کا ایک واقعہ بیان کرنا مقصود تھا اگر ان کا یہ مقصد ہوتا تو انہیں چاہیئے تھا کہ وہ حضرت عائشہؓ کے جواب میں وہ حدیثیں پیش کرتے جن سے متاخرین نے سماع موتٰی کے اثبات پر استدلال کیا ہے مثلاً "قرع نعال" والی حدیث جو صحیحین میں موجود ہے۔

ایک دوسرے صحابی حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بھی قلیب بدر والی حدیث میں تاویل کی کہ اللہ تعالیٰ نے قلیب بدر میں پڑے مُردوں میں حیات پیدا کر دی یہاں تک کہ ان کو حضور علیہ السلام کی باتیں سنوا دیں اس کے بعد اس مسئلہ پر پوری خاموشی نظر آتی ہے یہاں تک کہ مسئلہ عذاب قبر پر کلامی بحثوں کا آغاز ہوا، اور کتاب الایمان کی فقہی جزئیات زیر بحث آئیں۔

دیگر فروعی اختلافات کی طرح مسئلہ سماع موتٰی بھی افراط و تفریط کا نشانہ بن چکا ہے۔ منکرین سماع نے ہر ثابت شدہ جزئی کا انکار کر دیا اور مثبتین سماع نے سماع کو قاعدہ کلیہ بنا کر ہر حال میں سماع کا دعویٰ کر دیا اور پھر اس سے تجاوز کر کے استشفاع اور استغاثہ کے جواز کا بھی فتویٰ دے دیا، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے اس مسئلہ میں اصل تو عدم سماع ہے یعنی مُردے نہیں سنتے جیسا کہ قرآن مجید کی تین آیتوں میں اس کی تقریباً صراحت ہے یہ تین آیتیں کتاب زیر تبصرہ کے پہلے باب میں نمبر ۲، ۳ اور ۴ کے تحت درج ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سی حدیثوں سے بھی یہ حقیقت ثابت اور مؤید ہے۔ عقل بھی اس کی تائید کرتی ہے کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ سماع حیات پر مترتب ہوتا ہے اور حیات کا قیام روح سے ہے لیکن میت سے روح خارج ہو جاتی ہے اور پھر بدن سے اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ جیسا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے "آب حیات" میں شہداء کے بارے میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔

اہل تحقیق نے کتاب و سنت کی تصریحات سے یہی سمجھا ہے کہ اصل عدم سماع ہی ہے۔ علامہ بدر الدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۸ ص ۲۰۲ پر محدث ابن التین کا قول نقل کرتے ہیں:

الموتٰی لا یسمعون بلا شک — اس میں کوئی شک نہیں کہ مردے نہیں سنتے

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں:

المیت لیس من شأنہ السماع ولا یتحقق منہ السماع الا معجزۃ کسماع اھل القلیب (روح المعانی ج ۷، ص ۲۹)

میت کا کام سننا نہیں اور نہ اس کا سننا ممکن ہی ہے مگر بصورت معجزہ جیسا کہ قلیب بدر کے مردوں نے بطور معجزہ سن لیا تھا۔

۱۲

ماہنامہ الفرقان راولپنڈی جولائی ۱۹۸۱ء

مولانا بشیر الدین قنوجی تفہیم المسائل (ص۸۵) میں لکھتے ہیں:۔

مذہب جمہور فقہاء انکار سماع موتی است و از اکثر کتب فقہ نیز مستفاد است کہ عدم سماع موتی قول متفق علیہ است۔	تمام فقہاء کا مسلک یہی کہ مردے نہیں سنتے اور اکثر کتب فقہ سے بھی مستفاد ہے کہ عدم سماع موتی متفق علیہ قول ہے۔

قدوۃ المحدثین شیخ الشیوخ حضرت امام انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

ان الضابطۃ انما هو عدم السماع لکن المستثنیات فی هذا الباب کثیرۃ (فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص۴۹۲)	ضابطہ اور اصل تو یہی ہے کہ مردے نہیں سنتے لیکن اس ضابطے سے بہت سی جزئیات مستثنیٰ ہیں۔

تفصیل بالا سے معلوم ہو گیا کہ اصل ضابطہ یہی ہے کہ مردے نہیں سنتے لیکن بہت سی جزئیات اس ضابطے سے مستثنیٰ بھی ہیں جیسا کہ متعدد جزئیات صحیح حدیثوں میں مذکور ہیں اصل ضابطہ عدم سماع اپنی جگہ قائم رہے گا اور جن جزئیات میں صحیح حدیثوں سے سماع موتیٰ ثابت ہے وہ ان ہی جزئیات میں محصور رہے گا اور ان جزئیات پر قیاس کر کے تمام احوال میں سماع موتیٰ ثابت نہیں کیا جائے گا کیونکہ جن جزئیات میں سماع ثابت ہے وہ خود خلاف عقل و قیاس اور اسباب عادیہ سے ماوراء ہیں۔ لہٰذا ان پر قیاس جائز نہیں

علامہ سید محمود آلوسی مفتی بغداد فرماتے ہیں:۔

ان السماع مطلقا وکذا سائر الاحساسات لیس الا تابعا للمشیئۃ فما شاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن فیقتصر علی القول بسماع ما ورد السمع بسماعہ من السلام ونحوہ وهذا الوجہ الذی یترجح عندی۔ (روح المعانی ج ۲۱ ص۵۵)	مطلق سماع موتی اور اسی طرح دوسرے احساسات اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے تابع ہیں جہاں اللہ چاہے ثابت ہوں گے جہاں نہ چاہے معدوم ہوں گے۔ اس لیے صرف اسی جگہ سماع تسلیم کیا جائے گا جہاں کتاب و سنت میں سماع ثابت ہے مثلاً زائر کے سلام کا سننا وغیرہ۔ میرے نزدیک یہی راجح ہے

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی "سورۃ روم کی آیت فانک لا تسمع الموتی پر لکھتے ہیں:۔

"یعنی تم یہ نہیں کر سکتے کہ کچھ بولو اور اپنی آواز مردے کو سنا دو' کیونکہ یہ چیز ظاہری اور عادی اسباب کے خلاف ہے' البتہ حق تعالیٰ کی قدرت سے

ظاہری اسباب کے خلاف تمہاری کوئی بات مُردہ سن لے، اس کا انکار کوئی مومن نہیں کرسکتا اب نصوص سے جن باتوں کا اس غیر معمولی طریقہ سے سُننا ثابت ہو جائے گا اسی حد تک ہم کو سماع موتیٰ کا قائل ہونا چاہیئے محض قیاس کرکے دوسری باتوں کو سماع کے تحت میں نہیں لاسکتے " الخ

میرے خیال میں مسئلہ سماع موتیٰ کا یہ نہایت ہی موزوں کتاب وسنت کے عین مطابق اور منصفانہ حل ہے اس کے بعد اس مسئلہ میں نزاع واختلاف ختم ہو جاتا ہے اصل ضابطہ عدم سماع کو قرار دیا جائے اور صحیح حدیثوں سے جن مواقع اور جزئیات میں سماع موتیٰ ثابت ہے اسے ان مواقع وجزئیات کے ساتھ مختص مانا جائے اور ان پر قیاس کرکے دیگر احوال میں سماع موتیٰ ثابت نہ کیا جائے اس طرح نصوص کتاب وسنت کے درمیان کوئی منافات باقی نہ رہے گی۔ کتاب وسنت میں جہاں سماع موتیٰ کی نفی ہے وہاں اصل ضابطہ مذکور ہے اور جن نصوص سے سماع کا ثبوت ملتا ہے ان میں مستثنیات کا ذکر ہے۔ ھٰذا واللہ ولی التوفیق وھو یھدی الی طریق الصواب۔

اس طویل سمع خراشی کے بعد اب کتاب زیر تبصرہ کے بارے میں کچھ کہنا ہے۔ کتاب ایک مقدمہ، پانچ ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے مقدمہ میں چند اصولی قواعد مذکور ہیں باب اول میں دس آیتیں درج ہیں جن سے مصنف نے سماع موتیٰ کی نفی پر استدلال کیا ہے، ان گیارہ آیتوں میں سے تین آیتوں (۲ ۳ ۴) سے سماع کی نفی صراحۃً ثابت ہے۔ باقی آیتوں کے عموم سے استدلال کیا گیا ہے جیسا کہ مفسرین کے نقل کردہ اقوال سے ظاہر ہے کہ انہوں نے نفی سماع کو ان آیتوں کے عموم میں شامل کیا ہے۔

دوسرے باب میں دس حدیثیں مذکور ہیں جو مصنف کے نزدیک نفی سماع موتیٰ پر دلیل ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ان چودہ حدیثوں میں سے ایک بھی ایسی نہیں جسے اصل دعوے کے ساتھ کچھ بھی تعلق ہو۔ ان سب حدیثوں سے مصنف اور مترجم نے زبردستی کھینچ تان کر سماع موتیٰ کی نفی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے بعض جگہوں میں تو مصنف نے نہایت ہی رکیک بلکہ مضحکہ خیز تاویلوں کا ارتکاب کیا ہے۔ مثلاً حدیث پنجم کے تحت لکھتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کے دفن کے وقت صحابہؓ میں اختلاف ہوگیا کہ آپ کی قبر میں لحد بنائی جائے یا شق تو اگر سماع موتیٰ حق ہوتا تو صحابہؓ کو چاہیئے تھا کہ وہ حضور علیہ السلام

۱۴

کی میت سے پوچھ لیتے اور چاہیے تھا کہ آپ معجزۃً ان کا کلام سن لیتے اور ان کو جواب دیتے اور پھر صحابہؓ بھی بطور کرامت آپ کا جواب سن لیتے گویا معجزہ اور کرامت جناب مصنف کے "چاہیے تھا" کے غلام ہیں جب چاہیں ان سے کام نکال لیں۔

اسی قسم کے ایک اور سطحی استدلال کی مثال ملاحظہ ہو۔ چودھویں حدیث کہ جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان قیدیوں کی سفارش کرتا تو میں ان کو آزاد کر دیتا۔ اس کے تحت مصنف فرماتے ہیں کہ اگر حضور علیہ السلام سماع موتیٰ کے قائل ہوتے تو آپ مطعم بن عدی کی قبر پر جا کر ان قیدیوں کے بارے میں اس سے پوچھتے اور اس سے پوچھے بغیر قیدیوں کو قتل نہ کرتے۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ مردے نہیں سنتے۔ ہمارے گھٹنے پھوٹے تو آنکھ ایسے موقعوں پر بولا جاتا ہے۔ نیز مصنف نے نہ معلوم یہ کہاں پڑھا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بدر کے قیدیوں کو قتل کر دیا تھا۔ یہ ایک معروف تاریخی حقیقت ہے جسے ہر طالب علم بھی جانتا ہے کہ اساری بدر کو قتل نہیں کیا گیا تھا بلکہ فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔

تیسرے باب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، اتباع تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہاء و محدثین، متکلمین، مفسرین اور علماء محققین کے آثار و اقوال پیش کیے گئے ہیں۔ جو سماع موتیٰ کی نفی پر صراحت کرتے ہیں۔

چوتھے باب میں قائلین سماع موتیٰ کے دلائل کا جواب دیا گیا ہے۔ پہلا، تیسرا اور چوتھا باب نہایت جاندار اور پر مغز ہیں۔ مصنف نے بڑی محنت، کاوش اور دیدہ ریزی سے ان ابواب میں بصیرت افروز مواد پہنچایا ہے۔ علماء و طلباء کو تلاش و جستجو کی صعوبت سے سبکدوش کر دیا ہے۔

... باب میں ان فرق باطلہ کا ذکر ہے جو مُردوں کیلئے تمام حواس کے قیام کے قائل ہیں اہلسنت میں جو لوگ سماع کے قائل ہیں ... ان باطل فرقوں کے عقیدۂ سماع میں کوئی نسبت ہی نہیں بلکہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے ... یہ الگ بات ہے کہ کوئی نام نہاد سنی حد سے تجاوز کر کے ان باطل پرستوں سے بھی آگے بڑھ جائے وہ قرآن ہی میں کا ہو گا ... اس لئے بغیر کسی تمہید اور وضاحتی نوٹ کے کتاب میں اس ... اہلسنت کے ایک فریق کی حق تلفی ہے۔

خاتمہ میں مُردوں اور زندوں کے درمیان چالیس امور میں فرق ذکر کیا گیا ہے۔ مُردوں اور زندوں

کے درمیان مصنف نے جو وجوہ فرق بیان کئے ہیں ان کے مطالعہ سے قارئین کے معلومات میں ضرور اضافہ ہوگا لیکن متنازع فیہ مسئلہ سے ان کا کیا تعلق ہے؟ ان وجوہ فرق کا سماع موتیٰ پر کوئی اثر نہیں؟ کیونکہ یہ فروق اسباب عادیہ یا علل شرعیہ پر مبنی ہیں اور ان کا تعلق فقہی مسائل اور دنیوی معاملات سے ہے لیکن سماع موتیٰ ایک خالص برزخی معاملہ ہے اور اسباب عادیہ اور علل ظاہرہ کے خلاف ہے لیکن اپنے مواقع میں خبر صادق سے ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ ان وجوہ فرق کو جاننے اور ماننے کے باوجود منکرین سماع بھی فی الجملہ (یعنی جہاں کتاب وسنت سے ثابت ہو) سماع کے قائل ہیں۔

انکار سماع پر جس قدر دلائل اس کتاب میں جمع کر دیئے گئے ہیں یقیناً وہ کسی اور کتاب میں نہیں ملیں گے۔ لیکن افسوس کہ مسئلہ خالص علمی ہونے کے باوجود کتاب پر تحقیق کے بجائے ایک غلو سا رنگ نظر آتا ہے۔ اگر اس کتاب کو تحقیق کے انداز پر مرتب کیا جاتا تو اس کا مواد[1] یا سے کا سونا تھا۔

راقم کا خیال ہے کہ اس قسم کے فروعی مسائل میں غلو اور ضرورت سے زیادہ موشگافیاں افتراق و انتشار کا باعث ہیں ایسے خالص علمی مسائل علمی سطح پر ہی رہنے چاہئیں ان کو عوامی سطح پر لانے میں سراسر نقصان ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اس بارے میں ہماری صحیح راہنمائی کرتا ہے فرماتے ہیں:۔

"اگر اس زمانہ میں اس امکان استماع کا بھی چرچا کیا جائے تو اس
غل سے نفع دینی تو کچھ متصور نہیں، البتہ قوتِ مضامین شرکیہ کا گمان غالب
ہے۔ اس لئے یوں مناسب ہے کہ عوام کو فقط طریقہ مسنونہ زیارت قبور
تعلیم کیا جائے اور اس سے زیادہ کوئی اطلاع نہ ہونے دے ورنہ اس
علم امکانی سے ترقی مدارج تو معلوم کیونکہ ضروریات دینی میں سے نہیں۔
البتہ مواخذہ نقصان مذکورہ کا احتمال ہے۔"

(جمال قاسمی ص۱۱)

☆

[1] اس سے اول، سوم اور چہارم ابواب مراد ہیں۔ سجاد بخاری

۲...... نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''ثم یقال لہ ثم فیقول ارجع (ای ارید الرجوع) الیٰ اھلی فاخبرھم (بان حالی طیب) '' (شفاء الصدور ص ۲۴) مترجم نے اس کا ترجمہ بھی چھوڑ دیا ہے۔ اس کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔ مردہ کو قبر میں کہا جاتا ہے سو جا۔ پس وہ کہتا ہے کہ میں ارادہ کرتا ہوں لوٹنے کا، گھر والوں کی طرف تا کہ ان کو بتاؤں کہ میرا اچھا حال ہے۔ مترجم خائن نے یہ ترجمہ چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ اس میں میت کی حیات وسماع کا واضح ثبوت تھا۔

۳...... نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''علم ان مسئلة سماع الموتی واجابتھم ومعرفتھم مختلق للملحدین '' (شفاء الصدور ص ۲۵) مترجم نے اس کا ترجمہ بھی ادھورا کیا ہے۔ اصل ترجمہ یوں ہے۔ معلوم ہوا کہ سماع موتی کا مسئلہ اور موتی کا جواب دینا اور پہچاننا۔ بے دینوں کا گھڑا ہوا ہے۔ گویا نیلوی صاحب کے نزدیک سماع موتی کے قائلین بے دین ہیں۔ (معاذ اللہ) جب کہ نیلوی صاحب کے نزدیک امام شافعی و امام احمد و امام ابن تیمیہ و ابن قیم وغیرہم (﷭) سماع موتی کے قائل ہیں۔ حوالہ اپنے مقام پر آ رہا ہے۔ تفسیر جواہر القرآن وغیرہ میں سماع موتی کو صحابہ ﷢ کے درمیان اختلافی کہا گیا ہے تو نیلوی صاحب کے تیر کا نشانہ کون بنے گا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب　　بے ادب محروم ماند از فضل رب

۴...... نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''والکفار کالموتی لا یسمعون من النبی ﷺ '' (شفاء الصدور ص ۱۴) مترجم صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: ''اور کفار موتی کی طرح نہیں کہ پیغمبر کی بات نہیں سنتے۔'' مترجم صاحب نے الٹا ترجمہ کر دیا ہے ؎

ہم الٹے بات الٹی یار الٹے　　یہ الٹی ہی گنگا عجب چل رہی ہے

۵...... نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''وعدم توریث الانبیاء لحدیث صحیح مشھور یجوز بہ الزیادة علی کتاب اللہ '' (شفاء الصدور ص ۱۱۹) مترجم صاحب نے اس کا ترجمہ بھی بالکل چھوڑ دیا ہے۔ (لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم)

قارئین کرام! ترجمہ ملاحظہ ہو اور انبیاء ﷩ کی وراثت کا تقسیم نہ کرنا مشہور صحیح حدیث کی بناء پر ہے جس کی وجہ سے کتاب اللہ پر زیادة کرنا جائز ہے۔

۶...... نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''قال المولیٰ ظھیر الدین والسوال لکل ذی روح حتی ان الرضیع یسئال ویلقہ المنکر اویلھمہ اللہ '' (خلاصہ ج ۱ ص ۲۲۶، شفاء الصدور ص ۷۴) مترجم صاحب نے اس کا ترجمہ بھی بالکل چھوڑ دیا ہے۔ یہ ہے مترجم صاحب کی دیانت۔

قارئین کرام! اس کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔ صاحب فتاویٰ ظہیریہ علامہ ظہیر الدین فرماتے ہیں کہ (قبر میں) سوال ہر ذی روح کے لئے ہے۔ حتیٰ کہ دودھ پینے والا بچہ کو بھی سوال کیا جائے گا اور فرشتہ اس کو جواب القاء کرے گا یا خود اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو الہام کریں گے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۲۶) چونکہ یہ حوالہ مترجم صاحب کے مذہب کے خلاف تھا، اس لئے ترجمہ کرنے سے گریز کر کے اپنے خائن ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

۷...... نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''قلت غیر صحیح وان صححہ '' (عبدالحق شفاء الصدور ص ۷۴) اس کا ترجمہ بھی مترجم نے خیانت کرتے ہوئے چھوڑ دیا ہے۔

قارئین حضرات! ترجمہ ملاحظہ کریں۔ میں نیلوی کہتا ہوں کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ اگرچہ عبدالحق محدث نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

۸...... مترجم صاحب ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور ہاتھ بھی باہر نکال سکتا ہے۔ مصافحہ بھی کرسکتا ہے۔ (شفاء الصدور ص ۲۳) حالانکہ اصل عربی کے الفاظ جو نیلوی صاحب نے لکھے ہیں ان میں کوئی ایسے الفاظ نہیں ہیں، جن کا مترجم صاحب نے ترجمہ کیا ہو۔ یہ عجیب مترجم ہے۔

گر ہمیں ملا و ہمیں مکتب کار طفلاں تمام خواہد بود

۹...... نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''عن محمد بن باقر'' (شفاء الصدور ص ۵۹) مترجم صاحب لکھتے ہیں: ''محمد بن باقر سے روایت ہے اور حاشیہ پر سرخی ہے۔ مذہب محمد بن باقر۔''

قارئین کرام! نیلوی اور مترجم صاحب کو اتنا بھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں۔ محمد بن باقر کون ہے۔ نیلوی صاحب کو چاہئے کہ اس کی وضاحت کریں۔

قارئین کرام! راقم الحروف تو امام محمد باقر کو جانتا ہے جو کہ امام جعفر صادق کے والد محترم تھے۔ یہ محمد بن باقر کون ہے، اس کی وضاحت نیلوی صاحب کریں گے۔ خیر سے نیلوی صاحب کاتب بھی خود ہیں۔ بہت خوب!

۱۰...... فی الفتح سے مراد فتح القدیر ہے۔ مگر مترجم نے فتح الباری مراد لی ہے۔ (شفاء الصدور ص ۴۸)

۱۱...... نیلوی صاحب (شفاء الصدور ص ۹۲) میں لکھتے ہیں: ''اخبرنی محمد امیر قال قال مجدد المائة الحاضرة حامی الکتاب والسنة ماحی الشرک والبدعة المولیٰ الشیخ حسین علی رحمہ اللہ قال رسول اللہ ﷺ اذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما یقول المؤذن فاذا قال المؤذن الصلوٰة خیر من النوم امرنا ان یقول کل من سمع النداء منا'' صدقت وبررت وبالحق نطقت! (کما فی المرقاۃ لعلی القاری ج ۲ ص ۱۶۰)

مترجم صاحب نے اس ساری لمبی عبارت کا صرف یہ ترجمہ کیا ہے، ملاحظہ ہو۔ مؤذن کے جواب میں ''صدقت وبررت وبالحق نطقت'' حدیثوں میں آیا ہے۔

قارئین کرام! اصل عبارت کا ترجمہ یوں ہے۔ مجھے محمد امیر نے بتایا کہ اس صدی کے مجدد، کتاب وسنت کے حامی، شرک وبدعت کے ماحی حضرت مولانا حسین علی صاحب نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم اذان سنو، پس کہو جواب میں جس طرح موذن کہتا ہے۔ پس جب مؤذن الصلوٰۃ خیر من النوم کہے تو رسول اللہ ﷺ نے حکم کیا کہ ہر شخص اذان سننے والا اس جملہ کے جواب میں ''صدقت وبررت وبالحق نطقت'' کہے۔ (جیسا کہ ملا علی قاری کی مرقاۃ ج ۲ ص ۱۶۰) میں ہے۔

یہ ہے لمبی عبارت کا ترجمہ جس کو مترجم صاحب نے چند ہی الفاظ میں ادا کر کے حلیہ ہی بگاڑ دیا ہے۔ نیلوی صاحب اور بندیالوی صاحب نے نبی اکرم ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مؤذن کا جملہ الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت وبررت وبالحق نطقت کہا کرو۔ کیونکہ کسی حدیث میں جو باسند ہو، ایسی عبارت نہیں ملتی۔ ملا علی قاری نے بھی (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۶۰) میں مؤذن کے جملہ الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت وبررت وبالحق نطقت کہنا لکھا ہے۔ لیکن اس کی نسبت صراحۃً نبی اکرم ﷺ کی طرف نہیں کی بلکہ (موضوعات کبیر ص ۸۷) میں فرماتے ہیں: (جس کا ترجمہ یہ ہے) صدق رسول اللہ ﷺ یہ کلام بہت سے لوگ صبح کی اذان کے وقت مؤذن کے قول الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بے اصل ہے اور اسی طرح

ان عام لوگوں کا موذن کے جملہ الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت و بررت و بالحق نطقت کہنا بھی بے اصل ہے۔ شوافع حضرات نے اس کو مستحب قرار دیا ہے اور علامہ دمیری نے فرمایا کہ ابن الرفعہ نے دعویٰ کیا ہے کہ اس میں حدیث وارد ہوئی ہے۔ حالانکہ معلوم نہیں ہوسکا کہ کسی محدث نے یہ حدیث پیش کی ہے۔

قارئین کرام! نیلوی صاحب اور بندیالوی صاحب کا یہ ہے مبلغ علم اور حضرت مولانا حسین علی صاحب کو بھی اس میں ملوث کر دیا۔ اگر بالفرض مولانا حسین علی صاحب کہہ بھی دیں کہ یہ حدیث میں آتا ہے تو کیا ان کے کہہ دینے سے یہ حدیث بن جائے گی؟ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) کیا مولانا حسین علی صاحب ان کے نزدیک صحابی ہیں۔ (معاذ اللہ)

جو بے عشق محمدؐ ہیں محدث   بخاران کو آتا ہے بخاری نہیں آتی

بندیالوی صاحب کے جھوٹ ملاحظہ ہوں۔

جھوٹ نمبر ۱: بندیالوی صاحب (الاقوال المرضیہ ص ۵۸) میں لکھتے ہیں: ''وفی جامع الصغیر للامام محمد و کذالک الکلام لان معناہ الافھام و الموت ینافیہ لقولہ تعالیٰ و ما انت بمسمع من فی القبور''

الجواب: بندیالوی صاحب نے یہ خالص جھوٹ بولا ہے۔ امام محمد کی جامع الصغیر میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

دروغ گورا حافظہ نباشد

جھوٹ نمبر ۲: بندیالوی صاحب لکھتے ہیں: پیغمبر خدا ﷺ نے ابتداء اسلام میں زیارۃ القبور سے مطلقاً مرد و عورت کو منع فرمادیا تھا۔ جب بعد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو پورا پورا مسئلہ سمجھا دیا اور ان کے ذہن میں توحید و سنت راسخ ہو چکی اور بدعات کی تعریف سے بھی واقف ہو چکے تو پھر مردوں کو اجازت فرمادی۔ لیکن عورتوں کو پھر بھی منع فرما دیا۔ (الاقوال المرضیہ ص ۷۵)

الجواب: بندیالوی صاحب نے خالص کذب بیانی کی ہے اور نبی اکرم ﷺ پر بہتان باندھا ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان: ''لیکن عورتوں کو پھر بھی منع فرمادیا۔'' ایسی کوئی حدیث موجود نہیں بلکہ رخصت کی صحیح حدیثیں موجود ہیں۔

حدیث نمبر ۱: عبداللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن قبرستان سے واپس ہوئیں تو میں نے عرض کیا: اے ام المومنین کہاں سے آئی ہو؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر سے۔ پس میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت سے منع نہیں کیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہاں! منع کیا تھا۔ پھر بعد میں زیارت کرنے کا حکم دیا تھا۔ (مستدرک ج ۱ ص ۳۷۶ سکت عنہ الحاکم وقال الذہبی صحیح)

حدیث نمبر ۲: یہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے کی رخصت دی تھی۔ (ابن ماجہ ص ۱۱۲ باب ما جاء فی زیارۃ القبور)

حدیث نمبر ۳: (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۳، ۳۱۴) میں ایک واقعہ ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں جانے کا ذکر ہے۔ فلہٰذا رخصت عورتوں کے لئے بلاشبہ ثابت ہے اور رخصت کے بعد کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ عورتیں قبرستان نہ جایا کریں۔ قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ان ذھابھا فی البقیع ثابت لا ینکر'' (الکوکب الدری ج ۱ ص ۳۲۰) اس کے باوجود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جنت البقیع جانے کا ثبوت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ چونکہ بندیالوی صاحب اور مولوی احمد رضا خان بریلوی

کا مشن ایک ہے۔اس لئے دونوں عورتوں کو قبرستان کی زیارت کرنے سے روکنے میں سختی کرتے ہیں۔ ورنہ تو شرک کرنا جس طرح عورتوں کے لئے حرام ہے، مردوں کے لئے بھی حرام ہے۔لیکن زیارت منع نہیں ہے۔

جھوٹ نمبر ۳: بندیالوی صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں اور اسی خطرہ کی بناء سے فرمایا تھا کہ: ''اللھم لا تجعل قبری عیداً'' (الاقوال المرضیہ ص ۷۵) اے اللہ میری قبر کو عید نہ بنانا۔

الجواب: یہ بھی بندیالوی صاحب کا جھوٹ ہے۔ان الفاظ کے ساتھ حدیث مروی نہیں ہوئی کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے استدعا کیا ہو کہ اے اللہ تعالیٰ میری قبر کو عید نہ بنانا۔ بندیالوی صاحب نے نبی اکرم ﷺ پر بہتان باندھا ہے۔

نوٹ: ابوداؤد میں ایک حدیث ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بنانا۔

اکابر ائمہ مفسرین علماء سو ہیں (معاذ اللہ)

بندیالوی صاحب آیت: ''والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیاء وھم یخلقون اموات غیر احیاء'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور نہ اس آیت میں اصنام مراد ہو سکتے ہیں۔ جیسے کہ بعض علماء سو کہتے ہیں کہ یہاں دون سے مراد بت ہیں۔ (دعوۃ الحق ص ۸۹)

الجواب: بہت سے اکابر مفسرین یہی تفسیر کرتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۱: (اموات) اصنام اموات (تفسیر ابن عباس)

حوالہ نمبر ۲: تفسیر جلالین ص ۲۱۷ میں ہے۔''وھم الاصنام''

حوالہ نمبر ۳: تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۱۰ میں بھی اصنام (بتوں) سے تفسیر کی گئی ہے۔

حوالہ نمبر ۴: تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۲۲ (بحوالہ ندائے حق طبع اوّل ص ۲۲۳، ۳۱۲، ندائے حق جز اوّل ص ۱۵۰، شفاء الصدور ص ۱۷۱ طبع دوم)

حوالہ نمبر ۵: تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۹۴ میں ہے۔یعنی الاصنام۔

حوالہ نمبر ۶: تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۶۵۔حوالہ نمبر ۷ تفسیر کبیر میں بھی بت مراد لئے گئے ہیں۔

قارئین کرام! جوش جنوں میں آکر یہ لوگ اندھے ہو جاتے ہیں اور کسی کی پرواہ نہیں کی جاتی ؎

جوش جنوں میں کچھ نظر آتا نہیں اسد صحراء ہماری آنکھ میں ایک مشت خاک ہے

نیلوی صاحب نے عجیب کام کیا ہے

مقدمۃ الکتاب ندائے حق طبع اوّل کے ساتھ جو بندیالوی صاحب کا تھا، اب ندائے حق طبع دوم میں نیلوی صاحب نے اس کو کاٹ دیا ہے۔اسی طرح شفاء الصدور طبع اوّل عربی کا ترجمہ جو بندیالوی صاحب نے کیا تھا، اب طبع دوم میں نیلوی صاحب نے اس ترجمہ کو کاٹ دیا ہے۔تفصیلات نیلوی صاحب سے پوچھی جائیں۔ بہرحال قارئین کرام نے بندیالوی صاحب کی دیانت کا اچھی طرح اندازہ کرلیا ہوگا۔ فلہٰذا ایسے لوگوں کی بات ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہے۔ ع

اٹھا کر باہر پھینک دو گلی میں

باب التشکر

(نیلوی صاحب کی یاد آوری کا شکریہ)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے راقم الحروف کو ندائے حق طبع دوم میں کئی مقامات پر یاد فرمایا ہے۔اس لئے راقم الحروف نے بھی نیلوی صاحب کو یاد کیا ہے۔کیونکہ مشہور مقولہ ہے:''یاد کے ساتھ یاد ہوتی ہے''

آنا یہ ہچکیوں کا مجھے بے سبب نہیں ۔۔۔ بھولے سے اس نے یاد کیا ہوگا کچھ عجب نہیں

نیلوی صاحب نے راقم الحروف کی کتاب نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح کے چند حوالے (ندائے حق جز ثانی ص ۵۴) میں ذکر کئے ہیں۔گویا یہ (نور الصباح ص ۵۴) کی عبارات سے لبریز ہے اور (ص ۵۵) کا کچھ حصہ بھی نور الصباح کی عبارت پر مشتمل ہے اور اس صفحہ کے آخر میں نیلوی صاحب نے ایک استفسار بھی کیا ہے۔ملاحظہ ہو۔

کیا صفدر صاحب اور ان کے شاگرد کا علم کلی ہے

نیلوی صاحب لکھتے ہیں: کیا صفدر اور ان کے شاگرد کے پاس علوم دینیہ کے بارے علم محیط کلی ہے جس کے بل بوتے پر آپ کی تنقید سے کوئی بڑے سے بڑا عالم ونقاد بچ نہیں سکا۔چنانچہ امام بخاری وابن تیمیہ وابن حجر پر دل کھول کر خنجر قلم چلایا۔جیسے استاد مودودی پر تنقید برداشت نہیں کی جاسکتی۔اگرچہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم پر خصوصاً امام عثمان وامام معاویہ رضی اللہ عنہما پر تنقید کے انبار لگا دیئے جائیں۔برداشت کر لیتے ہیں۔ایسے ہی صفدر صاحب پر تنقید برداشت نہیں ہوسکتی۔اگرچہ تمام اکابر کو نقد سے چھلنی کر دیں۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۵۵)

نیلوی صاحب ناراضگی معاف

محترم نیلوی صاحب! یہ استفسار آپ کا درست نہیں۔تحقیق مسائل میں نقد وجرح کا سلسلہ اہل علم کے ہاں مسلم ہے۔آپ نے بھی امام ترمذی، امام بخاری وغیرہما پر نقد وجرح کا تیر چلایا ہے بلکہ آپ نے تو ایسی ناجائز نقد وجرح کے تیر چلائے کہ جس سے نہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات بچ سکی نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت محفوظ رہ سکی، نہ جمہور اہل سنت کا احترام باقی رہا۔(العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ) اور یہی کام آپ کے استاد مودودی صاحب نے کیا ہے۔(تشابہت قلوبہم)

عامل باطل ہوا تو تردید باطل چھوڑ کر ۔۔۔ کار آساں لے لیا کار مشکل چھوڑ کر

محترم نیلوی صاحب! آپ اگر علمی طریقہ سے نقد وجرح کرتے تو قابل قدر ہوتی۔مگر آپ نے تو عقائد متفقہ اہلسنت والجماعت کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا ہے۔بدعت وگستاخی کو اپنا لیا ہے اور بدعتی وگستاخ بننا قابل ملامت ہے۔اس لئے آپ کو مطعون کیا جاتا ہے۔تاکہ آپ راہ راست پر واپس آسکیں اور ان چیزوں سے توبہ ورجوع کر لیں۔تاکہ ہم بھی آپ کے متعلق یوں کہہ سکیں ۔

میری ضد سے ہوا ہے مہربان دوست ۔۔۔ میرے احساں ہیں دشمن پہ ہزاروں

شاگرد محقق مدقق وسیع النظر

نیلوی صاحب نے ابن حجر پر جرح کی تھی۔اس کا جواب حضرت استاذ مکرم نے دیا۔نیلوی صاحب اس

کے جواب میں لکھتے ہیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ جب کہ آپ کے تلمیذ (حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی) بھی یہی بات کرتے ہیں تو ان کو محقق مدقق اور وسیع النظر کہا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں صرف آپ ہی ہیں یا آپ کا شاگرد جس کا قول حجت ہے۔ باقی تمام مجذوب ہیں۔ ان کی عقل مؤوف ہو گئی ہے اور وہ سب علم وانصاف سے کوسوں دور ہیں یاللعجب! (ندائے حق ج ۲ ص ۲۵۷)

نیلوی صاحب غصہ نہ کریں

نیلوی صاحب راقم الحروف نے اصل وجہ بیان کر دی ہے جس کی وجہ سے آپ کو مطعون کیا جاتا ہے۔ نیلوی صاحب تمام مجذوب نہیں۔ آپ اپنی بات کریں۔ دوسروں کو اپنے ساتھ نہ ملائیں۔ جناب کو اگر مجذوب ہونے میں شک ہو تو اسی کتاب (قہر حق) کے باب الکذبات باب التعارضات، باب الخیانات، باب التحریفات، باب الجہالات، باب الہفوات وغیرہا کا ٹھنڈے دل سے بشرطیکہ حالت جذب نہ ہو۔ مطالعہ کر لیں تو حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ!

نور الصباح

نیلوی صاحب نے (ندائے حق ج ۲ ص ۲۷۴) میں نور الصباح کی عبارات ذکر فرمائی ہیں۔ ندائے حق کا یہ صفحہ آدھے سے زیادہ نور الصباح کی عبارات پر مشتمل ہے۔ اسی طرح نیلوی صاحب نے (ندائے حق ج ۲ ص ۲۷۸) میں بھی نور الصباح کی ایک عبارت ذکر کی ہے اور پھر نیلوی صاحب نے (ندائے حق ص ۲۷۹، ۲۸۰) میں نور الصباح کی عبارت سے اس جگہ کو پر کیا ہے جو مکمل ایک صفحہ بنتا ہے۔ پھر نیلوی صاحب نے (ندائے حق ج ۲ ص ۲۸۴، ۲۸۵) میں نور الصباح کی عبارات پیش کی ہیں جو تقریباً ندائے حق کا ڈیڑھ صفحہ بنتا ہے۔ پھر نیلوی صاحب نے (ندائے حق ج ۲ ص ۲۸۶) میں بھی نور الصباح کی عبارت پیش کی ہے۔

استاد و شاگرد کا اتفاق

نیلوی صاحب (ندائے حق جز ثانی ص ۱۶۰) میں لکھتے ہیں: "اور آپ صفدر صاحب اور آپ کے شاگرد خود اس بات کو تسلیم فرماتے ہیں کہ: "من علم حجة علی من لم یعلم" یعنی جاننے والے کی بات نہ جاننے والے پر حجت ہوگی۔"

محترم نیلوی صاحب اگر آپ صرف اسی بات پر عمل کر لیتے تو ٹھوکروں سے بچ جاتے۔ جب، تمام اکابر متقدمین اور متاخرین کا انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر کے جسمانی ہونے پر اور سماع عند القبر پر اتفاق ہے تو وہ اہل علم تھے۔ قرآن وحدیث کو جانتے تھے۔ تم نہیں جانتے ان کی بات حجت ہوگی۔ آپ مان لیتے تو جھگڑا ہی ختم ہو جاتا۔ مگر آپ جہل مرکب کا شکار ہیں۔

ہر کس کہ نداند و بداند کہ داند   در جہل مرکب ابد الدہر بماند

استاد کی راہ اور شاگرد کی اور

نیلوی صاحب لکھتے ہیں: "پھر آپ کے تلمیذ رشید نے جو جو (نور الصباح ص ۲۳۰) میں لکھتے ہیں، علامہ

کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا حافظ ابن حجر کے بارے یہ حسن ظن صحیح نہیں ہے۔ یہ صحیح لکھا ہے یا غلط اگر صحیح لکھا ہے تو آپ مؤلف اقامۃ البرہان (الیٰ ان قال) اور مؤلف ندائے حق پر کیوں خفاء ہوتے ہیں۔ اگر یہ فرمان آپ کے تلمذ رشید کا صحیح نہیں ہے تو آپ نے تقریظ میں کیوں لکھا ہے کہ یہ کتاب خالص علمی معلومات افزاء اور پرمغز حوالوں سے لبریز ہے، جس میں اصل مسئلہ کے علاوہ اسماء الرجال اور باحوالہ اکابر علماء کی علمی اغلاط کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔'' (ندائے حق ج ۲ ص ۲۸۱)

نیلوی صاحب کچھ سوچو اور غور و فکر کرو

نیلوی صاحب بات کو الجھانے اور ٹالنے کی کوشش نہ کرو۔ جب ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی بات کی تائید کرنے والے بڑے بڑے محقق اور ناقد فن اسماء الرجال کر رہے ہوں تو آپ کو درمیان سے ٹانگ اڑانے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ پر خفگی ہمارے استاذ محترم کی بے جا نہیں ہے۔ آپ کی شرارت ضرور ہے

بے وجہ تو نہیں چمن کی تباہیاں کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے

محترم نیلوی صاحب استاذ (حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر) اور شاگرد (حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی) کی راہ الگ الگ نہیں۔ البتہ آپ کا اپنے استاذ حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے ساتھ عقیدہ میں اختلاف ہے۔ فلہٰذا آپ کے متعلق یہ کہنا درست ہوگا کہ (استاذ کی راہ اور شاگرد کی اور)

نیلوی کے استاذ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی کا عقیدہ

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

الجواب: انبیاء علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں۔ یعنی ان کو ایک برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ ان کی قبر مطہر کے قریب کھڑے ہو کر ان کو سلام عرض کرنا جائز ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے سواء اور کسی ولی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں، درست نہیں۔ کسی قبر پر میت کو اس خیال سے پکارنا کہ یہ متصرف ہے، جائز نہیں۔ ان سے حاجتیں طلب کرنا شرک ہے۔ یہ سمجھنا کہ جیسے دنیا کے افسر بغیر وسیلہ کے نہیں ملتے ایسے ہی خدا تعالیٰ بغیر وسیلے کے نہیں ملتا، جہالت ہے۔ وہ حیی قیوم ہر بندے کی حاجت سنتا اور دیکھتا ہے اور حاجت روائی کرتا ہے۔ قبر پر جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور یہ کہنا کہ یا اللہ اس بزرگ کے طفیل سے میرا فلاں کام پورا کر دے۔ یہ مباح ہے۔ بحوالہ (مسالک العلماء طبع اول ص ۱۴۷)

اور حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا ایک فتویٰ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۵۹، ۱۶۰) میں مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو۔

جواب: صلوٰۃ وسلام کے ساتھ یا رسول و یا حبیب نداء کے الفاظ سے پکارنا اس خیال سے کہ صلوٰۃ وسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتوں کے ذریعے پہنچا دیا جاتا ہے اور آپ تک ہماری نداء اور خطاب پہنچ جاتا ہے۔ جائز اور درست ہے۔ کیونکہ بعض روایات معتبرہ سے ثابت ہے کہ باری تعالیٰ وتقدس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے کہ اس کو ایسی قوت سامعہ عطاء فرمائی ہے کہ وہ تمام مخلوق کے صلوٰۃ وسلام سن کر حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کر دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے ہیں: ''قال النواب صدیق حسن خان البو فالی القنوجی فی نزل الابرار فی بیان فوائد الصلوٰۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ومنہا قیام مسلک علی قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطاہ اسماع الخلائق یبلغہ ایاہا کما فی حدیث وثق ابن حبان رواتہ وورد ت احادیث بمعناہ ثانیۃ'' (والصحیح ثابتہ کما فی نزل الابرار ص ۱۸۶)

''وللہ الحمد و منها انها سبب لرد النبی ﷺ علی المصلی والمسلم علیہ کما ورد بسند حسن بل صححہ النووی فی الاذکار وغیرہ انتہی ملتقطاً'' نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اپنی کتاب نزل الابرار میں آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے کے فوائد کے بیان میں فرماتے ہیں کہ ان فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ کھڑا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے کان عطاء فرمائے ہیں۔ وہ آنحضرت ﷺ تک صلوٰۃ وسلام پہنچاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے جس کے رواۃ کی ابن حبان نے توثیق کی ہے اور صحیح احادیث اور بھی اس مضمون کی ہیں۔ وللہ الحمد! اور ایک فائدہ یہ ہے کہ جب کوئی آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے تو آپ اس کا جواب دیتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام پڑھنا آپ کے رد جواب کا سبب ہے۔ جیسا کہ حسن سند سے احدیث آئی ہے بلکہ امام نووی وغیرہ نے کتاب الاذکار میں اس کی تصحیح کی ہے۔ ہاں! اس خیال اور اعتقاد سے نداء کرنا کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک مجلس مولود میں آئی ہے۔ اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے۔ اوّل یہ کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے تو پھر آپ ﷺ کی روح مبارک کا مجالس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے یا کسی اور طریقے سے اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے۔ باعث توہین ہے نہ موجب تعظیم۔ یہ تو نیلوی صاحب کے استاذ صاحب کا عقیدہ ہے۔ اب نیلوی صاحب کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

مفتی صاحب کے شاگرد نیلوی صاحب کا عقیدہ

نیلوی صاحب عام مردوں کے بارے میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پھر بھی یہ کہا جاتا ہے کہ روح اور بدن عنصری میں ایک تعلق اور کنکشن ہے۔ سو یہ بھی غلط ہے۔ اس کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں ملتا۔ محض قیاسی بات ہے۔ یہی تحقیق بعینہٖ نبی کریم ﷺ کے متعلق بھی ہے۔ (ندائے حق ج، ص ۱۴۴)

قارئین کرام! آپ نے پڑھ کر اندازہ کر لیا ہوگا کہ استاذ کی راہ اور ہے اور شاگرد کی اور ہے۔ استاذ کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارک کی مفارقت بدن سے مانی جائے تو آپ کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے۔ باعث توہین ہے نہ موجب تعظیم اور نیلوی صاحب شاگرد کہتا ہے کہ روح مبارک کی مفارقت بدن سے ہے۔ تعلق اور کنکشن نہیں ہے۔ (معاذ اللہ) تو استاذ صاحب کے فتویٰ کے مطابق ایسا شاگرد گستاخ رسول اور موہن رسول ہونے کی وجہ سے کافر ہے۔ استاذ صاحب صلوٰۃ وسلام کے سماع عند قبر النبی ﷺ کی حدیثوں کو حسن اور صحیح کہتا ہے۔ جیسا کہ ابھی گزرا مگر نیلوی صاحب ایسی حدیثوں کو ضعیف اور جھوٹی شمار کرتا ہے۔

نیلوی صاحب کے استاذ مفتی صاحب کا عقیدہ

نیلوی صاحب کفایت المفتی جلد چہارم سے اپنے استاذ مفتی صاحب کا عقیدہ نقل کرتے ہیں۔ تلقین بعد الدفن حنفیہ کے نزدیک معمول و متوارث نہیں ہے اور حنفیہ کے اصول کے ساتھ یہی اوفق ہے۔ لیکن چونکہ کوئی دلیل حرمت یا کراہت بھی نہیں ہے۔ اس لئے اسے متاخرین حنفیہ نے منع نہیں کیا اور یہی مسلک کہ عمل نہ کیا جائے اور کرنے والے کو ملامت نہ کی جائے، راجح ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۲۲۶)

شاگرد کا عقیدہ

نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور بڑا تعجب تو سید ابن عابدین شامی پر ہے کہ اذان علی القبر کی بدعت ہونے پر تو زور وشور سے فتویٰ دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کے عہد میں قبر پر اذان کا رواج عام تھا۔ (الیٰ ان قال) اور یہ نہیں فرمایا کہ لوگوں کو نہ تو اذان کہنے کا حکم دیں اور نہ ہی لوگوں کو اذان سے روکیں بلکہ صاف صاف بدعت فرمایا، مگر سمجھ نہیں آئی کہ تلقین بدعی کے بارے کیوں نرمی برتی کہ نہ حکم دیا جائے اور نہ روکا جائے۔ حالانکہ جو حال اذان کا ہے، وہی حال تلقین کا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب! (ندائے حق ج ۲ ص ۲۴۶)

نیلوی صاحب کے نزدیک تلقین بدعت ہے۔ اس لئے نیلوی صاحب علامہ شامی پر تعجب وافسوس کر رہے ہیں۔ مگر مفتی کفایت اللہ صاحب کے ہاں تلقین میں کوئی کراہت نہیں۔ اس لئے نہ روکا جائے اور یہی رائج ہے۔ نیلوی صاحب کے نزدیک استاذ مفتی کفایت اللہ صاحب بدعتی ہوئے (نالائق شاگرد) ایسے ہی ہوتے ہیں۔

نیلوی صاحب کا اپنے استاد پر بہتان

نیلوی صاحب اپنا واقعہ دارالہدیٰ چوکیرہ کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس کے بعد مسئلہ سماع الموتیٰ وحیاۃ النبی ﷺ کا چھڑ گیا۔ وہ (مولانا سید احمد شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ) قائل تھے اور میں عنصریہ، دنیویہ، حسیہ، حقیقیہ، جسمانیہ کا منکر تھا اور حیاۃ برزخیہ کا قائل جیسے میرے استاذ مفتی اعظم ہند فقیہ النفس ابوحنیفہ ثانی امام ربانی حضرت مفتی محمد کفایت اللہ رحمۃً واسعۃً وافرۃً کاملۃً وافیۃً سابغۃً کافیۃً نے مجھے سمجھا رکھا تھا۔'' (ندائے حق جز اول ص ۳۰۸)

قارئین کرام! آپ حضرات نے حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا عقیدہ پڑھ لیا ہے کہ وہ حیات جسمانی جسد عنصری کے ساتھ قائل ہیں اور اس عقیدہ کے منکر کو توہین رسول ﷺ کا مرتکب گردانتے ہیں۔ مگر نیلوی صاحب ان پر بہتان باندھتے ہیں کہ وہ حیات جسمانی کے قائل نہ تھے۔ نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ میں حیاۃ برزخیہ کا قائل تھا۔ شاید یہ بھی جھوٹ ہو۔

حیات برزخیہ کا انکار

نیلوی صاحب (ندائے حق جزء اول ص ۳۸۵) میں نقل کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد طیبہ میں نہ تو حیات برزخی ہوتی ہے اور نہ ان میں ادراک وشعور ہوتا ہے۔ (معاذ اللہ عن ہذہ المقالۃ الخبیثۃ)

نیلوی صاحب کا جھوٹ

میرا مسلک وہی ہے جو میرے استاذ مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ کا ہے۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۱۲۶)

نیلوی صاحب کو راہ راست پر لانے کی آخری دعوت

حضرت نیلوی صاحب گزارش ہے کہ اگر آپ سچے ہیں اس بات میں کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو حضرت مفتی محمد کفایت صاحب رحمہ اللہ کا ہے تو آپ کا اور ہمارا جھگڑا بہت جلد ختم ہوسکتا ہے۔ چنانچہ آپ ایسا کریں کہ کفایت المفتی کی جتنی عبارت بزعم شما آپ کے حق میں ہیں۔ ان کو بھی آپ تحریر کرلیں اور ہماری طرف سے صرف ایک فتویٰ جو (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۵۹ تا ۱۶۱) میں ہے۔ اس کو بھی ساتھ ہی اکٹھا تحریر کرلیں۔ ان عبارات کی وضاحت نہ آپ

کریں نہ ہم کرتے ہیں۔ آپ اور ہم دونوں مل کر اس پر دستخط کر دیں اور اتفاق کر لیں۔ امید یکہ جناب ہماری اس تجویز کو جو آپ کے استاذ کی عبارات کے متعلق پیش کی گئی ہے۔ شرف قبولیت بخشیں گے۔ مگر راقم الحروف کی یہ تجویز ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔ کیونکہ ؎

ہم کو ان سے وفا کی امید ہے   جو نہیں جانتے وفاء کیا ہے

نیلوی صاحب کا جھوٹ اور بہتان

نیلوی صاحب لکھتے ہیں: (تلمیذ رشید صاحب) کی تنقید قاموس پر۔   (ندائے حق ج ۲ ص ۲۷۷)

الجواب: نیلوی صاحب آپ نے یہ جھوٹ بولا ہے اور راقم الحروف پر آپ نے بہتان باندھا ہے۔ راقم الحروف۔ نے نور الصباح ص ۲۴۲) میں لغت کی کتاب قاموس پر کوئی تنقید نہیں کی۔ ہاں صاحب قاموس مجد الدین فیروز آبادی پر نقد و جرح ضرور کی ہے ؎

قریب ہے یار و روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

نیلوی صاحب کا ایک اور بہتان و جھوٹ

نیلوی صاحب حدیث الانبیاء احیاء فی قبورہم یصلون پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ صاحب تسکین کے شاگرد کے قول کی دلالت اس امر پر کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۴۴) یہ نیلوی صاحب کا راقم الحروف پر بہتان ہے۔ نیلوی صاحب نے راقم الحروف کی جس عبارت سے دھوکہ دیا ہے، اس کو وہ یوں بیان کرتے ہیں۔ (نور الصباح ص ۱۳۹) میں لکھا کہ سچا تو ہے مگر اپنی روایت میں متفرد ہوتا ہے اور روایت کو رد کرنے کی ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ اس کا راوی ازرق بن علی ہے۔ اب یہ کیا وجہ ہے کہ اس راوی کی وجہ سے معوذتین کے قرآن سے نہ ہونے کی وجہ سے تو موضوع ہو۔ مگر الانبیاء احیاء فی قبورہم کی حدیث سولہ آنے صحیح ہو۔ اگرچہ اس کا راوی ازرق بن علی ہو۔   (ندائے حق جز ثانی ص ۴۴)

الجواب: محترم نیلوی صاحب۔ حدیث الانبیاء احیاء فی قبورہم یصلون سولہ آنے صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں۔ کوئی راوی بھی ضعیف نہیں ہے۔ جیسا کہ تسکین الصدور میں واضح کر دیا گیا ہے۔ محق ناصر الدین البانی غیر مقلد نے پہلے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا تھا۔ لیکن بعد میں رجوع کر کے اس کو صحیح کہا ہے۔

(سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ج ۱ ص ۵۶۰)

نیلوی صاحب ازرق بن علی ایسا راوی نہیں کہ صرف اس کی وجہ سے روایت کو موضوع قرار دیا جائے۔ جیسا کہ آپ نے خداع شیطانی کا ارتکاب کیا ہے اور راقم الحروف کی جرح نور الصباح ص ۱۳۹) میں صرف ازرق بن علی پر نہ تھی بلکہ اس کے ساتھ دو خرابیاں اور بھی لکھی ہوئی موجود ہیں اور ان سب خرابیوں کے علاوہ بڑی خرابی یہ ہے کہ معوذتین کا قرآن میں سے نہ ہونے کی روایت اجماع صحابہ کے خلاف ہے۔ اس لئے مردود ہے۔ بعض اوقات ثقہ راویوں کی روایت بھی موضوع ہو سکتی ہے۔ جب کہ اصول شرع سے ٹکرائے۔ جیسا کہ آپ نے اس کی تفصیل حاشیہ

شفاء الصدور طبع اوّل ص ۵۵ میں کر دی ہے۔ لیکن الانبیاء احیاء فی قبورہم یصلون کی حدیث اصول شرع سے نہیں ٹکراتی۔ اجماع امت اس کی تائید کرتا ہے اور صحیح مسلم وسنن نسائی ومسند احمد کی صحیح حدیث جس میں ہے کہ معراج کی رات نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ریت کے سرخ ٹیلے کے ساتھ قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا تو یہ حدیث بھی تائید کرتی ہے۔ فلہٰذا ازرق بن علی پر جو تفرد کا الزام تھا، وہ ختم ہو گیا۔ فلہٰذا اس روایت کے سند آنے صحیح ہونے کوئی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہی۔ یہ الگ بات ہے کہ مجذوب اپنی مستی کی بناء پر نہ سمجھ سکیں ۔

لذت درد کو بھلا بے درد کیا جانے

باب السب والشتم

حضرت الشیخ محدث اعظم محمد سرفراز خان صاحب صفدر کے متعلق نیلوی صاحب کی ہرزہ سرائی

۱...... سرخی ہے: ''صفدری جہالت'' (ندائے حق جزء اوّل ص ۱۴۲)

۲...... سرخی ہے: ''صاحب تسکین کی جہالت'' (ندائے حق جزء ثانی ص ۲۳)

۳...... سرخی ہے: ''صفدری خیانت'' (ندائے حق جزء اوّل ص ۱۴۱)

۴...... (ندائے حق جزء اوّل ص ۱۵) میں ہے: ''ہاں! اگر کوئی پرویزی ذہن کا نہ مانے تو ہم اس کو منوانے کے مکلف نہیں۔''

۵...... مثل مشہور ہے کہ: ''دروغ گو را حافظہ نباشد'' اور یہ صرف مشہور ہی نہیں بلکہ بالکل سچ ہے۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۱۶۵)

راقم الحروف بھی نیلوی صاحب کو بعض مقامات پر اسی مثل مشہور سے یاد کرے گا۔ تا کہ سچ کو ظاہر کیا جا سکے۔

۶...... مسلوب العقل۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۱۲۶)

۷...... مولانا معتزلہ کے ساتھ مل گئے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۲۶)

۸...... مولانا معتزلہ ہیں۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۱۶۷)

۹...... مسلوب العقل۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۵۸)

۱۰...... کتاب خوانی تو ہے مگر کتاب دانی نہیں۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۵۸)

۱۱...... مولانا کا رافضی ہونا اور اہل اعتزال کا ذہن۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۱۵)

۱۲...... جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۴۷)

راقم الحروف بھی بعض مقامات میں حضرت نیلوی کے حق میں نیلوی صاحب کے ان پسند کردہ الفاظ کو ذکر کرے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

۱۳...... جیسے اس عرصہ سے پہلے آپ صراط سوی پر تھے۔ پھر ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار کیا ہے۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۱۶۶، ۱۶۷)

۱۴...... صاحب تسکین بھی اب بریلویہ کے نقش قدم پر چلنے لگے ہیں۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۲۶۵)

۱۵...... مولانا بریلویہ کے پلیٹ فارم پر۔ (ندائے حق جزء اوّل ص ۵۸۸)

۱۶...... مولانا بریلویہ کی شاہراہ پر۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۲۲۵)

۱۷...... مولانا کا سفید جھوٹ۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۳۶)

نیلوی صاحب نے اور بھی بہت سی زبان درازیاں کی ہیں، جن کا ذکر یہاں نہیں ہوسکا۔

باب الحمایات

بریلویہ کی حمایت کرنے والا کون

حمایت نمبر ۱: ''اعلیٰ حضرت بریلوی کے ترجمہ کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔''

چنانچہ ماہنامہ تعلیم القرآن میں ہے۔ مولانا مودودی سید حکیم یٰسین شاہ، مولانا عبد الماجد دریابادی، مولانا شیخ الہند دیوبندی، مولانا احمد رضا خان بریلوی کے ترجموں کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ جون ۱۹۶۴ ص ۲۴) زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب، مدیر سید احمد حسین سجاد بخاری فاضل دیوبند و لکھنو۔

قارئین کرام! آپ اندازہ کریں کہ ایسے غلط ترجمہ کو'' جو دراصل تحریف معنوی قرآن مجید کی ہے'' اعلیٰ مقام دینا، خان صاحب بریلوی کے عقائد کی تصدیق کرنا نہیں تو اور کیا ہے ؎

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے ۔۔۔ نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

قارئین کرام! خان صاحب بریلوی کے ترجمہ کے اغلاط و خیانتوں پر اگر آپ مطلع ہونا چاہتے ہیں تو ہمارے شیخ استاذ محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر کی تصنیف لطیف، تنقید متین اور اتمام البرہان اور راقم الحروف کی تصنیف، حالات و کمالات اعلیٰ حضرت بریلوی حصہ اوّل کا ضرور مطالعہ کریں۔ بہت فائدہ ہوگا۔

حمایت نمبر ۲: ''مشرکہ لڑکی سے موحد مرد کا نکاح درست ہے۔''

چنانچہ تعلیم القرآن میں ہے۔

الجواب: ۲۵۷ واللہ الموفق للصواب! (۱) لڑکی اگر شرکیہ عقائد رکھتی ہو اور دعویٰ اسلام کا کرتی ہو تو اس کو نکاح کر لینا درست ہے۔ جیسے کتابیہ مشرکہ کا نکاح درست ہے۔

(تعلیم القرآن ماہ اکتوبر ۱۹۶۴ء ص ۴۰ عبد الرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی) زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب، مدیر سید احمد حسین سجاد بخاری۔

قارئین کرام! مشرکہ عورت کے متعلق قرآن مجید کی اس آیت: ''ولا تنکحوا المشرکات حتی یومن'' کی تشریح و ترجمہ حضرت شیخ الہند کے ترجمہ و تفسیری حاشیہ میں دیکھ لیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مسئلہ واضح ہو جائے گا۔

حمایت نمبر ۳: مشرک کا ذبیحہ حلال اور اس کی شادی و غمی میں شریک ہونا جائز ہے۔ تعلیم القرآن میں ہے: جو شخص انبیاء اولیاء کو عالم الغیب، حاضر و ناظر سمجھتا ہے اور مدد مانگتا ہے تو ایسے لوگوں کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا گوشت کھانا جائز ہے یا نہ، اور ایسے لوگوں کی غم شادی میں شرکت کرنا کیسا ہے۔ (تعلیم القرآن ماہ جون ۱۹۶۵ء ص ۴۳)

۳۷

سے یہی ۱۹۰۵ء، ۱۹۲۸ء اور ۱۹۲۹ء میں تین دفعہ طبع ہوا۔ امریکہ میں اس کا بھی ایڈیشن ۱۹۰۹ء میں نکلا۔ ۱۹۰۵ء میں ڈاکٹر عبدالحکیم نے اپنا انگریزی ترجمہ طبع کرایا۔ مرزا ابوالفضل کا ترجمہ ۱۹۱۱ء الٰہ آباد سے مع عربی متن کے نکلا اور مقبول ہوا یہاں تک کہ اس کی تعریف متعصب لوگوں نے بھی کی۔ مرزا حیرت دہلوی ایڈیٹر (کرزن گزٹ) کا ترجمہ مع حواشی اور تفسیر کے ۱۹۱۹ء میں سلیس انگریزی میں شائع ہوا۔ غلام سرور کا ترجمہ آکسفورڈ سے ۱۹۳۰ء میں نکلا۔ ۱۹۳۵ء میں علامہ یوسف علی (سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور) نے قرآن کریم کا ضخیم ترجمہ مع متن اور مبسوط مقدمہ جس میں تاریخ اور جغرافیائی مواد بہم پہنچانے میں بے انتہا کوشش کی گئی تھی لاہور سے طبع کرایا۔

فارسی : فارسی میں قرآن مجید کے بے شمار ترجمے موجود ہیں اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر۔ ان میں سے غالباً سب سے پہلا ترجمہ حضرت شیخ سعدیؒ کا ہے اور ہندوستان میں فارسی کا پہلا ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا "فتح الرحمٰن" کے نام سے ہے۔

اردو : اردو زبان میں بے شمار قرآن مجید کے ترجمے ہو چکے ہیں جن میں سے اولیت کا درجہ شاہ عبدالقادرؒ محدث دہلوی بن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو حاصل ہے۔ باقی تراجم میں سے مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ، مولانا ڈپٹی نذیر احمد دہلویؒ، مولانا ابوالکلام آزاد دہلویؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا فتح محمد جالندھری، مولانا مودودی، سید حکیم یٰسین شاہ، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا شیخ الہند محمود الحسنؒ دیوبندی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے ترجموں کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

رومن اردو : ڈاکٹر غلام ربانی نے سب سے پہلے رومن اردو میں ترجمہ کیا جسے کرسچین مشن پریس الٰہ آباد نے شائع کیا۔

بنگالی : شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کے ترجمے سے سب سے پہلا بنگالی ترجمہ ۱۲۴۰ھ میں ہوا۔ ابن محمد عبدالحق نے ۱۹۱۰ء میں ایک اور بنگالی ترجمہ کیا۔ اس سے پہلے دو ترجمے یعنی بنگالی مسلمانوں کی مجلس نے ۱۸۸۲ء میں کلکتہ سے اور نعیم الدین کا بنگالی ترجمہ ۱۸۹۹ء میں طبع ہوئے۔ علاوہ ان کے نولدسک کا ترجمہ جو پہلی بار ۱۹۰۸ء میں، جس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا قابل ذکر ہے۔

جاپانی : اس زبان میں سکا موٹو کے ترجمے کا نام ملتا ہے۔

چینی : ۱۹۰۰ء میں ایک ترجمہ لوپن جو دھوا ہوبز نے چھپوایا۔ دوسرا ترجمہ چن جاک ای کا ۱۹۳۱ء میں شنگھائی سے طبع ہوا۔ ۱۹۳۲ء میں ایک اور ترجمہ بادمن چن چنگ نے شائع کرایا۔ چوتھا ترجمہ ۱۹۲۷ء میں ٹی چنگ نے چھپوایا۔

باطومی : اس زبان میں قرآن مجید کے صرف ایک ترجمے کا ذکر ملتا ہے۔

پشتو : اس زبان میں غالباً پہلا ترجمہ ۱۳۱۹ھ میں طبع ہوا۔

پنجابی : اس زبان کا پہلا ترجمہ ۱۹۰۲ء میں حافظ بارک اللہ نے شائع کیا اور لاہور میں طبع ہوا۔ دوسرا ترجمہ فیروز الدین شمس الدین حبیب امرت سر اور تیسرا ترجمہ ہدایت اللہ مظاہر لاہور بھی قابل ذکر ہیں۔

ـــــــــــــ

لہ : [illegible] کے مستند [illegible] زیادہ ہیں۔

الجواب: ایسے لوگ بحکم اہل کتاب ہیں۔ اگر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام لیویں اور ذبح واسطے تقرب غیر اللہ کے نہ ہو تو ذبیحہ ان کا کھانا منع نہیں ہے۔ اجتناب کرے تو احتیاط ہے۔ (الی) اور دیگر معاملات بھی اسی پر قیاس کریں۔ (تعلیم القرآن ماہ جون ۱۹۶۵ء ص ۴۵) زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب، مدیر سید احمد حسین سجاد بخاری۔

حمایت نمبر ۴: انگوٹھے چومنا۔ اگر اس کو بطور رقیہ وعمل کوئی کرے تو گنجائش ہے اور شاید ابتداء اس کی اسی طرح سے ہوئی ہو۔ ہذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب! (عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی جون ۱۹۶۹ء ص ۴۸ تعلیم القرآن، نگران شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مدیر سجاد بخاری)

حمایت نمبر ۵: میلاد النبی ﷺ...... ۱۲ / ربیع الاوّل کو ہوا۔ (تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۵۸ء ص ۸)۔ نیز حضرت رسول پاک ﷺ کی پیدائش کے متعلق مشہور قول یہ ہے کہ ۱۲ / ربیع الاوّل کو ہوئی جسے حافظ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۶۰) میں بایں الفاظ بیان فرماتے ہیں۔ (مدیر سجاد بخاری تعلیم القرآن بابت ماہ مارچ ۱۹۶۰ء ص ۴۲)

حمایت نمبر ۶: (سوال نمبر ۶) کیا قومی جھنڈے اور قومی ترانے کے لئے تعظیماً کھڑا ہونا شرعاً جائز ہے۔ کیا یہ قرآن وسنت سے ثابت ہے یا یہ عمل شرک اور گناہ ہے۔ (تعلیم القرآن اکتوبر ۱۹۶۶ء ص ۳۴)

الجواب: قومی جھنڈے کے آگے تعظیماً کھڑا ہونا کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہے اور شرک بھی نہیں ہے۔ البتہ یہ ہے کہ اگر یہ رسم کفار کا شعار ہو اور ان کی خصوصیت ہو تو اہل اسلام کو اس کا اختیار کرنا مناسب نہ تھا اور اب جب کہ اختیار کر لی گئی اور مسلمانوں کی حکومتوں میں بھی اس کا رواج ہو گیا تو مشترک عمل ہو گیا۔ زیادہ کشمکش پیدا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ قومی امور میں سے ہے۔ خالص دینی بات نہیں اور ایسی باتوں میں زیادہ تعمق مناسب نہیں ہوتا۔ (عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن) (تعلیم القرآن اکتوبر ۱۹۶۶ء ص ۳۷ مدیر سجاد بخاری)

حمایت نمبر ۷: الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ! اگر بطور درود شریف پڑھے اور عقیدہ درست رکھے تو جائز ہے لیکن اگر حاضر وناظر کے عقیدہ سے پڑھے تو جائز نہیں۔ (سجاد عفاء اللہ عنہ) (تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۶۰ء ص ۳۶)

نوٹ: یہ مسئلہ تو درست ہے۔ مگر بعض غالی قسم کے مماتی ہمارے اکابر علماء دیو بند کی اس قسم کی عبارتوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ حوالہ اس لئے لکھا گیا ہے تا کہ ان کا منہ بند ہو جائے۔ (ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند)

حمایت نمبر ۸: (تفسیر جواہر القرآن ج ۱ ص ۴۹) میں تحت آیت: ''وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا'' کے لکھا ہوا موجود ہے۔ فتح الرحمان تعریض است باں قصہ کہ یہود خیبر باغطفان جنگ مے کردند وہزیمت مے یافتند۔ خردعاء کردند بحق محمد نبی امی کہ خروج اودر آخر الزمان موعود است مارا نصرۃ دہ بعد ازاں فتح یافتند۔

(ترجمہ) اس آیت میں اشارہ ہے اس قصہ کی طرف کہ خیبر کے یہودی غطفان قبیلہ سے جو کہ کافر تھا۔ جنگ کرتے تھے اور شکست کھا جاتے تھے۔ بالآخر ان یہودیوں نے ان الفاظ سے دعاء کی۔ اے اللہ تعالیٰ ہمیں بحق محمد نبی امی کے جن کا آخر زمانہ میں آنے کا وعدہ ہے۔ مدد کر بعد اس دعاء کے فتح مند ہوتے تھے۔

قارئین کرام! تفسیر جواہر القرآن تمام جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کی مسلّم تفسیر ہے جس کی تقریظ کرنے والوں میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری ومولانا قاضی شمس الدین گوجرانوالہ بھی شامل ہیں اور یہ حوالہ فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے نقل کیا گیا ہے اور یہی تفسیر حضرت شاہ ولی اللہ نے الفتح الخبیر میں بھی بیان فرمائی ہے۔ ''کانت

یھو د خیبر تقاتل غطفان فتھزم ففازت بھذا الدعاء اللھم انا نسالک بحق محمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجہ لنافی آخر الزمان الانصر تنا علیھم فھزموا غطفان'' (تکملۃ الفوز الکبیر المسماۃ بفتح الخبیر ص ۷۰ سورہ البقرۃ)

لیکن افسوس اور تعجب کے ساتھ راقم الحروف یہ عرض کرتا ہے کہ جب یہ تفسیر ہمارے شیخ استاذ مکرم محدث اعظم حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر ذکر کرتے ہیں تو ان کو بریلویہ کا مؤید کہا جاتا ہے۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ بعض تفاسیر کی ذلت اور صاحب تسکین جس بعض کی تفسیر کو اپنی تائید میں پیش فرما رہے ہیں۔ اسی بعض کی تفسیر پر بریلویہ بھی بڑے نازاں ہیں۔ چنانچہ نعیم الدین مراد آبادی نے تقویۃ الایمان کے رد میں جو کتاب بنام اطیب البیان بتردید تقویۃ الایمان لکھی ہے۔ اس کے (ص ۲۸) میں لکھا ہے کہ اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔''وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا'' یعنی حضور ﷺ کے رونق افروز ہونے سے پہلے یہودی حضور ﷺ کے نام مبارک کے وسیلہ سے کافروں پر فتح ونصرت طلب کرتے تھے اور حضور ﷺ کے نام کی برکت سے اللہ تعالیٰ انہیں مہمات میں کامیاب فرماتا تھا۔ اب ناظرین بتائیں کہ صاحب تسکین اور نعیم الدین ایک ہی شاہراہ پر گامزن ہیں یا نہ۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۲۶۶، طبع اول ص ۱۰۲، ۱۰۳)

محترم نیلوی صاحب سے عرض ہے کہ تفسیر جواہر القرآن میں یہی تفسیر منقول ہونے کی وجہ سے تمام اشاعۃ التوحید والسنۃ والے اور نعیم الدین ایک ہی شاہراہ پر گامزن ہیں یا نہ۔ بینوا توجروا!

حمایت نمبر ۹: (بلغۃ الحیران ص ۳۴۵) میں ہے۔ نواب صدیق حسن خاں گفتہ

''شیخ سنت مددے قاضی شوکاں مددے'' بمعنی دعاء باشد چنانچہ در ہندی گویند (شالا مدد ہووے پیر جیلانی)

نیلوی صاحب سے گزارش ہے کہ ایسا کلمہ اگر دعاء کی نیت سے کہہ دیا جائے تو جائز ہے یا شرک ہے۔ اگر شرک نہیں ہے تو نیلوی صاحب کو چاہئے کہ وہ اپنے گھر کے دروازہ کے اوپر لکھ دیں۔''شالا مدد ہووے پیر جیلانی'' ورنہ کم از کم اپنی تصنیف ندائے حق میں کہیں کسی مقام پر لکھ دیں۔

ندائے حق وہ کتاب ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کی توہین کی گئی ہے اور آپ پر بہتان بھی لگائے گئے ہیں۔ (جیسا کہ باحوالہ بحث ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ) علماء دیوبند کے عقیدہ سے نفرت دلائی گئی ہے اور بریلویوں کو خوش کیا گیا ہے۔ جیسا کہ عنقریب اس کا ذکر ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

حمایت نمبر ۱۰: نیلوی صاحب کے ایک محب صادق کا فرمان ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں۔ محقق العصر جناب اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب بریلی کا فتویٰ۔ کیا انگریزی ادویات کا استعمال کرنا جائز ہے۔

الجواب: انگریزی دوائی استعمال کرنا حرام ہے۔ (ملفوظات) بتایئے متقی پرہیز گار صوفیاء کدھر گئے۔ اعلیٰ حضرت کتنے تقویٰ پر فتویٰ دیتے تھے۔ (صدائے حق دوسری قسط ص ۲۰ المصنف حضرت محمد یٰسین کان اللہ لہ خطیب مسجد قبا راولپنڈی)

الجواب: مولانا محمد امیر صاحب بندیالوی کا تربیت یافتہ حضرت محمد یٰسین صاحب اعلیٰ حضرت بریلوی کے...... پر چڑھ کر گھوم رہا ہے اور ناچ رہا ہے اور اس کو محقق العصر اور احتیاط وتقویٰ پر فتویٰ دینے والا بنا رہا ہے۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ) اس جاہل کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کا فتویٰ مطلق انگریزی دواؤں کے بارے میں نہیں بلکہ رقیق دواؤں کے بارے میں ہے اور حضرت رشید احمد گنگوہی نے اس کی وضاحت اچھی طرح کردی ہے۔ (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۸۶)

تعارف

نیلوی صاحب نے ندائے حق طبع اوّل شائع کی تو اس کے جواب میں ایک رسالہ بزم قاسمی سرگودھا کی طرف سے شائع کیا گیا جس کا نام اداءِ حق ہے۔ اس رسالہ کے جواب میں مولانا محمد امیر بندیالوی کے شاگرد حضرت محمد یٰسین نے رسالہ صدائے حق دو قسطوں میں شائع کیا، جس میں حضرت نیلوی و حضرت احمد سعید کگڑ ہٹہ و حضرت محمد امیر بندیالوی اور پیر طریقت عنایت اللہ شاہ بخاری کی خوب تعریف کی اور ندائے حق کو لاجواب مدلل سچی کتاب کہا ہے۔ نیز مصنف موصوف لکھتے ہیں: یہ مسئلہ حیات النبی ﷺ اور عدم سماع کا مسئلہ بنیادی ہے۔ بعض جاہل علماء اس کو فروعی کہتے ہیں۔ حالانکہ اصل شرک کی بنیاد (حیات، موت ہے) سماع عدم سماع ہے۔ (صدائے حق قسط اوّل ص ۱۵)

نیز لکھتے ہیں: مسئلہ عدم سماع مسئلہ وفات النبی ﷺ بنیادی مسائل ہیں۔ ان کو فروعی کہنے والا جاہل، مجذوب مفسر ہے۔ (صدائے حق دوسری قسط ص ۱۸)

قارئین کرام! آپ اندازہ کریں کہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے اس تعلیم یافتہ خطیب کا فتویٰ کس کس پر لاگو ہوگا۔ (۱) تفسیر (جواہر القرآن جلد دوم ص ۹۰۲) میں ہے۔ تحقیق مسئلہ سماع موتی، سماع موتی کا مسئلہ زمان صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔ یہ مسئلہ اعتقادات ضرور یہ میں سے نہیں جن کی نفی و اثبات پر کفر و اسلام کا مدار ہے بلکہ یہ ایک علمی اور تحقیقی بحث ہے جس میں بحث و تمحیص اور نظر و تحقیق کی گنجائش ہے۔ امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے علماء کے درمیان اس مسئلہ میں ہمیشہ دو رائیں رہی ہیں۔ کچھ علماء کرام کی یہ رائے رہی ہے کہ مردے سنتے ہیں۔ جب کہ دوسرے علماء نے اپنی تحقیق کی بناء پر سماع موتی کی نفی کی ہے۔ علماء کرام کی ان دونوں جماعتوں کے پاس دلائل ہیں۔ جن پر انہوں نے اپنی اپنی رائے اور تحقیق کی بنیادیں استوار کی ہیں جو علماء سماع موتی کی نفی کرتے ہیں۔ ان کا استدلال ظواہر قرآن اور احادیث صحیحہ سے ہے۔ جب کہ قائلین سماع بھی صحیح حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں۔

مولانا ضیاء الحق صاحب سرگودھوی بہت خوش ہوں گے کہ ان کے والد محترم کے شاگرد نے جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ والوں کو جاہل اور مجذوب مفسر لکھ دیا ہے۔ (ماشاء اللہ لائق شاگرد ایسے ہی ہوتے ہیں)

حضرت محمد یٰسین صاحب نے ندائے حق کو سچی کتاب کہا ہے اور لاجواب مدلل کتاب کہا ہے۔ راقم الحروف ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ نداء حق کی مندرجہ ذیل باتیں سچی ہیں یا جھوٹی۔

۱...... امام شافعی یہاں بھی اس عام کتاب اللہ کو خبر واحد کے ذریعے مخصوص فرما رہے ہیں۔ اسی لئے وہ قریب سے اہل قبور کے سننے کے قائل ہیں اور یہی مسلک ان کے شاگرد امام احمد بن محمد بن حنبل کا ہے۔ جب عام اموات کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہوا تو انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے تو بطریق اولیٰ یہی عقیدہ ہوگا۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۰۶)

۲...... یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عبدالہادی ہوں یا ابن حجر۔ سیوطی، نووی، عیاض ہوں یا شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملا علی قاری وغیرہ سب سماع عند قبر النبی ﷺ کے اس لئے قائل ہیں کہ وہ مطلقاً سماع موتی مانتے ہیں۔ (ندائے حق جزء ثانی از جلد اوّل ص ۸۵)

۴۳

ھو المستعان

لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون ۝
(الصف آیت نمبر ۹)

ترجمہ: اس دین کو اللہ غالب فرماتا ہے چاہے شرک اسکو پسند نہ دے

صداء حق

دوسری قسط

المصنف

حضرت محمد یسین کان اللہ لہ

شعبہ نشر و اشاعت

جمیعت تحفظ توحید و سنت پاکستان

معرفت پوسٹ بکس نمبر ۲۱۹ راولپنڈی

۴۴

۴۴

۲۔ حضرت امام جعفر صادق کا فتوے:۔ حضرت امام جعفر صادق رضی سے روایت کیا گیا کہ دسے رتبہ شرک کا کیا ہے؟ فرمایا دین میں ایسی بات اپنی طرف سے پیدا کرے اور بزرگوں سے دوستی دشمنی کرے۔ (تفسیر مقبول دہلوی صفحہ ۱۰۱)

دیوبندی حضرات کہاں جاؤ گے؟

بتایئے امام ابن تیمیہؒ پکار کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔
سماع الموتیٰ صاحب فتوی لگایئے۔
جناب مفتی کفایت اللہ صاحب پر کیا فتوی لگاؤ گے۔
۲۔ مسئلہ عدم سماع کو فرودی کہنے والے مشائخ کس کشتی میں بیٹھ گئے

محقق العصر جناب اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب بریلی کا فتویٰ

کیا ڈاکٹری ادوایات کا استعمال کرنا جائز ہے۔

الجواب

انگریزی دوائی استعمال کرنا حرام ہے۔ (ملفوظات)
بتایئے متقی پرہیزگار صوفیا کدھر گئے۔
اعلیٰ حضرت کتنے فتوے پر فتوی دیتے تھے۔

نوٹ:

ہم لوگ فرقہ پرستی سے بالاتر ہو کر یہ پمفلٹ لکھ رہے ہیں۔ جس کی بات قرآن وسنت کے مطابق ہوگی ہم ضرور منظر عام پر لائیں گے۔

وما علینا الا البلاغ

۳...... آیت: ''اموات غیر احیاء'' کے متعلق نیلوی صاحب نقل کرتے ہیں کہ بتوں کے بارے میں ہے۔ چنانچہ نقل کرتے ہیں۔ ''کما قال تعالیٰ فی الاصنام اموات غیر احیاء وما یشعرون''

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ص ۱۲۲، ندائے حق طبع اوّل ص ۲۲۳، ۳۱۲، ندائے حق جز اوّل جلد اوّل ص ۱۵۰)

قارئین کرام! باتیں بہت سی ہیں جن کا ذکر اپنے مقام پر آرہا ہے اور صاحب نداء حق کی سچائی بھی اچھی طرح سے ظاہر ہوجائے گی۔ حضرت محمد یٰسین صاحب نے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کی تعریف کرکے یہ ظاہر کردیا ہے کہ ان کا مشن ایک ہے کہ علماء دیوبند کو بدنام کرو اور ان کی تکفیر کرو اور محمد یٰسین کا یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت کتنے تقویٰ پر فتویٰ دیتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خان صاحب بریلوی نے جو علماء دیوبند کی تکفیر کی ہے۔ وہ بالکل درست ہے تو پھر خان صاحب بریلوی اور جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے مشن میں کیا فرق رہا۔

لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم!

حالانکہ انگریزی دواؤں کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے کوئی نیا مسئلہ نہیں بتایا اور نہ یہ کوئی نیا فتویٰ ہے۔ بلکہ ہمارے اکابر علماء دیوبند ہمیشہ سے فرماتے رہتے ہیں اور جن دواؤں میں شراب ملی ہوئی ہو وہ حرام ہے۔

حمایت نمبر ۱۱: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: پھر اب یہ سمجھائیں کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ آیا۔ اسی متعارف معنی کی رو سے موت نبی کے قائل ہیں یا موت کے۔ کوئی اور معنی لے رہے ہیں۔ اس معنی کو لے کر موت کا انکار نہیں ہوسکتا تو خاتم النبیین کی بھی قادیانی تفسیر اختیار کرکے ختم نبوت کا انکار نہیں ہوسکتا۔ العیاذ باللہ ثم النیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ! (ندائے حق طبع اوّل ص ۶۲)

نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور حضرت شیخ الشیخ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے جو سماع کا قول فرمایا ہے تو وہ اس لئے کہ وہ طبعی موت (مفارقۃ الروح من البدن) کے قائل ہی نہیں۔ وہ موت کے معنی ستر الحیاۃ کرتے ہیں۔ یعنی یات دنیویہ بدستور قائم ہے۔ حیات نبوی دائمی ہے۔ کیونکہ ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا۔ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کی روح ان کے جسد اطہر سے نکالی نہیں جاتی بلکہ جسد اطہر کے اندر ہی اندر سمٹ جاتی ہے۔ بظاہر ہمیں محسوس نہیں ہوتی مگر وہ بدستور زندہ ہیں۔ ممکن نہیں ہے کہ ان کی حیات زائل ہوجائے۔ (گویا آپ حی لا یموت ہیں) (ندائے حق جز ثانی از جلد اوّل ص ۸۵)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے حضرت نانوتوی کو مرزا قادیانی کی طرح قرار دیا ہے۔ یعنی جس طرح مرزا قادیانی ختم نبوت کے متواتر معنی کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہے، اسی طرح حضرت نانوتوی رحمہ اللہ بھی موت کے متواتر معنی کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہیں۔ (معاذ اللہ) قضیہ شخصیہ اور اس کا نتیجہ یوں بنے گا۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ موت کے متواتر معنی کے منکر ہیں۔ (یہ صغریٰ ہے) اور موت کے متواتر معنی کا منکر کافر ہے۔ (یہ کبریٰ ہے) فلہٰذ حضرت نانوتوی کافر ہے۔ (یہ نتیجہ ہے) (معاذ اللہ) حالانکہ موت کے کئی معنی ہیں۔ عدم محض کو بھی قرآن مجید نے موت کہا ہے۔ نیند کو حدیث میں موت کہا گیا ہے اور حضرت نانوتوی رحمہ اللہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے روح کا اخراج تمام جسد سے مان کر دل میں سمٹ جانے کا قول کرتے ہیں اور یہ انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت بتاتے ہیں۔ اس لئے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو موت کا کہنا صحیح نہیں ہے۔ البتہ نیلوی صاحب کو موت کا منکر کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ وہ

(ندائے حق جزء اوّل ص۲۱۹) میں نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور ایسا ہی رسول اللہ ﷺ کا یہ قول ہے۔ انبیاء اللہ تعالیٰ ''لا یموتون ولکن ینقلون من دار الی دار'' یعنی خدا تعالیٰ کے نبی نہیں مرتے۔ بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل کر دیئے جاتے ہیں۔ فلہذا نیلوی صاحب اپنی نقل کردہ تحریر کے مطابق ڈبل کافر ہوں گے۔

قارئین کرام! جس طرح خان صاحب بریلوی کا مشن ہے علماء دیوبند کو بدنام کرنا اور ان کی تکفیر کرنا وہی مشن جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اصلی دیوبندی ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ جس طرح بریلوی اصلی اہل سنت والجماعت بننے کے دعوے دار ہیں۔ ''تشابھت قلوبھم''

حمایت نمبر ۱۲: بریلویوں کی بات مان کر اب اشاعۃ التوحید والے حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعتہ'' کو موضوع (من گھڑت) کہہ رہے ہیں۔ جب کہ پہلے خود اس حدیث کو بریلویوں کے مقابلہ میں پیش کیا کرتے تھے۔ چنانچہ (تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۶ء ص ۲۹، ۳۰) میں ہے۔ ''من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی من بعید اعلمتہ'' (الدرر المضیۃ علامہ ملا علی قاری حنفی مکی رحمہ اللہ)

(ترجمہ) یعنی جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے اس کی اطلاع مجھ کو دی جاتی ہے۔ یعنی فرشتے پہنچاتے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اگر غیب کی باتوں کا علم ہوتا تو فرشتوں کو پہنچانے کی کیا حاجت تھی۔ دور و نزدیک سب کا درود و سلام یکساں سنتے۔ آہ! نگران شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، مدیر سید ابو احمد سجاد بخاری۔

قارئین کرام! اس حدیث مبارک سے دو عقیدہ کفریہ کی نفی ہوتی ہے۔ (۱) علم غیب۔ (۲) حاضر و ناظر۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سواء علم غیب کسی کو نہیں ہے اور حاضر و ناظر بھی خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں ہے۔ چونکہ یہ حدیث مبارک بریلویوں کے عقیدہ کے سخت خلاف ہے۔ بریلوی حضرات اس کو موضوع (من گھڑت) ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ چنانچہ بریلوی حضرات کے غزالی دوراں احمد سعید کاظمی نے اپنے رسالہ (حیات النبی ﷺ ص ۷۱، ۷۲) میں اس حدیث پر خوب جرح نقل کی ہے۔ (دیکھئے مقالات کاظمی حصہ دوم)

اب یہ ڈیوٹی اشاعۃ التوحید والسنۃ والوں نے سنبھال لی ہے۔ (بہت خوب) گویا کہ مشن ایک ہے۔ ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم''

حمایت نمبر ۱۳: حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند فرماتے ہیں۔ برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ مشہور و معروف اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علماء دیوبند حسب عقیدہ اہل سنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے۔ جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ و سلام بھی سنتے ہیں۔ وغیرہ!

۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقالاتِ کاظمی

حصہ دوم

علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی

مکتبہ شرکت حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور

ھو محمد بن مروان السدی فیما اریٰ وفیہ نظر (رسالہ حیات الانبیاء بیہقی ص۱)

حدیث حضرت ابو ہریرہؓ پر امام بیہقیؒ کی جرح | دیکھئے امام بیہقیؒ اس حدیث کے راوی ابو عبدالرحمٰن کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ میرے نزدیک ابو عبدالرحمٰن یہی محمد بن مروان سدی ہے ۔ اور اس میں نظر ہے وفیہ نظر الفاظ جرح میں سے ہے ۔ دیکھئے میزان الاعتدال جلد اول ص۳ (طبع مصر)

حدیث ابو ہریرہؓ پر شارح حیات الانبیاء کی جرح | اس حدیث کے تحت محمد بن الحاجی البوسنوی شارح حیات الانبیاء فرماتے ہیں ۔

حدیث ابی ھریرۃ ھذا نسبہ السیوطی فی الخصائص الکبریٰ الی الاصبھانی فی الترغیب والترھیب ونسبہ فی الجامع الصغیر الی البیہقی ومحمد بن مروان السدی الصغیر ضعیف متھم بالکذب وقد ذکر الحافظ الذھبی ھذا الحدیث فی میزان الاعتدال فی ترجمۃ السدی المذکور

(حیات الانبیاء بیہقی مع شرح ص۱۴)

ترجمہ :۔ ابو ہریرہ کی حدیث کو سیوطی نے خصائص کبریٰ میں اصبہانی کی طرف منسوب کیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب "الترغیب والترھیب" میں اس کی روایت کی ہے اور جامع صغیر میں بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے اور ابو عبدالرحمٰن محمد بن مروان السدی الصغیر ضعیف ہے ۔ متہم بالکذب ہے اور حافظ ذہبی نے اس حدیث ابو ہریرہ کو میزان الاعتدال میں اسی سدی مذکور کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے ۔

ناظرین کرام غور فرمائیں ۔ تھانوی صاحب کے دعوے کی سب سے بڑی دلیل حدیث ابو ہریرہ تھی جس کی سند کا یہ حال ہے کہ اس کے راوی ابو عبدالرحمٰن محمد بن مروان السدی الصغیر پر خود امام بیہقی نے وفیہ نظر کہہ کر جرح کی پھر ان کے رسالہ حیات الانبیاء کے شارح نے اسے ضعیف اور متہم بالکذب کہا اور امام ذہبی کے حوالہ سے یہ بتایا کہ انہوں نے میزان الاعتدال میں اسی کے تذکرہ میں تھانوی صاحب کی پیش کردہ حدیث کو ذکر کیا ہے ۔

۵۱

حدیث ابوہریرہ پر امام ذہبی کی جرح

اب میزان الاعتدال اصل کتاب کو ملاحظہ فرمایئے امام ذہبی فرماتے ہیں۔

(محمد بن مروان) السدی الکوفی وھو السدی الصغیر عن ھشام بن عروۃ و الاعمش ترکوہ واتھمہ بعضھم بالکذب وھو صاحب الکلبی قال البخاری سکتوا عنہ وھو مع الخطائین لایکتب حدیثہ البتۃ وقال ابن معین لیس بثقۃ وقال احمد ادرکتہ وقد ھرم فترکتہ العلاء بن عمرو الحنفی حدثنا محمد بن مروان عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ مرفوعا من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ" انتہی (میزان الاعتدال جلد ثالث ص۳۲ طبع مصر)

ترجمہ:۔ محمد بن مروان السدی کوفی ہے۔ اور وہ سدی صغیر ہے وہ ہشام بن عروہ اور اعمش سے روایت کرتا ہے۔ محدثین نے اسے ترک کر دیا ہے اور بعض نے اسے متہم بالکذب کہا اور وہ صاحب کلبی ہے بخاری نے کہا سکتوا عنہ اور وہ مولائے خطائین ہے اس کی حدیث یقیناً نہیں لکھی جاتی اور ابن معین نے کہا کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام احمد نے کہا میں نے اسے پایا وہ بوڑھا ہو گیا تھا۔ میں نے اسے ترک کر دیا علاء بن عمرو الحنفی نے کہا ہم سے محمد بن مروان نے حدیث بیان کی۔ اس نے اعمش سے روایت کی اعمش نے ابو صالح سے ابو صالح نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کی کہ جس نے میری قبر کے پاس آکر مجھ پر درود پڑھا میں اسے سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے" انتہی (میزان الاعتدال جلد ۳ ص۱۳۲)

میزان الاعتدال سے علامہ ذہبی کا جو بیان ہم نے نقل کیا۔ اس سے یہ شبہ بھی دور ہو گیا۔ کہ امام بیہقی نے فیما ارٰی فرمایا ہے جو تردد کا مظہر ہے۔ میں عرض کروں گا کہ اگر فی الواقع یہ محل تردد ہوتا تو امام ذہبی اس کو ظاہر فرما دیتے۔ لیکن انہوں نے اس کے ترجمہ میں بعینہا اسی روایت کو نقل کر کے اس شبہ کی جڑ کاٹ دی اور حقیقت حال کو بے نقاب کر دیا۔ ہمارے ناظرین نے تھانوی صاحب کی جرح بھی دیکھی اب ان کی پیش کردہ روایت پر ہماری جرح بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ہماری پیش کردہ حدیث کی سند میں کسی راوی کو تھانوی صاحب متہم بالکذب ثابت نہیں کر سکے مگر ان کی پیش کردہ حدیث کی سند میں محمد بن مروان کو ہم نے متہم بالکذب ثابت کر دیا۔ اگرچہ جرح۔

علماء دیوبند نے یہ عقیدہ کتاب وسنت سے وراثۃً پایا ہے اور اس بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث ہی رہا ہے۔ حتیٰ کہ جب بریلوی حلقوں سے ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ برزخ میں حیات انبیاء کے منکر ہیں اور اس افتراء سے علماء حرمین شریفین کو ان کی طرف سے بدظن بنا کر اور دھوکہ دے کر ان کے خلاف فتویٰ بھی حاصل کر لیا گیا۔ لیکن جب علماء حرمین شریفین پر اس دھوکہ دہی کی حقیقت کھلی اور انہوں نے اس قسم کے تمام مسائل کے بارے میں ازخود ایک مفصل استفتاء مرتب کر کے علماء دیوبند سے جواب مانگا۔ جس میں حیات انبیاء کا سوال بھی شامل تھا تو حضرت اقدس مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مفصل جوابی فتویٰ بنام المہند علی المفند مرتب فرما کر علمائے حرمین کے پاس ارسال فرمایا جس میں مسئلہ حیات النبی وحیات انبیاء کرام کے بارے میں علماء دیوبند کا نقطہ نظر غیر مشتبہ اور واضح الفاظ میں تحریر فرمایا جس کا حاصل یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور برزخ میں ان کی یہ حیات، حیات دنیوی ہے۔ نیز اسی ذیل میں اس نقطہ نظر کو مزید واضح اور مضبوط تر کرنے کے لئے انہوں نے بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کے رسالہ آب حیات کا حوالہ بھی دیا جو اسی موضوع پر ایک مستقل اور پر از حقائق ومعارف کتاب ہے جس کا مقصد اس مسئلہ کی ایک مستحکم تائید کے علاوہ یہ بھی تھا کہ علماء دیوبند کا یہ عقیدہ (حیات انبیاء) انہیں ان کے اسلاف سے بطور توارث کے ملا ہے۔ کوئی انفرادی رائے یا وقتی ہنگامی فتویٰ نہیں ہے۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص ۲۲ اگست ۱۹۶۲ء زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب مدیر سجاد بخاری)

قارئین کرام! موجودہ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے افراد المہند علی المفند سے اعتبار اٹھانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ تا کہ خان صاحب بریلوی نے جو علماء دیوبند پر الزام لگایا تھا۔ وہ اس میں سچا ثابت ہو جائے اور علماء دیوبند جھوٹے اور تقیہ باز ہو جائیں۔ (معاذ اللہ) جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ خان صاحب بریلوی کی بھرپور تائید کر رہی ہے۔ گویا ایک مشن ہے۔ (نعوذ باللہ من شرور انفسنا وسیئات اعمالنا)

المہند کے بارے سوال نمبر ۱: المہند علی المفند میں جو عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحریر کیا ہے، یہ قرآن کے خلاف ہے۔

الجواب ۱: قرآن کو کیا علماء دیوبند نے نہیں سمجھا اور تمہیں قرآن کی زیادہ سمجھ ہے۔

گل گئے گلشن گئے جنگل دھتورے رہ گئے اڑ گئے دانا جہاں سے بے شعورے رہ گئے

الجواب ۲: جو سوال آپ نے اٹھایا ہے یہ سوال تو مرزائیوں کا ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور پھر قرآن مجید کی چند آیات بھی تلاوت کرتے ہیں۔

۱...... ''یاعیسی انی متوفیک ورافعک الی''

۲...... ''ومامحمد الارسول قدخلت من قبلہ الرسل''

۳...... ''فلماتوفیتنی''

ان آیات سے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بزعم خویش وفات ثابت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ تمہارا عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن کے خلاف ہے۔ مسلمان جواب میں کہتے ہیں کہ قرآن مجید کو مسلمانوں نے نہیں سمجھا اور مرزائیو! تم نے سمجھا ہے تمہاری یہ سمجھ خالص گمراہی ہے۔ پھر مرزائیوں سے پوچھا جاتا ہے کہ جو مطلب قرآن مجید

سے تم نے سمجھا ہے۔کیا مفسرین حضرات بھی صراحۃً تمہاری تائید کرتے ہیں تو مرزائی صراحۃً ایسا کوئی حوالہ نہیں پیش کر سکتے اور یہی حالت منکرین حیات النبی ﷺ کی ہے۔ جب وہ قرآن مجید پڑھ کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں تو ان سے پوچھا جاتا ہے کہ ایک مفسر اہل سنت نے صراحۃً یہ لکھا ہے کہ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ نہیں ہیں اور عندالقبور صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے تو ان الفاظ سے صراحۃً یہ عقیدہ قیامت تک ثابت نہیں کر سکتے ۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

لطیفہ: مرزا قادیانی کا پہلا عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کا تھا۔(ازالۃ الاوہام وغیرہ) جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے تمام بزرگوں کا بھی پہلا عقیدہ حیات جسمانی فی البرزخ اور سماع صلوٰۃ وسلام عندقبور الانبیاء علیہم السلام کا تھا تو اس وقت بھی قرآن مجید کے موافق تھا۔ پھر جب دونوں نے اپنا عقیدہ بدل دیا۔یعنی مرزا قادیانی حیات مسیح کا منکر ہو گیا اور جمعیۃ اشاعۃ والسنۃ کے بعض بزرگ حیات جسمانی اور سماع صلوٰۃ وسلام عندقبور الانبیاء علیہم السلام کے منکر ہو گئے تو پھر بھی قرآن (ان کے زعم میں) ان کی موافقت کر رہا ہے۔(ان ہذا البدیع) ۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں کس درجہ ہوئے فقیہان حرم بے توفیق

المہند کے بارے میں سوال نمبر ۲: المہند علی المفند میں نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی حیات دنیویہ لکھی ہوئی ہے۔مگر اردو ترجمہ میں ''دنیا کی سی'' کے الفاظ ہیں۔ دونوں میں تعارض ہے۔ نیز دنیوی حیات وہ ہوتی ہے جو عالم دنیا میں ہو۔ برزخی حیات وہ ہوتی ہے جو عالم برزخ میں ہو۔

الجواب: المہند کی عربی عبارت اور اردو ترجمہ میں کوئی تعارض نہیں ہے۔اس لئے کہ عربی عبارت (حیاۃ دنیویۃ) میں تشبیہ بلیغ ہے۔یعنی حیات دنیاوی کی طرح ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ زید شیر ہے مراد ہوتا ہے کہ زید شیر کی طرح ہے۔ جیسے ''الحمی من فیح جہنم'' میں بعض محدثین کرام نے تشبیہ بلیغ والاقول اختیار کیا ہے۔ (دیکھئے حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۳۸)

مولانا سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں: ''المہند کی اصل عربی عبارت اور اس کا اردو ترجمہ جو اکابر کی نگرانی میں شائع ہوا اور جس میں انہوں نے عربی عبارت کا مفہوم ومقصود واضح فرمایا۔ آپ کے سامنے ہے۔'' (اقامۃ البرہان ص ۲۰۲)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ فرماتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے بعض بزرگوں کی تحریروں میں مثلاً ''التصدیقات'' میں انبیاء علیہم السلام کی قبر والی حیات کو جو ''حیاۃ دنیویۃ'' کہا گیا ہے تو اس کا بھی ہرگز یہ مطلب نہیں ہے۔ اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ وہ حیات دنیا کی سی ہے۔ یعنی مع الجسد ہے۔صرف برزخی روحانی نہیں ہے۔

تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ نومبر، دسمبر ۱۹۵۸ء ص ۳۹ زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نیز مولانا نعمانی فرماتے ہیں۔ بہرحال حیات انبیاء کا یہ مطلب کسی کے نزدیک بھی نہیں ہے کہ ان پر موت قطعاً طاری ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وفات کے بعد ان حضرات کو پھر حیات مع الجسد عنصری جاتی ہے اور وہ صحیح وسالم قبر میں محفوظ رہتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔''ھذا الجواب ویتوب اللہ علی من تاب''

محمد منظور نعمانی عفاء اللہ عنہ (تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ مئی ۱۹۵۹ء ص ۳۲) زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں صاحب مرتبہ ابوالجمیل سید معروف شاہ شیرازی

قارئین کرام! حیات دنیوی کے الفاظ جو ہمارے اکابر کی تحریروں میں آئے ہیں۔ اس سے مراد حیات

باعتبار ابدان دنیا کے لئے یعنی دنیا والے جسم میں حیات ہے۔ صرف روحانی نہیں بلکہ روح مع الجسد ہے۔ فلہذا یہ حیات دنیوی بھی ہے۔ اس اعتبار سے اور برزخی بھی ہے۔ کیونکہ یہ حیات برزخ میں حاصل ہے۔ فلہذا بعض لوگوں کا علماء دیوبند پر بہتان لگانا کہ وہ موت کے قائل ہی نہیں۔ سخت غلطی ہے اور خدا کا کوئی خوف ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ آمین! چونکہ بعض بے دین فرقے میت کے لئے قبر میں حیات جسد عنصری کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اس لئے ہمارے اکابر نے ان کے مدمقابل حیات دنیویہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں جس طرح خارجیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق سود اللہ وجہہ کے الفاظ استعمال کئے تھے تو ان کے مدمقابل علماء اہل سنت والجماعت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کرم اللہ وجہہ کے لفظ استعمال کئے ہیں۔

نیلوی صاحب نے نداء حق میں بعض ان بے دین فرقوں کی نشان دہی کی ہے جو قبر میں میت کے لئے حیات تسلیم نہیں کرتے۔ (کماسیئاتی) تعلیم القرآن بابت ماہ فروری ۱۹۶۱ء ص ۶ میں ہے۔ مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے مولانا محمد علی صاحب کی طرف لکھ بھیجا کہ سلف تو سارے کے سارے حیات برزخی کے قائل تھے۔ بعد میں علماء کے دو مسلک ہو گئے۔ اکثر تو حیات برزخی ہی کے قائل رہے اور بعض حیات دنیوی کے قائل ہو گئے۔ مگر ہم دونوں کو اہل سنت ہی سمجھتے ہیں۔ مولانا محمد علی صاحب نے تحریر فرمایا کہ دیوبندی مسلک کے تمام علماء کرام حیات دنیوی ہی کے قائل ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب موصوف نے لکھ کر بھیجا کہ بزرگان دیوبند میں سے کئی حضرات حیات برزخی کے قائل ہیں۔ چنانچہ یہی چیز موضوع مناظرہ قرار پائی۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ ہم بزرگان دیوبند ہی کی عبارتوں سے ثابت کریں گے کہ ان میں سے کئی حضرات حیات برزخی کے قائل تھے۔

(نوٹ) جب مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپس میں اختلاف واقع ہوا تھا تو اس کی نوعیت یہ تھی کہ مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمہ اللہ اور مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمہ اللہ یہ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ والا مسلک اختیار کیا جائے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے روح کا اخراج موت کے وقت نہیں ہوتا۔ دل میں روح سمٹ کر آجاتا ہے اور یہ حضرات اس کو حیات دنیاوی کے ساتھ تعبیر کرتے تھے۔ دوسری طرف حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری و دیگر افراد جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے یہ کہتے تھے کہ بوقت موت اخراج روح عند الجسد العنصری ہوتا ہے۔ لیکن پھر اس کا تعلق جسد عنصری سے قائم کیا جاتا ہے اور حیات جسمانی ہے اور درود وسلام بھی اپنی قبروں کے قریب سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور یہ حیات برزخی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی تحریر مذکور بالا میں یہ الفاظ واقع ہوئے ہیں کہ ہم بزرگان دیوبند ہی کی عبارتوں سے ثابت کریں گے کہ ان میں کئی حضرات حیات برزخی کے قائل تھے۔ شاہ صاحب کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شاہ صاحب اس وقت دیوبندی تھے۔ اس لئے وہ بزرگان دیوبند ہی کی عبارتیں پیش کرتے تھے اور موضوع مناظرہ کا دارومدار علماء دیوبند ہی کی عبارتیں تھیں۔ مگر آج عقیدہ بدل چکا ہے۔ اس لئے وہ اپنی تقریر میں علی الاعلان فرما دیئے ہیں کہ ہم دیوبندی نہیں ہیں۔ ہم تو حنفی ہیں۔ لیکن شاہ صاحب کی حالت یہ ہے کہ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب کے جنازہ کے موقع پر اعلان فرمایا کہ میں سنت کے مطابق نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔ پھر سورۃ فاتحہ جہر کے ساتھ نماز جنازہ میں پڑھی۔ معلوم ہوا، شاہ صاحب کے نزدیک حنفی بدعتی ہیں۔ کیونکہ بقول شاہ صاحب کے سورۃ فاتحہ جہر کے ساتھ نماز جنازہ میں پڑھی جائے تو وہ جنازہ سنت کے مطابق ہوتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

باب الکذبات

(یعنی نیلوی صاحب کے جھوٹ)

جھوٹ نمبر ۱: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد جلد ۴ ص ۳۱۸ بحوالہ حم (مسند احمد) ود (ابوداؤد) وہ (ابن ماجہ) ون (نسائی) وحب (ابن حبان فی صحیحہ) وک (مستدرک حاکم) روایت کیا ہے:
''عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' (ندائے حق جز ثانی از جلد اوّل ص ۲۰۲)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے جھوٹ بولا ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کتابوں میں مروی ہے۔ان کتابوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث ہرگز مروی نہیں ہے اور نہ منتخب کنز العمال والے نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے بلکہ اس نے اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد یوں لکھا ہے۔(حم، د، ن، ہ، حب، ک) عن اوس بن اوس۔ (دیکھئے منتخب کنز العمال برہامش مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۸)

کسی نے ایسے موقع پر بالکل سچ کہا ہے کہ ؎

دروغ گورا حافظہ نباشد

جھوٹ نمبر ۲: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''عہد نبوی میں ایک کم سن بچہ ایک قوم کی امامت کیا کرتا تھا۔(الی ان قال) اور اس بچہ کا سجدہ میں جاتے ہوئے ننگ کھل جاتا تھا۔ اس لئے پھٹے پرانے کرتے میں جتنی نمازیں۔'' (ندائے حق جز ثانی از جلد اوّل ص ۲۱۱)

نیلوی صاحب نے پھٹے پرانے کرتے کا جو ذکر کیا ہے بالکل جھوٹ ہے اور حدیث پاک کی کتابوں سے ناواقفیت کی بناء پر ایسا کہا ہے۔ورنہ حدیث پاک کی کتابوں میں بردۃ (چادر) کا لفظ ہے۔
(دیکھئے صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۶، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۹۳، ۹۴ باب من احق بالامامۃ وسنن دارقطنی ج ۲ ص ۴۲)

کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ (جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے)

جھوٹ نمبر ۳: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''سید انور شاہ صاحب نے (عرف شذی ص ۳۴۲) میں کہا ہے کہ امام اعظم مرنے کے بعد تلقین کے قائل نہیں۔(ندائے حق جلد ثانی ص ۲۲۲) نیلوی صاحب نے بالکل یہ جھوٹ بولا ہے۔حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب نے (عرف شذی ص ۳۴۲) میں ایسا ہرگز نہیں کہا۔ بلکہ شاہ صاحب کی عبارت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ تلقین بعد دفن کے کرنی چاہئے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''وتلقین آخر بعد الدفن ذکر صاحب الدر المختار بکلماتہ وقال صاحب الدر لا یومر بہ ولا ینھی عنہ ولا حدیث اخرجہ الطبرانی فی معجمہ وابن قیم فی کتاب الروح (عن ابی امامۃ الباھلی) لکن سندہ ضعیف ولکنہ یصلح للعمل''
(عرف شذی ص ۳۴۲ باب ما جاء فی تلقین المریض عند الموت والدعاء لہ)

(ترجمہ) درمختار والے نے کہا ہے کہ دوسری تلقین دفن کے بعد ہے۔ان چند کلمات کے ساتھ تلقین کرنے کا نہ تو حکم کیا جائے اور نہ تلقین سے روکا جائے اور اس کے لئے ایک حدیث بھی ہے جس کو امام طبرانی نے اپنے معجم میں اور ابن قیم نے کتاب الروح میں حضرت ابوامامہ باہلی سے روایت کیا ہے۔اس کی سند تو ضعیف ہے مگر عمل کے قابل ہے۔قارئین کرام! یہ ہے نیلوی صاحب کی صداقت دیانت، امانت (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

تمہیں کہو یہ ماجرا کیا ہے

جھوٹ نمبر ۴: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: (سوال) طحطاوی حنفی نے بھی ابن قیم کی بات کی طحطاوی نے مراقی الفلاح کے حاشیہ میں اور امام سیوطی نے شرح الصدور میں لکھا ہے۔ "الاحادیث والآثار تدل علی ان الزائر متی جاء علم به المزور وسمع کلامه" یعنی احادیث نبویہ اور آثار صحابہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ میت کی زیارت کرنے والا جب زیارت کرنے آتا ہے تو مزور اس کو پہچان جاتا ہے اور اس کی بات بھی سنتا ہے۔

الجواب: جواب یہ روایت طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں تو موجود نہیں ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۶۶)

نیلوی صاحب نے یہ بالکل جھوٹ بولا ہے کہ یہ روایت (عبارت) طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں موجود نہیں ہے۔ قارئین کرام! یہی عبارت طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۳۴۰ میں (باب زیارۃ القبور کی ابتداء میں موجود ہے) دروغ گورا حافظہ نباشد!

جھوٹ نمبر ۵: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: "صحیح بخاری کتاب المغازی باب فضل من شهد بدراً ج ۲ ص ۵۶۷ میں ہے۔ حدثنی عثمان حدثنا عبدة" (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۵۶)

نیلوی صاحب نے یہ بالکل جھوٹ بولا ہے۔ بخاری شریف کتاب المغازی باب فضل من شهد بدراً میں یہ حدیث ہرگز مذکور نہیں ہوئی بلکہ اس روایت کے بعد باب فضل من شهد بدراً شروع ہوتا ہے۔ مگر

دروغ گورا حافظہ نباشد

جھوٹ نمبر ۶: نیلوی صاحب نے حدیث من صلی علی عند قبری سمعته کا ایک نقشہ تیار کیا ہے۔ ابوالشیخ کی سند میں ان کے استاد عبدالرحمن بن احمد الاعرج کے بارے میں نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ "مجهول العدالته قاله البیهقی" (ندائے حق جز ثانی از جلد اول ص ۵۸)

نیلوی صاحب نے جو یہ نقل کیا ہے کہ امام بیہقی نے عبدالرحمن بن احمد الاعرج کو مجہول العدالتہ کہا ہے۔ یہ نیلوی کا خالص جھوٹ ہے اگر کوئی ایک صریح حوالہ موجود ہو تو (نیلوی صاحب) پیش کریں۔ مگر وہ ہرگز پیش نہیں کر سکتے۔

جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

جھوٹ نمبر ۷: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: "ابوالشیخ کے شاگرد بیہقی خود اسی حدیث کو معلول کہتے ہیں۔ دور کیوں جاتے ہو خود ابوالشیخ کا شاگرد علامہ بیہقی" (ندائے حق جز ثانی از جلد اول ص ۷۲)

قارئین کرام! امام بیہقی ابوالشیخ کے شاگرد نہیں ہیں۔ یہ نیلوی صاحب نے جھوٹ بولا ہے کہ بیہقی ابوالشیخ کا شاگرد ہے۔ کیونکہ ابوالشیخ کی وفات ۳۶۹ھ میں ہوئی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ مترجم اردو ج ۳ ص ۱۴۴)

اور بیہقی کی ولادت ۳۸۴ھ میں ہوئی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۷۵۵ واکمال لصاحب المشکوٰۃ)

یعنی امام بیہقی، ابوالشیخ کی وفات کے تقریباً پندرہ سال بعد پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن نیلوی صاحب فرماتے ہیں کہ بیہقی ابوالشیخ کے شاگرد ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

علم دین مفقود ہے گم ہے صراط مستقیم خضر راہ بنتا ہے ہر غول بیاباں ان دنوں

جھوٹ نمبر ۸: نیلوی صاحب امام ترمذی پر نقد و جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ابوالتیاح مجہول ہے۔ اس کی حدیث کو ص ۱۲۲ سطر ۱ میں حسن صحیح کہہ دیا۔ (ندائے حق طبع اول ص ۲۰، ندائے حق جزء ثانی از جلد اول ص ۳۱۵)

يبيت ليلتين الخ ومعنى الحديث انه يجاز له ان يكون غير مكتوبة الوصية عنده الى يومين لا بعدهما - والحاصل ان خبر
ما الا ووصيته مكتوبة الخ واما ما قبله فصفات لرجل فعلى هذا معنى الكلام ان المرء مامور بكون الوصية عنده ولا
مدار على الليلتين وبين التركيبين فرق ظاهر وللفاضلين فيهما كلام في شرحي البخاري وللطيبي شارح المشكوة كلام
آخر لطيف ما قال الحافظان -

باب ما جاء في الوصية بالثلث، والربع اتفقوا على عدم جواز الوصية ازيد من ثلث المال قوله
سعد بن مالك الخ اي سعد بن ابي وقاص والروايات مختلفة في بعضها انه مرض في فتح مكة وفي بعضها انه مرض في
حجة الوداع قوله انا نقصه الخ في شرحه احتمالان اما ان يقال انه يقول كنت اعدها يقول النبي صلى الله
عليه وسلم ناقصا واما ان يقال اني اوصيت بكل المال فنهاني النبي صلى الله عليه وسلم عنه ونقصت انقص
شيئاً فشيئاً باب ما جاء في تلقين المريض عند الموت والذي عليه الفقهاء ان التلقين مستحب للمحتضر بقرب
عنده ولا يؤمر بها فان حال السكرات تحتمل ان يتكلم بكلام خلاف الشريعة وقال الفقهاء ان المحتضر تكلم بكلمة الكفر
حالة السكرات لا يلتفت بها ولا الحكم عليه بالكفر وتلقين آخر بعد الدفن ذكر صاحب الدر المختار بكلماته وقال صاحب
الدر لا يؤمر به ولا ينهى عنه وله حديث اخرجه الطبراني في معجمه وابن قيم في كتاب الروح لكن سنده ضعيف ولكنه
يصلح للعمل قوله موتاكم الخ اتفقوا على ان المراد من الموتى المحتضرون فلا يكون حديث الباب حجة للتلقين [موضوعات ملا علی ۱۲]
بعد الدفن باب في التشديد عند الموت الغمرة في اللغة عمق الماء والمراد الشدة والسكرات والذي
بها مصائب والتشديد عند الموت قال العلماء ان الشدة عند الموت ليس علامة سوء حالة الميت
ولا التخفيف علامة صلاحية حاله بل يكون الشدة للصالح لرفعة درجاته ويكون السهولة لغيره ليجزى خيره
في الدنيا ولا يبقى له حظ في الآخرة -

باب حدثنا ابن بشار الخ قوله المؤمن يموت بعرق الجبين الخ في شرح حديث الباب اقوال قيل
ان عرق الجبين حسا عند الموت من علامات الخير وقيل ليس العرق حسا بل المراد انه يكون في الشدة قبل النزع
ويكون الشدة كفارة للسيئات وان قيل ان هذا يخالف ما في المشكوة يدل على خروج روح المؤمن بالهون
فقال العلماء القائلون بالشرح الثاني ان المؤمن تحمل الغمرات قبل النزع واما حالة النزع فيخرج روحه سهلا
والظالم لا يخرج روحه الا بالتشديد حكي في تذكرة عبد المطلب جد رسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان يقول
ان الظالم لا بد له من ان يصاب . وكان القريش يسافرون الى الشام وكان ثم ظالم فقالوا سمعنا انه مات
بلا شدة قال عبد المطلب اظن ان وراء هذا العالم عالما يكون فيها انتقام الشرار فان الظالم لم يتجاوز عن
جزاء ظلمه اقول ولينظر الى قول عبد المطلب الذي في زمان الفترة وقول من يدعي بانه من العقلاء وقيل في شرح حديث

الجواب: نیلوی صاحب، ابوالتیاح متوفی ۱۲۸ھ مجہول نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کا ثقہ راوی ہے بلکہ صحاح ستہ کا مرکزی راوی ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں

یزید بن حمید الضبعی بضم المعجمة وفتح الموحدة ابوالتیاح بمثناة ثم تحتانية ثقيلة وآخره مهلمته بصری مشهور بكنيته ثقة ثبت من الخامسة مات سنته شمان وعشرين

(تقریب التہذیب ص ۳۸۱)

اسی طرح مبارک پوری غیر مقلد نے (تحفۃ الاحوذی شرح الترمذی ج ۳ ص ۱۴۱) میں لکھا ہے۔ خود امام ترمذی فرماتے ہیں۔ حدیث عمران حدیث حسن صحیح وابوالتیاح اسمہ یزید بن حمید (ترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ خاتم الذہب ج ۱ ص ۳۰۴)

نیز فرماتے ہیں: ''حدثنا هناد ناو کیع عن شعبة عن ابی التیاح الضبعی قال سمعت انس بن مالک (الی ان قال) حدیث انس حدیث حسن صحیح ترمذی باب ماجاء فی الصلوٰة علی البسط ج ۱ ص ۷۵ مع عرف شذی''

اور (ج ۱ ص ۷۶) میں فرماتے ہیں: ''واسمه ابی التیاح یزید بن حمید''

نیز فرماتے ہیں: ''هدثنا هنادثنا وکیع عن شعبة عن ابی التیاح عن انس نحوه هذا حدیث حسن صحیح وابو التیاح اسمه یزید بن حمید الضبعی'' (ترمذی باب ماجاء فی المزاح ج ۲ ص ۱۹ مع عرف شذی)

(بخاری شریف ج ۱ ص ۲۵۱) میں ہے: ''عن ابی التیاح عن انس''

امام مسلم فرماتے ہیں: ''وابو التیاح اسمه یزید بن حمید'' (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۱۲)

قارئین کرام! یہ ہے نیلوی صاحب کا علمی مقام جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بے چارے نے حدیث کی کتابوں کو بغور دیکھا ہی نہیں۔ چہ جائیکہ پڑھایا ہو۔

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی جا کر کے جو دیکھا تو عمامے کے سواء ہیچ

جھوٹ نمبر ۹: نیلوی صاحب زاذان کے متعلق لکھتے ہیں: تقریب میں لکھا ہے۔ لین الحدیث (حدیث میں نرم ہے) وفیہ شیعیۃ (ندائے حق طبع اول ص ۲۰۹ وجز ثانی از جلد اول ص ۱۷۳) نیز نیلوی صاحب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''پھر اتنی بڑی کتاب تہذیب التہذیب جو بارہ جلدوں میں ہے۔ اس کا مطالعہ کرلیا۔ مگر مختصر سی کتاب تقریب نہ دیکھ سکے، یا دیکھی مگر مخالف پا کر بند کر کے رکھ دی۔ کیونکہ اس میں لکھا تھا۔ زاذان لین الحدیث فیہ شیعیۃ'' (ندائے حق طبع اول ص ۲۹۰)

الجواب: نیلوی صاحب! جھوٹ نہ بولا کرو۔ (تقریب التہذیب ص ۱۰۵) میں زاذان ابوعمر الکندری کا ترجمہ موجود ہے۔ مگر لین الحدیث کے الفاظ ان کے ترجمہ میں ہرگز موجود نہیں ہیں۔

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

نیلوی صاحب کو دوسروں پر کیچڑ اچھالنے کا بہت شوق ہے۔

کرنے لگی زمین ستاروں پر تبصرہ ہونے لگا خزاں کا بہاروں پر تبصرہ

جھوٹ نمبر ۱۰: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''قال شعبة سالت سلمة بن کهیل عنه فقال ابو البختری اعجب الی'' (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۶۳)

اب ابوالبختری کون تھا۔ اس کا حال بھی سن لیجئے۔ ''ابو البختری، (وھب بن وھب بن کثیر بن عبداللہ بن زمعة بن الاسود) کان جوادا ممدحا مکنه متھم فی الحدیث قال یحی بن معین کان یکذب عدو اللہ وقال عثمان بن ابی شعیبة اری انه یبعث یوم القیامة دجالاً... وقال احمد کان یضع الحدیث وضعا فیما نری وقال البخاری سکتوا عنه'' (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۳۵۴)

جب ابوالبختری کا یہ حال ہے تو زاذان تو اس سے بھی برا ہوا۔ جب ابوالبختری واضع الحدیث اللہ کا دشمن تو زاذان کے متعلق سلمۃ بن کھیل کیا کہیں گے۔ جو کہتے ہیں ابوالبختری بہ نسبت زاذان کے مجھے اچھا لگتا ہے۔

(ندائے حق طبع اوّل ص ۲۰۹، جز ثانی از جلد اوّل ص ۱۷۳)

الجواب: زاذان ثقہ اور صدوق راوی کو ابوالبختری وہب بن وہب سے برا سمجھنا نیلوی صاحب کی بدحواسی کا نتیجہ ہے اور ابوالبختری جس کا نام سلمۃ بن کھیل نے ذکر کیا ہے۔ اس سے مراد ابوالبختری وہب بن وہب مراد لینا نیلوی صاحب کی بہت بڑی جہالت ہے۔ سب سے پہلے یہ بے عقلی ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی سے ہوئی تھی کہ اس نے اپنے پمفلٹ یہ قبریں یہ آستانے کے ص ۱۶ میں فرشتوں کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کو سلام پہنچانے کی وہ روایت جس میں زاذان ہے کہ موضوع (من گھڑت) قرار دیا تھا اور ابوالبختری سے مراد وہب بن وہب مراد لیا تھا۔ مگر بعد کے ایڈیشنوں میں اس نے ابوالبختری وہب بن وہب کا ترجمہ ساقط کر دیا ہے۔ لیکن نیلوی صاحب نے اس کو اپنے پلے میں باندھ لیا ہے اور اس پر اب تک قائم ہیں ؎

تیری مجلس میں اور بھی گل کھلیں گے اگر رنگ یاران محفل یہی ہے

امام شعبہ کی وفات ۱۶۰ھ میں ہوئی۔ (تقریب التہذیب ص ۱۴۵) اور سلمۃ بن کھیل کی وفات ۱۲۱ھ میں ہوئی۔ (التاریخ الصغیر للامام البخاری ص ۱۴۰) اور امام بخاری کی تحقیق کے مطابق ابوالبختری وہب بن وہب ۲۰۰ھ کے بعد اور ۲۱۰ھ سے پہلے فوت ہوا ہے۔ یعنی ابوالبختری وہب بن وہب سلمۃ بن کھیل کی وفات کے بعد پیدا ہوا ہے۔ فلہذا امام شعبہ کا اس ابوالبختری کے بارے میں سلمۃ بن کھیل سے پوچھنا اور پھر سلمۃ بن کھیل کا اس ابوالبختری کو زاذان سے اچھا کہنا ناممکنات میں سے ہے۔ بلکہ یہ بھی عین ممکن ہے کہ حضرت شعبہ کی وفات کے بعد یہ ابوالبختری وہب بن وہب پیدا ہوا ہو۔ حالانکہ امام شعبہ نے سلمۃ بن کھیل سے اس ابوالبختری کے بارے میں سوال کیا تھا جس کا نام سعید بن فیروز الطائی ہے۔ جس کی وفات ۸۳ھ میں ہوئی ہے۔ چنانچہ امام بخاری نقل کرتے ہیں۔ عن سلمة بن کھیل قال رایت ابا البختری الطائی زمن الجماجم ضربه رجل فقصعه (التاریخ الصغیر ص ۹۰)

اور زاذان کی وفات بھی ۸۲ھ میں ہوئی ہے۔ (تقریب ص ۱۰۵)

قارئین کرام! یہ ہے نیلوی صاحب کی تحقیق وتدقیق۔

گر ہمیں مکتب وہمیں ملا کار طفلاں تمام خواہد شد

مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی کا تبصرہ

مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی نے اپنے پرانے دوست ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کے خلاف تبصرہ کرتے ہوئے اس تحریر پر گرفت کی ہے کہ اس نے ابوالبختری سے مراد وہب بن وہب لیا ہے۔ شاہ صاحب کا تبصرہ ادخال الباغین

کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اگلے صفحات میں اس کا عکس ملاحظہ کریں۔ شاہ صاحب کا تبصرہ پڑھ کر راقم الحروف کو نہایت حیرت ہوئی کہ نیلوی صاحب یہی بات ندائے حق طبع اوّل و طبع ثانی میں بار بار لکھ رہے ہیں۔ مگر شاہ صاحب اس پر گرفت نہیں کرتے بلکہ نیلوی صاحب کے بارے میں شاہ صاحب لکھتے ہیں: ''جاء المصنف بفضل اللہ و بر حمتہ فی مسئلۃ عدم السماع بالدلائل من الکتاب و السنۃ الصحیحۃ و اقوال الائمۃ المجتھدین بالتحقیق و الانصاف''

(ترجمہ) مصنف نیلوی عدم سماع کے مسئلہ میں دلائل کتاب و سنت و اقوال ائمہ مجتہدین کے اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے عدل و نصاف و تحقیق کے ساتھ لایا ہے۔　　(دیکھئے تقریظ شفاء الصدور طبع اوّل)

نیز لکھتے ہیں: ''وللہ در المصنف العلامہ المحدث الکبیر و الادیب القمقام السیخ الشاہ محمد حسین''　　(شفاء الصدور طبع دوم ص ۲۲۶)

نیز لکھتے ہیں: مصنف علام نے تحقیق مسائل میں دیانت و امانت کا دامن نہیں چھوڑا۔　　(رد منکرات ص ۶)

چونکہ نیلوی صاحب شاہ صاحب کی موافقت کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے سب جرم معاف ہیں۔ (من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو) لیکن ڈاکٹر عثمانی نے شاہ صاحب کی مخالفت شروع کر دی تھی۔ اس لئے وہ شاہ صاحب کے نزدیک بڑا مجرم شمار ہونے لگا۔ حالانکہ اس نے بعد کے ایڈیشنوں میں اس کو کاٹ دیا ہے۔

کل تک تو آشنا تھے مگر آج غیر ہو　　دو دن کا یہ مزاج ہے آگے کی خیر ہو

شاہ صاحب کے کلام پر نقد و جرح

شاہ صاحب گجراتی نے جو ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی پر گرفت کی ہے۔ راقم الحروف نے جب اس کو پڑھا تو بے ساختہ زبان پر یہ شعر آیا۔

شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی　　جا کر کے جو دیکھا تو عمامہ کے سواء ہیچ

شاہ صاحب فرماتے ہیں: ابوالبختری سعید بن فیروز المتوفی ۱۲۱ھ (ادخال الباغین ص ۲۵) حالانکہ سعید بن فیروز المتوفی ۸۳ھ ہے۔ دیکھئے (تقریب التہذیب ص ۱۲۵) نیز شاہ صاحب فرماتے ہیں: ''واضح رہے کہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں تین آدمیوں کا ذکر کیا ہے جو ابوالبختری کے نام سے مشہور ہوئے۔''　　(ادخال الباغین)

حالانکہ درست بات یوں تھی کہ جو ابوالبختری کی کنیت مشہور ہوئے۔ کیونکہ نام اور کنیت میں فرق ہے جس کو اہل علم بخوبی جانتے ہیں۔ نیز شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ زاذان، امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہ، سلمہ بن کہیل اور ابوالبختری سعید بن فیروز ایک زمانہ میں ہوئے۔ سلمہ بن کہیل نے جو فرمایا کہ زاذان سے ابوالبختری بہتر ہے۔ اس سے ان کی مراد سعید بن فیروز ہے جو اس وقت موجود تھے۔ (ادخال الباغین) سلمہ بن کہیل نے جو امام شعبہ کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ زاذان سے ابوالبختری بہتر ہے تو اس وقت نہ تو زاذان موجود تھے۔ نہ ہی ابوالبختری سعید بن فیروز موجود تھے۔ شاہ صاحب بے چارہ کو اسماء الرجال کی تاریخ سے کیا خبر۔ وہ بیچارہ تو صرف واعظ ہے۔ سنئے: ''سعید بن فیروز کی وفات ۸۳ھ میں ہوئی۔ (کما مر)'' زاذان کی وفات ۸۲ھ میں ہوئی۔ (تقریب ص ۱۰۶) جب کہ امام شعبہ کی ولادت ۸۲ھ میں ہوئی۔　　(مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۲۲۳)

۶۶

ادخال البغیان

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کے بارے میں

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری مدظلہ

کا انٹرویو

مرتب: ابن طالب

۴۸

۶۷

ڈاکٹر عثمانی صاحب کی تحقیق

شاہ جی نے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی صاحب کے لٹریچر پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا

" ڈاکٹر صاحب نے "یہ قبریں یہ آستانے" (پرانا ایڈیشن) میں صفحہ ۱۶ پر لکھا ہے کہ امام شعبہؒ نے سلمہ بن کہیلؒ سے سوال کیا کہ[1] زاذان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ سلمہ بن کہیلؒ نے جواب دیا میرے نزدیک زاذان سے ابوالبختری بہتر ہے۔ ڈاکٹر موصوف اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ زاذان ابوالبختری وہب بن وہب سے بھی گیا گزرا ہے۔ واضح رہے کہ امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں تین آدمیوں کا ذکر کیا ہے جو ابوالبختری کے نام سے مشہور ہوئے،

۱۔ ابوالبختری سعید بن فیروز المتوفی ۱۲۱ ہجری۔ یہ حدیث کے امام تھے اور سلمہ بن کہیل کے اساتذہ میں شامل تھے۔

۲۔ ابوالبختری[2] وہب بن وہب القاضی (کذاب) المتوفی ۲۰۰ ہجری آئمہ جرح و تعدیل نے اس کے بارے میں لکھا ہے۔ عَدُوُّ اللّٰہِ یَکْذِبُ۔ اللہ کا دشمن ہے جھوٹ بولتا ہے۔

۳۔ ابوالبختری شیخ کذاب مجہول۔ اس کے بارے میں کوئی صراحت نہیں ملتی کہ کس دور میں ہوا اور کون ہے۔

شاہ جی نے فرمایا: زاذان امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہؒ، سلمہ بن کہیلؒ اور ابوالبختری سعید بن فیروزؒ ایک زمانہ کے ہیں۔ سلمہ بن کہیلؒ نے جو فرمایا کہ زاذان سے ابوالبختری بہتر ہے اس سے اُن کی مراد سعید بن فیروز ہے جو اُس وقت موجود تھے۔۔۔ نہ کہ ابوالبختری وہب بن وہب جو کافی عرصہ بعد میں ہوا "

---

[1] زاذان اس روایت کا راوی ہے اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِی السَّلَامَ او کما قال۔ بے شک اللہ کے حکم سے فرشتے زمین پر پھرتے رہتے ہیں اور میرے امتی کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔۔۔ ڈاکٹر صاحب نے اسے رد کرنے کے لئے یہ الفاظ نقل کئے ہیں

[2] مَنْ صَلّٰی عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ جو میری قبر کے نزدیک درود پڑھتا ہے اسے میں خود سنتا ہوں کے پانچ سندوں میں محمد بن مروان سدی صغیر اور ایک سند میں ابوالبختری وہب بن وہب القاضی راوی ہے۔

شاہ صاحب نے فرمایا،

یہ ڈاکٹر عثمانی صاحب کی تحقیق کی صرف ایک مثال ہے جس کی بنا پر وہ ائمہ دین اور بزرگان امت کو مشرک اور بدعقیدہ لکھ رہے ہیں۔ اب عوام خود فیصلہ فرمائیں کہ ایسے "محقق بے نظیر" کی تحقیق انہیں کس منزل پہ لا کھڑا کرے گی۔

حضرت خبیب سلام نے زور دیتے ہوئے فرمایا،

"اللہ تعالیٰ ان محققین محدثین اور ائمہ پر لاکھوں رحمتیں برسائے جنہوں نے بخاری و مسلم جیسی اصح الکتب (بعد کتاب اللہ) میں بھی پوری تحقیق و تنقیح کے بعد ان کے ضعیف شیعہ اور معتزلہ رواۃ کی نشاندہی کر دی ہے۔"

شاہ جی نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا

"کیا ڈاکٹر صاحب قرآن حکیم کا مطالعہ نہیں کرتے؟ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (آل عمران ۷۸)

ترجمہ: اور ان میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو اپنی زبانوں کو اللہ کی کتاب میں موڑتے ہیں تاکہ تم ان کی بات کو اللہ کی کتاب سے سمجھو حالانکہ وہ اللہ کی کتاب سے نہیں ہوتا اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ یہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا اور وہ جانتے بوجھتے اللہ کے متعلق جھوٹ بولتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲) ان پانچ سندوں میں سے ایک سند میں محمد بن مروان سدی صغیر کی بجائے ابو معاویہ عن الاعمش کا جو نام آیا ہے محدثین نے لکھا ہے ھٰذَا غَلَطٌ فَاحِشٌ (یہ فحش غلطی ہے) اصل تک محمد بن مروان سدی صغیر ہے جو کذاب ہے۔

جب امام شعبہ، سلمہ بن کہیل المتوفی ۱۲۱ھ سے سوال کر رہے تھے تو اس وقت سعید بن فیروز موجود نہ تھے۔ شاہ صاحب گجراتی کی تحقیق پر قربان جایئے۔ ان جیسے محقق بے نظیر دنیا میں نا پید ہیں۔

یہ بلند مقام جس کو ملنا تھا مل گیا

شاہ صاحب نے اپنی علمی حالت کو محسوس کرتے ہوئے اور عیش و عشرت کا خیال کرتے ہوئے کسی علمی کتاب لکھنے کی جرأت نہیں کی۔ چنانچہ (ادخال الباغین ص ۱۰) میں ہے۔ شاہ جی گویا ہوئے ڈاکٹر صاحب کی طرف سے بھی کئی بار یہ پیغام ملا کہ اگر شاہ صاحب کو میری تحریروں سے اختلاف ہے تو ملاقات کرنے کی بجائے کتاب کی شکل میں میرے اعتراضات کا جواب پیش کریں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ تحریروں کی کشمکش شیطان کی آنت کی طرح طول پکڑتی جاتی ہے۔ بحثوں کا ایسا طویل سلسلہ چھڑ جاتا ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔

جھوٹ نمبر ۱۱: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما "مامن رجل یمر بقبر اخیہ المومن" کے جواب میں نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ابن رجب نے اس کو منکر کہا ہے اور یہی قول صحیح ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حمید بن زیاد مولیٰ بنی ہاشم ہے جو مسلم ابوداؤد و نسائی و ترمذی کا راوی ہے۔ خلاصۃ التہذیب میں شیخ خزرجی نے اسے ضعیف کہا۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۵۵، بشکریہ ص ۲۵۶، شفاء الصدور طبع اول ص ۷۴) کے حاشیہ میں ہے۔ اذ فیہ حمید بن زیاد مولیٰ بنی ہاشم روی عنہ مسلم بن الحجاج وابوداؤد والنسائی والترمذی وضعفہ الخزرجی فی خلاصۃ التہذیب۔ (نیز دیکھئے شفاء الصدور طبع دوم عربی ص ۱۲۹، ۱۴۰)

قارئین کرام! حقیقت یہ ہے کہ یہ راوی حمید بن زیاد اس حدیث کی سند میں ہرگز نہیں ہے۔ یہ نیلوی صاحب کی مخبوط الحواسی کا نتیجہ ہے۔ خود نیلوی صاحب نے اس حدیث کی سند، ندائے حق جلد ثانی ص ۲۵۷، ۲۵۸ میں ذکر کی ہے۔ مگر حمید بن زیاد کا نام موجود نہیں ہے۔ دروغ گو را حافظہ نباشد!

ان کو سعی بے کار کا مزہ آیا کامیابی انہیں مگر نہ ہوئی

جھوٹ نمبر ۱۲: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں: "کان یحدث ان رسول اللہ ﷺ قال انما نسمۃ المومن طائر یعلق فی شجر الجنۃ حتی یرجعہ اللہ الی جسدہ یوم یبعثہ ھذا حدیث صحیح اخرجہ الامام احمد فی مسندہ عن الشافعی عن مالک والنسائی وغیرہ" کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی جان جنت میں اڑتی پھرتی رہتی ہے۔ جنت کے درختوں کے ساتھ لٹکتی پھرتی ہے۔ یہاں تک کہ جس دن اللہ تعالیٰ بعث فرمائیں گے اس دن اس کے پہلے جسد عنصری کی طرف لوٹائیں گے۔ یہ حدیث امام احمد نے امام مالک سے بواسطہ شافعی اور نسائی اور اس کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اپنی تصنیفات میں ذکر کیا ہے۔ (الحاوی للفتاوی ج: ص ۳۶۱)

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ کعب اور ہذیل وغیرہ تو تابعی ہیں۔ (ندائے حق ج اول ص ۹۸)

قارئین کرام! اندازہ کریں کہ بے چارے نیلوی صاحب کو اتنا بھی علم نہیں کہ کعب بن مالک صحابی ہیں یا تابعی۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) کعب بن مالک صحابی ہیں اور ان تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جن کی

توبہ قبول کی گئی تھی۔ قرآن پاک میں بھی ان کا ذکر ہے۔"وعلی الثلاثة الذین خلفوا (التوبة:۱۱۸)" شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ یہ تین شخص کعب بن مالک ہلال بن امیہ اور مرارۃ بن الربیع ہیں جو باوجود مومن مخلص ہونے کے محض تن آسانی اور سہل انکاری کی بنا پر بدوں عذر شرعی کے تبوک کی شرکت سے محروم رہے۔

(تفسیر عثمانی ص۲۶۶) امام احمد فرماتے ہیں:"ان کعب بن مالک الانصاری وھو احد الثلاثة الذین تیب علیھم کان یحدث ان النبی ﷺ قال انما نسمة المومن طائر" (مسند احمد ج۳ ص۴۵۶)

مگر نیلوی صاحب اتنے مشہور صحابی کو تابعی مان کر اس کی مرسل روایت کو حجت قرار دے رہے ہیں۔

بعید اپنا واعظ کھلوایا عبث ۔۔۔ دل جلوں کو تو نے گرمایا عبث

جھوٹ نمبر ۱۳: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ بحث نمبر ۲ حدیث کے رواۃ پر بحث پھر اس کی سند پر غور کرتے ہیں تو اس کے رواۃ میں کلام ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں اس کی سند اس طرح ہے۔"اخبرنا ابو محمد عبداللہ بن یحیی بن عبدالجبار سکری حدثنا ابو عبدالرحمن المقری حدثنا حیوۃ بن شریح عن ابی صخر عن یزید بن عبداللہ بن قسیط عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ما من احد یسلم علی الا رد اللہ الی روحی حتی ارد علیہ السلام" (ندائے حق جز ثانی از جلد اول ص۱۳۱)

قارئین کرام! مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۷) میں سند کا خط کشیدہ حصہ بالکل نہیں ہے۔ نیلوی صاحب مخبوط الحواس ہیں۔ ان کو ہوش ہی نہیں کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں۔

ناصح ناداں نے مطلب میرا سمجھا ہی نہیں ۔۔۔ کیا سمجھتا عالم دل میں تو وہ تھا ہی نہیں

جھوٹ نمبر ۱۴: حدیث"ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء" کے متعلق نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اس طرح (مسند احمد ج ۴ ص ۹، ۱۰۴) میں بھی ہے۔ (ندائے حق جز ثانی از جلد اول ص۲۰۱)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے خالص جھوٹ کہا ہے۔ مسند احمد کے مذکورہ صفحات میں یہ حدیث نہیں ہے۔ دروغ گورا حافظہ نباشد

ٹھوکریں مت کھایئے چلئے سنبھل کر دیکھ کر ۔۔۔ چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پرور دیکھ کر

جھوٹ نمبر ۱۵: نیلوی صاحب! حدیث"ما انتم باسمع لما اقول منھم" کی توجیہ قتادہ سے نقل کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں۔ اسی طرح (مسلم ج ۲ ص ۳۸۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۴، ۱۴۵) میں ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص۲۰۱)

قارئین کرام! قتادہ کی مذکورہ توجیہ جو نیلوی نے نقل فرمائی ہے نہ تو (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۷) میں ہے اور نہ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۴) میں ہے۔ دروغ گورا حافظہ نباشد!

پوچھ اس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی ۔۔۔ تو صاحب منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی

جھوٹ نمبر ۱۶: نیلوی صاحب نے (ندائے حق جز ثانی جلد اول ص ۵۸) میں نقشہ بنا کر امام عقیلی کے واسطہ سے جو روایت آئی ہے، اس کو یوں بیان کیا ہے۔ العقیلی، شیخ العقیلی احمد بن ابراہیم بن ملحان، العلاء بن عمرو الحنفی۔

قارئین کرام! امام عقیلی نے اس روایت کی سند میں احمد بن ابراہیم بن ملحان کا ذکر تک نہیں کیا مگر نیلوی صاحب اس کا اضافہ کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بے چارہ سویا رہتا ہے۔ عقیلی کی سند کا بیان یوں ہے۔"ومن حدیثہ ما حدثناہ اسمعیل بن نمیل الخلال البغدادی حدثنا العلا ابن عمرو" (الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۴ ص ۱۳۶)

جوش جنوں سے کچھ نظر آتا نہیں اسد صحرا ہماری آنکھ میں ایک مشت خاک ہے

جھوٹ نمبر ۱۷: نیلوی صاحب فرماتے ہیں۔ مستدرک حاکم کی روایت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ بات نقل کرنا کہ: ''کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ ﷺ وانا واضع'' (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۷۱)

قارئین کرام! ہمارے استاذ مکرم، محدث اعظم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر دامت برکاتہم نے یہ روایت نہ تو مستدرک حاکم سے نقل کی ہے اور نہ یہ حدیث مستدرک حاکم میں ہے۔ استاذ مکرم اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ (رواہ احمد فی مسندہ ج ۶ ص ۲۰۲، مشکوۃ ج ۱ ص ۱۵۴، قال الہیثمی رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۷، سماع موتی ص ۳۰) مگر نیلوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بات مستدرک حاکم میں ہے۔ دروغ گو را حافظہ نباشد! نیلوی صاحب کی بات پر ایک شعر فٹ ہوتا ہے۔

چہ خوش گفت سعدی درزرادی کنی مانند طفلاں خاک بازی

جھوٹ نمبر ۱۸: نیلوی صاحب! مذکورہ بالا روایت کے بارے میں فرماتے ہیں۔ جب ہی تو ہم پہلے سے کہہ رہے ہیں کہ رافضی نے یہ روایت محض اس لئے وضع کی ہے تاکہ سنیوں کو ہم طعن دے سکیں۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۸۰)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے خالص جھوٹ بولا ہے۔ یہ روایت کسی رافضی کی وضع کردہ نہیں ہے بلکہ اہل سنت والجماعۃ کے امام احمد بن حنبل نے اس کو (مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۲) میں روایت کیا ہے جس کے تمام راوی ثقہ اور سنی ہیں۔ مگر نیلوی صاحب صحیح حدیث کا انکار کر رہے ہیں اور امام احمد کو رافضی بنا رہے ہیں۔ (معاذ اللہ)

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ملیش اندر طعنہ پاکاں زند

جھوٹ نمبر ۱۹: نیلوی صاحب مذکورہ روایت کے بارے میں لکھتے ہیں اور جو اس حدیث کی صحت پر زور دیتا ہے وہ سنی نما شیعہ ہے یا کم از کم شیعوں کا دست راست اور معاون ضرور ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۸۰)

قارئین کرام! نیلوی صاحب جوش جنوں میں کیا کہہ رہے ہیں۔ اس حدیث کی صحت پر امام اہل سنت امام احمد بن حنبل نے اعتماد کیا ہے۔ اس لئے وہ اپنے مسند میں اس کو لائے ہیں۔ خود نیلوی صاحب اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ امام احمد جس حدیث کو مسند احمد میں لاتے ہیں، وہ ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے۔ چنانچہ (ندائے حق جز ثانی از جلد اول ص ۷۷) میں لکھتے ہیں۔ مزید برآں یہ بات ہے کہ امام احمد بن حنبل کے براہ راست استاذ ہیں۔ ابو معاویہ باوجود اس کے امام احمد نے ابو معاویہ کی یہ روایت ذکر نہیں کی۔ اگر صحیح ہوتی تو اس کی حدیث ذکر کرتے۔

جب خدا کے خوف سے آزاد ہو جاتی ہے قوم آپ اپنے ہاتھ سے برباد ہو جاتی ہے قوم

جھوٹ نمبر ۲۰: نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور حقیقت دیکھو تو یہ روایت حاکم کی ہے اور اس کی روایت کو اس کے سوا کسی دوسرے محدث نے صحیح نہیں کی۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۷۱)

قارئین کرام! نہ تو یہ روایت حاکم کی ہے اور نہ حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔ حاکم نے جب یہ روایت ذکر ہی نہیں کی تو تصحیح کیسے۔ مگر نیلوی صاحب ہیں کہ جھوٹ بول کر لذت محسوس کر رہے ہیں۔ درحقیقت یہ روایت مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۲ کی ہے جس پر امام احمد نے اعتماد کیا ہے اور محدث علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کے سب راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ مگر پتہ نہیں نیلوی صاحب کو کیا ہو گیا ہے۔

اگر ناؤ ڈوبی تو ڈوبو گے سارے نہ بچ کے تم اور نہ ساتھی تمہارے

جھوٹ نمبر ۲۱: نیلوی صاحب! امام حاکم پر جرح میزان الاعتدال سے نقل کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں اور میزان ج ۲ ص ۴۰۲ میں ہے۔ حاکم خبیث تھا اور اس روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ عمل بیان کیا اور ساتھ ہی بخاری و مسلم کی شرط پر کہہ کر تصحیح بھی کر دی۔ (الی ان قال) پس یہ روایت نہایت جھوٹی ہے اور کسی رافضی کی بنائی ہوئی ہے۔ جو کہ در پردہ اہل سنت ام المومنین عاصمہ رضی اللہ عنہا کی توہین جاری کرنا چاہتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک! (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۷۲)

قارئین کرام! اوّلاً یہ کہ نیلوی صاحب نے میزان الاعتدال سے حاکم کا رافضی خبیث ہونا تو نقل کیا ہے۔ مگر علامہ ذہبی نے جو اس قول کی تردید کی ہے، اس کو چھوڑ دیا ہے۔ میٹھا میٹھا ہپ کڑوا کڑوا تھو۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) یہ نیلوی صاحب کی خیانت عظیمہ ہے۔ وثانیاً اس حدیث کو نہ تو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور نہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ یہ نیلوی صاحب مخبوط الحواس کا جھوٹ محض ہے۔ وثالثاً یہ حدیث نہ تو جھوٹی ہے اور نہ کسی رافضی کی گھڑی ہوئی ہے۔ (کما مر)

دل کو بھا جائے تو بھانڈوں کی خرافات بجا　دل کو نہ بھائے تو پیغمبر کا ارشاد بھی غلط

جھوٹ نمبر ۲۲: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون (حدیث)'' کے متعلق نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ابن حجر کے نزدیک یہ حدیث منکر ہے۔ ابن حجر نے (لسان المیزان ج ۲ ص ۱۷۵) میں فرمایا: ''حجاج بن اسود عن ثابت البنانی نکرۃ'' (ندائے حق جز ثانی از جلد اوّل ص ۳۲، ندائے حق طبع اوّل ص ۲۵۶)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے جھوٹ بولا ہے اور دجل و فریب سے کام لیا ہے۔ حافظ ابن حجر پر بہتان لگایا ہے۔ حافظ ابن حجر نے مذکورہ بالا خط کشیدہ عبارت کو میزان الاعتدال سے نقل کر کے اس کی تردید کی ہے اور حدیث کی تصحیح کی ہے۔ دیکھئے (تسکین الصدور طبع دوم ص ۲۱۳، ۲۱۷، ۲۱۸)

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ　دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

جھوٹ نمبر ۲۳: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ حالانکہ امام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیحین (صحیح بخاری و مسلم) میں بھی ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہیں۔ وہ یہ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹنی، بکری، بھیڑ، گائے، بھینس کے تھنوں میں کئی روز دودھ بند رکھا کرو۔ سو جو ان کو خرید کر لے۔ اس کے بعد خریدار کو بیچنے والے کے اس دھوکہ کا علم ہوا تو وہ دودھ دوہنے کے بعد دو باتوں میں مختار ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۹۹)

قارئین کرام! اندازہ کریں کہ نیلوی صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی بہتان و افتراء باندھ دیا ہے کہ کئی روز دودھ بند رکھا کرو۔ (معاذ اللہ) یعنی دھوکہ دیا کرو۔ نیلوی صاحب سنئے ؎

دنیا میں ڈھیٹ اور بے حیاء اور بھی ہیں　مگر سب پر سبقت لے گئی بے حیائی آپ کی

جھوٹ نمبر ۲۴: نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور جو لوگ اس حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعتہ'' کا ذکر کرتے ہیں جس کا راوی ابو معاویہ ہے۔ وہ صرف ابو یعلی کا حوالہ دیتے ہیں۔ ابو یعلی کے سواء کسی محدث کا نام نہیں لیتے۔ (ندائے حق جز ثانی از جلد اوّل ص ۷۰)

قارئین کرام! یہ نیلوی صاحب کا خالص جھوٹ ہے۔ کوئی محدث بھی اس حدیث کا حوالہ ابو یعلی سے نہیں دیتا اور نہ ابو یعلی میں یہ حدیث موجود ہے۔ دروغ گو را حافظہ نباشد!

خود غلط املا غلط انشاء غلط　دیکھئے ہوتا ہے اب کیا کیا غلط

جھوٹ نمبر ۲۵: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ابومخنف لوط بن یحییٰ بن مخنف بن سلیمان ازدی مورخ بھی اسی دور کا ہے جس نے بڑی بڑی کتابیں اپنے رفض کی اشاعت میں لکھ ماریں، جن میں سے اس کی یہ مشہور کتابیں ہیں۔ کتاب الردہ، فتوح الشام، فتوح العراق، کتاب الجمل، کتاب الصفین، کتاب النہروان، کتاب الفارات، مقتل علی، مقتل عثمان، مقتل حسین، مختار بن عبید، کتاب الشوریٰ، وقعۃ الحرہ وغیرہ! اس کا دادا مخنف حضرت علی کے اصحاب میں سے تھا۔ (ندائے حق جز اوّل از جلد اوّل ص ۳۴۳)

قارئین کرام! نیلوی صاحب بے چارہ مخبوط الحواس ہے۔ اوّلاً نیلوی نے ابومخنف لوط بن یحییٰ کا نسب نامہ صحیح بیان نہیں کیا۔ صحیح یوں ہے۔ ابومخنف لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف بن سلیم الذی یروی الاخبار۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۷۸) یہ مشہور اخباری ہے۔ وثانیاً فتوح الشام عربی میں ہے۔ یہ واقدی کی تصنیف ہے اور اس کا ترجمہ اردو، ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور نے شائع کیا ہے اور ؎

ان عقل کے اندھوں کو الٹا نظر آتا ہے مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

جھوٹ نمبر ۲۶: نیلوی صاحب! امام ترمذی پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ نمبر ۱۰ عتاب بن اسید ۱۲ھ میں فوت ہوئے اور سعید بن مسیب ۱۵ھ میں پیدا ہوئے تو سعید کی روایت عتاب سے منقطع ہوگی۔ مگر امام ترمذی نے حسن غریب کہا۔ ص ۱۴ (ندائے حق طبع اوّل ص ۲۰۴، ۲۰۵، ندائے حق جز ثانی از جلد اوّل ص ۳۱۵)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے یہاں بھی جھوٹ کا مظاہرہ کیا ہے۔ عتاب بن اسید ۱۲ھ میں ہرگز فوت نہیں ہوئے۔ ہاں! واقدی کذاب کی ایک روایت ہے کہ جس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت ہوئے۔ اسی دن یہ صحابی حضرت عتاب بن اسید بھی فوت ہوئے تھے۔ لیکن امام طبرانی فرماتے ہیں کہ عتاب بن اسید ۱۲ رضی اللہ عنہ ھ میں مکہ مکرمہ پر عامل تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے (تقریب ص ۲۳۱) اور حضرت صدیق اکبر ۱۳ رضی اللہ عنہ ھ میں فوت ہوئے ہیں نہ کہ ۱۲ھ میں۔ سعید بن مسیب عن عتاب رضی اللہ عنہ کی روایت کو صرف امام ترمذی حسن غریب نہیں فرماتے بلکہ امام بخاری فرماتے ہیں۔ وحدیث سعید بن المسیب عن عتاب بن اسید اصح (ترمذی باب ما جاء فی الخرص ابواب الزکوٰۃ)

زخمی کچھ ایک بندۂ درگاہ نہیں ہے گھائل تیری نظر کا بنوع دگر ہر ایک

جھوٹ نمبر ۲۷: نیلوی صاحب! سعد بن ابراہیم کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ۱۲۶ھ میں فوت ہوئے۔ (ندائے حق جز ثانی از اوّل ص ۱۰۷)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے یہ بھی جھوٹ بولا ہے۔ کیونکہ ابن حجر فرماتے ہیں: "مات سنة خمس وعشرين وقيل بعدها" (تقریب ص ۱۱۷) کہ یہ راوی ۱۲۵ھ یا اس کے بعد فوت ہوا ہے ؎

ان كنت لا تدری فتلک مصيبة وان كنت تدری فالمصيبة اعظم

جھوٹ نمبر ۲۸: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: (۱) اوس بن اوس۔ (۲) ابوالدرداء۔ (۳) عائشہ صدیقہ۔ (۴) جابر بن عبداللہ۔ (۵) ابوہریرہ۔ (۶) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد طیبہ کو مٹی نہیں کھاتی۔ (ندائے حق جز ثانی از جلد اوّل ص ۲۰۸)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نام اس سلسلہ میں ذکر کیا ہے۔ یہ محض جھوٹ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔ حضرت جابر، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی صراحۃً کوئی ایسی روایت مروی نہیں ہے جس میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہو ۔

آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کر
مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے

جھوٹ نمبر ۲۹: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ امام بیہقی ایک مقام پر لکھتے ہیں۔ "فی هذا الاسناد قوم مجهولون ولم يكلفنا الله تعالىٰ ان ناخذ ديننا عمن لا نعرفه" (کتاب المعرفۃ ص ۱۲۷، ندائے حق ج ۲ ص ۲۳۱)

جواب: یہ بھی نیلوی صاحب کا جھوٹ محض ہے۔ امام بیہقی نے کتاب المعرفۃ ص ۱۲۷ میں یہ بات ہرگز نہیں لکھی۔ اگر نیلوی صاحب کے پاس کتاب المعرفۃ موجود ہے تو اس صفحہ کی فوٹو کاپی راقم الحروف کے پاس بھی بھیج دیں۔ شکریہ کے ساتھ وصول کی جائے گی۔ نیز امام بیہقی نے جس کتاب میں یہ بات لکھی ہے، اس میں وہ امام شافعی سے ناقل ہیں۔ یہ کلام امام بیہقی کا اپنا نہیں ہے۔ واہ نیلوی صاحب واہ!

فروغ نفس ہوا عقل کے زوال کے بعد
رہے نہ اہل بصیرت تو بے خرد چمکے

جھوٹ نمبر ۳۰: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: حافظ ابن اثیر نے (الاصابہ ج ۲ ص ۶۹) میں یہ بیان فرمایا ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۷)

جواب: اب تک تو ہم نے یہی سنا تھا کہ الاصابہ حافظ ابن حجر کی تصنیف ہے۔ خدا معلوم! نیلوی صاحب نے الاصابہ کو ابن اثیر کی طرف منسوب کیوں کر دیا ہے۔ شاید جھوٹ بولنا ان کی قسمت میں درج ہو چکا ہے، جس سے بچنا اس کے بس میں نہیں ہے ۔

جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے

جھوٹ نمبر ۳۱: نیلوی صاحب! حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے قول کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے:

"قلنا لا يصح فان منا لاحاديث الموضوعة باسناد واحد احاديث الشيخ المعروف بابن ابى الدنيا"

(ترجمہ) ہم کہتے ہیں کہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ابن ابی الدنیا کی احادیث جو ایک سند سے مروی ہوتی ہیں من گھڑت ہیں۔ (الموضوعات الکبیر ملا علی القاری ص ۸۷، شفاء الصدور طبع اوّل ص ۶۷، طبع ثانی عربی ص ۱۳۴)

جواب: یہ ابن ابی الدنیا جس کو ابوالدنیا بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اور ہے جس کے متعلق لوگ گمان کرتے ہیں کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے اور آپ کی سواری کی رکاب پکڑی تو رکاب نے اس کو زخمی کر دیا۔ جیسا کہ ملا علی قاری نے ذکر فرمایا ہے۔ علامہ ذہبی (میزان ج ۳ ص ۳۳) میں فرماتے ہیں۔ (۵۵۰۰) عثمان بن خطاب ابوعمرو البلوی المغربی ابوالدنیا الاشج ویقال ابن ابی الدنیا (پھر علامہ ذہبی فرماتے ہیں) جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص اہل بغداد کے پاس آیا اور حیاء کی کمی کے باعث تین سو سال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرنا شروع کر دیا۔ محدثین کرام نے اسے جھوٹا قرار دیا جس کی وجہ سے شرمندہ و رسواء ہوا۔ اس راوی سے روایت کرنے والا المفید (راوی) وغیرہ میں خطیب بغدادی نے فرمایا کہ علمائے حدیث اس کی بات کو ثابت نہیں مانتے۔ یہ ابوالدنیا ۳۲۷ھ میں فوت ہوا۔ المفید راوی نے کہا کہ میں نے اس سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں پیدا ہوا ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مادہ خچر کی رکاب جنگ صفین میں پکڑی ہے اور لمبا قصہ بیان کیا۔ (پورا قصہ (لسان المیزان ج ۴ ص ۱۳۵) میں ہے۔ نیز علامہ ذہبی (میزان ج ۳ ص ۱۴۵) میں فرماتے ہیں۔ (۵۸۹۰) علی بن عثمان الاشج ابو الدنيا وقيل حطان وقيل غير ذالك كذالك ياتى فى الكنى کہ یہ شخص

بہت بڑا اچھا ہے۔اس کا مزید ذکر کئی میں آئے گا۔ناصر الدین البانی غیر مقلد نے بھی اس ابوالدنیا کا ذکر سلسلۃ الاحادیث (الضعیفۃ والموضوعۃ ج ۱ ص ۱۷۵) میں کیا ہے۔ نیز دیکھئے (الاعلان بالتوبیخ للسخاوی ص ۱۵۹) لیکن نیلوی صاحب نے کمال ہی کر دیا کہ ایک ثقہ اور صدوق محدث عالم کو اور اس کذاب کو ایک ہی بنا دیا ہے۔ حالانکہ جس روایت کا نیلوی صاحب جواب دے رہے ہیں۔ اس کی سند میں ابن ابی الدنیا محدث اور ثقہ راوی ہیں جس کے متعلق علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔ ابن ابی الدنیا محدث العالم الصدوق (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۲۴) اس محدث نے کئی کتابیں حدیث و تاریخ میں تصنیف فرمائی ہیں، جن میں کتاب القبور بھی ہے اور ابن ابی الدنیا سے جو حوالے اہل قبور کے بارے میں نقل کئے جاتے ہیں۔ اس سے مراد یہی محدث ہوتا ہے۔ چنانچہ حافظ (ابن کثیر نے تفسیر ج ۳ ص ۴۳۸، ۴۳۹) میں اور ابن قیم نے (زاد المعاد ج ۱ ص ۱۱۳) و کتاب الروح میں اسی محدث کی روایتیں بیان فرمائی ہیں۔ علامہ زبیدی ایک روایت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "قال العراقی رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب القبور بسند جید" (اتحاف السادۃ المتقین ج ۱۰ ص ۳۶۲) کہ اس روایت کو محدث ابن ابی الدنیا نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ محدث ابن ابی الدنیا، امام ابن ماجہ کا استاد بھی ہے۔ دیکھئے (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۹)

(لطیفہ) خود نیلوی صاحب نے اس محدث ابن ابی الدنیا کی روایتیں (ندائے حق جز اول ص ۷۵، ۷۶) میں نقل فرمائی ہیں اور (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۶۲) میں فرماتے ہیں اور ابن ابی الدنیا کی کتب کا شمار طبقہ رابعہ میں ہے۔ بہرحال راقم الحروف نے نیلوی صاحب کو وہاں تک پہنچا دیا ہے۔ جہاں یہ مصرعہ صادق آتا ہے۔

دروغ گورا تا بخانہ باید رسانید

جھوٹ نمبر ۳۲: حدیث القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران کا نیلوی صاحب یہ جواب دیتے ہیں۔ "وان کان ضعیفاً (لان حسین بن نجیح الجعفی الکوفی ذکرہ الطوسی من رجال الشیعۃ من الرواۃ عن جعفر الصادق کما فی لسان المیزان ج ۲ ص ۳۰۲)" (ضیائے حق ص ۱۸)

جواب: اس حدیث کی سند میں حسین بن نجیح واقع ہی نہیں۔ یہ نیلوی صاحب کی مخبوط الحواسی ہے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۷۲، مشکوۃ ص ۴۷۵) میں یہ حدیث موجود ہے۔ لیکن سند میں یہ راوی نہیں ہے۔ خود نیلوی صاحب کی کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حسین بن نجیح اس حدیث کی سند میں نہیں ہے۔ (ندائے حق طبع اول ص ۳۲۶)

جھوٹ نمبر ۳۳: حسین بن علی بن نجیح الجعفی الکوفی کے بارے میں نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ شیعہ ہے۔ (ندائے حق طبع اول ص ۳۲۶، جز اول ص ۲۸۸)

جواب: یہ راوی شیعہ نہیں ہے بلکہ شیعہ کا دشمن ہے۔ دیکھئے (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۱۰) ترجمہ سالم بن ابی حفصہ۔ یہ راوی صحاح ستہ کا مرکزی راوی ہے۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ حسین بن علی جعفی اگرچہ فی حد ذاتہ ثقہ، صالح، صدوق اور صحاح ستہ کا راوی ہے۔ (ندائے حق جز اول ص ۴۰۰) نیز نیلوی صاحب نے (ندائے حق جز ثانی ص ۲۰۱ تا ۲۰۸) میں بہت سے محدثین کرام سے اس راوی کی حدیث کے صحیح ہونے کے حوالے نقل کئے ہیں۔ اگر طوسی نے اس کو شیعہ راویوں میں شمار کر دیا ہے، جو امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ راوی شیعہ ہے۔ کیونکہ شیعہ کتابوں میں تو حضرت جعفر صادق، حضرت محمد باقر، حضرت زین العابدین، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت علی، کا ذکر بھی ہے تو کیا یہ حضرات نیلوی صاحب کے نزدیک شیعہ ہیں؟ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ سنن بیہقی میں ہے کہ عبداللہ بن عمر بن ابان الجعفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے ماموں حسین جعفی رحمہ اللہ نے کہا کہ تو جانتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام ذوالنورین کیوں رکھا گیا ہے۔ میں نے کہا نہیں تو حسین جعفی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ہے۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔ کسی شخص نے بھی نبی (علیہ السلام) کی دو بیٹیوں کو اپنے نکاح میں جمع نہیں کیا۔ سوائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے۔ اس لئے انہیں ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ دیکھئے (تاریخ الخلفاء عربی ص ۱۴۹) نیلوی صاحب توبہ کرلو الٹے کام چھوڑ دو۔ ان شاء اللہ! آخرت سنور جائے گی۔ ورنہ تو پھر یاد رکھنا ؎

ہم الٹے بات الٹی یار الٹا بنے کیونکر کہ ہے سب کار الٹا

جھوٹ نمبر ۳۴: عبداللہ بن مبارک امام بخاری کے استاذ ہیں۔ (فتح الرحمن ص ۳۶، ردمنکرات ص ۳۵)

جواب: حضرت ابن المبارک ۱۸۱ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ جب کہ امام بخاری تقریباً ۱۳ سال کے بعد ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ جب کہ نیلوی صاحب امام عبداللہ بن المبارک کو امام بخاری کا استاد بنا رہے ہیں۔ نیلوی صاحب پر بہت افسوس ہے۔

طوق زریں ہمہ درگردن خرے بینم اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان

جھوٹ نمبر ۳۵: امام صاحب کے شاگرد بشر مریسی نے کہا گدھا حلال ہے۔ (فتح الرحمن ص ۶۶)

جواب: بشر مریسی نے جو گدھا کے حلال ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اس کا نیلوی صاحب نے حوالہ نہیں دیا۔ (۲) بشر مریسی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا شاگرد بھی نہیں ہے بلکہ امام ابو یوسف کا شاگرد ہے۔ (۳) نیز امام ابو یوسف اس کو سزا دیتے تھے اور امام احمد بن حنبل اس کو کافر قرار دیتے تھے۔ دیکھئے (کتاب السنۃ لعبداللہ بن امام احمد بن حنبل) نیلوی صاحب نے امام اعظم کی توہین کرنے کے لئے بشر مریسی کو ان کا شاگرد بنا دیا۔ لیکن پھر بھی دعویٰ حنفی ہونے کا قائم ہے ؎

لب پہ دعویٰ ہے پارسائی کا شیشہ ہے بغل میں پنہاں ہے

جھوٹ نمبر ۳۶: سعید بن مسیب ۸۳ھ میں فوت ہوئے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۱۴۲)

جواب: ۹۵ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ (ترمذی ابوالعلم ج ۲ ص ۹۶)

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

جھوٹ نمبر ۳۷: ابن عباس ۶۳ھ میں طائف میں فوت ہوئے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۱۴۲)

جواب: ۶۸ھ یا ۶۹ھ یا ۷۰ھ میں طائف میں فوت ہوئے۔ (تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۷۸)

نیلوی صاحب خود لکھتے ہیں۔ قبیح رونے سے چپ رہنا ہی اچھا ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۱۵۵)

جھوٹ نمبر ۳۸: حدیث: ”ان للہ ملائکۃ لسیا حین فی الارض یبلغونی من امتی السلام“ بے شک اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین میں چلتے رہتے ہیں۔ میری امت کے جانب سے سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

نیلوی صاحب لکھتے ہیں: من گھڑت حدیث ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۱۸۳)

جواب: یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ امام احمد نے (مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۷، ۴۴۱، ۴۴۲) میں، امام نسائی نے (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۴۳) میں، امام حاکم (مستدرک ج ۲ ص ۴۲۱) میں، (امام حاکم و علامہ ذہبی دونوں فرماتے ہیں کہ یہ

حدیث صحیح ہے) امام ابوبکر بن ابی شیبہ (مصنف ج ۲ ص ۵۱۷ طبع دکن ہند) امام عبداللہ (سنن دارمی ج ۲ ص ۲۲۵) میں، ہیثمی (موارد الظمآن ص ۵۹۴) میں، صاحب مشکوٰۃ (مشکوٰۃ ص ۱۸۶) میں اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔ نیلوی صاحب خود لکھتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے (الرد علی الاخنائی ص ۲۵۱) میں فرمایا۔ وہ احادیث صحیح ہیں۔ جن میں مروی ہے کہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پہنچانے کے لئے فرشتے مقرر ہیں۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۸۶) نیلوی صاحب اسی حدیث کے بارے میں ناصر الدین البانی غیر مقلد سے اس کا صحیح ہونا نقل کرتے ہیں۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۵۹) علامہ ابن عبدالہادی فرماتے ہیں: من طرق مختلفة باسانيد صحيحة لا ريب فيها (الصارم المنکی ص ۲۶۵ طبع لاہور) یہ حدیث مختلف واسطوں سے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کی گئی ہے، جس کی صحت میں شک نہیں۔ علامہ سخاوی فرماتے ہیں رواہ احمد والنسائی والدارمی وابونعیم والبیہقی والخلعی وابن حبان والحاکم فی صحیحہما وقال صحیح الاسناد۔ (القول البدیع ص ۱۵۱) علامہ سمہودی فرماتے ہیں کہ سند صحیح ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۴۰۴) علامہ عزیزی فرماتے ہیں۔ حدیث صحیح (السراج المنیر ج ۱ ص ۵۱۸) علامہ ہیثمی فرماتے ہیں رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴) علامہ ابن القیم فرماتے ہیں۔ وہذا اسناد صحیح۔ (جلاء الافہام ص ۲۳) نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

"اخرجه النسائي وابن حبان والحاكم في المستدرك وقال صحيح واقره الذهبي وصححه ابن حبان وقال الهيثمي رجاله رجال الصحيح واخرجه ايضاً احمد في المسند" (نزل الابرار ص ۱۶۲)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کرلیا کہ ان تمام حضرات کے ہاں یہ حدیث صحیح ہے۔ مگر نیلوی صاحب اس کو من گھڑت لکھتے ہیں۔ "لاحول ولا قوة الا بالله العلي العظيم"

یہی وجہ ہے کہ ہمارے استاذ محترم نے نیلوی صاحب کو تسکین الصدور طبع دوم ص ۵۶ میں مولف مذکور کا پرویزی ذہن کے الفاظ سے تعبیر کیا تھا۔ فقد اصاب فیما قال ؎

آج اس بزم میں ہم آگ لگا کر اٹھے ۔۔۔ یاں تک روئے کہ ان کو بھی رلا کر اٹھے

جھوٹ نمبر ۳۹: ہمارا ذہن بفضل اللہ تعالیٰ اہل السنۃ والجماعۃ کا ہی ذہن ہے اور والعیاذ باللہ پرویزی ذہن نہیں۔ جیسے آپ نے ناحق کا طعن مجھ کو دیا ہے۔ خدا کے دربار میں پیش ہونا ہے۔ آپ اس جرم کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب کی خلاف ورزی کی ہے۔ میرا کچھ نہیں بگڑتا۔ میں نے تو آپ کے الفاظ معاف ہی کر دیئے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۵۸)

جواب: نیلوی صاحب جھوٹ بولنا بہت بڑا گناہ۔ آپ نے یہ الفاظ معاف نہیں کئے۔ چنانچہ آپ پہلے لکھ آئے ہیں۔ ہاں! اگر کوئی پرویزی ذہن کا نہ مانے تو ہم اس کو منوانے کے مکلف نہیں۔ (ندائے حق جز اول ص ۱۵)

جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں ۔۔۔ ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

جھوٹ نمبر ۴۰: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ یعنی میں نے امام صاحب (احمد) سے یزید اور ابن حرملہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو ان کے پاس بھی جانا نہیں چاہتا۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۱۳۱، ۱۳۲)

جواب: نیلوی صاحب! آپ قابل رحم ہیں۔ جناب کو ما اقربہما کا معنی بھی معلوم نہ ہوسکا۔ بہت افسوس ہے۔ امام احمد کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ جب کہ یزید بن عبداللہ بن قسیط کی وفات ۱۲۲ھ میں۔ (تقریب ص ۳۸۳) اور ابن حرملہ کی وفات ۱۴۵ھ میں۔ (تہذیب ج ۶ ص ۱۶۱) اب اگر آپ والا معنی ما اقربہما (میں تو ان کے

پاس بھی جانا نہیں چاہتا) لیا جائے تو کیسے درست ہو سکتا ہے۔ جب کہ ان دونوں حضرات کے زمانہ کو امام احمد نے نہیں پایا۔ اگر نیلوی صاحب آپ یہ تاویل کریں کہ پاس نہ جانے سے مراد یہ ہے کہ ان حضرات سے روایت نہیں لی تو یہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ "مامن احد یسلم علی" (الحدیث مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۷) میں یزید بن عبداللہ بن قسیط کی سند سے مروی ہے۔ فلہذا آپ اپنی جہالت پر ماتم کریں۔ محترم نیلوی "ماا قربھما" صیغہ تعجب کا ہے متکلم کا نہیں ہے۔ (معنی یوں بنے گا) کیا ہی وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۱ باب ماذکر فی الشرب)

(منفین وتحفۃ الاحوذی ج ۳ ص ۱۱۳، ترمذی ج ۲ ص ۱۶۳، سورۃ الطور وتحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۱۸۸، ترمذی کتاب العلل ج ۲ ص ۲۳۷، تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۳۹۸، تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۳۷۰) نیلوی صاحب جو معنی آپ نے "ماا قربھما" کا کیا ہے، وہی معنی آپ کے لائق شاگرد نے (آئینہ تسکین الصدور ص ۵۷) میں کیا ہے۔ ماشاءاللہ بہت خوب ؎

نہ کھلواؤ زباں میری نہ اٹھواؤ قلم میرا
قیامت خیز افسانہ ہے پر درد غم میرا

قارئین کرام! نیلوی صاحب کے بقایا جھوٹ حصہ دوم میں ملاحظہ کریں۔ ان شاءاللہ تعالیٰ اب آخر میں ایک بہت بڑا جھوٹ پیش کیا جاتا ہے جو کئی جھوٹ کا مجموعہ ہے۔ (مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ حدیث شریف)

ایک زبردست جھوٹ

موجودہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے تمام افراد یہ جھوٹا دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے قلیب بدر (سماع موتیٰ) والی روایت پیش کی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قرآن مجید کی آیت: "انک لا تسمع الموتیٰ" پڑھ کر ابن عمر کی روایت کو رد کر دیا۔ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بات کو سنا، لیکن خاموش رہے۔ حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی خاموش رہے۔ فلہذا عدم سماع موتیٰ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا اور اس کو اجماع سکوتی کہا جاتا ہے۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں: (۵) اور یہ جو کہا "ماانتم باسمع منھم" سو اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ کسی وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سنایا تو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رد کر دیا ہے اور فرمایا کہ تم نے سنا نہیں یا سمجھا نہیں۔ جیسا تم کو بکاء علی المیت کے مسئلہ میں غلطی لگی ہے۔ ایسے ہی آج بھی اس مسئلہ میں تمہیں غلطی لگی ہے۔ کیونکہ جب قرآن شریف میں آتا ہے: "ماانت بمسمع من فی القبور" تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے خلاف کیسے فرما سکتے ہیں۔ (ندائے حق ج ۱ ص ۱۳۵)

جھوٹ نمبر ۱: قارئین کرام! نیلوی صاحب نے اس عبارت میں کئی جھوٹ بولنے کا ارتکاب کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا براہ راست یہ حدیث سنانا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس کا ذکر بخاری میں نہیں ہے۔ بلکہ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔

جھوٹ نمبر ۲: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے جواب دینا کہ تم کو غلطی لگی ہے۔ یہ بھی نہ تو بخاری میں ہے اور نہ حدیث کی کسی دوسری کتاب میں ہے۔

سوال: نیلوی صاحب نے یہ جھوٹ خود نہیں بولے بلکہ علامہ شبیر احمد عثمانی کی صحیح بخاری کی تقریر والی کاپی سے نقل کیے ہیں جو مولانا عطاء محمد صاحب صدر مدرس مدرسہ تعلیم القرآن میانوالی کے پاس تھی۔

جواب: مولانا عطاء محمد صاحب علامہ عثمانی کے شاگرد نہیں ہیں۔ فلہٰذا ایسی کاپی کا کیا اعتبار ہے۔ جب کہ نیلوی صاحب کے ہاں مطبوعہ کتابوں میں بھی تحریف واقع ہو چکی ہے اور باغی اس میں گھس کر اپنی کارروائی کر چکے ہیں۔ نیلوی صاحب بزرگوں کی طرف جھوٹی باتوں کی نسبت کرتے رہتے ہیں۔ یہ ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ مثلاً حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کی طرف سے نیلوی صاحب ایک فتویٰ شائع کرتے رہتے ہیں کہ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ مردہ دفن کیا ہوا انہیں آنکھوں سے اور انہیں کانوں کے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہے۔ اس شخص کا یہ اعتقاد صحیح نہیں ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ) یہ فتویٰ بھی بالکل جھوٹا ہے۔ نیلوی صاحب نے خود بنا کر حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے ذمہ لگا دیا ہے۔ اس کی مکمل تردید تو بعد میں آ رہی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مگر چند چیزیں یہاں بھی ذہن نشین کر لیں۔

۱...... فتویٰ پوچھنے والا کون تھا۔ اس کا نام درج نہیں ہے کہ کون تھا۔ نتو تھا یا پھتو تھا۔

۲...... کفایت المفتی حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ اس میں بھی یہ فتویٰ درج نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے متعلق نیلوی صاحب نے ایک عبارت منسوب کی ہے جو ان کی وفات کے بعد میدان تحریر میں لائی گئی ہے۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ آیت: "انک لا تسمع الموتیٰ" کی تشریح بطرز دیگر از شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں رحمہ اللہ الرحمٰن و جعل مثواہ الجنان (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۴۲)

پھر نیلوی صاحب شیخ القرآن سے نقل کرتے ہیں۔ پس حق یہی ہے کہ سماع موتیٰ بالکل نہیں اور نہ کوئی حدیث صحیح یا آیت سماع موتیٰ پر دال نہیں ہے بلکہ سماع موتیٰ لوگوں کے لئے منجر الی الشرک ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۴۳)

قارئین کرام! یہ شیخ القرآن کی عبارت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ تفسیر (جواہر القرآن جلد دوم ص ۹۰۲) کی تحقیق کے بالکل مخالف ہے۔ نیلوی صاحب کو تفسیر جواہر القرآن کی اس تحقیق سے بہت پرانا دکھ ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: باوجود ان قطعی دلائل کے ہمارے بعض معاصرین کا مطلقاً یہ لکھ دینا کہ اس مسئلہ میں عہد صحابہ سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ تحقیق کے خلاف بھی ہے اور اجلہ اکابر کے خلاف بھی ہے اور زمانہ حال کے نامناسب بھی ہے۔ (ندائے حق طبع اول ص ۵۸)

اس لئے نیلوی صاحب نے ایک جھوٹی عبارت اپنی طرف سے بنا کر شیخ القرآن کے ذمہ لگا دی ہے تا کہ شیخ القرآن کے فرزند حضرت مولانا قاضی احسان الحق مدظلہ کو گمراہ کیا جا سکے اور اس جھوٹی عبارت کی مدد سے تفسیر جواہر القرآن کی عبارت و تحقیق کو تبدیل کیا جا سکے۔ جیسا کہ سجاد بخاری صاحب اس کے مریض ہیں۔ چنانچہ سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں: "ایک ضروری توضیح" بعض حضرات نے لکھا ہے کہ مسئلہ سماع موتیٰ دور صحابہ سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے۔ لیکن احقر راقم کو تفسیر جواہر القرآن (سورۂ روم) اور پھر اقامۃ البرہان (ص ۶۷) میں خود یہی لکھنے کے باوجود ہمیشہ اس میں تامل رہا ہے۔ زمانہ صحابہ میں اس مسئلہ میں اختلاف رونما ہوا۔ اسی وقت ہی اس پر دور صحابہ میں بھی اختلافی ہونے کا حکم لگا یا گیا۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن نومبر ۱۹۸۱ء ص ۲۷)

پھر سجاد صاحب (ص ۲۸) میں لکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قلیب بدر والی حدیث کی توجیہ فرمائی اور اس سے سماع موتیٰ ثابت کرنے کا راستہ بند کر دیا۔ اگر یہ مسئلہ اس دور میں اختلافی صورت اختیار کر چکا تھا تو قائلین سماع نے حضرت عائشہ کی توجیہ و تاویل کا کیوں جواب نہ دیا۔ بعد والوں نے تو اتنے ڈھیر سارے جواب سوچ لئے مگر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کا کوئی جواب نہ سوجھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سکوت ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے

یہاں اس مسئلہ میں اختلاف موجود نہیں تھا۔ ''ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم احقر الوریٰ سجاد بخاری'' (۱۸/ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ)

قارئین کرام! مماتی حضرات کی کتابوں کی صرف عبارتیں ہی نہیں بدلتیں بلکہ ان بے چاروں کے عقائد بھی بدلتے رہتے ہیں۔ جیسے کہ اس کا آگے بیان آرہا ہے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

ابھی کیا ہے ابھی تو ابتداء ہے دیکھتے جاو ہمارے حال پر یاروں کے احسان اور بھی ہوں گے

نیلوی صاحب کا شیخ القرآن پر ایک اور بہتان

نیلوی صاحب نقل کرتے ہیں اور امام مسلم نے خطبہ میں لکھا ہے کہ جن احادیث کو میں نہیں لایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے رواۃ پختہ نہیں تھے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۴۴)

نیلوی صاحب نے یہ بھی شیخ القرآن پر جھوٹ و بہتان باندھا ہے۔ یہ عبارت بھی شیخ القرآن کی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ شیخ القرآن نہ تو مقدمہ مسلم سے ناواقف تھے اور نہ صحیح مسلم سے ناواقف۔ وہ ایسی جھوٹی بات کیسے کرسکتے ہیں؟ یہ محض نیلوی صاحب کی کارروائی ہے اور شیخ القرآن کی طرف منسوب کردی گئی ہے۔ (صحیح مسلم ج۱ ص ۱۷۴) میں ہے کہ امام مسلم کے شاگرد ابوبکر بن اخت ابی النضر نے امام مسلم سے پوچھا۔ ''فحدیث ابی ھریرہ قال ھو صحیح یعنی واذا قرا فانصتوا فقال ھو عندی صحیح فقال لم لم تضعہ ھاھنا قال لیس کل شی عندی صحیح وضعتہ ھاھنا انما وضعت ھاھنا... ما اجمعوا علیہ'' پس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے جس میں آتا ہے کہ جب امام قراۃ کرے تو تم خاموش ہوجاؤ۔ امام مسلم نے جواباً فرمایا۔ ہاں! میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ شاگرد نے پھر عرض کیا کہ آپ نے صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو روایت کیوں نہ کیا۔ امام مسلم نے فرمایا کہ میرے نزدیک جو حدیثیں صحیح ہیں وہ سب میں نے صحیح مسلم میں درج نہیں کیں۔ میں نے صرف وہ حدیثیں روایت کی ہیں جن کی صحت پر محدثین کرام کا اجماع ہوچکا ہے۔

قارئین کرام! امام مسلم کی اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ امام مسلم نے بہت سی صحیح حدیثیں صحیح مسلم میں ذکر نہیں فرمائیں۔

نیلوی صاحب کا شیخ القرآن کی طرف منسوب کرکے یہ کہنا کہ جن احادیث کو میں نہیں لایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے رواۃ پختہ نہیں تھے۔ کتنا بڑا دجل اور فریب ہے۔ مقدمہ مسلم ص ۵ میں امام مسلم نے جو کچھ بیان فرمایا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کذاب وضاع اور ضعیف قسم کے راویوں کی روایتیں میں نے صحیح مسلم میں روایت نہیں کیں۔ اس عبارت اور نیلوی صاحب کی منسوب کردہ عبارت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

ببیں تفاوت راہ است از کجا تا بکجا

بہرحال نیلوی صاحب جو سازش ومنصوبہ تیار کریں اس کا ہمیں علم ہوجاتا ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش من انداز قدت رامے شناسم

قارئین کرام! اصل مسئلہ چل رہا تھا کہ حضرت ابن عمر کی حدیث سماع موتی والی کا جواب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی خاموش رہے اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی خاموش رہے۔ یہ مماتی حضرات کا جھوٹا دعویٰ ہے۔ اب ان

حضرات کو اس کی دلیل دینی پڑے گی کہ مجمع صحابہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا تو سب صحابہ خاموش رہے۔ نیلوی صاحب نے یہ جھوٹا دعویٰ کئی مقامات پر کیا ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۶۲، ۱۶۴، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۷، ۲۱۶، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۸)

مگر نیلوی صاحب نے ایک عجیب بات لکھ دی ہے جس سے اس دعویٰ کی ساری جھوٹی عمارت ہی گر جاتی ہے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ نیلوی پوچھتا ہے کہ یہ بات کس طرح درست ہو سکتی ہے۔ اگر ام المومنین کو حدیث کی نص نہیں پہنچی تو آیات قرآنی کس غرض کے لئے پڑھ رہی ہیں اور صحیح بخاری کی اس عبارت کے کیا معنی ہوں گے۔ ذکر عند عائشہ ان ابن عمر رفع الی النبی ﷺ ہم تو اس کے معنی یہی سمجھتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے آگے کسی نے ذکر کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے مرفوعاً روایت بیان فرمائی ہے۔

اب اس سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت ام المومنین کے پاس یہ حدیث کسی واسطہ سے ملی ہے اور وہ واسطہ صحابی ہوگا یا تابعی اگر صحابی تھا تو الصحابۃ کلہم عدول کے قاعدہ کے مطابق ان کو صحیح سند کے ساتھ حدیث پہنچی ہے جن کی صحت میں کچھ شک نہیں ہو سکتا اور اگر تابعی کے ذریعے پہنچی۔ تب بھی وہ ثقہ اور معتمد علیہ تھا جس پر اعتماد کر کے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جیسی ہستی کی طرف وہل کی نسبت فرما رہے ہیں۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۰۳، ندائے حق جلد ثانی ص ۱۸۱ تا ۱۸۲)

قارئین کرام! نیلوی صاحب کے اس بیان سے ثابت ہوا کہ نہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مجمع و جم غفیر جمع تھا اور نہ ابن عمر موجود تھے اور نہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صحابہ کے مجمع میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی تردید کی ہے۔ مگر جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے واعظین خانہ خدا (مسجد) میں اور کلام اللہ (قرآن مجید) کے سامنے یہ جھوٹ بار بار دہراتے رہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تردید کی تو ابن عمر رضی اللہ عنہ سمیت سب صحابہ خاموش رہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) ان لوگوں کو نہ تو خوف خدا ہے نہ فکر آخرت ہے ؎

افسانوں کو دیتے ہیں حقیقت کے مراتب | اور جو ہے حقیقت اسے کہتے ہیں فسانہ
چڑھتے ہوئے سورج کے پجاری ہیں یہ ظالم | باپ ان کا زمانہ ہے یہ ہیں ابن زمانہ

سوال: نیلوی صاحب نے ایک مقام پر ایسی عبارت لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مجمع تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سماع موتی کی تردید کی ہے۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اب ہدایہ کی شروح اٹھا کر دیکھیں عنایہ و کفایہ، عنایہ شرح ہدایہ اور کفایہ شرح ہدایہ میں ہے۔ "لما بلغ ھذا الحدیث عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کذبتم علی رسول اللہ ﷺ قال اللہ تعالیٰ انک لا تسمع الموتی و ما انت بمسمع من فی القبور" یعنی جب ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو بدر کے مردوں سے آنحضرت ﷺ کے ہم کلام ہونے کی حدیث پہنچی تو صاف فرمایا کہ لوگو! تم رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتے اور آپ پر اتہام لگاتے ہو۔

(ندائے حق جلد ثانی ص ۱۵۹، شفاء الصدور طبع اول ص ۴۵)

جواب: نیلوی صاحب نے یہ جھوٹی روایت نقل کی ہے۔ روافض کو خوش کرنے کے لئے تاکہ روافض یہ کہہ سکیں کہ حضرات صحابہ کرام (معاذ اللہ) جھوٹے تھے۔ خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کو جھوٹا کہہ رہی ہے۔

نیلوی صاحب نے جان بوجھ کر ایسی جھوٹی و من گھڑت روایت نقل کر دی ہے تاکہ روافض کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حملہ کرنے کی مزید جرأت پیدا ہو جائے۔ ورنہ نیلوی صاحب خود لکھتے ہیں۔ ذیل کی کتب میں احادیث موضوعہ کی بھرمار ہے۔ (الی ان قال) احادیث صاحب نہایہ و سائر شراح ہدایہ (رق منشور ص ۱۰۸) نیلوی صاحب جو جی میں آئے کہتے جاؤ۔

بے حیاء باش وہرچہ خواہی کن

پھر کفایہ شرح ہدایہ کے مصنف کے بارے کہ کون ہے۔اس میں اختلاف ہے۔ (ندائے حق ج ۱ اول ص ۴۸۰)

پھر نیلوی صاحب نے یہ بھی جھوٹ بولا ہے

کہ عنایہ شرح ہدایہ میں یہ روایت ہے۔حالانکہ یہ جھوٹی دمن گھڑت روایت عنایہ کے حاشیہ میں ہے نہ کہ عنایہ میں دیکھئے۔ (حاشیہ عنایہ مع فتح القدیر ج ۴ ص ۱۰۱)

دید لیلیٰ کے لئے دیدۂ مجنوں ہے ضرور میری آنکھوں سے کوئی دیکھے تماشا تیرا

سوال: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔محترم مولانا صاحب نے (سماع الموتی ص ۲۹۴) میں لکھا ہے۔وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بدستور زور وشور کے ساتھ سماع موتی کی حدیثیں بیان کرتے رہے۔کیا آپ اس کا تاریخی ثبوت دے سکتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کس سنہ میں پہنچی،جس کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بدستور قرآنی استدلال سن کر بھی حدیثیں بیان کرتے رہے۔(الی ان قال) اس کے برعکس (فتح الباری ج ۳ ص ۲۸) میں ہے۔"اقول... ماقال ابن عمر رضی اللہ عنہ شیئاً قال الطیبی وغیرہ ظہرت لابن عمر الحجة فسکت مذعنا" یعنی ام المومنین کا قرآنی استدلال سن کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کچھ بات نہیں کہی۔طیبی وغیرہ شرح حدیث نے فرمایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے قطعی دلیل ظاہر اور واضح ہوگئی تھی۔اس لئے۔سچے دل سے تصدیق کر کے اور یقین کر کے خاموش ہو گئے۔مگر میرے محترم نے اسے گپ سمجھ رکھا ہے۔مخدوما اگر یہ گپ ہے تو یہ گپ سب سے پہلے حافظ ابن حجر نے ماری ہے۔والعیاذ باللہ! (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۸۷)

جواب: قارئین کرام! جب راقم الحروف نے نیلوی صاحب کی یہ عبارت پڑھی تو ششدر رہ گیا۔فتح الباری جلد سوم کھولی تو اس کے ج ۳ ص ۲۰۴ طبع مصر البابی الحلبی کے اندر اس عبارت کا بغور مطالعہ کیا تو نیلوی صاحب کے متعدد جھوٹ اور دھوکہ بازیوں پر مطلع ہوا۔ملاحظہ کریں۔

جھوٹ نمبر ۱: لفظ اقول کے بجائے وہاں قولہ لکھا ہوا ہے۔

جھوٹ نمبر ۲: سب سے پہلے یہ گپ ابن حجر نے ماری ہے۔یہ بھی جھوٹ ہے بلکہ ابن حجر نے یہ حوالہ طیبی کا دیا ہے جس کی وفات ۷۴۳ھ میں ہوئی ہے۔

جھوٹ نمبر ۳: نیلوی صاحب نے اس کو سماع موتی کے جواب میں درج کر دیا ہے۔یہ بھی خالص جھوٹ ہے۔کیونکہ یہ بحث بکاء علی المیت کی وجہ سے جو عذاب ہوتا ہے۔اس کے بارے میں ہے۔نہ سماع وعدم سماع کے بارے میں۔(صحیح بخاری ص ۱۷۱، ۱۷۲) میں اصل حدیث موجود ہے۔ملاحظہ کریں۔

جھوٹ نمبر ۴: یہ واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے دور کا ہے۔یہ بھی نیلوی صاحب نے دھوکہ دیا ہے اور جھوٹ بولا ہے بلکہ یہ واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کا ہے۔چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ والقصه كانت بعد موت عائشه لقوله فيها فجاء ابن عباس يقوده قائد" (فتح الباری ج ۳ ص ۲۰۲) یہ قصہ (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وابن عباس رضی اللہ عنہ کے درمیان مکالمہ کا) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کا ہے۔کیونکہ اس روایت میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو قائد کھینچ کر لا رہا تھا۔ (کما فی صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۲)

(کیونکہ ابن عباس آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے)

جھوٹ نمبر ۵: کہ ابن حجر نے گپ ماری ہے۔ یہ بھی نیلوی صاحب کا جھوٹ ہے۔ ابن حجر نے طیبی کا حوالہ نقل کر کے خاموش بھی نہیں ہوئے بلکہ خوب تردید کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: "ان ابن عمر کان حدث بہ مرارا وسیاتی فی الحدیث الذی بعدہ انہ حدث بذالک ایضاً لمامات رافع بن خدیج" (فتح الباری ج ۳ ص ۴۰۲)

کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اس حدیث کو کہ میت پر رونے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ بار بار بیان کرتے تھے اور عنقریب اس حدیث کا ذکر بعد والی حدیث میں بھی آرہا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث حضرت رافع بن خدیج کی موت کے وقت بھی ذکر فرمائی تھی۔

قارئین کرام! رافع بن خدیج ۷۳ھ یا ۷۴ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ (تقریب لابن حجر ص ۹۹)

اور قریباً ابن عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا سن بھی یہی ہے۔ (تقریب ص ۱۸۲)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (۵۷ھ) میں وفات پا چکی تھی۔ (تقریب ص ۴۷۰)

معلوم ہوا کہ ابن حجر نے نہ تو سب سے پہلے گپ ماری ہے اور نہ بعد میں گپ ماری ہے۔ بلکہ اس گپ کی تردید فرمائی ہے۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ نیلوی صاحب ابن حجر کی بات کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔

ہم دعا لکھتے رہے وہ دغا پڑھتے رہے ایک نقطہ نے ہمیں محرم سے مجرم کر دیا

جھوٹ نمبر ٦: پھر نیلوی صاحب نے جس روایت کو صحیح سمجھ کر اس سے استدلال کیا ہے اور اس سے راہنمائی حاصل کی ہے۔ اس کی سند میں ابن جریج ہے جس کے بارے میں نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۳۶ طبع لکھنؤ) میں "قد تزوج نحواً من تسعین امراۃ نکاح المتعۃ وکان یری الرخصۃ فی ذلک" یہ حضرت عورتوں سے متعہ کرنا جائز سمجھتے تھے اور بذات خود نوے عورتوں سے متعہ کر چکے تھے۔ پس ایسے متعہ باز راویوں کی حدیث سے استدلال کیسے درست ہو سکتا ہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۶۹)

قارئین کرام! پس نیلوی صاحب کا اس روایت کو صحیح سمجھنا اور ہمارے سامنے حجت بنانا دھوکہ اور خالص جھوٹ ہے۔ اگر ہماری طرف سے شواہد میں بھی ایسی روایت پیش ہو جائے تو نیلوی صاحب کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور عجیب قسم کا حاشیہ چڑھا دیتے ہیں ؎

اگرچہ ہو چکے ہیں تم سے پہلے فتنہ گر لاکھوں نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ستم کیشی کو

نیز ابن جریج کی روایت ابن ابی ملیکہ سے ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۱)

اور نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ یعنی ابن جریج جو ابن ابی ملیکہ و عکرمہ سے روایت کرتا ہے۔ اس میں اپنے استاذ کا نام نہیں لیتا۔ لہٰذا اس کی روایت ابن ابی ملیکہ و عکرمہ سے منقطع ہوتی ہے۔ صحیح نہیں ہوتی۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۳۶) میں ہے۔ "قال عبداللہ بن احمد بن حنبل قال ابی بعض ھذہ الاحادیث التی کان یرسلھا ابن جریج احادیث موضوعۃ کان ابن جریج لا یبالی من این یاخذھا" یعنی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو حدیثیں ابن جریج لفظ عن سے روایت کرے۔ وہ جھوٹی اور موضوع ہوتی ہیں اور ابن جریج لاابالی شخص تھا۔ اسے یہ تمیز نہ تھی کہ وہ کہاں سے حدیث لیتا ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۶۹)

نیز ابن جریج نے اس روایت میں او کا لفظ داخل کر دیا ہے جو تشکیک کے لئے آتا ہے۔ "والی لجالس بینهما او قال جلست الی احدهما" (بخاری ج۱ ص۱۷۱)

ابن حجر فرماتے ہیں: "هذا شک من ابن جریج" (فتح الباری ج۳ ص۴۰۱)

قارئین کرام! نیلوی صاحب کے کس کس جھوٹ پر ہم آپ کو مطلع کریں۔ نیلوی صاحب کی کتابیں کذب بیانی، دھوکہ سے بھری ہوئی ہیں۔ میزان الاعتدال کے حوالہ سے نیلوی نے جو امام احمد بن حنبل نے ابن جریج کے بارمیں جرح نقل کر کے ترجمہ کیا ہے۔ اس ترجمہ میں بھی جھوٹ بولا ہے۔ عربی عبارت میں بعض ہذہ الاحادیث کا لفظ ہے۔ ترجمہ میں جو حدیثیں ابن جریج بطور ضابطہ کلیہ کے بیان کر دیا ہے۔

قارئین کرام! اب تک نیلوی صاحب کے بہت سے جھوٹ ذکر ہو چکے ہیں اور بقایا جھوٹ، قہر حق بر صاحب ندائے حق حصہ دوم میں ان شاء اللہ تعالیٰ ذکر کر دیے جائیں گے۔

خدا جب عقل لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

تنبیہ: نیلوی صاحب نے جو بعض ہذہ الاحادیث کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ جو حدیثیں ابن جریج لفظ عن سے روایت کرے، وہ جھوٹی اور موضوع ہوتی ہیں۔ یہ نیلوی صاحب کی خالص کذب بیانی ہے۔ حالانکہ بعض ہذہ الاحادیث سے امام احمد بن حنبل کی مراد یہ ہے کہ اخبرت وحدثت عن فلاں کے صیغہ سے جو ابن جریج روایت کرے، ان میں سے بعض حدیثیں موضوع (من گھڑت ہوتی ہیں) چنانچہ ناصر الدین البانی غیر مقلد نے (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ ج۱ ص۱۹۱) میں میزان الاعتدال کے حوالہ سے یہی بات نقل کی ہے۔

باب التحریفات

نیلوی صاحب کا قرآنی آیات میں ہیر پھیر کرنا

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ میں بفضل اللہ تعالیٰ قرآن پاک کا حافظ ہوں۔

(ندائے حق جز ثانی از جلد اوّل ص ۲۳۷)

قارئین کرام کی خدمت میں جناب نیلوی حافظ صاحب کی تحریفات کی وہ فہرست لکھی جاتی ہے جو جناب حافظ صاحب نے قرآن مجید کی آیات کے سلسلہ میں کی ہیں۔

تحریف نمبر ۱: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: "والذین تدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون" (ندائے حق جلد ثانی ص۱۱۰) حالانکہ (سورۃ النحل: ۲۰) دیکھئے۔ وہاں آیت یوں لکھی ہے: "والذی یدعون من دون اللہ"

تحریف نمبر ۲: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ دلیل نمبر ۶: "ومن اضل ممن یدعو من دون اللہ من دون اللہ" (ندائے حق ج۲ ص۱۸) قارئین کرام پارہ نمبر ۲۶ کی ابتداء میں دیکھیں۔ وہاں "من دون اللہ" ایک مرتبہ ہے تکرار کے ساتھ نہیں ہے۔

تحریف نمبر ۳: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ارشاد رب تعالیٰ ہے۔ "ام یحسبون ان لا نسمع سرھم ونجوٰھم (الآیۃ)" (ندائے ج۲ ص ۳۸۴)

ناظرین کرام! سورۂ الزخرف آیت: ۸۰ کھول کر دیکھ لیں۔ وہاں "انا لا نسمع سرھم" ہے۔ صرف ان نہیں جیسا کہ حضرت حافظ صاحب نے تحریف کرتے ہوئے آیت کو پیش کیا ہے۔

تحریف نمبر ۴: حافظ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ سورۂ حدید (پارہ نمبر ۲۷) کے شروع میں بطور دعویٰ و دلائل عقلیہ کے خدائے تعالیٰ کی مخصوص صفات کا ذکر ہے۔ مثلاً "وسبح للہ مافی السموات والارض" (ندائے حق جز ثانی ص ۷)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے سبح کے ساتھ واو کا اضافہ اپنی طرف سے قرآن مجید کی اس آیت میں کر دیا ہے۔ صحیح یوں ہے۔ (سبح للہ)

تحریف نمبر ۵: حافظ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ایسے قرآن پاک سورۂ اعراف صالح و شعیب علیٰ نبینا وعلیہم کے واقعہ میں ہے کہ ان دونوں پیغمبروں نے اپنی قوم کی تباہی کے بعد قوم ہلاک شدہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "قال یاقوم لقد بلغتکم رسالۃ ربی ونصحت لکم ولکن لا تحبون الصالحین" (ندائے حق ج ۲ ص ۱۳۹)

قارئین کرام! سورہ اعراف کھول کر دیکھیں۔ وہاں الصالحین کی بجائے الناصحین ہے۔ نیز حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعہ کے یہ الفاظ ہیں۔ "وقال یقوم لقد ابلغتکم رسلت ربی ونصحت لکم فکیف اٰسیٰ علیٰ قوم کفرین (الاعراف)"

قارئین کرام! آپ اندازہ کریں کہ حضرت صالح علیہ السلام و حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعہ میں الفاظ کا کتنا اختلاف ہے۔ مگر نیلوی صاحب ان کو متحد سمجھ کر قرآن مجید پر افتراء کرتے ہیں۔ فلہٰذا نیلوی صاحب سے سچ بات کی توقع فضول ہے۔

تحریف نمبر ۶: نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا"

(ندائے حق جز اول ص ۳۶۰)

حالانکہ قرآن مجید میں اس مقام پر اموات کے الفاظ ہیں۔

تحریف نمبر ۷: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ آیت: "لا تنکحوا ازواجہ من بعدہ" (ندائے حق جز اول ص ۳۳۹، ۳۶۲، ۵۹۴، عقائد علمائے دیوبند (نوراللہ مراقدہم) اور مسئلہ حیات الانبیاء (علیہم السلام) گلستان پریس سرگودھا ص ۷، از نیلوی صاحب)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے ان چار مقامات میں قرآن مجید کی آیت غلط لکھی ہے اور اس میں تحریف کر دی ہے۔ صحیح آیت یوں ہے۔ "ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا" نیلوی صاحب نے ان کے لفظ کو قرآن مجید کی آیت سے کاٹ دیا ہے۔ نیلوی صاحب نے جب قرآن مجید کو معاف نہیں کیا تو دوسری کتابوں میں تحریف و خیانت سے کیسے باز آ سکتے ہیں۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں کس درجہ ہوئے فقیہان حرم بے توفیق

نیلوی صاحب کی خیانتیں

باب الخیانات

حضرت نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ منصف اور عقل سلیم والے تو نہ خائن کی شہادت قبول کرتے ہیں اور نہ خود غرض مطلبی آدمی کی۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۲۷۹) نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ عہد حاضر کے علماء میں دیکھا ہے کہ دین حق میں ملاوٹ کرنے میں بڑے ماہر ہیں۔ (ندائے حق جز اول ص ۲۰۴) نیلوی صاحب گستاخی

معاف ہمیں تو اس کا مصداق جناب کی ذات نظر آئی ؎

شیشہ بغل میں پنہاں ہے لب پہ دعویٰ ہے پارسائی کا

خیانت نمبر۱: مولانا سجاد بخاری صاحب نے (اقامۃ البرہان ص۸۹، ۲۱۳) میں حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ نقل کیا ہے۔ "انبیاء علیہم السلام کے سواء اور کسی ولی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں، درست نہیں۔" پھر سجاد بخاری صاحب نے اس فتویٰ کو ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر ۱۹۸۱ء میں اپنے مضمون ارشاد الاصاغر الی مسلک الاکابر فی سماع المقابر میں درج کیا۔ ۳۰ ردسمبر ۱۹۸۱ء کو مجلس شوریٰ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کل پاکستان کے فیصلہ کے مطابق اس مضمون کو الگ ایک رسالہ کی صورت میں شائع کرنے کا پروگرام طے ہوا جس کا نام عقائد علمائے دیوبند (نور اللہ مرقدہم) اور مسئلہ سماع الموتیٰ تجویز ہوا۔ نیلوی صاحب نے اس مضمون کے ساتھ اپنا مضمون (البیان الاوفی فی ردسماع الموتیٰ) ملحق کر کے گلستان پریس جناح مارکیٹ سرگودھا سے شائع کیا۔ اس رسالہ کے (ص۱۰) میں حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا مذکورہ بالا فتویٰ موجود ہے۔ لیکن نیلوی صاحب نے اس رسالہ کو جب دوبارہ شائع کیا تو حضرت مفتی صاحب کے اس فتویٰ کو کاٹ کر اس کی جگہ تعلیم الاسلام کی ایک عبارت لکھ دی۔ حالانکہ مضمون سجاد بخاری صاحب کا تھا۔ ان کو حق تھا۔ تبدیلی کرنے کا اور رجوع کرنے کا نیلوی صاحب کو کوئی حق نہیں تھا۔

سوال نمبر۱: نیلوی صاحب نے اس خیانت کا ارتکاب کیوں کیا۔

الجواب: چونکہ حضرت مفتی صاحب کی اس عبارت میں انبیاء علیہم السلام کا استثناء کیا گیا ہے۔ (یعنی انبیاء علیہم السلام سنتے ہیں اور حضرت مفتی صاحب نیلوی صاحب کے استاذ ہیں اور نیلوی صاحب ہمیشہ یہ جھوٹا دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو میرے استاذ مفتی اعظم ہند کا ہے۔ (ندائے حق ج۱ اول ص۸۰۳ ج ثانی ص۱۲۶)

اس لئے حضرت نیلوی صاحب نے اپنے جھوٹ پر پردہ ڈالنے کے لئے مجبوراً اس جرم وخیانت کا ارتکاب کیا ہے۔

سوال نمبر۲: ہوسکتا ہے دوبارہ جب رسالہ طبع ہوا تو کسی اور نے اس خیانت کا ارتکاب کیا ہو اور فرشتہ سیرت وصورت انسان حضرت نیلوی کو اس کا علم ہی نہ ہو۔

الجواب: ہرگز نہیں خود حضرت نیلوی صاحب نے (ندائے حق ج۲ ص۶۸ تا ۷۸) میں سجاد صاحب بخاری کا یہ مضمون درج کیا ہے اور (ص۶۹، ۷۴) میں سجاد بخاری کا ذکر موجود ہے۔ لیکن نیلوی صاحب نے (ص۷۳) میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کے مسلک کے نقل کرنے میں خیانت کا ارتکاب کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس خیانت کے موجد حضرت نیلوی ہیں اور بس ؎

گرچہ میں سب سے آخر ہوا لاؤں وہ جو اگلوں سے ممکن نہ تھا

سوال نمبر۳: نیلوی صاحب نے جو تعلیم الاسلام کی عبارت نقل کی ہے تو اس کا کیا جواب ہے۔

الجواب: اس عبارت کا سماع عند القبور سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اس عبارت میں یہ لکھا ہوا موجود ہے۔ "یعنی خدا کی صفت سمع یا بصر میں کسی دوسرے کو شریک کرنا مثلاً یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی ہماری تمام باتوں کو دور ونزدیک سے سن لیتے ہیں یا ہمیں اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں۔ سب شرک ہے۔" (تعلیم الاسلام ج۴ ص۲۱)

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ نزدیک ودور سے برابر سننا، بندہ کی یہ صفت نہیں ہوسکتی۔ بندہ صرف

نزدیک سے سنتا ہے۔ دور سے نہیں سن سکتا۔ کیونکہ بندہ عالم الغیب نہیں ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ ہر جگہ سے دیکھنا چاہے قریب ہو یا بعید۔ بندہ کی یہ صفت نہیں ہو سکتی۔ بندہ صرف قریب سے دیکھتا ہے۔ کیونکہ ہر جگہ حاضر ناظر نہیں ہے۔ نزدیک سے سننا و نزدیک سے دیکھنا یہ شرک نہیں۔ خود نیلوی صاحب کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ بندے نزدیک سے دیکھتے اور سنتے ہیں۔ اگر یہ شرک ہوتا تو نیلوی صاحب مشرک اعظم شمار کئے جاتے یا تو نیلوی صاحب بے چارہ کو اردو کے رسالہ تعلیم الاسلام کی اردو عبارت ہی سمجھ نہیں آئی۔ اس لئے اپنی جہالت کی بناء پر اس عبارت کو پیش کیا ہے یا دجل و فریب سے حق میں ملاوٹ کرنے کا ارتکاب کیا۔ جو شخص اردو عبارت (جو اپنے مطلب میں واضح ہے) سے دھوکہ دینے کی جرأت کرتا ہے۔ وہ قرآن مجید، حدیث شریف و دیگر عربی عبارات کے مطالب بیان کرنے میں کس طرح دیانت و امانت کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ

سوال نمبر ۴: حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ جو (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۰ باب العقائد) میں موجود ہے جس میں صراحۃً حضرت نبی اکرم ﷺ کے سماع عند القبر و حیات فی القبر کا ذکر کیا گیا ہے۔ نیلوی صاحب اس کا کیا جواب دیں گے۔

الجواب: اگر نیلوی صاحب کے اندر ذرہ بھر دیانت و امانت ہوتی تو وہ اپنے جھوٹ سے رجوع کر لیتے اور صاف اعلان کر دیتے۔ "الئن حصحص الحق" اب حق ظاہر ہو گیا ہے۔ حق کا بول بالا، جھوٹ کا منہ کالا، میں نے اپنے استاذ مفتی اعظم ہند پر بہتان باندھا تھا اور جھوٹ بولا تھا۔ میرا عقیدہ وہ نہیں جو میرے استاذ مفتی اعظم کا ہے۔ اب میں جھوٹ بولنے سے توبہ کرتا ہوں اور وہی عقیدہ اختیار کرتا ہوں جو میرے استاذ مفتی اعظم کا (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۰) میں درج ہے۔ مگر نیلوی صاحب سے حق قبول کرنے کی امید نہیں کی جا سکتی ؎

ہزاروں دعووں میں اگر ایک ہی وفا کرتے قسم خدا کی نہ ہم تم کو بے وفا کہتے

نوٹ: مولانا سجاد بخاری صاحب نے مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ ادھورا نقل کیا ہے۔ اس فتوے میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔ قبر پر جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور یہ کہنا کہ یا اللہ اس بزرگ کے طفیل سے میرا فلاں کام پورا کر دے، یہ مباح ہے۔ (مسالک العلماء طبع اول ص ۱۴۷)

اس لئے راقم الحروف، ماہنامہ تعلیم القرآن نومبر ۱۹۸۱ء و رسالہ عقائد علماء دیوبند (نور اللہ مراقدہم) اور سماع موتی طبع اوّل اور طبع دوم محرف شدہ اور مسالک العلماء کے صفحات کا عکس قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی ادنیٰ کوشش کر دی ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

امید یکہ قارئین کرام ان صفحات کے ملاحظہ کرنے سے نیلوی صاحب کی دیانت اور امانت، سے بخوبی واقف ہو جائیں گے اور اس جھوٹے فتوے کی حقیقت بھی ان پر ظاہر ہو جائے گی جو نیلوی صاحب نے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے متعلق منسوب کر رکھا ہے کہ اس شخص کا یہ اعتقاد (کہ مردہ دفن کیا ہوا انہیں آنکھوں اور انہیں کانوں کے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہے) صحیح نہیں اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ! اس جھوٹے فتوے کی مفصل تردید اپنے مقام میں ملاحظہ کریں ؎

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ دیتے ہیں یہ دھوکہ بازی گر کھلا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لہٗ دعوۃ الحق

عقائد علمائے دیوبند

نور اللہ مراقدہم

اور

مسئلہ سماعِ موتیٰ

أولئك آبائي فجئني بمثلهم
إذا جمعتنا يا جرير المجامع

جمعیت اشاعت التوحید والسنت پاکستان

حافظ الحدیث حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا مسلک

آپ فرماتے ہیں کہ ضابطہ تو یہی ہے کہ مُردے نہیں سنتے اور وہ مواقع اس ضابطہ عدم سماع سے مستثنیٰ ہیں۔ جن میں نصوص سے مُردوں کا سننا ثابت ہے۔

۱۔ اِنَّ الضَّابِطَةَ اِنَّمَا هُوَ عَدَمُ السَّمَاعِ لٰكِنَّ الْمُسْتَثْنَيَاتِ فِيْ هٰذَا الْبَابِ كَثِيْرَةٌ

(فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۰۹)

ترجمہ: بیشک ضابطہ تو یہی ہے کہ مُردے نہیں سنتے۔ لیکن مستثنیات اس باب میں بہت ہیں۔

۲۔ فقیہ الامت مولانا مفتی کفایت اللہؒ کا مسلک

حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

۱۔ انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی آدمی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں درست نہیں

لیکن انبیاء علیہم السلام کا سننا ثابت ہے　　　(محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی)

حضرت مفتی صاحب کے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا یہ فتویٰ احقر کے پاس موجود ہے۔

حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

۲۔ حنفیہ تو تلقین کے قائل نہیں کیونکہ ان کے نزدیک سماع موتیٰ ثابت نہیں۔ جو لوگ سماع کے قائل ہیں ان کے نزدیک تلقین مفید ہے۔ اور اگر کوئی کرے تو اسے روکنا بھی نہیں چاہئے۔ معتزلہ کے نزدیک چونکہ مُردوں کا زندہ ہونا ہی صحیح نہیں ہے اس لئے وہ بھی تلقین کے قائل نہیں۔ حنفیہ باوجود عدم سماع اموات کے قائل ہونے کے تلقین کے فائدے کے قائل ہیں۔ خواہ مُردہ سُنے یا نہ سُنے یعنی اسے ذکر کا فائدہ پہنچ سکتا ہے"

(محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دکفایۃ المفتی ج ۴ ص ۶۷)

مدرسہ امینیہ، دہلی کے نائب مفتی مولانا حبیب المرسلین صاحب نے ایک سوال کے جواب میں تلقین میت بعد الدفن کو اہل سنت کے نزدیک مشروع بلکہ مستحب لکھا تھا۔ یہ فتویٰ کفایت المفتی جلد چہارم کے صفحہ ۶۴، ۶۵ پر موجود ہے۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کے مفتی مولانا عبد الکریم صاحب گمتھلویؒ نے مفتی کفایت اللہؒ کی خدمت میں

مسئلہ
معروف شدہ

۵۔ حافظ الحدیث حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا مسلک

آپ فرماتے ہیں کہ ضابطہ تو یہی ہے کہ مردے نہیں سنتے اور وہ مواقع اس ضابطہ عدم سماع سے مستثنیٰ ہیں جن میں نصوص سے مردوں کا سننا ثابت ہے۔

۔ اِنَّ الضَّابِطَةَ اِنَّمَا هُوَ عَدَمُ السِّمَاعِ لٰكِنَّ الْمُسْتَثْنَيَاتِ فِىْ هٰذَا الْبَابِ كَثِيْرَةٌ

(فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۲۹)

ترجمہ: بیشک ضابطہ تو یہی ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ لیکن مستثنیات اس باب میں بہت ہیں۔

۶۔ فقیہ الامت مولانا مفتی کفایت اللہؒ کا مسلک

۱۔ شرک فی السمع والبصر: یعنی خدا تعالیٰ کی صفت سمع یا بصر میں کسی دوسرے کو شریک کرنا مثلاً یہ عقیدہ رکھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی ہماری تمام باتوں کو دور و نزدیک سے سن لیتے ہیں۔ یا ہمارے اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں۔ سب شرک ہے۔ (تعلیم الاسلام حصہ ۴ ص ۲۱)

حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

۲۔ حنفیہ تو تلقین کے قائل نہیں کیونکہ ان کے نزدیک سماع موتی ثابت نہیں۔ جو لوگ سماع کے قائل ہیں ان کے نزدیک تلقین مفید ہے۔ اور اگر کوئی کرے تو اسے روکنا بھی نہیں چاہیے۔ معتزلہ کے نزدیک چونکہ مردہ کا زندہ ہونا ہی صحیح نہیں ہے اس لئے وہ بھی تلقین کے قائل نہیں۔ حنفیہ باوجود عدم سماع اموات کے قائل ہونے کے تلقین کے فائدے کے قائل ہیں۔ خواہ مردہ سنے یا نہ سنے یعنی اسے ذکر کا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی ج ۴ ص ۱۰۷)

مدرسہ امینیہ، دہلی کے نائب مفتی مولانا حبیب المرسلین صاحب نے ایک سوال کے جواب میں تلقین میت بعد الدفن کو اہل سنت کے نزدیک مشروع بلکہ مستحب لکھا تھا جو کفایت المفتی جلد چہارم کے صفحہ ۶۴، ۶۵ پر موجود ہے۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کے مفتی مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلوی نے مفتی کفایت اللہؒ کی خدمت میں

۱۰۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی

جلد: ۱۹
عدد: ۱۱

محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق نومبر ۱۹۸۱ء

مدیر خط وکتابت:
سید ابو احمد سجاد بخاری ——— محلہ سراج گنج حافظ آباد (گوجرانوالہ)

زر سالانہ: ۱۵ روپے — — — — — — فی شمارہ: ۱/۵۰ روپے

ملک محمد آزاد پبلشر نے سرفراز ناصر پریس راولپنڈی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی سے شائع کیا

۱۰۶

تعلیم القرآن راولپنڈی — دسمبر ۱۹۶۸ء

قریب ہوتا ۔ (بلغۃ الحیران ص ۲۵۶)

دوسری جگہ فرماتے ہیں :

۲۔ فالقول الثابت ان اجزاء البدن من المیت لا سماع لها ولا شعور ولا فرح ولا سرور فی البرزخ (تجریدات حدیث ص ۲۱۰)

(ترجمہ) پختہ بات یہ ہے کہ بدن میت کے اجزاء میں سننے کی صلاحیت نہیں اور نہ برزخ میں ان کو شعور اور فرح اور سرور حاصل ہے ۔

۵۔ حافظ الحدیث حضرۃ علامہ محمد انور شاہ کشمیری کا مسلک :

آپ فرماتے ہیں کہ ضابطہ تو یہی ہے کہ مردے نہیں سنتے اور وہ مواقع اس ضابطہ عدم سماع سے مستثنیٰ ہیں جن میں نصوص سے مردوں کا سننا ثابت ہے

۱۔ ان الضابطۃ انما هو عدم السماع لکن المستثنیات فی هذا الباب کثیرۃ (فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۷۹)

(ترجمہ) بیشک ضابطہ تو یہی ہے کہ مردے نہیں سنتے لیکن اس باب میں مستثنیات بہت ہیں ۔

۶۔ فقیہ الاُمّت مولانا مفتی کفایت اللہؒ کا مسلک :

حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں :

۱۔ "انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی آدمی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں ، درست نہیں :"

(محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی)

حضرت مفتی صاحب کے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا یہ فتویٰ احقر کے پاس موجود ہے ۔ حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں :

۱۰۷

بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔

جمیع العلم فی القرآن لکن
تقاصر عنہ افہام الرجال۔

المسمّٰی بہ

مسالک العلماء

فی

حیاۃ الانبیاء

(مصنفہ و مؤلفہ)

حضرت محقق العلماء شیخ التفسیر شمس الدین صاحب مدظلہ العالی

ناشر

قاری بشیر احمد و مولوی عبدالمجید کوثر

(ملنے کا پتہ)

مکتبہ ربانی نئی آبادی شاہدرہ متصل ریلوے اسٹیشن شاہدرہ لاہور

(قیمت ۲ روپے)

۱۰۸

۲۰

سے زیادہ اعلم ہے۔ حضرت سیدنا الحکیم مولانا تھانوی مرحوم کو سلطان کونین کے بعد جو حیات حاصل ہوئی ہے وہ اس حیات سے بدرجہا افضل و اکمل و اقوی و ادوم ہے۔ اسی لئے تم صلعم کو ایسے جوہر لطیف کی ایک قسم کی ولادت ہے جو اس ولادت ناسوتیہ (فزیو عنصریہ) سے بہتر ہے۔ المورد الفرشی ص۱۴۲

حضرت تھانوی مرحوم کی عبارات اظہر من الشمس ہیں کسی تبصرہ کی محتاج نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب حضرات بریلی اکابرین دیوبند کی تصریحات دیکھتا ہے اور ان کے برعکس اپنے معاصرین کی ہٹ دھرمی اور مزید برآں یہ دیکھتا ہے کہ مبتدعہ اور روافض کا قول اختیار کیا اور اس کو اکابر دیوبند کی طرف منسوب ہی نہیں کیا بلکہ شب و روز اس تگ و دو میں لگے ہوئے ہیں کہ عوام کے ذہنوں میں یہ نقش کریں کہ یہ دیوبندی مسلک ہے (مبتدعہ اور روافض والا) جو ہم نے اختیار کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ارواح طیبہ بعد از موت ان کے ابدان مبارکہ میں دوبارہ داخل ہو چکے ہیں اور یوم الحشر والا احیاء پہلے سے ہو چکا ہے صرف خروج من القبر قیامت تک موخر ہے۔ تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہو اور سب کچھ ختم ہو جائے واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ۔ حضرت دیوبندی علماء موافقہ کی آخری تحقیقات و تدقیقات اور تحریرات کو یہ لوگ زیر زمین بالکل دفن کر رہے ہیں۔ اعاذنا اللہ من شر التعصب و العناد ۔

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مرحوم کا مسلک

ایک شخص حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم سے استفسار کرتا ہے جس کی عبارت حسب ذیل ہے

بخدمت جناب مولانا مولوی صاحب سلام مسنون گذارش ہے تحریر فرمائیں مردہ دلی ہو یا کوئی سب بلا نہیں۔ بہت کو تعریف سمجھنا شرک یا گناہ کبیرہ ہے بہت سے حاجتیں طلب کرنا کیسی ہیں جو لوگ کہتے ہیں اے بزرگ میری تمہارے پاس اللہ تمہاری اللہ تعالیٰ کے یہاں اللہ یہ ہم لوگ کہتے ہیں جو اپنی بغیر وسیلے سے نہیں مل سکتا تو اللہ تعالیٰ بغیر وسیلے کہاں مل سکتا ہے یہ عقیدہ ٹھیک ہے دیکھنے سے کیا مراد ہے اگر کوئی آدمی قبر پر جاکر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بزرگ

کے طفیل میری فلاں حاجت پوری کردو کہنا جائز ہے یا نہیں قبر پر جاکر ایسے دعا کرسکتا ہے یا نہیں اور امام فرض نماز کے بعد دعا پکار کر کریں یا آہستہ پکار کر دعا کرنی بدعت ہے یا نہیں فاتحہ اور ولادت اور فتح وغیرہ میں جو کھانا ہے مومن سب کر سکتے ٹھیک ہے یا نہیں گیارہویں وغیرہ کیسی ہے کس طرح تقسیم کرنی چاہیے کوئی خاص دن مقرر ہے یا نہیں مرنے سے کوئی کھانا ملتوں اس کا ثبوت کہاں سے ملتا ہے لوگوں نے اپنی طرف سے بنائی ہے یا کوئی ثبوت اور کون اس کے مستحق ہیں قبروں پر چادر چڑھانا اور چڑھاوا وغیرہ چڑھانا اور اس کا کھانا کیسا ہے قبروں پر گنبد یا کوئی اور چیز تعمیر کرنا کیسا ہے قبروں پر سجدہ کرنا جمعرات کے دن ختم پڑھ کر مردے کو بخشنے یا ہر روز جمعرات کا دن مقرر کر لینا کیسا ہے مہربانی کرکے تحریر کرو تاکہ ایمان بچ جائے کہ پہلے

اس کے جواب میں حضرت والا تحریر فرماتے ہیں۔

الجواب

انبیاء علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں یعنی ان کو ایک برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے ان کی قبر مطہر کے قریب کھڑے ہو کر ان کو سلام عرض کرنا جائز ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی ولی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں درست نہیں کسی قبر پرست کو اس خیال سے پکارنا کہ یہ متصرف ہے جائز نہیں ان سے حاجتیں طلب کرنا شرک ہے۔ یہ سمجھنا کہ جیسے وزیر کے افسر بغیر وسیلے کے نہیں ملتے ایسے ہی خدا تعالیٰ بغیر وسیلے کے نہیں ملتا جہالت ہے۔ وہ حی قیوم ہر بندے کی حاجت سنتا اور دیکھتا ہے اور حاجت روائی کرتا ہے قبر پر جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور یہ کہنا کہ یا اللہ اس بزرگ کے طفیل سے میرا فلاں کام پورا کردے یہ مباح ہے۔

امام فرض کے بعد دعا آہستہ مانگے یا بلند سے مباح ہے بہتر یہ ہے کہ آہستہ دعا مانگے لیکن تکرار کرنا بدعت ہے۔ قبروں پر چراغ جلانا اور چادر چڑھانا حرام اور منع ہے۔ اگر قبرستان میں رات کے وقت جانے والوں کے لئے راستہ میں چراغ جلانا مباح

ہے۔ قبروں کو سجدہ کرنا حرام ہے۔ مردوں کو ثواب بخشنے کے لئے جمعرات کا دن مخصوص نہیں ہے جس دن چاہے بخش دے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔



یہ فتوے مولوی عبدالمجید صاحب ملک نوشہرو ملتان کے پاس موجود ہے ہم نے بھی اصل سے نقل کیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم کا دوسرا فتویٰ۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارہ میں کہ حنفی کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں بحیات دنیوی اس جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں کیا یہ صحیح ہے۔

الجواب

آنحضرت کو ایک قسم کی حیات برزخی حاصل ہے جس کی کیفیت خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن حیات دنیوی کہنا خلاف اہل سنت والجماعت ہے۔

اس فتوے کی نقل ہمیں مولوی محمد امیر صاحب بندیالوی سے ملی ہے اصل جن کے پاس ہیں اصل ان سے دریافت کر لیا جاوے۔

دوسرا طبقہ

اس طبقے میں ہم صرف المہند کا ذکر کرتے ہیں جس کا بہت کچھ چرچا ہمارے معاصر نے کیا ہے اور چونکہ ہم نے اپنی اس کتاب میں ادوار اور طبقات بلحاظ تقدم و تاخر زمانی علماء کرام کے نہیں بنائے بلکہ علماء ان کے عقائد و اعتقادات و نظریات اور ان کے مسئلہ حیات الانبیاء کی تعبیرات کے بنائے ہیں، اور پہلے طبقے میں ہم نے جن اکابر کی عبارات پیش کی ہیں ان میں حیات کے ساتھ دنیوی

خیانت نمبر ۲: نیلوی صاحب (ندائے حق ج ۲ ص ۸۰) میں عنوان قائم کرتے ہیں۔ امام الاولیاء حمید الدین ناگوری۔ پھر نیلوی صاحب غائبانہ پکار وغیرہ کے بارے میں حوالہ نقل کرتے ہیں جس کا سماع عند القبور سے کوئی تعلق نہیں اور عبارت میں حاضرۃ کا لفظ تھا۔ نیلوی صاحب نے خیانت کرتے ہوئے اس کو کاٹ دیا ہے۔ (جواہر التوحید ص ۲۷۲) میں اصل عبارت موجود ہے۔"ان ارواحھم حاضرۃ" (اور عبارت کا ترجمہ یوں ہے) اور ان مشرکین میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جو انبیاء اور اولیاء کو حاجات و مشکلات میں اس اعتقاد سے پکارتے ہیں کہ ان کی روحیں حاضر ہیں۔ پکار سن رہی ہیں اور ان کو حاجات کا علم ہے اور یہ بدترین شرک اور صریح جہالت ہے۔ (جواہر التوحید ص ۲۷۲) اس لئے راقم الحروف جواہر التوحید کے ٹائٹل اور اس صفحہ کا عکس آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ نیلوی صاحب کیسی کیسی خیانتیں کرتے ہیں ؎

شیخ کی صلوات پر ہرگز تو اے نادان نہ بھول　　خانہ قصاب میں بھی روز و شب تکبیر ہے

خیانت نمبر ۳: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (۳) قول ابن زاغونی و ابن جریر و طائفہ سوال صرف بدن سے ہوتا ہے۔ بلا اعادہ روح　　(شرح الصدور ص ۵۷، ندائے حق طبع اول ص ۱۶۰)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے اس عبارت کے نقل کرنے میں کئی خیانتوں کا ارتکاب کیا ہے۔ (۱) مثلاً ابن زاغونی بدعتی اور معتزلی ہے۔ (لسان المیزان ج ۴ ص ۲۴۲) نیلوی صاحب نے اس بات کو چھپا کر خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ (۲) اصل عبارت یوں تھی۔"قول طائفة منھم ابن الزاغونی وحکی عن ابن جریر" ابن زاغونی اس گروہ سے ہے اور ابن جریر سے حکایت کیا گیا ہے۔ حکی مجہول کا صیغہ ہے جو ضعف و تمریض پر دلالت کرتا ہے۔ مگر نیلوی صاحب نے ابن جریر کا مذہب بنا دیا ہے۔ (۳) پھر عبارت کے آخر میں تھا و ھو غلط یہ مذہب غلط ہے۔ نیلوی صاحب نے اس کو بھی ہضم کر لیا اور ڈکار تک نہ لیا۔　　(اصل حوالہ دیکھنے کے لئے تسکین الصدور طبع دوم ص ۱۳۲، ۱۳۳ ملاحظہ کریں)

لباس خضر میں یہاں سینکڑوں رہزن بھی پھرتے ہیں　　اگر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

خیانت نمبر ۴: (ندائے حق جز ثانی ص ۱۴۹) میں امام بخاری کے قول "ویقال" جو مجہول کے صیغہ سے ہے کا ترجمہ نیلوی صاحب نے، کہتے ہیں، کر دیا ہے۔ حالانکہ کہتے ہیں ترجمہ "یقولون" کا ہے جو مضارع معلوم جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ چونکہ مجہول کا صیغہ ضعف و تمریض پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ خود نیلوی صاحب نے اس کا اقرار کیا ہے۔　　(ندائے حق طبع اول ص ۱۰۶، جز اول ص ۴۳۹، جز ثانی ص ۲۷۴)

اس لئے نیلوی صاحب نے خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے اس کو جمع مذکر معلوم کے صیغہ کے ساتھ بدل دیا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھئے　　ناطقہ سربگریباں ہے اسے کیا کہئے

خیانت نمبر ۵: نیلوی صاحب، حضرت استاذ مکرم شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "آپ تو دیو بندیت کے مدعی ہیں۔ بریلویہ کے پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے ہمارا استدلال ہی بیان کیا۔ (جب دنیا میں سمع بعیدی ثابت نہیں تو حیات برزخی میں کیونکر ہو سکتا ہے)" (مکتوبات طیبہ ص ۱۲۰، ندائے حق طبع اول ص ۹۳، ۹۴)

نیلوی صاحب نے اس حوالہ کو دوبارہ (ندائے حق جز ثانی از جلد اول ص ۲۵۴) میں بڑی مد و شد کے ساتھ لکھا ہے۔

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے بہت بڑی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ عبارت حضرت شاہ صاحب گولڑوی کی نہیں ہے بلکہ یہ سائل کا سوال ہے۔ اتنی بڑی خیانت تو شاید شیطان بھی نہ کرے ؎

وما یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ
(قرآن حکیم)

جواہر التوحید

افادات

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خاں مدظلہ العالی

ترتیب و تالیف

سید ابو احمد سجاد بخاری

کتب خانہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ ○ راولپنڈی
پاکستان

۱۱۴

(۴۲)

۳۰۔ امام محمد بن شہاب بزازی، علامہ ابن نجیم، علامہ عبدالرحمٰن آفندی، اور مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہم اللہ فرماتے ہیں۔

من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر (فتاویٰ بزازیہ ص۳۲۶ البحر الرائق ج ۵ ص۱۲۴ مجمع الانہر ج ۲ ص۶۹۹ مجموعہ فتاویٰ ج ۳ ص۵)	جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر و ناظر ہوتی ہیں اور سب کچھ جانتی ہیں وہ کافر ہوجاتا ہے۔

۳۱۔ حضرت مولانا قاضی حمید الدین ناگوری استاذ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ فرماتے ہیں۔

ومنهم الذين يدعون الانبياء والاولياء عند الحوائج والمصائب باعتقاد ان ارواحهم حاضرة تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلك شرك قبيح وجهل صريح (تفهيم المسائل ص بحوالہ توشیح)	اور ان (مشرکین) میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جو انبیاء اور اولیاء کو حاجات و مشکلات میں اس اعتقاد سے پکارتے ہیں کہ ان کی روحیں حاضر ہیں پکار سن رہی ہیں اور ان کو حاجات کا علم ہے اور یہ بدترین شرک اور صریح جہالت ہے۔

۳۲۔ ملا حسین خباز فرماتے ہیں۔

واز کلمات کفر است ندا کردن اموات غائبان را بگمان آنکہ حاضر اند۔ مثل یا رسول اللہ	اور فوت شدہ بزرگوں کو یہ سمجھ کر پکارنا کہ وہ حاضر ہیں (اور پکار سن رہے ہیں) مثلاً (یوں کہنا)

شیخ و شیطان خصلت میں ایک ہیں گرچہ شیطان شیخ سے کچھ نیک ہیں

خیانت نمبر ٦: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ علماء علم عقائد کا موقف ملا علی قاری نے (شرح فقہ اکبر ص ۱۵۹) میں کہا: ''ان المیت لا یسمع بنفسہ'' مردہ اپنے آپ کچھ نہیں سنتا۔ (ندائے حق ج ۲ ص ٦۲ و شفاء الصدور طبع اوّل ص ٦۵)

قارئین کرام! نیلوی صاحب کا حضرت ملا علی القاری کو منکرین سماع موتی میں شمار کرنا اور اس عبارت سے دھوکہ دینا نہایت بد دیانتی و خیانت ہے۔ کیونکہ ملا علی القاری سماع موتی کے قائل ہیں اور خود نیلوی صاحب نے بھی کئی مقامات پر اس کا اقرار کیا ہے۔ اس کی تفصیل باب التعارضات میں مذکور ہے۔ (شرح فقہ اکبر ص ۱۵۹) کی اصل عبارت یوں تھی۔ ''والموصل للثواب الی المیت ھو اللہ سبحانہ لان المیت لا یسمع بنفسہ'' میت کی طرف ثواب پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ کیونکہ میت بالذات (خود بخود) نہیں سنتا۔ اصل عبارت میں سے کچھ کاٹ کر خیانت کر کے نیلوی صاحب نے دھوکا فریب سے کام لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب کرے۔ آمین!

خیانت نمبر ۷: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (صاحب تسکین کے پیر و مرشد حضرت مولانا حسین علی فرماتے ہیں) حاصل یہ ہے کہ جسم تو بالکل زندہ نہیں ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ آیا روح مع النفس ہے یا محض روح۔ روح آگ کی شکل ہے اور نفس کی شکل ......اور حق بات یہی ہے۔ (بلغۃ الحیران ص ٦۷، ندائے حق طبع اول ص ۲۲۴)

نیلوی صاحب نے یہاں ایک بہت بڑی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب کی پہلی عبارت جو نیلوی صاحب کے عقیدہ کے خلاف تھی، اس کو نقل ہی نہیں کیا۔ چنانچہ اصل عبارت یوں تھی تو اسی میں نزاع ہے۔ آیا حیات فقط روح کے واسطے ہے یا روح مع الجسد۔ پہلے معنی کی تائید میں ہے۔ (قول رسول اللہ ﷺ) ارواح شھداء فی حواصل طیر خضر اور لفظ یرزقون کا دوسرے معنی کو تائید دیتا ہے۔ یہ ساری عبارت نیلوی صاحب نے خیانت کرتے ہوئے چھوڑ دی ہے۔ کیونکہ اس میں صراحت ہے کہ قرآن پاک کا لفظ ''یرزقون'' حیات روح مع الجسد پر دلالت کرتا ہے۔ چونکہ نیلوی صاحب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سماع موتی میں کہتے ہیں کہ آیت کو اپنی حالت پر برقرار رکھا جائے اور حدیث میں تاویل کی جائے۔ (دیکھئے ندائے حق ج ۱ ص ۱۸۵)

اور یہاں نیلوی صاحب قرآن چھوڑ کر تاویل کر کے حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اس لئے نیلوی صاحب نے اس عبارت کو نقل نہیں فرمایا ؎

چہ دلاور است وزدے کہ بکف چراغ دارد

خیانت نمبر ۸: نیلوی صاحب محدث محمد بن جریر طبری کے متعلق لکھتے ہیں۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: ''کان سنیا من ائمۃ الاسلام. . . فیہ تشیع و موالاۃ لا تضر'' (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۵ ۳۰، ندائے حق طبع اوّل ص ۲۱۷)

قارئین کرام! خط کشیدہ الفاظ ''کان سنیا من ائمۃ الاسلام'' یہ میزان الاعتدال میں بالکل نہیں ہیں۔ نیلوی صاحب زبردست خائن ہیں جس طرح الفاظ کو عبارتوں میں کاٹ دیتے ہیں، اسی طرح عبارتوں میں بڑھا دینا الفاظ کا ان کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے یا نیلوی صاحب کو یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ لکھنے کے وقت مجھے ہوش نہیں ہوتا۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ خدا کرے کہ کچھ نہ سمجھے کوئی

قارئین کرام! نیلوی صاحب کی خیانتیں اور بھی ہیں۔ مگر اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔

طالب دنیا کو اکبر کس طرح سمجھوں میں خضر خود جو گم ہے فکر میں وہ راہنما کیونکر ہوا

باب الهفوات

نیلوی صاحب کی یاوہ گوئیاں

حیات النبی ﷺ کا عقیدہ مرزائیوں کا ہے

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ حیات النبی ﷺ کے بارے میں مرزائیوں کا عقیدہ۔ ایک مرزائی نے اپنی تصنیف "محمد صادق" (ص ۴۹) میں مرزا قادیانی کا کلام نقل کیا ہے جس میں سے ایک یہ مصرعہ بھی ہے ؎

کاملاں حی اندوز زیر زمین

یعنی جتنی کامل ہستیاں ہیں اولیاء، صلحاء، شہداء، صدیقین اور انبیاء یہ سب کے سب زمین کے نیچے (قبر عرفی میں) زندہ جاوید ہوتی ہیں۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۴۲۳)

نیلوی صاحب اس عبارت سے یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ حیات النبی ﷺ کا عقیدہ رکھنے والے مرزائیوں کے ہم نوا ہیں۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

حالانکہ مرزا قادیانی کا عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں صراحۃً (ازالہ الاوہام تحتی کلاں ص ۱۳۰) میں موجود ہے (اور یہ خیال کہ انبیاء زندہ ہو کر قبر میں رہتے ہیں، صحیح نہیں ہے۔ ہاں! قبر سے ایک قسم کا ان کا تعلق باقی رہتا ہے اور اسی وجہ سے وہ کشفی طور پر اپنی اپنی قبروں میں نظر آتے ہیں۔ مگر یہ نہیں کہ وہ قبروں میں ہوتے ہیں بلکہ وہ ملائک کی طرح آسمانوں میں جو بہشت کی زمین ہے، اپنے اپنے مرتبہ کے موافق مقام رکھتے ہیں۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نیلوی صاحب کا عقیدہ مرزا قادیانی سے بعض شقوں میں موافقت رکھتا ہے)

۱...... انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ نہیں ہیں۔

۲...... اس زمین عرفی میں زندہ نہیں۔ بہشت کی زمین میں زندہ ہیں۔

۳...... جس طرح مرزا قادیانی کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہو کر اپنے جسد عنصری سے آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں، اسی طرح نیلوی صاحب کا عقیدہ بھی نیلوی صاحب کی اپنی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ حضرت ملا علی القاری نے مرقاۃ ج ۱ ص ۱۹۷) میں فرمایا ہے۔ "کل موضع فیہ مقرہ فھو قبرہ" یعنی ہر ایسی جگہ جس میں میت قرار پکڑتا ہے (علیین یا سجین) وہی اس کی قبر ہے۔ (القول المرئی فی القبر الشرعی ص ۲۷)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ البتہ روح نکل جائے تب اسے آدمی یا انسان نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ میت ہے۔ فلاں بندے کی نعش (لاش) ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۲۷۵)

نیلوی صاحب نے ملا علی القاری کے حوالہ میں بین القوسین (علیین یا سجین) کا اضافہ کر کے اپنا پوشیدہ عقیدہ ظاہر کر دیا ہے کہ میت کا جسد عنصری علیین یا سجین میں جاتا ہے اور اس قبر عرفی میں نہیں ہوتا اور یہی کچھ مرزا قادیانی نے کہا ہے۔ معلوم ہوا کہ دونوں کا پروگرام ایک ہے۔ یہ برزخ کا حال موسیٰ علیہ السلام آپ پر اس وقت منکشف ہوا جب آپ ﷺ کثیب احمر کے پاس سے گزر رہے تھے۔ راوی نے عرفی معنی سمجھ کر ایسے انداز پر روایت بیان کی کہ جس سے لوگوں کو دھوکہ لگ گیا۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۳۴)

بے وجہ تو نہیں ہیں چمن کی تباہیاں　　کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے

یادہ گوئی نمبر ۲: حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے بارے میں نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (پھر اب یہ سمجھائیں کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ آیا۔ اسی متعارف معنی کی رو سے موت نبی کے قائل ہیں یا موت کے، کوئی اور معنی لے رہے ہیں۔ اس معنی کو لے کر موت کا انکار نہیں ہوسکتا تو خاتم النبیین کی بھی قادیانی تفسیر اختیار کر کے ختم نبوت کا انکار نہیں ہوسکتا۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ!　(ندائے حق طبع اوّل ص ۶۲)

اگر موت کے یہ معنی اختراع کرنے جائز ہیں تو مرزائیوں کو جواب کیا دو گے، جنہوں نے خاتم النبیین کے نئے معنی اختراع کیے ہیں۔ نیز آپ ہی لکھتے ہیں کہ منکر اجماع کے جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں وہ سب بلا شبہ اس شخص (عنایت اللہ شاہ گجراتی) پر چسپاں ہیں۔ اب فرمایئے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ پر کیا فتویٰ ہے۔ اگر ان پر فتویٰ نہیں تو عنایت اللہ شاہ بخاری پر فتویٰ کیوں؟ بینوا توجروا!　(ندائے حق طبع اوّل ص ۶۹)

اور حضرت حجۃ الاسلام حضرت محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے سواء سب علماء اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت نبی ﷺ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ سب انبیاء پر یہ گھڑی آ کر رہی۔　(ندائے حق طبع اوّل ص ۲۵۰)

قارئین کرام! نیلوی صاحب کی ان عبارتوں سے واضح ہوا کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ موت کے منکر ہیں۔ یہ نص قطعی کا انکار ہے جو کفر ہے۔ جس طرح ختم نبوت کا انکار نص قطعی کا انکار ہے، جو کفر ہے، جس طرح ختم نبوت کے معنی میں قادیانی تفسیر قبول نہیں اور کفر سے نہیں بچا سکتی، اسی طرح موت کے معنی میں نانوتوی رحمہ اللہ تفسیر بھی قبول نہیں اور کفر سے نہیں بچا سکتی۔ تعجب اور حیرانگی کی بات تو یہ ہے کہ ادھر نیلوی صاحب، حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو موت کا منکر قرار دیتے ہیں جو نص قطعی کا انکار ہے۔ پھر حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو حضرت حجۃ الاسلام حضرت محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے القاب سے بھی یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (حضرت قاسم العلوم والخیرات کا فرمان واجب الاذعان، حضرت شیخ مشائخ مشائخنا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ (ندائے حق جز ثانی ص ۱۷) حجۃ الاسلام محقق اعظم حضرت شیخ شیخی مولانا محمد قاسم صدیقی نانوتوی رحمہ اللہ واسعۃ وافرۃ کاملۃ سابقۃ بانی دارالعلوم دیوبند (ندائے حق جز اوّل ص ۲۷۲) پھر نیلوی صاحب حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا مسلک بیان کرتے ہیں۔ مگر وہ نبی اکرم ﷺ بدستور زندہ ہیں۔ ممکن نہیں۔ (محال ہے) کہ ان کی حیات زائل ہو جائے۔ (گویا آپ حي لا يموت ہیں) (ندائے حق جز ثانی ص ۸۵)

نیلوی صاحب کبھی حضرت نانوتوی رحمہ اللہ پر فتویٰ لگا دیتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی بھی کہتے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا نیلوی صاحب لوگوں کے خوف سے دورنگی چال چلتے ہیں۔ ورنہ قرآن مجید پر ان کا ایمان نہیں ہے۔

خدا سے ڈرو اور مکروفریب سے کام نہ لو　　یا اسلام پہ چلنا سیکھو یا اسلام کا نام نہ لو

نبی کی موت اور کافر کی موت میں کوئی فرق نہیں (معاذ اللہ)

ورنہ فی نفسہ موت میں فرق کرنا اعلان قرآنی کے خلاف ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا: ''انک میت و انهم میتون'' اے نبی تجھے مرنا ہے تو انہیں بھی مرنا ہے۔ یعنی نفس موت میں سب شریک ہیں۔　(ماہنامہ تعلیم القرآن دسمبر ۱۹۵۹ ص ۸)

قارئین کرام! جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے عقائد وخیالات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ حضرات شان نبی (ﷺ) کے بارے میں کس نظریہ کے حامل ہیں۔ حالانکہ نبی (ﷺ) اور کافروں کی موت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

حوالہ نمبر ۱: نیلوی صاحب نقل کرتے ہیں۔ (اور ایسا ہی رسول اللہ ﷺ کا یہ قول ہے۔ "انبیاء اللہ لا یموتون ولکن ینقلون" میں دارالی دار) یعنی خدا تعالیٰ کے نبی نہیں مرتے بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل کر دیئے جاتے ہیں۔ (ندائے حق جزاول ص ۲۱۹)

حوالہ نمبر ۲: موت کے کئی معنی ہیں۔ عدم محض جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے۔ "کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا (سورۃ البقرۃ)" کس طرح کفر کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے حالانکہ تم مردہ تھے۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب فرماتے ہیں۔ "اے اللہ صاحب، ہم کو تو نے دو دفعہ فوت کیا ہے۔ ایک تو عدم جیسا کہ "کنتم امواتاً فاحیاکم" سے معلوم ہوتا ہے۔" (بلغۃ الحیران ص ۲۹۳)

نیند کو بھی موت کہا گیا ہے۔ چنانچہ سونے سے بیدار ہو کر اٹھنے کی دعاء میں آتا ہے۔ "الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا" (حمد تعریف سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہمیں موت سے زندہ کیا) اس لئے علامہ ابن الہادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "والحیاۃ جنس تحتھا انواع وکذالک الموت فاثبات بعض انواع الحیاۃ لایزیل اسمہ الموت کالحیاۃ البرزخیۃ واثبات بعض انواع الموت لاینافی الحیاۃ کما فی الحدیث الصحیح عن النبی ﷺ انہ کان اذا استیقظ من النوم قال الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور"

(الصارم المنکی مطبوعہ لاہور ص ۲۹۴)

موت اور حیات جنس ہیں ان کے تحت کئی انواع (قسمیں) ہیں۔ پس بعض اقسام حیات کا ثابت کرنا موت کے نام کو زائل نہیں کرتا۔ مثل حیات برزخیہ کے اور اسی طرح موت کے بعض انواع (قسموں) کا ثابت کرنا حیات کے منافی نہیں۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نیند سے بیدا ہوتے تھے تو فرماتے تھے۔ "سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں زندہ کیا مارنے کے بعد اور اسی کی طرف متفرق ہو کر جانا ہے۔" اس عبارت سے ثابت ہوا کہ موت و حیات کا جمع ہونا منع نہیں ہے۔

فلہٰذا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو موت کا منکر قرار دینا اور فتویٰ لگانا بہت بڑی گستاخی اور دریدہ دہنی ہے۔ ڈیرہ اسماعیل خان کی جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنت نے حیات النبی ﷺ کے نام سے ایک پمفلٹ شائع کیا جس کے ص ۲ میں لکھا ہے۔ (انبیاء علیہم السلام کی ارواح مبارکہ جب ابدان مبارکہ سے جدا ہوتے ہیں تو اپنے مقام پر پہنچائے جاتے ہیں۔ موت کا منکر کافر ہے)

منافقانہ انداز میں یہ اشارہ و فتویٰ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر لاگو کیا ہے۔ (اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے) حالانکہ جناب مولانا قاضی شمس الدین صاحب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ہم آپ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں نہ (خاکم بدہنم) آپ کے خلاف یاوہ گوئی کرتے ہیں۔ نہ گستاخی نہ آپ کے ادب واحترام کے خلاف کوئی حرکت کرتے ہیں اور نہ ہی آپ کے زہد وتقویٰ، للہیت، خلوص نیت، جلالیت، شان فضیلت علم میں بحمد اللہ ہمیں شک وشبہ ہے۔ آپ کی ذات گرامی تو برتر اور بالاتر ہے۔ (القول الجلی فی حیات النبی ﷺ ص ۵۲)

مولانا سجاد بخاری صاحب تحفہ ابراہیمہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ (یہ الزامات سراسر غلط اور بے اصل ہیں۔ شاہ صاحب (گجراتی) زندہ موجود ہیں۔ اب بھی ان سے دریافت کیا جاسکتا ہے کہ واقعی وہ سماع موتیٰ کے قائلین کو ابوجہل کا ٹبر اور مشرک سمجھتے ہیں۔ راقم الحروف نے بارہا تقریروں میں اور نجی مجلسوں میں شاہ صاحب کو یہ فرماتے سنا ہے

اور کئی دوسرے احباب بھی اس کے شاہد ہیں۔ میں حضرت مولانا نانوتوی، مولانا احمد علی لاہوری اور دیگر اکابر علماء حق کو اولیاء اللہ سمجھتا ہوں اور دل وجان سے ان کا احترام کرتا ہوں) آپ کے خیال میں یہ تمام علماء کرام سماع موتی کے قائل ہیں۔ مگر شاہ صاحب نہ صرف احترام کرتے بلکہ ان کو اولیاء اللہ سمجھتے ہیں۔ البتہ یہ درست ہے کہ شاہ صاحب سماع موتی کے ساتھ موتی کو حاجات میں پکارنے والوں کو ابوجہل کا ٹبر اور مشرک کہتے ہیں۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۶۸ء ص ۳۶)

نیلوی صاحب! کیا فتویٰ ہے حضرت نانوتوی کے بارے میں۔ کیا وہ موت کے منکر ہو کر نص قطعی کے منکر ہیں یا نہ۔ اگر نہیں تو وجہ بتاؤ۔ اگر نص قطعی کے منکر ہیں تو کیا وہ مسلمان ہیں یا نہ۔ جو شخص حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو اولیاء اللہ میں سے مانے یا ان کی ذات گرامی کو برتر و بالاتر سمجھے اس شخص کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے۔ بینوا توجروا!

حوالہ نمبر ۳: حضرت محدث بنوری لکھتے ہیں: حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے جس انداز سے آب حیات میں تقریر فرمائی ہے وہ بھی متفرد نہیں ہیں بلکہ امام غزالی رحمہ اللہ کے شیخ امام الحرمین قرن خامس میں کہہ چکے ہیں۔ اس کے بعد قرطبی محدث اور امام سبکی نے اس کی تصریح کی ہے۔ اس وقت اتنا لکھ سکتا ہوں۔ والسلام!

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ ۲۹ ربجمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ

(ماہنامہ حنفیہ حیات النبی ﷺ نمبر بابت جنوری وفروری ۱۹۶۰ء مطابق رجب وشعبان ۱۳۷۹ھ ش ۵، ۶ ص ۳۳ ایڈیٹر مولانا محمد عبدالحلیم القاسمی مرحوم سابق امیر جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ لاہور)

حوالہ نمبر ۴: ملا علی القاری فرماتے ہیں: "قلت وقد قدمنا ان الانبیاء لا یموتون کسائر الاحیاء بل ینتقلون من دار الفناء الی دار البقاء وقد ورد به الاحادیث والانباء وانهم احیاء فی قبورهم" (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۴۳)

میں (ملا علی قاری) کہتا ہوں ہم نے پہلے یہ بات بیان کر دی ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر موت عام لوگوں کی طرح واقع نہیں ہوتی بلکہ دار فنا سے دار بقاء کی طرف کوچ کر جاتے ہیں۔ جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے (اور انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ اس عقیدہ میں متفرد نہیں ہیں۔ حکیم الامت حضرت محمد اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی اس عقیدہ کو اپنی کتاب (المصالح العقلیہ ص ۲۴۵) میں اختیار کیا ہے اور شیخ الادب مفتی اعظم حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب حاشیہ نور الایضاح باب زیارۃ قبر النبی ﷺ میں وہی عقیدہ اختیار کرتے ہیں جو حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا ہے۔ عربی عبارت ملاحظہ ہو۔ "فمثله ﷺ بعد وفاته کمثل شمع فی حجرة اغلق بابها فهو مستور عمن هو خارج الحجرة ولکن نوره کما کان بل ازید ولهذا احرم نکاح ازواجه بعده ﷺ ولم یجر احکام المیراث فیما ترکه لانهما من احکام الموت" محمد اعزاز علی غفرلہ!

نیلوی صاحب ان بزرگوں کے حق میں اپنی یاوہ گوئی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔ بعض حضرت نانوتوی کے اندھے مقلد کہتے ہیں کہ آپ کی روح پرفتوح آپ کے جسم عنصری کے اندر ہی سمٹ گئی ہے۔ باہر نکلی ہی نہیں۔ (ندائے حق جز اول ص ۵۶۸)

حضرت تھانوی اور حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب کو حضرت نانوتوی کا اندھا مقلد کہنا نیلوی صاحب کی کمال درجہ کی حماقت ہے۔

بلبل ہمہ تن خون شد وگل ہمہ تن چاک ۔۔۔ اے وائے بہارے اگر ایں است بہار

یاوہ گوئی نمبر ۳: نیلوی صاحب نے عنوان جلی قلم سے یوں قائم کیا ہے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ان پیغمبروں

کی حیات کے بارے میں (ندائے حق جز اول ص ۴۲۴) نیلوی صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ گویا حیات النبی ﷺ کا عقیدہ دراصل ہندوؤں کے عقیدہ سے ماخوذ ہے۔ (معاذ اللہ)

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینہ کے داغ سے — اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یاد ہ گوئی نمبر ۴: فرقہ معطلہ حیات النبی ﷺ کا قائل ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۴۱۹) نیلوی صاحب اس حوالہ سے بھی یہی تاثر دینا چاہتے ہیں کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ معتزلہ جھمیہ اور معطلہ کا ہے۔ لہٰذا حیات النبی ﷺ کے قائل معطلہ ہیں۔ معاذ اللہ!

یاوہ گوئی نمبر ۵: عقیدہ حیات النبی ﷺ مفضی الی الشرک ہے۔ (معاذ اللہ) (ندائے حق جز اوّل ص ۵۸۸)

یاوہ گوئی نمبر ۶: عقیدہ حیات النبی ﷺ غالیوں کا عقیدہ ہے۔ (معاذ اللہ) (ندائے حق جز اوّل ص ۴۲۸، ۴۳۹)

یاوہ گوئی نمبر ۷: عقیدہ حیات النبی ﷺ اہل بدعت وروافض کا ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۲۵۰، ۴۱۷، ۵۷۰)

لیکن ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر رافضی فرقہ حیات النبی ﷺ کا قائل ہوتا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے میراث (وباغ فدک) کا مسئلہ کیوں کھڑا کرتا۔ نیلوی صاحب خود لکھتے ہیں: "مسلک اہل حق میراث کا مطالبہ کرنا خود دلیل ہے وفات النبی ﷺ کی۔" (ندائے حق جز اوّل ص ۵۷۰)

نیلوی صاحب آگے چل کر اس کا اقرار صریح الفاظ میں کرتے ہیں کہ شیعہ سنی متفق ہیں اس مسئلہ میں۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۵۷۴) نیلوی صاحب کے مطابق نیلوی صاحب شیعہ کے اس مسئلہ میں موافق ہیں۔ فلہٰذا نیلوی صاحب شیعہ بن گئے ہیں۔

کند جنس باہم جنس پرواز

یاوہ گوئی نمبر ۸: حیات جسد عنصری ثابت کرنا خام لوگوں کا کام ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۱۳۳)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع کی تفسیر (معارف القرآن ج ۱ ص ۳۹۷) سے نیلوی صاحب یہ عبارت نقل کرتے ہیں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ سلامت جسم کے علاوہ اس حیات برزخی کے کچھ آثار ظاہری احکام پر بھی پڑتے ہیں۔ مثلاً ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ ان کی ازواج دوسروں کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ نیلوی کہتا ہے کہ یہ آثار جو ظاہری احکام پر پڑتے ہیں ان سے حیات جسد عنصری پر استدلال کرنا خام لوگوں کا کام ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۱۳۳)

نیلوی صاحب کے نزدیک حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب خام لوگوں میں سے ہیں۔

پھر تو یہ معاملہ صرف حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب تک محدود نہ رہے گا بلکہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ حیات شہداء کی آیت کے تحت یہی بات لکھتے ہیں۔ (بیان القرآن ص ۷۸، ۷۹)

اور اسی طرح حضرت نانوتوی رحمہ اللہ آب حیات میں یہی بات لکھتے ہیں اور حضرت مولانا مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمن صاحب فرماتے ہیں۔ (حیات النبی ﷺ) اس مسئلہ کی پوری تحقیق آب حیات مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ میں مذکور ہے۔ اس کو دیکھ لیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۹۷) اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی فرماتے ہیں۔ "ولان النبیین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین لما کانوا احیاء فلا معنی لتوریث الاحیاء منہم" (الکوکب الدری ج ۱ ص ۴۲۳) اور یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام چونکہ

زندہ ہیں تو زندوں کی وراثت تقسیم کرنے کا کوئی مقصد ہی نہیں اور حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ (تفسیر مظہری ج ۷ ص ۴۰۸) میں آیت: ''ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا'' کے تحت یہی بات لکھتے ہیں اور تفسیر کشف الرحمن میں زیر آیت شہداء حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی رحمہ اللہ یہی بات لکھتے ہیں۔

قارئین کرام! مفسرین اہل سنت والجماعت کے حوالے اس سلسلہ میں بہت ہیں۔ اس مقام میں پیش کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

اتمام حجت نیلوی صاحب کا عقیدہ

اور دلیل اس امر کی کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے ممتاز ہے۔ یہ ہے کہ انبیاء کی وفات کے بعد ان کی ازواج مطہرات کے ساتھ کسی کو نکاح کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا: ''ولا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداً'' (عقائد علماء دیوبند نور اللہ مرقدہم اور مسئلہ حیات الانبیاء علیہم السلام ص ۷)

پس معلوم ہوا۔ نیلوی خام لوگوں میں سے ہے اور نیلوی کے خام ہونے میں تو شک بھی نہیں ہے۔ جو کبھی کچھ عقیدہ اختیار کرے، کبھی کچھ۔ کبھی کوئی بات کرے کبھی کچھ۔ وہ کس طرح پختہ ہوسکتا ہے۔ اسی طرح حیات جسمانی کے عقیدہ پر دستخط مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خاں صاحب، حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب اور پیر طریقت حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی نے بھی کردیئے تھے۔ (دیکھئے تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۲ء ص ۱۹)

فلہذا نیلوی صاحب کے نزدیک یہ لوگ بھی خام ہوں گے۔

جھنجھلا کے مجھ کو ذبح تو صیاد نے کیا اب رو رہا ہے منہ کو قفس پر دھرے ہوئے

یاوہ گوئی نمبر ۹: سب سے پہلے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ بلند کرنے والے منافق تھے۔ (معاذ اللہ)

(ندائے حق جز اوّل ص ۴۱۳)

یاوہ گوئی نمبر ۱۰: سماع موتی کا عقیدہ نص قطعی کا انکار ہے۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ مع ہذا جو سماع موتی کا قائل ہے وہ صریح قطعی نصوص ''ان تدعوھم لا یسمعوا دعاءکم'' اور ''وھم عن دعائھم غافلون'' کا منکر ہے اور نص قطعی کا علم ہونے کے بعد اس کا انکار کیا حکم رکھتا ہے۔ جب سماع موتی مشیت ایزدی پر موقوف ہوا اور مشیت ایزدی کا تحقق ہمیں معلوم نہیں کہ کب ہوتا ہے اور کب نہیں اور کوئی صحیح غیر مؤول حدیث اس بارے میں ہمیں ملی نہیں ہے۔ لہذا سماع کی نفی قطعی ہوئی۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۲۵۵، طبع اوّل ص ۹۵)

نیلوی کہتا ہے: ''اب مانحن فیہ'' میں نقلی قطعی دلیل اور عقلی قطعی دلیل ہر دو متحد ہیں اس فیصلہ پر کہ مردے نہیں سنتے اور نقلی قطعی دلیل قرآنی آیت ہے: ''ان تدعوھم لا یسمعوا دعاءکم'' اگر تم ان مرے ہوئے بزرگوں کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۰۹،۶۵)

نیلوی صاحب کی معنوی تحریف

نیلوی صاحب نے جو آیت کے ترجمہ میں (مرے ہوئے بزرگوں) کے الفاظ اپنی طرف سے داخل کر دیئے ہیں، یہ زبردست معنوی تحریف ہے۔ یہودی محرفین بھی شاید ایسی مجرمانہ تحریف کا ارتکاب نہ کرتے۔

۱۲۷

۱۲۷

أولئك أسلافي فجئني بمثلهم
إذا جمعتنا يا عُبَيْدُ المجامع

عقائد علمائے دیوبند

نور اللہ مراقدہم

اور

مسئلہ

حیات الانبیاء

علیہم السلام

ناشر

جمعیت اشاعت التوحید والسنت

سرگودھا

۱۲۸

اسی عبارت کا ترجمہ اپنے رسالہ الہدیۃ المکیہ میں لکھا۔ اور ہمارے شیخ الشیخ مولانا قطب العالم رشید احمد گنگوہی رحمہ نے بھی فتاوی رشیدیہ میں یہی عبارت نقل فرمائی اور اس پر مہر تصدیق ثبت فرمائی

نیلوی کہتا ہے کہ المہند علی المفند میں جو لفظ دنیا کی سی لکھا ہوا ہے اس کی اگر تاویل نہ کی جائے تو اپنے بڑوں کے قول کے بھی مخالف ہے اور قرآن و حدیث کے بھی مخالف ہے بلکہ خود اس رسالہ پر دستخط کرنے والے اکابر ؒ کے مسلک کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ حضرت مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ نے کفایۃ المفتی میں اس امر کی تصریح فرمائی ہے اور مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا عزیز الرحمٰن (اول مفتی صاحب) نے روحانی زندگی کی تصریح فرمائی ہے۔ پس المہند کی عبارت کئی وجوہ سے منظور فیہ ہے چنانچہ ندائے حق میں اس کو کھول کر بتایا گیا ہے۔

دلیل

اور دلیل اس امر کی کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے ممتاز ہے یہ ہے کہ انبیاء کی وفات کے بعد ان کی ازواج مطہرات کے ساتھ کسی دوسرے کو نکاح کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے کیونکہ اللہ نے قرآن علی حکیم میں فرمایا ہے وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا

بخلاف شہداء کے کہ ان کی شہادت باسعادت کے بعد ان کی بیویاں عدۃ وفاۃ گزارنے کے بعد اور حاملہ ہونے کی حالت میں وضع حمل کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنے کی مجاز ہیں۔ یعنی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہیں

ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات طبعی کے بعد ان کے ترکہ کا وارث کوئی نہیں ہوسکتا جیسا کہ تواتر سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نَحْنُ مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ یعنی صرف ہم انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصیت ہے کہ ہمارے مال کا کوئی آدمی وارث نہیں ہوسکتا ہمارا جو ترکہ ہے وہ صدقہ ہے اور یہ حدیث متواتر ہے جس کے بیان کرنے والے خلفاء اربعہ ؓ عبادلہ خمسہ ؓ، تو ازواج مطہرات، ابو ہریرہؓ، عباس بن عبد المطلب، عبد الرحمٰن بن عوف، طلحہؓ اور علیؓ وغیرہم ہیں اور باقی صحابہ کا سکوت اجماع پر مہر ہے

بخلاف شہداء کے کہ ان کی وفاۃ (شہادت باسعادت) کے بعد باقاعدہ دوسرے اموات کی طرح تقسیم

قارئین کرام! قرآن مجید کی اس آیت کے تراجم اٹھا کر پڑھ لیں۔ کسی مترجم نے بھی یہ معنی نہیں کئے جو نیلوی صاحب نے اپنی طرف سے خواہش نفسانی کا اتباع کرتے ہوئے مجرمانہ تحریف وخیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ نیلوی صاحب کے دل سے خدا کا خوف اٹھ چکا ہے ؎

یہ بات تو اب کوئی راز نہیں سب اہل گلستان جان گئے
ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے انجام گلستان کیا ہو گا

اس آیت کی تشریح وتوضیح یا وہ گوئی نمبر ۱۲ میں آرہی ہے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

یاوہ گوئی نمبر ۱۱: نص قطعی کا منکر کافر نہیں۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ایک وہم کا ازالہ اگر کسی کو وہم ہو کہ نص قطعی سے جب عدم سماع ہو گیا تو اس شخص کو کافر کہنا چاہئے جو سماع کا قائل ہو۔ کیونکہ نص قطعی کا منکر تو کافر ہو جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کفر کا فتویٰ اس لئے نہیں لگاتے کہ عام غیر مخصوص منہ البعض ہم حنفیہ کے نزدیک گو خاص کی طرح قطعی ہے، مگر شافعیہ عام غیر مخصوص منہ البعض کو قطعی نہیں مانتے ہیں، بلکہ کہتے ہیں: "ان من عام الا وقد خص منه البعض" ہر عام مخصوص منہ البعض ہوتا ہے اور مخصوص منہ البعض ظنی ہوتا ہے۔ قطعی نہیں ہوتا اس لئے ان کے نزدیک قطعی نہ ہوا۔ پس یہ اختلاف مجتہدین قول بالکفر سے مانع ہے۔ جیسے آج کل قائلین سماع موتی کو کافر اور مشرک کہنے والا فرقہ بھی پیدا ہو گیا ہے اور ہمارے محترم مولانا (صفدر) صاحب نے بھی نیلوی کو اس کا ایک فرد سمجھ رکھا ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۲۵۶)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (البتہ امام شافعی کا اصول اور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کوئی عام قطعی نہیں بلکہ ہر عام میں تخصیص کا احتمال ہے۔ اسی لئے وہ خبر واحد کے ذریعے بھی عام کتاب اللہ کی تخصیص کر لیتے ہیں۔ کیونکہ اس تخصیص سے حکم عام کتاب اللہ میں کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں ہوتا۔ کیونکہ خبر واحد سے پہلے جس طرح عام کتاب اللہ ظنی تھا اور اب خبر واحد کے ذریعے تخصیص کرنے سے بھی ظنی کا ظنی ہی رہا۔ اس اصول کے تحت امام شافعی یہاں بھی اس عام کتاب اللہ کو خبر واحد کے ذریعے مخصوص فرمارہے ہیں۔ اسی لئے وہ قریب سے اہل قبور کے سننے کے قائل ہیں اور یہی مسلک ان کے شاگرد امام احمد بن محمد بن حنبل کا ہے۔ جب عام اموات کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہوا تو انبیاء علیہم السلام کے بارے میں تو بطریق اولیٰ یہی عقیدہ ہوگا۔ مگر حنفیہ کا اصول اس تخصیص کی اجازت نہیں دیتا۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۲۰۵، ۲۰۶)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (پھر ضدی مجھے کہتے ہیں میں نے کسی قائل سماع کو کافر تو نہیں کہا) (ندائے حق ج ۲ ص ۱۱۷)

خلاصہ: (۱) نیلوی صاحب کے نزدیک سماع موتی کے قائل کافر نہیں ہیں۔ (۲) عدم سماع موتی نص قطعی سے ثابت ہے جس کا منکر کافر ہوتا ہے۔ (۳) حنفیہ عام غیر مخصوص منہ البعض کو خاص کی طرح قطعی مانتے ہیں۔ (۴) امام شافعی رحمہ اللہ عام غیر مخصوص منہ البعض کو ظنی مانتے ہیں۔ (۵) نیلوی صاحب کے نزدیک بھی امام شافعی رحمہ اللہ کا اصول قابل عمل ہے اور حنفیہ کو نیلوی صاحب نے پس پشت ڈال دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود نیلوی صاحب پھر بھی پکے حنفی ہیں۔ (ماشاء اللہ) نیلوی کے گویا ہر چیز ماتحت ہے۔ قرآن مجید کا ترجمہ بگاڑ دیں تو ان کے ایمان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ حنفی اصول چھوڑ کر شافعی اصول اختیار کر لیں تو ان کی حنفیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ جھوٹ بولیں تو ان کی صداقت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ خیانت کا ارتکاب کریں تو ان کی دیانت میں کوئی فرق نہیں آتا ایک شخص بہت بڑا جھوٹا اور فاسق فاجر تھا۔ ہم نے اس کو اس جرم سے باز رہنے کی نصیحت کی اس نے جواب دیا کہ میرا ایمان

رتی بھر یا تولہ بھر نہیں بلکہ کئی من ہے۔ اگر جھوٹ بولنے سے یا فسق وفجور کرنے سے کئی رتیاں یا کئی تولے ایمان چلا جائے تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نیلوی صاحب کا ایمان بھی شاید اسی شخص کی طرح ہو۔

آگ لگا کر خوش ہونا ہے کام جمالو بی بی کا

یاوہ گوئی نمبر ۱۲: نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور دوسری آیت جو ہے ''ان تدعوھم لا یسمعوا دعاکم'' (اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے) یہاں تو سماع ہے۔ اسماع نہیں اس کا کیا جواب دو گے۔ کیا وہی بریلویوں والا جواب دو گے کہ یہ آیت بتوں کے حق میں وارد ہوئی ہے۔ اگر یہی جاہلانہ جواب دو گے تو کوئی تمہیں یہ قاعدہ بھی یاد دلا سکتا ہے کہ العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب (ردمنکرات ص ۴۶)

نیلوی صاحب نے اب اس آیت کا ترجمہ تو درست کیا ہے۔ مگر یہاں بھی انہوں نے ایک مجرمانہ حرکت کا ارتکاب ضرور کیا ہے کہ ان مفسرین حضرات کو نیلوی نے جاہل اور بریلوی کہہ دیا ہے جنہوں نے اپنی تفاسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت بتوں کے حق میں وارد ہوئی ہے۔ ملاحظہ کریں کہ وہ مفسرین حضرات کون ہیں۔

۱...... امیر علی ملیح آبادی لکھتا ہے (اگر تم ان کو پکارو گے تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے)

ف...... کیونکہ تم جس مورت کو بناتے ہو وہ تم سے زیادہ عاجز ہے۔ کیونکہ تم میں اللہ تعالیٰ نے سننے کی روح رکھی ہے اور ان مورتوں میں کچھ بھی نہیں ہے۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن ص ۲۲۰)

۲...... (تفسیر مدارک ج ۴ ص ۱۴۰) میں آیت: ''ومن اضل ممن یدعو من دون اللہ'' کے تحت لکھا ہے کہ اس سے مراد اصنام (بت) ہیں۔ پھر لکھا ہے: ''ونحوہ قولہ تعالیٰ ان تدعوھم لا یسمعوا دعاءکم'' اور اسی طرح آیت: ''ان تدعوھم لا یسمعوا دعاءکم'' میں بھی ''بت'' مراد ہیں۔

۳...... مفسر مولانا عبدالحق فرماتے ہیں: ''تم ان ''بتوں'' سے کیا عزت ڈھونڈتے ہو۔ اوّل تو ان کو کچھ اختیار ہی نہیں۔ دوم ''ان تدعوھم لا یسمعوا دعاءکم'' اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہارا پکارنا نہیں سنتے۔ کس لئے کہ جمادات بے حس وحرکت ہیں۔'' (تفسیر حقانی ج ۰ ص ۱۲۸)

۴...... حافظ ابن کثیر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: ''لانھا جمادات لا ارواح فیھا'' (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۵۱) اس لئے کہ یہ جمادات ہیں جن میں روح نہیں۔ نیلوی صاحب نے بھی تفسیر ابن کثیر کا حوالہ (ندائے حق ج ۲ ص ۴) میں دیا ہے۔ مگر ترجمہ تحت اللفظ نہیں کیا بلکہ جناب نیلوی صاحب نے خلاصہ بیان کیا ہے تا کہ وہ اس میں اپنے مقصد کی بات گھسیڑ سکیں۔

۵...... (تفسیر روح المعانی ص ۱۲۸) کا حوالہ (ندائے حق جلد ثانی ص ۴) میں موجود ہے۔ مگر ترجمہ نیلوی صاحب نے نہیں کیا بلکہ خلاصہ بیان کیا ہے۔ لیکن (شفاء الصدور طبع اوّل ص ۱۵ میں روح المعانی ص ۱۶۸) بنا کر حوالہ دیا ہے۔ مترجم مولانا محمد امیر بندیالوی نے ترجمہ میں خیانت کی ہے۔ ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ اگر دونہ سے مراد جماد ہوں تو پھر تو ان کا نہ سننا ظاہر ہے اور اگر من دونہ سے مراد ملائکہ، انبیاء، عیسیٰ وغیرہ یا دیگر اولیاء ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ بھی نہیں سنتے۔ کیونکہ ان کا کام غیب سے سننا نہیں یا بوجہ دوری اور مشغولیت تمہاری پکاریں نہیں سنتے اور بالفرض سن بھی لیں تو جواب نہیں دے سکتے۔ کیونکہ ان کو تکلم اور سننے کی قدرت نہیں دی گئی۔ قارئین اصل ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ کریں (جن کو تم اللہ کے سواء پکارتے ہو وہ تو جماد محض ہیں۔ یہ تفسیر اس بنا پر ہے کہ کلام بتوں کے پجاریوں سے ہے

اور یہ بھی احتمال ہے کہ کلام بتوں کے پجاریوں اور فرشتوں وحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پجاریوں اوران کے علاوہ مقربین کے پجاریوں کے ساتھ ہو۔ اس وقت نہ سننا یا اس لئے ہے کہ ان کی شان سننا ہی نہیں۔ جیسے بت یا اس لئے کہ وہ اپنے شغل میں معروف ہیں اور عبادت کرنے والوں سے دور ہیں۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام)

قارئین کرام! اس ترجمہ سے معلوم ہوا کہ اصل تفسیر بتوں کے بارے میں ہے۔ فرشتے وحضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہم مراد لینا احتمال کے درجہ میں ہے۔ اگر یہ مراد لیا بھی جائے تب مراد عدم سماع بوجہ دور ہونے کے ہے۔ کیونکہ وہ علم غیب نہیں رکھتے۔

۶...... نیلوی صاحب نے امام رازی سے بھی اس کی تفسیر نقل کی ہے۔ ترجمہ مولانا محمد امیر بندیالوی کا پیش کیا جاتا ہے۔ (اس آیت میں ابطال ہے اس خیال کا جو کہتے تھے کہ اصنام (بت) کی عبادت سے محض تقرب الی اللہ اور شفقت اور طلب شفاعت اور حاجات کا پیش کرنا مقصود ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ تک رسائی نہیں ہوتی اور نہ وہ نظر آتا ہے۔ تب فرمایا کہ یہ اصنام (بت تمہاری پکاروں کو نہیں سنتے بلکہ اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور قبول فرماتا ہے۔ پھر علی سبیل التنزیل فرمایا کہ اگر بالفرض وہ سن بھی لیں جیسا کہ تمہارا عقیدہ ہے لیکن ان کے جواب دینے کے تو تم بھی قائل نہیں ہو۔ کیونکہ اس میں ایک محسوس چیز کی نفی لازم آتی ہے۔ اس میں ان کا نزاع نہیں ہوسکتا۔ ہاں اعدم میں نزاع نزاع فی المعقول ہے جو ہوسکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نفی فرمادی کہ نہیں سنتے۔ (شفاء الصدور طبع اوّل مترجم اردو ص ۱۵، بحوالہ تفسیر رازی ص ۳۵)

نیلوی صاحب نے امام رازی رحمہ اللہ سے یہ حوالہ (ندائے حق ج ۲ ص ۵) میں نقل کیا ہے اور اصنام (بت) کا معنیٰ (یہ بے روح کے دھڑ) کیا ہے دھوکہ دینے کے لئے۔

۷...... قاضی شوکانی نے (تفسیر فتح القدیر ج ۴ ص ۳۴۳ مطبوعہ مصر) میں "لکونہا جمادات" (کیونکہ وہ جمادات ہیں) سے تفسیر کی ہے اور پھر آگے بیجوز سے دوسرے احتمال کا ذکر بھی کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ نیلوی صاحب کے ہاں ان مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں بتوں کا جو ذکر کیا ہے تو اس کی وجہ سے یہ سب حضرات جاہل و بریلوی ہیں۔ (معاذ اللہ)

حضرت مولانا حسین علی صاحب کی تفسیر

ملائکہ کو تم پکارتے ہو اے کفار! وہ تو مالک قطمیر کے نہیں۔ اگر پکارو تو وہ سنتے نہیں۔ اگر بالفرض سن بھی لیں۔ طاقت دعا قبول کرنے کی نہیں۔

ویوم القیامۃ یکفرون بشرککم

یعنی دعاء کم اے پکارنے تمہارے کی (تفسیر بے نظیر طبع اول راولپنڈی ص ۴۹) نیز فرماتے ہیں۔ (کفار ملائکہ کو غائبانہ پکارتے ہیں معبود سمجھ کر وہ نہیں سنتے۔ اگر بالفرض محال سن بھی لیں تو بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ غائبانہ سمیع بصیر اللہ کے غیر کو جاننا یہ شرک ہے) (تفسیر بے نظیر ص ۵۱)

نیز فرماتے ہیں جو شخص غائبانہ ندا کرتا ہے۔ کسی چیز کو اس اعتقاد سے کہ وہ حاجات روا کنندہ ہے یا خیر خواہ کروا دے گا۔ بایں اعتقاد کہ میرے لئے حق تعالیٰ سے دعا مانگے گا۔ لیکن اس کا یہ اعتقاد ہے کہ جس کو میں پکارتا ہوں۔ ہر وقت سننے جاننے والا ہے۔ یہ ندا شرک ہے اور عبادت ہے۔" (الی ان قال) وقال تعالیٰ فی سورۃ فاطر ان تدعوھم لا یسمعوا دعاءکم ولو سمعوا ما استجابوا لکم ویوم القیامۃ یکفرون بشرککم" (بلغۃ الحیران ص ۵۱، ۵۲)

شیخ القرآن کی تفسیر

باقی رہے تمہارے خود ساختہ کارساز جن کو تم حاجات اور بلیات میں غائبانہ پکارتے ہو، وہ تو ایک چھلکے کا اختیار بھی نہیں رکھتے۔ (الیٰ ان قال) اور قیامت کے دن تمہارے خود ساختہ معبود جن کو تم دنیا میں پکارتے ہو تمہارے اس شرک (غائبانہ پکار) کا انکار کردیں گے۔ (تفسیر جواہر القرآن ج ۳ ص ۹۷۲)

قارئین کرام! ان دو حضرات کی تفسیر سے ثابت ہوا کہ غائبانہ پکار، حاجت روا سمجھ کر ان کو پکارا جائے تو وہ نہیں سنتے۔ کیونکہ وہ دور ہیں اور دور کی پکار صرف اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور کوئی نہیں سن سکتا۔ لیکن نیلوی صاحب نے اس آیت کے ترجمہ میں مرے ہوئے بزرگ اور مردے کے الفاظ گھسیڑ کر اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کیا ہے۔ کیونکہ مفسرین حضرات کی اکثریت اس آیت کی تفسیر میں اصنام (بت) مراد لیتے ہیں اور بعض مفسرین حضرات دوسرا احتمال یحتمل کے لفظ سے یا یجوز کے لفظ سے) یہ بیان کردیتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا فرشتے یا جنات ہوں۔ لیکن مفسرین حضرات تیسرا احتمال یہ ہرگز بیان نہیں کرتے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ آیت اہل قبور کے بارے میں نازل ہوئی ہو کہ وہ بھی عند القبور نہیں سنتے۔ ایسی تفسیر کرنے والا کوئی قابل اعتماد مفسر نہ تو نیلوی صاحب کو آج تک ملا ہے اور نہ قیامت تک مل سکے گا۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ علامہ قرطبی نے "لایسمعوا دعاء کم" (مفہوم ص ۵۱۸) میں لکھا۔ وہ تمہاری پکار اس لئے نہیں سنتے۔ "لانہا جمادات لا تبصر و لا تسمع" وہ بے جان ہیں۔ نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں۔ پھر یہ جو کہا جاتا ہے کہ آیت بتوں کے حق میں وارد ہوئی ہے۔ اس کا جواب دیا۔

"ثم یجوز ان یرجع ھذا الی المعبودین مما یعقل کالملائکۃ والجن والانبیاء والشیطان ای یجحدون ان ما فعلتموہ حقا وانہم امروکم بعبادتہم کما اخبر عن عیسیٰ بقولہ ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ویجوز ان یندرج فیہ الاصنام ایضا ای یحییہا اللہ حتی تخبر انہا لیست اھلا للعبادۃ" مطلب یہ ہے کہ "الذین تدعون من دونہ" سے مراد صرف عقلمند معبود بھی لے سکتے ہیں۔ جیسے فرشتے، جن، نبی، ولی شیاطین۔
(ندائے حق ج ۲ ص ۵۵)

نیلوی صاحب کا جھوٹ و دھوکہ

نیلوی صاحب نے جو یہ لکھا ہے (پھر یہ جو کہا جاتا ہے کہ آیت بتوں کے حق میں وارد ہوئی ہے۔ اس کا جواب دیا ہے۔ یہ نیلوی صاحب کا زبردست جھوٹ ہے۔ علامہ قرطبی نے اس کا جواب نہیں دیا بلکہ دوسری تفسیر کا ثم یجوز سے احتمال بیان کیا ہے۔ چنانچہ نیلوی صاحب کے خود اپنے الفاظ کہ (مطلب یہ ہے کہ "ان الذین تدعون من دونہ" سے مراد صرف عقلمند معبود بھی لے سکتے ہیں) اس پر صراحتاً دلالت کرتے ہیں۔ مگر اوّل درجہ کی تفسیر واصل تفسیر علامہ قرطبی کے ہاں یہی ہے کہ اس سے مراد بت ہیں۔ نیلوی صاحب نے اپنی زندگی کو جھوٹ بولنے، خیانت کرنے، دھوکہ دینے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی توہین کرنے کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ بے چارے طالب علموں کو ان لوگوں نے اس قدر دھوکہ دیا ہے کہ وہ بے چارے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں ؎

چمن کے رنگ و بو نے اس قدر دھوکہ دیا مجھ کو ۔۔۔ کہ میں نے ذوق گل بوسی میں کانٹوں پر زباں رکھدی

سوال: سماع عند القبور بھی غیب کی قسم ہے۔ کیونکہ مردہ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ تمہاری پکار غیب سے ہے۔ خواہ قبر کے اوپر کیوں نہ ہو اور غیب سے پکار کا سننا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ یہ وصف کسی دوسرے میں نہیں ہے۔ (شفاء الصدور طبع اول ص ۱۶)

الجواب: اگر سماع موتی عند القبور غیب سے ہوتا تو شرک ہوتا۔ حالانکہ سماع موتی کے قائلین پر کسی مفسر و محدث نے آج تک مشرک ہونے کا فتویٰ صادر نہیں کیا۔ نیز اگر سماع موتی شرک ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کی بے شمار حدیثیں اس کے رد میں موجود ہوتیں۔ حالانکہ کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہیں جس میں سماع موتی کا انکار ہو۔

نیلوی صاحب کا اقرار

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ باقی رہا ایک خدشہ کہ ان میں (یعنی جو روایات نیلوی صاحب نے عدم سماع موتی کے متعلق پیش کی ہیں) کوئی صریح روایت نہیں جس میں لکھا ہو کہ مردے نہیں سنتے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ایک امر بدیہی کے لئے اگر کوئی دلیل بیان نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ (شفاء الصدور طبع اول ص ۳۵)

نیلوی صاحب بھی عجیب آدمی ہیں۔ کبھی کچھ لکھ دیتے ہیں، کبھی کچھ۔ اسی (شفاء الصدور طبع اول ص ۱۷) میں لکھتے ہیں۔ ''شرک میں داخل کرنے والا سب سے بڑا گیٹ مسئلہ سماع موتی کا ہے۔ اگر پکارنے والے اور نذر و نیاز دینے والے کو یقین ہو جائے کہ یہ میری پکار کو نہیں سنتا تو پکارے کیوں۔'' نیلوی کی اس بات سے معلوم ہوا کہ لوگ شرک کرتے ہیں۔ مگر نبی اکرم ﷺ شرک سے منع نہ کرتے تھے۔ العیاذ باللہ! ایک حدیث میں بھی نہیں فرمایا کہ مردے نہیں سنتے۔ واہ رے نیلوی واہ تیری تحقیق انیق تجھے خود رسواء کر رہی ہے ؎

کہہ رہی ہے یہ آنکھ حشر میں شرمائی ہوئی ہائے کیسے اس بھری مجلس میں رسوائی ہوئی

سماع موتی کے قائلین اولیاء اللہ ہیں

اگر سماع موتی شرک ہوتا تو سماع موتی کے قائلین مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا احمد علی لاہوری کو مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی اولیاء اللہ ہرگز نہ کہتے۔ تفصیل کے لئے (دیکھئے ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۶۸ء ص ۳۶)

کس کا یقین کیجئے کس کا یقین نہ کیجئے لائے ہیں بزم یار سے لوگ خبر الگ الگ

سماع موتی کے قائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب نے تفسیر جواہر القرآن میں آیت: ''انک لا تسمع الموتٰی'' کے تحت لکھا ہے کہ سماع موتی کا مسئلہ صدر اوّل یعنی زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اختلافی چلا آ رہا ہے۔ (ملخصاً) تفصیل جواہر القرآن میں موجود ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اگر سماع موتی شرک ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہرگز قائل نہ ہوتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مشرک کہنے والا رافضی مرتد ہوتا ہے۔ فلہٰذا نیلوی صاحب خود ہی بتائیں وہ کون ہیں ؎

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

اگر چہ یہ آیت بتوں کے بارے میں وارد ہوئی ہے یا ملائکہ وعیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ لیکن حکم عام ہوتا ہے۔شان نزول پر بند نہیں ہوتا۔ فلہٰذا مردے بھی اس میں شامل ہیں کہ مردے نہیں سنتے۔

الجواب: بے شک حکم شان نزول پر پابند نہیں ہوتا بلکہ عام ہوتا ہے۔لیکن جو حکم شان نزول کے وقت ہوتا ہے۔ اس کا لحاظ عام میں بھی کیا جاتا ہے۔یعنی جس طرح مشرک بتوں کو غائبانہ طور پر حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارتے تھے کہ وہ غیب دان ہیں۔ ہماری حاجت روائی کرتے ہیں یہ شرک ہے۔اب بھی کوئی آدمی اگر مردوں یا زندوں کو غائبانہ طور پر حاجت میں پکارے تو مشرک ہے۔ یہ مسئلہ الگ ہے۔اس میں کسی مسلم موحد کا اختلاف نہیں ہوسکتا۔لیکن ما نحن فیہ میں عند القبور جو مردوں پر سلام کیا جاتا ہے۔وہ سن لیتے ہیں یا مردہ کو بعد دفن کے تلقین کی جاتی ہے اور وہ سن لیتا ہے۔ یہ شرک نہیں ہے۔اس کو شرک کہنے والا خود مشرک ہے۔ کیونکہ جو آدمی کسی آدمی پر مشرک ہونے کا فتویٰ صادر کرتا ہے اگر وہ اس کا مستحق نہیں ہوتا تو وہ فتویٰ لوٹ کر اس مفتی کے گلے میں پڑ جاتا ہے۔(مضمون حدیث) فلہٰذا مفتی کو سوچ کر فتویٰ دینا چاہئے۔

تلقین۔ سے نہ روکا جائے (مفتی محمد کفایت اللہ صاحب)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ جواب از فقیہ النفس الاستاذ المکرم المفتی الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً وافرۃً سابغۃً تلقین بعد الدفن حنفیہ کے نزدیک معمول ومتوارث نہیں ہے اور حنفیہ کے اصول کے ساتھ یہی اوفق ہے۔لیکن چونکہ کوئی دلیل حرمت یا کراہت نہیں ہے۔اس لئے متاخرین حنفیہ نے منع نہیں کیا اور یہی مسلک کہ عمل نہ کیا جائے اور کرنے والے کو ملامت نہ کی جائے۔راجح ہے۔ (کفایت المفتی ج ۴ ص ۶۷)

نیز لکھتے ہیں۔حنفیہ تو تلقین کے قائل نہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک سماع موتی ثابت نہیں۔ جو لوگ سماع موتی کے قائل ہیں ان کے نزدیک تلقین مفید ہے۔اگر کوئی کرے تو اسے روکنا بھی نہیں چاہئے۔ معتزلہ کے نزدیک چونکہ مردوں کا قبروں میں زندہ ہونا ہی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے وہ بھی تلقین کے قائل نہیں۔ حنفیہ باوجود عدم سماع اموات کے قائل ہونے کے تلقین کے فائدے کے قائل ہیں۔خواہ مردہ سنے یا نہ سنے۔یعنی اسے ذکر کا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۴ ص ۶۲، بحوالہ ندائے حق ج ۲ ص ۲۲۶)

نیز دیکھئے (ص ۴۷) بتایئے نیلوی صاحب اگر سماع موتی شرک ہے تو تلقین کرنے سے خاص کر جب عوام کے سامنے کی جائے شرک پھیلے گا یا نہ جب کہ جناب کے استاذ محترم مفتی اعظم فرماتے ہیں کہ تلقین سے نہ روکنا چاہئے۔ بتایئے استاذ مشرک ہے یا شاگرد مشرک ہے۔

کاش کہ آپ جیسا آدمی پیدا نہ ہوتا کہ یہ فتنہ ہی ختم ہو جاتا۔ پھر نیلوی صاحب مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ سلام (یعنی جو مردوں پر کیا جاتا ہے) یہ مردوں کو سنا دیتا ہو۔ باقی اور کلام مردے نہیں سنتے۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی کفایت المفتی ج ۴ ص ۱۸۲، ندائے حق جز ثانی ص ۱۲۷) نیز مفتی محمد کفایت اللہ صاحب نے (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۰) میں نبی اکرم ﷺ کی حیات روح مع الجسد اور صلوٰۃ وسلام کا سماع عند القبر صراحت کے ساتھ لکھ دیا ہے۔

قارئین کرام! وہاں دیکھ لیں تا کہ کوئی دغاباز، مکار، دشمن اسلام مفتی صاحب کے مسلک کے بارے دھوکہ نہ دے سکے۔

علامہ شامی پر نیلوی صاحب کا غصہ

نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور بڑا تعجب تو سید ابن عابدین شامی پر ہے کہ اذان علی القبر کی بدعت ہونے پر تو زور شور سے فتوے دیتے ہیں۔ مگر سمجھ نہیں آئی کہ تلقین بدعی کے بارے کیوں نرمی برتی کہ نہ حکم دیا جائے اور نہ روکا جائے۔ حالانکہ جو حال اذان کا ہے وہی حال تلقین کا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب؟ (ندائے حق ج ۲ ص ۲۴۲)

بتایئے نیلوی صاحب کہ حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب نے بدعت پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے یا نہ ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں لو خود صیاد اپنے دام میں آ گیا

نیز نیلوی صاحب آپ فرماتے ہیں۔ "میرا مسلک وہی ہے جو میرے استاذ مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ کا ہے۔"
(ندائے حق جز ثانی ص ۱۲۶)

کیا نیلوی صاحب آپ کا مسلک یہی ہے کہ تلقین کرنے سے نہ روکا جائے۔ جیسا کہ مفتی صاحب فرماتے ہیں۔ کیا آپ کا یہی مسلک ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا روح مبارک جسد اطہر سے الگ نہیں اور آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام کا سماع عند القبر کرتے ہیں۔ جیسا کہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۰) میں صراحت کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں۔ امید یہ کہ جناب نیلوی صاحب آپ ہاں میں جواب دیں گے۔ اگر ہاں میں جواب دینے کی عادت نہیں تو دو دفعہ نہیں نہیں کہہ دو۔

دو نفی کے ملنے سے مثبت میں ہوتا ہے جواب تو بھی خدا کے واسطے کہہ دے نہیں نہیں

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فیصلہ

۱...... ادراک وشعور موتی کا احادیث صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے۔ (فتاویٰ عزیز مترجم اردو ج ۱ ص ۱۴۳)

۲...... حاصل کلام اگر ان کا ادراک وشعور اموات کا کفر نہ ہو تو اس کے الحاد ہونے میں کچھ شبہ بھی نہیں۔
(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۴۳)

۳...... بعد موت کے ادراک وشعور بڑھ جاتا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۴۴)

۴...... سوال: انبیاء، اولیاء، صلحاء سے بعد وفات کے اس طور سے استمداد درست ہے یا نہیں کہ اے فلاں بزرگ حق تعالیٰ سے میری حاجت روائی کے لئے آپ عرض کریں اور میری سفارش کریں اور میرے لئے دعاء کریں۔

جواب: (الی ان قال) اگر استمداد اس طریقہ سے کیا جائے گا۔ جو سوال میں مذکور ہے تو ظاہراً جائز ہے۔ اس واسطے کہ اس صورت میں شرک لازم نہیں آتا۔ (فتاویٰ عزیزی مترجم اردو ج ۱ ص ۱۵۰ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

۵...... اور عوام الناس ایسا ہی اولیاء اللہ سے یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمارا فلاں مطلب حاصل ہو جائے۔ اس طور سے مدد چاہنا شرعاً زندہ اور مردہ سب سے جائز ہے۔
(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۵۴)

نیلوی صاحب صاف لفظوں میں شاہ صاحب پر فتویٰ لگایئے ؎

مغرور نہ ہو فصل خزاں آ کے چمن میں ایسے بھی ہیں کچھ پھول کہ مرجھا نہیں سکتے

اتمام حجت

نیلوی صاحب نے بہت سے ائمہ کرام سے نقل کیا ہے کہ وہ سماع موتی کے قائل تھے۔ مثلاً امام شافعی وامام احمد (ندائے حق ج ۲ ص ۲۰۶) مالکیہ، شوافع، حنابلہ سماع موتی کے قائل تھے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۸۴) امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، علامہ ابن الہادی، حافظ ابن حجر، امام سیوطی، امام نووی، قاضی عیاض، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملا علی قاری، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ سب سماع موتی کے قائل ہیں۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۸۵)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ محمد بن عبدالرحمن نے روایت کی جب بشیر بن براء بن معرور کا انتقال ہوا تو ان کی ماں ام البشر کو سخت فراق کا غم ہوا۔ پھر حضرت سرور عالم ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے کنبہ (بنی سلمہ) میں سے ہمیشہ کوئی نہ کوئی مرتا رہتا ہے تو کیا مردے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں تاکہ میں بشر کو سلام کہلا بھیجوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ مردے بے شک ایک دوسرے کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے درختوں پر چڑیاں ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں۔ پھر جب بنی سلمہ میں سے کوئی مرتا۔ ام بشر اس کے پاس آکر بعد سلام کے کہتی تھیں کہ تو میرے بیٹے بشر کو میرا سلام کہہ دیجیو۔ (رواہ ابن ابی الدنیا ندائے حق جز اول ص ۷۵)

نیلوی صاحب نے جو یہ حدیث پیش کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ جو مرنے والوں کو اپنا سلام و پیغام اپنے مردہ رشتہ داروں کی طرف بھیجتے ہیں۔ یہ عین حدیث کے مطابق ہے۔ مردے ایک دوسرے کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے درختوں پر چڑیاں ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں۔ یعنی جیسے چڑیاں ایک دوسرے کو آمنے سامنے دیکھتی ہیں۔ اسی طرح مردے باوجود اپنی اپنی قبروں میں ہوتے ہیں۔ تب بھی وہ ایک دوسرے کو دیکھ لیتے ہیں یا یہ کہ مردے چل کر ایک دوسرے کی قبروں میں جاکر سلام وکلام کرتے ہیں۔ نیلوی صاحب ذرا یہ بھی بتادیں تو نوازش ہوگی کہ مردے وہاں شادی بیاہ بھی کرتے ہیں یا نہ۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ثابت البنانی رحمہ اللہ حضرت انس ودیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ جب آدمی مرتا ہے تو اس کے عزیز واقارب جو پہلے مر چکے ہیں۔ اس کو گھیر لیتے ہیں اور دونوں مل کر خوش ہوتے ہیں۔ جس طرح سفر سے گھر آنے والے مسافر سے خوشی ہوتی ہے۔ (ابن ابی الدنیا) (ندائے حق جز اول ص ۷۶)

زیارت کرنے والا مردے کے پاؤں کی جانب سے آئے۔ تاکہ مردہ کو پہچاننے میں آسانی ہو۔ سر کی جانب سے زیارت کرنے والا نہ آئے۔ کیونکہ مردہ کو نگاہ اٹھانے میں دقت وتھکان لاحق ہوگی۔ (خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ ندائے حق ج ۲ ص ۳۸۰)

اسی طرح ملا علی القاری، علامہ شامی سے نیلوی صاحب نے نقل کیا ہے۔ (دیکھئے شفاء الصدور طبع اول ص ۹۶)

نیلوی صاحب بتایئے اب بھی سماع موتی کے مسئلہ کو شرک میں داخل کرنے والا سب سے بڑا گیٹ کہو گے یا نہ اور سماع موتی کے قائلین کو مشرک کہو گے یا نہ۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جس کو آپ شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۱۳۸) ان کو مشرک کہو گے یا نہ۔ نیز نیلوی صاحب آپ کا مشترکہ فیصلہ کہ جو سماع موتی کا قائل ہے، اس کا ہماری جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی اکتوبر ۱۹۸۴ء ص ۱۷)

فلہذا رئیس الموحدین شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ کا تمہاری جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ سماع موتی کا قائل نیلوی صاحب کے نزدیک شیخ الاسلام ہوتا ہے۔ ایسا کام نیلوی صاحب ہی کر سکتا ہے۔

لاؤں وہ جو اگلوں سے ممکن نہ تھا

یاوہ گوئی نمبر ۱۳: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔''فمن نسب القول بسمع الاموات ومعرفتھم وابصارھم الیٰ مذھب اھل السنة والجماعة فلیس فی شی من الحق بل افتری علیھم کذبا وبھتانا وافکا عظیماً'' (شفاء الصدور طبع اوّل ص ۱۰۹)

جو سماع اموات کی نسبت اہل سنت والجماعت کی طرف کرتے ہیں یا وہ جاہل ہیں ورنہ تو اس افتراء عظیم کے مرتکب ضرور ہیں۔

محترم نیلوی صاحب دوسروں کی تو بات ہی چھوڑ دو۔ اپنا حال سناؤ جناب کون ہیں مفتری ہیں یا جاہل ہیں۔ کیونکہ جناب نے سماع موتی کی نسبت امام شافعی، امام احمد اور شوافع، حنابلہ، مالکیہ وامام ابن تیمیہ وابن قیم وابن عبدالہادی وملا علی القاری وغیرہم کی طرف کی ہے۔ کیا یہ حضرات آپ کے ہاں اہل سنت والجماعۃ ہیں یا نہ اگر ہیں تو ان کی طرف سماع موتی کی نسبت کر کے آپ جاہل بنے ہیں یا مفتری فیصلہ جناب ہی کر دیں۔ کیونکہ ؎

آپ خود ہی ذرہ اپنے جور و جفا کو دیکھیں ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

یاوہ گوئی نمبر ۱۴: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ خصوصاً اپنے نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کو تو قبر مبارک سے نکال لیتے تا کہ لوگ بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہو کر صحابیۃ کا درجہ حاصل کر لیتے۔ (ندائے حق طبع اوّل ص ۶۵)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

(نوٹ) ندائے حق طبع اوّل میں یہ لفظ لکھے گئے تھے۔''قبر مبارک سے نکال لیتے'' لوگوں نے اودھم مچا دیا کہ نیلوی صاحب نے توہین کر دی حضرت ﷺ کی کہ حضرت ﷺ کو قبر سے نکالنے کا منصوبہ یہود نے بنایا تھا۔ لہٰذا نیلوی ''یہودی بنے۔'' نیلوی کہتا ہے کہ آپ کے جسد اطہر کو قبر اطہر سے نکالنے کا نا مبارک منصوبہ آنحضرت ﷺ کی توہین کی بناء پر تھا۔ اس لئے مذموم تھا لیکن یہاں حصول فیض کے لئے ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۴۶۸)

محترم نیلوی صاحب اگر یہ الفاظ توہین کے نہیں تھے تو آپ نے عبارت میں تبدیلی کیوں کر دی ہے۔ چنانچہ (ندائے حق جز اوّل ص ۴۶۷) میں اب الفاظ یوں ہیں: ''خصوصاً اپنے نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کو تو قبر مبارک سے باہر بلا لیتے۔''

محترم نیلوی صاحب یہ تو آپ نے مودودی صاحب والا کام کیا ہے۔ جب اس ناعاقبت اندیش نے حضرت یونس علیہ السلام کی توہین میں چند الفاظ لکھ دیئے تھے۔ (دیکھئے تفہیم القرآن جلد دوم سورۃ یونس طبع اوّل)

جب مسلمانوں نے اعتراض کیا تو مودودی صاحب نے وہ الفاظ کاٹ دیئے اور ساتھ ہی ساتھ یہ دعویٰ بھی کیا کہ میرے الفاظ درست تھے۔ نیلوی صاحب اور مودودی صاحب کا ذہن ایک جیسا ہے۔ مودودی صاحب راہنما ہیں۔ نیلوی صاحب ان کے پیروکار ہیں ؎

کند جنس باہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز باباز

نیلوی صاحب نے جو یہ الفاظ ''باہر بلا لیتے'' اب لکھے ہیں، یہ بھی بے ادبی سے خالی نہیں۔ کیونکہ باہر بلانے سے بھی سورہ حجرات میں منع آئی ہے۔ گستاخ انسان کو بغیر گستاخی کے الفاظ کے کوئی صحیح لفظ نظر ہی نہیں آتے۔ ان بے چاروں کی آنکھیں ہی بند ہوتی ہیں۔

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے بھلا اس میں کیا قصور ہے آفتاب کا

بے ادبی کا اقرار

نیلوی صاحب نے حضرت استاذ مکرم صفدر صاحب دامت برکاتہم کی کتاب (تسکین الصدور طبع اول ص ۱۸) کی عبارت پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "نیز یہ جو فرمایا" "اگر کوئی دوسرا شخص اس زندگی کو دیکھنا چاہے۔
ذرا یہ سمجھائیں وہ دیکھے گا کیسے قبر اطہر سے مٹی ہٹا کر یا بغیر مٹی ہٹانے کے۔ اگر مٹی ہٹا کر دیکھے گا تو توہین نہ ہوگی۔ (ندائے حق جز اول ص ۴۸۶)

نیلوی صاحب پہلے تو (ندائے حق جز اول ص ۴۶۸) میں لکھ آئے ہیں کہ حصول فیض کے لئے آنحضرت ﷺ کو قبر مبارک سے نکالنا توہین نہیں ہے اور اب یہاں لکھ دیا ہے کہ توہین ہے۔ معلوم ہوا کہ نیلوی صاحب دبی زبان میں اپنے آپ کو گستاخ مانتا ہے۔

حضرت صفدر صاحب دامت مجدہم کی عبارت کی وضاحت

نیلوی صاحب آپ نے خوامخواہ حضرت استاذ مکرم دامت برکاتہم کی عبارت پر اعتراض کرنا شروع کر دیا ہے۔ آپ کو یہ احتمالات نکالنے کی کیا ضرورت تھی۔ حضرت استاذ مکرم نے آگے ص ۱۴۰ پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی عبارت نقل کی ہے جس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ پس اگر فرض کیا جائے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ پس اگر فرض کیا جائے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کی قبر کھل گئی ہے تو لوگ ان کو اسی طرح دیکھیں گے جس طرح کہ عام مردوں کو دیکھتے ہیں جن کو زمین نہیں کھاتی۔ فضول باتیں کرنا نیلوی صاحب کا محبوب مشغلہ ہے۔

میت کو قبر سے نکالنا فیض حاصل کرنے کے لئے بھی جائز نہیں

قارئین کرام! ضلع ڈیرہ اسماعیل خان بمقام صدرا کے ایک پیرزادے نے اپنے بزرگ کو جو پشاور میں مدفون تھے، وہاں سے نکال کر فیض حاصل کرنے کے لئے صدرا لائے تو لوگوں میں ایک نیا فتنہ کھڑا ہو گیا اور مناظرہ تک نوبت پہنچ گئی۔ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے مولویوں کے ساتھ نیلوی صاحب بھی وہاں پہنچ گئے۔ علماء دیوبند کے ساتھ تعلق رکھنے والے مقامی علماء کرام نے اس مناظرہ پر کنٹرول حاصل کر لیا۔ بریلوی علماء مقام مناظرہ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ بحمد اللہ! یہ فتنہ فرو ہوا۔ نیلوی صاحب نے واپس آ کر اپنے ماہنامہ میں سارا مضمون ہی اس کے خلاف لکھا اور حوالہ جات سے ثابت کیا کہ مردہ کو قبر سے نکالنا جائز نہیں۔ دیکھئے ماہنامہ جشن بہار سرگودھا
(گلستان اہل سنت نمبر ۹ ش ۱، ۲، فروری ۱۹۷۹ء / ربیع الاول ۱۳۹۹ھ)

اس ماہنامہ کا پہلا صفحہ قارئین کرام کی خدمت میں عکس کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ جب کسی بزرگ کو فیض حاصل کرنے کے لئے قبر سے نکالنا منع ہے تو نیلوی صاحب کا (یہ کہنا کہ نبی اکرم ﷺ کو فیض حاصل کرنے کے لئے نکالنا جائز ہے) سخت قسم کی بے ادبی و گستاخی ہے۔ اس قسم کا گستاخ شفاعت نبوی ﷺ سے محروم ہوگا اور زیارت نبی اکرم ﷺ اس کو کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

قیامت تک نہ اٹھ سکے گا خدا کی قسم　　جس کو تو نے نظروں سے گرا کے چھوڑ دیا

۱۴۶

ماہنامہ بستانِ بہار سرگودھا
مدیر: علامہ فرید احمد — رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۲۱
مدیر سید حسن واسطی
گلستانِ اہلسنت نمبر
خاص شمارہ
جلد ۹ — فروری ۱۹۸۶ء / ربیع الاول ۱۴۰۶ھ — شمارہ ۲

از حضرت علامہ حسین منظر

اولیاء کرام رحمہم اللہ اور مزاراتِ مقدسہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَمَتْبِعِیْہِ تَتَوَالٰی

اَمَّا بَعْد: دوسرے ممالک کا تو ہمیں علم نہیں ہے۔ البتہ ہمارے ملک میں بعض ایسے ایسے عناصر ہیں جن کا یہ رویہ ہے کہ اپنے دنیوی مفاد کی خاطر کسی بزرگ نیک ولی کی قبر کو اکھیڑ کر اس کے جسم کو نکال کر دور دراز مقام پر جہاں اپنی گدی ہے لے جا کر دفن کر دیتے ہیں۔ اور جب کوئی عاشق مطالبہ کرتا ہے کہ خدارا مجھ پر کرم فرمائیں۔ اور ولی اللہ کے چہرہ مبارک کی زیارت کرائیں۔ تاکہ مجھے بھی سعادت نصیب ہو۔ تو سختی سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ منہ دیکھنا ناممکن ہے۔ اگر منہ دیکھ لیا گیا تو یہ خرابیاں ہوں گی۔ زیارت کر کے کیا کرو گے۔ ہم نے آپ کی خاطر کس قدر سہولت کر دی ہے کہ آپ کو اس ولی کے پاس دور دراز کا سفر طے کر کے پہنچنا پڑتا تھا جو ناممکن ہو جاتا۔ وقتاً فوقتاً حضرت پیر صاحب سے مانگ لیا کریں۔ آپ کی حاجت دربار حضرت پیر صاحب پوری کر دیا کریں گے۔ جو نذرانہ حضرت پیر صاحب کو پیش کرنا ہو ہمیں پیش کر دیا کرو۔ جو چڑھاوا چڑھانا ہو ہمیں چڑھا دیا کرو۔ یہ کام اکثر و بیشتر کئی مقامات پر ہوتا رہتا ہے اور ہوتا رہتا ہے۔ اور ایک واقعہ اسی قسم کا تازہ بتازہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں ہوا ہے کہ ایک نوجوان نے ضلع پشاور میں اپنے جد امجد ایک بزرگ کی قبر تقریباً چھ سال کے بعد اکھیڑ ڈالا۔ پھر کسی لکڑی کے تابوت میں رکھ کر صدا (ڈیرہ اسماعیل خان سے تقریباً پچیس میل شمال مغرب کو) میں لا کر دفن کر دیا۔

ایک عالم دین نے (اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل اور اولاد و دین و دنیا میں برکات کثیرہ عطا فرمائے) اس کی اس نازیبا اور غیر شرعی اور قبیح حرکت پر متنبہ فرمایا۔ مگر وہ نوجوان بجائے اس کے کہ اپنی غلط کام پر نادم ہوتا (الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے) اس عالم دین پر کیچڑ اچھالنے لگا اور کفر کی مشین گن کا دہانہ کھول کر اس عالم دین اور اس کے ہم مسلک تمام علمائے حق کی طرف منہ کر کے فیر شروع کر دیئے۔ اور ایک طوفان برپا کر دیا۔ اور اپنے تمام مریدوں کو مقابلے کے لئے بلا لیا اور رن خوب گرما کر دیا!

یاوہ گوئی نمبر ۱۵: نیلوی صاحب رسول اللہ ﷺ کے متعلق لکھتے ہیں۔ خواہ آپ کتنے ہی پردوں میں پڑے ہیں۔ (ندائے حق طبع اوّل ص ۲۸۳)

پڑے ہیں یہ بے ادبی کا لفظ ہے۔ ادب کا تقاضا تھا کہ الفاظ یوں ہوتے۔ (آپ خواہ کتنے ہی پردوں میں آرام فرما ہیں یا تشریف فرما ہیں) مگر نیلوی صاحب جیسے لوگوں سے ادب کے الفاظ منہ سے نکالنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

بے ادب محروم ماند از فضل رب

یاوہ گوئی نمبر ۱۶: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ روح اور بدن عنصری میں میں ایک تعلق اور کنکشن ہے۔ سو یہ بھی غلط ہے اس کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں ملتا۔ محض قیاسی بات ہے۔ یہی تحقیق بعینہٖ نبی کریم ﷺ کے متعلق بھی ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۱۴۴)

نیلوی صاحب نے عام مردوں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کو ملا دیا ہے اور برابر کر دیا ہے۔ (معاذ اللہ)

تعلق کا منکر کافر ہے

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (فائدہ) جب اپنی قوم یا اقارب وغیرہ کے ساتھ روحانی تعلق قرآن پاک سے ثابت ہے تو اپنے جسد عنصری کے ساتھ روح کا تعلق یقیناً ثابت ہے جو اسی قرآنی آیت سے بطریق دلالت النص ثابت ہے اور جو بات دلالۃ النص کے ساتھ قرآن کریم سے ثابت ہو جائے وہ اسی طرح قطعی اور یقینی ہوتی ہے جس طرح عبارت النص کے ساتھ قرآن کریم سے ہونے والی بات قطعی اور یقینی ہوتی ہے اور یہ تعلق ثابت ہے۔ اس تعلق کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس تعلق کے انکار سے قرآن کریم کی آیت سے انکار لازم آتا ہے اور ایک آیت بلکہ ایک کلمہ قرآنیہ کا انکار کفر ہے، جس طرح سارے قرآن کریم کا انکار کفر ہے۔ مگر اس تعلق کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اس تعلق کی وجہ سے روح جسد کی طرف واپس آ کر اس میں کان، آنکھ، دل اور عقل اور زبان اپنے اپنے فرائض پر پھر اسی طرح تعینات ہو جائیں۔ جس طرح دنیوی زندگی میں ان فرائض کی ادائیگی ہوتی ہے۔ یعنی کان اہل دنیا کا کلام سننے لگ جائیں۔ آنکھیں اہل دنیا میں سے قبر پر کھڑا ہونے والوں کو دیکھنے لگیں اور زبان اہل دنیا میں سے قبر کے پاس آنے والوں کے کلام سلام کا جواب دینے لگ جائیں اور دل و عقل اہل دنیا میں سے قبر پر آنے جانے والوں کو جان پہچان کرنے لگ جائے۔ ایسا تعلق قرآن پاک کی کسی آیت سے ثابت نہیں۔ (ندائے حق ج ۱ اوّل ص ۶۳ تا ۶۴)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے قرآن مجید سے روح کا تعلق جسد عنصری سے ثابت کیا ہے اور اس کے انکار کو کفر قرار دیا ہے۔ البتہ نیلوی صاحب خاص قسم کے تعلق کا انکار بھی کرتے ہیں اور یہ ان کے تلون مزاجی کی بدترین مثال ہے۔

جسم سنتا ہے روح نہیں سنتا

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ صحیح احادیث اس بات کو صاف اور صریح طور پر بیان کرتی ہیں کہ جسم کے لئے سماعت ہے نہ روح کے لئے مثلاً وہ روایت جو صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ "قال رسول اللہ ﷺ ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی منہ اصحابہ انہ لیسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان فیقعد انہ وفی روایۃ ویجلسانہ" یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بندہ کو جب اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کو دفن کرنے والے

ساتھی دفن کر کے واپس چلے جاتے ہیں تو وہ دفن کیا ہوا بندہ میت ان واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز ابھی سن ہی رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آکر اسے اٹھا بٹھاتے ہیں۔ اس حدیث صحیح کی ظاہر عبارت یہ بتاتی ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد نکیرین کے اس کے پاس آنے اور اٹھا بٹھانے سے پہلے وہ میت واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے تو یہ صرف جسم ہی تو ہے، جس میں روح نہیں ہے اور اس جسم بے روح کے لئے سماعت ثابت ہوگئی۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اس العبد سے مراد جسد بلا روح ہے جسے قبر میں رکھا جا رہا ہے۔

پھر دتولیٰ عنہ میں ضمیر مجرور اور اصابہ میں مضاف الیہ ضمیر ان ہر دو ضمیروں کا مرجع وہی العبد ہے جو جسد بے روح سے عبارت ہے۔ پھر انہ کی ضمیر بھی العبد کی طرف راجع ہے۔ ''لیسمع'' کی ضمیر بھی اسی کی طرف راجع ہے۔ پھر ''اتاہ'' میں ضمیر منصوب متصل کا مرجع بھی العبد ہے۔ پھر فیقعدانہ میں بھی ضمیر منصوب متصل کا مرجع بھی العبد ہی ہے جو عبارت ہے، جسد بے روح سے اور قلیب بدر والی حدیث بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہے کہ صرف جسموں نے سنا تھا، جن میں روح نہ تھی۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۷۸، ۳۷۹)

پھر نیلوی صاحب نے آگے چل کر لکھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں گلتے سڑتے نہیں ہیں۔ ان کے جسم مبارک کا کھانا زمین پر حرام کر دیا گیا ہے اور گلنے سڑنے سے محفوظ رکھے گئے ہیں۔ پس اس حدیث سے پہلے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو زندہ لوگوں کے کلام سننے کے لئے جسد خاکی کا سالم ہونا ضروری ہوا اور دوسری بات اس حدیث سے یہ ثابت ہوئی کہ جب جسد نہ رہے تو سماعت بھی نہیں رہتی۔ خلاصۃ الفتاوی وغیرہ بعض فقہی کتابوں میں ہے کہ زیارت کرنے والا میت کے پاؤں کی طرف سے جائے۔ کیونکہ یہ صورت میت کے لئے آسان ہے۔ سرہانے کی طرف نہ جائے۔ کیونکہ اس میں میت کو اپنی نگاہ پھیرنے میں اور سرہانے کی طرف متوجہ ہونے میں دقت اور مشقت اور تکان ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ جب فقط روح سنتی ہے اور جسد خاکی نہیں سنتا تو پھر سرہانے کی طرف سے آنے کا امتیاز کیسا۔ ناچار یہ سب ناچار یہ سب کچھ جسم کے خواص ہیں۔ پس اس فقہی روایت کا مضمون بھی جسد کو سماعت کے لئے مخصوص ثابت کرتا ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۸۰)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے تین صحیح حدیثیں جسد کے سماع کے لئے بیان کی ہیں جو بقول نیلوی صاحب صریح بھی ہیں اور ایک فقہاء کرام کا فتویٰ خلاصۃ الفتاوئی وغیرہ سے نقل کیا ہے جو جسد کے سماع میں صریح ہے اور بقول نیلوی صاحب جسد کو سماعت کے لئے مخصوص ثابت کرتا ہے۔ لیکن نیلوی صاحب نے ان صریح اور صحیح حدیثوں کے مضمون کو رد کر کے تاویلیں شروع کر دیں اور فقہاء کرام کے فتوئی کو بھی رد کر دیا ہے جو کہ بالکل صریح ہے۔ اب نیلوی صاحب کے شبہات کو ذکر کر کے ان کا جواب دیا جاتا ہے۔

سوال: نیلوی صاحب خلاصۃ الفتاوئی وغیرہ کے حوالہ کا جواب یوں دیتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ کہ زیارت کے لئے سرہانے کی طرف سے جانا میت کے لئے التعب ہے کہ میت کو نگاہ کرتے وقت دقت ہوتی ہے۔ گردن پھیرنی پڑتی ہے۔ نہ قرآن پاک کی آیت سے ثابت ہے اور نہ کسی حدیث سے ثابت ہے اور نہ امام اعظم سے نہ صاحبین سے یا جمہور فقہائے حنفیہ سے۔ (رحمہم اللہ) وہ محض ایک خیال ہے بعض علماء کا جو دین میں کسی طرح حجت نہیں ہو سکتا۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۸۰، ۳۸۱)

الجواب: جناب نیلوی صاحب خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ کے حوالہ سے جو جناب نے فقہاء کرام کا فتویٰ نقل کیا ہے یہ فتویٰ علامہ شامی نے بھی ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۶۶۵ مطلب فی زیارۃ القبور مطبوعہ کوئٹہ)

اور ملا علی قاری نے شرح اللباب میں آداب زیارۃ میں اس مسئلہ وفتویٰ کو ذکر کیا ہے۔ (شفاء الصدور مترجم اردو ص ۹۶)

حافظ ابن الہمام بھی فقہاء احناف سے اس مسئلہ کا بیان کرتے ہیں۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۹۵ المکتبہ الرشیدیہ کوئٹہ)

اور سید احمد طحطاوی حنفی (حاشیہ مراقی الفلاح ص ۳۴۰) میں حافظ ابن القیم سے نقل کرتے ہیں کہ احادیث اور آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ قبروں کی زیارت کرنے والا جب بھی آئے تو قبر والا میت اس شخص کو جانتا ہے اور اس کا سلام بھی سنتا ہے اور اس سے مانوس بھی ہوتا ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے اور یہ عام ہے۔ شہداء وغیر شہداء سب کو شامل ہے اور اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ مزید حوالے کسی اور مقام میں ذکر کر دیئے جائیں گے۔ محترم نیلوی صاحب کیا یہ سب فقہاء احناف اس قابل ہیں کہ ان کے اقوال وفتاویٰ کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے۔ حالانکہ فقہاء احناف کی بات کو ٹھکرانا آپ کے نزدیک بھی زبردست گستاخی ہے۔

فقہاء احناف کی بات کو ٹھکرانا زبردست گستاخی ہے

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ مندرجہ بالا اجلہ فقہائے حنفیہ شکر اللہ سعیہم نے جو جواب دیئے ہیں وہ کسی طرح بے دلیل نہیں ہو سکتے۔ ایسی ہستیوں کے بارے یہ تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ایسا تصور کرنا ان پر بے اعتمادی کا ثبوت ہے اور ایک غیر معمولی گستاخی ہے اور بغیر دلیل کے ان کی بات کو پاؤں کی ٹھوکر سے اڑا دینا ہے۔ حفظنا اللہ منہ! (ندائے حق ج ۲ ص ۱۵۶)

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

سوال: حدیث "انہ لیسمع قرع نعالہم" کے متعلق نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور جوتیوں کی آواز سننا جو ہے اس سے نکرین کا جلدی آنا۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۸۱، جز اول ص ۱۹۵)

جواب: ملا علی قاری نے اس توجیہ کی خوب تردید فرمائی ہے اور کہا ہے کہ میت کفن دینے والے اور چار پائی اٹھانے والے اور جنازہ پڑھنے والے اور دفن کرنے والے سب کو جانتا اور پہچانتا ہے۔ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے اور ابن الملک فرماتے ہیں کہ مردہ جوتوں کی دب دب کی آواز حقیقتاً سنتا ہے۔ (ندائے حق ج ۱ ص ۱۹۶)

جواب ۲: نیلوی صاحب آپ نے خود اس حدیث کی تشریح میں تسلیم کیا ہے کہ العبد سے مراد جسد بے روح ہے اور اس کو قبر میں اٹھانا اس سے منکر نکیر کا سوال کرنا۔ پھر اس مردہ کا جواب دینا وغیرہ۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اب جان من انکار کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ ہاں ایہ اور بات ہے۔

تیرا جی نہ مانے تو باتیں ہزار ہیں

جواب ۳: اگر قرع نعال کا حقیقی معنی مراد نہ ہو تو فقہائے احناف کا اس حدیث کو جوتوں سمیت قبروں کے درمیان چلنے پر استدلال کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ چنانچہ نیلوی صاحب آپ خود حوالہ نقل کرتے ہیں۔ یعنی قبرستان میں جوتوں کے ساتھ چلنا ہمارے مذہب حنفی میں مکروہ نہیں۔ جس کی دلیل آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ جب لوگ قبرستان سے واپس گھروں کو جاتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ (ندائے حق ج ۱ ص ۲۲)

نیلوی صاحب حنفیت سے تم خارج ہو تم نے حنفیت کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو راہ راست پر چلائے۔ آمین!

محترم نیلوی صاحب بات بہت طول پکڑتی جارہی ہے۔ اس کو یہاں ختم کر دیں۔ بقیہ ادھار کر لیں۔ ان شاء اللہ یار زندہ صحبت باقی! جناب کی پوتھی ندائے حق خرافات سے بھری ہوئی ہے۔ کس کس خرافہ کا جواب دیا جائے۔

فدا ہو آپ کی کس کس ادا پر ادائیں لاکھ اور بے تاب دل ایک

یاوہ گوئی نمبر ۱۷: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ایک صحابی غیر معروف الفقہ والعدالۃ یعنی حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ملی۔ (ندائے حق طبع اول ص ۱۳۵)

نیلوی صاحب کا رجوع

نیلوی صاحب نے اپنی غلطی سے رجوع کر لیا ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۲۹۵) مگر کس کس گستاخی سے نیلوی صاحب رجوع کریں گے ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفاء کی تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

جمہور اہل سنت زنبور ہیں

ہم جمہور سے علیحدہ ہی اچھے ہیں۔ ہم ایسے جمہور کے عاشق نہیں۔ ہمیں تو قرآن وسنت و اجماع مجتہدین کافی ہیں۔ یہ جمہور زنبور کشف خوابیں جنگیوں کا مذہب آپ ہی کو نصیب ہو۔ (ندائے حق طبع اول ص ۳۰۲)

یاوہ گوئی نمبر ۱۸، حیات النبی ﷺ کا عقیدہ قبول کرنا ایمان فروشی ہے

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ میں اگر ایمان فروش یا اجیر خاص ہوتا تو چوکیرہ مدرسہ دار الہدیٰ سے میں نہ نکلتا اور آپ لوگوں کا مسلک اختیار کر لیتا۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۲۹۵)

نیلوی صاحب نے اس مدرسہ سے نکلنے کی تفصیل (ندائے حق جزء اول ص ۳۰۸، ۳۰۹) میں کر دی۔ نیلوی صاحب خود نہیں نکلے بلکہ نکالے گئے ہیں ؎

کہہ رہی ہے یہ آنکھ حشر میں شرمائی ہوئی ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی

یاوہ گوئی نمبر ۱۹، انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو گلاب کے پھول سے تشبیہ دینا توہین ہے

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ان کے اجساد مطہرہ کو گلاب کے پھول سے تشبیہ دینا بھی ان کی توہین ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۳۸)

گلابی رخسار والے

نیلوی صاحب کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے اجساد مطہرہ کو جب گلاب کے پھول کے ساتھ تشبیہ دینا توہین ہے تو چہرہ مبارک جو جسد مبارک میں سے عضو شریف بلکہ اشرف ہے۔ اس کو گلاب کے پھول کے ساتھ تشبیہ دینا تو بطریق اولیٰ بے ادبی و گستاخی و توہین ہو گی۔ مگر نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور ادھر آپ کا معصوم جسم مطہر معطر بالکل

بلا تغیر وتبدل اسی طرح موجود ہے۔جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے محفوظ ہاتھوں سے ام المومنین کے حجرہ شریفہ میں زمین کھود کر لحد میں رکھا تھا۔ جیسے کوئی نقاب اوڑھے۔ گلابی رخسار والے گورے رنگ کے آرام فرما رہے ہیں۔(صلی اللہ علیہ وسلم)(ندائے حق جز ثانی ص ۱۴۰ طبع اوّل ص ۲۶۲) نیلوی صاحب نے اپنا گستاخ ہونا ثابت کردیا ہے ؎

دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی
غیر کی آنکھ کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر

یاوہ گوئی نمبر ۲۰، انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ کا انکار

نیلوی (ندائے حق جزء اوّل ص ۳۹۵) میں نقل کرتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد طیبہ میں نہ حیات برزخی ہوتی ہے اور نہ ان میں ادراک وشعور ہوتا ہے۔(معاذ اللہ) نقل کفر کفر نباشد!

عام اموات کے بارے میں نیلوی صاحب اقرار کرتے ہیں۔ان میں اتنی حیات تسلیم کرنا کہ وہ اپنی قبروں میں دکھ سکھ محسوس کرسکیں۔ضروریات دین سے ہے۔(ندائے حق ج ۱ ص ۶، ۱۸، ۱۹، ج ۲ ص ۳۴۵) مگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق اتنا بغض کہ عام مومنوں والی حیات سے بھی وہ بہرہ ور نہیں ہیں۔(معاذ اللہ) بلکہ کفار کو بھی ایک قسم کی حیات حاصل ہے۔مگر انبیاء علیہم السلام کو کسی قسم کی اپنی قبروں میں حیات حاصل نہیں۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم!

ایمان کو آگ لگا کر خوش ہونا ہے کام جمالو بی بی کا

غیر نبی کو نبی پر فضیلت دینے والا کافر ہے

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔نیلوی کہتا ہے کہ ایسا عقیدہ جس میں غیر نبی کی نبی پر فضیلت ہو اور انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی ہو وہ بلا ریب کفر ہے۔اب ہر ذی شعور سمجھ سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی گستاخی کس صورت میں لازم آتی ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۵۵۲)

نیلوی صاحب آپ نے یہ فتویٰ کفر کا اپنی ذات پر خود لگایا ہے۔

تو گرفتار ہوئی اپنے کئے کے باعث
گل وگلشن کا گلہ اے بلبل ناشاد نہ کر

نیلوی صاحب آپ کی گستاخیاں ویاوہ گوئیاں تو بہت ہیں۔مگر ہم نے حق کے متلاشیان کے لئے چند نقل کر دی ہیں۔تاکہ وہ عبرت حاصل کرکے گستاخوں کی سنگت سے اجتناب کریں۔لیکن اس کے باوجود بھی اگر کوئی آدمی انبیاء علیہم السلام کی توہین وگستاخی کرنے والے کے ساتھ محبت کرتا ہے تو جائے جہنم ؎

جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے

نیلوی صاحب کا بیجا غصہ

نیلوی صاحب پر جب مسلمانوں کی طرف یہ اعتراض کیا گیا کہ نیلوی تو زبردست گستاخ ہیں تو نیلوی صاحب نے اپنی گستاخیوں پر پردہ ڈالنے اور ان کو جائز ثابت کرنے کے لئے اکابر علماء دیوبند پر جھوٹے الزام لگا دیئے،جس طرح کہ بریلوی اور مودودی صاحبان کا وطیرہ ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ گستاخ ہیں (معاذ اللہ)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔اگر خواہمخواہ بولنا ہی ہے تو یہ بتاؤ کہ (جمال قاسمی ص ۱۵) میں نبی پاک کی قبوری زندگی

کو سکتہ کے مرض والے کی زندگی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ توہین نہیں۔ (ندائے حق جز اوّل ص۴۶۹) نیلوی صاحب ہمیں تو توہین نظر نہیں آتی۔ تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہوتی۔ آپ کا گستاخ ذہن اگر اس کو توہین سمجھے تو ہمیں تعجب بھی نہیں۔

ہفت روزہ خدام الدین وترجمان اسلام پر ناراضگی

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (نیز جمعیۃ علمائے اسلام کے ترجمان اسلام میں حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے لکھا) جسم بے روح بنے وہیں پڑے رہے ان کی ہڈیوں کے جوڑ جوڑ الگ ہو گئے تھے۔ جسم کا بند بند ٹوٹ گیا تھا...... اس بے جان لاشے میں اپنی روح پھونک دی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہٹا کٹا مرد بنا دیا۔ کیا حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے یہ تعظیمی الفاظ ہیں۔ اسی طرح خدام الدین جو حضرت لاہوری کا جاری کردہ ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں جو لکھا۔ دریں اثناء جسم زخم آلودہ سے ایک کیڑا زمین پر گر گیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے زخموں کی عفونت ہوا میں مل کر نزدیکی گاؤں کی طرف گئی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے لوگوں کو فرمایا۔ مجھے اپنے گاؤں کے کوڑا کرکٹ پر پھینک دو۔ سمجھنا کہ معاذ اللہ گلا سڑا کتا پڑا ہے۔ کیا یہ تعظیمی الفاظ ہیں۔ وہ ہاتھ جل جائیں جنہوں نے خدام الدین جیسے اسلامی رسالہ میں یہ لکھا ہے۔ ہاں! تو ایک بات اور رہ گئی کہ آپ کا فتویٰ ہے کہ ہمارے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور مسئلہ ہے کہ نبی کی توہین کرنے والا کافر ہے۔ کافر کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہونے کا کیا مطلب۔ کافر کے پیچھے تو نماز ہوتی ہی نہیں۔ لیکن آپ جو ہمارے پیچھے نماز کو مکروہ تحریمی کہتے ہو تو معلوم ہوا کہ آپ ہمیں مسلمان سمجھتے ہیں اور آپ کا خیال ہے کہ نبیوں کی توہین کرنے والا فاسق مبتدع تو ہو سکتا ہے، مگر کافر نہیں ہوتا۔ شاید یہی وجہ ہو کہ ترجمان اسلام میں اور خدام الدین میں خوب کھل کر نبیوں کی توہین کی گئی ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ! (ندائے حق جز اوّل ص۴۶۹)

نیلوی صاحب نے (ندائے حق ج ۲ ص ۳۰۴) میں توہین حضرت عزیر علیہ السلام کے عنوان کے تحت پھر (ترجمان اسلام ص ۱۶، ۱۷، ۱۸) جلد شمارہ کا حوالہ دیا ہے۔ مگر نیلوی صاحب نے سن وتاریخ کا کوئی حوالہ نہیں دیا تاکہ اصل رسالہ کی طرف رجوع کیا جاتا۔ جب تک نیلوی صاحب ترجمان اسلام کا سن وتاریخ نہ بیان کریں۔ اس پر تبصرہ وجواب کا اظہار نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ نیلوی صاحب نے توہین حضرت ایوب کے عنوان کے تحت خدام الدین ۱۲/اکتوبر ۱۹۶۲ء کا حوالہ دیا ہے۔ دیکھئے (ندائے حق ج ۲ ص ۳۰۷) اس لئے اس کا جواب تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔ نیلوی صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ خدام الدین جو حضرت لاہوری کا جاری کردہ ہے، بے شک خدام الدین حضرت لاہوری کا جاری کردہ ہے۔ مگر جناب نیلوی صاحب آپ نے جس خدام الدین کا حوالہ دیا ہے وہ ۱۲/اکتوبر ۱۹۶۲ء کا ہے۔ جب کہ اس کے جاری کنندہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ اس سے قبل رمضان ۱۳۸۱ھ/ فروری ۱۹۶۲ء میں انتقال فرما چکے تھے۔ دوم جس مضمون کا آپ نے حوالہ دیا ہے۔ وہ حافظ محمد اشرف کیمبل پوری کا ہے۔ جو جاہل قسم کا آدمی نظر آتا ہے اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ واقعہ اسرائیلیات میں سے ہے۔ یہ اتنا مشہور ہے کہ بڑے بڑے علماء بھی اس میں ٹھوکر کھا گئے ہیں۔ شیخ عطار نے بھی کیڑوں کا ذکر کیا ہے۔ (از تن صابر بکرماں قوت داد) (پند نامہ) نیلوی صاحب آپ نے جو اس واقعہ کو کھلی توہین سے تعبیر کیا ہے، تو گویا آپ ایسے واقعہ بیان کرنے والے پر کفر کا فتویٰ لگانا چاہتے ہیں۔ جناب نیلوی صاحب آپ نے اگر فتویٰ لگانا ہے اور فتویٰ لگانے کا شوق ہے تو اپنا شوق پورا کریں۔ آپ کے پیر و مرشد بھی اس واقعہ کے بیان کرنے میں ملوث ہیں۔ ملاحظہ ہو اور ایوب کا قصہ مختصر یہ ایک کتاب میں ہے کہ تمام لوگ مخالف ہو گئے۔ شہر میں باہر نکال دیا کہ ان کے بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ (ہلتہ الحیران ص ۲۸۷)

محترم نیلوی صاحب کیا خیال ہے آپ کے پیر و مرشد بھی بقول آپ کے گستاخ و کافر ہیں یا نہ اور اس تفسیر کے جامع مولانا محمد نذر شاہ صاحب عباسی اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب کے بارے میں جناب کے دربار سے کیا فتویٰ صادر ہوگا۔

سب آپ کے فتوؤں کے اسیر ہوئے ہم ہوئے تم ہوئے میر ہوئے

نیلوی صاحب گستاخی کرنے سے باز آجاؤ۔ توبہ کرلو تاکہ خاتمہ ایمان پر ہوجائے۔ دوسروں پر اپنی گندگی کا کیچڑ مت پھینکو۔

چار ہزار کیڑے

مولوی ابوالحسنات لاہوری بریلوی لکھتے ہیں۔ (حدیث میں ہے کہ چار ہزار کیڑے حضرت ایوب علیہ السلام کے جسد میں پڑ گئے) (اوراق غم واقعہ حضرت ایوب علیہ السلام) اس بریلوی شیخ الحدیث نے نبی اکرم ﷺ پر بہتان و جھوٹ بول دیا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث میں کہیں نہیں۔ یہ سب اسرائیلی جھوٹے من گھڑت قصے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ نصیب کرے۔

(نوٹ) حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق جو عوام و خواص میں مشہور ہے کہ ان کے جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ یہ روایت غلط ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم مبارک میں صرف خارش و زخم ہو گئے تھے، جس کی وجہ سے آپ کو تکلیف شدید کا سامنا کرنا پڑا اور آپ نے صبر کا مظاہرہ فرمایا۔

باب الجہالات

نیلوی صاحب کی نادانیاں

جہالت نمبر ۱: نیلوی صاحب توسل کی حدیث جو حضرت عثمان بن حنیف سے آتی ہے۔ اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ حدیث عثمان بن حنیف دوسرے طریق سے بھی مروی ہے۔ وہ بھی سنداً و متناً ناقابل استدلال ہے۔ ایک تو اس کا راوی متفرد ہے۔ (۲) اہل سنن کا اس حدیث سے اعراض۔ (۳) اضطراب لفظی کی وجہ سے ائمہ اہل سنت و جماعت کا اس کو قبول نہ کرنا۔ (۴) رواۃ حدیث کا استاذ روح سے منکر روایات نقل کرنا...... روح بن صلاح کو ابن حبان و حاکم نے گو ثقہ کہا۔ مگر ابن عدی و ابن تیمیہ و ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اسے ضعیف کہا ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۳۰۲)

جواب: حضرت عثمان بن حنیف کی حدیث کے کس طریق میں روح بن صلاح واقع نہیں ہوا۔ یہ نیلوی صاحب کی زبردست جہالت ہے۔ روح بن صلاح جس حدیث کی سند میں واقع ہوا ہے، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ دیکھئے (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ ج ۱ ص ۳۲، ندائے حق ج ۲ ص ۳۱۲، تفسیر بے نظیر ص ۱۱۴)

کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا آدمیت اور شئے ہے علم ہے کچھ اور چیز

جہالت نمبر ۲: نیلوی صاحب حدیث مصراۃ کا ترجمہ کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں۔ چاہے تو ایسا جانور اپنے پاس رکھے اور اگر واپس کرنا چاہے تو واپس کردے۔ مگر ساتھ (اس) کے ساتھ گندم کا ایک صاع بھی بیچنے والے کے حوالے کردے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۱۲۰)

الجواب: گندم کا صاع بیچنے والے کے حوالے کرے۔ یہ حدیث پاک میں نہیں ہے، بلکہ حدیث پاک میں ہے کہ گندم کا صاع نہ دے۔ چنانچہ (ترمذی ج۱ ص۲۳۶) مع العرف الشذی میں ہے۔ لاسمراء معنی لا اسمراء لابرا

نیلوی صاحب نے گندم کے ایک صاع کا ذکر کر کے اپنی زبردست جہالت کا ثبوت فراہم کیا ہے

کب سیاہی سفید ہوتی ہے لاکھ دھویا کرے کوئی　　ماش کی دال سے نہ ہو گندم پیدا لاکھ بویا کرے کوئی

جہالت نمبر ۳: ایک محدث جو جرح وتعدیل کا امام ہے، ابن ابی رواد ہے۔ مگر نیلوی صاحب نے اس کو ابن ابی داؤد بنا دیا ہے۔ دیکھئے (شفاء الصدور طبع اوّل ص ۸۲، طبع دوم ص ۱۳۹، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۴) لیکن نیلوی صاحب کو رواد اور داؤد کے درمیان فرق نظر نہیں آتا ۔

لطف یہ لطف ہے کہ املاء میں میرے یار کے یار　　حائے حطی سے گدح لکھتا ہے ہائے ہوز سے ہمار

جہالت نمبر ۴: نیلوی صاحب نے جید مجتہدین کی فہرست میں ابوداؤد ظاہری کو بھی شمار کیا ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۲۰) پہلے تو نیلوی صاحب نے یہ جہالت کا ثبوت دیا ہے کہ داؤد ظاہری کو ابوداؤد بنا دیا ہے۔ دوسرے ظاہری (ظاہر بین) شخص کو جید مجتہد کہنا یہ بھی جہالت وحماقت ہے۔ رکے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ہے۔　　(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۸)

تمام علماء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ جس طرح رکھے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے۔ اسی طرح پاخانہ (ٹٹی) کرنا بھی منع ہے۔ اسی طرح کسی برتن میں پیشاب و پاخانہ کر کے پانی میں ڈالنا بھی منع ہے۔ مگر داؤد ظاہری کے نزدیک (جو نیلوی صاحب کے نزدیک جید مجتہد ہے۔ پانی میں انسان کو صرف پیشاب کرنا منع ہے۔ اگر انسان خود پانی میں پیشاب نہ کرے اور کسی برتن میں پیشاب کر کے پانی میں ڈال دے تو منع نہیں۔ اسی طرح پانی میں پاخانہ (ٹٹی) کرنا بھی منع نہیں۔ امام نووی، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۸) میں اس حکایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''وھذا الذی ذھب الیہ خلاف اجماع العلماء وھو من اقبح مانقل عنہ فی الجمود علی الظاھر'' داؤد ظاہری کا یہ مذہب علماء کرام کے اجماع کے خلاف ہے اور جمود علی الظاہر کی بدترین مثال ہے۔ فرقہ ظاہریہ کے اس بے جا جمود کی تردید شیخ الاسلام ابن دقیق العید نے (احکام الاحکام ج ۱ ص ۸) میں نہایت بہترین انداز میں کر دی ہے۔ وہاں ہی ملاحظہ کریں۔ نیز دیکھئے　　(مقام حضرت امام ابوحنیفہ طبع اوّل ص ۲۲۶)

علامہ تاج الدین سبکی، قاضی ابوبکر کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔ ان اصحاب الظاھر لیسوا من علماء الشریعۃ وانما ھم نقلۃ ان ظھرت الثقۃ (طبقات ج ۲ ص ۴۵) اصحاب ظاہر علماء شریعت سے نہیں بلکہ وہ صرف نقال ہیں۔ جب کہ ان کی ثقاہت ظاہر ہو۔　　(بحوالہ مقام حضرت امام ابوحنیفہ ص ۲۲۷)

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص سونے چاندی کے برتن میں کوئی چیز پیتا ہے۔ وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ کو داخل کر رہا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۸۷) امام نووی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ علماء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ سونے چاندی کے برتن میں جس طرح پینا منع ہے، اسی طرح کھانا بھی منع ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۸۷) اور ان برتنوں کو استعمال کرنا بھی حرام ہے۔ مگر داؤد ظاہری کہتا ہے کہ پینا منع ہے، حرام ہے۔ مگر کھانا ان برتنوں میں اور ان کو استعمال کرنا منع وحرام نہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں۔ ''امام قول داود فباطل لمنابذتہ صریح ھذہ الاحادیث فی النھی عن الاکل والشرب جمیعاً ولمخالفتہ الاجماع قبلہ'' اسے

پر قول داؤد ظاہری کا پس باطل ہے۔ بوجہ پھینک دینے اس کے ان حدیثوں کو جو کھانے پینے کی منع میں صریح ہیں اور بوجہ مخالفت کرنے اجماع علماء کے جو داؤد ظاہری سے پہلے ہو چکے ہیں۔ پھر امام نووی لکھتے ہیں۔ ''فالمحققون یقولون لا یعتدبہ لا خلالہ بالقیاس وھو احد لشروط المجتھد الذی یعتدبہ'' (شرح مسلم ج ۲ ص ۱۸۷)

محقق علماء ومحدثین کرام کا فیصلہ یہ ہے کہ داؤد ظاہری کی بات کا اجماع کے خلاف کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ داؤد ظاہری قیاس کو ترک کرتا ہے۔ حالانکہ مجتہد کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ قیاس کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو تب اس کی بات کا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ نیلوی صاحب آپ تو داؤد ظاہری کو جید مجتہد مانتے ہیں۔ جب کہ امام نووی فرماتے ہیں کہ مجتہد بھی نہیں۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ظاہر پرستی کا مرض حافظ ابن حزم اور امام داؤد ظاہری رحمہ اللہ نے قیاس کی ان بھول بھلیوں سے تنگ آ کر اس کی حجیت سے انکار کر دیا اور اسی تلاش میں نکلے کہ صرف کتاب وسنت پر کفایت کریں۔ (تحریک آزادی فکر ص ۵۵)

نیز مولانا موصوف فرماتے ہیں۔ حافظ ابن حزم کی محلی کے بعض قیمتی مباحث اہل حق کی آنکھوں کے لئے نور ہیں۔ لیکن مضحکہ خیز توجیہات بھی اہل علم کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں جہاں وہ رکے ہوئے پانی میں پیشاب کو تو منع فرماتے ہیں۔ لیکن پاخانہ کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ (تحریک آزادی فکر ص ۱۵۸)

معلوم ہوا کہ نیلوی صاحب صرف جہالت کا شکار نہیں بلکہ جہل مرکب کا شکار ہیں ؎

ہر کس کہ نداند و بداند کہ داند   درجہل مرکب ابد الدھر بماند

جہالت نمبر ۵: امام اعمش کا نام سلیمان بن مہران ہے۔ مگر نیلوی صاحب نے مہران بن سلیمان اعمش بنا دیا ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۳۴۲)

تیری مجلس میں اور بھی گل کھلیں گے

جہالت نمبر ۶: نیلوی صاحب ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''اب چونکہ اہل حق کی تردید مقصود ہے۔ اس لئے ترمذی کی تصحیح وتحسین کا سہارا لے رہے ہیں۔ اگر چہ اپنے شیخ ومرشد کی نوّے سالہ تحقیق پر پانی پھر جائے۔'' (ندائے حق جز ثانی ص ۳۱۳)

نیلوی صاحب نے حضرت مولانا حسین علی مرحوم کے مسئلہ توسل میں نوّے سالہ تحقیق کا جو ذکر کیا ہے، وہ محل نظر ہے۔ کیونکہ حضرت مولانا حسین علی مرحوم ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۳ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ کل عمر تقریباً اسی برس بنتی ہے تو نوّے سالہ تحقیق کہنا نیلوی صاحب کا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ کیا حضرت مولانا حسین علی صاحب پیدا ہونے سے پہلے بھی تدقیقات وتحقیقات میں مصروف تھے۔

واہ نیلوی صاحب واہ! ؎

گل گئے گلشن گئے جنگل دھتورے رہ گئے   اڑ گئے دانا جہاں سے بے شعورے رہ گئے

جہالت نمبر ۷: نیلوی صاحب نواب صدیق حسن خاں کو المتوفی ۱۳۰۴ھ لکھتے ہیں۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۲۵۹) حالانکہ نواب صدیق حسن خاں کی وفات ۱۳۰۷ھ میں ہوئی ہے۔ (نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۹۱) للعلامۃ عبدالحیٔ الحسینیؒ گویا نیلوی صاحب نے نواب صاحب کی زندگی کے تین سال ختم کر دیئے ہیں ؎

ناز ہے طاقت گفتار پہ انسانوں کو   بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو

جہالت نمبر ۸: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ سہل بن سعد ساعدی ۸۸ھ میں فوت ہوئے جو عہد رسالت میں بچے تھے۔ سن رشد کو نہ پہنچے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۱۴۲)

الجواب: نیلوی صاحب آپ نے جو حضرت سہل بن سعد کا سن وفات ۸۸ھ لکھا ہے یہ متفق علیہ نہیں ہے۔ بعض نے ۹۱ھ بعض نے ۹۶ھ بھی لکھا ہے۔ اگر آپ کا ۸۸ھ والا قول بھی تسلیم کرلیا جائے، تب حضرت سہل بن سعد نبی اکرم ﷺ کی وفات کے وقت ۱۵ سال کے تھے۔ کیونکہ حضرت سہل کی ولادت ہجرت سے پانچ سال پہلے ہے۔ فلہٰذا ۱۵ سال یا ۱۶ سال کے نوجوان کو یہ کہنا کہ سن رشد کو نہ پہنچے تھے، بہت بڑی گستاخی و بے ادبی ہے۔ (نیلوی صاحب اگر حوالہ دیکھنا ہو تو تہذیب ج ۴ ص ۲۵۲، ۲۵۳ دیکھ لیں) نیلوی صاحب کچھ ہوش کرو۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ خدا کرے کہ کچھ نہ سمجھے کوئی

جہالت نمبر ۹: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (تسکین الصدور طبع دوم میں ہے) بلاشبہ امام سیوطی متساہل تھے۔ لیکن علامہ نورالدین ہیثمی یہ اور علامہ زرقانی کا تساہل ثابت نہیں اور بلا حوالہ اور بدون دلیل کے ان حضرات کا تساہل غیر مسلم ہے۔ نیلوی! لیجئے آپ کے تلمیذ رشید (حافظ حبیب اللہ ڈھیروی) (نور الصباح ص ۱۹۹) میں فرماتے ہیں۔ عبدالرحمن بن ابی الزناد خطاء کار اور مضطرب الحدیث اور ضعیف الحدیث ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر کے استاذ علامہ نورالدین ہیثمی فرماتے ہیں۔ عبدالرحمن بن ابی الزناد وھو ضعیف۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۸، ۱۳۱، ۵۲، ۹۳، ۱۱۵، ج ۳ ص ۳۹، ج ۴ ص ۵، ج ۴ ص ۲۲۴) میں فرماتے ہیں۔ عبدالرحمن بن ابی الزناد وثقہ، النسائی وغیرہ وضعفہ الجمہور کہ امام نسائی وغیرہ نے تو اس کی توثیق کی ہے۔ لیکن جمہور اس کی تضعیف کرتے ہیں۔ علامہ ہیثمی نے جو نسائی کی طرف ابن ابی الزناد کی توثیق منسوب کی ہے، غلط ہے اور یہ ان کا وہم ہے۔ کیونکہ امام نسائی کے ہاں بھی یہ ضعیف راوی ہے۔

(نیلوی صاحب نے نور الصباح کی بہت طویل عبارت نقل کر ڈالی۔ ندائے حق کا حجم بڑھانے کے لئے اس کو ہم نقل نہیں کرتے۔ نیلوی صاحب کا جو اعتراض ہے اس کو نقل کرتے ہیں۔ ڈیروی) نیلوی! ہیثمی کا یہ تساہل کیا تھوڑا ہے کہ اتنے علماء جب عبدالرحمن بن ابی الزناد کو ضعیف کہتے ہیں اور خود نسائی بھی اپنی تصنیف میں اسے ضعیف لکھ رہے ہیں اور ذہبی بھی نسائی کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ضعفہ النسائی پھر بھی جناب ہیثمی فرماتے ہیں۔ وثقہ، النسائی! آپ کس طرح فرماتے ہیں کہ ہیثمی کا تساہل ثابت نہیں۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۲۷۹ تا ۲۸۱)

الجواب: نیلوی صاحب آپ نے یہ تو وہی کام کیا ہے جس پر یہ مثل فٹ آتی ہے۔ کھودا پہاڑ نکلا چوہا وہ بھی مردہ۔ نیلوی صاحب آپ کو ابھی تک تساہل کا معنی و مطلب بھی سمجھ نہ آیا۔ بہت افسوس! سنئے محدثین کرام کی اصطلاح میں تساہل اس محدث کو کہا جاتا ہے جو راوی پر جرح کرنے میں نرمی و چشم پوشی کرے۔ مثلاً دوسرے محدثین کرام جن راویوں کو ضعیف کہتے ہیں یہ ان کو ثقہ کہتا ہو یا محدثین کرام کے ہاں ایک حدیث ضعیف ہے، یہ اس کو صحیح کہتا ہو اور کئی بار ایسا ہی کیا ہو۔ اس کے مقابل متشدد ہے۔ یعنی محدثین کرام جس راوی کو ثقہ کہتے ہوں یہ اس کو ضعیف بنا دے یا محدثین کرام جس روایت کی تصحیح کرتے ہوں، یہ اس کو ضعیف و موضوع بنا دے یا محدثین کرام جس روایت کی تصحیح کرتے ہوں یہ اس کو ضعیف و موضوع کہہ دے اور کئی بار ایسا ہی کیا ہو اور علامہ ہیثمی پر یہ بات فٹ نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ جس طرح دوسرے محدثین کرام، عبدالرحمن کو ضعیف قرار دے رہے ہیں، علامہ ہیثمی بھی اسی طرح مجمع الزوائد کے کئی صفحات میں اس راوی کو ضعیف کہتے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ امام نسائی کی طرف توثیق کی نسبت کردی ہے۔

یہ علامہ ہیثمی کی غلطی و وہم ہے۔ اس کو تساہل نہیں کہا جا سکتا۔ اگر غلطی کا نام تساہل ہے تو پھر سب محدثین کرام تساہل شمار ہوں گے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) اس لئے نیلوی صاحب آپ اپنے اساتذہ کرام کا ذکر نہ کیا کریں۔ کیونکہ آپ کی جہالت کی وجہ سے ان کی بدنامی ہوگی۔ آپ کی بدعقیدگی کی وجہ سے وہ بدنام ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شاگردوں سے بچائے جو اساتذہ کی بدنامی کا سبب ہوں۔

تہی دستان قسمت راچہ سوداز رہبر کامل　　　　کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

جہالت نمبر ۱۰: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اگر قتادہ کا قول اس لئے مردود ہے کہ قدری بدعی تھا تو خفق نعال والی حدیث بھی آپ کو رد کرنی چاہئے۔ کیونکہ اس حدیث کو روایت کرنے والا عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۸) جو شیعہ ہے اور قتادہ تو پھر بھی تابعی ہیں۔ خیر القرون میں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے تلمیذ ہیں۔ عبدالاعلیٰ تو پیچھے کا راوی ہے۔　　　　(ندائے حق ج ۲ ص ۲۰۲)

پھر اسی حدیث میں ایک راوی سعید بن ابی عروبہ ہیں۔ امام اہل بصرہ ان کے متعلق بھی کہا گیا ہے کہ تقدیر کے منکر تھے۔ نیز آخر عمر میں ان میں تبدیلی آچکی تھی۔ نیز مدلس بھی تھے۔ غرضیکہ تینوں استاد شاگرد (عبدالاعلیٰ، سعید بن ابی عروبہ، قتادہ بن دعامہ) مرکزی راوی ہیں اور تینوں تقدیر کے منکر ہیں۔

(ندائے حق ج ۲ ص ۲۰۳)

جواب ۱: نیلوی صاحب آپ نے یہ اعتراض کر کے اپنی جہالت کا زبردست ثبوت فراہم کیا ہے۔ قتادہ وغیرہ کی روایت وتفسیر کورد اس وقت کیا جا سکتا ہے جب کہ ان کے مسلک کی تائید کر رہی ہو۔ اگر ان کے مسلک کی تائید نہ کر رہی ہو یا ان کے مسلک کے خلاف ہو تو قبول کی جائے گی۔ محدثین کرام کا اصول وضابطہ یہی ہے۔ آپ بھی اس اصول سے واقف تو ہیں مگر ضد وہٹ دھرمی کے باعث تجاہل عارفانہ اختیار کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپ خود لکھتے ہیں۔ ایک حدیث کے بارے میں اور اس حدیث میں حضرت براء کے تلمیذ عدی بن ثابت ہے جو غالی شیعہ ہے۔ مگر یہ حدیث اس لئے مقبول ہے کہ اس سے اس کے مذہب کی تائید کسی طرح نہیں ملتی۔　　　　(ندائے حق جزاوّل ص ۱۷۳)

جواب ۲: اس حدیث کا دارومدار عبدالاعلیٰ وسعید بن ابی عروبہ پر نہیں ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۸) کی سند ڈبل ہے۔ پہلی سند میں عبدالاعلیٰ وسعید دونوں ہیں۔ لیکن دوسری سند میں عبدالاعلیٰ نہیں ہے اور (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶) میں سند یوں ہے۔ "حدثنا عبد بن حمید نا یونس بن محمد ناشیبان بن عبدالرحمن عن قتادة نا انس بن مالک" اس سند میں نہ تو عبدالاعلیٰ ہے نہ سعید بن ابی عروبہ۔ اسی طرح (مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۲۳) "مسئلة الکافر" کی ایک سند میں نہ تو عبدالاعلیٰ ہے نہ سعید تو ان کو سند کا مرکزی راوی کہنا نیلوی صاحب کی زبردست جہالت ہے۔

جواب ۳: پھر خفق نعال کی حدیث صرف قتادہ عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے۔　　　　(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۴ رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ ثقات)

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً مروی ہے۔ (طحاوی ج ۱ ص ۳۴۳، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۸۰ قال الحاکم والذہبی صحیح علی شرط مسلم) فلہذا نیلوی صاحب آپ کو اپنی جہالت کا ماتم کرنا چاہئے۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے　　　　نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

نیلوی صاحب آپ کی جہالتیں تو کافی ہیں۔ لیکن ہمارے پاس وقت کی قلت ہے۔ اس لئے اس باب کو

یہاں بند کیا جاتا ہے ؂

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھ دے
کہ حسرت سنج ہوں عرض ستم ہائے جدائی کا

باب التعارضات

نیلوی صاحب کی تضاد بیانیاں

تعارض اوّل: نیلوی صاحب سرخی قائم کرتے ہیں۔ امام بخاری کا مسلک ہے کہ روح کا اعادہ کے بغیر بھی مجرد جسم سن بول سکتا ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۲۶۰) نیلوی صاحب کا امام بخاری پر فتویٰ۔ نیلوی صاحب (ندائے حق جلد ثانی ص ۴۰۶) میں نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یعنی جو زندہ نہیں اس میں علم، قدرت، ارادہ، سمع بصر میں سے کوئی صفت نہیں ہوتی۔ ہاں! معتزلہ فرقہ کی ایک شاخ قدریہ صالحی اور اس کے پیروکار کا دعویٰ ہے کہ مردہ دھڑ میں یہ سب صفتیں پائی جاسکتی ہیں۔ جیسے آج کے معتزلہ کہتے ہیں کہ مردہ ان کانوں سے سنتا ہے۔

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے امام بخاری کو معتزلہ کا مذہب قبول کرنے والا بدعتی بنادیا ہے۔ (معاذ اللہ) اور نیلوی صاحب اپنے استاذ محترم مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا ایک فتویٰ شائع کرتے رہتے ہیں کہ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ مردہ انہیں کانوں کے ساتھ سنتا ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ (ملخصاً) فلہٰذا امام بخاری نیلوی صاحب کے نزدیک بدعتی ہوکر قابل امامت نہیں تھے۔ اس لئے ان کے پیچھے جتنی نمازیں مسلمانوں نے پڑھی تھیں وہ سب ضائع ہوگئیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

صحیح بخاری بھی قابل اعتماد نہ ہوگی۔ کیونکہ نیلوی صاحب کہتے ہیں۔ امام بخاری کا مسلک ہے کہ روح کے اعادہ کے بغیر بھی مجرد جسم سن بول سکتا ہے۔

قارئین کرام! اندازہ کریں کہ نیلوی صاحب کا اہل حق کے متعلق نظریہ کیا ہے۔ کہاں تک بڑھ گئی۔ اس دشمن ایمان کی بے باکی۔

خلافہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری قتادہ کے قول کو تسلیم کرتے ہیں کہ میت من حیث ھو میت نہیں سنتا۔ مگر جب اس کو زندہ کیا جائے تب سنتا ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۰۱)

امام اہل سنت امام بخاری (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۰۳) فیصلہ نیلوی صاحب پر چھوڑا جاتا ہے کہ وہ ان دو متضاد باتوں میں سے کس کو سچ اور کس کو جھوٹ شمار کرتے ہیں ؂

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں خود صیاد آ گیا

تعارض دوم: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ نیز حضرت ام المومنین ایسے حالات میں وہاں کیسے جاسکتی تھیں۔ جب کہ آپ نے سید المعصومین ﷺ کی زبان مبارک سے سن رکھا تھا۔ "واذا اتت القبر یلعنھا روح المیت" جب عورت قبر پر جاتی ہے تو میت کی روح اس عورت پر لعنت کرتی ہے اور اس طرح ایک رافضی کمینہ اعتراض کرسکتا ہے کہ عمر کی قبر پر جاکر تمہاری اماں کو کیا نفع ہوا۔ لعنت کا ہار والعیاذ باللہ اپنے گلے میں ڈال لیا۔ رافضی کو تبرا بازی کا اچھا خاصا موقعہ ہاتھ آگیا۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۱۷۹، ۱۸۰)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح روایت کہ جب نبی اکرم ﷺ وابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن کئے گئے تو قسم بخدا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے کپڑا اوڑھ کر ہی جاتی تھی) کو رد کرنے کے لئے کئی جھوٹ اور غلط بیانیوں کا ارتکاب کیا ہے۔ جیسا کہ باب الکذبات میں مذکور ہے۔ اس مقام پر نیلوی صاحب نے یہ عذر لنگ کیا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ حدیث کہ جب عورت قبر پر جاتی ہے تو میت کی روح اس عورت پر لعنت کرتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سنی ہوئی تھی تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر پر کس طرح جاسکتی ہیں۔ اوّلاً تو اس کا جواب یہ ہے کہ نیلوی خود لکھتا ہے کہ میت کی روح اس عورت پر لعنت کرتی ہے۔ یہ کوئی حدیث نہیں ہے۔ (اس کا حوالہ عنقریب آرہا ہے) اس سے معلوم ہوا کہ نیلوی صاحب نبی اکرم ﷺ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت کرنے کو جائز جانتے ہیں اور حدیث ''من کذب علی متعمداً'' کے منکر ہیں۔ ثانیاً عورتوں کا قبرستان میں جانا جائز ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کی قبر کی زیارت کر کے واپس ہوئیں تو عبداللہ بن ابی ملیکہ فرماتے ہیں۔ ''فقلت لها الیس کان رسول اللہ ﷺ نهی عن زیارة القبور قالت نعم کان نهی ثم امر بزیارتها'' (مستدرک حاکم ج۱ ص ۳۷۶ وسکت عنہ وقال العلامۃ الذہبی صحیح تلخیص المستدرک ج۱ ص ۳۷۶) میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا کیا رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو زیارۃ قبور سے منع نہیں کیا تھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ ہاں! پہلے رسول اللہ ﷺ نے منع کیا تھا۔ بعد میں زیارۃ کا حکم دیا تھا۔ یہ روایت تمہید ابن عبدالبر میں بھی مذکور ہے۔ علامہ زبیدی فرماتے ہیں: ''قال العراقی رواه ابن ابی الدنیا فی کتاب القبور بسند جید'' (اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین ج ۱۰ ص ۳۶۲) محدث عراقی فرماتے ہیں کہ اس روایت کو محدث ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب کتاب القبور میں جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور حضرت قطب عالم رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں۔ جب مردوں کو رخصت ہوئی تو عورتوں کو بھی قبرستان میں جانے کی رخصت مل گئی۔ (الکوکب الدری ج۱ ص ۳۲۰)

نیز فرماتے ہیں: ''مع ان ذهابها فی البقیع ثابت لا ینکر'' (الکوکب الدری ج۱ ص ۳۲۰)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر کی زیارۃ کے علاوہ جنت البقیع (مدینہ منورہ کے قبرستان) میں جانے کا ثبوت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ (فتاویٰ شامی ج ۲ ص ۲۷۹) میں علامہ شامی کا یہی فتویٰ ہے کہ اصح قول یہ ہے کہ عورتوں کو قبرستان میں جانے کی اجازت ہے۔ دوسرے احناف نے بھی یہی بات اپنی کتابوں میں لکھی ہے۔

سوال: عورتیں وہاں جا کر شرک کرتی ہیں۔

جواب: مرد بھی شرک کرتے ہیں۔ شرک عورتیں کریں یا مرد کریں دونوں کے لئے شرک کرنا حرام ہے۔ فلہٰذا نیلوی صاحب کو اپنے مسلک کے بارے میں سوچنا چاہئے کہ وہ کس سمت جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب کرے۔

خلافہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ شاہ محمد اسحٰق صاحب نے فرمایا کہ میت مرد و عورت کا بھی امتیاز کر لیتا ہے۔

سوال: حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب نبیرہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ اربعین مسائل میں نصاحب الاحتساب سے عورت کا زیارت قبور سے ممنوع ہونا ٹھہراتے ہیں کہ جب وہ نکلتی ہے ملعونہ نکلتی ہے اور ہر چہار طرف سے شیاطین اس کو گھیر لیتے ہیں۔ ''واذا اتت القبر یلعنها روح المیت'' اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ روح عورت اور مرد کو بھی پہچانتی ہے۔ پھر مردہ کو جماد کس بناء پر کہا جاتا ہے۔

الجواب: شاہ صاحب کا منشاء اور ہے۔ یہ قول کسی نامعلوم الوصف قاضی کا ہے اور ہے بھی بے سند۔
(ندائے حق جلد ثانی ص ۳۷۷)

قارئین کرام! اندازہ لگائیں کہ پہلے نیلوی صاحب نے یہ لکھا تھا۔ (حضرت ام المومنین ایسے حالات میں وہاں کیسے جاسکتی تھیں جب کہ آپ نے سید المعصومین ﷺ کی زبان مبارک سے سن رکھا تھا۔ ''واذا اتت القبر یلعنہا روح المیت'' اب نیلوی صاحب نے فرما دیا ہے کہ (یہ قول کسی نامعلوم الوصف قاضی کا ہے اور ہے بھی بے سند۔ ایسے مخبوط الحواس آدمی کو کیا ضرورت تھی کہ اپنی عاقبت برباد کر کے دنیا خریدے اور میدان تصنیف میں آئے۔ ''فباعوا الدین بالدنیا فما ربحت تجارتھم'' نیلوی صاحب نے صحیح روایت کو رد کرنے کے لئے پہلے تو اس کو معارضہ میں حدیث بنا کر پیش کر دیا۔ لیکن جب نیلوی صاحب پر سوال وارد ہوا کہ میت کی روح نر اور مادہ (چڑیا چڑا) کو پہچانتی ہے تو نیلوی صاحب نے فوراً کانٹا بدلا اور کہا کہ یہ قول کسی نامعلوم الوصف قاضی کا ہے اور بے سند ہے۔

قارئین کرام! نیلوی صاحب کا جان چھڑانا پھر بھی کوئی آسان نہیں ہے۔ اس لئے کہ نیلوی صاحب ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔ اس کا مطلب وہ ہے جو محدثین عظام نے فرمایا ہے۔ (تنقیح الرواۃ ص ۳۳۳) ''لاتوذ صاحب ھذا القبر اسناد صحیح'' (فتح الباری) ''ومعناہ ای لاتھنہ فان روح المیت لا یرضی بالاتکاء علی قبرہ لتضمنہ الاھانۃ'' تو مطلب یہ ہوگا کہ میت کی توہین نہ کرو۔ کیونکہ قبر پر تکیہ لگانے سے میت کی روح ناخوش ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں میت کی توہین ہے۔ (ندائے حق جز اول ص ۱۶، ۱۷)

نیلوی صاحب کی اس پیش کردہ حدیث سے جو کہ ان کے نزدیک صحیح بھی ہے۔ یہ ثابت ہوا کہ قبر کے ساتھ ٹیک لگانے والے شخص کو میت کی روح پہچانتی ہے۔ اس لئے ناخوش ہوتی ہے۔ جب پہچان روح میں اس قدر ہے تو نر، مادہ (چڑیا وچڑا) کو بھی ضرور پہچانتی ہے۔ اگر روح قبر میں نہ مانی جائے بلکہ علیین اور سجین میں مانی جائے اور وہاں سے دیکھتی اور پہچانتی ہے تو گویا اشاعت التوحید والسنۃ والوں کے نزدیک روح عالم الغیب ہے۔ (جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ زندہ باد)

بنا نہ تھا کہ لگی آگ آشیانے میں
نہ چننے پائے تھے تنکے کہ گر گئی بجلی

تعارض سوم: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ دراصل جس بات میں حنیفہ وشوافع کا باہمی اختلاف ہے۔ وہ سماع روحانی میں ہے، نہ قبروں میں پڑے ہوئے دھڑوں کے سننے نہ سننے میں۔ ہمارے اور آپ کے پیرومرشد حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ اپنی املائی تفسیر (بلغۃ الحیران ص ۲۵۷) میں فرماتے ہیں۔ احناف وشوافع کا اختلاف روح کے سماع میں ہے۔ جسد تو اتفاقاً نہیں سنتا۔ (ندائے حق طبع اول ص ۱۵۳، ۱۵۴)

گزشتہ عبارتوں سے اگر کسی کو شبہ ہو کر مردوں کے سننے کے قائل تو شافعی حنبلی اور بعض احناف بھی ہیں۔ کیا وہ بھی اعتزال اور الحاد کے داعی تھے اور حق سے منحرف تھے اور سب نے باطل کو اپنا مذہب بنا لیا۔ (العیاذ باللہ) تو جواب اس کا یہ ہے کہ پہلے کئی بار یہ بات واضح طور پر لکھ دی گئی ہے کہ جھگڑا اموات کے ابدان کے عدم سماع میں نہیں۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ قبر میں پڑا ہوا دھڑ ہرگز نہیں سنتا۔ روح کے سننے میں اختلاف ہے۔

(شفاء الصدور عربی مترجم اردو ص ۱۰۹، ۱۱۰، شفاء الصدور عربی ص ۱۹۲، ندائے حق جلد ثانی ص ۴۰۴، ۴۰۶)

قارئین کرام! آپ نے اس مذکورہ بالا عبارت کو اچھی طرح غور وفکر سے پڑھ لیا ہوگا۔ اب نیلوی صاحب کی دوسری عبارات ملاحظہ کریں۔

خلافہ: امام بخاری مجرد جسم کے سننے اور بولنے کے قائل ہیں۔ (کمامر) نیلوی صاحب ملا علی قاری سے نقل کرتے ہیں۔ احادیث سے ثابت ہے کہ میت اس کو بھی پہچانتا ہے جو اسے کفن دیتا ہے اور ان کو جو اس پر نماز

پڑھتے ہیں اور ان کو بھی جو اس کی چار پائی اٹھاتے ہیں اور ان کو بھی جو اس کو دفن کرتے ہیں۔ پھر نیلوی صاحب ابن الملک کے متعلق لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری نے (ابن الملک کا قول اپنی تائید میں پیش کیا ہے کہ ''ابن ملک قرع نعالھم'' سے مراد ''ای صوت دقھا'' جوتوں کے دب دب کی آواز) بتا کر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قبر کے اندر میت کی حیات کی دلیل ہے۔ وہ دلیل اس طرح بنتی ہے کہ میت کو جو قبر کے اندر سے باہر جوتوں کی آواز کا احساس ہوتا ہے تو بغیر حیات کے احساس نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ عادۃ اللہ اسی طرح جاری ہے۔ (ندائے حق جزاول ص۱۹۶)

(نوٹ) البتہ روح نکل جائے تب اسے آدمی یا انسان نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ ایک میت ہے یا فلاں بندے کی نعش (لاش) ہے۔ (ندائے حق جزاول ص۲۷۵)

نیلوی صاحب نے کئی مقامات میں تصریح کی ہے کہ روح میت نہیں جسد عنصری میت ہے۔ دیکھئے (شفاء الصدور عربی مترجم اردو ص۷۷، شفاء الصدور عربی ص۱۳۴) اس لئے احادیث نبویہ میں جو میت کے سماع اور منکر نکیر کے سوال کا جواب اور میت کو عذاب قبر کا ذکر ہے۔ نیلوی صاحب کے نزدیک صرف دھڑ مراد ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ (بلکہ نقل صحیح یعنی صحیح احادیث اس بات کو صاف اور صریح طور پر بیان کرتی ہیں کہ جسم کے لئے سماعت ہے، نہ روح کے لئے) (ندائے حق جلد ثانی ص۳۷۸)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ بعض فقہی کتابوں میں ہے کہ زیارت کرنے والا میت کے پاؤں کی طرف سے جائے۔ کیونکہ یہ صورت میت کے لئے آسان ہے۔ سرہانے کی طرف نہ جائے۔ کیونکہ اس میں میت کو اپنی نگاہ پھیرنے میں اور سرہانے کی طرف متوجہ ہونے میں دقت اور مشقت اور تکان ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ جب فقط روح سنتی ہے اور جسد خاکی نہیں سنتا تو پھر سرہانے کی طرف سے آنے کا امتیاز کیسا۔ ناچار یہ سب کچھ جسم کے خواص ہیں۔ پس اس فقہی روایت کا مضمون بھی جسد کو سماعت کے لئے مخصوص ثابت کرتا ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص۳۸۰)

علامہ شامی بھی (ردالمحتار ج۱ ص۶۶۵ مطلب فی زیارۃ القبور مطبوعہ کوئٹہ پاکستان) میں اسی طرح لکھتے ہیں۔ جیسا کہ خلاصہ الفتاویٰ کی عبارت نیلوی صاحب نے پیش کی ہے۔

لطیفہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ جب میت میں مان لیا گیا کہ وہ زائر کو دیکھ لیتا ہے اس کو پہچان لیتا ہے۔ اس کا سلام کلام سن لیتا ہے۔ پھر اس کا واپسی جواب بھی دیتا ہے اور زائر کی آمد پر خوش بھی ہوتا ہے اور اس کی آمد کا منتظر بھی رہتا ہے تو تصرف روح فی الابدان کو تسلیم کر لیا گیا۔ (ندائے حق جزاول ص۲۸۴)

نیلوی صاحب نے پہلے تو فرمایا تھا کہ جسد کے نہ سننے پر اتفاق ہے۔ مگر روح کے سننے میں اختلاف ہے۔ پھر فرمایا کہ روح نہیں سنتی۔ جسد عنصری سنتا ہے۔ نیلوی صاحب عجیب تناقض میں پھنس گئے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں۔ ''فرشتہ روح کو ہاتھ میں لے کر جنازہ کے ساتھ جاتا ہے اور اس کو خطاب کرتا ہے کہ سن رہا ہے کہ کیا کہا جا رہا ہے تیری بابت۔'' پھر اس کو جنازہ کے ساتھ دفن کر دیا جاتا ہے۔ ''لان خطاب الملک انما ھو للروح الذی بیدہ وھو لیس بمیت'' (روح المعانی ج۲۱ ص۵۱) ''والنزاع انما ھو فی الاموات والاموات ھی الاجساد کمامر'' (شفاء الصدور عربی مترجم اردو ص۷۶، ۷۷، شفاء الصدور عربی ص۱۳۴) خطاب فرشتہ کا روح کو ہے جو اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ تو زندہ ہے اور سنتا ہے۔ روح مردہ نہیں۔ اختلاف تو صرف مردوں کے بارے میں ہے اور مردے اجساد عنصریہ ہیں کہ سنتے ہیں یا نہیں سنتے۔

خلاصہ تعارض: جسد بالاتفاق مردہ ہے نہیں سنتا۔ روح کے سننے نہ سننے میں اختلاف ہے۔ روح کے سننے میں

اختلاف نہیں۔ کیونکہ وہ میت نہیں زندہ ہے۔ ہاں! جسد عنصری کے سننے میں اختلاف ہے۔ کیونکہ وہ مردہ ہے۔ علامہ شیخ الحدیث محقق العصر حافظ قرآن صدر مدرس مدرسہ ضیاء العلوم بلاک نمبر ۱۸ سرگودھا ہی بیان فرمائیں کہ ان دو باتوں میں سے کون سی بات ان کی سچی ہے اور کون سی جھوٹی ہے اور کیا جھوٹے شخص پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھنا جائز ہے یا نہ۔ بینوا توجروا!

تعارض چہارم: نیلوی صاحب! ہمارے استاذ مکرم کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں جس محمد بن جریر طبری سنی کی آپ نے منقبت فرمائی ہے وہ کوئی خالص اور کٹر قسم کے سنی نہ تھے۔ مائل الی الرفض تھے۔ (ندائے حق طبع اوّل ص ۲۱۷)

خلافہ: ابن جریر طبری مشہور مفسر اہل سنت کے اساطین میں شمار ہوتے ہیں۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۱۸۲)

نیلوی صاحب سے ہماری درخواست ہے کہ کیا جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ بھی ان سے متفق ہے کہ مائل الی الرفض شخص۔ اہل سنت کے اساطین میں شمار ہوتا ہے۔ نیلوی صاحب شاید اس کا یہ جواب دیں کہ جب جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے اکابرین نے میری کتابوں (خاص کر شفاء الصدور) پر تقریظات لکھی ہیں اور مجھے مختلف القاب کے علاوہ امانتی اور دیانتی قرار دیا ہے تو وہ حضرات میرے اقوال کے موید ہیں۔ فلہٰذا وہ میرے ہر جرم میں شریک کار ہیں۔ وہ حضرات نہ تو اندھے تھے اور نہ کسی نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھی تھی۔ اس لئے وہ اس کے ذمہ دار ہیں۔

تہی دستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل ۔۔۔ کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

تعارض پنجم: نیلوی صاحب نے حضرت ملا علی قاری کو عدم سماع موتی کے قائلین میں شمار کیا ہے۔

(ندائے حق طبع اوّل ص ۱۵۳، ۶۰، جلد ثانی ص ۹۴، ۹۵، ۶۲)

خلافہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن الہادی ہوں یا ابن حجر، سیوطی، نووی عیاض ہوں یا شیخ عبدالحق، محدث دہلوی، ملا علی قاری وغیرہ ہوں۔ سب سماع عند قبر النبی کے اس لئے قائل ہیں کہ وہ مطلقاً سماع موتی مانتے ہیں) (ندائے حق جز ثانی ص ۸۵)

جناب نیلوی صاحب آپ خود ہی بتائیں کہ آپ کون سی بات میں سچے ہیں۔ (مقولہ)

ارے اونٹ کے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی۔

تعارض ششم: امام شافعی و امام احمد سماع موتی کے قائل نہیں ہیں۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۷، ۳، ۹، ۳، ۹۲)

نیلوی صاحب بڑی جرأت کے ساتھ لکھتے ہیں۔ (بلکہ کسی مجتہد کا قول دکھادیں کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے یا کہے کہ میں سماع موتی کا قائل ہوں) (ندائے حق طبع اوّل ص ۱۵۲)

خلافہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اس اصول کے تحت امام شافعی یہاں بھی اس عام کتاب اللہ کو خبر واحد کے ذریعے مخصوص فرما رہے ہیں۔ اسی لئے وہ قریب سے اہل قبور کے سننے کے قائل ہیں اور یہی مسلک ان کے شاگرد امام احمد بن محمد بن حنبل کا ہے۔ جب عام اموات کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہوا تو انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے تو بطریق اولیٰ یہی عقیدہ ہوگا۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۰۶)

نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ البتہ بعض حنفیہ جو دوسرے ائمہ کے مقلدین کی کتب بینی کر کے ان کے مسلک کے ہمنواء ہوگئے ہیں اور دوسرے ائمہ کے مقلدین سماع عند قبر النبی ﷺ کے قائل ہیں۔ اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ان کا اپنا مسلک یہ ہے کہ میت کوئی بھی ہو، اس کی قبر پر جا کر السلام علیکم کہا جائے تو میت سنتا ہے۔ خواہ اس سننے کی کیفیت کچھ ہو تو اس عموم کے تحت سب ہی اموات آجاتے ہیں۔ خواہ عامی ہوں خواہ خواص، خواص میں سے

خواہ صوفی ہوں، عالم فاضل ہوں، اولیاء اللہ ہوں اور صالح ہوں۔ شہید ہوں یا صدیق ہوں یا پیغمبر ہوں۔ کچھ فرق نہیں۔ جب قاعدہ کلیہ ہو گیا تو اس میں یہ سوال پیدا ہونے کا امکان ہی نہیں کہ شوافع، مالکیہ، حنابلہ سماع عند قبر النبی ﷺ کے کس طرح قائل ہو گئے۔ جب کہ خود ہی اس حدیث پر پرزور جرح بھی کرتے جاتے ہیں۔ حاصل جواب کا یہ ہوا کہ قبر نبی ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر سلام کہنے کے ساتھ جو آنحضرت ﷺ کے سماع کے قائل ہیں۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ ان کے پاس کوئی ایسی صحیح حدیث موجود ہے۔ جس کی بناء پر وہ سماع عند قبر النبی ﷺ کا عقیدہ رکھتے ہیں، بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ مطلقاً سماع موتی کے قائل ہیں تو اس کلیہ میں انبیاء کرام علیہم السلام بھی آ جاتے ہیں۔ یعنی جب دوسرے اموات سنتے ہیں۔ ایسے ہی انبیاء کرام علیہم السلام بھی سنتے ہیں۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۸۴، ۸۵)

جناب نیلوی صاحب خود ہی بتائیں یہ ماجراء کیا ہے؟

تعارض ہفتم: ابن قیم کو نیلوی صاحب نے منکرین سماع موتی میں شمار کیا ہے۔ (ندائے حق طبع اوّل ص ۱۵۳)

خلافہ: ابن قیم سماع موتی کا قائل ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۸۵)

نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ کلام ابن قیم کہ میت زائر کو پہچان لیتا ہے۔ (الی ان قال) حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو دیکھ کر فرمایا کہ اس حدیث میں اس امر کی تصریح ہے کہ میت کو زیارت کرنے والے کا شعور آ جاتا ہے۔ ورنہ اس کا نام زائر رکھنا درست نہ ہوتا اور جب مزور جس کی زیارت کی جائے، کو زائر کا علم نہ ہو تو اس وقت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے فلاں کی زیارت نہیں کی۔ اصل صحیح ترجمہ یوں تھا کہ اس نے فلاں کی زیارت کی۔ مگر نیلوی بے چارہ خواب خرگوش کی طرح خواب غفلت میں مدہوش رہتا ہے۔ (ڈیروی) اور یہ بات تو تمام قوموں میں معقول ہے۔ اسی طرح میت کو سلام کہنے والے زائر کے سلام کا شعور بھی ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ایسے شخص کو سلام کہنا جسے اس کے سلام کا شعور ہی نہ ہو، یہ تو ایک محال امر ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۶۵)

پھر نیلوی صاحب اس کا جواب دیتے ہیں اور یاد رہے کہ تیسیر شرح جامع صغیر کے مولف حضرت علامہ منادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو شافع المسلک ہیں اور حضرت ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ حنبلی مسلک کے عالم ہیں۔ ان کا قول ہمارے لئے کوئی حجت نہیں۔ چہ جائیکہ ان کا استدلال بھی ایک ضعیف روایت سے ہو۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۶۶)

علامہ سیوطی نے بھی (شرح الصدور ص ۸۹) میں ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے اس عبارت کو نقل کیا ہے۔

(ندائے حق ج ۲ ص ۳۶۶)

نیلوی صاحب کے مداح کہاں ہیں۔ وہ فیصلہ کریں کہ نیلوی صاحب کی کون سی بات درست ہے اور کون سی جھوٹی اور غلط ہے۔ ایسی باتیں کرنے والا قابل اعتماد ہے یا نہ۔

وہ دنیا تھی جہاں تم بند کرتے تھے زباں میری یہ محشر ہے یہاں سننا پڑے گی داستاں میری

تعارض ہشتم: نیلوی صاحب نے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی منکرین سماع موتی میں شمار کیا ہے۔

(ندائے حق طبع اوّل ص ۱۵۳، نمبر ۱۷)

خلافہ: امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی کے قائل ہیں۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۸۵)

پھر نیلوی صاحب امام تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔ البتہ وہ لوگ جو آپ کی قبر اطہر کے قریب (عند قبر النبی ﷺ) کھڑے ہو کر آپ پر سلام کہتے ہیں تو آپ ﷺ جواباً ان کو سلام کہتے ہیں۔ جس طرح کہ تمام مومن بھی

جب ان پر سلام کہا جاتا ہے تو وہ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کی کچھ خصوصیت نہیں ہے۔
(ندائے حق جز ثانی ص ۸۷، جلد ثانی ص ۳۸۳)

نیلوی صاحب نیچے لکھتے ہیں۔ یہ ابن تیمیہ ﷫ اور سماع موتی کے قائلین کا خیال ہے جو حنفیہ کے لئے حجت نہیں۔ نیلوی صاحب بتائیے آپ کی کوئی بات سچی بھی ہے۔ (حالانکہ ضابطہ ہے والکذوب قد یصدق)

تعارض نہم: نیلوی صاحب نے محدث ابن ماجہ کو جید مجتہدین میں شمار کیا ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۲۰)

خلافہ: ابن ماجہ جیسے نے بھی یہ حدیث نہیں لی۔ نیز ابن ماجہ ایسے محدث ہیں جنہوں نے لا مہدی الا عیسیٰ حدیث بیان کی جسے مرزائیوں نے خوب ہوا دی۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۴۳)

تعارض دہم: محمد بن اسحٰق کے متعلق (نیلوی صاحب لکھتے ہیں) دوسری بات یہ ہے کہ کتاب المغازی کا جامع محمد بن اسحاق خود بھی کذاب ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۸۳) محمد بن اسحاق جیسا دجال اور کذاب (ندائے حق ج ۲ ص ۱۸۴) محمد بن اسحاق جیسے کذاب ودجال (ندائے حق ج ۲ ص ۳۲۳) نیلوی صاحب، محدث ابن ماجہ پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اور اسی طرح اس حدیث کو اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے جس میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ﷚ کی پالتو بکری چارپائی کے نیچے رکھے ہوئے قرآنی اجزاء میں سے کچھ حصہ کھا گئی۔ حالانکہ اس میں مرکزی راوی عبدالاعلیٰ ومحمد بن اسحاق جیسے موجود ہیں اور اس حدیث کو اہل تشیع سٹیجوں پر اور مناظروں میں بڑے چیلنجوں کے ساتھ پیش کرتے رہتے ہیں۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۴۳، ۴۴)

قارئین کرام! مندرجہ بالا تحریر سے معلوم ہوا کہ محمد بن اسحاق نیلوی صاحب کے ہاں جھوٹا راوی ہے اور کچی روایتیں روایت کرنے والا ہے۔ فلہٰذا اس کی روایت قابل استدلال نہیں ہے۔ اب قارئین کو تصویر کا دوسرا رخ بھی دکھایا جاتا ہے تا کہ وہ نیلوی صاحب کی دیانت وصداقت وشرافت کا اندازہ خود لگا سکیں۔

خلافہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ امام المغازی حضرت محمد ابن اسحاق (ندائے حق ج ۲ ص ۳۷۷) نیلوی صاحب حضرت محدث بنوری پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پھر غیر مقلدین کے ساتھ کیوں الجھتے ہیں۔ جب کہ پکی پکی احادیث پر آپ جرح فرمادیتے ہیں۔ اس بناء پر کہ اس حدیث کا راوی محمد بن اسحاق مثلاً ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۲۴۸)

نیلوی صاحب نے اپنی کتابوں میں محمد بن اسحٰق کی روایت سے حجت پکڑی ہے۔ مثلاً حضرت کعب اور حضرت ام بشر کا واقعہ نیلوی صاحب نے پیش کیا ہے۔ ابن ماجہ (ص ۱۰۶) وغیرہ کے حوالہ سے دیکھئے۔ (شفاء الصدور طبع اوّل ص ۲۲، ندائے حق جلد ثانی ص ۱۳۰، جز اوّل ص ۱۵۴، ۴۷) اس روایت کی سند میں محمد بن اسحاق موجود ہے۔ اسی طرح نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (مثلاً ایک صحابی کو نماز کی حالت میں تیر لگا۔ ان کا خون بہتا رہا۔ وہ نماز پڑھتے رہے۔ کسی سے ان کی نماز کی نکیر منقول نہیں) (ندائے حق جز ثانی ص ۲۱۰)

اس روایت کی سند میں بھی محمد بن اسحاق ہے۔ دیکھئے (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹ باب الوضوء من الدم) بہرحال نیلوی صاحب کی دیانت ظاہر ہوگئی۔ (ماشاء اللہ)

سوال: نیلوی صاحب سے بے شک جرم ہوا ہے۔ مگر مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر نے بھی تو اس جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ احسن الکلام میں محمد بن اسحاق پر جرح فرمائی ہے۔ مگر (تسکین الصدور طبع دوم ص ۳۲۹) میں ساتویں دلیل کے تحت جو روایت پیش کی ہے وہ مستدرک حاکم کے حوالہ سے ہے اور اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے۔ نیلوی صاحب

نے اس جرم کے ارتکاب کرنے کے باوجود (ندائے حق جز ثانی ص ۱۸۵) میں مولانا صفدر صاحب پر اعتراض کیا ہے۔

الجواب: مستدرک حاکم کے اندر چونکہ محمد بن اسحق تھا۔ اس لئے سند کے رواۃ کا آپ نے ترجمہ بیان نہیں کیا۔ لیکن ساتویں دلیل کا دارومدار محمد بن اسحق پر نہیں بلکہ مسند ابو یعلی کی سند پر ہے۔ جس کے تمام راوی صحیح بخاری کے ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱، بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۲۹) اس لئے محمد بن اسحق کی روایت سے حضرت صفدر نے احتجاج نہیں کیا۔ ان کا فیصلہ ابن اسحق کے بارے میں وہی ہے جو احسن الکلام میں مذکور ہوا۔ البتہ نیلوی صاحب اس جرم سے جان نہیں چھڑا سکتے۔

چشم بندو گوش بند و لب بند گر نہ بینی سر حق بر ما بخند

تعارض یازدہم: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ''لا الفین احدکم متکئاً علیٰ اریکتہ'' میں کوئی راوی قلیل الحفظ نہیں۔ اسے (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے) حسن کہا۔ (رواۃ سب ثقہ ثبت عادل ضابطہ متقن ہیں) (ندائے حق جز ثانی ص ۳۱۵) پھر نیلوی صاحب نے اس کے خلاف لکھا ہے۔

خلافہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اسی طرح سفیان بن عیینہ مرکزی راوی ہیں۔ ثقہ اخیر میں حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔ (کثیر الخطاء سیئ الحفظ احکام القرآن للجصاص ج ۱ ص ۱۷۵، ندائے حق جز ثانی ص ۱۷۵) جناب نیلوی صاحب آپ نے یہاں تو سفیان بن عیینہ کا متغیر الحافظہ ہونا۔ کثیر الخطاء وسیئ الحفظ ہونا بیان کر دیا۔ مگر جناب کو (ص ۳۱۵) میں کیوں بھول گیا کہ آپ نے فرمایا کہ (اس حدیث کی سند) میں کوئی راوی قلیل الحفظ نہیں، کیا اس حدیث کی سند میں سفیان بن عیینہ نہیں ہیں۔

دروغ گورا حافظہ نباشد

محترم نیلوی صاحب امام ترمذی نے جو اس حدیث کے حسن ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے۔ (ترمذی جلد دوم باب مانہی عنہ ان یقال عند حدیث رسول اللہ ﷺ) یہی فیصلہ بالکل درست ہے۔ آپ کا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام درست نہیں ہے۔ علامہ ذہبی کا فیصلہ بھی یہی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''ھذا حدیث حسن غریب تفرد بہ ابن عینیة اخرجہ'' (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۳۶۰)

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم جنید و شبلی و عطارہم مست

تعارض دوازدہم: نیلوی صاحب نے ابراہیم بن عثمان کو متروک لکھا ہے۔ (خاتم النبیین ص ۳۸)

خلافہ: پھر نیلوی صاحب لکھتے ہیں تو اس سے صاف نتیجہ نکلا کہ ابراہیم بن عثمان ابی شیبہ میں اس قدر ضعف نہیں کہ اس کی حدیث کو مطلقاً متروک کر دیا جائے۔ (سرور عزیزی ترجمہ فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۹۹، فتح الرحمن ص ۲۸، ص ۴۸ تا ۵۱) اب خود نیلوی صاحب فرمائیں کہ ان کی کون سی بات سچی ہے۔

آپ خود ہی ذرہ اپنے جوروجفا کو دیکھیں اگر ہم عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

تعارض سیزدہم: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ثقہ کا لفظ تین معنوں میں مشترک ہے۔ (۱) مطلق عادل۔ (۲) عادل ضابطہ۔ (۳) وہ شخص جس کی کسی نے نہ جرح کی ہو نہ تعدیل۔

(صیانۃ ص ۵۳، ندائے حق طبع اوّل ص ۱۷۶، ۲۵۷، جز ثانی ص ۳۳، ۱۷۳)

نیلوی صاحب نے یہ عجیب بات لکھ دی ہے کہ جس کی کسی نے جرح نہ کی ہو نہ تعدیل وہ بھی ثقہ ہے اور جناب نے اس سلسلہ میں کسی قابل اعتماد محدث ماہر اسماء الرجال کی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ ہاں! حوالہ دیا ہے تو محمد

بشیر سہسوانی غیر مقلد کی کتاب صیانۃ الانسان کا جس کی حیثیت ندائے حق معنفہ، علامہ محقق مدقق شیخ الحدیث صدر مدرس مدرسہ ضیاء العلوم سرگودھا سے زیادہ نہیں ہے۔ (تشابہت قلوبہم) البتہ ابن حبان وامام دارقطنی کے ہاں جس راوی پر جرح نہ ہو اور دارقطنی کے ضابطہ کے مطابق دو ثقہ راوی اس سے روایت کریں۔ وہ ثقہ شمار کیا جاتا ہے۔ مگر نیلوی صاحب کے ہاں یہ ضابطہ مسلم نہیں ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۵۲)

فلہذا نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ "ثقہ مجہول ہو سکتا ہے" رہا امام احمد اور ابن معین کا ثقہ کہنا۔ سو مجہول کے معارض نہیں۔ کیونکہ ثقہ کے تین معنی پہلے گزر چکے ہیں جن میں ایک یہ معنی بھی ہیں کہ جس کی جرح وتعدیل کسی نے نہ کی ہو۔ سو یہاں یہی معنی بن سکتے ہیں۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۳۳)

یہ نیلوی صاحب کی بہت بڑی جہالت ہے

کہ امام احمد وامام ابن معین جس راوی کو ثقہ کہہ کر تعدیل کر رہے ہوں پھر بھی وہ نیلوی صاحب کے ہاں مجہول ہے۔ (یاللعجب)

خلافہ: نیلوی صاحب نقل کرتے ہیں اور ان کتابوں کے بعض راوی عادل وثقہ ہیں اور بعض مستور ومجہول ہیں۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۳۹۸)

معلوم ہوا کہ ثقہ اور مجہول آپس میں متقابل ہیں۔ مگر نیلوی صاحب ضدی ہیں۔

نہیں ہے علم ان میں جہل کی مستی کا جھگڑا ہے ‏ یہ باتیں غیر ثابت ہیں زبردستی کا جھگڑا ہے

تعارض چہاردہم: معتزلہ سماع موتی کے قائل ہیں۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ بہرحال ہم بفضلہ تعالیٰ معجزات انبیاء کے قائل ہیں، جن میں سے قلیب بدر کے مردہ مشرکوں کا زندہ ہو جانا یا ان مردہ دھڑوں کا حضور ﷺ کی بات سن لینا بھی معجزہ ہے۔ اب جو شخص اس بات سے قاعدہ کلیہ نکالے اور کہے کہ ہر مردہ سنتا ہے تو وہ اس معجزہ کا منکر ہوا اور ایسا کہا جا سکتا ہے کہ وہ اگر حنفی ہے تو ان حنفیوں میں سے ہے، جن میں اعتزال والی رگ پائی جاتی ہے۔ مگر صاحب علم محققین جو دوسری طرف رجحان رکھتے تھے ان سے خطاء ہوگئی ہے۔ مگر جو ضد میں آکر بغیر دلیل کے اہل حق (یعنی نیلوی صاحب کے ہم خیالوں) کو معتزلیوں میں شمار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھ لے گا۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۹۵)

نیلوی صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ سماع موتی کے قائل معتزلہ ہیں اور احناف حضرات میں سے جو محققین احناف نے سماع موتی کا قول کیا ہے اور حدیث قلیب بدر کو سماع موتی پر محمول کیا ہے۔ ان سے خطاء ہو گئی ہے اور نیلوی صاحب اور اس کے ہم خیالوں کو معتزلی کہنا بغیر دلیل کے ہے۔ کیونکہ نیلوی صاحب ومن وافقہ سماع موتی کے منکر ہیں، جب کہ معتزلہ قائل ہیں۔

خلافہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (معتزلہ اور اہل سنت کا اجماع مرکب) اس مسئلہ عدم تلقین میں حنفیہ اور معتزلہ کا اجماع ہے۔ یعنی اجماع مرکب، حنفیہ تو اس لئے تلقین کے قائل نہیں کہ ان کے نزدیک سماع موتی ثابت نہیں اور معتزلہ اس لئے قائل نہیں کہ ان کے نزدیک مردوں کا قبر میں زندہ ہونا ہی صحیح نہیں ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۱۱۶) یعنی معتزلہ حیات فی القبر کے قائل نہیں۔ اس لئے وہ سماع موتی وتلقین کے قائل نہیں۔ خلاصہ یہ ہوا معتزلہ سماع موتی کے قائل نہیں۔ چونکہ وہ حیات فی القبر کے قائل نہیں۔ اب جو شخص نیلوی صاحب کی ان دو متعارض عبارتوں کو پڑھے گا وہ کیا نتیجہ نکالے گا۔

یہ ناداں گر گے سجدہ میں جب وقت قیام آیا

نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔''اور کہتے ہیں کہ زمخشری نے جو تفسیر کی ہے۔ وہ اسی کے اپنے مذہب اعتزال پر مبنی ہے۔ کیونکہ وہ حیات فی القبور اور منکر نکیر کے سوال کا منکر ہے۔'' (ندائے حق جز اوّل ص ۱۸۷)

تعارض پانزدہم: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بلکہ خود بدر میں موجود تھیں۔ جیسے مسلم کے ظاہر الفاظ سے ظاہر ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۱۸۲)

خلافہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ آخر ام المومنین بھی تو بدر میں حاضر نہ تھیں۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۱۸۶)

وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا موقع پر حاضر نہ تھیں۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۱۹۵)

تعارض شانزدہم: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔''اور جن خصوصیات کا ذکر صحیح احادیث میں نہیں ہے۔ ان امور میں انبیاء اور امتی سب برابر ہیں۔'' (ندائے حق جز ثانی ص ۴)

خلافہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ یہ گنبد خضراء (قبہ) جو کہ اب موجود ہے بنوایا تو یہ خاصہ ہے انبیاء کا جن پر دوسروں کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ (رق منشور ص ۶۴) نیلوی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی قبروں پر گنبد (قبہ) بنانا کون سی حدیث سے ثابت ہے۔ بینوا تو جروا!

اگر کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں تو خاصیت نہیں بن سکتی۔ کیونکہ بقول آپ کے اور جن خصوصیات کا ذکر صحیح احادیث میں نہیں ہے۔ ان امور میں انبیاء اور امتی سب برابر ہیں۔ کیا اولیاء وصلحاء کی قبروں پر گنبد بنانا جائز ہے یا نہ۔ وجہ بیان کریں۔

اک بچہ حجام پھرتے تھے سبھوں کو مونڈتے آج اس کوچہ میں ان کی بھی حجامت ہوگئی

تعارض ہفدہم: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ کیا آپ قسم اٹھا سکتے ہیں کہ کتاب الروح امام ابن قیم کی ہے۔ (رد منکرات ص ۴۰)

محترم نیلوی صاحب! آپ منکر ہیں۔ کیونکہ آپ کے نزدیک کتاب الروح ابن قیم کی نہیں ہے تو قسم منکر پر ہوتی ہے۔ آپ بے شک طلاق مغلظہ اٹھالیں اور اپنی شوق پوری کریں۔ لیکن جناب کی شوق پوری نہیں ہوسکے گی۔ کیونکہ سننے میں آیا ہے کہ جناب کی اہلیہ وفات پاچکی ہیں۔ اس لئے جناب کی جماعت کے دوسرے افراد اس شوق کو پورا کریں۔ جو شخص مدعی ہے کہ کتاب الروح ابن قیم کی ہے۔ اس کے ذمہ دلیل دینی ہوگی اور اس کے کئی دلائل ہیں۔

دلیل نمبر ۱: حضرت علامہ انور شاہ صاحب کتاب الروح ابن قیم کی مانتے ہیں۔

(العرف الشذی ص ۳۴۲، فیض الباری ج ۱ ص ۱۴۸، ج ۴ ص ۱۸۱)

دلیل نمبر ۲: جناب قاضی شمس الدین صاحب نقل کرتے ہیں۔''وقال ابن القیم فی کتابہ الروح انہ الصواب'' اور کہا ابن القیم نے اپنی کتاب الروح میں یہی صواب ہے۔ (مسالک العلماء طبع اوّل ص ۱۷)

دلیل نمبر ۳: خود امام ابن قیم فرماتے ہیں:''وقد استوفیت الکلام علی ھذا الحدیث وامثالہ فی کتاب الروح'' (جلاء الافہام ص ۲۸۲)

اس حدیث پر پورا کلام میں نے کتاب الروح میں لکھ دیا ہے۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

نیلوی صاحب جیسے منکرین کے لئے خود ابن قیم کا حوالہ تازیانہ عبرت کی حیثیت رکھتا ہے۔

خلافہ: پھر خود نیلوی صاحب نے ابن القیم رحمہ اللہ کی کتاب الروح کے بہت سے حوالے اپنی کتابوں میں درج بھی کر دیئے ہیں۔ مثلاً (ردمنکرات ص ۳۳، ۳۷، ۴۱) وغیرہ! اگر یہ کتاب اب القیم کی نہیں ہے تو اپنی کتابوں میں حوالے دینے کی کیا ضرورت تھی۔

آنکھوں ڈالا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے   دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

تعارض ہشدہم: ابوہارون عبدی کے متعلق نیلوی صاحب جرح نقل کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں۔

''اور علامہ ذہبی نے تو اپنے مختصر میں عبدی کے بارے انہ ساقط فرما دیا ہے۔'' (ندائے حق ج ۲ ص ۱۴۲)

خلافہ: نیلوی صاحب نے اسی ساقط اور جھوٹے راوی ابوہارون عبدی کی روایت سے استدلال بھی کیا ہے۔ (ندائے حق جز اول ص ۹۳)

دروغ گورا حافظہ نباشد

تعارض نوزدہم: ابومعاویہ کے متعلق نیلوی صاحب غالی شیعہ اور مرجی خبیث کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۰۹)

خلافہ: پھر نیلوی صاحب (ندائے حق جز اول ص ۱۱) میں اس کی روایت کو حجت کے طور پر پیش بھی کرتے ہیں۔ (ندائے حق طبع اول ص ۱۸۶) میں لکھتے ہیں: ''لیکن ابومعاویہ تو ثقہ اور مرکزی راوی ہے۔ عادل ضابطہ متقن ہے نہ سیئی الحفظ ہے اور نہ کثیر الخطاء''

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

تعارض بستم: نیلوی صاحب نے امام سیوطی کو عدم سماع کے قائلین میں (ص ۵۵) پر (ندائے حق ج ۲ ص ۹۳) میں شمار کیا ہے۔

خلافہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ''قول سیوطی سے استدلال کا مآل پھر علامہ سیوطی نے جو بات فرمائی ہے کہ مردوں کا ساری مخلوق کے کلام کو سننا بلا شبہ صحیح ہے۔'' (سماع الموتی ص ۴۷)

کیا آپ کو تسلیم ہے۔ اگر تسلیم ہے تو آپ میں اور بریلویوں میں کیا فرق ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۳۴)

اب نیلوی صاحب نے امام سیوطی کے عقیدہ کو بریلویوں کا عقیدہ قرار دے دیا ہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) نیلوی صاحب آپ کا فرمشرک مسلمان سب کی باتیں سن لیتے ہیں۔ جب وہ آپ کے قریب آ کر بات کریں تو اسی طرح یہی لوگ اگر مردہ کی قبر کے قریب جا کر بات کریں اور مردہ سن لے تو یہ بریلوی عقیدہ کس طرح بن گیا ہے۔ (نعوذ باللہ من سوء الفہم)

قارئین کرام! نیلوی صاحب کے تناقضات اور تعارضات تو اور بھی بہت ہیں جو موقعہ بموقعہ بیان ہوتے رہیں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) فی الحال اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ تاکہ نیلوی صاحب کے دوسرے کمالات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کئے جانے کا شرف حاصل کیا جا سکے۔ ''ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ''

ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں   مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے

باب المخادعات

نیلوی صاحب کے دھوکے

دھوکہ نمبر ا: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ وسیلہ رفیعہ از پیر طریقت علامہ بہلوی حامی شریعت زیب طریقت عمدۃ الکاملین زبدۃ العارفین فخر المحدثین رأس المناظرین، مخزن علم وحکمت واقف اسرار سیدی ومولای حضرتنا ومولانا الحاج الحافظ القاری خواجہ محمد عبداللہ صاحب بہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ ''مسمی بہ وسیلہ رفیعہ'' تحریر فرمایا تھا۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۷ ۳۴)

الجواب: نیلوی صاحب نے میرے شیخ اور مرشد کی تعریف میں مبالغہ اس لئے کیا ہے کہ وہاں سرگودھا میں ان کے مریدوں کی کثرت ہے۔ تعریف میں مبالغہ کر کے دراصل ان کو دھوکہ دینا مقصود ہے۔ تا کہ وہ نیلوی صاحب کے قریب ہو کر نیلوی صاحب کی باتوں کو سن کر گمراہ ہو سکیں۔ اس لئے نیلوی صاحب نے ہمارے پیر بھائیوں کو دھوکہ دینے کے لئے حضرت شیخ ومرشدی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ وسیلہ رفیعہ کی عبارت سے ندائے حق جز ثانی میں ص ۷ ۳۴ تا ۴۲ ۳ دو سطر کم چھ صفحات پر کر دیئے ہیں۔ اسی طرح دوسرا دھوکہ یہ بھی ہے کہ ندائے حق کا حجم بھی بڑھ جائے گا۔ لوگوں کو دھوکہ کہ نیلوی صاحب نے بڑی تحقیق سے دلائل جمع کئے ہیں۔ حالانکہ نیلوی صاحب مختلف کتابوں میں سے ایک بڑا حصہ عبارت کا نقل کر دیتے ہیں۔

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا

ہمارے شیخ ومرشد رحمۃ اللہ علیہ کا حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں عقیدہ

ہمارے شیخ ومرشد رحمۃ اللہ علیہ نے جب کہ پنجاب میں یہ مسئلہ چلا تو سب سے پہلے اس مسئلہ میں رسالہ لکھا جس کا نام ہے۔ ''القول النقي في حياة النبي (صلی اللہ علیہ وسلم)'' یہ ۵ رجمادی الثانی ۱۳۷۷ھ میں مکمل ہو کر فوراً طبع بھی ہو گیا تھا، جس میں حضرت نے تحقیق فرمائی کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جسمانی وروحانی ہے اور یہ حدیث بھی پیش فرمائی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھے اس کو میں سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے وہ پہنچایا جاتا ہے۔ (القول النقی ص ۹)

اب نیلوی صاحب سے عرض ہے کہ اگر حضرت مرشدی وشیخی محمد عبداللہ بہلوی کو سچا سمجھتے ہیں تو ان کی اس تحقیق وعقیدہ پر دستخط کر دیں۔ ورنہ بتائیں کہ آپ نے از راہ نفاق ہمارے پیر بھائیوں کو دھوکہ کیوں دیا ہے۔

بدل بدل کر بھیس آتے ہیں ہر زمانے میں اگر چہ پیر ہیں آدم مگر جواں ہیں لات ومنات

دھوکہ نمبر ۲: نیلوی صاحب نے مولوی ابراہیم دہلوی کی کتاب کشف المغالطات کے حوالوں سے بھی اپنی کتاب ندائے حق اور البیان الاوفی کو پر کیا ہے جس میں ہندوستان کے چند علماء کرام سے عدم سماع موتی کا فتویٰ بھی درج ہے۔ یہ مولوی محمد ابراہیم دہلوی قابل اعتماد شخص نہیں بلکہ بہت بڑا جھوٹا انسان ہے۔

دلیل نمبر ا: کشف مغالطات در مسئلہ سماع اموات (ص ۱۶۵) میں ہے۔ ضروری اطلاع اے حضرات اتنا آپ صاحبان کو سمجھنا ضروری ہے کہ بعض حضرات علماء حنفیہ سماعت اموات کے مسئلہ کی نسبت یہ ارشاد کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مذہب حنفیہ میں سماعت اموات کا مسئلہ اختلافی ہے بلکہ حنفی مذہب میں مردوں کا نہ سننا اتفاقی مسئلہ ہے۔ تمام فقہ حنفیہ میں اس مسئلہ کو صاف طور سے لکھا ہے بلکہ مراد سماعت موتی کے

مسئلہ کے اختلافی ہونے سے یہ ہے کہ مذہب حنفیہ اور مذہب شافعیہ کا باہم اختلاف ہے۔

قارئین کرام! اندازہ کریں کہ اتنا بڑا جھوٹ بولنے والا آدمی کس طرح قابل اعتماد ہو سکتا ہے۔

قارئین کرام! راقم الحروف کی اسی کتاب کا باب سماع الموتی عند الامام الاعظم ذرا نکال کر ملاحظہ فرمالیں۔ حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی جا کر کے جو دیکھا تو عمامہ کے سوا ہیچ

دلیل نمبر ۲: نیلوی صاحب خود لکھتے ہیں۔ صاحب کشف المغالطات کا مغالطہ مؤلف کشف المغالطات حوالوں کی کثرت دیکھ کر مرعوب ہو گئے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۱۸۴)

قارئین کرام! نیلوی صاحب کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ مولوی محمد ابراہیم دہلوی قابل اعتماد نہیں ہے۔ وہ دھوکہ کھا جاتا ہے اور غلط چیز پر اعتماد کر لیتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیلوی صاحب ایسے شیر ببر ہیں کہ حوالوں کی کثرت سے مرعوب نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ اپنی ہی ہانکتے رہتے ہیں۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر مرد ناداں پہ کلام نرم و نازک بے اثر

دھوکہ نمبر ۳: حضرت نانوتوی رحمہ اللہ سے نیلوی صاحب نقل کرتے ہیں۔ حضرت قاسم العلوم والخیرات کا فرمان واجب الاذعان، حضرت شیخ مشائخ مشائخنا محمد قاسم النانوتوی رحمہ اللہ نے (لطائف قاسمیہ ص ۵) میں فرمایا ہے کہ ایسا یاد پڑتا ہے کہ اکثر احادیث باب حیات ضعیف ہیں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ ہاں! اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ گو عقیدہ تو یہی ہے اور میں جانتا ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی رہے گا۔ مگر اس عقیدے کو عقائد ضروریہ میں سے نہیں سمجھتا۔ نہ تعلیم ایسی باتوں کی کرتا ہوں نہ منکروں سے دست وگریباں ہوتا ہوں۔ خود کسی سے کہتا نہیں پھرتا۔ کوئی پوچھتا ہے اور اندیشہ فساد نہیں ہوتا تو اظہار میں دریغ بھی نہیں کرتا۔ آپ اس امر کو ملحوظ رکھیں تو بہتر ہے۔ فقط! (ندائے حق جز ثانی ص ۱۷)

الجواب: نیلوی صاحب نے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی عبارت سے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔

۱...... ایک تو یہ کہ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اکثر احادیث ضعیف ہیں۔

۲...... دوسرا کہ حیات انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ عقائد ضروریہ میں سے نہیں ہے۔ ان دونوں باتوں کا جواب سنئے۔

اوّل بات کا جواب: حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں کہ ایسا یاد پڑتا ہے کہ اکثر احادیث باب حیات ضعیف ہیں۔ (لطائف قاسمیہ) یہ شک پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ تو نیلوی صاحب نے نقل دیئے ہیں۔ مگر جو آپ کا یقینی فیصلہ تھا وہ نیلوی صاحب نے نقل ہی نہیں کیا۔ یہ نیلوی صاحب کا کتنا بڑا دھوکہ ودجل وفریب وخیانت ہے۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا یقینی فیصلہ ملاحظہ ہو۔ یہاں تو فقط ضعاف ہی نہیں دو ضعیف ہیں تو دو صحیح بھی ہیں۔ رہی آیتیں سو ایک تو ان میں سے یہ آیت ہے: ''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاوٴک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما'' کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔ آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو۔ آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہوں اور اگر اہل عصر ہی کے ساتھ یہ فضیلت مخصوص تھی تو آیت: ''النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم وازواجه امهاتهم'' کے دونوں جملے جدی جدی آپ کی حیات پر ایسی طرح دلالت کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ قرآن ماننے والوں کو تو گنجائش انکار رہتی نہیں اور جو شخص قرآن کے انکار سے موافق حدیث

ثقلین لاریب داخل زمرۂ گمراہان ہو چکا۔ اس کی راہ پر لانے کی کوئی تدبیر نہیں۔ (آب حیات ص ۴۰ تا ۴۱)

قارئین کرام! حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں احادیث صحیحہ وضعیفہ برابر ہیں۔ یعنی دونوں مروی ہیں۔ ان کے علاوہ قرآن مجید کی آیتیں بھی ہیں۔ اس لئے قرآن کا منکر گمراہ ہے۔

دوسری بات کا جواب: حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے جس بات کو عقائد ضروریہ میں سے قرار دیا ہے۔ اس سے مراد ان کا وہ مشہور نظریہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا روح بوقت وفات خارج عن الجسد نہیں ہوتا۔ چنانچہ ان کی یہ عبارت کہ نہ تعلیم ایسی باتوں کی کرتا ہوں۔ اس پر شاہد ہے۔ ورنہ تو حیات النبی ﷺ کے منکر کو قرآن مجید کا منکر قرار دے کر گمراہ فرما رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ منکر قرآن آخری درجہ کا گمراہ ہوتا ہے۔ خود نیلوی صاحب کے نزدیک کافروں کی حیات کا منکر کافر ہے۔ فاسقوں کی حیات کا منکر کافر ہے۔ مومنوں کی حیات کا منکر کافر ہے۔

حوالہ نمبر ۱: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اگر عالم برزخ میں زندگی اور حیات نہ مانیں تو عذاب قبر اور تنعیم قبر کا انکار لازم آتا ہے۔ حالانکہ عذاب وثواب قبر کے متعلق متواتر احادیث وارد ہیں بلکہ قرآن پاک کی بہت سی آیات سے ثابت ہے اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے اور علماء امت نے عذاب وثواب قبر کے انکار کو کفر کہا ہے۔
(ندائے حق جز اوّل ص ۶)

حوالہ نمبر ۲: نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور شرح مقاصد میں ہے۔ ''اتفق اھل الحق علیٰ ان اللہ تعالیٰ یعید الی المیت فی القبر نوع حیاۃ قدر ماتیالم ویتلذذ یشھد بذالک الکتاب والاخبار والآثار'' یعنی ضروریات دین میں یہ مسئلہ ثابت ہے جس پر تمام اہل حق کا اتفاق ہے اور اجماع ہے اور قرآن پاک اور احادیث نبویہ اور صحابہ اور تابعین، سلف صالحین کے اقوال بھی اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ اللہ تعالیٰ قبر میں میت کی طرف دوبارہ پھر ایک خاص قسم کی حیات دے دیتے ہیں اور دیتے بھی ہیں۔ صرف اسی قدر جتنے سے دکھ یا سکھ محسوس کر سکے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے پہنچے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۱۹، جلد ثانی ص ۳۴۵) میت، مردہ کی لاش (جسد عنصری کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ البتہ روح نکل جائے تب اسے آدمی یا انسان نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ میت ہے یا فلاں بندے کی نعش (لاش) ہے۔ اگر آدمی کہہ بھی دیتے ہیں تو مجازی طور پر کہتے ہیں۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۲۷۵)

پس ثابت ہوا کہ میت (جسدی عنصری) میں اتنی حیات تسلیم کرنا کہ کافر و فاسق کو عذاب قبر ہو اور مومن میں اتنی حیاۃ تسلیم کرنا کہ قبر میں اس کو راحت ونعمت ولذت محسوس ہو، یہ ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے تو ولی وشہید وصالح وصدیق ونبی میں اتنی حیاۃ تسلیم کرنا تو بطریق اولیٰ ضروریات دین میں سے ہوا۔ فلہٰذا وہ لوگ ٹھنڈے دل سے سوچ لیں جو دن رات انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی عنصری کا انکار کرتے ہیں۔ وہ نیلوی صاحب کے نزدیک کون ہوئے۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ نیلوی کہتا ہے کہ ایسا عقیدہ جس میں غیر نبی کی نبی پر فضیلت ہو اور انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی ہو۔ وہ بلا ریب کفر ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۵۵۲)

اب قارئین کرام! غور فرمالیں کہ مومنین کے جسد عنصری میں بھی حیات ہو اور ان کے ارواح مع اجساد عنصریہ لذت محسوس کر رہے ہوں۔ نعمتیں حاصل کر رہے ہوں اور انبیاء علیہم السلام کے اجساد عنصریہ لذت اٹھانے سے اور نعمتوں کے محظوظ ہونے سے محروم ہوں تو یہ انبیاء علیہم السلام کی بلا ریب گستاخی وتوہین ہے۔

اقوال شہ دین کے جو پابند نہیں ہیں احمق ہیں زمانے کے خرد مند نہیں ہیں

دھوکہ نمبر ۴: نیلوی صاحب نے ندائے حق اور شفاء الصدور اور رق منثور اور البیان الاوفیٰ میں بشیر الدین قنوجی کی کتاب کے حوالے دیئے ہیں اور پھر کہیں لکھ دیتا ہے۔ تلمیذ شاہ محمد اسحاق اور کہیں لکھ دیتا ہے۔ تلمیذ خاص شاہ محمد اسحاق، نیلوی صاحب دراصل دھوکہ یہ دینا چاہتے ہیں کہ بشیر الدین قنوجی حنفی ہے اور حضرت شاہ صاحب محمد اسحاق دہلوی کا خاص شاگرد ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ شاگرد خاص اس کو کہا جاتا ہے جو استاذ کے علوم کو اپنے شیخ کے نظریہ وعقیدہ کے مطابق پھیلائے لیکن جو شخص اپنے شیخ کے نظریے کے خلاف ہو جائے۔ اس کو شاگرد خاص کہنا دھوکہ ہے۔ حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی ایسے لوگوں کو جو تقلید شخصی کو بدعت وضلالت کہتے تھے۔ گمراہ کہا ہے۔ (رسالہ مع فتاویٰ ص ۱۲،۷ ملحق بنظام الاسلام مطبوعہ کمیشن پرکاش لاہور) یہ وہی بشیر الدین قنوجی ہے جو فتاویٰ غرائب سے امام اعظم کا مسلک عدم سماع الموتیٰ نقل کرتا ہے جس پر مکمل و بحث۔ راقم الحروف نے باب سماع الموتیٰ عند الامام الاعظم میں کر دی ہے۔

دھوکہ نمبر ۵: نیلوی صاحب نے ندائے حق میں محمد بشیر غیر مقلد کی کتاب صیانۃ الانسان کے حوالے بھی نقل کئے ہیں۔ مگر نیلوی صاحب نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ غیر مقلد ہے تاکہ لوگوں کو دھوکہ دیا جاسکے۔ یہ محمد بشیر غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی کا شاگرد ہے۔ (الحیاۃ بعد الممات ص ۳۶۳، ناشر المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل)

دھوکہ نمبر ۶: نیلوی صاحب نے امیر علی کی تفسیر مواہب الرحمن اور عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ کے حوالے بھی (ندائے حق طبع اوّل ص ۱۵۷، جلد ثانی ص ۴۰۵،۸، البیان الاوفیٰ ص ۲۷) میں درج کر دیئے ہیں۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ حنفی ہے یا غیر مقلد بلکہ نیلوی صاحب کے شاگرد شیر محمد صاحب نے تو یہ بھی لکھ دیا ہے کہ حضرت مولانا سید امیر علی حنفی فرماتے ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۹۹)

استاذ و شاگرد دھوکہ دینے میں بہت مہارت رکھتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ امیر علی غالی و متعصب قسم کا غیر مقلد تھا جس کے دلائل یہ ہیں۔

دلیل نمبر ۱: امیر علی صاحب نے (تعقیب علی التقریب ص ۵۲۴) میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر ان الفاظ سے جرح کی ہے۔ نعمان بن ثابت ابوحنیفۃ الکوفی ضعفہ، النسائی من قبل حفظہ والدارقطنی وابن عدی۔ پھر توثیق کے حوالے بھی نقل کئے ہیں۔ مگر یہ انداز منافقانہ پالیسی کا ایک حصہ ہے۔

دلیل نمبر ۲: مولانا عبدالحئی حسنی (نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۷۵) میں لکھتے ہیں۔ ثم لازم القاضی بشیر الدین العثمانی القنوجی ''واخذ الحدیث عن الشیخ المحدث نذیر حسین الدھلوی'' بشیر الدین قنوجی کی صحبت کو لازم پکڑ کر اس سے پڑھتا رہا اور پھر حدیث شیخ نذیر حسین محدث دہلوی غیر مقلد سے حاصل کی۔

''غیر متصلب فی المذھب الحنفی یتتبع الدلیل ویترک التقلید اذا وجد فی مسئلۃ نصاً صریحاً مخالفاً للمذھب غیر منسوخ وھو من اشیاخی'' (نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۷۶) یہ امیر علی مذہب حنفی میں پختہ نہیں تھا۔ دلیل تلاش کر کے تقلید کو چھوڑ دیتا تھا۔ جب کسی مسئلہ میں نص صریح مذہب حنفی کے مخالف پالیتا جو غیر منسوخ ہوتی اور وہ امیر علی میرے استاذوں میں سے تھا۔

دلیل نمبر ۳: شیخ الکل نذیر حسین صاحب دہلوی کی (سوانح الحیات بعد الممات ص ۳۶۵) میں اس کو دہلوی صاحب غیر مقلد کا شاگرد شمار کر کے ص ۵۹۴ پر ان الفاظ کے ساتھ ان کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے۔ مولوی سید امیر علی ملیح آبادی صاحب تصانیف جلیلہ۔

دلیل نمبر ۴: مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں۔ مولانا سید امیر علی نے رجب ۱۳۳۷ھ میں لکھنؤ میں انتقال کیا۔ مسلکاً اہل حدیث تھے۔ (برصغیر پاک وہند میں علم فقہ ص ۴۵۰) اس کتاب کے حاشیہ میں امیر علی کے اہل حدیث ہونے کا ثبوت (نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۷۵، ۷۶، علمی اجالے ص ۶۲ تا ۶۷ مؤلفہ امیر حسن نورانی استاذ ادبیات اسلامیہ کالج لکھنؤ راجہ رام بک ڈپو وارث نولکشور لکھنؤ مطبوعہ ۱۹۵۹ء) سے پیش کیا گیا ہے۔

(نوٹ) محمد اسحاق صاحب بھٹی ہفت روزہ اہل حدیث لاہور کے مدیر بھی ہیں۔

دلیل نمبر ۵: خود امیر علی صاحب (التذنیب لتعقیب التقریب ص ۳۴) میں لکھتے ہیں کہ میری اسناد تحصیل علم کی نذیر حسین دہلوی سے تا شوکانی غیر مقلد پہنچتی ہے۔ (ملخصاً)

دلیل نمبر ۶: عین الہدایہ وفتاویٰ عالمگیری کا ترجمہ امیر علی نے اس لئے لکھا ہے تاکہ جاہل قسم کے اردو خوان غیر مقلد ان تراجم کو پڑھ کر فقہ کی کسی نہ کسی جذئی پر اعتراض کر سکیں۔ پھر اپنی طرف سے ان دونوں کتابوں کے مقدمہ لکھ کر کافی زہریلا مادہ پھیلایا گیا ہے۔ اصل مقصد ترجمہ نہیں بلکہ فقہ حنفیہ کو بدنام کرنا مقصود ہے۔ مشہور تو اپنا نام امیر علی حنفی کیا۔ مگر حقیقت میں زہریلا غیر مقلد ہے تاکہ حنفیوں کو آسانی سے گمراہ کیا جا سکے۔ اس لئے مسائل اختلافیہ میں اس نے احناف کے نظریہ کو کمزور قرار دیا ہے۔

حوالہ نمبر ۱: تراویح صحیح حدیث سے مع وتر کے گیارہ ہی رکعات ثابت ہیں۔

(عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ از امیر علی ص ۵۶۳، بحوالہ انوار مصابیح ص ۵۱)

حوالہ نمبر ۲: عین الہدایہ میں رفع یدین کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔ حتیٰ کہ جھوٹی دمن گھڑت روایت "فما زالت تلک صلوٰتہ" حتیٰ لقی اللہ تعالیٰ (رسول اللہ ﷺ کی نماز رفع یدین عند الرکوع وغیرہ کے ساتھ ہمیشہ رہی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے یعنی وفات پائی) کو ثابت وصحیح قرار دیا ہے۔ اسی طرح ناظرین کرام دوسرے اختلافی مسائل پر نظر کر کے دیکھ لیں۔ اس کا نفاق ظاہر ہو جائے گا۔ پروفیسر طالب الرحمن غیر مقلد نے احناف پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے اور جب شہوت نے زور مارا تو کہنے لگے کہ اجنبی عورت کے چہرے پر پڑے ہوئے غبار سے تیمم جائز ہے۔ (عین الہدایہ ج ۱ ص ۱۴۷، التحقیق فی مسئلۃ رفع یدین ص ۲۲۰ حصہ اول)

قارئین کرام! آپ نے اس حوالہ سے بھی اندازہ کر لیا ہوگا کہ یہ حوالہ نہ تو ہدایہ میں ہے نہ فقہ کی کسی کتاب میں ہے۔ یہ محض بدنام کرنے کے لئے اس غیر مقلد امیر علی نے ایسا کیا ہے۔ منافقانہ چال سے یہ لوگ حنفیوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ حنفی عوام تو اپنے مقام پر رہے۔ حنفی مولوی بھی بہت سادہ لوح ثابت ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حنفی مولویوں کو سمجھ نصیب فرمائے۔

لباس خضر میں یہاں ہزاروں راہ زن بھی پھرتے ہیں اگر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

نیلوی صاحب اور اس کے شاگرد بھی مسلمانوں کو اسی قسم کے دھوکے دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو بھی ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین!

دھوکہ نمبر ۷: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ پس مسئلہ نزاعیہ میں تصریحات کو نظرانداز کرنا اور ادھر ادھر کے رطب ویابس اقوال یا تاویلات سے کام چلانا سخت غلطی ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۴۷۷)

اس عبارت سے نیلوی صاحب نے یہ دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے کہ نیلوی صاحب تو صریح روایتوں سے استدلال کرتے ہیں۔ جب کہ ان کے مخالف ادھر ادھر کے رطب ویابس اقوال پیش کرتے ہیں یا تاویلات سے

کام چلاتے ہیں۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) حالانکہ نیلوی صاحب نے خود اسی روایت سے جس کی اس مقام پر تردید کر رہے ہیں، استدلال کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان قرار دیا ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۱۷۹)

دوم: نیلوی صاحب نے جو سماع موتی کی صریح وصحیح احادیث ہیں ان میں تاویلات کر کے ان کو رد کر دیا ہے اور جن روایتوں کا عدم سماع موتی سے تعلق بھی نہیں، ان کو عدم سماع موتی میں دلیل و حجت بنایا ہے۔ مولانا سجاد بخاری صاحب راہنما جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنہ، نیلوی صاحب کی کتاب شفاء الصدور پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ دوسرے باب میں وہ حدیثیں مذکور ہیں جو مصنف (نیلوی صاحب کے نزدیک نفی سماع موتی پر دلیل ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ان چودہ حدیثوں میں سے ایک بھی ایسی نہیں جسے اصل دعویٰ کے ساتھ کچھ بھی تعلق ہو۔ ان سب حدیثوں سے مصنف اور مترجم نے زبردستی کھینچ تان کر سماع موتی کی نفی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ بعض جگہوں میں تو مصنف نے نہایت ہی رکیک بلکہ مضحکہ خیز تاویلوں کا ارتکاب کیا ہے۔ (تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ جولائی ۱۹۶۸ء ص ۳۶)

سجاد بخاری صاحب نے نیلوی صاحب و بندیالوی صاحب کی جہالتوں کا پردہ اچھی طرح چاک کر دیا ہے۔ اس لئے راقم الحروف نے مقدمہ کے اندر اس تبصرہ کی پوری فوٹو کاپی درج کر دی ہے۔

نیلوی صاحب کا اقرار

نیلوی صاحب (شفاء الصدور ص ۳۵ طبع اول) میں ان چودہ حدیثوں کے بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ باقی رہا ایک خدشہ کہ ان میں کوئی صریح روایت نہیں جس میں لکھا ہو کہ مردے نہیں سنتے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ایک امر بدیہی کے لئے اگر کوئی دلیل بیان نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ الخ بلفظہ!

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے مان لیا کہ وہ تاویلات سے کام چلاتے ہیں۔ فلہٰذا صغریٰ، کبریٰ نیلوی صاحب کے تسلیم شدہ ہیں تو نیلوی صاحب کو اس کا نتیجہ بھی ضرور تسلیم کرنا ہوگا۔ صغریٰ یوں ہے۔ نیلوی صاحب مسئلہ نزاعیہ میں تاویلات سے کام چلاتے ہیں۔ کبریٰ یوں ہے اور مسئلہ نزاعیہ میں تاویلات سے کام چلانا سخت غلطی ہے۔ نتیجہ یوں آئے گا۔ فلہٰذا نیلوی صاحب کی سخت غلطی ہے۔ نیز نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ عدم سماع موتی کا مسئلہ بدیہی ہے۔ یہ سخت غلطی ہے۔ اگر یہ مسئلہ بدیہی ہوتا تو نیلوی صاحب کو دلائل قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نیلوی صاحب کو سمجھ عطاء کرے۔

دھوکہ نمبر ۸: نیلوی صاحب طبقہ ثالثہ کی کتابوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔ یاد رہے کہ طبقہ ثالثہ کی اکثر احادیث فقہاء کے نزدیک معمول بہ نہیں بلکہ ان کے خلاف پر اجماع ہو چکا ہے اور مسند ابو یعلی موصلی اور مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ دار قطنی مسند ابی داؤد طیالسی، مستدرک حاکم کتب بیہقی تصانیف طبرانی طبقہ ثالثہ کی کتابیں ہیں۔ ہم تو اس قاعدہ پر پختہ ہیں اور قاعدہ ہذہ سے سر مو اغماض و اعراض نہیں کرتے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۶۸)

الجواب: نیلوی صاحب نے دھوکہ دیا ہے اور جھوٹ بولا ہے۔ نیلوی صاحب نے اپنی اسی کتاب ندائے حق میں بہت سے مقامات پر طبقہ ثالثہ بلکہ رابعہ بلکہ خامسہ و سادسہ کی روایتوں سے بھی استدلال کیا ہے۔ ملاحظہ کریں۔ (ندائے حق جز اول ص ۷۳)

سجین مقام برزخ کے عنوان کے تحت۔ پھر (ص ۷۵) میں ہے۔ (رواہ ابن عساکر) نیز اسی صفحہ میں

دوبارہ ہے۔ (رواہ ابن ابی الدنیا) نیز (ص ٧٦) میں ابن ابی الدنیا سے دو روایتیں اور سنن سعید بن منصور کا بھی ذکر ہے۔ نیز (ص ٨٦) میں شرح الصدور کے حوالے سے روایتیں نقل کی ہیں۔ (ص ۹۳) میں ابونعیم اصفہانی سے اور بیہقی کی دلائل النبوت سے اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ کی تفسیروں سے روایتیں نقل کی ہیں۔ (ص ۹۴) میں الحاوی للفتاویٰ بشریٰ الکیب، طبرانی، ابن ماجہ، ابن عساکر سے روایتیں نقل کی ہیں۔ (ص ۹۵) میں طبرانی الدر المنثور اور (ص ٩٦) میں روح المعانی سے (ص ٩٧) میں ابن جریر خازن و مدارک کے حوالہ سے روایتیں نقل کی ہیں۔ کہاں تک قارئین کی خدمت میں لکھوں۔ اکثر ندائے حق ہی طبقہ ثالثہ ورابعہ وغیرہ کی روایتوں سے بھرا پڑا ہے۔ مگر نیلوی صاحب کو بات کرتے ہوئے شرم بھی محسوس نہیں ہوتی۔

دنیا میں ڈھیٹ اور بے حیاء اور بھی ہیں مگر سب پر سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی

قارئین کرام! نیلوی صاحب کی کتابیں تلبیس ودجل وخداع کا پلندہ ہیں۔ باب بہت طویل ہو جائے گا۔ لیکن نیلوی صاحب کے فریب ختم نہیں ہوں گے۔ اس لئے مجبوراً ان چند سطروں پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

باب المشاہدات

آنکھوں دیکھے واقعات

واقعہ نمبر ۱: ۱۹۳۲ء میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں ملک شاہ فیصل اوّل شاہ عراق سے فرمایا کہ ہم دونوں کو موجودہ قبروں سے منتقل کر کے دریائے دجلہ سے تھوڑے فاصلہ پر دفن کر دیا جائے۔ اس لئے کہ میرے مزار میں پانی اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مزار میں نمی شروع ہو گئی ہے۔ شاہ یہ خواب مسلسل دو راتوں میں دیکھتا رہا اور سوچتا رہا کہ کیا کروں۔ تیسری شب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عراق کے مفتی اعظم کو خواب میں یہی ہدایت فرمائی۔ کہا کہ ہم دو راتوں سے بادشاہ کو کہہ رہے ہیں۔ لیکن اس نے اب تک اس کا انتظام نہیں کیا۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ اس کو متوجہ کر کے اس کا فوری بندوبست کراؤ۔ چنانچہ اگلے روز صبح ہی صبح مفتی اعظم نوری سعید پاشا وزیر اعظم کو ہمراہ لے کر بادشاہ سے ملے۔ (بالآخر) جب ان دونوں حضرات کو اپنی اپنی قبروں سے نکالا گیا تو نعش ہائے مبارک کا کفن حتیٰ کہ ریش ہائے مبارک کے بال تک صحیح حالت میں تھے۔ نعشوں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ دو تین گھنٹے سے زائد وقت نہیں گزرا۔ حالانکہ تیرہ سو سال گذر چکے تھے۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ ان دونوں کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں اتنی پراسرار چمک تھی کہ بہتوں نے چاہا کہ ان سے آنکھیں ملائیں، مگر ان کی نظریں اس چمک کے سامنے نہ ٹھہر سکتی تھیں۔ بڑے بڑے ڈاکٹر یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ایک ڈاکٹر جرمن ماہر چشم جو بین الاقوامی شہرت کا مالک تھا۔ بے اختیار ہوا اور آگے بڑھ کر مفتی اعظم عراق کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ آپ کے مذہب اسلام کی حقانیت اور ان صحابہ کی بزرگی کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ لایئے مفتی اعظم ہاتھ بڑھایئے۔ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

قارئین کرام! اس واقعہ کی مکمل تفصیل ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی اگست ۱۹۶۴ء میں موجود ہے۔ اس لئے اس کا عکس ملاحظہ کریں۔

۱۹۹

۱۹۹ ... ۱۰ اگست ۱۹۹۰ء

جناب علامہ یٰسین حسنی صاحب

ناقابلِ انکار صداقت

مذہب کی سچائی اور حقانیت کی سب سے بڑی دلیل عام فہم ثبوت اور ناقابلِ انکار حقیقت مشاہدہ (چشم دید واقعہ) ہے۔ آئیے اب ہم صداقتِ دینِ اسلام و حقانیتِ قرآن پر اپنے ہی زمانے کا ایک مشاہدہ (چشم دید واقعہ) پیش کرتے ہیں تاکہ حق پرست و انصاف پسند اہلِ علم و فہم طرفداری سے بلند ہو کر سوچیں سمجھیں اور حقیقت تک پہنچیں۔

قصبہ سلمان پاک جو بغداد سے ۴۰ میل کے فاصلے پر ہے، زمانہ قدیم میں جس کا نام مدائن تھا، جہاں اکثر صحابہ کرامؓ گورنری کے عہدے پر فائز رہے، یہاں ایک شاندار مقبرے میں حضرت سلمان فارسیؓ مشہور صحابی مدفون ہیں اور آپ کے گنبد و مزار سے متصل نبی آخر الزمانؐ کے دو صحابہ حضرت حذیفہؓ الیمانی اور حضرت جابرؓ بن عبد اللہ رضؓ کے مزارات ہیں، ان دونوں اصحابِ رسولؐ کے مزارات پہلے سلمان پاک سے دو فرلانگ کے فاصلے پر ایک غیر آباد جگہ پر تھے۔

ہوا یہ کہ حضرت حذیفہؓ نے خواب میں ملک فیصل اوّل شاہ عراق سے فرمایا کہ ہم دونوں کو موجودہ مزاروں سے منتقل کر کے دریائے دجلہ سے تھوڑے سے فاصلے پر دفن کر دیا جائے، اس لئے کہ میرے مزار میں پانی اور جابرؓ کے مزار میں نمی شروع ہو گئی ہے۔

شاہ یہ خواب مسلسل دو راتوں میں دیکھتا رہا اور شاید بے پروائی یا انہماکِ امورِ سلطنت کے باعث بھول گیا۔ تیسری شب حضرت موصوفؓ نے عراق کے مفتی اعظم کو خواب میں یہی ہدایت فرما کر کہا کہ ہم دو راتوں سے بادشاہ کو کہہ رہے ہیں لیکن اس نے اب تک اس کا انتظام نہیں کیا، اب یہ تمہارا کام ہے کہ اس کو متوجہ کر کے اس کا فوری بندوبست کراؤ۔

چنانچہ اگلے روز صبح ہی صبح مفتی اعظم، نوری السعید پاشا وزیر اعظم کو ہمراہ لے کر بادشاہ سے ملے اور ان سے اپنا خواب بیان کیا، شاہ فیصل نے کہا میں بھی دو راتوں سے خواب میں یہی دیکھ رہا ہوں۔

آخر کافی غور و شورے کے بعد شاہ نے مفتی اعظم سے کہا کہ آپ مزارات کھولنے کا فتویٰ دے دیں تو میں اس [illegible] کے لئے تیار ہوں۔ جب مفتی اعظم نے مزارات کے کھولنے اور لاشوں کو منتقل کرنے کا فتویٰ دے دیا تو یہ فتویٰ اور شاہی فرمان دونوں اس اعلان کے ساتھ اخبارات میں شائع کر دیئے گئے کہ بروز

۲۰۰

عید قرباں بعد نماز ظہر ان دونوں اصحابِ رسول ﷺ کے مزارات کھول لیے جائیں گے۔

اخبارات میں یہ حال شائع ہوتا تھا کہ تمام دنیائے اسلام میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی، رائٹر اور دوسری خبر رساں ایجنسیوں نے اس خبر کو تمام دنیا میں پہنچا دیا۔ حسن اتفاق دیکھئے کہ اُن دنوں موسم حج ہونے کے باعث تمام دنیا سے مسلمان حج کیلئے حرمین شریفین (مکے مدینے) میں جمع ہو رہے تھے جب انہیں یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے شاہِ عراق سے یہ خواہش ظاہر کی کہ مزارات حج کے چند روز بعد کھولے جائیں تاکہ وہ بھی شرکت کر سکیں۔ اسی طرح حجاز، مصر، شام، لبنان، فلسطین، ترکی، ایران، بلغاریہ، افریقہ، روس، ہندوستان وغیرہ وغیرہ ملکوں سے شاہِ عراق کے نام بے شمار تار پہنچے کہ ہم بھی جنازوں میں شریک ہونا چاہتے ہیں، مہربانی فرما کر مقررہ تاریخ چند روز بڑھا دی جائے۔

چنانچہ دنیا کے مسلمانوں کی خواہش پر یہ دوسرا فرمان جاری کر دیا گیا کہ اب یہ رسم حج کے دس دن بعد ادا کی جائے گی۔ اور اس کے ساتھ ہی غراب میں اہلِ مزارات کی عجلت کی تاکید کے پیش نظر احتیاطی تدابیر بھی کی گئیں کہ پانی مزارات تک پہنچنے نہ پائے۔

آخر کار وہ دن بھی آ گیا جس کی آرزو میں لوگ جوق در جوق سلمان پاک میں جمع ہو گئے، دو شنبہ کے دن بارہ بجے کے بعد لاکھوں انسانوں کی موجودگی میں مزارات کھولے گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت حذیفۃ الیمانی رض کے مزار میں کچھ پانی آ چکا تھا اور حضرت جابر رض کے مزار میں نمی پیدا ہو چلی تھی۔ حالانکہ دریائے دجلہ وہاں سے کم از کم دو فرلانگ دُور تھا۔

تمام ممالک کے سفیر، عراقی حکومت کے تمام ارکان اور شاہ فیصل کی موجودگی میں پہلے حضرت حذیفۃ الیمانی رض کی نعش مبارک کو کرین کے ذریعے زمین سے اس طرح اُوپر اٹھایا گیا کہ اُن کی نعش کرین پر نصب کئے ہوئے سٹریچر پر خود بخود آ گئی۔ اب کرین سے سٹریچر کو علیحدہ کر کے ہز میجسٹی شاہ فیصل، مفتی اعظم عراق، وزیر مختار جمہوریہ ترکی اور پرنس فاروق ولی عہد مصر نے کندھا دیا اور بڑے احترام سے ایک شیشہ کے تابوت میں رکھ دیا، پھر اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ رض کی نعش مبارک کو مزار سے باہر نکالا گیا۔

نعش ہائے مبارک کا کفن حتیٰ کہ ریش ہائے مبارک کے بال تک بالکل صحیح حالت میں تھے، نعشوں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہرگز نہیں ہوتا تھا کہ یہ تیرہ سو سال قبل کی نعشیں ہیں، بلکہ گمان یہ ہوتا تھا کہ شاید انہیں رحلت فرمائے دو تین گھنٹے سے زائد وقت نہیں گزرا، سب سے عجیب بات یہ تھی کہ ان دونوں کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں اتنی پُراسرار چمک تھی کہ بہتوں نے چاہا کہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں، لیکن ان کی نظریں اس چمک کے سامنے ٹھہر ہی نہ سکیں، مظہر بھی کیسے سکتی تھیں؟

بڑے بڑے ڈاکٹر یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے، ایک جرمن ماہر چشم جو بین الاقوامی شہرت کا مالک تھا، اس تمام کارروائی میں بڑی دلچسپی لے رہا تھا اس نے جو یہ منظر دیکھا تو بس دیکھتا ہی رہ گیا، وہ اس سے کچھ اتنا متاثر

۲۰۱

ہوئی تھی نعش ہائے مبارک تابوتوں میں جس رکھی گئی [illegible]
حج کے سبب اسلامی ممالک کی حقیقت [illegible] اور ان [illegible]
نائب مفتی اعظم ہاتھ بڑھاتے [illegible] مسلمان ہونا [illegible]

اس موقع پر ایک جرمن فلم ساز کمپنی نے کافی [illegible] احسان کیا کہ اس نے شاہ عراق کی منظوری سے اپنے خرچ پر [illegible] مزارات [illegible] پر کوئی تیس فٹ لمبا اور بیس فٹ چوڑا ٹیلی ویژن کا سکرین لگایا [illegible] چاروں طرف بھی چھت سے معلق چار سکرین لگا دیئے [illegible] فائدہ ہوا [illegible] مزارات کے کھولنے کے وقت سے [illegible] تک تمام کارروائی دیکھتے [illegible] زیارت کے [illegible] اور اس طرح ہزاروں لوگ اس ہجوم تنگ میں پس کر مرنے سے بچ گئے۔ مردوں، عورتوں اور بچوں نے نہایت آسانی سے پوری کارروائی دیکھی۔

دوسرے دن بغداد کے سینماؤں میں اس واقعہ کی فلم دکھائی گئی۔ اس واقعہ کے فوراً بعد بغداد میں کھلبلی مچ گئی اور بے شمار یہودی، عیسائی خاندان بلکہ [illegible] اپنے [illegible] پیغام [illegible] ترساں و لرزاں جوق در جوق مسجدوں میں قبولِ اسلام کیلئے آتے تھے اور [illegible] جاتے تھے۔ اس موقع پر مشرف بہ اسلام ہونے والوں کی تعداد کتنی تھی اس کا اندازہ لگانا آسان نہیں۔

یہ چشم دید معجزہ کسی کتاب میں لکھا ہوا گئے زمانے کا تاریخی واقعہ نہیں ہے۔ یہ ہمارے ہی زمانے کا [illegible] دیکھا بھالا ہے۔ اس کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا ۱۹۳۲ء میں اس معجزہ کا ظہور ہوا ہے۔ اس کو ہر مذہب و ملت اور کئی ممالک کے اشخاص نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس کی دنیا کے اخبارات نے [illegible] تشہیر کی ہے اور اس کے [illegible] گمنام افراد کے نہیں تھے [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مشہور و معروف صحابہؓ کے مزار تھے جن کو [illegible] تھے اور جو اب بھی [illegible] ہیں۔

[illegible] قیاس اور [illegible] کے پاس اس کا کوئی جواب ہے؟ کیا کوئی صاحب عقل و ہوش [illegible] حق و انصاف [illegible] انکار کر سکتا ہے؟ [illegible] حقیقت [illegible] کہ وہ [illegible] اللہ کا دین اسلام سچا ہے اور اللہ کا بنایا ہوا [illegible] آخری [illegible] اور محمد [illegible] پیغام قرآن مجید [illegible] کسی خاص فرد، خاندان، قوم یا ملک کیلئے نہیں بلکہ تمام انسانیت کیلئے ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ [illegible] راولپنڈی)

واقعہ نمبر ۲: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔میت پانی میں ڈوبنے لگے تو اسے منتقل کیا جا سکتا ہے۔فی المصنف لابن ابی شیبہ ص ۱۶۶ ملتان۔"حدثنا ابو اسامه قال اخبرنا اسمعيل انا قيس قال رمى مروان طلحة يوم الجمل بسهم في ركبته فمات فدفناه على شاطى الكلاء فراى بعض اهله انه قال الا تريحونى من هذا الماء فانى قد غرقت ثلث مرات يقولها قال فنبشوه فاشتروا له دار آل ابى بكرة بعشرة آلاف فدفناه فيها"

یعنی جب مروان نے جمل کی لڑائی میں طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں تیر لگایا تو طلحہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے۔انہیں شاطی کلاء کے پاس ہم نے دفن کر دیا۔حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لوگوں میں سے کسی کو تین بار خواب آیا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ میرے جسم کو اس پانی سے کیوں راحت نہیں دیتے۔کیونکہ میرا جسم پانی میں ڈوب رہا ہے۔تب انہوں نے اس کی قبر کھود کر نکالا اور آل ابو بکرہ سے دس ہزار درہم کی جگہ خرید کر وہاں دفن کیا۔

(ماہنامہ جشن بہار سرگودھا گلستان اہل سنت نمبر خاص شمارہ ج ۹ شمارہ ۲، یکم رفروری ۱۹۷۹ء/ ربیع الاوّل ۱۳۹۹ھ ص ۱۶)

اس کا عکس اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں۔

قارئین کرام! ان دونوں واقعات سے معلوم ہوا کہ اسی قبر میں راحت و تکلیف ہوتی ہے اور قبروں والے جسمانی و روحانی حیات سے متصف ہوتے ہیں۔جیسا کہ اہل سنت کا مسلک ہے۔

واقعہ نمبر ۳: نیلوی صاحب حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں احد میں ایک نہر جاری کی گئی۔نہر میں قبور شہداء مانع تھیں تو ماہرین نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ سوائے قبور پر سے نکالنے کے ہمیں کوئی راستہ نہیں ہے تو انہوں نے اجازت دے دی۔جب نہر کے لئے قبور کھودی گئیں تو بروایت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ شہداء کی لاشیں اس طرح برآمد ہوئیں کہ معلوم ہوتا تھا، سو رہے ہیں۔پھر انہیں کندھوں پر لا دلاد کر وہاں سے علیحدہ کیا گیا اور اسی سلسلہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں پھاوڑہ لگ گیا تو خون نکل آیا۔حالانکہ یہ واقعہ کم از کم شہادت کے چالیس سال بعد کا ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۳۸۴، ۳۸۵)

قارئین کرام! جسم سے خون کا نکل آنا۔حیات جسمانیہ کی دلیل ہے۔

واقعہ نمبر ۴: افغانستان کے محاذ جنگ سے ایک رپورٹ، مولانا نیک بہادر خاں افغانستانی فاضل دار العلوم حقانیہ بنام مدیر الحق۔

ایک شہید طالب علم کی زندہ کرامت

میرے محترم واجب القدر استاد، ایک عجیب واقعہ پر خط ختم کرتا ہوں۔اس واقعہ کے کچھ حصے میں نے بچشم خود دیکھے۔کچھ دوسرے سے متواتر سنے جن میں مرد و عورت بے شمار افراد شامل ہیں۔واقعہ یہ ہے کہ ایک طالب علم مولوی محمد شریف شہید زرمل کے باشندہ تھے۔اپنے والد نے بطیب خاطر لڑائی میں شرکت کی اجازت نہ دی۔یہ مصر تھے مگر والد اجازت نہیں دے رہے تھے۔بالآخر اجازت والد موضع شاہ توری علاقہ ارگون آ پہنچے اور معاون، عبدالحمید صاحب حرکت انقلاب اسلامی کے زیر کمان ایک دوست کے ہمراہ ارگون کے جہاد میں شریک ہوئے۔لڑائی نے شدت اختیار کی تو چاروں طرف سے مسلمان ارسلا خان امیر صاحب کے اس معاون کی امداد کے لئے آ پہنچے۔یہ شہید طالب علم بڑی بے جگری اور بہادری سے دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔مگر بالآخر کلاشنکوف کی گولیاں دل پر لگیں اور شہید ہو گئے۔

۲۰۳

میت کی قبر پانی میں ڈوبنے لگے تو اسے منتقل کیا جا سکتا ہے

فی المصنف لابن ابی شیبۃ ج۳ ص۳۰ حدثنا ابو اسامۃ قال اخبرنا اسمعیل انا قیس قال رمی مروان طلحۃ یوم الجمل بسہم فی رکبتہ فمات فدفناہ علی شاطئ الکلاء فرأی بعض اہلہ انہ قال الا تریحونی من ہذا الماء فانی قد غرقت ثلث مرات یقولہا قال فنبشوہ فاشتروا لہ دارا من دار آل ابی بکرۃ بعشرۃ آلاف فدفناہ فیہا یعنی جب مروان نے جنگ جمل کی لڑائی میں طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں تیر لگایا تو طلحہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے انہیں شاطی کلاء کے پاس بہنے دفن کر دیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لوگوں میں سے کسی کو خواب آیا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں۔ میرے جسم کو اس پانی سے کیوں راحت نہیں دیتے کیونکہ میرا جسم پانی میں ڈوب رہا ہے۔ تب انہوں نے اس کی قبر کھود کر نکالا اور آل ابوبکرہ سے دس ہزار درہم کی جگہ خرید کر وہاں دفن کیا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی قبر اس عذر کی وجہ سے کھودی گئی تھی۔ لہٰذا مطلق نبش قبور کے جواز میں اس واقعہ کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔

نسائی نے اپنی سنن المجتبیٰ ج۱ ص۲۸۴ میں لکھا ہے باب اخراج المیت من اللحد بعد ان یوضع فیہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن ابی بعد ما ادخل فی قبرہ فامر بہ فاخرج فوضعہ علی رکبتیہ ونفث علیہ من ریقہ والبسہ قمیصہ واللہ اعلم یعنی عبد اللہ بن ابی ابن سلول رئیس المنافقین کو اس کی قبر میں داخل کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تشریف لائے اور عبد اللہ بن ابی کو قبر سے نکالنے کا حکم دیا جب اسے قبر سے نکالا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے معصوم گھٹنوں پر رکھ کر اپنی لعاب مبارک اس پر ڈالی اور اپنا پیراہن مبارک بھی اس کو پہنایا واللہ اعلم آپ نے ایسا کیوں کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب میت کو قبر میں رکھ دیا گیا ہو اور ابھی اس پر اینٹیں نہ رکھی گئی ہوں اور نہ مٹی رکھی گئی ہو تو کسی وجہ معقول سے اس کو نکالا جا سکتا ہے مگر اینٹیں رکھ چکنے اور مٹی ڈال چکنے کے بعد بغیر حق آدمی کے نکالنا منع ہے۔ اسی پر محمول ہے یہ

نسائی نے اپنی سنن مجتبیٰ ج۱ ص۲۸۴ میں لکھا باب اخراج المیت من القبر بعد ان یدفن فیہ

عن جابر رض قال دفن مع ابی رجل (عمرو بن الجموح بن زید الانصاری وکان صدیق عبد اللہ والد جابر رضی اللہ عنہ۔ قسطلانی) فی القبر فلم یطب قلبی حتی اخرجتہ بعد ستۃ اشہر فاذا ہو کیوم وضعتہ غیر اذنہ ای غیر اثر یسیر فی اذنہ حصل بسبب التصاقہا بالارض ودفنتہ علی حدۃ یعنی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے اباجی کے ساتھ ان کی قبر میں ان کے دوست عمرو بن جموح بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بھی دفن کر دیے گئے مگر میرا دل اس پر خوش نہ تھا یہاں تک کہ چھ ماہ کے بعد میں نے اباجی کو وہاں سے نکال کر علیحدہ دفن کر دیا۔ میں نے اپنے اباجی کو جس دن جیسے دفن کیا تھا اب بھی ایسا ہی پایا البتہ زمین کے ساتھ لگنے کی وجہ سے کان میں معمولی سا نشان تھا

برف باری کا آخری موسم تھا۔ یہ شہید ہوکر اپنے مورچے میں دو دن تک پڑے رہے۔ تیسرے دن لاش مبارک مرکز لے جائی گئی اور وہاں دفن کئے گئے۔ ان کا دوسرا مجاہد دوست زرل چلا گیا اور والدین کو اطلاع دی۔ سات دن بعد مرکز صیدا نک کو واپس آیا اور امیر مجاہدین حرکت سے عرض کیا کہ شہید طالب علم کا بوڑھا والد گاؤں سراوزہ آیا ہے اور اس کا اصرار ہے کہ میرے شہید طالب علم بیٹے کو نکال کر واپس لے جائے۔ بڑی ردوقدح کے بعد آخر فیصلہ لاش نکال کر بھیج دینے کا ہوا۔ جب قبر کھولا گیا تو یہ شہید بہت خوبصورت اور تر و تازہ تھا اور زخمی ہاتھ دل پر پڑا ہوا تھا۔ معاون عبدالحمید صاحب نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے اس کا ہاتھ سات دفعہ سے زیادہ دل سے ہٹا کر سیدھا کیا۔ مگر چشم زدن میں وہ دوبارہ ہاتھ دل پر رکھ دیتا۔ ہم نے ایسے ہی رہنے دیا اور مجاہدین کے ساتھ باپ کے پاس لاش بھیج دی۔ لاش گاؤں پہنچی۔ بوڑھا باپ لاش کے سرہانے کھڑا ہوا اور سب لوگ گاؤں والے شہید کو دیکھ کر رو رہے تھے کہ اچانک شہید کے غمزدہ باپ نے چیخ کر بیٹے کو مخاطب کیا کہ اے میرے لخت جگر اگر تم حق کے لئے اچھے عقیدے کے ساتھ شہید ہو چکے ہو اور تم سے خدا راضی ہوا تو اب مرنے کے بعد مجھ سے مصافحہ کرو گے اور میں اپنا حق بخش دوں گا۔ ورنہ میں اپنا حق نہیں بخشتا۔ نہ بلا اجازت جانے کو معاف کروں گا کہ بوڑھے باپ کے بغیر خراب عقیدے کے لئے جنگ میں کیوں شریک ہوئے۔ مجاہدین اور سینکڑوں لوگ اردگرد جمع دیکھ رہے تھے کہ باپ کے جملوں کے ختم ہونے کے ساتھ شہید نے اپنا ہاتھ زخمی دل سے اٹھایا اور اپنے باپ کے ساتھ مصافحہ کی غرض سے بڑھا کر ملا دیا اور اسے مضبوطی سے تھام لیا۔ پھر ہاتھ چھوڑ کر دوبارہ اپنے دل پر رکھ دیا۔ باپ نے اس کے بعد باآواز بلند اپنا حق بخش دیا۔

یہ واقعہ علاقہ کے ایک ہزار سے زیادہ بوڑھے، بچے بیان کر رہے ہیں اور بیس ہزار کی آبادی اس پر گواہ تھی۔ اس کا دوبارہ کھولا گیا۔ قبر بھی میں نے جا کر دیکھا۔ ہم نے فاتحہ پڑھا اور کھولے گئے۔ قبر کو مجاہدین آ کر دیکھتے اور مزید جذبہ ایمانی کے ساتھ خداوند متعال کی خوشیاں حاصل کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ محترم! یہ واقعہ تھا جسے کچھ سنا کچھ دیکھا رپورٹ ارسال خدمت ہے۔ حزب اسلامی خالص گروپ اور حرکت انقلاب اسلامی کو آپ کے پیغام پہنچے ہیں اور رپورٹیں بھیجی جائیں گی۔ (ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک محرم الحرام ۱۴۰۲ھ ص ۲۶، ۲۷)

باب العقیدۃ الاولیٰ

باب اکابرین جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کا پہلا مسلک

حوالہ نمبر ا: تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ ستمبر ۱۹۶۰ ص ۲۵ میں ہے۔ ''پیام اسلام اور ترجمان اسلام کے نام'' از یادگار سلف شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتی مدظلہ العالی۔

مکرمی جناب مدیر صاحب پیام اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ نے میرے متعلق لکھا ہے کہ میں نے آپ کے سامنے اقرار کیا ہے کہ میرے عقائد مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے عقائد سے مخالف ہیں۔ میں نے آپ کے سامنے یہ اقرار کبھی نہیں کیا۔ میں اور مولانا غلام اللہ خاں صاحب عقیدہ میں متفق ہیں۔ میں بھی نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد برزخی حیات کا قائل ہوں اور وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں۔ میں بھی یہ کہتا ہوں کہ روضۂ پاک کے قریب میں جب درود جہراً پڑھا جائے تو نبی ﷺ سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور جناب مولانا غلام اللہ خان صاحب نے بھی اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن میں یہ لکھا ہے۔

قارئین کرام! مولانا نصیرالدین غورغشتی رحمہ اللہ حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں کے خلیفہ اعظم تھے اور جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے سرپرست اعلیٰ تھے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۵۲ نومبر ۱۹۶۲ء)

حوالہ نمبر ۲: اگر قبر کے پاس کوئی مسلمان درود شریف جہراً سلام ڈالے تو حضور اکرم ﷺ خود سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں اور اگر کوئی دور سے درود شریف پڑھے تو فرشتے رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچاتے ہیں اور میں اس مسئلہ کو حق اور صحیح سمجھتا ہوں۔ احادیث شریف، فقہاء عظام، سلف صالحین سے بھی اس مسئلہ کی حقانیت اور صحت ثابت ہے۔ میں نے مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ سے اس مسئلہ کا کبھی اختلاف نہیں سنا اور نہ ہی میں نے کبھی ان سے یہ پوچھا تھا۔ یہ تو ایک اہل سنت والجماعت کا متفقہ حق مسئلہ ہے۔ مسکین نصیرالدین غورغشتوی (بحوالہ مقام حیات مطبوعہ ماہ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ)

حوالہ نمبر ۳: حضرت مولانا محدث عبدالرحمن بہودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد! احقر ناکارہ عرض گزار ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق متعدد اصحاب نے مجھ سے بھی دریافت کیا۔ میں یہی عرض کرتا رہا کہ مسئلہ مدار نجات نہیں۔ اس میں چھیڑ چھاڑ اختلاف و منازعۃ مناسب نہیں۔ تاہم بعض حضرات کے اصرار پر رسالہ حنفیہ لاہور اور رسالہ رحمت کائنات دیکھا۔ لیکن میں نے اپنی رائے مختصراً ظاہر کر دی تھی۔ میرے نزدیک مولانا محمد منظور صاحب کا مضمون جو مختلف رسائل میں طبع و شائع ہو چکا، اس باب میں بہترین مضمون ہے۔ ملاحظہ فرمایا جائے۔ دنیوی حیات بالمعنی المتبادر میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اب تک تو میں برزخی حیات جو دنیوی حیات بالمعنی متبادر سے ہزار درجہ اعلیٰ وارفع ہے، ہی کو صحیح اور حق سمجھتا ہوں۔ آمین واللہ اعلم!

بندہ عبدالرحمن غفرلہ (تعلیم القرآن ص ۸۸ ماہ جولائی و اگست ۱۹۶۰ء)

حضرت مولانا محدث عبدالرحمن صاحب بہودی بھی جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے سرپرست تھے۔

(تعلیم القرآن ص ۵۲ نومبر ۱۹۶۲ء)

مولانا موصوف صاف لفظوں میں اعلان کر رہے ہیں کہ اس مسئلہ میں مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کا جو مضمون حیات النبی ﷺ کے متعلق شائع ہوا ہے۔ وہ بہترین اور قابل عمل ہے اور مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کا مضمون ماہنامہ حنفیہ لاہور میں شائع ہوا ہے اور یہ پرچہ ماہنامہ حنفیہ لاہور حیات النبی ﷺ نمبر کے نام سے شائع ہوا ہے اور راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔ اس کے مدیر مولانا عبدالحلیم قاسمی تھے، جو مرکزی جمعیۃ اشاعۃ والسنۃ کے مجلس عاملہ کے رکن تھے۔ (تعلیم القرآن ص ۵۳ نومبر ۱۹۶۲ء)

مولانا مرحوم حیات النبی ﷺ جسمانی کے قائل تھے اور سماع صلوٰۃ و سلام عند قبر النبی ﷺ کے بھی قائل تھے۔ جیسا کہ اس رسالہ ماہنامہ حنفیہ لاہور حیات النبی ﷺ نمبر کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں بھی ان کا عقیدہ اسی طرح واضح ہوتا ہے۔ (کما سیجی ان شاء اللہ)

مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ کا مضمون حیات النبی ﷺ کے متعلق (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر و دسمبر ۱۹۵۸ء ص ۳۵ تا ۴۰، تعلیم القرآن مئی ۱۹۵۹ء ص ۲۷ تا ۳۲) میں موجود ہے جس میں حیات روح مع الجسد کی صراحۃ ہے۔ دونوں حوالے مولانا موصوف کے عنقریب گزر چکے ہیں۔ ''فلا نعیدھما'' اور مئی ۱۹۵۹ء کے پرچہ میں حدیث: ''من صلی علی عند قبری سمعتہ'' کے بارے میں فرمایا۔ عمدہ سند سے منقول ہے۔ (تعلیم القرآن ص ۳۲)

۲۰۷

ہفت روزہ تعلیم القرآن راولپنڈی ——— ۷۵ ——— ۱۱ ستمبر سنہ ء

پیام اسلام اور ترجمانِ اسلام کے نام

(از ——— یادگار سلف شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی مدظلہ العالی)

مکرمی جناب مدیر صاحب "پیام اسلام" ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ نے میرے متعلق لکھا ہے کہ میں نے آپ کے سامنے اقرار کیا ہے کہ میرے عقائد مولانا غلام اللہ خان صاحب عقائد کے مخالف ہیں۔ میں نے آپکے سامنے یہ اقرار کبھی نہیں کیا۔ میں اور مولانا غلام اللہ خان صاحب عقائد میں متفق ہیں۔ میں بھی نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد برزخی حیات کا قائل ہوں اور وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں۔ میں بھی یہ کہتا ہوں کہ روضۂ پاک کے قریب جب درود جہراً پڑھا جائے تو نبی سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ اور جناب مولانا غلام اللہ خان صاحب نے بھی اپنے اخبار "تعلیم القرآن" میں یہی لکھا ہے ——— میرا بھی یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کوئی چیز ذات اور صفات میں شریک نہیں اور ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ ہر شخص کی ندا کو ہر وقت سننا ہر جگہ سے اور ہر شخص کو ہر وقت ضرر اور نفع دینا اور ہر شخص کے ساتھ ہر وقت باعتبار علم اور قدرت کے حاضر رہنا یہ اللہ تعالےٰ کا خاصہ ہے ——— میں یہی کہتا ہوں اور وہ بھی یہی کہتے ہیں۔ اور میرا اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کا اگر بالفرض کسی فرعی مسئلہ میں کچھ اختلاف ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ ایسا تو ہر زمانہ اہل علم میں ہوتا رہتا تھا۔ اور جس کو جو بات راجح معلوم ہوتی تھی اس پر عمل کرتا تھا۔ آپ نے میری طرف یہ منسوب کیا ہے کہ مشکوٰۃ شریف پر میرے حاشیہ میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روضۂ انور کے پاس سماع حقیقی کے ساتھ درود شریف سنتے ہیں۔ یہ سماع حقیقی کیا ہے؟ اگر بدن مبارک بلا روح کے ہے تو حقیقی سننا اور دور و نزدیک کا فرق کیوں ہے؟ آپ کو یہ بات واضح ہو کہ سننا درود اور سلام کا حیات دنیاوی کے پر موقوف نہیں بلکہ حیات برزخی کے ساتھ بھی سماع ہو سکتا ہے۔ روح مبارک کے تعلق کے وقت قبر میں جو بدن ہو اسے سماع ہو سکتا ہے ——

صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ جب میت کو نماز جنازہ اور دفن کرنے کے واسطے لے جاتے ہیں۔ اگر وہ میت دیندار ہو تو کہتا ہے کہ مجھ کو جلدی لے جاؤ اور اگر بے دین ہو تو چلاتا ہے اور کہتا ہے کہ افسوس میری ہلاکت مجھے کہاں لے جاتے ہو۔ اس کے چلانے کی آواز کو ماسوا انسان اور جن تمام سب چیزیں سنتی ہیں۔ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو کتاب الجنائز میں باب کلام للمیت علی الجنازۃ میں روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اگر میت میں مرنے کے بعد روح نہ ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اس میں اپنی قدرت کے ساتھ اتنی حیات رکھ دیتا ہے کہ وہ ثواب اور عذاب محسوس کرتا ہے اور عذاب کے وقت چلاتا ہے۔ میت کو دفن کے واسطے لے جانے کے وقت بالاتفاق اس میں روح نہیں ہوتی۔ لہذا اس میں اللہ تعالےٰ اپنی قدرت کے ساتھ حیات رکھ دیتا ہے۔ یہ حیات برزخی ہے اور نبی علیہ السلام اور سب اموات میں حیات برزخی ہے اور نبی علیہ السلام میں سب سے اکمل اور اقویٰ ہے۔ اس واسطے وہ قبر کے پاس درود اور سلام سنتے ہیں۔ وفی شرح العقائد ———
یجوز ان یخلق اللہ تعالیٰ فی المیت. نوعا من الحیوٰۃ قدر ما یدرک الم العذاب او لذۃ التنعیم وھذا لا یستلزم اعادۃ الروح الی بدنہ ——— وفی حاشیۃ شرح العقائد ——— الا انہما لا یریان الحیوٰۃ بدون الروح وتعریفہما انہا مجرد الحیوٰۃ

۲۰۹

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ۲۷ مئی ۱۹۶۵ء

تحریر:- مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ

موصلہ:- امجد قادری۔

مسئلہ حیات النبی صلعم

آج کل دیوبندی حضرات میں مسئلہ "حیات النبی ﷺ" موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ اور پاکستان میں دیوبندی حضرات دو جماعتوں میں منقسم ہو چکے ہیں۔ ایک جماعت "حیات النبی ﷺ" کے اثبات میں ہے اور دوسری انکار پر۔ اس سے قطع نظر کہ کونسی حق پر ہے اور کونسی حق پر نہیں۔ اس نازک موقعہ پر علمائے دیوبند پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ کسی طریقہ سے ہر دو جماعتوں کی غلط فہمیاں دور کر کے سمجھوتہ کی سعی کریں۔ کیونکہ بقول شاعر

تفرقہ کے ذکر سے بہتر ہے ذکرِ اتفاق ۔۔۔ وہ پیامِ موت ہے یہ ہے پیامِ زندگی

آج سے انیس بیس سال پہلے جب کہ اس قسم کے نزاع کا موجودہ صورت میں وجود نہ تھا۔ مدیر الفرقان سے کسی صاحب نے اس مسئلہ کی حقیقت پوچھی تھی تو مولانا منظور نعمانی کے حقیقت نگار قلم نے اس کا مدلل جواب الفرقان بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ میں ایک مضمون کی صورت میں دیا افادۂ عوام کے پیش نظر وہ مضمون اشاعت کیلئے ارسال خدمت ہے۔ (امجد قادری عفی اللہ عنہ)

پتی ضلع لاہور سے ایک صاحب لکھتے ہیں:-

کسی کا یہ خیال کہ "حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک لمحہ کیلئے بھی روح مبارک جسد اطہر سے جدا نہیں ہوئی، کہاں تک صحیح ہے؟ الفرقان کی قریبی اشاعت میں اس مسئلہ کی تحقیق فرما کر ممنون فرمائیں۔"

تحقیق:- یہ خیال غلط ہے اور نصوص قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ اور شاید ایسا خیال کرنیوالوں کو "مسئلہ حیات النبی ﷺ" کی حقیقت سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر "موت" کا نفس ورود ایک ناقابل انکار بلکہ ناقابل شک و ریب حقیقت ہے قرآن مجید میں صاف

لفظوں میں ارشاد فرمایا گیا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ (ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے) اور خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (زمر پ ۲۴) اے رسول اللہ! آپ کو بھی ضرور موت سے دوچار ہونا ہے اور وہ بھی یقیناً مرنیوالے ہیں" پھر احادیث بھی اس بات میں بکثرت ہیں۔ ازانجملہ حضور کے آخری وقت کے بیان میں حضرت عائشہ رض کی یہ روایت ہے کہ "آنحضرت کے سامنے اس وقت لکڑی کے ایک پیالہ میں پانی تھا۔ آپ بار بار اس میں ہاتھ ڈالکر چہرہ مبارک پر پھیرتے تھے اور فرماتے جاتے تھے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ بیشک موت کی کچھ سختیاں ہیں) حضرت صدیقہ رض فرماتی ہیں۔ ثم نصب يده فجعل يقول في الرفيق الاعلى حتى قبض ومالت يده (صحیح بخاری) پھر آپ نے اپنا ہاتھ اوپر کیجانب اٹھایا اور فرماتے تھے "اب رفیق اعلیٰ میں" یہانتک کہ روح مبارک قبض کرلی گئی۔ اور آپ کا ہاتھ نیچے آگیا۔)

نیز حضرت عائشہ رض اور حضرت عباس رض دونوں سے روایت ہے فرماتے ہیں:-

فالا لما قبض رسول الله صلى الله	دونوں فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ
عليه وسلم وغسل اختلفوا في	علیہ وسلم کی روح مبارک قبض کرلیگئی۔ اور
دفنه فقال ابوبكر ما نسيتُ ما	آپکو غسل دے دیا گیا تو مقام دفن کے بارہ میں
سمعت من رسول الله صلى الله	اختلاف آرا ہوگیا۔ اسوقت صدیق اکبر نے
عليه وسلم يقول ما قبض الله نبياً	فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الا في الموضع الذي يحب ان يُدفن	سے ایک حدیث سنی تھی جسکو میں ابھی تک نہیں
فيه. ادفنوه في موضع فراشه	بھولا۔ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ پیغمبروں
للترمذي (جمع الفوائد)	کی روح وہیں قبض کراتے ہیں جہاں انکا دفن

ہونا چاہتے ہیں۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے بستر مبارک ہی کی جگہ دفن کرنا چاہیئے۔

اور صحیح بخاری و شمائل ترمذی میں حضرت انس رض سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری وقت کی تکلیف شروع ہوئی تو حضرت سیدہ فاطمہ رض کی زبان سے نکلا واکرباہ ولئے بیچینی پہنچی ہے، تو حضور نے ان سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا لا كرب على ابيك بعد

۲۱۱

الیوم، انہ قد حضر من ابیک ما لیس اللہ بتارک منہ احدا۔ الحدیث (یعنی آج کے بعد تمہارے باپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی ہے۔ اب تمہارے باپ کے لئے وہ وقت آگیا ہے جس سے اللہ پاک کسی کو بھی مستثنیٰ کرنے والا نہیں۔)

اور وفات نبوی کے بعد حضرت صدیق اکبر رض نے جو کچھ اس باب میں ارشاد فرمایا ہے وہ تو نصوص قرآن و حدیث کے بعد اس بارہ میں فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ از انجملہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ جب صدیق اکبر رض کو وفات نبوی ص کی خبر پہنچی تو آپ سیدھے حضور ص کے پاس آئے۔ پہلے پیشانی مبارک کو بوسہ دیا پھر آنسو گراتے ہوئے کہا:-

بابی انت و امی لا یجمع اللہ علیک	آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اللہ تعالیٰ
موتتین اما الموتۃ التی کتبت	آپ کو دو دفعہ موت نہ دے گا۔ جو موت آپ
علیک فقد متہا	کیلئے مقدر ہو چکی ہے وہ بہرحال آپ پر وارد ہو چکی ہے۔

غالباً حضرت صدیق اکبر رض کا مقصد ان لوگوں کی تردید کرنا تھا جو اس وقت یہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت ص کی یہ وفات آخری وفات نہیں ہے بلکہ عنقریب آپ اٹھیں گے اور فلاں فلاں کاموں کی تکمیل جب خود آپ کے ہاتھوں سے ہو جائے گی۔ اس کے بعد آپ کو آخری وفات آئے گی۔ حضرت صدیق اکبر رض نے اس خیال کی تردید یوں فرمائی کہ "ایسا نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر دو دفعہ موت کو وارد کرے۔ آپ کے لئے ایک ہی موت مقدر تھی جو آگئی۔"

"ایک دوسرا مطلب حضرت صدیق اکبر کے اس ارشاد کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگرچہ عوام الناس کیلئے دو موتیں ہیں۔ پہلی دفعہ اس دنیا میں ان پر موت وارد ہوتی ہے۔ پھر قبر میں نکیرین کے سوال و جواب کے وقت ان کو زندہ کر دیا جاتا ہے۔ اور اس سے فراغت کے بعد دوبارہ ان پر موت طاری کر دی جاتی ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے صرف اسی دنیا کی ایک موت مقدر تھی جو آپ پر وارد ہو گئی۔ اس کے بعد جب قبر مبارک میں آپ کو پھر حیات بخشی جائیگی تو وہ برابر قائم رہے گی۔ اور عوام الناس کیطرح آپ پر دوبارہ موت طاری نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم۔"

اور صحیح بخاری اور دیگر صحاح میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ وفات نبوی ص کے دن

۲۱۲

جب حضرت عمرؓ قسم کھا کھا کر فرما رہے تھے " واللہ ما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت وارد نہیں ہوئی) تو حضرت صدیق اکبرؓ نے انکو خاموش کرکے خطبہ دینا شروع کیا جس میں خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

من کان یعبد محمدًا فان محمدًا	جو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا
قد مات ومن کان یعبد اللہ فان	تھا اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت محمدؐ وفات
اللہ حی لا یموت وقال فَاِنَّكَ مَيِّتٌ	پا گئے۔ اور جو اللہ کا پرستار ہے تو اللہ تعالیٰ
وَاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ وقال تعالیٰ وَ	بیشک ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اس
مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ	کیلئے موت نہیں (پھر وفات نبوی کے ثبوت کیلئے
قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِئْنْ مَّاتَ اَوْ	آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اللہ تعالیٰ فرماتا
قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ	ہے" آپکو بھی (اے رسول) موت آنی ہے۔
يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ	اور آپکے بدخواہ دشمن بھی مرنے والے ہیں (نیز
شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ	صدیق اکبرؓ نے یہ آیت بھی تلاوت فرمائی) اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بس رسول ہی تو ہیں (کوئی حی و قیوم خدا تو ہیں نہیں) تو کیا اگر وہ وفات پا جائیں گے یا شہید کر دیئے جائیں تو تم الٹے پاؤں گمراہی کی طرف پلٹ جاؤ گے؟ اور یاد رکھو جو بھی اس طرح پلٹے گا تو وہ خدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا (بلکہ خود اپنے کو برباد کرے گا) اور اللہ تعالیٰ اپنے شاکر بندوں کو ثواب دے گا"

چنانچہ واضح رہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ خطبہ صحابہ کرام کے بھرے مجمع میں دیا۔ اور کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا بلکہ خود حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ " ابوبکر کے اس بصیرت افروز بیان سے گویا میری آنکھیں کھل گئیں۔ اور میں نے اپنی غلطی کو محسوس کر لیا"

گویا ایک طرف تو یہ مسئلہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کے عام قانون كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے تحت موت طاری ہوئی نصوص قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اور دوسری طرف گویا صحابہ کرامؓ کا اس پر اجماع بھی ہے۔ لہذا سوال میں کسی کا جو خیال ذکر کیا گیا ہے اس کے لئے ہرگز کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۲۱۴

اور جیسا کہ عرض کیا گیا تھا ان صاحب کو یہ غلط فہمی مصنفین کے کلام میں "حیات النبی" کی مراد نہ سمجھنے کے باعث ہوئی ہے۔ شاید انہوں نے سمجھا ہے کہ علمائے کرام جو "حیات النبی" کے قائل ہیں، انکا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ پر موت وارد ہی نہیں ہوئی۔ حالانکہ ان کا منشا یہ نہیں ہے بلکہ ان حضرات کی مراد یہ ہے کہ اس موت کے بعد حضور اقدس کو حیات بخشدی گئی ہے۔ قدماء متقدمین میں امام بیہقی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے مسئلہ "حیات الانبیاء" پر مستقل رسالہ لکھا ہے۔ اور اس میں اس مسئلہ کے متعلق تمام احادیث جمع کی ہیں۔ انہوں نے خود اس کی تشریح اس طرح کی ہے۔

ان الانبیاء بعد ما قبضوا ردت	انبیاء علیہم السلام کی ارواح وفات کے بعد
الیھم ارواحھم فھم احیاء عند	انہیں لوٹا دی گئیں۔ پس وہ اللہ کے یہاں
ربھم کالشھداء (زرقانی شرح مواہب	زندہ ہیں۔ جیسے کہ شہدائے کرام۔
ص۳۳۳ ج ۵)	

پھر بعد کے دور میں جن اکابر علماء نے اس مسئلہ پر خاص توجہ کی ہے ان میں ایک جلیل القدر شخصیت علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ ہیں۔ آپنے اپنی مشہور کتاب "شفاء السقام" میں "حیات انبیاء" پر ایک مستقل باب لکھا ہے جس میں پوری قوت کے ساتھ مسئلہ کا ثبوت دینے کے بعد خود ہی یہ شبہ وارد کیا ہے کہ قرآن عزیز صاف حضور کی موت کا اعلان کر رہا ہے (اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ) اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ انی مقبوض (میں قبض کیا جاؤں گا) اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "ان محمدا قد مات (یعنی حضور اقدس وفات پا گئے) اور ساری امت کا اجماع ہے کہ

---

[1] امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ (کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو میری قبر کے پاس درود شریف پڑھیگا میں خود اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے درود شریف پڑھے گا وہ (فرشتوں کے ذریعہ) مجھ تک پہنچا دیا جائیگا۔

علامہ علی القاری کی اپنی کتاب الدرۃ المضیۃ فی الزیارۃ المصطفویہ میں فرماتے ہیں:

ومن اعظم فوائد الزیارۃ ان الزائر	زیارت قبر اقدس کے بہت فائدوں میں سے
اذا صلی وسلم علیہ عند قبرہ سمعہ	ایک یہ ہے کہ زائر جب آپ کی قبر شریف کے قریب پہنچے

اگر آپ پر موت کا لفظ بولا جا سکتا ہے تو خود ہی جواب دیتے ہیں:

يقال انه موت غير مستمر وانه احيى بعد الموت (شفاء السقام ص۱۴۲)

جواب میں کہا جائے گا کہ یہ موت غیر مستمرہ ہے اور حضور کو اس موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حیات عطا فرما دی۔

بہرحال حیاتِ انبیاء کا یہ مطلب کسی کے نزدیک بھی نہیں ہے کہ ان پر "موت" قطعاً طاری ہی نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وفات کے بعد ان حضرات کو پھر حیات مع الجسد بخش دی جاتی ہے۔ اور وہ صحیح و سالم قبر میں محفوظ رہتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔

هذا الجواب ويتوب الله على من تاب۔ محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

(حاشیہ بقیہ از ص ۳)

سماعا حقيقيا ورد عليه من غير واسطة بخلاف من بعد او يسلم عليه من بعيد فان ذلك لا يبلغه الا بواسطة لما جاء عنه بسند جيد من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي من بعيد اعلمته۔

کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے تو آپ خود سنتے اور جواب عطا فرماتے ہیں۔ بخلاف اس شخص کے جو دور سے درود وسلام پڑھتا ہے وہ آپ کو نہیں پہنچتا مگر بذریعہ فرشتوں کے بوجہ اس کی کہ عمدہ سند سے منقول ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود شریف پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں۔ اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے اس کی مجھے اطلاع دی جاتی ہے۔

(المجلی)

فلہٰذا مولانا محدث عبدالرحمن بہبودی کا مولانا محمد منظور نعمانی کے مضمون کو بہترین قرار دینا انصاف وحق پر مبنی ہے۔ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی کتاب (مسالک العلماء طبع اوّل ص ۱۷۳) میں لکھا ہوا موجود ہے کہ جس طرف مولانا نصیرالدین جیسے فرشتہ سیرت انسان اور مولانا عبدالرحمن صاحب جیسے جید عالم جن کی عمریں قال قال رسول اللہ ﷺ پڑھاتے گزر گئیں۔ وہاں حق کی فتح تو یقینی ہے۔

قارئین کرام! آپ نے ان دونوں بزرگوں کا عقیدہ پڑھ لیا ہے۔ فلہٰذا اس عقیدہ کے خلاف جس کا نظریہ ہوگا۔ جیسا کہ آج کل کی جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کا عقیدہ ہے۔ اس کے باطل ہونے میں شک وشبہ نہیں ہے۔

حوالہ نمبر ۴: مولانا محمد عبدالحلیم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ مولوی نذیر اللہ خاں صاحب موصوف یہاں مدرسہ میں تشریف لائے تھے تو ان کو عرض کیا گیا کہ مابہ النزاع کیا ہے۔ ان کو شاہ (عنایت اللہ بخاری) صاحب کے خیالات سے باخبر کیا گیا تو کہنے لگے کہ ابھی انشراح صدر ہو گیا ہے۔ اب میں مطمئن ہوں۔ لیکن گجرات پہنچتے ہی مولوی صاحب نے مضمون ''رسالہ دارالعلوم'' کو روانہ کر دیا جس میں منکرین حیات کو خطاب تھا۔ حالانکہ مولوی صاحب یہاں سے بالکل مطمئن ہو کر تشریف لے گئے۔ آج مولوی صاحب جن دوستوں پر کیچڑ اچھال رہے ہیں۔ وہ ان کے اساتذہ کرام میں سے ہی نہیں بلکہ ان کے مربی اور محسن ہیں۔ مولوی صاحب کو اٹھنا، بیٹھنا اور لکھنا پڑھنا ان حضرات نے سکھایا ہے۔ لیکن مولوی صاحب ہیں کہ عالم جنون میں اور مخبوط الحواسی میں ان اساتذہ کرام کو ''منکرین حیات'' قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ بڑا بہتان ہے۔ یہ حضرات حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں، جس طرح خود مولوی صاحب قائل ہیں۔ اس دوران میں حضرت مولانا منظور صاحب نعمانی کا مضمون ''رسالہ الفرقان'' میں شائع ہوا، جو ہر لحاظ سے موزوں اور قابل تحسین تھا۔ ہمیں خوشی ہوئی کہ مولانا موصوف نے مسئلہ حیات النبی ﷺ کو کتاب وسنت آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور اپنے اکابر علماء کی تصریحات سے مزین فرما کر مسئلہ کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا۔ غالباً مولانا کا وہ مضمون ''رسالہ تعلیم القرآن'' میں من وعن شائع کر دیا گیا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس مضمون کی اشاعۃ کے بعد اس مسئلہ کو بند کر دیا جاتا۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص ۲۰، ماہ نومبر ۱۹۵۹ء)

قارئین کرام! اس حوالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بھی پہلے یہی عقیدہ رکھتے تھے جو مولانا نذیر اللہ خاں صاحب کا تھا اور اس حوالہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولانا عبدالحلیم قاسمی کا عقیدہ بعینہٖ حیات جسمانی وسماع صلوٰۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ کا تھا۔ جیسا کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کا عقیدہ ہے۔ مولانا عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مولوی نذیر اللہ صاحب کے مضمون کا خلاصہ ان کے الفاظ میں من وعن نقل کر دیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی حیات برزخی ہے۔ دنیوی نہیں ہے۔ اب آپ مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے رسالہ تعلیم القرآن کو ملاحظہ کریں جو مسئلہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں اپنی قطعی رائے پیش کرتا ہے۔ مذکورہ بالا تحریر سے ظاہر ہوا کہ حیات برزخی ہے، دنیوی نہیں اور وہ اعلیٰ وارفع ہے۔ روح کا تعلق باقی ہے۔ البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے۔ اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ انبیاء کا سماع بلاشبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سیدالانبیاء کا مقام بہت بلند ہے اور آپ ﷺ کے سماع میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ (رسالہ تعلیم القرآن ص ۱۱، بابت ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء بحوالہ تعلیم القرآن نومبر ۱۹۵۹ء ص ۲۱)

۲۱۷

[illegible] ۱۹۵۹ء

[illegible] خلاف [illegible] ہے [illegible]

[illegible] ۱۹۵۹ء)

مولوی نذیر اللہ صاحب کے مضمون [illegible] کے الفاظ [illegible] سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کی حیات برزخی ہے دنیوی نہیں ہے۔

اب آپ مولانا غلام اللہ خان صاحب کے رسالہ تعلیم القرآن [illegible] سے [illegible] پیش کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا قرآن سے ظاہر ہوا کہ حیات برزخی ہے دنیوی نہیں [illegible] البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے۔

[illegible] اپنی تحریر میں تصریح کی ہے کہ [illegible] انبیاء کا مقام بہت بلند ہے اور ان کے [illegible] میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ [illegible] تعلیم القرآن [illegible] ۱۹۵۹ء۔

الحمد للہ ہم خوش ہیں کہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح خد و خال مولوی نذیر اللہ صاحب پیش کرنے پر مجبور ہو گئے۔ [illegible] جو کچھ انہوں نے حیات دنیوی [illegible] خود تردید کر دی ہے۔ اور مذکورہ بالا مضمون [illegible] کے سامنے نقل کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے [illegible] حیات برزخی کو تسلیم کر لیا ہے [illegible] اہل سنت والجماعت کا عقیدہ اور ہمارے اکابر کا عقیدہ ہے۔ اور اسی حقیقت کے اظہار میں ہمارے دوستوں کو مطعون کیا جا رہا ہے۔

ہمیں تو ان کاروباری لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو محض [illegible] ایک دوسرے پر [illegible] کہ یہ منکرین حیات ہیں [illegible] حالانکہ یہ بالکل غلط اور بہتان عظیم ہے۔

مولوی صاحب [illegible] جمہور [illegible] کے قائل ہیں [illegible] حیات برزخی تسلیم کر لی ہے [illegible] کیونکہ حضرات ہمارے اکابر [illegible] یہ ان کی غلطی ہے [illegible]

حوالہ نمبر ۵: محترم سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں۔ باقی رہا روح پاک کا بدن طاہر کے ساتھ تعلق تو اس کا کون منکر ہے۔ مگر یہ تعلق عالم غیب کی ایک چیز ہے۔ اس لئے اس کی نوعیت کا تعین اور اس کی کیفیت کا ادراک انسانی ادراک سے باہر ہے۔ ''الا ان یقوم علیہ'' دلیل قطعی۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی فروری ۱۹۶۱ء ص ۴۵)

حوالہ نمبر ۶: محترم سجاد صاحب بخاری لکھتے ہیں۔ مخزن العلوم والفیوض بابت ماہ جنوری ۱۹۶۱ء کے ص ۲ پر ایک نظم کے پہلے تین شعر ملاحظہ ہوں۔

روضہ میں جسد روح مبارک سے تہی ہے — گجرات کے ملا نے یہ کیا بات کہی ہے
اے تیرہ نظر تجھ میں بصیرۃ نہیں ورنہ — سرچشمہ فیضان نبوۃ ہی وہی ہے
اے عقل، سے عاری تیری ہر بات نرالی — دل تیرا عقیدت سے محبت سے تہی ہے

کیا شاعر صاحب اور مدیر صاحب نے یہ جسارت کرتے وقت اس حقیقت پر غور فرمالیا تھا کہ دلوں کی باتیں جاننے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ (الیٰ) پھر امت مسلمہ کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ حضور ﷺ کی روح جسد اطہر سے خارج ہوگئی اور اب حشر تک اس کا ٹھکانا اعلیٰ علیین ہے، نہ کہ حضور ﷺ کا جسد اطہر اور آپ کا جسد اطہر قبر میں محفوظ ومصون ہے۔ البتہ روح کو بدن سے ایک قسم کا تعلق ہے جس کی کیفیت انسانی ادراک سے بالاتر ہے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۵ ماہ مارچ اپریل ۱۹۶۱ء)

حوالہ نمبر ۷: تعلیم القرآن میں ایک استفتاء اور اس کا جواب شائع ہوا ہے۔ وہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین دریں صورۃ کہ کیا روح مقدسہ حضور ﷺ آپ کے بدن مبارک سے نکالی گئی ہے یا کہ نہیں۔

۲...... پھر دوبارہ بدن مبارک میں داخل کی گئی یا اعلیٰ مقام جنت میں رکھی گئی ہے۔

۳...... اور حیات برزخی ہے جو اس حیات دنیا سے اعلیٰ وارفع ہے یا حیات دنیویہ ہے۔ بایں معنی کہ روح مبارک بدن مبارک سے نہیں نکالی گئی یا نکالنے کے بعد بدن مبارک میں داخل کی گئی ہے۔

۴...... نیز کیا روح مبارک کا تعلق بدن پاک حضور ﷺ کے ساتھ ہے یا نہیں۔

۵...... نیز انبیاء ﷩ کا سماع عند القبر، احناف اور علمائے دیوبند کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں۔

جو جواب تحریر فرمایا جاوے، اس پر حضرت مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے دستخط ضروری ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ ان کی اور ان کی جماعت کی اس مسئلہ میں کیا تحقیق ہے۔ (السائل عمر حیات شاہ ۲۷/ صفر ۹۷ ۱۳ھ)

الجواب: واللہ الموفق للصواب! قارئین کرام! پہلے اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ روح بدن سے نکالی گئی ہے اور دوبارہ داخل نہیں کی گئی۔ چونکہ ان کی عبارت طویل ہے۔ اس لئے اس کا خلاصہ بیان کر دیا ہے اور نمبر ۳ سے اصل عبارت پیش کی جارہی ہے۔ (حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی)

۳...... اس مذکورہ بالا تحریر سے اس کا جواب بھی ظاہر ہوا کہ حیات برزخی ہے نہ دنیوی اور وہ اعلیٰ ہے اور ارفع ہے اور دونوں معنی حیات دنیوی کے نہیں ہیں۔

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ———— ۵ ———— ۱۹۶۱ء ...

ملا سے کر ایسی باتیں سننے کو بھی جی کا لکھا ہوتا ہے اس لئے اگر ایسے لوگوں کی دلچسپی اور تسکین ذوق کے لئے مستقل اخبار میں ہے۔ عامہ کے متعلق شرافت و سنجیدگی سے گرے ہوئے کلمات، بازاری قسم کے الفاظ اور طنز و استہزاء کے فقرات استعمال کر دیئے جائیں تو اس سے پرچہ کو ہوا مل جاتی ہے۔ چنانچہ آج کل لاہور کے بعض رسائل اسی تکنیک سے کام لے رہے ہیں مگر ایسی شہرت عوام تک محدود رہتی ہے۔ اہل علم اور سنجیدہ طبقہ ایسے رویہ کو پسند نہیں کرتا۔

ماہنامہ مخزن العلوم والفیوض خانپور ایک اعلیٰ درجہ کے علمی و روحانی مرکز سے حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے۔ عرصہ ایک سال سے راقم اس کا مطالعہ کر رہا ہے۔ وہ ہمیشہ تہذیب و متانت کے دائرہ میں رہ کر علمی اور اصلاحی مضامین شائع کرتا تھا مگر تعجب ہے کہ معاصر نے سال نو کی آمد کے ساتھ اپنی سابقہ پالیسی تبدیل کر دی ہے اور تہذیب و سنجیدگی کا دامن چھوڑ دیا ہے۔ ہم کسی کی اختلافی رائے پر پابندی لگانا نہیں چاہتے۔ اختلاف رائے کا ہر صاحب رائے کو حق حاصل ہے۔ مگر اختلاف رائے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تہذیب و شرافت کو خیرباد کہہ کر اپنے مخالف کی تذلیل کی جائے، اس کا مذاق اڑایا جائے اور اس پر آوازے کسے جائیں۔ مخزن العلوم والفیوض بابت ماہ جنوری ۱۹۶۱ء کے صفحہ ۲ پر ایک نظم کے پہلے تین شعر ملاحظہ ہوں۔

روضہ میں جسد روح مبارک سے تہی ہے — گجرات کے ملانے یہ کیا بات کہی ہے
اے تیرہ نظر تجھ میں بصیرت نہیں ورنہ — سرچشمۂ فیضان نبوت بھی وہی ہے
اے عقل سے عاری تری ہر بات نرالی — ملا تیرا عقیدت سے محبت سے تہی ہے

کیا شاعر اور مدیر صاحب نے یہ عبارت کہتے وقت اس حقیقت پر غور فرمایا تھا کہ دلوں کی باتیں جاننے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ کیا ان حضرات نے مذکورہ بالا حکم لگاتے وقت متعلقہ شخص کے دل کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھ لیا تھا؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کا یہی تقاضا ہے کہ اپنے سے اختلاف رکھنے والے کو گالیاں دی جائیں؟ کیا اختلاف رکھنے والے پر ملا کی پھبتی کسنا جو ہر موقع پر چسپاں فرمایا، حضور علیہ السلام کی سنت ہے یا صحابہ کرام اور سلف صالحین کا دستور ہے۔ یا ... کا طریقہ ہے۔ یا پھر حضرات اکابر علماء دیوبند کی سنت ہے؟ کیا یہی دنیوی حیات کے دعوےدار ہیں ... کیا یہی حضور علیہ السلام کی نعت اور مدح کہتے ہیں۔ پھر امت مسلمہ کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ حضور علیہ السلام کی روح جسد اطہر سے خارج ہو گئی۔ ارواح حشر تک اس کا ٹھکانہ علیین ہے۔ اور حضور علیہ السلام کا جسد اطہر اور آپ کا جسد اطہر قبر میں محفوظ و مصون ہے۔ البتہ روح کو بدن سے ایک قسم کا تعلق ہے جس کی کیفیت انسانی ادراک سے بالاتر ہے۔ ... پوری امت روح مبارک کو جسد اطہر میں نہیں مانتی۔ اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ ہم مخزن العلوم کے فاضل مدیر سے درخواست کریں گے کہ وہ اپنی نئی پالیسی پر نظر ثانی فرمائیں اور اپنی سابقہ روایت کو برقرار رکھتے ہوئے تہذیب و متانت کا دامن نہ چھوڑیں۔ اور ہماری صحافت اس کے اہل ... وما علینا الا البلاغ

ایک ضروری اطلاع

چونکہ حکومت پاکستان کے نئے آرڈیننس کے تحت ہر اخبار اور رسالے کے لئے از سرنو ڈیکلریشن کی منظوری لینا ضروری ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ منظوری ... کی وجہ سے رسالہ لیٹ ہو جائے ... منظوری ... اور رسالہ بر وقت قارئین کی خدمت میں پہنچ جائے۔ (ادارہ)

۴...... تعلق باقی ہے۔ چنانچہ فتح العزیز کی عبارت بالا میں مصرح ہے۔ (تعلقے بہ قبر نیز ارواح رامی باشد) قبر کے ساتھ تعلق باقی ہے تو اجساد کے ساتھ خود باقی ہے اور فقہاء کرام نے بھی تصریح کی ہے کہ تنعم وغیرہ میں اجساد کو بھی شمولیت ہے اور وہ اسی بقاء تعلق پر مبنی ہے۔ البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے اور نہ یہ ثابت ہے کہ یہ تعلق مثل تعلق دنیا کے ہے۔

۵...... کئی اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عند القبر انبیاء علیہم السلام کا سماع بلاشبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔ ''اللھم صل وسلم علیہ الصلوٰۃ وسلام دائمین (ھذا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم)'' عبد الرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی ۲۷ رصفر ۱۳۷۹ھ، الجواب صحیح لاشئی غلام اللہ خاں! (ماہنامہ تعلیم القرآن ص۹ تا ۱۱، ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء)

حوالہ نمبر ۸: مولانا فضل الرحمن صاحب کندیانوی لکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء میں پہلی قسط قارئین کی خدمت میں پیش ہو چکی ہے۔ اس میں ہم اپنا مسلک پورا واضح کر چکے ہیں، جس کی یہ آپ کی پیش کردہ عبارات بھی واضح دلیل ہیں اور صلوٰۃ وسلام عند القبر کے متعلق حضرت گنگوہی مرحوم اور شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے فتویٰ بھی شائع کر چکے ہیں۔ (تعلیم القرآن بابت دسمبر ۱۹۵۹ء ص۹)

قارئین کرام! جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنہ نے جو فتویٰ صلوٰۃ وسلام عند القبر کے بارے میں حضرت گنگوہی مرحوم وحضرت حافظ ابن ہمام کا شائع کیا ہے، وہ ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ لیکن ان حضرات کی اصل کتابوں میں وہ فتویٰ موجود ہے۔ اس کو نقل کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

حضرت گنگوہی کا فتویٰ

مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے۔ پس یہ جواب کے واسطے کافی دلیل ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

انبیاء علیہم السلام کو اسی وجہ مستثنیٰ کیا ہے کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

حضرت حافظ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

حافظ صاحب لکھتے ہیں: ''بما روی ابو حنیفہ فی مسندہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال من السنۃ ان تاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قبل القبلۃ وتجعل ظھرک الی القبلۃ وتستقبل القبر بوجھک ثم تقول السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مسند میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف زیارت کے وقت قبلہ کی طرف سے آئے تو قبلہ کی طرف پشت ہو اور قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ ہو۔ پھر تو یہ سلام پڑھے۔ ''السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' (فتح القدیر شرح الہدایہ ج۲ ص۳۳۶)

۲۲۱

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی　　　　ستمبر ۱۹۹۱ء

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین دریں صورت کہ کیا روح مقدس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے بدن مبارک سے نکالی گئی ہے یا کہ نہیں۔ پھر دوبارہ بدن مبارک میں داخل کی گئی ہے یا اعلیٰ مقام جنت میں رکھی گئی ہے۔ آپ کی حیوۃ برزخی ہے جو اس حیوۃ دنیا سے اعلیٰ وارفع ہے۔ یا حیوۃ دنیویہ ہے۔ یا یہ معنی کہ روح مبارک بدن مبارک سے نہیں نکالی گئی۔ یا نکالنے کے بعد بدن مبارک میں دوبارہ داخل کی گئی ہے۔ نیز بارہ روح مبارک کا تعلق بدن پاک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیساتھ ہے یا نہیں۔ نیز انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سماع عند القبر احناف اور علمائے دیوبند کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں؟ جو جواب تحریر فرمایا جاوے۔ اس پر حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب کے دستخط ضروری ہیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ انکی اور انکی جماعت کی اس مسئلہ میں کیا تحقیق ہے۔

السائل عمر حیات شاہ ۲۷ صفر ۱۴۱۲ھ

الجواب بعون اللہ الموفق للصواب

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک بدن سے نکالی گئی ہے۔ اور اس میں میرے علم کے مطابق کسی مجتہد اللہ عالم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیتیں اس پر دلالت صریحہ رکھتی ہیں۔ ایک ان میں سے وہ ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے سامنے خطبہ میں پڑھی تھی جس کا ذکر امام بخاریؒ نے کتاب الجنائز میں باب الدخول علی المیت بعد الموت اذا ادرج فی اکفانہ کے اندر فرمایا ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مبارک سے روح پاک کا نکل جانا بعض حضرات کو مسلم نہ تھا چنانچہ علامہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں "و عمر یبکی یحلف ان لم یمت" (حضرت عمرؓ آپ کی موت کا اس وقت انکار کرتے تھے کیونکہ اس صدمہ سے ان پر دہشت و حزن شدید طاری ہوا تھا) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس حالت کو درست کرنے کے لئے خطبہ پڑھا۔ اور بآواز بلند جملہ اہل مجلس کے سامنے "فان محمداً قد مات" یعنی بیشک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو چکے ہیں۔ آپ کے بدن مبارک سے روح مقدس پرواز کر چکی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اور اس پر یہ آیت پڑھی وما محمد الا رسول الآیۃ سب کو۔۔۔ تسلیم نہیں۔ اور ہر آدمی کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی۔ سب نے خوب سمجھ لیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ تک بھی اس حدیث سے صحابہ کرام کا مسلک بھی اس مسئلہ کے متعلق معلوم ہو گیا حضرت عمرؓ ۔۔۔

۲۲۲

... حق ... ۱۹۹۰ء

مولانا شاہ اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں اور یہ کہ آپ کا دنیا کس طریق سے ... ہوئے ہیں سے

اور آپ میں ... سے سب آثار مشاہدہ کئے گئے۔ لہٰذا اس طریق کی تعیین ہو گئی کہ وفات ہے ... دوبارہ

بلکہ ... حضرت ... فرما رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات موت کے طریقہ سے ہوئی

ہے ... یہ طریقہ متعین ہے جیسا آپ نے ... اور سوال کے جواب میں فرمایا ہے۔ بہرحال اس مسئلہ میں کوئی

شک کی گنجائش نہیں ہے۔

... روح پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوبارہ بدن میں داخل کرنے کے متعلق کوئی دلیل معتد بہ میرے علم

میں نہیں ہے۔ بلکہ خلاف کے مرجحات موجود ہیں جیسا کہ روایت مذکورہ بالا میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقولہ لا یجمع

اللّٰہ علیک موتتین یعنی اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا، جملہ صحابہ کرام کے سامنے واقع ہوا ہے

گویا یہ مسئلہ پر سب کا اجماع ہوا۔ اور کسی نے تردید نہیں کی۔ اس پر بھی صحابہ کرام چپ ہو گئے اور کسی نے

تردید نہیں کی۔ اور اس مقولہ کا مطلب صحیح یہ ہے کہ یہ ان لوگوں کے رد میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کہتے تھے کہ

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن مبارک میں پھر روح پاک داخل ہو گی۔ اور آپ کئی آدمیوں کے ہاتھ کاٹینگے۔

تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس خیال کو رد فرمایا کہ اگر ایسا ہو تو پھر موت کا آنا لازم ہو گا۔ اور اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں

جمع نہیں کریگا چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں اس کے متعلق لکھتے ہیں۔ وَقِيلَ هُوَ عَلَى حَقِيقَتِهِ وَاَشَارَ بِذٰلِكَ

اِلَى الرَّدِّ عَلَى مَنْ زَعَمَ اَنَّهُ سَيُحْيٰى فَيُقَطِّعُ اَيْدِيَ رِجَالٍ لِاَنَّهُ لَوْ صَحَّ ذٰلِكَ لَلَزِمَ اَنْ يَمُوتَ مَوْتَةً اُخْرٰى

فَاَخْبَرَ اَنَّهُ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ اَنْ يَجْمَعَ عَلَيْهِ مَوْتَتَيْنِ كَمَا جَمَعَهُمَا عَلَى غَيْرِهِ كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ

وَكَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ۔ اس عبارت کا حاصل وہی ہے جو اوپر لکھ دیا گیا ہے۔ اس عبارت سے واضح

طور پر معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک حیات دنیوی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کو موت لازم ہے۔ حافظ ابن

حجر نے اسکو اَوْضَحُ وَاَسْلَمُ کہا ہے۔ یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس مقولہ کی یہ توجیہ جو حقیقت پر مبنی ہے سب

توجیہات سے واضح تر اور جملہ خامیوں سے زیادہ محفوظ ہے۔ علامہ عینی حنفی نے بھی اسکو ذکر کیا ہے۔ اور سب

شروح بخاری نے اسکو ذکر کیا ہے۔ نیز مولانا عبد الحی لکھنوی مجموعہ فتاویٰ جلد سوم میں فتح العزیز سے نقل فرماتے

ہیں۔ مقام علیین بالائے ہفت آسمان است و پائین آن متصل سدرۃ المنتہیٰ است و بالائے آن متصل بہ پایۂ

راست عرش مجید ارواح نیکاں بعد از قبض در آنجا میرسند و مقربان یعنی انبیاء و اولیاء در آن مستقر میمانند و

عوام صلحاء را بعد از رسانیدن و رسیدن نامہ اعمال بر حسب مراتب در آسمان دنیا یا درمیان آسمان و زمین یا در چاہ

زمزم قرار میدہند و تعلقے بقبر نیز ایں ارواح را میباشد۔

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ارواح اعلیٰ علیین میں رہتے ہیں

۲۲۳

نمبر ۱۵۱

ماہنامہ "تعلیم القرآن" راولپنڈی

اور دوبارہ بدن میں داخل نہیں ہوتے۔ نیز مولانا احمد علی صاحب لکھنوی نے بحوالہ خزانۃ الروایات عقیدہ نمبر ۔۔ سے نقل فرمایا ہے۔ اِنَّمَا اَرْوَاحُ الْاَنْبِیَاءِ تَخْرُجُ مِنْ جَسَدِہِمْ وَتَبْقٰی مِثْلُ صُوَرِہِمْ مِثْلَ الْمِسْکِ وَتَکُوْنُ فِی الْجَنَّۃِ وَتَاْکُلُ وَتَتَنَعَّمُ وَتَاْوِیْ بِاللَّیْلِ اِلٰی قَنَادِیْلَ مُعَلَّقَۃٍ بِالْعَرْشِ (یعنی نبیوں کی ارواح مبارکہ جب اجساد مبارکہ سے نکلتی ہیں۔ تو وہ ایک خاص صورت میں متمثل ہو کر جنت میں رہتے ہیں۔ وہیں کھاتی ہیں۔ وہاں متنعم ہوتا ہے۔ اور رات کو ایک خاص قسم کے قنادیل میں (برزخی اجساد سے تعبیر ہے) جو عرش سے لٹکے ہوتے ہیں رہتے ہیں۔ ان دونوں عبارتوں سے ارواح مبارکہ کا اجساد مبارکہ بوقت موت جدا ہونا اور پھر ان اجساد میں کامل متعین داخل نہ ہونا صراحۃً ثابت ہے۔ اور یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔ اور اسی پر علمائے سلف اور اکابر دیوبند ہیں۔

۳:۔ اس مذکورہ بالا تحریر سے اس کا جواب بھی ظاہر ہوا۔ کہ حیوٰۃ برزخی ہے۔ نہ دنیوی اور نہ اُخروی ہے۔ اور اُخروی ہے۔ اور دونوں معنی حیات دنیوی کے نہیں ہیں۔

۴:۔ تعلق باقی ہے۔ چنانچہ فتح العزیز کی عبارت مذکورہ بالا میں مصرح ہے۔ "و تعلقے بہ قبر نیز ارواح را میباشد" قبر کے ساتھ تعلق باقی ہے۔ تو اجساد کے ساتھ خود باقی ہے۔ اور فقہاء کرام نے بھی تصریح کی ہے۔ کہ تنعم وغیرہ میں اجساد کو بھی شمولیت ہے۔ اور وہ اسی بناء تعلق پر مبنی ہے۔ البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے۔ اور نہ یہ ثابت ہے۔ کہ یہ تعلق مثل تعلق دنیا کے ہے۔

۵:۔ کئی اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے۔ کہ عند القبر انبیاء علیہم التحیۃ والسلام کا سماع نا سخبۃ ثابت ہے خصوصاً سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام بہت بلند ہے۔ اور آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔

اَللّٰہُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ اَبَدًا دَائِمًا ۔۔۔ ہذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبد الرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی
۲۷ رمضان ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح
غلام اللہ خان

مہر دار الافتاء

۲۲۵

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ... ۹ ... بابت ... ۱۹۶۱ء

فضل الرحمن نعیم الحق پالوی

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بجواب مضمون حیات النبی مولانا عنایت اللہ خان صاحب بحوالہ ماہنامہ بیان مشرق بابت اکتوبر ۱۹۶۱ء

(دوسری قسط)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اس سلسلہ کی ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ ستمبر ۱۹۶۱ء میں پہلی قسط قارئین کی خدمت میں پیش ہو چکی ہے جس میں ہم اپنا مسلک پوری طرح واضح کر چکے ہیں جس کی بنا پر آپ کی پیش کردہ عبارات بھی واضح دلیل ہیں اور صلوٰۃ وسلام عند القبر کے متعلق حضرت گنگوہی مرحوم اور شیخ ابن ہمام وغیرہ کے حوالے سے فتوٰی بھی شائع کر چکے ہیں۔ تو پھر آپ کا اس سارے قصہ سے اغماض کرتے ہوئے ایک بے جوڑ مضمون دھڑ گھسیٹنا جس میں خوب پانی پی پی کر ہمیں کوسا گیا ہے ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ کیا یہی سلف صالحین کا طریقہ ہے؟

مولانا محترم ہمیں بار بار منکرین حیات النبی کے دل آزار خطاب سے نوازتے ہیں لیکن ہم اس کے جواب میں صرف حافظ شیرازی کا یہ شعر پیش کرتے ہیں ؎

در کوئے نیکنامی ما را گذر ندادند
گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

اور صاحب موصوف نے اپنے مضمون میں جو بد زبانی و تلخ کلامی سے کام لیا ہے اس کے متعلق صرف اتنا عرض ہے کہ ؎

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خا را

البتہ ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم حیات النبی کے منکر نہیں۔ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد الممات حیات برزخیہ کے معتقد ہیں قائل ہیں اور یہی عقیدہ ہے تمام سلف صالحین کا اور اس کی وہ عبارات شاہد ہیں جو آپ نے پیش کیں۔ دیکھئے فتح الباری کی وہ عبارت جو سب سے پہلے آپ نے پیش کی۔ لان الانبیاء احیاء عند اللہ وان کانوا فی صورۃ الاموات بالنسبۃ الی اھل الدنیا ... فقد ...

پھر (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۳۷) میں لکھتے ہیں: ''ثم یسال النبی ﷺ الشفاعة فیقول یا رسول اللہ اسالک الشفاعة یا رسول اللہ اسالک الشفاعة واتوسل بک الی اللہ ان امرت مسلماً علی ملتک وسنتک ویذکر کل ما کان من قبیل استعطاف'' پھر نبی اکرم ﷺ سے شفاعت کی درخواست کرے۔ پس یوں کہے۔ اے اللہ کے رسول میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں۔ یا رسول اللہ میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور وسیلہ کے پیش کرتا ہوں کہ میں اسلام کی حالت میں ہی آپ کی ملت وسنت پر مروں اور ایسی ہر چیز کا ذکر کرے جو رحم اور شفقت کا سبب بنے۔

حافظ ابن الہمام نے یہ بھی لکھا ہے کہ پھر اس شخص کے سلام نبی اکرم ﷺ کو پہنچائے جس نے وصیت کی ہو۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۳۷، اختتام کتاب)

قارئین کرام! یہ وہ دو فتوے ہیں جن کو جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ نے خود شائع کیا تھا۔ جب کہ اس عقیدہ پر قائم تھے۔ مگر اب ان حضرات کے ہاں ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے۔ (معاذ اللہ) کیا جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ پہلے شرک کے عقیدہ پر قائم تھی۔ اسی نئی روشنی کے دور میں عقیدہ بھی نیا تیار کیا جاتا ہے اور پھر اس کو قرآن مجید سے بھی ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اٹھا کر باہر پھینک دو گلی میں نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

مولانا فضل الرحمن صاحب کندیانوی فرماتے ہیں۔ سیدھی سادی بات ہے کہ نبی ﷺ کی دنیا فانی سے رحلت بطریق خروج روح اقدس من البدن ہوئی۔ ملاحظہ ہو (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳۸)

''عن ابی بردة قال اخرجت الینا عائشة کساءً ملبداً وقالت فی ھذا نزع روح النبی ﷺ'' اس چادر میں نبی ﷺ کی روح مبارک بدن سے نکالی گئی۔

پھر اس کے بعد روح اطہر کا عالم بالا میں ہوتے ہوئے جسد اطہر سے جو قبر مبارک میں بحالہ محفوظ ہے، تعلق ہے۔ جس کی وضاحت حضرت شاہ عبدالعزیز ﷫ محدث دہلوی کی کلام سے مذکور ہو چکی ہے۔ اس تعلق کا نام ہے حیات اور یہی حیات برزخیہ ہے جس کی بناء پر قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو آنحضرت ﷺ سنتے ہیں۔ بتلایئے یہ عقیدہ ہے سلف صالحین کا یا نہیں۔ (تعلیم القرآن راولپنڈی دسمبر ۱۹۵۹ء ص ۱۶)

قارئین کرام! آپ نے اچھی طرح معلوم کر لیا ہوگا کہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے ہاں حیات برزخیہ کا مطلب پہلے کیا تھا۔ لیکن اب جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے ہاں حیات برزخیہ کا یہ مطلب ہے کہ روح کا جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے حیات جسمانی فی القبر بھی نہیں ہے اور عند قبر النبی ﷺ صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو سماع بھی نہیں ہے۔ (معاذ اللہ) نئی تہذیب میں نئے عقیدے جنم لیتے ہیں

تہذیب نو کے منہ پر وہ تھپڑ رسید کر جو اس حرام زادی کا حلیہ بگاڑ دے
(ظفر علی خاں)

حوالہ نمبر ۹: (ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ جنوری ۱۹۶۰ء ص ۳۱، ۳۲) کا عکس ہم پیش کر رہے ہیں۔ تاکہ قارئین کرام خود ہی پڑھ کر اندازہ کر سکیں کہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے تمام اکابرین کا پہلے مسلک کیا تھا۔

لوگ ایسے بیانات سے دھوکہ میں آجاتے ہیں لہذا مجبوراً ہم کو کچھ لکھنا پڑتا ہے ورنہ آپ کے اس عقیدہ کی کہ آنحضرتؐ قبر شریف میں بجسدہ دنیویہ زندہ ہیں نہ قرآن کریم میں کوئی دلیل ہے نہ سنت نبویؐ میں نہ صحابہ کرام کے اقوال میں اور نہ ائمہ دین اور سلف صالحین کے ارشادات میں اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے مسلک کے پڑھے لکھے لوگ چونکہ یہ جانتے ہیں کہ ہمارے پاس دلیل کوئی نہیں اس لئے وہ خود اس پر قلم نہیں اٹھاتے بلکہ آپ جیسے بزرگوں کو آگے کر دیتے ہیں جنہیں لکھتے وقت یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ ہم اپنی تائید میں لکھ رہے ہیں یا تردید میں۔

سیدھی سادی بات ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دنیائے فانی سے رحلت بطریق خروج روح اقدس من البدن ہوئی۔ ملاحظہ ہو ترجمہ بخاری صفحہ ۲۴۳ جلد ۱ "عن ابی بردۃ قال اخرجت الینا عائشۃ کساءً ملبدًا وقالت فی ھذا نزع روح النبی صلے اللہ علیہ وسلم (اس چادر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک بدن سے نکالی گئی) پھر اس کے بعد روح اطہر کا عالم بالا میں ہوتے ہوئے جسد اطہر سے جو قبر مبارک میں بحالہٖ محفوظ ہے تعلق ہے جس کی وضاحت حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی کی کلام سے مذکور ہو چکی ہے۔ اس تعلق کا نام ہے حیات۔ اور یہی حیات برزخیہ ہے جس کی بنا پر قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو آنحضرتؐ سنتے ہیں۔ بتلایئے یہ عقیدہ ہے سلف صالحین کا یا نہیں؟

اب ہم آپ کے سامنے اپنا مسلک اپنے اکابر کی زبانی پیش کرتے ہیں چنانچہ شیخ الاسلام مولٰنا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں۔

(۱) واما بعد وفاتہ صلے اللہ علیہ وسلم فروحہ المقدسۃ قد استقرت فی الرفیق الاعلٰی مع ارواح الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ولا یتوھم من ھذا انکار حیاتہ صلے اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الشریف فان لروحہ اشرافًا علی البدن المبارک الاطہر واشراقًا وتعلقًا بہ وبدنہ فی ضریحہ غیر مفقود واذا سلم علیہ المسلم رد اللہ تم علیہ روحہ حتی یرد علیہ

وفات کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پاک ارواح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رفیق اعلیٰ میں جا مستقر ہوئی۔ اس سے کسی کو حیات فی القبر کے انکار کا وہم بھی نہ پڑے کیونکہ روح مبارک کے لئے اشراف واشراق اور تعلق بالبدن ہے اور آپ کا بدن قبر میں محفوظ ہے۔ اور جب مسلمان کوئی سلام کہنے والا (قبر مبارک پر) سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ روح کو لوٹا دیتا ہے اور رفیق اعلیٰ سے بھی جدا نہیں ہوتا۔ اس کی مثال آگے چل کر حضرت یوں دیتے ہیں کہ جیسے سورج کا مستقر آسمان ہے اور

حوالہ نمبر ۱۰: محترم سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں۔ باقی رہا آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام کے سماع کا مسئلہ تو اس میں فریقین کے درمیان قطعاً کوئی اختلاف نہیں تھا۔ جیسا کہ آج سے تقریباً تین سال پہلے ماہنامہ تعلیم القرآن شمارہ ستمبر ۱۹۵۹ء اور پھر اس کے بعد شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۶۲ء میں دوسرے فریق کے اس بارے میں مسلک کی صراحت موجود ہے۔ البتہ اس فریق کے بعض حضرات جن میں خصوصیت سے حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ عند القبر سماع صلوٰۃ وسماع کے دوام اور ہمہ وقتی ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ الاخرق العادۃ! (تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۲ء ص ۱۸، ۱۹)

حضرت استاذ محترم محدث اعظم ابوالزاہد محمد سرفراز خاں صاحب صفدر کا فرمان بالکل صحیح ثابت ہوا کہ اس بدعت کے مرتکب سب سے پہلے سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری ہیں۔ ورنہ امت مسلمہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کے عدم سماع کا کوئی بھی قائل نہ تھا

پھر بھی دعویٰ ہے کہ اصلاح دو عالم ہم سے ہے		بادۂ عصیاں سے دامن تر بتر ہے شیخ کا

حوالہ نمبر ۱۱: محترم سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں۔ حضرت قاری صاحب دامت برکاتہم نے اس سلسلے کا جو سب سے پہلا خط مولانا غلام اللہ خاں صاحب کو لکھا تھا، اس میں حضرت موصوف نے اس نزاع کو ختم کرنے کے لئے مسئلہ حیات النبی ﷺ کے لئے حسب ذیل مشترکہ عنوان تجویز فرمایا۔ نبی کریم ﷺ جسمانی طور پر برزخ میں حیات ہیں۔ مولانا غلام اللہ خان صاحب نے اس کے جواب میں اس عنوان کو رد کئے بغیر ایک اور عنوان تجویز کر کے محترم قاری صاحب کی خدمت میں ارسال کیا۔ مگر حضرت قاری صاحب نے اس کے جواب میں اس عنوان پر اپنے تجویز فرمودہ عنوان کو راجح خیال فرمایا اور قطع نزاع کے لئے اسی پر فریقین کے متفق ہو جانے کو ضروری سمجھا۔ چنانچہ مولانا غلام اللہ خاں صاحب اور ان کی جماعت کے باقی تینوں مذکور الصدر (ص ۱۷) پر قاضی نور محمد ﷫، مولانا قاضی شمس الدین صاحب، مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کا ذکر ہو چکا ہے۔ (حافظ ڈیروی) حضرات نے باہمی مشورہ کر کے حضرت قاری صاحب مدظلہ العالی کے عنوان سے کلی اتفاق کیا اور چاروں حضرات نے اس پر دستخط کر کے محترم قاری صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء ص ۱۹)

فریقین کا معاہدہ

حوالہ نمبر ۱۲: وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس کی حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔

احقر محمد طیب وارد حال راولپنڈی ۲۲ / جون ۱۹۶۲ء

لاشئی (مولانا) غلام اللہ خاں، (مولانا قاضی) نور محمد خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ، (مولانا) محمد علی جالندھری عفا اللہ عنہ

اس مختصر عبارت کی کافی تفصیل چونکہ مولانا قاضی شمس الدین صاحب (برادر خورد مولانا قاضی نور محمد صاحب) اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے۔ اس لئے یہ عبارت بالا ان کی

مسلمہ ہے۔ بنابریں اس عبارت پر دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ عبارت بالا کو ان کا مسلمہ سمجھا جائے۔ (تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء ص ۲۴، ۲۵)

مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی تحریر کے بارے میں اسی رسالہ کے (ص ۵۴) میں ہے۔ محترم قاری صاحب۔ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ صلح کے لئے ایک ایسی مشترکہ عبارت تجویز کی جائے جو تمام علماء دیوبند کا متفقہ مسلک ہو اور جس پر علماء دیوبند کے یہ دونوں فریق متفق ہو جائیں اور جو عبارت میں نے تجویز کی ہے۔ وہ فریقین کے درمیان قدرے مشترک ہو اور اس میں میں نے کوئی زائد بات نہیں لکھی۔ یہ تحریر مولانا قاضی شمس الدین صاحب ہی کی ایک تحریر کا خلاصہ ہے جو مولانا محمد علی صاحب کے پاس موجود ہے۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ اس عبارت پر فریقین کے دستخط ہو جانے سے نزاع کا خاتمہ ہو جائے گا۔ چنانچہ مولانا غلام خاں صاحب نے محترم قاضی نور محمد صاحب سے مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ اس پر دستخط کر دیئے جائیں۔ کیونکہ (سماع) صلوٰۃ عند القبر الشریف پر تمام اکابر علماء دیوبند متفق ہیں۔ اس لئے اگر جماعت کی خیر خواہی اور نزاع کو ختم کرنے کے لئے اس پر دستخط کر دیئے جائیں۔ چنانچہ دونوں حضرات نے دستخط کر دیئے۔ یہ دونوں حضرات مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی طرف سے مطمئن تھے۔ کیونکہ وہ سماع صلوٰۃ کو اپنے ایک خط میں تسلیم کر چکے تھے جو انہوں نے کسی وقت مولانا محمد علی جالندھری کو لکھا تھا۔

قارئین کرام! یہ ہے جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے اکابرین کا پہلا عقیدہ جب کہ وہ دیوبندی تھے اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر النبی ﷺ کو علماء دیوبند کا اجماعی عقیدہ کہتے تھے۔ مگر نوشتہ تقدیر کو وہ کیسے تبدیل کر سکتے تھے۔ بالآخر انہوں نے اس اجماعی عقیدہ کو چھوڑ کر اہل بدعت کے عقیدہ کو قبول کر لیا۔ الا ماشاء اللہ! سچ ہے۔ ''اذا جاء القدر عمی البصر'' (جب تقدیر آتی ہے تو آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں) گرہ تقدیر کو ناخن تدبیر کھول نہیں سکتا۔

اعتراض نمبر ۱: اس معاہدہ اور فیصلہ کو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے منسوخ کر دیا تھا۔

الجواب: یہ محض دھوکہ ہے۔ حضرت قاری صاحب نے ہرگز اس معاہدہ کو منسوخ نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ دوسری تحریر تھی جو مولانا سید عنایت اللہ شاہ کے خلاف لکھی گئی تھی جس پر مولانا غلام اللہ خاں اور قاضی نور محمد صاحب نے دستخط کئے تھے اور وہ تحریر اس معاہدہ کے بعد لکھی ہوئی ہے۔ (دیکھئے تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۲ء ص ۲۵) چنانچہ تعلیم القرآن اگست ۱۶۲ء ص ۵۳ میں ہے اور شاہ صاحب کے بارے میں جس تحریر پر فریقین کے دستخط ہوئے تھے۔ چونکہ اس تحریر کی وجہ سے صلح نامہ میں توازن قائم نہیں رہا تھا۔ اس لئے حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم نے ہندوستان کو روانگی کے دن یعنی ۸/ جولائی ۱۹۶۲ء کو بمقام لاہور اسے کالعدم قرار دے دیا۔

جھوٹ بولنے سے جن کو عار نہیں ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

اعتراض نمبر ۲: جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے اکابرین نے اس معاہدہ کو منسوخ کر دیا تھا۔

جواب ۱: حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب تو اس معاہدہ کے بعد فوراً وفات پا گئے تھے اور وہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے پہلے صدر تھے۔ حضرت مولانا غلام اللہ خاں مرحوم کی بھی کوئی ایسی تحریر نہیں ہے جس میں اس معاہدہ کے منسوخی کا ثبوت ہو۔

۲۲۱

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ——— ۳۱ ——— بابت ماہ دسمبر ۱۹۶۰ء

از مولانا دوست محمد عبدالشکور صاحب

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ترجمان اسلام

مسئلہ حیات النبی صلے اللہ علیہ وسلم پر عرصے کافی لے دے ہو رہی ہے۔ ایک ہی بنیادی مسلک رکھنے والوں کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ لیکن یہ اختلاف اپنی حدود سے متجاوز ہوتا ہوا نظر آرہا ہے جہاں کچھ غیر ذمہ دار لوگوں کی تقریروں اور تحریروں کو نظر انداز کر لیا جاتا ہے۔ وہاں کچھ ذمہ دار حضرات کے رویہ پر افسوس بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں سہ روزہ "ترجمان اسلام" لاہور جو حضرت مولنا احمد علی صاحب کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے کی ۲۰، ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۰ء کی اشاعت میں پہلے صفحہ پر یہ خبر شائع ہوئی ہے

"وفاق المدارس العربیہ کے پہلے تاریخی اجلاس کے موقعہ پر ملتان میں، وقفہ کے ایک گھنٹہ میں اکابر علماء نے بیٹھ کر اس صورت حال پر غور کیا۔ جو مولنا غلام اللہ خاں صاحب اور انکے مدرسہ کے طالب علموں کی سختی تیزی اور اکابر علماء کی مخالفت سے پیدا ہو رہی ہے"

اسکے بعد کچھ علماء کے نام گنائے ہیں اور اسکے بعد یہ الفاظ مرقوم ہیں۔

"سب علماء حق (علماء دیوبند) نے اس مسلک اہل سنت والجماعت کے مطابق حقی عقیدہ رکھنے کی تائید یا کہ آنحضرت روضۂ اطہر میں جسم مبارک کے ساتھ حیات ہیں آپ درود وسلام سنتے اور اسکا جواب دیتے ہیں"

بہت افسوس کی بات ہے کہ اگر ذمہ دار لوگ بھی اس قسم کی غیر ذمہ دارانہ باتیں کرنے لگیں تو عوام پر پھر کیا افسوس ہے قطع نظر اسکے کہ مولنا غلام اللہ خاں صاحب اور انکے شاگرد سختی کر رہے ہیں یا نہیں اور ایسی صورت حال جسکا خبر میں ذکر کیا گیا ہے پیدا کرنے کی ذمہ داری کس پر ہے سوال صرف یہ ہے کہ کیا مولنا غلام اللہ خاں صاحب اور انکے دوسرے ساتھی حیات النبیؐ کے منکر ہیں؟ حالانکہ مولنا موصوف تقریر و تحریر کے ذریعہ اپنا عقیدہ واضح طور پر بیان کر چکے ہیں۔ کہ حضورؐ کی روح پاک رفیق اعلیٰ میں ہے اور آپ کو حیات برزخی حاصل ہے جو اس دنیوی حیات سے اعلیٰ اور ارفع ہے چنانچہ ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ ستمبر ۱۹۶۰ء میں انہوں نے تصریح کی ہے۔ کہ حیات برزخی ہے نہ دنیوی اور وہ اعلیٰ اور ارفع ہے روح کا تعلق دائمی ہے اور قبر مبارک میں جسد کریم شریف ہے اور وہ اسی تعلق پر مبنی ہے البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے اسکے بعد تحریر فرماتے ہیں

"لیکن اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو سماع بلا شبہ ثابت ہے خصوصاً سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں تو کوئی شبہ ہی نہیں"

انکے صاف اعلان کے بعد بھی اگر کوئی شخص ضد پر اڑا ہے

۲۳۲

اور ان کے خلاف نفرت پھیلانے میں مصروف ہے تو یہ ہم اس کا مقصد کیا سمجھیں گے

ترجمان کی مسطورہ بالا تصریحات سے یہ تاثر بھی پیدا ہوتا ہے کہ تمام علماء کرام حیات دنیوی کے قائل ہیں اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کے ہمنوا صرف ان کے مدرسہ کے طالب علم ہی ہیں اور علماء میں سے کوئی بھی ان کے ساتھ نہیں۔ چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتی مالوں کو یہ سن کر غصہ آگیا کہ صرف مولوی غلام اللہ خان ہی کا اس مسئلہ میں نام لیا جاتا ہے حالانکہ میں بھی حیات برزخی ہی کا قائل ہوں۔ جو اس دنیوی حیات سے بہت دور اعلیٰ اور ارفع ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی کے علاوہ ہند و پاکستان کے متعدد علماء کرام اور شیوخ عظام بھی صرف حیات برزخی کے عقیدہ میں مولانا غلام اللہ خان صاحب کے ساتھ ہیں۔ جن میں سے کچھ حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب سابق شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالشکور صاحب سابق شیخ التفسیر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیر (مردان)۔ حضرت مولانا عبدالہادی صاحب شاہ منصور (مردان)۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد غفران صاحب مردان۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا نور محمد صاحب۔ حضرت مولانا سید فیض علی شاہ صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند۔ شیخ طریقت حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری، اور حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کیمبل پور۔ دامت برکاتہم

ان علماء کرام کے علاوہ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی مرحوم کا بھی یہی مسلک تھا۔ چنانچہ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا فتویٰ مولانا محمد امیر صاحب خطیب سرگودھا کے پاس موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ۔

"آنحضرتؐ کو ایک قسم کی حیات برزخی حاصل ہے جس کی کیفیت خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن حیات دنیوی کہنا خلاف اہل سنت والجماعت ہے"

اسی طرح مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اپنے ایک فتوے میں جس کی اصل مولانا محمد خان صاحب کے پاس میانوالی میں موجود ہے یوں رقمطراز ہیں۔

"حیات دنیوی ظاہری کا تو دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں قرآن کریم کی اتنی صریح مخالفت کون مسلمان کر سکتا ہے جو بھی قائل ہیں حیات برزخی ہی کے قائل ہیں۔" الخ

ـــــــــــ

حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب صدر مفتی دارالافتاء دارالعلوم دیوبند بھی اپنے ایک فتویٰ میں تحریر فرما چکے ہیں کہ حیات برزخی ہی محققین اکابرین کی تحقیق ہے اور یہی ملحوظ ہے کیا یہ تمام بزرگان ملت مولانا غلام اللہ خان صاحب کے مدرسہ کے طالب علم ہیں۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ بہت سے اکابر ملت حیات برزخی کے قائل ہیں اور حیات برزخی کا عقیدہ رکھنے والے بھی اہل سنت ہی ہیں۔

آخر میں میں گزارش کروں گا کہ کیا شیخ الحدیث حضرت مولانا رسول خان صاحب اور شیخ الحدیث حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی جیسے ممتاز ہستیاں پاکستان میں موجود نہیں ہیں کوئی ایک جگہ مقرر کر کے ان تمام علماء کرام کو مدعو کیا جائے اور باہمی افہام و تفہیم کے ذریعے اس مسئلہ کا حل ہو جائے۔ پس پشت یکطرفہ پراعتراضات اور الزامات کے ذریعے نفرت پھیلانے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا البتہ باہمی اتحاد و تعلق کا رشتہ صرف پارہ پارہ ہو جائے گا لیکن میرے خیال میں تو

!۵ شاید حیات دنیوی مرنے کی طرف اشارہ ہے (استفسار)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

جواب ۲: اہل سنت والجماعت کے اجماعی عقیدہ کو چھوڑ دینا اور معاہدہ کو منسوخ کر دینا کیا تمہارے نزدیک جائز ہے۔ اگر جائز ہے تو یہ بتاؤ کہ آپ کے اکابر کا پہلا عقیدہ قرآن وحدیث کے موافق تھا یا مخالف۔ پہلا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے موافق تھا یا مخالف۔ پہلا عقیدہ اگر شرک تھا تو زندگی کا دراز زمانہ اس پر کیوں گزار دیا۔ کیا عقائد میں بھی نسخ ہوتا ہے۔ بینوا توجروا!

یہاں گھر تھا وہاں قبریں جہاں دل تھا وہاں شعلے ۔۔۔ یہ ماتم خیز منظر سامنے ہے خوش دلی کیسے

باب سماع الموتی عندالامام الاعظم

قارئین کرام! بعض حضرات امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے عدم سماع موتی کی روایت پیش کرتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یہ محض زبردستی بلا جواز ہے۔

سوال نمبرا: نیلوی صاحب (شفاء الصدور طبع اوّل ص ۴۴) میں غرائب فی تحقیق المذاہب منقول من رسالہ تفہیم المسائل ص ملحمد بشیر الدین القنوجی سے نقل کرتے ہیں جس کا ترجمہ یوں ہے۔ ایک شخص کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے دیکھا کہ صلحاء کی قبور پر آتا اور سلام کرتا اور ان کو مخاطب کر کے عرض ونیاز کرتا تھا۔ بایں الفاظ کہ تمہاری قبور پر آتا ہوں اور کئی ماہ ہو گئے کہ پکار رہا ہوں۔ محض اس لئے کہ تم میرے لئے دعا کرو۔ کیا تم کو میری باتوں کا علم بھی ہے یا نہیں۔ جب ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کی یہ بات سنی تو اس کو فرمایا کہ کچھ جواب بھی ملا ہے یا نہیں تو اس نے کہا کہ نہیں۔ پس فرمایا حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ہلاکت اور پھٹکار ہو تجھ پر اور نامراد پھرے تو تو ایسے اجساد سے کلام کرتا ہے جو نہ جواب دینے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ متصرف ہیں اور نہ آواز کو سنتے ہیں۔ پھر حضرت امام نے یہ آیت پڑھی: ''وما انت بمسمع من فی القبور'' حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تصریح فرمادی کہ مردے نہیں سنتے۔

الجواب: مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (جواب) فتاویٰ غرائب کوئی غیر معروف کتاب ہے۔ معلوم نہیں اس کا یہ بیان کہاں تک مستند ہے۔ (عماد الدین) ہمارے استاذ محترم محدث اعظم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں۔

الجواب: یہاں چند امور قابل توجہ ہیں۔ اوّل قاضی بشیر الدین قنوجی شاگرد مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب اور استاد نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد تھے۔ سب سے پہلے اس حوالہ کا ماخذ ہماری معلومات کی بناء پر انہی کی کتاب ہے۔ انتہائی حیرت کی بات ہے کہ حضرات فقہاء احناف میں سے مسئلہ سماع موتی کے مثبت اور منفی پہلو میں نہ تو متقدمین حضرات کو یہ حوالہ دستیاب ہوا ہے اور نہ متاخرین کو ہماری دانست میں کسی معتبر حنفی فقیہ نے ان سے پہلے اس کا تذکرہ نہیں کیا اور نہ فقہ حنفی کی کسی معتبر کتاب میں اس کا ذکر ہے۔ من ادعی خلافہ فعلیہ البیان بالبرہان!

دوم: یہ فتاویٰ غرائب کس کی تالیف ہے اور اس کے مصنف کون تھے اور کس مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور یہ کس زمانہ کی تالیف ہے اور فقہاء احناف اور دیگر فقہاء احناف اور دیگر فقہاء کے نزدیک اس کے مصنف کا اور کتاب کا کیا پایہ ہے۔

سوم: ایسی غیر متعارف اور مجہول کتاب کے حوالے کا صریح اور صحیح احادیث اور جمہور امت کے واضح اقوال کے مقابلہ میں کیا وقعت اور اعتبار ہوسکتا ہے۔ (سماع الموتی ص ۳۲۳، ۳۲۴)

نظر ایسا آتا ہے کہ یہ حوالہ فتاویٰ غرائب میں نہیں ہے۔ نیلوی صاحب نے فتاویٰ غرائب دیکھا ہے اور اس کے حوالے بھی ذکر کئے ہیں۔ مثلاً (رق منشور ص ۱۹) میں لکھتے ہیں۔ (۲۰) فتاویٰ غرائب قلمی میں ہے۔ "لا دعاء بعد الرابعة فی ظاهر الروایة ظاهر الروایة" میں چوتھی تکبیر کے بعد کوئی دعا نہیں۔ (نہ سلام سے پہلے نہ پیچھے)

۲...... نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (۱۹) "وفی فتاویٰ الغرائب ورق ۱۷۵ ص ۲ نقل المیت من بلدٍ الیٰ بلدیس بمکروہ ان کان قبل الدفن وبعد الدفن اخراجہ مکروہ الا بعذر"

(ماہنامہ جشن بہار سرگودھا گلستان اہل سنت نمبر فروری ۱۹۷۹ء ص ۱۱)

۳...... نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (فتاویٰ غرائب قلمی ورق ۱۷۶ ص ۱) میں ہے۔ استماع المیت محال (ندائے حق ج ۲ ص ۴۸)

مگر نیلوی صاحب نے امام صاحب کی طرف منسوب حوالہ کا ذکر براہ راست فتاویٰ غرائب سے پیش نہیں کیا بلکہ (رق منشور ص ۷۸) میں (تفہیم المسائل ص ۷۳) کے حوالہ سے پیش کیا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ یہ بشیر الدین قنوجی غیر مقلد کی کارروائی ہے جس سے احناف حضرات کو دھوکہ دینا مقصود ہے اور غیر مقلد ایسی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ راقم الحروف نے تنبیہ الغافلین علی تحریف الغالین میں غیر مقلدین حضرات کی خیانتوں اور تحریف کا ذکر تفصیل سے کر دیا ہے۔ اس کتاب قہر حق حصہ اوّل کی طباعت کے بعد تنبیہ الغافلین کو طبع کر دیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

نیلوی صاحب کا جاہلانہ جواب

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ایک سوال کا جواب فتاویٰ غرائب غیر معتبر ہے۔

سوال نمبر ۱: فتاویٰ غرائب کتاب غیر متعارف اور مجہول ہے اور فقہی مسائل کا غیر متداوّل اور مجہول کتابوں سے نقل کرنا منع ہے۔

جواب: فتاویٰ غرائب وہ کتاب ہے جس کے حوالے معتبر کتب میں موجود ہیں۔ فتاویٰ عالمگیریہ جس کو بحکم حضرت عالم وقاری وحافظ وحاجی سلطان الہند اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ پانچ سو علماء کرام نے مل کر مرتب فرمایا تھا۔ اس میں جگہ جگہ اس فتاویٰ غرائب کے حوالے موجود ہیں۔ اگر یہ کتاب معتبر نہ ہوتی تو ۵۰۰ علماء اس کتاب کا حوالہ نہ دیتے۔ ہم اس بات کے مکلف نہیں کہ ہر مولف کے سوانح حیات سے بخوبی واقف ہوں۔ ان معتبر علماء پر ہمیں پورا اعتماد ہے کہ وہ غیر معتبر اور مجہول علماء کا فتویٰ ہم پر لاگو نہیں کرتے۔ دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ اس کتاب میں جو باتیں ہیں وہ شرع شریف کے موافق ہیں یا نہیں۔ اگر موافق ہیں تو ٹھیک ہیں۔ خواہ اس کا مصنف کوئی ہو اور اگر اس کتاب میں ایسی باتیں ہیں جو شرع شریف کے خلاف ہے تو غلط ہیں۔ اگر چہ کسی بڑے معتمد اور معتبر عالم نے لکھی ہو۔

"لا تنظر الیٰ من قال وانظر الیٰ ما قال" (ندائے حق ج ۲ ص ۴۳، ۴۴)

الجواب: فتاویٰ عالمگیریہ میں فتاویٰ غرائب سے امام اعظم کا یہ مسلک نقل نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوا یا تو فتاویٰ غرائب میں یہ بات سرے سے مذکور ہی نہیں یا مذکور تو ہے مگر جھوٹی روایت ہونے کے باعث فتاویٰ غرائب سے فتاویٰ عالمگیریہ میں نقل نہیں کی گئی اور فتاویٰ عالمگیریہ میں فتاویٰ غرائب سے کوئی ایسا حوالہ نقل نہیں کیا گیا جو معتبر کتابوں میں موجود نہ ہو۔ فتاویٰ غرائب سے اگر کوئی حوالہ فتاویٰ عالمگیریہ میں نقل ہوا ہے تو وہ محض تائید کر کے درجہ

میں ہوگا۔ اس سے فتاویٰ غرائب کا معتبر ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ غیر معتبر کتابوں کے حوالے تائید کے درجہ میں بعض اوقات معتبر کتابوں میں نقل کئے جاتے ہیں۔ خود نیلوی صاحب نے (رق منشور ص ۱۰۸) میں چند غیر معتبر کتب کی مختصر فہرست نقل کی ہے جن میں قنیہ للزاہدی معتزلی شرح کنز لملا مسکین درمختار شرح تنویر الابصار، نہر الفائق، زاد اللبیب، خزانۃ الروایات، جامع الرموز ابوالمکارم رجل مجہول و کل کتاب تفسیر زمخشری تفسیر بغوی وغیرہا!

مگر خود نیلوی صاحب نے ان کتابوں کے حوالوں سے اپنی کتابوں کو پر کیا ہوا ہے۔ مثلاً خود اسی رق منشور میں زاد اللبیب کے حوالہ سے عبارتیں پیش کی ہیں۔ دیکھئے (ص ۵۳، ۵۹، ۶۰، ۶۵، ۱۰۷) اور قنیہ سے استدلال (رق منشور ص ۱۸) میں موجود ہے۔ اسی طرح جامع الرموز سے استدلال (رق منشور ص ۱۸) میں ہے۔ نہر الفائق س (استدلال ص ۵۲) میں ہے۔ درمختار کا حوالہ (ص ۸۸) میں ہے۔ خزانۃ الروایات کا حوالہ (ص ۵۹) میں ہے۔ اسی طرح ان غیر معتبر کتابوں کے حوالے ندائے حق میں بھی موجود ہیں۔ مثلاً (ندائے حق ج ۲ ص ۷۴) میں عینی شرح کنز کا حوالہ موجود ہے۔ جب کہ (رق منشور ص ۱۰۸) میں اس کو غیر معتبر کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے اور (ندائے حق ج ۲ ص ۵۰، ۵۱) میں نہر الفائق کا حوالہ موجود ہے۔ بغوی کا حوالہ (ندائے حق ج ۲ ص ۵۱) میں موجود ہے۔ تفسیر زمخشری کا حوالہ بھی (ندائے حق ج ۲ ص ۵۱) میں موجود ہے۔

قارئین کرام! یہ صرف چند حوالوں کی نشاندہی کرنی تھی، جن سے ندائے حق لبریز ہے۔ اب نیلوی صاحب سے گزارش ہے۔ وہ خود ہی بتائیں کہ ان غیر معتبر کتابوں کے حوالے دینے سے کیا وہ نیلوی صاحب کے نزدیک معتبر ہوگئی ہیں یا محض ان غیر معتبر کتابوں سے حوالے دے کر مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالنا مقصود ہے۔

تو خود آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

نیلوی صاحب کا ایک زبردست جھوٹ

نیلوی کا یہ کہنا کہ فتاویٰ عالمگیریہ کے مرتب کرنے والے پانچ صد معتبر علماء پر ہمیں پورا اعتماد ہے۔ وہ غیر معتبر اور مجہول علماء کا فتویٰ ہم پر لاگو نہیں کرتے۔ نیلوی صاحب نے یہ زبردست جھوٹ بولا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نیلوی صاحب کا فتاویٰ عالمگیریہ کے مرتبین ۵۰۰ علماء کرام پر بالکل اعتماد نہیں۔ اگر اعتماد ہوتا تو جس طرح فتاویٰ عالمگیریہ کے مرتبین علماء نے فتاویٰ غرائب کے اس حوالہ سے جس میں امام اعظم کی طرف عدم سماع موتی کی نسبت کی گئی ہے۔ اعراض کیا ہے۔ نیلوی صاحب ان علماء پر اعتماد کرتے ہوئے اعراض کرتے اور اس حوالہ کو پیش نہ کرتے اور جس طرح ان پانچ صد علماء کرام نے فتاویٰ عالمگیریہ میں اس عقیدہ کو اختیار کرلیا ہے کہ قبر مبارک کی زیارت کے وقت ایسے عجز و خشوع و ادب سے کھڑا ہو۔ جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور آپ کی شکل مبارک کو دل میں تصور کرے کہ گویا آپ اپنی قبر میں نیند کی حالت میں آرام فرما ہیں۔ مجھے جاننے والے ہیں اور میری کلام کو سننے والے ہیں۔ (الاختیار شرح المختار میں یوں ہی لکھا ہوا ہے)

پھر جس شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کی تاکید کی ہو۔ اس کا سلام بھی عرض کرے پس یوں عرض کرے۔ یارسول اللہ ﷺ فلاں بن فلاں نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے۔ وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بناتا ہے۔ پس آپ اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے شفاعت کریں۔ (فتاویٰ عالمگیریہ ج ۱ ص ۲۸۲ طبع مصر)

ترجمہ عربی ترجمہ عربی عبارات کا راقم الحروف نے قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ پھر حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام کرے اور کہے کہ ہم تم دونوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دربار میں وسیلہ بناتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے شفاعت کریں اور ہمارے رب سے درخواست کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت وطریقہ پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے۔ (فتاویٰ عالمگیریہ ج ۱ ص ۲۶۶ اختتام کتاب)

اگر نیلوی صاحب کی یہ بات سچی ہوئی کہ ہمیں ان پر پورا پورا اعتماد ہے تو نیلوی صاحب اس عقیدہ کو اختیار کرتے جو فتاویٰ عالمگیریہ میں موجود ہے اور بدعت اور گمراہی اور بے دینی کا راستہ ہرگز اختیار نہ کرتے ؎

جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

نیلوی صاحب کے نزدیک فتاویٰ عالمگیریہ کے مرتبین کافر ہیں (معاذ اللہ)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ کیوں جناب قرآن کے یہ الفاظ یا احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ عنہم سے شفاعت کی درخواست کرنا جائز ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۲۰۶، ۲۲۷، ۲۳)

نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ نیز آپ نے صحابہ کرام پر بہتان باندھا کہ ساری عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر پھر وہی جاہلیت والی باتیں ان میں عود کر آئیں۔

کہ جیسے پہلے لات، عزیٰ، ہبل کو خدا کے ہاں سفارشی مانتے تھے۔ اب ان کی بجائے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ عنہم کو سفارشی ماننے لگ گئے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۲۲۷) گویا نیلوی صاحب کے ہاں شفاعت طلب کرنے والا کافر ہے۔ فلہٰذا ان پانچ صد علماء نے فتاویٰ عالمگیریہ میں یہ مسلک لکھ کر کفر وشرک کا ارتکاب کیا ہے۔ اس لئے وہ کافر ہیں۔ (معاذ اللہ) لیکن نیلوی صاحب کو بایں ہمہ ان پر پورا اعتماد بھی ہے۔ گویا نیلوی صاحب کو کفار پر پورا اعتماد ہے۔ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کو نیلوی صاحب پر پورا اعتماد ہے۔

تنہا تمہی سے طے نہ ہوئیں غم کی منزلیں وہ بھی قدم قدم پہ شریک سفر ہے

سوال نمبر ۲: (الکوکب الدری ص ۳۱۹) میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "واستدل المنکرون ومنهم عائشه وابن عباس ومنهم الامام بقوله تعالیٰ لا تسمع الموتیٰ" سماع موتیٰ کے منکرین نے جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی ہیں۔ قرآن مجید کی اس آیت: "انک لاتسمع الموتیٰ" (کہ تو مردوں کو نہیں سنا سکتا) سے عدم سماع موتیٰ پر استدلال کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا و حضرت ابن عباس کی طرح حضرت امام اعظم رحمہ اللہ بھی سماع موتیٰ کے منکر تھے۔

الجواب: الکوکب الدری حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی تصنیف نہیں ہے بلکہ ان کی تقریر ہے جس کو شاگرد نے کتابی شکل میں جمع کر دیا ہے۔ یہ تحریر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے فتوے کے خلاف ہے۔ چنانچہ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۲۷) میں ہے۔

سوال: جب سماع موتیٰ کے حضرت امام صاحب قائل نہیں ہیں۔ پھر فقہاء حنفیہ تلقین میت کو کیوں تحریر فرماتے ہیں۔

جواب: مسئلہ سماع موتیٰ میں حنفی باہم مختلف ہیں اور روایات سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ پس تلقین اسی مذہب پر مبنی ہے۔ کیونکہ اوّل زمانہ قرب دفن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں اور حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں اور روایات جو کچھ امام صاحب سے آئی ہیں، شاذ ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم!

قارئین کرام! یہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے اور مفتیٰ بہ قول ہی قابل عمل ہوتا ہے۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اس سوال کا جواب کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت عدم سماع موتی شاذ ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۴۱)

نیلوی صاحب نے اس کے جواب دینے کی مفتی عزیز الرحمن صاحب کی تحریر سے کوشش کی ہے جو کہ درست نہیں۔ کیونکہ مفتی عزیز الرحمن صاحب کا صریح حوالہ آگے آرہا ہے جس میں امام اعظم سے عدم سماع موتی کی روایت کی وہ وضاحت کرتے ہیں۔ الکوکب الدری کے حوالہ سے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ کو سماع موتی کے منکرین میں شمار کیا گیا ہے۔ یہ بھی بہت عجیب وغریب بات ہے۔ کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کسی قابل اعتماد عالم نے سماع موتی کے منکرین میں شمار نہیں کیا بلکہ ابن عباس سماع موتی کے قائل ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مسلک

''عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دفن المیت سمع خفق نعالھم اذا ولوا عنہ منصرفین رواہ الطبرانی فی الکبیر درجالہ ثقات'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میت کو دفن کر دیا جاتا ہے تو وہ پھر کر جانے والوں کے جوتوں کی کھسکھاہٹ سنتا ہے۔ اس حدیث کی سند کے تمام راوی معتبر ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۴)

دلیل نمبر ۲: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا، وہ جب بھی اسے سلام کہتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (بحوالہ سماع الموتی ص ۱۹۸)

اس حدیث کو محدث عبدالحق اور علامہ سید احمد طحطاوی حنفی اور قاضی شوکانی غیر مقلد نے صحیح قرار دیا ہے۔

ان دو صحیح حدیثوں کے راوی ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔

سوال نمبر ۳: نیلوی صاحب! حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو عدم سماع موتی کے قائلین میں سے شمار کرتے ہوئے درمنثور کا حوالہ دیتے ہیں۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۹۲، البیان الاوفی ص ۳۰)

الجواب: نیلوی صاحب نے تفسیر درمنثور کا نہ صفحہ کا ذکر کیا ہے نہ جلد کا ذکر کیا ہے۔

آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

ہاں نیلوی صاحب (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۱۰) میں لکھتے ہیں۔ یہ حدیث (یعنی قلیب بدر والی) قرآن شریف کی آیت: ''وما انت بمسمع من فی القبور'' کے نازل ہونے کے ساتھ منسوخ ہوگئی۔ یہ جواب علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے درمنثور میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ جواب نمبر ۷ آیت کریمہ سے حدیث منسوخ ہوگئی۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے درمنثور میں ابوسہل سدی بن سہل جنید نیشاپوری کی کتاب میں سے اس کی پانچویں حدیث کا حوالہ دے کر لکھا ہے جو عبدالقدوس کے طریق سے مروی ہے کہ ابو صالح ''انک لا تسمع الموتیٰ'' اور ''ما انت بمسمع من فی القبور'' کا شان نزول راس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے غزوہ میں مشرک مقتولوں کے کنویں پر آکھڑے ہوئے تھے، جس میں ان کی لاشوں کو پھینک دیا گیا تھا اور فرمانے لگے کیا تمہارے رب نے تمہارے ساتھ جو وعدہ فرمایا تھا۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۰۴)

نیلوی صاحب کے جھوٹ ودھوکے

نیلوی صاحب نے جو یہ کہا ہے کہ یہ جواب علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے درمنثور میں حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے۔ یہ دھوکہ ہے۔ کیونکہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ اس کتاب میں یوں ہے کہ وہ مخالف وموافق روایتوں کو جمع کر دیتے ہیں اور تبصرہ نہیں کرتے۔ فلہٰذا ایک جانب کی روایت کو لے کر یہ کہنا کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ہے۔ یہ بالکل جھوٹ ودھوکہ ہے۔

۲ ...... ابوسہل سدی بن سہل جنید نیشاپوری کا ترجمہ وحالات نقل نہیں کئے کہ وہ کون اور کیسا تھا۔

۳ ...... پھر مذکور نام بھی غلط نقل کیا ہے۔ السریٰ کو نیلوی صاحب نے سدی بنا دیا ہے اور الجند یسابوری کو نیلوی صاحب نے جنید نیشاپوری بنا دیا ہے۔ (ماشاء اللہ بہت خوب) اصل نام یوں تھا۔ ابوسہل السری ابن سہل الجند یسابوری دیکھئے۔ (تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۲۴۹ مطبوعہ ایران)

۴ ...... ابوسہل السری اور عبدالقدوس بن عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کے درمیان سند کے کئی راوی غائب ہیں۔ معلوم نہیں وہ کون اور کیسے تھے۔

۵ ...... پھر یہ روایت طبقہ سادسہ کی ہے۔ جب کہ نیلوی صاحب کا دعویٰ یہ تھا۔ طبقہ ثالثہ کی کتابوں کی اکثر احادیث فقہاء کے نزدیک معمول بہ نہیں۔ ہم اس قاعدہ سے سرمو اغماض واعراض نہیں کرتے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۶۸)

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ دیتے ہیں یہ دھوکہ بازی گر کھلا

۶ ...... عبدالقدوس عن ابی صالح کی سند کی نیلوی صاحب نے وضاحت نہیں فرمائی کہ عبدالقدوس کون ہے اور ابوصالح کون ہے۔ بظاہر عبدالقدوس سے مراد عبدالقدوس بن حبیب ہے جو کہ کذاب اور وضّاع (جھوٹی حدیثیں بنانے والا تھا) (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للالبانی ص ۱۳۰۶ المجلد الاوّل)

۷ ...... ابوصالح جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ وہ باذان مولیٰ ام ہانی ہے۔ نیلوی صاحب خود لکھتے کہ یہ راوی ضعیف ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۱۱۷)

۸ ...... (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۴۱۶، ۴۱۷) میں ابن حجر نے اس کا طویل ترجمہ نقل کیا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں: ''وقال ابن حبان یحدث عن ابن عباس ولم یسمع منہ'' ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ راوی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس نے سنا نہیں۔ یعنی اس کی روایت منقطع ہے۔

قارئین کرام! اندازہ کریں کہ ایک جھوٹی ومن گھڑت روایت کی بناء پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کو نیلوی صاحب عدم سماع موتیٰ کا قائل بنا رہے ہیں۔ ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم'' اور صحیح حدیثوں کی روایت کی بناء پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کو سماع الموتیٰ کا قائل نہیں مانتے۔ یہ ہے نیلوی صاحب کا انصاف جس کو مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی بھی انصاف کہتے ہیں۔ (تقریظ شفاء الصدور طبع اوّل ودوم)

حق بات جانتے ہیں مگر مانتے نہیں

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سماع موتیٰ کے قائل تھے

دلیل نمبر ۱: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ البتہ جانب ثانی میں بھی مسئلہ کلام میت سے عدم سماع کو امام (ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کا مذہب ٹھہرانا یہ بھی صحیح نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۳۵)

دلیل نمبر ۲: مفتی عزیز الرحمن صاحب فرماتے ہیں۔ سماع موتی میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے ہے۔ بہت سے ائمہ سماع موتی کے قائل ہیں اور حنفیہ کی کتب میں بعض مسائل ایسے مذکور ہیں جن سے عدم سماع معلوم ہوتا ہے۔ مگر امام صاحب سے کوئی تصریح نہیں کرتے۔ (فتاوی دار العلوم دیو بند ج ۵ ص ۴۶۱)

قارئین کرام! مفتی عزیز الرحمن کے اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ یمین کے مسئلہ میں جس کا دار و مدار عرف پر ہوتا ہے۔ وہاں سے حنفیہ کی کتب میں عدم سماع الموتی سمجھا جاتا ہے۔ مگر امام اعظم رحمہ اللہ سے صراحۃً کوئی روایت عدم سماع کی موجود نہیں۔ فلہٰذا مفتی عزیز الرحمن صاحب کی وہ عبارت جس میں آتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و حنفیہ سماع موتی کے قائل نہیں۔ اس کی حقیقت مفتی صاحب نے خود ہی واضح کر دی ہے۔ اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد اس مشہور قول کی کوئی پوزیشن باقی نہیں رہتی۔

زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

دلیل نمبر ۳: قبرستان میں جوتوں کے ساتھ چلنا امام اعظم رحمہ اللہ کے ہاں جائز ہے۔ نیلوی صاحب نے مراقی الفلاح کے حاشیہ کے حوالہ سے علامہ سید احمد طحطاوی رحمہ اللہ سے یوں نقل کیا ہے۔ ''ولا یکرہ المشی فی المقابر بالنعلین عندنا لقولہ علیہ السلام وانہ یسمع قرع نعالھم اذا انصرفوا'' یعنی قبرستان میں جوتوں کے ساتھ چلنا ہمارے مذہب حنفی میں مکروہ نہیں۔ جس کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب لوگ قبرستان سے واپس گھروں کو جاتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۲۲)

(امام طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۴۳) میں باب المشی بین القبور بالنعال کے تحت یہ دلیل بیان کرتے ہیں۔ ''انہ یسمع خفق نعالھم حین تولوا عنہ مدبرین'' (وہ مردہ واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز البتہ سنتا ہے) پھر (امام طحاوی رحمہ اللہ ج ۱ ص ۳۴۴) میں فرماتے ہیں۔ ''وھذا قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمہم اللہ'' (امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و صاحبین کا یہی قول ہے)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار نہیں متعدد بار مع گروہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنازوں کے دفن کرنے کے لئے جوتے پہن کر قبرستان تشریف لایا کرتے تھے جو قطعی طور پر متعدد طریق سے صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ پھر حضرت علامہ ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (شرح معانی الآثار ص ۲۹۵) باب المشی بین القبور بالنعال کے باب میں صاف اور صریح طور پر امام اعظم رحمہ اللہ و امام یوسف و امام محمد رحمہ اللہ کا مذہب لکھا ہے کہ ان کے نزدیک قبرستان میں جوتوں سمیت جانا بلا کراہت جائز ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۲۱، ۲۲)

امام الاحناف ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ''وقد ثبت فی الحدیث ان المیت لیسمع قرع نعالھم اذا ولوا عنہ مدبرین وھو دال علی جواز لبس النعال فی المقابر قال وقد ثبت حدیث انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی فی نعلیہ فاذا جاز دخول المسجد بالنعل فالمقبرۃ اولیٰ'' حدیث شریف میں یہ بات ثابت ہے کہ مردہ واپس جانے والوں کی جوتوں کا آواز یقیناً سنتا ہے تو یہ حدیث دلالت کرنے والی ہے۔ اس بات پر کہ قبرستان میں جوتوں کا پہن کر چلنا جائز ہے اور کہا کہ ثابت ہو چکا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتوں سمیت نماز پڑھی ہے۔ جب مسجد میں جوتوں کے ساتھ داخل ہونا جائز ہے۔ (جب کہ پاک ہوں) تو قبرستان میں بطریقہ اولیٰ داخل ہونا جائز ہوا۔ (مرقاۃ ج ۸ ص ۲۸۳ باب النعال)

سوال نمبر ۴: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ''لیسمع خفق نعاله'' اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہے اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا حقیقی معنی سمجھا۔ ورنہ جب قلیب بدر کی حدیث پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے گفتگو فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی آیت سے جواب دیا تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آیت پاک سن کر خاموش ہو گئے تھے اور ان میں سے کسی نے یہ حدیث خفق نعال والی پیش نہیں کی۔ اگر حقیقی معنی مراد ہوتے تو ضرور یہ حدیث مورد استدلال میں پیش ہوتی۔ نیز جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے استدلال میں اس حدیث کو پیش نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ اس حدیث کو سماع موتی کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر اور سلف صالحین کون ہیں۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۱۹۹)

الجواب: نیلوی صاحب جیسا سادہ انسان دنیا میں ہمیں اور کوئی نظر نہیں آتا۔ پہلے تو نیلوی صاحب نے حدیث کے الفاظ ہی غلط نقل کئے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ ''لیسمع خفق نعاله'' حالانکہ صحیح اس طرح ہیں۔ ''لیسمع خفق نعالهم'' دوسرے نیلوی صاحب نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے جواب کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خاموش ہونے کا ذکر کیا ہے۔ یہ نیلوی صاحب کی خالص کذب بیانی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موجود ہونے کا ذکر کسی حدیث میں بھی مذکور نہیں۔ باب الکذبات میں راقم الحروف نے اس کو تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ وہاں ملاحظہ کر لیں۔ تیسرے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی کا ذکر نہیں ملتا تو نیلوی صاحب کا نتائج نکالنا اور مرتب کرنا بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔ چوتھے اگر اس حدیث کے حقیقی معنی مراد نہ ہوں۔ یعنی جوتوں کی آواز بلکہ اس سے مراد سرعت ہو کہ اگر زندہ ہوتا تو جوتوں کی آواز سن ہی رہا ہوتا۔ تو فرشتے آ جاتے تو پھر اس حدیث سے احناف حضرات کا قبرستان میں جوتوں کے ساتھ جانے پر استدلال کرنا صحیح نہیں رہے گا اور استدلال کی بنیاد ہی ختم ہو جائے گی۔ امام اعظم رحمہ اللہ وصاحبین رحمہما اللہ کا مذہب کہ قبرستان میں جوتوں سمیت جانا جائز ہے۔ اس کی بنیاد ہی اسی صحیح وصریح حدیث پر ہے۔ جب کہ حقیقی معنی پر محمول ہو۔ نیلوی صاحب جیسے کسی سادہ آدمی نے ملا علی قاری کے زمانہ میں بھی بات کہی تھی کہ یہ حدیث حقیقی معنی پر محمول نہیں تو ملا علی قاری تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''وهو ضعيف اذ ثبت بالاحاديث ان الميت يعلم من يكفنه و من يصلى عليه و من يحمله و من يدفنه و قال ابن الملك اى صوت دقها دفيه دلالته على حياة الميت فى القبر لان الاحساس بدون الحياة ممتنع عادة''

ملا علی قاری نے بایں طریق تضعیف فرمائی ہے کہ احادیث سے ثابت ہے کہ میت اس کو بھی پہچانتا ہے جو اسے کفن دیتا ہے اور ان کو بھی جو اس پر نماز پڑھتے ہیں اور ان کو بھی جو اس کی چارپائی اٹھاتے ہیں اور ان کو بھی جو اس کو دفن کرتے ہیں۔ پھر شاید یہی مسئلہ سمجھانے کے لئے کہ دفن کر کے واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز میت قبر کے اندر سچ مچ سنتا ہے۔ اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسے بعض نے تاویل کی ہے۔ ابن ملک کا قول اپنی تائید میں پیش کیا ہے کہ ابن ملک قرع نعالہم سے مراد ای صوت دقہا (جوتوں کے دب دب کی آواز) بتا کر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قبر کے اندر میت کی حیات کی دلیل ہے۔ وہ دلیل اس طرح بنتی ہے کہ میت کو جو قبر کے اندر سے باہر جوتوں کی آواز کا احساس ہوتا ہے تو بغیر حیات کے احساس نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عادۃ اللہ اسی طرح جاری ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۱۹۵، ۱۹۶)

پس ثابت ہوا کہ امام اعظم اور امام ابو یوسف و امام محمد، امام طحاوی، ملا علی قاری، علامہ محدث ابن الملک حنفی، علامہ سید احمد طحطاوی حنفی وغیرہم (رحمہم اللہ) اس حدیث کے حقیقی معنی مراد لیتے ہیں اور سماع موتی کے قائل ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ بھی اس کے حقیقی معنی مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ باب قائم کرتے ہیں۔ ''باب المیت یسمع خفق النعال'' مردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ (بخاری ج۱ ص۱۷۸)

یہ حدیث انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ابن عباس سے بھی مروی ہے۔ جیسا کہ عنقریب اس کا حوالہ گزر چکا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (طحاوی مستدرک حاکم مسند احمد) اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (تہذیب الآثار للطبری) حضرت جابر سے بھی مروی ہے۔ (تہذیب الآثار للطبری) تو یہ حدیث خبر واحد سے نکل کر حدیث مشہور کے درجہ کو پہنچ گئی ہے اور حدیث مشہور کی بناء پر کتاب اللہ پر زیادتی کرنا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (شفاء الصدور مترجم طبع اوّل ص۱۱۹) پانچویں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سماع موتی کے انکار سے رجوع ثابت ہے۔ راقم الحروف صرف ایک صحیح روایت پیش کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عدم سماع موتی سے رجوع

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حدثنا هشیم قال اخبرنا مغیرة عن ابراهیم عن عائشة (الیٰ ان قال) قالوا یا رسول اللہ کیف تکلم قوماً جیفوا فقال ما انتم بافهم لقولی منهم او لهم افهم لقولی منکم''
(مسند احمد ج۶ ص۱۷۰)

قارئین کرام! اس صحیح سند سے حدیث کے آخری حصہ کا ترجمہ یوں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیسے کلام کرتے ہیں۔ ایسی قوم سے جو مردار ہو چکے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم ان سے زیادہ میری بات کو سمجھنے والے نہیں ہو یا وہ تم سے میری بات کو زیادہ سمجھنے والے ہیں۔

قارئین کرام! بات کو سمجھنا سماع پر موقوف ہے۔ جیسا کہ استاد طالب علم کو سبق کے درمیان کہتا ہے، کچھ بات سمجھ آئی۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قلیب بدر کی روایت خود بیان کر کے اپنی پہلی اجتہادی رائے سے رجوع کر چکی تھی۔ (وللہ الحمد) فلہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی سماع موتی کا مسئلہ اختلافی نہ رہا۔ بلکہ سماع موتی پر اتفاق ہو گیا تھا۔ جیسا کہ دلائل سے معلوم ہوا۔ (بفضل اللہ تعالیٰ)

تنبیہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی تمام روایات متصلہ و منقطعہ صحیح ہیں۔ جیسا کہ (نور الصباح ص۱۸۳) میں راقم الحروف نے تفصیل سے ذکر کر دیا ہے۔ ابراہیم عن عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے روایت فقہ حنفی میں مقبول ہے۔ چنانچہ ہدایہ باب الجنائز فصل فی الغسل میں ہے۔ بقول عائشہ علام تنصون میتکم!

دلیل نمبر ۴: امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نومن بعذاب القبر ونعمه لمن کان لذالک اهلاً وبسوال منکر ونکیر للمیت فی قبره عن ربه ودینه ونبیه علیٰ ماجاءت به الاخبار عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعن اصحابه اجمعین والقبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر......'' (عقیدة الطحاوی ص۶۰)

ہم ایمان لاتے ہیں۔ عذاب قبر اور اس میں نعمتوں کے پہنچائے جانے پر اس شخص کے لئے جو اس کا اہل ہو اور ہمارا ایمان ہے کہ قبر میں مردہ سے منکر و نکیر کا سوال ہوگا۔ اس کے رب و دین و نبی کے بارے میں جیسا کہ حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر آیا ہے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے اور قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

قارئین کرام! منکر ونکیر کا مردہ سے سوال کرنا اور مردہ کا جواب دینا اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ وہ سماع وحیات رکھتا ہو۔ علامہ سید احمد طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''طحاوی اعلم بمذهب ابی حنفية وصاحبيه'' امام طحاوی، امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے مذہب کو اچھی طرح جانتا ہے۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۴۲)

علامہ سید محمد انور شاہ صاحب فرماتے ہیں: ''رالبت شی فی هذا الباب عقيدة الطحاوی فانه كتب فی اوله انه يكتب فيه عقائد الامام ابی حنفية رحمہ اللہ وابی يوسف رحمہ اللہ'' عقائد کے باب میں امام طحاوی رحمہ اللہ کا رسالہ عقیدۃ الطحاوی بہت مضبوط چیز ہے۔ کیونکہ اس نے اس رسالہ کی ابتداء میں لکھا ہے کہ وہ اس میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے عقائد بیان کرے گا۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۶۰)

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب فرماتے ہیں۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس مختصر سے رسالہ میں وہ عقائد جمع کئے ہیں۔ جن پر حضرت امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد متفق ہیں۔ (جواہر التوحید ص ۲۶۳)

علامہ شامی کا فتویٰ وعقیدہ

''قال اهل السنة والجماعة عذاب القبر حق وسوال منكر ونكير وضغطة القبر حق لكن ان كان كافرا فعذابه يدوم الیٰ يوم القيامة ويرفع عنه يوم الجمعة وشهر رمضان فيعذب اللحم متصلاً بالروح والروح متصلاً بالجسم فيتالم الروح مع الجسد'' اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ عذاب قبر حق ہے اور منکر ونکیر کا سوال اور قبر کی تنگی حق ہے۔ لیکن اگر کافر ہے تو قیامت تک عذاب میں مبتلاء رہے گا۔ البتہ جمعہ کے دن اور رمضان کے ماہ میں اس سے عذاب ہٹا لیا جائے گا۔ گوشت کو عذاب ہوگا۔ روح کے تعلق سے اور روح کو عذاب ہوگا جسم کے اتصال سے پس روح وجسم دونوں درد محسوس کریں گے۔ (شامی اختتام باب الجمعہ ج ۱ ص ۶۱۰)

دلیل نمبر ۵: ''واعلم ان مسئلة كلام الميت وسماعه واحدة وانكرها حنفية العصر وفی رسالة غير مطبوعة لعلی القاری رحمہ اللہ ان احداً من المشائخ يذهب الیٰ انكارها وانما استنبطوها من مسئلة فی باب الايمان وهی حلف رجل ان لا يكلم فلاناً فكلمه بعد ما دفن لا يحنث قال القاری رحمہ اللہ ولا دليل فيها علیٰ ما قالوا فان مبنی الايمان علی العرف وهم لا يسمون كلاماً'' جان لے کلام میت اور سماع میت کا مسئلہ ایک ہے۔ آج کے زمانہ کے حنفیہ منکر ہوئے ہیں۔ حالانکہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کے ایک غیر مطبوعہ رسالہ میں ہے کہ ہمارے ائمہ کرام رحمہم اللہ میں سے کوئی بھی سماع موتیٰ کا منکر نہیں ہے۔ اس زمانہ کے منکرین نے ایمان (قسموں کا اٹھانا) کے مسئلہ سے استنباط کیا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ فلاں شخص سے کلام نہ کروں گا۔ پس اس شخص کے دفن ہونے کے بعد کلام کیا تو حانث نہ ہوگا۔ ملا علی قاری نے فرمایا کہ اس میں کوئی دلالت نہیں۔ عدم سماع موتیٰ پر جیسا کہ منکرین نے کہا ہے۔ کیونکہ قسموں کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے اور عرف والے اس کو کلام نہیں کہتے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۶۷)

دلیل نمبر ۶: ''واشتهر علی السنة الناس ان الموتیٰ ليس لهم سماع عند ابی حنيفة وصنف ملا علی القاری رسالة وذكر فيها ان المشهور ليس له اصل من الائمة اصلاً بل اخذ هذا من مسئلة باب الايمان انه حلف انه لا يتكلم مع فلان فمات الرجل فتكلم معه علی قبره ميتاً لا يحنث اقول وجه عدم الحنث ان مبنی الايمان علی العرف واهل العرف لا يعلمون ان الموتیٰ تسمع والمحقق ان اباحنيفة لا ينكر سمع الاموات

و ان خالف ابن الهمام وقال الموتیٰ لا تسمع و ان ذخيرة الحديث تدل علىٰ سمع الموتیٰ وقال الشيخ ان الموتیٰ لا تسمع ويستثنى منه سمع قرع النعال والسلام عليكم'' اور کچھ لوگوں کی زبان پر مشہور ہو گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں مردے نہیں سنتے اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ایک رسالہ لکھا ہے اور اس میں اس نے ذکر کیا ہے کہ اس مشہور قول کی ائمہ احناف سے کوئی اصل نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ باب الایمان سے لیا گیا ہے کہ ایک آدمی نے قسم اٹھائی کہ فلاں شخص سے بات نہ کروں گا اور وہ مر گیا تو قسم اٹھانے والے نے اس کی قبر پر جا کر کلام کیا تو حانث نہ ہوگا۔ میں (سید محمد انور شاہ) کہتا ہوں کہ حانث نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مدار قسموں پر ہے اور اہل عرف نہیں جانتے کہ مردے سنتے ہیں اور تحقیقی بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سماع موتی کے منکر نہیں ہیں۔ اگرچہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ مگر احادیث کا ذخیرہ سماع موتی پر دال ہے اور شیخ ابن ہمام نے کہا ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ لیکن مردہ دفن کیا ہوا واپس جانے والوں کے جوتوں کا آواز حقیقتاً سنتا ہے اور ''السلام علیکم یا اہل القبور'' یہ سلام بھی مردہ سنتا ہے۔ اس کو شیخ ابن ہمام نے تسلیم کیا ہے۔ (العرف الشذی ج ۱ ص ۲۰۲ مع الجامع الترمذی)

شیخ ابن الہمام کا عقیدہ

شیخ ابن الہمام کا عقیدہ یہ ہے کہ مردوں پر جب بھی سلام کیا جائے وہ سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما مرّ رسول الله ﷺ بمصعب بن عمير فوقف عليه وقال اشهد انكم احياء عندالله فزوروهم وسلموا عليهم فوالذى نفسى بيده لا يسلم عليهم احد الا ردوا عليه السلام الىٰ يوم القيامة'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت مصعب بن عمیر کے پاس سے گزرے۔ پس ان کے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا میں (محمد رسول اللہ) گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہو۔ پس مسلمانو! تم ان کی زیارت کیا کرو اور ان پر سلام کیا کرو۔ پس مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میں ''محمد رسول اللہ'' ﷺ کی جان ہے۔ ان پر کوئی سلام نہیں کرے گا۔ مگر یہ کہ وہ قیامت تک اس کے سلام کا جواب دیتے رہیں گے۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ ج ۳ ص ۹۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان اختتام کتاب الحج)

قارئین کرام! شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مقام استدلال میں پیش کیا ہے اور اس پر کسی قسم کا جرح نہیں فرمائی جس سے ثابت وواضح ہوتا ہے۔ یہ شیخ ابن ہمام کا عقیدہ ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات وسماع کا بھی قائل ہے اور عام مردوں کے دیکھنے اور پہچاننے کا بھی قائل ہے۔

فقہاء احناف کا فیصلہ

''وقالوا فى زيارة القبور مطلقاً الاولىٰ ان ياتى الزائر من قبل رجل المتوفى لا من قبل راسه فانه اتعب لبصر الميت بخلاف الاوّل لانه يكون مقابلا بصره لان بصره ناظر الىٰ جهته قدميه اذا كان على جنبه'' مشائخ احناف نے فرمایا ہے کہ عام قبروں کی زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ زائر مردہ کے پاؤں کی جانب سے آئے۔ سر کی جانب سے نہ آئے۔ کیونکہ یہ میت کی نظر کو زیادہ تھکان میں ڈالنے والا ہے۔ یہ پہلی صورت کے خلاف ہے۔ کیونکہ زائر پاؤں کی جانب ہونے کی وجہ سے مردہ کی نظر کے سامنے ہوتا ہے۔ کیونکہ مردہ کی نظر اس کے پاؤں کی طرف پڑتی ہے۔ جب مردہ کے پہلو میں زائر کھڑا ہوتا ہے۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۹۵)

زیارۃ قبر النبی ﷺ کے آداب

علامہ شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ حنفی لکھتے ہیں۔ "ثم یاتی القبر الشریف فیستقبل جدارہ ویستدبر القبلة علی نحو اربعة اذرع من الساریة التی عند راس القبر فی زاویته جدارہ وما عن ابی للیث انه یقف مستقبل القبلة مردود بما روی ابو حنیفة رضی اللہ عنہ فی مسندہ عن ابی عمر رضی اللہ عنہ قال من السنة ان تاتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلة وتجعل ظهرک الی القبلة وتستقبل القبر بوجهک ثم تقول السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته" پھر زائر قبر شریف کے پاس آئے۔ پس قبر کی دیوار کی طرف منہ کرے اور قبلہ کی طرف پشت کرے۔ چار گز دور کھڑا ہو۔ اس ستون سے جو قبر شریف کے سرہانے کی دیوار کی جانب واقع ہے اور جو ابو اللیث سے منقول ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو۔ یہ مردود ہے۔ اس سبب سے کہ امام اعظم رحمہ اللہ نے اپنے مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ قبلہ کی طرف پشت ہو اور قبر شریف کی طرف منہ کرے تو پھر تو کہے اسلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (فتح القدیر ج ۳ ص ۹۵)

نیلوی صاحب کا ایک غلیظ جھوٹ

نیلوی صاحب (ندائے حق طبع اول ص ۳۲۰) میں عنوان قائم کرتے ہیں۔ سلف صالحین سے صاحب تسکین کا اختلاف۔ پھر (ص ۳۲۱) میں لکھتے ہیں۔ مجتہدین میں سے سب نے مکروہ کہا۔ عند قبر النبی ﷺ السلام علیکم قبلہ رخ ہو کر کہے۔ (صاحب تسکین لکھتے ہیں) بلکہ حضور ﷺ کے معصوم چہرے کے بالمقابل قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے سلام کہے۔

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے جو یہ کہا ہے کہ سب مجتہدین قبر النبی ﷺ کے قریب قبلہ رخ ہو کر سلام کرنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ یہ زبردست غلیظ جھوٹ ہے۔ ابھی امام اعظم رحمہ اللہ کا حوالہ آپ نے پڑھا ہے کہ وہ اس طریقہ کو سنت کہتے ہیں۔ نیلوی صاحب نے ندائے حق طبع دوم میں اس کو کاٹ دیا ہے اور ذکر نہیں کیا۔ (حق کا بول بالا جھوٹ کا منہ کالا)

سوال نمبر ۵: مسند ابو حنیفہ کے بارے میں نیلوی صاحب کہتے ہیں کہ اس کا راوی حسن بن زیاد جو امام اعظم رحمہ اللہ کا شاگرد ہے۔ کذاب ہے۔ (شفاء الصدور طبع اول ص ۹۹)

الجواب: نیلوی صاحب کا حسن بن زیاد کو کذاب کہنا درست نہیں۔ بعض محدثین نے ان پر جرح تعصب کی بناء پر کی ہے۔ احناف کے ہاں مسند ابو حنیفہ معتبر کتاب ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن ہمام نے اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس کا حوالہ دیا ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ خود نیلوی صاحب نے اس حوالہ کو اس طرح ذکر کیا ہے اور مسند امام اعظم (ص ۱۲۶) میں ہے۔ "ابو حنیفه من نافع عن ابی عمر رضی اللہ عنہ قال من السنة ان تاتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلة وتجعل ظهرک الی القبلة وتستقبل القبر بوجهک ثم تقول السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته" یعنی طریقہ ہے کہ قبلہ کی طرف سے نبی ﷺ کی قبر اطہر کے پاس تو آئے اور اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف اور چہرہ قبر کی طرف کر کے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے۔ (ندائے حق ج اول ص ۵۴۹)

بالآخر نیلوی صاحب نے وہی بات کہہ دی جو صاحب تسکین الصدور نے کہی تھی۔ آنچہ کند دانا کند ناداں۔ لیکن بعد از خرابی بسیار۔

نیلوی صاحب نے (خیر الکلام ص ۱۰۷) میں مسند امام اعظم (ص ۴۶) کے حوالہ سے ایک حدیث بطور احتجاج کے ذکر فرمائی ہے۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب بھی مسند ابوحنیفہ سے بطور احتجاج کے حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ مثلاً دیکھئے (تحریرات حدیث ص ۲۵۰) اور (بلغۃ الحیران ص ۸۳) میں بھی مسند الامام اعظم کا ذکر کیا ہے اور (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر ۱۹۶۲ء ص ۲۹،۲۸) میں اس کو معتبر قرار دیا گیا ہے اور (تحریرات حدیث ص ۱۶) میں ہے۔ المسند الامام الاعظم!

لطیفہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ پھر صحابہ کا قبلہ رخ ہوکر سلام کرنا اور ائمہ مجتہدین کا قبلہ رخ سلام کہنے کا طریقہ صریح دلیل ہے۔ اس امر کی صحابہ رضی اللہ عنہم وائمہ مجتہدین میں سے یعنی خیر القرون میں سے کوئی بھی سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند قبرہ الشریف کا قائل نہیں۔ (ندائے حق طبع اوّل ص ۱۳۵) قبلہ رخ ہوکر سلام کرنا جب نیلوی صاحب کے نزدیک صریح دلیل عدم سماع کی ہے اور اب ثابت ہوگیا۔ مسند ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے قبلہ کی طرف پشت اور قبر شریف کی طرف منہ کرکے سلام کرنا چاہئے تو اب صریح دلیل ہوگئی کہ سماع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ وامام اعظم قائل تھے۔

ان کلمات سے سلام کرے

حافظ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ثم یقول فی موقفہ السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا خیر خلق اللہ السلام علیک یا خیرۃ اللہ من جمیع خلقہ السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا سید ولد آدم السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا رسول اللہ انی اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وانک عبدہ ورسولہ واشھد انک یا رسول اللہ قد بلغت الرسالۃ وادیت الامانۃ ونصحت الامۃ وکشفت الغمۃ فجزاک اللہ عنا خیراً جازاک اللہ عنا افضل ما جازیٰ نبیاً عن امتہ اللھم اعط سیدنا عبدک ورسولک محمداً الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ العالیۃ الرفیعۃ وابعثہ المقام المحمود الذی وعدتہ وانزلہ المنزل المقرب عندک انک سبحانک ذو الفضل العظیم"

حافظ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے کرے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت ان الفاظ کے ساتھ طلب کرے

حافظ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ثم یسال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشفاعۃ فیقول یا رسول اللہ انسالک الشفاعۃ یا رسول اللہ اسالک الشفاعۃ واتوسل بک الیٰ اللہ فی ان اموت مسلماً علی ملتک وسنتک" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کرے۔ پس کہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے شفاعت طلب کرتا ہوں۔ یا رسول اللہ! میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کے وسیلہ سے دعا مانگتا ہوں۔ میں آپ کی ملت وسنت پر مسلمان ہوکر مروں۔

جس نے سلام کی وصیت کی ہو اس کے سلام پہنچائے

حافظ ابن ہمام لکھتے ہیں۔ "ولیبلغ سلام من اوصاہ تبلیغ سلامہ فیقول السلام علیک یا رسول اللہ من فلان بن فلان لیسلم علیک یا رسول اللہ" اور چاہئے کہ سلام پہنچائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس شخص کا جس نے وصیت کی ہو سلام پہنچانے کی۔ پس یوں کہے یا رسول اللہ فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ پر

سلام ہو! یا فلاں بن فلاں یا رسول اللہ آپ پر سلام بھیج رہا ہے۔ (حافظ ابن ہمام کی مذکورہ بالا سب عبارات فتح القدیر ج ۳ ص ۹۵، اختتام ابواب الحج) میں موجود ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن ہمام رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر بھی سلام عرض کرے۔ تفصیل فتح القدیر میں ہے۔ عقیدہ مذکورہ بالا صرف حافظ ابن ہمام حنفی کا نہیں بلکہ تمام امت مسلمہ کا ہے اور پہلے فتاویٰ عالمگیریہ کے حوالہ سے یہ عقیدہ ذکر ہو چکا ہے۔

جمعیۃ اشاعۃ التوحید وسنۃ کا پہلا فتویٰ

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلے میں ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء میں پہلی قسط قارئین کی خدمت میں پیش ہو چکی ہے۔ اس میں ہم اپنا مسلک پورا واضح کر چکے ہیں اور صلوٰۃ وسلام عند القبر کے متعلق حضرت گنگوہی مرحوم اور شیخ ابن ہمام کے حوالہ سے فتویٰ بھی شائع کر چکے ہیں۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی دسمبر ۱۹۵۹ء ص ۹ زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں صاحب مدیر سید احمد حسین سجاد بخاری)

شیخ ابن ہمام مذہب حنفی سے خارج ہو گیا ہے

(شفاء الصدور ص ۶۸ مترجم) میں ہے۔ اگر کہا جائے کہ امام ابن الہمام کا قول فتح القدیر میں ایسا ہے جس میں سماع موتی سمجھ آتا ہے۔ صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے کہ محقق ابن ہمام صاحب ترجیح ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ ان کے قول کی اتباع تب تک ہے جب تک مذہب کے خلاف نہ ہو۔ خلاف مذہب ہونے کی صورت میں ان کا قول معتبر نہ ہوگا۔ نیلوی صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں۔ ''وفی ہذہ المسئلۃ قد خرج عن مذہبہ فلا یتابع علیہ'' اور اس سماع موتی کے مسئلہ میں ابن ہمام مذہب حنفی سے خارج ہو گیا ہے۔ پس اس کی وافقت نہیں کی جا سکتی۔

(شفاء الصدور مترجم طبع اوّل ص ۶۸)

قارئین کرام! نیلوی صاحب کے اس فتویٰ سے معلوم ہوا کہ جب جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ نے ابن ہمام کی موافقت کی تھی اور ان کا عقیدہ فتویٰ کی صورت میں شائع کیا تھا۔ (جیسا کہ ابھی ماہنامہ تعلیم القرآن کے حوالہ سے معلوم ہوا) اس وقت یہ جمعیۃ حنفی نہ تھی۔ مذہب حنفی سے خارج تھی۔ سبحان اللہ! محقق مدقق نیلوی صاحب جیسے ہونے چاہئیں۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا کار طفلاں تمام خواہد شد

عنایت اللہ شاہ پر کوئی وحی نازل ہوتی ہے

حضرت مولانا قاری شہاب الدین صاحب خلیفہ مجاز حضرت سلطان الاولیاء مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلوی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ نیلوی صاحب میرے استاد ہیں۔ جب ابتداء میں ضیاء العلوم سرگودھا میں نیلوی صاحب تشریف لائے تو فرماتے تھے کہ حیات انبیاء علیہم السلام اور سماع انبیاء علیہم السلام عند القبور کی احادیث کو عنایت اللہ شاہ کیوں ضعیف کہتا ہے۔ اس پر کوئی وحی نازل ہوتی ہے۔ حدیث کی کتابیں اور اسماء الرجال کی کتابیں ہمارے سامنے بھی موجود ہیں۔ مگر ہمیں تو یہ نظر نہیں آتا کہ اس سلسلہ کی ساری احادیث ضعیف ہیں۔ مولانا قاری شہاب الدین صاحب زید مجدہ کا کہنا ہے کہ جب ایک زمانہ آیا تو نیلوی صاحب بھی وہی چال چلنے لگے جو عنایت اللہ شاہ صاحب چلے ہوئے

تھے تو میں نے کہا استاد جی اب آپ پر وحی نازل ہوگئی ہے تو نیلوی صاحب ہنس کر خاموش ہو کر چل پڑے۔

قارئین کرام! معلوم ہوا کہ جس طرح نیلوی صاحب کے نزدیک امام ابن ہمام حنفی مذہب سے خارج ہو گئے ہیں تو گویا نیلوی صاحب بھی پہلے اپنے ذہن نارسا کے مطابق حنفیت سے خارج تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نیلوی صاحب حنفیت سے اب خارج ہو کر اہل بدعت، معتزلہ، کرامیہ، جہمیہ باطل فرقوں میں داخل ہو گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب کرے۔

دلیل نمبر ۷: ''وفی فتح القدیر عن ابی حنیفة ان الزائر یستقبل القبر ویستدبر القبلة ویتامن شیئاً لیراه المیت سهلا'' اور فتح القدیر میں ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زائر قبر کی طرف منہ کرے اور قبلہ کی طرف پشت کرے اور کچھ دائیں جانب ہو جائے تا کہ میت اس کو آسانی سے دیکھ سکے۔

(العرف الشذی مع الترمذی ج۱ ص ۲۰۲)

خلاصۃ الفتاویٰ

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ بعض فقہی کتابوں میں ہے کہ زیارت کرنے والا میت کے پاؤں کی طرف سے جائے۔ کیونکہ یہ صورت میت کے لئے آسان ہے۔ سرہانے کی طرف نہ جائے کیونکہ اس میں میت کو نگاہ پھیرنے میں اور سر کی طرف متوجہ ہونے میں دقت اور مشقت اور تکان ہوگی۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۸۰)

فتاویٰ شامی

علامہ شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وفی شرح اللباب للملا علی القاری ثم من آداب الزیارة ما قالوا من انه یاتی الزائر من قبل رجلی المتوفی لا من قبل راسه لانه اتعب البصر المیت بخلاف الاول لانه یکون مقابل بصره'' اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرح اللباب میں ہے کہ پھر آداب زیارت میں سے یہ طریقہ ہے جو مشائخ فقہاء احناف بیان کرتے ہیں کہ قبروں کی زیارت کرنے والا مردہ کے پاؤں کی جانب سے آئے۔ سر کی جانب سے نہ آئے۔ اس لئے کہ یہ میت کی نظر کو زیادہ مشقت میں ڈالنے والا ہے۔ بخلاف پہلی صورت کے یعنی جب پاؤں کی جانب سے آئے تو وہ تکان میں ڈالنے والا نہیں۔ کیونکہ وہ مردہ کی نظر کے سامنے ہوتا ہے۔

(شامی ج۱ ص ۶۶۵ مطلب فی زیارۃ القبور مطبوعہ کوئٹہ پاکستان)

جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کا ترجمان ماہنامہ تعلیم القرآن

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ جولائی ۱۹۶۹ء ص ۴۳) میں ہے: ''وشرح اللباب للملا علی القاری ثم من آداب الزیارة ما قالوا من انه یاتی الزائر من قبل رجل المتوفی لا من قبل راسه لانه اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانه یکون مقابل بصره'' ملا علی قاری الحنفی کی کتاب شرح اللباب میں ہے کہ علماء کرام نے جو آداب زیارت قبور کے بتلائے ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ زیارت کرنے والا میت کے پاؤں کی جانب سے آئے اور سر کی جانب سے نہ آئے۔ کیونکہ پاؤں کی جانب سے آنے میں میت کی آنکھوں اور نظر کے سامنے ہوگا۔ بخلاف سر کی جانب سے آنے کے۔ پس جہاں تک ممکن ہو ایسا ہی کرے۔ اسی طرح دیگر کتب فقہ میں ہے۔ فتویٰ مفتی عبدالرشید صاحب مفتی

اعظم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی نگران شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، مدیر سجاد بخاری

کل تک تو آشنا تھے مگر آج غیر ہو دو دن کا یہ مزاج ہے آگے کی خیر ہو

دلیل نمبر ۸: مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ سماع موتی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وبالجملة لم یدل دلیل قوی علی نفی سماع المیت وادراکه وفهمه وتالمه لا من الکتاب ولا من السنة بل السنن الصحیحة الصریحة دالة علی ثبوتها له والحق فی هذا المقام ان هذا کله من تقریرات المشائخ وتوجیهاتهم وتکلفاتهم ولا عبرة بها حین مخالفتها للاحادیث الصحیحة وآثار الصحابة الصریحة واما ائمتنا فهم بریئون عن انکار هذ الامور وانما حکموا فی الحلف بالضرب والکلام والدخول علیه ونحوها بعدم الحنث عند وجود هذه الاشیاء بالمیت لکون الایمان مبنیة علی العرف والعرف قاض علی ان هذه الامور یراد بها ارتباطها مادام الحیاة لابعد الموت فالکلام بالمیت وان کان کلاما حقیقة ویوجد فیه الاسماع والافهام لکن العرف یحکم بان المراد فی قوله لا اکلمک هو الکلام حالته حیاته وکذا الایلام وان کان یتحقق فی المیت لکن العرف قاض علی ان المراد فی قوله لا اضربک هو ضربه حیاً لاضربه میتا وبالجملة فالوجه فی تقید هذه الایمان هو حکم العرف لا ما ذکروه" (عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح الوقایہ باب الایمان ج ۲ ص ۲۲۳)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ میت کے سماع، ادراک، فہم اور درد اٹھانے کی نفی پر کوئی ایک قوی دلیل بھی دلالت نہیں کرتی۔ نہ کتاب اللہ سے نہ سنت رسول اللہ ﷺ سے بلکہ صحیح اور صریح حدیثیں ان امور کا میت کے لئے ثبوت فراہم کرتی ہیں اور اس مقام میں حق بات یہ ہے کہ نفی سماع کی جملہ تاویلات مشائخ کی اپنی تقریریں اور توجیہیں اور تکلفات ہیں۔ ان کا کوئی اعتبار نہیں جب کہ یہ تاویلات احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہیں۔ ہمارے ائمہ (امام اعظم وصاحبین) میت کے سماع، ادراک، فہم، الم کے انکار سے بری ہیں۔ علماء کرام۔ نے مارنے، کلام کرنے، داخل ہونے وغیرہ کی وجہ سے حانث نہ ہونے کا جو فیصلہ دیا ہے۔ جب کہ میت کے ساتھ ضرب وکلام کا وجود پایا جاتا ہے تو وجہ یہ ہے کہ قسموں کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے اور عرف کا فیصلہ یہ ہے کہ ان چیزوں کا تعلق حیات سے ہوتا ہے نہ موت کے بعد۔ پس کلام میت کے ساتھ اگر حقیقتاً کلام ہے اور اس کلام میں میت کو سنانا اور سمجھانا بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن عرف کا فیصلہ یہ ہے کہ زندہ کے ساتھ صرف کلام شمار ہوگی اور اسی طرح درد پہنچانا گرچہ یہ بھی مردہ میں حقیقتاً پایا جاتا ہے۔ لیکن عرف کا فیصلہ یہ ہے کہ ضرب زندہ کو ہوتی ہے نہ مردہ کو۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ قسموں کا دارومدار عرف پر ہے نہ مشائخ کے تکلفات پر۔

دلیل نمبر ۹: امام اعظم رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں: "وسوال منکر ونکیر حق کائن فی القبر واعادة الروح الی الجسد فی قبره حق وضغطة القبر وعذابه حق کائن للکفار کلهم وبعض عصاة المومنین حق جائز" (الفقہ الاکبر مع اردو ترجمہ، البیان الازہری ص ۴۳، ناشر ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)

سوال: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ فقہ اکبر کی نسبت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف غلط ہے۔ دراصل یہ کتاب ان کے شاگرد ابوالمطیع البلخی کی تصنیف ہے۔ (دیکھو امام ذہبی رحمہ اللہ کی العبر ج ۱ ص ۲۳۰، ندائے حق جز اول ص ۴۸۱)

الجواب: فقہ اکبر امام اعظم رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ مگر اس کے راوی امام اعظم رحمہ اللہ سے ان کے شاگرد ابومطیع البلخی ہیں۔ بہت سے محققین حضرات کی تحقیق یہی ہے۔

دلیل نمبر ۱: کاتب چلپی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''الفقه الاکبر فی الکلام للامام الاعظم ابی حنیفة نعمان بن ثابت المتوفی (۱۵۰ھ) خمسین ومائة روی عنه ابو مطیع البلخی واعتنی به جماعة من العلماء فشرحه غیر واحد من الفضلاء منهم'' فقہ اکبر علم کلام میں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کی ہے۔ ابو مطیع بلخی رحمہ اللہ نے آپ سے روایت کے طور پر ذکر کیا ہے۔ علماء احناف کی ایک جماعت نے اس کو قابل اعتماد گردانا ہے اور بہت سے فضلاء نے اس کی شروح لکھی ہیں۔ (پھر ان شروح کا تفصیل سے ذکر کیا ہے چلپی صاحب نے)
(کشف الظنون ج ۲ ص ۱۲۸۷)

دلیل نمبر ۲: ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''قال الامام الاعظم والهمام الافخم الاقدم قدوة الانام ابو حنیفة الکوفی رحمہ اللہ فی کتابه المسمی بالفقه الاکبر'' (شرح فقہ اکبر ص ۹)

دلیل نمبر ۳: علامہ شیخ المنتہی احمد بن محمد الحنفی (المتوفی فی حدود ۱۰۹۰ھ) فرماتے ہیں: ''الفقه الاکبر للامام الاعظم رضی اللہ عنہ'' (شرح الفقه الاکبر لابی المنتہی ص ۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دلیل نمبر ۴: حافظ ابن قیم بھی اس کو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ ''وکذالک النعمان قال وبعده۔ یعقوب والالفاظ للنعمان من لم یقر بعرشه سبحانه۔ فوق السماء وفوق کل مکان ویقر ان اللہ فوق العرش لا یخفی علیه هو احبس الاذهان فهو الذی لا شک فی تکفیره للہ درک من امام زمان۔ هذا الذی فی الفقه الاکبر عندهم وله شروع عدة لبیان'' (قصیدہ نونیہ ص ۶۸ تا ۹۶ ناشر سہیل اکیڈمی لاہور ۱۳۹۶ھ)

دلیل نمبر ۵: علامہ عبدالقادر القرشی الحنفی ابو المطیع البلخی کے متعلق فرماتے ہیں۔ ''راوی کتاب الفقه الاکبر عن ابی حنیفه'' (الجواہر المضیۃ ج ۲ ص ۲۶۵)

امام ابو مطیع نے کتاب فقہ اکبر حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے۔ (بحوالہ مقدمہ البیان الازہر ص ۱۷)

دلیل نمبر ۶: علامہ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی غیر مقلد تاریخ اہل حدیث ص ۶۶ میں لکھتے ہیں۔

حوالہ فقہ اکبر

اس کے بعد ہم خود امام صاحب ممدوح کے کلام فیض التیام سے ثابت کرتے ہیں کہ آپ ارجاء اور مرجئہ سے اور اعتزال اور اہل اعتزال سے بالکل بیزار اور بری ہیں۔ چنانچہ آپ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔ (پھر میر صاحب غیر مقلد نے فقہ اکبر کی طویل عبارت نقل کی ہے) میر صاحب (تاریخ اہل حدیث ص ۶۶ حاشیہ) میں لکھتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ منہاج السنہ میں فقہ اکبر کو حضرت امام صاحب کی کتاب قرار دیتے ہیں۔

پس مولانا شبلی مرحوم کے انکار کی بناء پر اسے معرض بحث میں لانے کی ضرورت نہیں۔ پھر میر صاحب (تاریخ اہل حدیث ص ۶۷) میں فقہ اکبر کی عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اس عبارت میں آپ نے خالص اہل سنت کے مسائل لکھے ہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اور صحابہ اور خیار تابعین ان پر کاربند تھے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ لکھتے وقت جزاء سزاء کے متعلق آیات واحادیث کا آپ کے سامنے رکھا تھا۔ سب امور کو ملحوظ رکھ کر نہایت احتیاط واعتدال کی باتیں لکھی ہیں۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

دلیل نمبر ۷: حضرت مولانا حکیم نجم الغنی رامپوری الحنفی المتوفی ۱۳۵۱ھ نے شرح فقہ اکبر لکھی ہے جس کا نام ہے تعلیم الایمان یہ اردو زبان میں ہے اور طویل شرح ہے۔ اس میں مولانا نجم الغنی نے فرمایا ہے کہ فقہ اکبر امام صاحب رحمہ اللہ کی ہے۔ البتہ معتزلہ فرقہ اس کا انکار کرتا ہے۔

دلیل نمبر ۸: مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ کے والد مولانا عبدالحلیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ولذا اسمی الامام الاعظم قدس سرہ کتابه فی الكلام الفقه الاکبر" (قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار ص ۵)

دلیل نمبر ۹: حضرت مولانا فقیر محمد صاحب جہلمی حنفی متوفی ۱۳۳۴ھ فرماتے ہیں۔ حکم بن عبداللہ بن سلمہ بن عبدالرحمن بلخی۔ امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے علامہ کبیر اور فہامہ بصیر تھے۔ ابو مطیع کنیت تھی۔ امام سے ان کی فقہ اکبر کے آپ ہی راوی ہیں۔ (حدائق الحنفیہ ص ۱۶۰)

دلیل نمبر ۱۰: حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں صاحب نے مولوی محمد عمر اچھروی بریلوی کو مناظرہ کے درمیان فرمایا۔ متفقہ تصنیف حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی فقہ اکبر ہے جس میں علم غیب مدعیوں پر فتویٰ کفر لگا رہے ہیں۔ فقہ اکبر کو کہاں رکھو گے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ اگست ۱۹۵۹ء ص ۳۴)

دلیل نمبر ۱۱: جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے رسالہ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ نومبر ۱۹۶۲ء ص ۲۸) میں ہے۔ فقہ اکبر صاحب کشف الظنون اس کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ رسالہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نعمان بن ثابت کوفی (متوفی ۱۵۰ھ) کا ہے۔ جو کلام وعقائد پر مشتمل ہے جس کو ابو مطیع بلخی نے روایت کیا ہے۔ علماء نے اس کی مختلف شرحیں لکھی ہیں۔ مثلاً محی الدین محمد بن بہاؤالدین المتوفی ۹۵۶ھ نے اس کی مفصل شرح لکھی ہے اور اس کا نام القول الفصل رکھا ہے۔ مولیٰ الیاس بن ابراہیم السینوبی (المتوفی ۸۹۱ھ) مولیٰ احمد بن محمد المغنیساوی حکیم اسحاق وغیرہم۔ ابوالبقاء الاحمدی نے ۹۱۸ھ میں اس کو منظم کیا اور اس کا نام عقد الجوہر نظم الفقہ الاکبر رکھا۔ اسی طرح ابراہیم بن حسام جو شریفی کے نام سے مشہور ہیں، نظم میں لکھا۔ ملا علی قاری نے بھی اس کی شرح لکھی اور اس کا نام منح الازہری رکھا جو عام طور پر زیادہ متداول ہے۔ اسی طرح شیخ اکمل الدین نے بھی شرح لکھی اور اس کا نام الارشاد رکھا۔ (کشف الظنون ص ۱۲۸۷) مضمون نگار مولانا ابوالبقاء صاحب ندوی (ماہنامہ تعلیم القرآن زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب مدیر سید احمد حسین سجاد بخاری فاضل دیوبندی ولکھنؤ)

وفاؤں کے ہزاروں دے چکے ہیں امتحان اب تک
مگر وہ ہیں کہ اس پر بھی ہیں ہم سے بدگمان اب تک

دلیل نمبر ۱۲: (اتمام حجت) نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ مجتہد اعظم امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ نے فقہ اکبر میں کہا ہے: "مات رسول اللہ ﷺ علی الایمان" اس عہد میں اعتزال کا زور تھا۔ (ندائے حق جز اول ص ۳۴۳)

نیلوی وہ شخص ہے جو اپنی بات کی خود تردید کرتا ہے۔

گل گئے گلشن گئے جنگل دھتورے رہ گئے
اڑ گئے دانا جہاں سے بے شعورے رہ گئے

قارئین کرام! ہم نے ان چند دلائل وحوالوں پر اکتفاء کیا ہے۔ ورنہ اس کے علاوہ اور بھی دلائل تھے۔ چنانچہ آپ الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ کو بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

معتزلہ کا انکار

استاذ محترم محدث اعظم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب لکھتے ہیں۔ امام کردری فرماتے ہیں کہ اگر تو یہ اعتراض کرے کہ امام صاحب کی تو کوئی تصنیف ہی نہیں۔ تو میں یہ کہوں گا کہ یہ اعتراض اور کلام معتزلہ کا ہے۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ امام صاحب کی علم کلام میں کوئی تصنیف نہیں اور ان کا مقصد یہ ہے کہ فقہ اکبر اور کتاب العالم والمتعلم امام صاحب کی نہیں۔ چونکہ امام صاحب نے فقہ اکبر میں اہل سنت والجماعۃ کے اکثر قواعد (صحیح عقائد ہونا چاہئے) نقل کئے ہیں اور معتزلہ کا یہ بے بنیاد دعویٰ ہے کہ امام صاحب معتزلی تھے۔ (معاذ اللہ) اور کتاب فقہ اکبر معتزلہ کے خیال میں ابو حنیفہ بخاری کی ہے۔ لیکن ان کا یہ نظریہ باطل صریح طور پر غلط ہے۔ کیونکہ میں نے علامہ شمس الملت والدین الکردری براتقینی العمادی کے ہاتھ مبارک سے لکھی ہوئی تحریر پڑھی ہے۔ انہوں نے تصریح کی ہے کہ یہ دونوں کتابیں امام صاحب کی ہیں۔ پھر آگے ارشاد فرمایا کہ تو اطاعلیٰ ذالک جماعۃ کثیرۃ من المشائخ انتھیٰ! (ذیل الجواہر ج ۲ ص ۴۶۱) اسی پر مشائخ کی ایک بہت بڑی جماعت متفق ہے۔ (البیان الازہر مقدمہ الفقہ الاکبر ص ۱۵، ۱۶)

نیز حضرت استاذ مکرم لکھتے ہیں۔ یہ معتزلہ کے مخترعات میں سے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ الفقہ الاکبر امام صاحب کی نہیں بلکہ ابو حنیفہ البخاری کی۔ (مفتاح السعادت ج ۲ ص ۲۹، تسکین الصدور طبع دوم ص ۱۵۴)

نیلوی صاحب کے انکار کرنے کی وجہ ظاہر ہو گئی ہے کہ چونکہ اس کے اکابر معتزلہ انکار کرتے ہیں۔ اس لئے نیلوی صاحب بھی انکار کرتے ہیں ؎

کند ہم جنس باہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز بباز

قارئین کرام! ان دلائل سے ثابت ہوا کہ امام اعظم، ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام حسین بن زیاد، امام ابو مطیع بلخی، حافظ ابن ہمام پانچ سو علماء کرام (رحمہم اللہ) جنہوں نے فتاویٰ عالمگیر یہ مرتب کیا ہے اور نیلوی صاحب کو ان پر پورا اعتماد ہے اور صاحب خلاصہ الفتاویٰ، علامہ شامی، امام ابن الملک، ملا علی قاری، امام طحاوی، سید احمد طحطاوی، حضرت گنگوہی، حضرت تھانوی، علامہ سید محمد انور شاہ صاحب، مولانا عبدالحیٔ لکھنوی وغیرہم سب حضرات سماع موتی کے قائل ہیں۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن الہادی ہوں یا ابن حجر، سیوطی، نووی، عیاض ہوں یا شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی ملا علی قاری (حنفی) وغیرہ رحمہم اللہ ہوں۔ سب سماع عند قبر النبی کے اس لئے قائل ہیں کہ وہ مطلقاً سماع موتی مانتے ہیں۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۸۵)

علامہ بحر العلوم حنفی سماع موتی کے قائل ہیں

نیلوی صاحب (شفاء الصدور مترجم ص ۴۳ حاشیہ) میں لکھتے ہیں۔ نیلوی صاحب اور اس کے معاون بندیالوی نے اس عبارت کا ترجمہ نہیں کیا۔ راقم الحروف اس کا ترجمہ عرض کرتا ہے۔ "وما فی ارکان اربعہ ص ۱۵۰، ۱۵۱ وما قیل فی ان التلقین لغو لان المیت لا یسمع فھذا باطل لانہ قد ورد فی الحدیث الصحیح ان المیت یسمع صوت النعال من الاحیاء ورسول اللہ ﷺ قد نادی الکفرۃ الملقین فی قلیب بدر وقال انھم یسمعون ولا یقدرون علی الجواب لما لحقھم من العذاب الشدید فمدفوع بالاصول واعتمد علی المحتمل وترل القطعی" اور مولانا بحر العلوم نے جو ارکان اربعہ ص ۱۵۰، ۱۵۱ میں لکھا ہے کہ یہ بات کہ

تلقین فضول ہے۔ کیونکہ میت نہیں سنتا۔ پس یہ باطل ہے اس لئے کہ یقیناً صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ میت جوتوں کی آواز سنتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے قلیب بدر میں پڑے ہوئے کفار کو پکارا اور فرمایا کہ وہ سنتے ہیں۔ یقیناً لیکن جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔ کیونکہ سخت عذاب میں مبتلاء ہیں۔ (نیلوی کہتا ہے) (مولانا بحرالعلوم کی یہ بات) دفع کی گئی ہے اصول کے ساتھ۔ مولانا بحرالعلوم نے احتمالی چیز پر اعتماد کیا ہے اور قطعی چیز کو چھوڑ دیا ہے۔

قارئین کرام! نیلوی صاحب کی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے اصول جانتا ہے اور قطعی پر عمل کرتا ہے۔ حالانکہ نیلوی صاحب جیسا بے اصول آدمی ہم نے دنیا میں نہیں دیکھا۔ خود کہتا ہے کہ سماع موتی نص قطعی سے ثابت ہے اور نص قطعی کا منکر کافر ہے اور پھر خود کہتا ہے کہ چونکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ آیات ظنیہ ہیں۔ اس لئے فتویٰ کفر سے یہ بات مانع ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۲۵۶) تو نیلوی صاحب نے اپنا اصول چھوڑ کر امام شافعی رحمہ اللہ کا پکڑ لیا۔ واہ نیلوی تیرے اصول۔

گر گئے ناداں سجدہ میں جب وقت قیام آیا

امام زاہد صغار حنفی کا مسلک

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ایک اعتراض اور اس کا جواب اور امام زاہد صغار نے جو تلخیص الادلہ میں لکھ دیا ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ تلقین کرنا اور دفن کے بعد تلقین نہ کرنا معتزلہ کا مسلک ہے۔ (نیلوی صاحب کہتے ہیں) یہ ان کا وہم ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۳۹)

قارئین کرام! یہ امام زاہد صغار حنفی بخارا کے رہنے والے ہیں۔ اپنے وقت کے امام گزرے ہیں اور فخر الدین قاضی خان حسن بن منصور کے استاذ تھے اور بڑے بڑے فضلاء نے آپ سے استفادہ کیا ہے۔ ۲۶ ربیع الاوّل ۵۳۴ھ کو بخارا میں فوت ہوئے۔ (حدائق حنفیہ ص ۲۴۲)

علامہ زمان امام الاحناف مخدوم محمد ہاشم سندھی المتوفی ۱۱۷۴ھ کا عقیدہ

علامہ محمد ہاشم سندھی رحمہ اللہ اپنی کتاب حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب میں نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے زیارت کے آداب صلوٰۃ وسلام کے کلمات ذکر کر کے (ص ۳۰۸) میں لکھتے ہیں۔ ''بعدازاں سوال شفاعت کند پس بگوید السالک الشفاعۃ یا رسول اللہ ﷺ سہ بار توسل بک الی اللہ ان اموت مسلماً علی ملتک وسبلیک'' صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے بعد شفاعت طلب کرے۔ پس کہے یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوں۔ تین بار یہ بات کہے اور کہے کہ میں آپ کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی طرف پیش کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہو کر مروں۔ آپ کی ملت اور آپ کے طریقہ پر۔ پھر علامہ صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے سلام نبی اکرم ﷺ پر سلام کہنے کا مطالبہ کیا ہو تو اس کے سلام بھی پہنچائے۔

ان کی اصل عبارت یوں ہے۔ مسئلہ اگر گفتہ باشد کسے اور اسلامے بسوئے حضرت پیغمبر خدا ﷺ پس بگوید السلام علیک یا رسول اللہ من فلان بن فلان یا بگوید فلاں بن فلاں یسلم علیک یا رسول اللہ یا بگوید یا رسول اللہ گفتہ است مرا فلاں بن فلاں سلام در جناب شریف تو۔

پھر علامہ صاحب لکھتے ہیں کہ شیخین رضی اللہ عنہم پر سلام پڑھے۔ آخر میں یوں کہے ''ونحن نتوسل بکما الی رسول اللہ ﷺ یشفع لنا الی ربنا وان یتقبل سعینا ویحینا علی ملته ویمیتنا علیها'' (ص ۳۱۰)

اے شیخین رضی اللہ عنہم ہم تمہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف وسیلہ بنا کر پیش کرتے ہیں تا کہ وہ ہمارے لئے ہمارے رب کی طرف سفارش کرے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہماری محنت قبول کرے اور ہمیں اس کی ملت پر زندہ رکھے اور مارے پھر علامہ سندھی لکھتے ہیں۔''ونیز بگوید السلام علیک یا رسول اللہ سمعت اللہ یقول ولو انهم اذا ظلموا انفسهم''

''وقد جئناک یا رسول ظالمین لانفسنا مستغفرین من ذنوبنا فاشفع لنا الی ربک ونساله ان یمیتنا علی سنتک وان یحشرنا فی زمرتک'' (حیات القلوب ص ۳۱۱)

باہتمام مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مشہور پریس کراچی میں ۱۳۹۱ھ کو طبع ہوئی۔

(ترجمہ) اور پھر کہے السلام علیک یا رسول میں نے اللہ پاک سے سنا ہے کہ وہ کہتا ہے۔ اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے پاس آجائیں اور ہم آپ کے پاس آگئے یا رسول اللہ اپنی جانوں پر ظالم بن کر گناہوں کی مغفرت چاہتے ہوئے۔ پس آپ ہمارے اپنے رب کی طرف شفاعت کریں اور سوال کریں کہ وہ ہمیں آپ کی سنت پر موت دے اور ہمیں آپ کی جماعت کے لوگوں کے ساتھ قیامت والے دن جمع کرے۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پر سلام پڑھے اور شفاعت طلب کرے

اور کہے ''السلام علیک یا بنت رسول اللہ السلام علیک یا بضعة رسول اللہ السلام علیک یا حبیبة حبیب اللہ جزاک اللہ تعالی عن الاسلام واهله خیر الجزاء ورضی عنک احسن الرضاء جئناک ذائرین مستشفعین بک الی رسول اللہ ﷺ فاشفعی لنا عنده یشفع لنا عند ربنا العظیم فیمیتنا علی ملته ویحشرنا فی زمرته ویجعلنا من امته'' (حیات القلوب ص ۳۱۴)

آخری دوسطروں کا خلاصہ یہ ہے۔ ہم تیرے پاس آئے ہیں۔ زیارت کرنے والے شفاعت چاہنے والے تیرے ذریعے سے طرف رسول اللہ ﷺ کے پس تو شفاعت کرے۔ ہمارے لئے رسول اللہ ﷺ کے ہاں کہ وہ شفاعت کریں ہمارے لئے ہمارے رب عظیم کے ہاں۔ پس وہ موت دے ہمیں رسول اللہ ﷺ کی ملت پر اور اس کی جماعت میں قیامت کے دن ہمارا حشر کرے اور کرے ہمیں اس کی امت میں سے۔

قارئین کرام! نیلوی صاحب حضرت نبی اکرم ﷺ اور حضرت شیخین رضی اللہ عنہم سے شفاعت طلب کرنے پر غصہ تھا اور شرک و کفر کے فتوے صادر کرتا تھا۔ اب تو نیلوی صاحب حضرت علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شفاعت طلب کرنے پر ضرور کفر کی مشین چلائے گا۔ نیلوی صاحب کو چاہئے کہ وہ واضح الفاظ میں حضرت سندھی و حضرت مفتی محمد شفیع پر کفر کا فتویٰ صادر کرے۔ مجمل الفاظ ذکر کر کے تقیہ بازی سے کام نہ چلائے۔

شیخ محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ استاذ صاحب مراقی الفلاح کا عقیدہ

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔

سوال: مراقی الفلاح میں ہے۔ ''اخبرنی شیخی محمد بن احمد الحموی الحنفی بانهم يتاذون بخفق النعال'' یعنی مردے جوتوں کی آواز سے اذیت محسوس کرتے ہیں۔

جواب: غلط ہے جواب اس قول کا۔ مطلب یہ ہوا کہ قبرستان میں جوتا پہن کر جانا منع ہے۔ حالانکہ یہ بات نبی اکرم ﷺ کے معمول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وصاحبین اور مذہب حنفیہ اور صحیح احادیث اور روئے زمین کے تمام مسلمانوں کے خلاف ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۸۶)

جواب: نیلوی صاحب وہ احادیث بیان کریں یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی روایت بیان کریں جن میں جوتا پہن کر قبروں کے درمیان چلنا پھرنا مذکور ہو۔ اگر آپ صرف ''یسمع قرع نعالھم'' (وہ مردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے) والی حدیث پیش کریں تو آپ یہ پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آپ اس کو حقیقت پر محمول نہیں کرتے۔ فلہذا صاحب مراقی الفلاح کے استاذ علامہ حموی حنفی رحمہ اللہ کی تردید آپ کس طرح کر سکتے ہیں۔ علامہ حموی حنفی رحمہ اللہ کا مطلب آپ سمجھے ہی نہیں۔ علامہ صاحب کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جوتوں کی آواز جب شدید ہو تو میت کو اذیت ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا خیال کرنا چاہئے۔ نیلوی صاحب تم بھی ذرا خیال کرو۔

نامہ ہے دلبروں کا ذرا بچ کے کھولنا آتش بھری ہے اس میں کہیں ہاتھ جل نہ جائیں

نیلوی صاحب کا زبردست جھوٹ

نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ اس قول کا مطلب یہ ہوا کہ قبرستان میں جوتا پہن کر جانا منع ہے۔ یہ روئے زمین کے تمام مسلمانوں کے خلاف ہے۔ یہ نیلوی صاحب کا زبردست جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ بعض ائمہ جوتا پہن کر قبرستان میں جانے کو منع کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ سید احمد طحطاوی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ ''ولا يكره المشي في المقابر بالنعلين عندنا وكرهه احمد ولنا قوله ﷺ وانه ليسمع خفق نعالهم اذا انصرفوا'' (طحطاوی ص ۳۴۰)

احناف حضرات کے ہاں قبرستان میں جوتوں کے ساتھ چلنا مکروہ نہیں ہے اور امام احمد اس کو مکروہ کہتے ہیں۔ ہماری دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ مردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ جب لوگ واپس گھروں کو جاتے ہیں۔ قاضی شوکانی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ''لا یجوز المشی بین القبور بالنعلین'' (نیل الاوطار بحوالہ تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۵۵)

قبرستان میں جوتوں کے ساتھ چلنا جائز نہیں۔ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ایک قوم کے نزدیک جوتوں کے ساتھ قبرستان میں چلنا مکروہ ہے۔ (طحاوی) نیلوی صاحب بتایئے امام احمد اور اس کے مقلدین وغیرہ اور قاضی شوکانی وغیرہ روئے زمین پر رہتے ہیں یا نہ، کیا یہ مسلمان نہیں۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

ابن حزم کا مسلک

''وقال ابن حزم يجوز وطا القبور بالنعال التي ليست سبتية الحديث ان الميت ليسمع خفق نعالهم وخص المنع بالسبتية وجعل هذا جمعاً بين الحديثين وهو وهم لان سماع الميت لخفق النعال لا يستلزم ان يكون المشي على قبر او بين القبور فلا معارضة انتهى كلام الشوكاني'' (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۵۵)

(شوکانی کہتے ہیں) اور ابن حزم نے کہا کہ قبروں کو جوتوں کے ساتھ روندنا ان جوتوں کے ساتھ جائز ہے جو سبتی نہ ہوں۔ اس وجہ سے کہ حدیث پاک میں ہے کہ مردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے اور جوتوں کے ساتھ چلنا منع

صرف سبتی سے ہے۔ ابن حزم نے دو حدیثوں کے درمیان مطابقت پیدا کی ہے اور یہ ان کی غلطی ہے۔ کیونکہ مردہ کے سماع سے یہ لازم نہیں آتا کہ قبر پر چلنا یا درمیان قبروں کے چلنا ضروری ہوسکتا ہے کہ قبروں کے قریب سے جوتوں کے ساتھ چل رہا ہو اور مردہ سن رہا ہو۔

قارئین کرام! ابن حزم کا ذکر تو درمیان میں ویسے ہی آ گیا ہے۔ ورنہ اصل مقصود تو احناف کا عقیدہ لکھنا ہے۔ تاکہ یہ باطل نظریہ کہ احناف سماع موتی کے قائل نہیں ہیں، ختم ہو جائے۔

نوٹ: سبتیہ اس جوتے کو کہتے ہیں۔ جو گائے کے رنگے ہوئے چمڑے سے بنایا جائے۔

(انجاح الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ ص ۱۱۲)

اس قسم کے چمڑے سے جوتا پہن کر قبروں کے درمیان چلنے والے کو رسول اللہ ﷺ نے یا تو اس لئے منع کیا کہ وہ قبروں پر چل رہا تھا یا اس کے جوتے میں گندگی لگی ہوئی تھی یا جواز مع کراہت تنزیہ ہے۔ واللہ اعلم!

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمہ اللہ کا عدم سماع موتی سے رجوع

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب پہلے عدم سماع کے قائل تھے۔ چنانچہ (ستہ ضروریہ ص ۳۶) میں لکھتے ہیں۔ آج کل کے اہل بدعت (بریلویہ) بھی (باوجود ادعائے حنفیت) چونکہ سماع موتی کے قائل ہیں۔ اس لئے انہوں نے بھی ایک شاخسانہ نکالا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور مشائخ حنفیہ بھی سماع کے قائل ہیں۔ یہ ان کی صریح جہالت ہے یا منہ زوری۔ ورنہ کتب حنفیہ اس کی تصریح سے پر ہیں۔ (بحوالہ ندائے حق طبع اول ص ۱۵۷)

نیلوی صاحب نے مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا یہ حوالہ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۷۱) میں بھی دیا ہے۔

عدم سماع موتی سے رجوع کی دلیل

حضرت استاذ مکرم محدث اعظم مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر لکھتے ہیں۔ لیکن تینتیس سال تک سماع موتی کا انکار کرنے کے بعد حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کی تحقیق پر بنیاد رکھ کر اس سے رجوع کر لیا ہے اور اب سماع موتی کے مقر ہو گئے ہیں۔ (الفرقان لکھنؤ ماہ جمادی الاول ۱۳۸۶ھ حاشیہ ص ۳۲، سماع موتی ص ۱۹۱)

نیلوی صاحب کا ایک زبردست جھوٹ

نیلوی صاحب اپنے مجذوبانہ انداز میں ہمارے استاذ مکرم پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور اب تو خود حضرت نعمانی کی طرف رجوع کی نسبت فرما دی۔ مگر جس رسالہ یا کتاب میں انہوں نے رجوع فرمایا ہے اس کا حوالہ بھی نہیں دیا۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۷۲)

قارئین کرام! اندازہ کریں کہ نیلوی صاحب کو جھوٹ بولنے میں کتنی لذت محسوس ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں۔ مگر جس رسالہ یا کتاب میں انہوں نے رجوع فرمایا ہے۔ اس کا حوالہ بھی نہیں دیا۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)

قارئین کرام! آپ نے سماع موتی کے حوالہ سے پڑھ لیا ہے کہ حضرت استاذ مکرم نے ماہنامہ الفرقان لکھنؤ کا حوالہ دیا ہے۔ مگر نیلوی صاحب کچھ ایسے لاعلاج مریض بن چکے ہیں، جن کے حق میں بس یہی کہا جا سکتا۔

بے حیا باش وہرچہ خواہی کن

سرپرست اوّل جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کا عقیدہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی خلیفہ اعظم حضرت مولانا حسین علی صاحب لکھتے ہیں: ''ثم اختلف في ان عذاب القبر للروح فقط او للجسد مع الروح الثاني قول الجمهور وهو المشهور المختار ويويده الاحاديث كقوله علیہ السلام فيقعدانه وقوله علیہ السلام يضرب بين اذنيه وقوله علیہ السلام فافرشوه من الجنة والبسوه من الجنة فان كل ذالك من صفات الاجساد فعلم ان التعذيب يكون للجسد مع الروح''

(مولانا نصیر الدین حاشیہ مشکوۃ ص ۲۵ باہتمام مولانا فخر الدین ومولانا محمد ابراہیم صاحبزادگان نصیر الدین ساکن غورغشتوی)

(ترجمہ) پھر اختلاف کیا گیا ہے کہ عذاب قبر صرف روح کو ہوتا ہے یا جسد مع الروح کو ہوتا ہے۔ دوسرا قول (جسد مع الروح) مشہور وپسندیدہ ہے اور جمہور کا مذہب ہے اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً فرشتے مردہ کو اٹھا بٹھاتے ہیں۔ مردہ کے کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے۔ اس مردہ کے لئے جنت کا بچھونا بچھاؤ اور جنت کا لباس پہناوے۔ یہ ساری صفات جسم کی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ عذاب قبر جسد مع الروح ہوتا ہے۔

۲...... حضرت شیخ الحدیث صاحب سیوطی کی شرح الصدور ومرقاۃ سے نقل کرتے ہیں۔ ''ان سائر الاموات ايضاً يسمعون السلام والكلام'' تمام مردے سلام وکلام سنتے ہیں۔ (حاشیہ مشکوۃ از مولانا نصیر الدین غورغشتوی ص ۱۳۳)

۳...... صلوۃ وسلام انبیاء علیہم السلام کے روح مع الجسد پر پیش کیا جاتا ہے اور الانبياء احياء في قبورهم يصلون (انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں) یہ حدیث صحیح ہے۔

(دیکھئے حاشیہ مشکوۃ از مولانا نصیر الدین غورغشتوی ج ۱ ص ۱۳۲)

۴...... ''من صلى علي عند قبري سمعته'' (الحدیث) کے بین السطور لکھتے ہیں۔ ''اي سمعا حقيقتاً بلاواسطه'' (مشکوۃ ص ۹۳) حقیقی سماع سے بغیر کسی واسطہ کے نبی اکرم ﷺ سنتے ہیں۔

۵...... میں نصیر الدین غورغشتوی اور مولانا غلام اللہ خاں صاحب عقائد میں متفق ہیں۔ میں بھی نبی علیہ السلام کے وفات کے بعد برزخی حیات کے قائل ہوں۔ وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں۔ میں بھی یہ کہتا ہوں کہ روضہ پاک کے قرب میں جب درود جہراً پڑھا جائے تو نبی سنتے ہیں، جواب دیتے ہیں اور جناب مولانا غلام اللہ خاں صاحب نے بھی اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن میں یہ لکھا ہے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۶۰ ص ۲۵)

قارئین کرام! یہ باب بہت طویل ہو گیا ہے۔ اس لئے اس کو بند کیا جاتا ہے۔ اس باب میں دلائل کے ساتھ امام اعظم وصاحبین اور محققین حنفیہ سے سماع موتی کے عقیدہ کا اثبات کیا گیا ہے۔ اس لئے وہ حضرات غور کریں جو کہہ دیتے ہیں۔ احناف کے ہاں سماع موتی ثابت نہیں۔

خبر کرو میرے خرمن کے خوشہ چینوں کو لگادیئے ہیں میں نے مضامین نو کے انبار

باب الفتاویٰ

علماء اہل سنت وجماعت علماء دیوبند کے فتوے بدعتی گروہ پر

۱...... یہ عقیدہ رکھنا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک علیین میں ہے۔ آپ کا قبر مبارک اور جسد مبارک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کی قبر پر درود وسلام پڑھا جائے تو پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے۔ لیکن آپ

سنتے نہیں کیا ایسا عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں اور غلط ہونے کی صورت میں بدعت سیئہ ہے یا نہیں اور ایسے عقیدے والے کی امامت کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا!

الجواب: آنحضرت ﷺ اپنے مزار پاک میں بجسدہ موجود اور حیات ہیں۔ آپ کے مزار پر پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے۔ آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ ہمارے کان نہیں کہ ہم سنیں۔ آپ اپنے مزار میں حیات ہیں۔ مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے۔ وہ بدعتی ہے خراب عقیدہ والا ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء الحدیث وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی من بعید اعلمتہ رواہ ابو الشیخ وسندہ جید'' (القول البدیع ص ۱۱۶)

''عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون رواہ ابن عدی والبیھقی وغیرھما'' (شفاء السقام ص ۱۳۴)

دو تین حدیثیں نقل کر دی ہیں۔ اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی اور خارج اہل سنت والجماعت ہے۔ غرض پڑھنے والوں کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں اور اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب! کتبہ السید مہدی حسن مفتی دار العلوم دیوبند ۱۳ رجمادی الاول ۱۳۷۶ھ

الجواب صحیح جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور، ۲۱ رشوال ۱۳۷۶ھ، اجاب المجیب واجاد محمد ضیاء الحق کان اللہ لہ، مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور، الجواب صواب محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ، الجواب صحیح ابو الزاہد محمد سرفراز خاں صفدر (بحوالہ تسکین الصدور طبع دوم ص ۴۱، ۴۲)

نیلوی صاحب کا اعتراض

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ یاد رہے کہ مفتی مہدی حسن نے بجسدہ زندہ فرمایا۔ بجسدہ وروحہ نہیں فرمایا۔ آخر اس میں کیا نکتہ ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۴۶)

الجواب: جناب نیلوی صاحب چونکہ سائل آپ کی طرح حیات جسمانی کا منکر تھا، اس لئے اس کی گندگی اور بدعقیدگی کو دماغ سے نکالنے کے لئے حضرت مفتی صاحب نے ایسا فرمایا ہے۔ نیز نیلوی صاحب اس فتویٰ کو پڑھ کر آپ کے ہوش وحواس باختہ ہوگئے ہیں۔ ورنہ اس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔ آپ اپنے مزار میں حیات ہیں۔ مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے۔

اگر تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے
سمجھ میں تیرے نکتہ توحید آ تو سکتا ہے

(۲) فتویٰ حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً مسلماً۔ امابعد!

حضرات انبیاء علیہم السلام پر موت کا طاری ہونا قطعی ہے۔ کسی کا اس میں اختلاف نہیں۔ ''انک میت وانھم

میتون'' اور قول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ''فانہ قد مات'' اس کے شاہد عدل ہیں۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت سے حیات زائل ہو جاتی ہے یا صرف مستور ہو جاتی ہے۔ یعنی موت بمعنی رافع الحیاۃ ہے یا بمعنی ساتر الحیاۃ ہے۔ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''آب حیات'' میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپ کی موت سے صرف حیات مستور ہوئی ہے، زائل نہیں ہوئی۔ آپ کی موت کو عامۃ المومنین کی موت سے ممتاز قرار دے کر وضاحت سے لکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے۔ اس میں انقطاع یا تبدل، تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا۔

لیکن اکثر محققین کے اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر موت بمعنی رفع الحیاۃ طاری ہوئی۔ بہرحال حقیقت موت جو بھی ہو، علی اختلاف القولین، یہ امر مسلم ہے کہ آپ پر موت طاری ہوئی۔ لیکن ساتھ ساتھ یہ امر بھی علماء اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مسلم اور مجمع علیہ ہے کہ بحالت موجود یعنی عالم برزخ میں آپ جسمانی حیات سے زندہ ہیں۔ آپ کی روح مبارک کا تعلق آپ کے جسد عنصری کے ساتھ ایسا قائم کر دیا گیا ہے کہ اسی دنیاوی جسد اطہر کے ساتھ (جسے اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے) تمام افعال و حرکات مثل سمع و بصر بطش و مشی و کلام وغیرہا پر قادر ہیں۔ یہ عقیدہ کہ آپ کا جسد اطہر ساکن وصامت قبر مبارک میں صحیح سلامت موجود ہے اور اس سے افعال و حرکات کا صدور نہیں ہوتا۔ عقیدہ فاسدہ ہے اور تمام علماء اہل السنۃ والجماعت کے عقیدہ اور علماء دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے۔ حضرت العلامۃ العارف باللہ مولانا محمد عبداللہ صاحب (بہلوی) مدظلہ العالی نے یہ رسالہ لکھ کر اہل حق کے اقوال کو اس ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا ہے کہ منصفین، طالبین حق کے لئے کافی ووافی ہے۔ میں نے رسالہ کو مطالعہ کیا۔ مجھے اس رسالہ کے مندرجات سے اتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطاء فرمائے اور رسالہ ہذا کو قبول فرما کر عامۃ الناس کے لئے ذریعہ ہدایت اور حضرت موصوف کے لئے ذریعہ ترقی درجات گردانے۔ (الاحقر الافقر ابوالفضل محمود عفا اللہ عنہ خادم الافتاء والتدریس بقاسم العلوم ملتان ۱۲ر جمادی الثانی ۷۷ ۱۳ھ)

(منقول از رسالہ القول الجلی فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤلفہ شیخی و مرشدی و مولائی و سیدی حضرت العلامۃ امام الاولیاء فی زمانہ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

(۳) فتویٰ جامعہ اشرفیہ

مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنے مدرسہ عربیہ اسلامیہ اعزاز العلوم ڈھڈیانوالہ، ڈاکخانہ ایضاً تحصیل بھکر ضلع میانوالی کے پیڈ پر ۲ر فروری ۱۹۸۱ء کو تین سوالات لکھ کر جامعہ اشرفیہ کے مفتی سے اس کی وضاحت طلب کی۔ جس کو بعینہ ان ہی کے الفاظ سے نقل کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! ایں جا خیر عافیت آں جا باشد معروض آنکہ کیا فرماتے ہیں۔ علماء دین مندرجہ ذیل سوالات کے بارے میں۔

مسئلہ نمبر ۱: ایک شخص ہے جو ہر اس آدمی کو کافر کہتا ہے جس کا یہ عقیدہ ہو کہ نبی علیہ السلام عند القبر صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ اس کے پیچھے نماز کیسی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲: ایک شخص مشرک کی نماز جنازہ پڑھانے سے اجتناب نہیں کرتا۔ اس کے پیچھے نماز کیسی ہے۔

مسئلہ نمبر ۳: ایک شخص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہے اور برا جانتا ہے۔ اس کے پیچھے نماز کیسی ہے۔

(نوٹ) ان تمام سوالات کا جواب مفصل طور پر تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں اور صاف لکھیں کہ نماز حرام ہے یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہے۔ فقط والسلام العبد لاشیٔ حافظ محمد یوسف بقلم خود عفاء اللہ عنہ!

الجواب واللہ الموفق للصواب

سماع انبیاء علیہم السلام احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے اور تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ اگر ان متواتر احادیث کا انکار کرے تو کافر ہے۔ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں حرام ہے اور اگر ان میں کوئی ایسی تاویل کرتا ہے جو لغۃً صحیح اور شرعاً غیر صحیح ہے تو فاسق ہے۔ اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اور وہ لوگ جن کو اچھا اور صحیح عقیدہ کا امام مل سکتا ہو وہ بھی اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو ان کی نماز بھی مکروہ تحریمی ہے اور جن کو یہ دونوں صورتیں حاصل نہ ہوں تو ان کی نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۲ ص ۷ ۴۴) میں ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ''من صل علی عند قبری سمعتہ'' حدیث: ''ای سمعاً حقیقتاً بلاواسطۃ'' نیز علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں۔ ''واعلم ان اھل الحق اتفقوا علیٰ ان اللہ تعالیٰ یخلق فی المیت نوع حیاۃ فی القبر قدر مایتالم ویتلذذ''

(شرح فقہ اکبر ص ۸۰ حاشیہ، مواقف ج ۸ ص ۳۱۷)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔ انکار شعور وادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن اوشبہ نیست۔

(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۹۳) (فاقول) حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علماً قطعیاً لما قام عندنا من الادلۃ فی ذالک وتوارث بہ الاخبار'' (حاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۴۷، عالمگیری ج ۱ ص ۲۶۵، مراقی الفلاح ص ۴۴۷)

۲...... جب تک کسی کا شرک قطعی دلائل سے ثابت نہ ہو اس کو مشرک کہنا درست نہیں اور اگر اس کا شرک قطعی دلائل سے ثابت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھانا معصیت وگناہ ہے۔ جب تک توبہ نہ کرے اور ٹھیک نہ ہو جائے اس کو بھی امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

۳...... اسی طرح جو شخص سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہے وہ بھی فاسق ہے۔ اس کو بھی امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ ''ومن سب اصحابا فسق'' (فتاویٰ عزیزی ج ۲ ص ۹۵) فقط واللہ اعلم بالصواب!

کتبہ شیر محمد علوی خادم دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور، ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح: جمیل احمد تھانوی

(نوٹ) راقم الحروف نے اس فتویٰ کی فوٹو کاپی ۱۶ جمادی الثانی ۱۴۰۷ھ کو حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی دامت برکاتہم کی خدمت میں بھیج کر مطالبہ کیا کہ آپ اس فتویٰ کی تصدیق فرما دیں۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی نے اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی۔ آپ کے الفاظ یوں ہیں.....تصدیق تو پہلے سے لکھی ہوئی ہے۔

مگر اس پر دوبارہ مہر لگی ہوئی نہ تھی۔ بندہ بروز جمعرات یکم اکتوبر ۱۹۸۷ء مطابق ۷ صفر ۱۴۰۸ھ کو لاہور پہنچا اور جامعہ اشرفیہ میں مولانا شیر محمد صاحب علوی مدظلہ العالی سے ملاقات کر کے عرض کیا کہ اس پر مہر لگا دی جائے تو بہتر ہوگا۔ مولانا نے شفقت فرماتے ہوئے یہ فتویٰ مہتمم صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ مہتمم نے بھی تصدیق بایں الفاظ فرمائی۔ (الجواب صحیح محمد عبید اللہ) اور مہر دوبارہ واضح کر کے لگا دی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء!

اس فتویٰ کا عکس پیش کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۲۸۲

[illegible] انبیاء علیہم السلام اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے

اگر [illegible] متواتر احادیث کا انکار کرے تو کافر ہے [illegible]

[illegible] صحیح اور [illegible] ہے [illegible] حرام ہے اور اگر [illegible]

ہے ان کی نماز میں مکروہ تحریمی ہے اور [illegible] امام بنانا مکروہ تحریمی [illegible]

[illegible] عقیدہ کا امام [illegible]

[illegible] مکروہ تحریمی ہے [illegible]

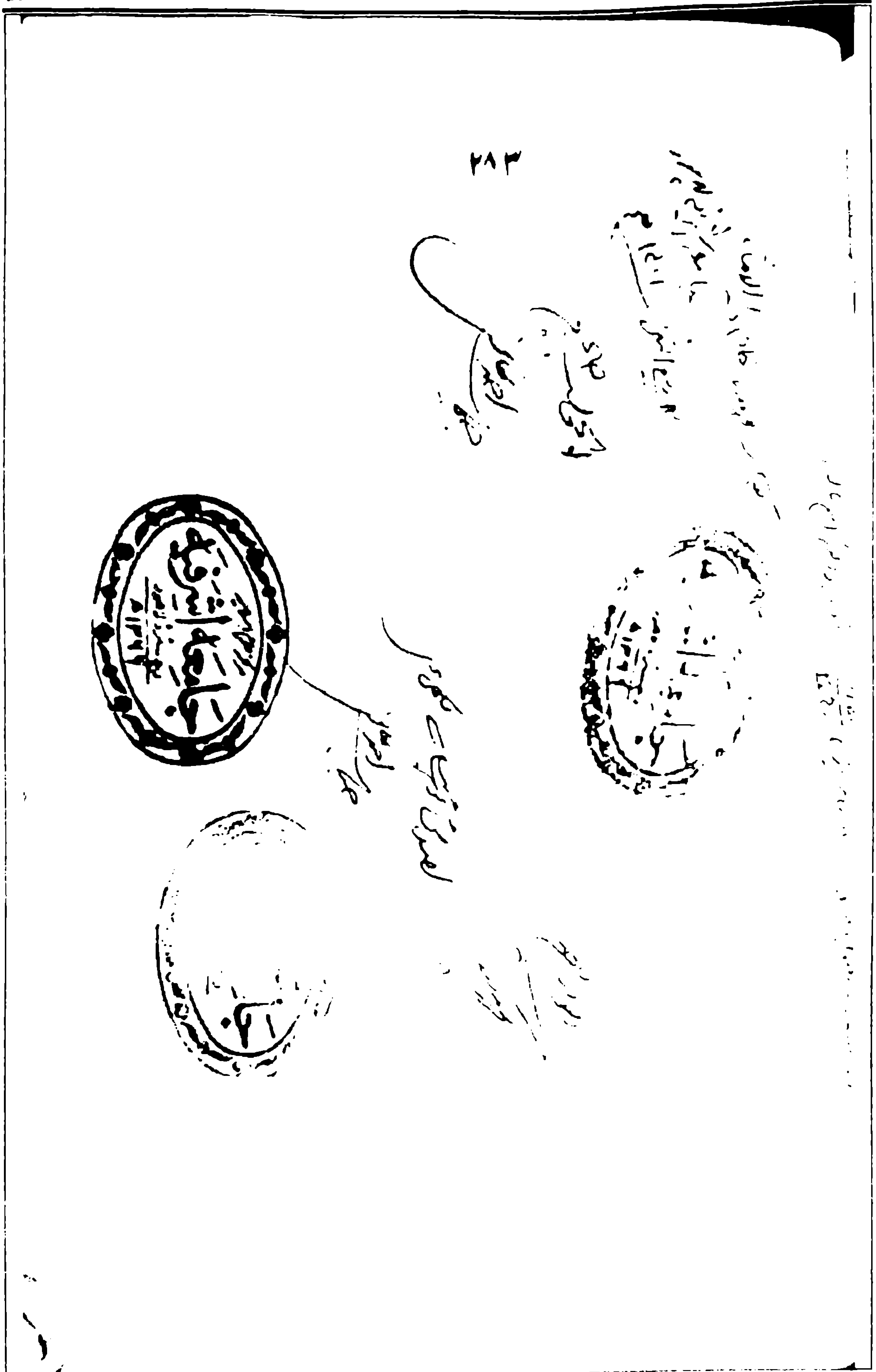
[illegible] علامہ علی قاری [illegible]

[illegible] فاعلم ان اہل الحق اتفقوا [illegible]

[illegible] القبر [illegible]

[illegible] انکار [illegible]

[illegible]


۲۸۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الاستفتاء

سماع انبیاء علیہم السلام کا منکر بدعتی ہے — مفتی اعظم دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسائل وعقائد مندرجہ ذیل:

۱...... زید کہتا ہے کہ عقائد کے باب میں قرآن مجید کی تشریح جو رسول اللہ ﷺ کریں وہی قابل عمل ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لئے یدین (ہاتھ) وجہہ (منہ) ساق (پنڈلی) وغیرہ کا ذکر ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی ذات جسمیت سے منزہ ہے اور عمرو کہتا ہے کہ باب عقائد کی تشریح قرآن میں اتنی کی گئی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی تشریح کی ضرورت باقی نہیں چھوڑی گئی۔ کتاب ''فصلت آیاته من لدن حکیم خبیر'' اس مسئلہ میں اہل سنت والجماعت کے مخالف کون ہے۔

۲...... زید کہتا ہے کہ بعض صحیح حدیثوں میں سماع موتیٰ کا ذکر آ گیا ہے۔ ہمیں اس حد تک سماع الموتیٰ کا قائل ہونا چاہئے اور اس کو سماع الموتیٰ فی الجملہ کہتے ہیں اور عمرو کہتا ہے کہ سماع الموتیٰ کی سب حدیثیں موضوع ہیں۔ اگرچہ بخاری ومسلم میں ہوں۔ اس مسئلہ میں غلطی پر کون ہے۔

۳...... حضرت مولانا غلام اللہ خاں صاحب رحمہ اللہ (تفسیر جواہر القرآن ج ۱ ص ۱۹) ابتداء سورۃ البقرہ میں فرماتے ہیں کہ امت کے صلوٰۃ وسلام کا حضور علیہ السلام کو پہنچنا اس کا منکر بدعتی ہے۔ اب سوال طلب یہ امر ہے کہ پہنچنے کا کیا مطلب ہے اور اس کا منکر بدعتی کیوں ہے یا خان صاحب نے غلط لکھا ہے۔

۴...... انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد عند القبور صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ یہ حدیثوں سے ثابت ہے اور تمام علماء دیوبند اس کے قائل تھے۔ عمرو کہتا ہے ایسا عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے اور صلوٰۃ وسلام کے سماع کی سب حدیثیں موضوع و ناقابل عمل ہیں۔ اس مسئلہ میں حق پر کون ہے۔

۵...... زید کہتا ہے کہ حضرت رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ زبدۃ المناسک میں استشفاع عند قبر النبی ﷺ کا طریقہ بتلاتے ہیں۔ اسی طرح عند قبر الشیخین رضی اللہ عنہما عمرو کہتا ہے کہ یہ ناجائز ہے اور شرک کی تعلیم ہے اور بریلویوں سے بھی ایک قدم شرک میں آگے ہے۔ اس مسئلہ میں جھوٹا کون ہے۔

۶...... زید کہتا ہے جہاں انسان کا جسم عنصری ہو اس کو وہاں عذاب ہوگا اور یہ عذاب روح مع الجسد ہوتا ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے اور جہاں روح ہوگا وہی قبر ہوگی۔ یہ قبر مراد نہیں ہے۔ ان میں سچا کون اور جھوٹا کون ہے۔ بینوا توجروا عند اللہ العظیم!

المستفتی حافظ عبد الکریم مسلم دندانساز کمشنری بازار شہر ڈیرہ اسماعیل خان

فتویٰ مفتی اعظم دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی

الجواب واللہ الموفق للصواب

۱...... زید کی بات درست ہے اور اہل السنت والجماعت کے قول کے مطابق ہے اور عمرو کا قول غلط ہے اور اہل السنت والجماعت کے قول کے مخالف ہے اور استدلال بھی اس کا صحیح نہیں ہے۔ اس کی جانب سے پیش کردہ آیت اس کے دعویٰ سے تعلق نہیں رکھتی۔ کما لا یخفی علی ذوی الفہم!

۲...... سماع کا مسئلہ صدر اول سے مختلف فیہ چلا آتا ہے۔ زید نے جو قول اختیار کیا ہے، یہی قائلین سماع موتی کا قول ہے اور جو نافی ہیں وہ ان روایات میں تاویل کرتے ہیں جو بظاہر مثبت سماع کی ہیں۔ عمرو نے جو سب روایات کو موضوع کہہ دیا ہے۔ یہ نیا قول ہے۔ سلف میں کسی نے ایسا نہیں کہا ہے۔ مسئلہ سماع موتی میں اختلاف ضرور ہے، مگر اس کی ہر مثبت روایت کو موضوع کہہ دینا نئی بات ہے۔

۳...... عام مسلم اور مشہور بات ہے کہ دور سے درود شریف بذریعہ فرشتوں کے پہنچایا جاتا ہے اور قریب سے آپ خود سنتے ہیں۔ جیسے روایت حدیث میں آیا ہے اور یہ مسلک اہل السنت والجماعت کا ہے۔ اس میں ان کا اختلاف معلوم نہیں۔ اس لئے اس کا منکر بدعتی ہے۔

۴...... زید حق پر ہے۔

۵...... عمرو جھوٹا ہے۔

۶...... اس میں زید کا قول اہل السنت والجماعت کی اکثریت کا قول ہے اور عمرو کا قول بھی عذاب کی کیفیت میں کتب علم کلام میں منقول ہے۔ مگر حق زید کا قول ہی ہے۔ ہذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب! ۱۱ر جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی

الجواب صحیح: بندہ محمد عیسیٰ عفی عنہ ۲۳ر جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ/ ۲۹ اپریل ۱۹۸۱ء

نصرت العلوم گوجرانوالہ

۲۸۷



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا مفتی احمد سعید صاحب مفتی اعظم سرگودھا کا فتویٰ

عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام بجسد عنصری تمام اہل سنت والجماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ صرف دیوبند کے علماء کا نہیں بلکہ ائمہ اربعہ اس عقیدہ میں اتفاق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ قطب ربانی ابوحنیفہ ثانی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔ صرف روافض اور بعض معتزلہ حیات جسدی کے قائل نہیں اور یقیناً یہ دونوں فرقے اہل بدعت میں شمار ہوتے ہیں اور بدعتی امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ چنانچہ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا سید مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں تحریر فرمایا ہے تو جو امام یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الممات محض حیات روحانی ہے اور جسم اگرچہ محفوظ ہے۔ مگر حیات سے بے بہرہ ہے اور پھر اسی عقیدہ کی تبلیغ کرتا ہے اور اسی کی ترویج چاہتا ہے۔ بالیقین اس عقیدہ والا امام مبتدع فی العقیدہ والعمل ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ بدعت فی الدین تو بفرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کل بدعۃ ضلالۃ گمراہی ہے اور اس کی ترویج اور اس پر اصرار بحکم الاصرار علی الصغیرۃ کبیرۃ گناہ کبیرہ ہے اور فاسق مجاہر کی امامت کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

نیز ایسے شخص کا علماء دیوبند سے کوئی رابطہ نہیں۔ جیسا کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ نے صاف فرما دیا ہے۔ بہرحال منکر حیات اجساد انبیاء علیہم السلام میں اگر غیرت وانصاف کا شائبہ ہے تو صاف طور پر وہ اپنے آپ کو معتزلی کہلائیں اور دیوبندی کہلا کر علماء دیوبند کو بدنام نہ کریں۔ واللہ المستعان!

احقر احمد سعید عفی عنہ جامع عربیہ سراج العلوم سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل وعقائد جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱...... باب عقائد کی تشریح قرآن میں اتنی کی گئی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی تشریح کی ضرورت باقی نہیں چھوڑی گئی۔ "کتاب فصلت اٰیاته من لدن حکیم خبیر" اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا۔ "حسبنا کتاب الله" ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب باب عقائد میں کافی ہے۔ بالفاظ دیگر قرآن کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کی بھی ضرورت نہیں۔ اربعین حدیث ص ۴، ۵ مؤلف مولوی اللہ بخش صاحب گکڑ ہٹہ مؤید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی۔

۲...... اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ مردے نہیں سنتے اور اس کا رسول کہے۔ جی سنتے ہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی تکذیب ومخالفت کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں تو پھر خود سمجھ لینا جو روایت بھی اس قسم کی ہوگی وہ یا تو موضوع ہوگی یا اس کا مطلب کوئی دوسرا ہوگا۔ (ملخصاً اربعین حدیث ص ۵)

۳...... اللہ تعالیٰ تو فرمائے اے میرے پیارے حبیب تجھے ان کے کسی عمل کا پتہ نہیں اور یہ کہیں نہیں جی۔ نزدیک سے سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور دور سے سب اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ سچے ہیں یا اللہ تعالیٰ خوب غور سے سوچو۔ (اربعین حدیث ص ۱۱)

۲۸۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقیدۂ حیات انبیاء علیہم السلام بجسد عنصری تمام اہلسنت والجماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے یہ عقیدہ صرف علماء دیوبند کا نہیں بلکہ ائمہ اربعہ اسی عقیدہ میں اتفاق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ زبدۃ باب ابو حنیفہ ثانی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔

صرف روافض اور بعض معتزلہ حیات جسمانی کے قائل نہیں۔ اور یقیناً یہ دونوں فرقے اہل بدعت میں شمار ہیں۔ اور بدعتی امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ چنانچہ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا سید مہدی حسن رحمہ اللہ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے فتاویٰ میں تحریر فرمایا ہے۔ تو جو امام یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الممات محض حیات روحانی ہے اور جسم اگرچہ محفوظ ہے مگر حیات سے بہرہ ہے اور پھر اسی عقیدہ کی تبلیغ کرتا ہے اور اس کی تردید جا بجا ہے۔ بالخصوص اس عقیدہ والا امام مبتدع فی العقیدہ والعمل ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ بدعت فی الدین تو بفرمان نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کل بدعۃ ضلالۃ۔ گمراہی ہے اور رہتی تردید اور اس پر اصرار بحکم الاصرار علی الصغیرۃ کبیرۃ۔ گناہ کبیرہ ہے تو اس کی امامت کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

پھر ایسے شخص کا علماء دیوبند سے کوئی واسطہ نہیں۔ جیسا کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ نے صاف فرمایا ہے۔ بہرحال منکر حیات اجساد انبیاء علیہم السلام میں اگر جرأت و انصاف کا شائبہ ہے تو صاف کہہ دیں اپنے آپ کو معتزلی کہیں اور دیوبندی کہلوا کر علماء دیوبند کو بدنام نہ کریں۔ واللہ المستعان

احقر احمد سعید غفرلہ۔ خادم مدرسہ دارالسلام سرگودھا

مفتی احمد سعید
تاریخ ....
خطیب جامع مسجد سرگودھا

۴...... بعد از موت سماع و رؤیۃ انبیاء کا عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے۔ (اربعین حدیث ص ۲۸)

۵...... آنحضرت ﷺ کا درود وسلام عند القبر سننا و جواب دینا یہ قصہ من گھڑت ہے۔ (دعوۃ الرشاد ص ۸)

مولف مولوی اللہ بخش صاحب گکڑ ہٹہ، مؤید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی

۶...... یہی مسئلہ سماع اموات توحید کے راستوں میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ (اربعین آیات ص ۱۷)

مولف مولوی اللہ بخش مؤید عنایت شاہ صاحب گجراتی

۷...... چلو علی سبیل التنزل کسی صحابی تابعی تبع تابعین کا قول یا عمل ایسا دکھاؤ جو دال بر سماع اور جو من گھڑت حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعتہ'' آپ کو اچھال رہی ہے۔ اس پر مکمل بحث ان شاء اللہ اپنے مقام پر آ رہی ہے اور موضوع حدیث پر عمل کرنے کا تمغہ من خدم الشیطان (یعنی شیطان کی خدمت کرنے والوں سے) بھی حاصل ہو جائے گا۔ (ندائے حق ص ۱۳۴، محمد حسین نیلوی سرگودھا)

۸...... خیر القرون میں سے کوئی بھی سماع النبی ﷺ عند قبرہ الشریف کا قائل نہیں بلکہ خیر القرون اور ان کے چار سو سال تک کوئی محدث، مفسر، صحابی، تابعی، تبع تابعین امام سماع عند القبر کا معتقد نہ تھا اور سب کا اجماع تھا کہ نبی ﷺ قبر شریف کے پاس بھی نہیں سنتے۔ چہ جائیکہ دور ہاں درود وسلام حضرت کو پہنچ جاتا ہے۔ مگر پہنچنے اور سننے میں فرق ہے۔ جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ (ندائے حق ص ۱۳۵)

۹...... بیہقی کو ایک لاکھ سے زائد صحابہ میں سے صرف ایک صحابی غیر معروف الفقہ والعدالۃ یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ملی، جس کی روایت عموم قرآنی اور عام قاعدہ کے خلاف ہو تو مسترد کر دی جاتی ہے۔ (ندائے حق ص ۱۳۵)

۱۰...... انبیاء علیہم السلام کے اجساد کے محفوظ ہونے کی کوئی حدیث صحیح نہیں اگرچہ ہمارا دعویٰ ہے کہ اجساد محفوظ ہیں۔

(اقامۃ البرہان ص ۲۲۶ تا ۲۳۵)

۱۱...... استشفاع عند قبر النبی ﷺ، وعند قبر الشیخین (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ) فقہاء احناف وغیرہم اور علماء دیوبند کے نزدیک جائز ہے۔ جیسا کہ فتح القدیر و نور الایضاح و فتاویٰ رشیدیہ و زبدۃ المناسک والشہاب الثاقب میں موجود ہے۔ مگر ایک گروہ جو اپنے آپ کو خالص دیوبندی کہتا ہے اور علماء دیوبند کو بناسپتی دیوبندی کہتا ہے۔ ان کی عبارات حسب ذیل ہیں۔

(۱) حاصل کلام یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مزار مبارک سے استشفاع اجماع صحابہ اور تعامل سلف اور تعامل جمہور اہل سنت کے سراسر خلاف اور بدعت سیئہ ہے۔ ''فماذا بعد الحق الا الضلال''

(اقامۃ البرہان ص ۱۲۳ سجاد صاحب ایڈیٹر رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی)

(۲) اس شرک کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ وہاں قبر پر جا کر مندرجہ بالا پکار ضرور کرو۔ حضور ﷺ سے دعا کراؤ اور حضور ﷺ سے سفارش کراؤ اور دوسروں کا نام لے کر کہو کہ فلاں بندہ فلاں کا بیٹا آپ کو سلام کہتا ہے۔ پھر صرف حضور ﷺ کو نہ پکارو۔ بلکہ ان کے ساتھی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو بھی پکار پکار کر کہو۔ اے ابا بکر رضی اللہ عنہ، اے عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو تم بھی ہماری بات کہو کہ ہماری سفارش کریں اور ہمارے حق میں اللہ سے دعا مانگیں کہ اللہ ہماری سعی قبول فرمائے اور ہمیں اپنے دین پر مارے اور اسی زمرے میں ہمیں اٹھائے۔ پھر کہے الشفاعۃ الشفاعۃ یا رسول اللہ وغیرہ وغیرہ! بتاؤ ان کو مشرک کہیں یا نہ۔ (الیٰ ان قال) نیز جو شخص بہاول حق یا معین الدین

اجمیری یا داتا گنج بخش یا شیخ عبدالقادر کو دور نزدیک سے پکارے وہ مشرک ہے تو اس میں کیا فرق ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور ابوبکر وعمر ﷢ کو پکارے تو موحد اگر ان تین کے علاوہ اوروں کو پکارے تو مشرک۔ (ندائے حق ص۲۹۸)

(۳) خلاصہ یہ نکلا کہ شیخین (ابوبکر وعمر ﷢) سے درخواست کہ تم حضور ﷺ کو کہو کہ خدا سے کہیں کہ وہ ہماری مغفرت کرے یعنی واسطہ در واسطہ بریلویوں سے ایک قدم آگے وہ تو کہتے ہیں۔ اے فقیر میری تیرے آگے اور تیری اللہ کے آگے (دعا والتجاء) ہے اور بنا سپتی دیوبندی فرماتے ہیں۔ ہماری ابوبکر وعمر ﷢ کے آگے اور ان کی حضور ﷺ کے آگے اور پھر حضور ﷺ کی اللہ کے آگے۔ واہ رے دیوبندیت جدیدہ ترمیم شدہ! (ندائے حق ص ۶۷)

(۴) بس ہم اب آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ جتنی کتابوں میں یہ مسئلہ قبر پر حضور ﷺ سے دعاء استغفار استشفاع کا جو معتبر کتب میں لکھا جا چکا ہے۔ وہ باغیوں کا لکھا ہوا ہے اور بس۔ (ندائے حق ص ۳۱۱)

عذاب قبر کا انکار

قبر اس گڑھے کا نام نہیں جس میں انسان کے دھڑ کو دبایا جاتا ہے بلکہ وہ قبر جس میں عذاب وثواب ہوتا ہے۔ وہ مومن کے لئے علیحدہ مقام ہے۔ یعنی روضۃ من ریاض الجنۃ (البرزخیہ) اور کافر کے لئے علیحدہ مقام ہے۔ یعنی حفرۃ من حفر النیران (البرزخیہ) انہی مقاموں کو علیین اور سجین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے قبر شرعی کی تعریف بیان فرما دی۔ جس میں تنعیم وتعذیب ہوتی ہے اور قبر عرفی (گڑھا) میں تنعیم وتعذیب کی التزاما تردید ہو گئی۔ وھذا ھو الحق وبہ یقول اھل الحق وبہ ناخذ والحمد للہ رب العالمین! (ندائے حق ص ۳۲۶)

۱...... کیا یہ عبارات مذہب اہل سنت وعلماء دیوبند کے مطابق ہیں یا مخالف۔

۲...... کیا اس قسم کے عقائد رکھنے والے گمراہ ہیں یا اہل سنت ہیں۔

۳...... ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔ المستفتی احقر محمد حبیب اللہ مدرس دارالعلوم مدرسہ نعمانیہ شہر ڈیرہ اسماعیل خان

الجواب باسمہ تعالیٰ

۱...... یہ بات کہ ہم عقائد کی تشریح میں رسول اللہ ﷺ کے محتاج نہیں ہیں، غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے اقوال کو بھی حجت بنایا ہے۔ ''وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم'' نیز رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ''یعلمھم الکتاب والحکمۃ'' بھی فرمایا ہے۔ احادیث بھی وجوب عمل میں قرآن کے حکم میں ہے۔ عقائد کا ثبوت احادیث سے بھی ہوتا ہے۔ عذاب قبر کے متعلق شرح عقائد میں مذکور عقائد اکثر احادیث سے ثابت ہیں۔

۲...... اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مردے نہیں سنتے بلکہ ''ان اللہ یسمع من یشا'' میں سننے کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ صحیح روایات کو موضوع کہنا باطل ہے۔

۳...... یہ خود آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ میں قریب سے سنتا ہوں اور بعید سے فرشتے درود پہنچاتے ہیں۔

۴، ۵...... سماع انبیاء یہودیوں کی ایجاد نہیں بلکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اخرج ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید بلفظ من صل علی عند قبری سمعتہ ومن صلے علی نائیا بلغتہ (فتح الباری ص ۲۷۹) دیگر بہت سے ائمہ کبار نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

۶...... سماع موتی میں علماء کا اختلاف ہے۔ اگر سماع اموات ثابت بھی ہو تو توحید میں رکاوٹ نہیں بلکہ توحید کی تائید ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک ہی سنانے والے ہیں۔ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان

۷...... صحابہ اور تابعین کا مذہب بھی یہی ہے کہ قریب سے سنتے ہیں اور بعید سے فرشتے پہنچاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ دو شخص آنحضور ﷺ کے روضہ اقدس کے سامنے آواز بلند کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوایا اور پوچھا کہاں کے ہو۔ کہنے لگے طائف کے فرمایا اگر اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں سزا دیتا۔ جب کوئی شخص دیوار میں کیل لگاتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں کہ آپ کیوں آنحضور ﷺ کو تکلیف دیتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہرزہ سرائی کرنا غلط ہے۔ نیز یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ کمافی جذب القلوب!

انبیاء کے اجساد کی حفاظت کی حدیث صحیح ہے۔ حافظ ابن حجر قاضی شوکانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

۸...... استشفاع بمعنی توسل جائز ہے۔ قبر اس گڑھے کا نام ہے جس میں مردہ دفن ہو، اسی پر تخفیف عذاب کے لئے آنحضور ﷺ نے شاخیں رکھی ہیں جس شخص کے یہ عقائد ہوں۔ ان کے پیچھے مبتدع ہونے کی وجہ سے نماز مکروہ ہے۔ کمافی الشامی والدر المختار! فقط واللہ اعلم!

(مہر دستخط) مفتی ولی حسن رئیس دار الافتاء الجامعۃ العلوم علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی (کتبہ) رضاء الحق عفا اللہ عنہ دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

فتویٰ...... حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین دریں مسئلہ کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور علیہ السلام کی روح مبارک علیین میں ہے۔ آپ کا اپنی قبر اور جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ قبر پر درود وسلام پڑھا جائے تو ثواب ملتا ہے۔ لیکن آپ سنتے نہیں۔ یہ کیسا ہے اور ایسے عقیدہ والے کی امامت کیسی ہے؟ بینوا توجروا! مؤرخہ ۲۷ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

حضور پاک ﷺ اپنی قبر شریف میں حیات ہیں۔ اس پر تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔ مذکورہ شخص بدعتی ہے۔ امامت کے لائق نہیں۔ مراقی میں ہے "وکرہ امامت الفاسق والمبتدع بارتکابہ ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ ﷺ من علم او عمل او حال بنوع شبہ او استحسان" (ص ۱۶۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور ﷺ نے قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ (مسلم) نماز بلا حیات کیسے ہوئی؟ آپ کی حیات پر فقہاء کرام کی تصریحات موجود ہیں۔ فقط واللہ اعلم! بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۷ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ

۲۹۶

[illegible]

[illegible]

[illegible] وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ان اللہ سمیع [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۲۹۰

مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق

اکابر دیوبند کا مسلک

علمائے دیوبند کا متفقہ اعلان

حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں [illegible] وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔

بات یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں لیکن وہ نماز پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس پر جو درود پڑھا جائے بلاواسطہ سنتے ہیں۔ یہی جمہور محدثین و متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے متعدد رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تو مستقل تصنیف ثبات انبیاء (آب حیات) کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں ان کا رسالہ المہند علی المفند بھی اہل علم اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعوے کرے تو بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

۱۔ مولانا محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ، مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵
۲۔ مولانا عبد الحق عفی عنہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
۳۔ مولانا محمد صادق عفا اللہ عنہ سابق ناظم مدرسہ عربیہ بہاولپور
۴۔ مولانا ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو اللہ یار سندھ
۵۔ مولانا شمس الحق عفا اللہ عنہ صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
۶۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور
۷۔ مولانا مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
۸۔ مولانا محمد رسول خان عفا اللہ عنہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور
۹۔ مولانا مفتی محمد شفیع عفا اللہ عنہ مہتمم دارالعلوم کراچی
۱۰۔ مولانا احمد علی عفی عنہ امیر نظام العلماء و امیر خدام الدین لاہور۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔

منجانب: حیات الانبیاء سوسائٹی گجرات

۲۹۹

تذکرہ اسماعیل شاہ (۷۸۲)

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ

یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک علیین میں ہے۔

آپکا اپنی قبر اور جسد کیساتھ کوئی تعلق نہیں قبر پر درود وسلام پڑھا

جائے تو ثواب ملتا ہے، لیکن آپ سنتے نہیں۔ یہ کیسا ہے؟

اور ایسے عقیدہ والے کی امامت کیسی ہے؟　　بینوا توجروا

۲۴/۲/۱۴۰۵ھ

جواب

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں حیات ہیں۔ اس پر

تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔ مذکورہ شخص بدعتی ہے

امامت کے لائق نہیں ہے۔ مراقی میں ہے وکرہ امامۃ الفاسق

والمبتدع بارتکابہ ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، من علم او عمل او حال بنوع شبہۃ او استحسان

(ص ۱۶۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں نماز

پڑھتے دیکھا (مسلم) نماز بعد حیات کے ہوگی؟ انبیاء کی حیات پر

علماء کرام کی تصریحات موجود ہیں ——— فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۴/۲/۱۴۰۵ھ

مسئلہ سماع صلوٰۃ وسلام وحیات النبی ﷺ کے متعلق

حضرت مولانا محمد شریف شیخ الحدیث خیر المدارس ملتان اور اکابر علماء ملتان کا متفقہ فیصلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً!

رسالہ ''تنبیہ الغافلین علیٰ اقوال الخادعین'' پر جو تقریظ ہے اور جسے بعنوان ''فتویٰ'' منجانب خطباء اہل سنت والجماعت ڈیرہ اسماعیل خاں شائع کیا گیا ہے۔ وہ عبارت میری ہے۔ میں اب بھی اس کا قائل ہوں کہ اگر روضہ اقدس پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو آپ خود سنتے ہیں۔ بلکہ جمیع اہل سنت والجماعۃ اس کے قائل اور مثبت ہیں اور تمام اکابر دیوبند کا یہی عقیدہ ہے۔ ''جو شخص اس عقیدے کو عقائد شرکیہ یا بدعیہ میں شمار کرتا ہے۔ وہ بالکل جاہل اور پرلے درجے کا احمق اور ملحد ہے۔ وہ حقیقت شرک سے قطعاً ناآشنا ہے۔ مسلمانوں کو ایسے شخص سے دور رہنا چاہئے۔'' اب میں علی وجہ البصیر بتائید مفتیان خیر المدارس وقاسم العلوم ملتان مذکورہ بالا عقیدے کی اشاعت کی اجازت دیتا ہوں جو اس کے خلاف میری طرف منسوب کر کے شائع کیا جائے۔ اسے غلط سمجھیں۔

میری طرف منسوب کر کے ''اعلان براۃ'' کے عنوان سے جو تحریر منجانب اشاعت التوحید والسنۃ ڈیرہ اسماعیل خاں شائع کی گئی ہے۔ وایک حدیث (من صلی علی عند قبری سمعتہ) کی ایک سند کے بارے میں فنی بحث تھی۔ لیکن کسی حدیث کی سند کا متکلم فیہ ہونا اس کے مضمون کے بطلان کی دلیل نہیں۔ خود ابن عبد الہادی نے اسی حدیث کے مضمون و معنی کو صحیح قرار دیا ہے۔ (الصارم المنکی ص ۱۱۳)

اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ حضور ﷺ قبر کے پاس سے سلام خود سنتے۔ علامہ شوکانی اسی قسم کی ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: ''ثم حکم ابن عبد البر مع ذلک بصحتہ لتلقی العلماء لہ بالقبول'' پھر ابن عبد البر نے اس بحث کے باوجود یہ فیصلہ دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (ص ۲۸۲) اس لئے کہ تمام علماء نے اسے قبول کیا ہے۔ فقط واللہ اعلم!

التحریر صحیح محمد شریف عفاء اللہ عنہ جالندھری — محمد شریف کشمیری شیخ الحدیث وصدر مدرس خیر المدارس ملتان

۲۶ رجمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

مہر مہتمم مدرسہ خیر المدارس رجسٹرڈ ملتان شہر، الحق مع الجماعۃ بندہ محمد صدیق مدرس خیر المدارس ملتان

اہل السنۃ والجماعت کا متفقہ عقیدہ یہی ہے کہ روضہ اقدس پر صلوٰۃ وسلام کو حضرت ﷺ خود سنتے ہیں اور دور سے صلوٰۃ وسلام بذریعہ ملائکہ پہنچایا جاتا ہے۔ الجواب صحیح: محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۲۷ رجمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

حضور پاک ﷺ کے روضہ اقدس پر جو شخص صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے۔ آپ ﷺ اس کا صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں۔ یہ سب اکابر دیوبند کا یہی مسلک ہے۔ فقط واللہ اعلم! بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۲۶ رجمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بلاخوف وتردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ آج تک اہل سنت والجماعت کا کوئی فرد کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ دنیا کے کسی خطہ میں اس کا کوئی قائل نہیں رہا کہ آنحضرت ﷺ اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام کی روح

مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عند القبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی۔ علم کلام کی ہو یا علم تصوف وسلوک کی۔ سیرت کی ہو یا تاریخ کی۔ کہیں بھی یہ صراحت نہیں ہے کہ آپ عند القبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ اس لئے جو شخص عدم سماع عند القبر کا عقیدہ رکھے۔ وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ فقط واللہ اعلم!

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۲۶؍ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

اکابر دیوبند کا مسلک یہی ہے کہ روضہ مطہرہ پر صلوٰۃ وسلام آنحضرت ﷺ بلا واسطہ سنتے ہیں۔ جامع قاسم العلوم ملتان ۲۶؍ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

الفتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسائل کے بارہ میں بتفصیل تحریر فرمادیں۔ نوازش ہوگی۔ کیونکہ پاکستان میں اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے اور ہر فریق آپ کا نام لیتا ہے۔ شاید آپ کی تفصیل کے بعد صلح ہو جائے۔ زید وبکر کا اختلاف ہے۔

	زید کا عقیدہ	بکر کا عقیدہ
۱	نبی کریم ﷺ وفات کے بعد اپنے روضہ اقدس کے اندر زندہ ہیں اور آپ کی زندگی جسمانی ہے اور برزخی ہے۔ روضہ اقدس پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام فرشتوں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے۔	نبی کریم ﷺ وفات کے بعد اپنے روضہ اقدس کے اندر زندہ نہیں ہیں اور آپ کی زندگی روحانی ہے۔ روضہ اقدس پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے بلکہ دور ونزدیک کا صلوٰۃ وسلام اللہ کے واسطے سے نبی کریم پر پیش ہوتا ہے۔ جسم بے روح قبر میں محفوظ ہے۔
۲	قبر سے مراد وہی قبر ہے جس میں مردہ کا جسم دفن کیا جاتا ہے اور مردہ کو عذاب قبر ہوتا ہے اور یہ عذاب جسم کو ہوتا ہے روح کے تعلق کے ساتھ اور جسم کا تعلق باقی رہتا ہے۔	قبر سے مراد یہ قبر نہیں بلکہ یہ مجازی قبر ہے روح جسم کا تعلق موت کے بعد بالکل منقطع ہو جاتا ہے۔ سوال وجواب وعذاب علیین وسجین میں روح مع مثالی جسم ہوتا ہے۔
۳	دعاؤں کے اندر انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ طلب کرنا جائز ہے۔ یعنی وسیلہ بالذات جائز ہے۔	دعاؤں میں انبیاء واولیاء کے طفیل سے دعا کرنا جائز نہیں ہے۔ صرف اعمال کا وسیلہ جائز ہے۔ وسیلہ بالذات بالاحیاء جائز نہیں اور نہ بالاموات جائز ہے۔

زید کا عقیدہ صحیح ہے یا بکر کا عقیدہ صحیح ہے۔ صحیح عقیدہ علماء دیوبند کے نزدیک جو ہے اس کی مختصر تصریح ضروری ہے۔ فقط بینوا توجروا!

خادم اہل سنت محمد یعقوب ہرتولی پاکستان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب حامداً ومصلیاً!

صورت مذکورہ میں زید کا جو عقیدہ لکھا ہے وہ صحیح عقیدہ ہے۔ فقط واللہ اعلم!

حبیب الرحمن خیر آبادی عفا اللہ عنہ مفتی دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فریقین کا متفقہ فیصلہ

حضور ﷺ کی حیات مبارکہ بعد الوفات حیات دنیویہ نہیں ہے بلکہ برزخی جسمانی ہے۔ یعنی جسم مثالی سے نہیں ہے۔ آپ کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں ہے اور روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہے اور تعلق کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

امیر عبداللہ بقلم خود	مولوی حبیب اللہ بقلم خود	بندہ عبدالحکیم عفاء اللہ عنہ
عبدالسلام عفی عنہ	عبدالقدوس عفی عنہ	عبدالستار بقلم خود
عطاء الرحمن رحمانی عفاء اللہ عنہ	اللہ نواز بقلم خود	محمد اسلم بقلم خود
غلام فرید		

وضاحت: یہ مناظرہ ڈیرہ اسماعیل خان کے قریب موضع مندھراں میں مذکورہ تاریخ کے مطابق ہوا جس میں جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے مناظر مولوی امیر عبداللہ نے دلائل بیان کرتے ہوئے فتویٰ لگایا کہ جو آدمی قیامت سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی حیات روح مع الجسد کا قائل ہے۔ وہ منکر قرآن ہے۔ حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی مناظر اہل سنت والجماعت (علماء دیوبند) نے دلائل بیان کرتے ہوئے حیات انبیاء علیہم السلام کی روح مع الجسد ثابت کی ہے اور امیر عبداللہ کی باتوں کا مسکت جواب دیا جس کے باعث وہ عاجز و لاجواب ہوا۔ بالآخر طے پایا کہ مناظرہ کے بجائے فیصلہ کیا جائے تو یہ فیصلہ ہوا جس کو قارئین کرام نے پڑھ لیا ہے۔ تحریر کے علاوہ اس فیصلہ کو دونوں مناظرین نے پڑھ کر سنایا جس کو کیسٹ میں محفوظ کیا گیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک! لیکن یہ لوگ اب اس عقیدہ پر قائم نہیں ہیں۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی معاہدہ اور فیصلہ ہوا تھا۔ مگر یہ لوگ وقتی ضرورت کے تحت اس کو تسلیم کر کے بعدہ انکار کر دیتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب کرے۔ آمین!

باب رد الفتاویٰ

غلط فتوؤں کی تردید

فتویٰ نمبر ۱: نیلوی صاحب کے شاگرد جناب فیاض احمد صاحب (اسٹیٹ بینک آف پاکستان مال روڈ راولپنڈی) نے نیلوی صاحب کی خدمت میں ایک سوال بھیجا تھا جس کا نیلوی صاحب نے جواب دیا ہے۔ راقم الحروف اس استفتاء و جواب استفتاء کو بعینہٖ نقل کرتا ہے۔ قارئین کرام ملاحظہ کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی استاد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد گزارش ہے کہ کیا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ عند القبر سماع موتیٰ کے قائل ہیں یا عدم سماع کے قائل ہیں۔ ان کا جو مسلک بھی ہے۔ بحوالہ تحریر فرما کر ہم پر احسان فرمائیں۔

جزاک اللہ تعالیٰ والسلام مع الاکرام السائل احقر فیاض احمد غفرلہ!

المغنی لابن قدامہ حنبلی اور تکملہ شرح المہذب للسبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ میت قبر کے پاس کچھ نہیں سنتا۔ پھر انہوں نے دلیل میں قرآن شریف کی یہ آیت فرمائی: "انک لا تسمع الموتی" اور "وما انت بمسمع من فی

القبور" پھر فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔ پھر فرمایا: "وبہ قال الشافعی رحمہ اللہ" اس عبارت میں اس امر کی تصریح ہوگئی کہ ان دونوں اماموں کا اس مسئلہ میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ اتفاق ہے اور امام مالک کی کتابیں ہمیں مہیا نہیں ہوئیں اور جو موطا امام مالک موجود ہے۔ اس میں یہ مسئلہ بالتصریح نہیں۔ مگر اشارہ ملتا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ جسم قبر عرفی میں مدفون ہے اور پھر روح کو قیامت کے دن اس جسم میں واپس بھیجے گا۔ جب روح یہاں نہیں تو سنا کہاں سے۔ کیونکہ سنتی تو روح ہے اور روح اب قبر میں ہے نہیں۔ قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سنتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ائمہ اربعہ سماع موتی کے قائل نہیں۔ یہی سبکی خدا کو معلوم کیوں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ضد میں سماع موتی کا قائل ہو جاتا ہے۔ جب تکملہ شرح مہذب میں عدم سماع موتی کی نسبت بڑی صراحت کے ساتھ امام شافعی کی طرف نسبت کی ہے۔ پھر سبکی نے جو ضد میں کہی یار لوگوں نے اسی بات کو لے کر مشہور کر دیا۔ چونکہ سبکی شافعی مسلک کا مقلد تھا۔ لوگوں نے سمجھ لیا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک عدم سماع موتی ہے۔ ولیس کذالک! محمد حسین غفرلہ، صدر مدرس ضیاء العلوم سرگودھا

الجواب: نیلوی صاحب کا یہ جواب فیاض احمد صاحب نے ۱۴ر مارچ ۱۹۸۶ء کو ہمارے استاذ مکرم حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر دامت برکاتہم کی خدمت میں بھیج کر جواب طلب کیا تھا۔ حضرت استاذ مکرم نے مولانا مفتی عبدالشکور صاحب مفتی مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کو اس کے جواب لکھنے کا حکم دیا۔ مولانا مفتی عبدالشکور صاحب نے نیلوی صاحب کا یہ جواب راقم الحروف کو دکھایا تو راقم الحروف نے اس کے جواب لکھنے کی خواہش کی۔ چنانچہ مفتی صاحب نے یہ جواب میرے حوالے کر دیا۔ راقم الحروف نے اس کا طویل اور مفصل جواب لکھا۔ مگر مفتی صاحب نے اس کا خلاصہ نکال کر مختصر سا جواب فیاض احمد صاحب کو روانہ کر دیا تھا۔ اب اس فتوے کا مکمل جواب لکھا جاتا ہے تاکہ قارئین کرام پڑھ کر نیلوی صاحب کی ایمانداری کے بارے میں اپنا کوئی نظریہ ورائے قائم کر سکیں۔ فلہٰذا جواب ملاحظہ ہو۔

الجواب: محترم جناب فیاض احمد صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد ازیں گزارش ہے کہ جناب نے نیلوی صاحب کا یہ فتویٰ جو ہمارے پاس تبصرہ و جواب کے لئے بھیجا ہے۔ بہت اچھا کیا ہے۔ محترم فیاض احمد صاحب آپ کے استاذ نیلوی صاحب بات کو خلط ملط کرنے اور ملاوٹ کرنے میں بڑے ماہر ہیں۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں۔ موجودہ دور کے علماء دین حق میں ملاوٹ کرنے کے بڑے ماہر ہیں۔ (ندائے حق ج اول ص ۲۰۴)

نیلوی صاحب کا دھوکہ نمبر ۱: المغنی ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ اور تکملہ شرح مہذب کے حوالے سے نیلوی صاحب نے جو امام شافعی رحمہ اللہ و امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ وہ کتاب الایمان (قسموں کے) بیان میں مذکور ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۹،۳۷)

اور قسموں کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے۔ اس لئے نیلوی صاحب نے اس حقیقت کو چھپا دیا اور ظاہر نہ کیا۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ دیتے ہیں یہ دھوکہ بازی گر کھلا

دھوکہ نمبر ۲: نیلوی صاحب نے امام شافعی رحمہ اللہ و امام احمد رحمہ اللہ کو جو عدم سماع موتی کا قائل قرار دیا ہے، یہ نیلوی صاحب کا دجل و فریب ہے۔ خود نیلوی صاحب لکھتے ہیں:۔ اس اصول کے تحت امام شافعی رحمہ اللہ یہاں بھی اس عام کتاب اللہ کو خبر واحد کے ذریعے مخصوص فرما رہے ہیں۔ اسی لئے وہ قریب سے اہل قبور کے سننے کے قائل ہیں اور یہی مسلک ان کے شاگرد امام احمد بن حنبل کا ہے۔ جب عام اموات کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہوا تو انبیاء

کرام علیہم السلام کے بارے تو بطریق اولیٰ یہی عقیدہ ہوگا۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۰۶)

نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ البتہ بعض حنفیہ جو دوسرے ائمہ کے مقلدین کی کتب مبنی کر کے ان کے مسلک کے ہمنوا ہو گئے ہیں اور دوسرے ائمہ کے مقلدین سماع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہیں، اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ان کا اپنا مسلک یہ ہے کہ میت کوئی بھی ہو، اس کی قبر جا کر السلام علیکم کہا جائے تو میت سنتا ہے۔ خواہ اس سننے کی کیفیت کچھ بھی ہو تو اس عموم کے تحت سب ہی اموات آ جاتے ہیں۔ خواہ عامی ہوں، خواہ خواص۔ خواص میں سے صوفی ہوں، عالم، فاضل ہوں۔ اولیاء اللہ اور صالح ہوں۔ شہید ہوں یا صدیق ہو یا پیغمبر ہوں۔ کچھ فرق نہیں۔ جب قاعدہ کلیہ ہو گیا تو اس میں یہ سوال پیدا ہونے کا امکان ہی نہیں کہ شوافع مالکیہ حنابلہ سماع عند القبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی طرح قائل ہو گئے۔ جب کہ خود ہی اس حدیث پر پرزور جرح بھی کرتے جاتے ہیں۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۸۴)

نیلوی صاحب نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی کے قائل ہیں۔

(ندائے حق جلد ثانی ص ۱۵۰، ۱۶۷)

پس محترم فیاض صاحب نیلوی صاحب کی دھوکہ دہی کا خود اندازہ کر لیں۔

دھوکہ نمبر ۳: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے بارے میں نیلوی صاحب نے دھوکہ و دجل و فریب سے کام چلایا ہے۔ حالانکہ ابھی نیلوی صاحب کی (ندائے حق جز ثانی ص ۸۴) کے حوالہ سے شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ کا مسلک سماع موتی کا قائل ہونا ذکر کیا گیا ہے۔

جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

دھوکہ نمبر ۴: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک عدم سماع موتی یقین کے ساتھ نقل کرنا یہ بھی دھوکہ ہے، غلطی ہے۔ راقم الحروف نے ایک مستقل باب اسی کتاب میں باب سماع الموتی عند الامام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے عنوان سے قائم کر دیا ہے۔ اس کی تحقیق دلائل کے ساتھ وہاں مذکور ہے۔ اس کا ضرور مطالعہ کریں۔

دھوکہ نمبر ۵: نیلوی صاحب المغنی ابن قدامہ اور تکملہ شرح المہذب للسبکی شافعی کے حوالہ سے جو یہ لکھا ہے۔ پھر انہوں نے دلیل میں قرآن شریف کی آیت فرمائی۔ "انک لا تسمع الموتی" یہ نیلوی صاحب کا دھوکہ و خالص جھوٹ ہے۔ ان دونوں کتابوں میں آیت: "انک لا تسمع الموتی" کا اس مقام میں کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۷، ۳۹)

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھئے

دھوکہ نمبر ۶: نیلوی صاحب نے جو اس جواب میں تحریر کیا ہے، یہی سبکی خدا کو معلوم کیوں امام تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی ضد میں سماع موتی کا قائل ہو جاتا ہے۔ نیلوی صاحب نے یہ بات اس وقت لکھی جب کہ وہ خدا تعالیٰ کے خوف سے بے نیاز ہو چکا تھا۔ اس لئے کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ خود سماع موتی کے قائل ہیں تو سبکی پر ضد میں عقیدہ سماع موتی کا قائل ہونے کا الزام محض بدحواسی کی بناء پر ہے۔ معلوم ہوا کہ نیلوی صاحب کا عقلی توازن خراب ہو گیا ہے۔

بگڑی ہوئی عقل سے حماقت بہتر دھوکے کی محبت سے عداوت بہتر

نیلوی صاحب خود لکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عبدالہادی ہوں یا ابن حجر، سیوطی، نووی، عیاض ہوں یا شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملا علی قاری وغیرہ ہوں سب سماع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لئے قائل

ہیں کہ وہ مطلقاً سماع موتی مانتے ہیں۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۸۵)

نیز نیلوی صاحب امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب (الرد علی الاخنائی ص ۲۵۵) کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ البتہ وہ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے قریب (عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کھڑے ہو کر آپ پر سلام کہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواباً ان کو سلام کہتے ہیں۔ جس طرح کہ تمام مومن بھی جب ان پر سلام کہا جاتا ہے تو وہ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۸۷)

نیز نیلوی صاحب نے اس طرح یہ حوالہ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۸۳) میں بھی ذکر کیا ہے۔ پھر نیلوی صاحب نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

یہ ابن تیمیہ اور سماع موتی کے قائلین کا خیال ہے جو حنفیہ کے لئے حجت نہیں۔ محترم فیاض احمد صاحب اپنے استاذ نیلوی صاحب کی دیانت وامانت کا اندازہ لگالیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ابن تیمیہ کی ضد میں سبکی سماع موتی کا قائل ہو گیا ہے۔ کبھی کہتے ہیں ابن تیمیہ خود سماع موتی کا قائل ہے۔ نیلوی صاحب کے دھوکہ کا اندازہ کریں۔

چمن کے رنگ و بو نے اس قدر دھوکہ دیا مجھ کو کہ میں نے ذوق گل بوسی میں کانٹوں پہ زباں رکھ دی

دھوکہ نمبر ۷: نیلوی صاحب نے علامہ سبکی کے متعلق لکھا ہے۔ جب تکملہ شرح مہذب میں عدم سماع موتی کی نسبت بڑی صراحت کے ساتھ امام شافعی کی طرف نسبت کی ہے۔ یہ بھی نیلوی صاحب کی سخت غلط بیانی ہے۔ علامہ سبکی نے امام شافعی کی طرف عدم سماع موتی کی نسبت صراحۃً کہیں نہیں کی بلکہ اشارۃً بھی نسبت نہیں کی بلکہ انہوں نے امام شافعی کا نام تک ذکر نہیں کیا۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۴۷)

محترم فیاض احمد صاحب آپ کے استاذ نیلوی صاحب کے ایک فتویٰ کی یہ حالت ہے کہ وہ غلط بیانیوں اور دھوکہ بازیوں سے پر ہے تو ان کی دیگر کتابوں کی کیا حالت ہوگی۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

فتویٰ نمبر ۲: جناب فیاض احمد صاحب نے ایک اور مطبوعہ فتویٰ بھیجا ہے جس کو من وعن نقل کیا جاتا ہے جس شخص کا یہ اعتقاد دھوکہ مردہ دفن کیا ہوا انہیں آنکھوں اور انہیں کانوں کے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہے۔ اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں، مہربانی فرمادے۔

الجواب: اس شخص کا یہ اعتقاد صحیح نہیں ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

مدرسہ امینیہ دارالافتاء اسلامیہ دہلی ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء

(نوٹ) اصل فتویٰ ضیاء الحق ناظم مدرسہ ضیاء العلوم بلاک ۱۸ سرگودھا کے پاس محفوظ ہے۔ ملاحظہ فرمایا جاسکتا ہے۔

الجواب: یہ فتویٰ جعلی ومن گھڑت ہے۔ اس کی نسبت حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کی طرف درست نہیں ہے۔ یہ محض نیلوی صاحب کے معصوم ہاتھوں کی کارروائی کا نتیجہ ہے۔

دلیل نمبر ۱: اس استفتاء کی ابتداء میں نہ تو کیا فرماتے ہیں علماء دین کا عنوان قائم کیا گیا ہے نہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کو سلام مسنون سے نوازا گیا ہے، نہ سائل ومستفتی کا نام مذکور ہے کہ وہ کون اور کہاں کا رہنے والا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پوشیدگی میں کوئی راز ہے۔

۳۱۲

مفتی اعظم ہند ابو حنیفہ ثانی مولانا محمد کفایت اللہ کا فتویٰ

جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ دفن کیا ہوا اندر انکھوں اور الہمس کا نور کے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہے اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں مہربانی فرماوے

جواب

جس شخص کا یہ اعتقاد صحیح نہیں ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

مدرسہ امینیہ دار الافتاء اسلامیہ دہلی ۱۳۳۰ ۱۹۱۲

[illegible]

آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

دلیل نمبر ۲: اس استفتاء کے الفاظ کو ایک سوچی سمجھی شرارت کے تحت بگاڑا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ سائل کوئی جاہل قسم کا شخص تھا جس کو اردو لکھنا بھی نہیں آتا تھا۔ چنانچہ انہیں آنکھوں کے الفاظ پر غور کریں۔ صحیح الفاظ یوں ہونے چاہئے تھے۔ انہیں آنکھوں پھر آگے انہیں کانوں کے الفاظ بھی درست نہیں۔ صحیح یوں ہونے چاہئے تھے۔ (انہیں کانوں)

دلیل نمبر ۳: یہ استفتاء کب کیا گیا تھا۔ اس کے آخر میں تاریخ درج نہیں۔ البتہ فتویٰ کے آخر میں ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء درج ہے۔ جب کہ اصل فتویٰ جس ضیاء الحق کے پاس موجود ہے۔ وہ اس تاریخ کو پیدا بھی نہ ہوئے تھے تو ان کے پاس یہ فتویٰ کہاں سے آ گیا۔ نیلوی صاحب بھی اس زمانہ میں حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے شاگرد نہ بنے تھے تو یہ فتویٰ کہاں سے برآمد ہو گیا ہے۔ کچھ تو بتایئے۔

دلیل نمبر ۴: اتنا پرانا فتویٰ جب موجود تھا تو اس کو کسی رسالہ یا کتاب میں کیوں شائع نہیں کیا گیا، نہ تو ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے پرانے پرچوں میں اس کا نام و نشان ملتا ہے۔ نہ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب نے اس کو مسالک العلماء میں شائع کیا ہے۔ جب کہ حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا ایک اور مفتی جس کی مہر میں ۱۹۱۵ء لکھا ہوا ہے اور مذکورہ بالا فتویٰ سے بعد کا ہے۔ اس کو (مسالک العلماء ص ۲۱۴، ۲۱۵) میں درج کیا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ قاضی شمس الدین صاحب بعد کا فتویٰ تو اپنی کتاب میں مفتی صاحب کا درج کرتے ہیں اور یہ جو پہلے کا ہے، اس کو درج نہیں کرتے۔ سب سے پہلے اس فتویٰ کو نیلوی صاحب نے اپنی کتاب شفاء الصدور مترجم طبع اوّل کے آخر میں لگایا۔ نیلوی صاحب کی یہ کتاب ۱۹۶۸ء میں طبع ہوئی ہے۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کی وفات ۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۳ء میں ہو چکی تھی۔ فلہٰذا نیلوی صاحب اور اس کے شاگرد ضیاء الحق صاحب کی گواہی مردود ہے۔ نیلوی صاحب خیانتیں و تحریفیں کرنے کا عادی مریض ہے۔ جیسا کہ باب الخیانات و باب التحریفات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ محترم فیاض صاحب ان دلائل سے ثابت ہوا کہ یہ فتویٰ جھوٹا و من گھڑت ہے۔ جب نیلوی صاحب کے نزدیک امام شافعی و امام احمد و مالکیہ حضرات سماع موتٰی کے قائل ہیں تو کیا ان کے پیچھے بھی نماز ناجائز تھی۔ اسی طرح نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ امام بخاری کا مسلک ہے کہ روح کے اعادہ کے بغیر بھی مجرد جسم سن بول سکتا ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۲۶۰)

تو کیا امام بخاری کے پیچھے بھی نماز ناجائز تھی۔ ''لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم''

فتویٰ نمبر ۳: جناب فیاض احمد صاحب لکھتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم مولانا سرفراز خاں صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج گرامی گزارش ہے کہ چند مسائل کا تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔ بندہ احسان مند و شکر گزار ہو گا۔ (۱) یزید کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہئے۔ (۲) یزید کے ہاتھ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت خلافت کر لی تھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یزید پر فسق کب طاری ہوا اور اس امر کا ثبوت کسی معتبر کتاب سے ملتا ہے یا نہیں۔ (۳) اگر یزید فاسق و فاجر تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ نے کیوں نہ اس کے خلاف کوئی قدم اٹھایا۔

(۴) مولانا محمد حسین نیلوی صاحب نے قرآن وحدیث سے جو یزید کی صفائی پیش کی ہے، اس کے متعلق ارشاد ہو۔
والسلام! السائل فیاض احمد غفرلہ مؤرخہ ۱۴؍مارچ ۱۹۸۶ء

جناب فیاض احمد صاحب نے جو یزید کی صفائی نیلوی صاحب کی طرف منسوب کی ہے وہ یوں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: امیر یزید بن معاویہ کے متعلق کیا عقیدہ ہونا لازمی ہے جو لوگ امیر یزید کو فاسق وفاجر کہتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں یا نہیں۔ پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ فاسق وفاجر بھی مغفرت یافتہ ہوسکتا ہے اور یزید کے متقی ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ (السائل احقر فیاض احمد غفرلہ)

الجواب بعون الوہاب: امیر یزید بن معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما صحابی بن صحابی رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے ہیں۔ صحابہ کے جم غفیر نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ صحیح سند کے ساتھ ان کا فسق ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔ ''والذین آمنوا واتبعتهم ذریتهم بایمان الحقنابهم ذریتهم وما التنهم من عملهم من شیء'' (مشکوۃ شریف) میں حدیث ہے: ''لا تمس النار مسلماً رانی اوری من رانی'' (رواہ الترمذی، تتمہ مظاہر حق ج ۴ ص ۸۸) کنز العمال میں اسی مضمون کی ایک حدیث ہے: ''لایدخل النار من رآنی واولاد من رآنی'' یزید پر طعن کرنا درپردہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرنا ہے۔ بلکہ ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر طعن کرنا ہے جنہوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور شیعہ حضرات کا مقصد بھی یہی ہے جو آج سنیوں کی زبان سے پورا پورا حل ہو رہا ہے۔ یہ کہنا کہ یزید کے متقی ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ اس عہد میں اصل اتقاء ہے جس کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں اور فسق عارضی چیز ہے۔ اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے جو مدعی فسق یزید ہے۔ وہ دلائل صحیحہ سے فسق یزید ثابت کرے۔ المجیب محمد حسین غفرلہ مدرس مدرسہ ضیاء العلوم سرگودھا!

الجواب: اس کا جواب بھی مولانا مفتی عبدالشکور صاحب نے فیاض احمد صاحب کو بھیجا تھا جس کی تفصیل کا مجھے علم نہیں۔ راقم الحروف اس کا مختصر جواب اپنی تحقیق کے مطابق عرض کرتا ہے۔

۱...... نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ امیر یزید صحابی کا بیٹا ہے اور یزید پر طعن کرنا دراصل وو درپردہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنا ہے، یہ درست نہیں۔ اس لئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان پر طعن کرنے سے حضرت نوح علیہ السلام پر طعن نہیں ہوتا۔ شمر بن ذوالجوشن پر طعن کرنے سے حضرت ذوالجوشن صحابی رسول پر طعن نہیں ہوتا۔ ابوجہل پر طعن کرنے سے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ (بن ابی جہل) پر طعن نہیں ہوتا۔ خطاب، عفان، ابوطالب پر طعن کرنے سے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم پر طعن نہیں ہوتا۔ نیلوی صاحب بے چارہ کم فہمی کا مریض ہے۔ بے چارہ بے سوچے سمجھے لکھتا ہی رہتا ہے۔

۲...... نیلوی صاحب کا یہ کہنا صحابہ کرام کے جم غفیر نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ نیلوی صاحب کا اقرار ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع یزید کی بیعت پر نہ تھا۔

۳...... نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ صحیح سند کے ساتھ ان کا فسق ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ یہ جاہلانہ بات ہے۔ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم اہل مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وکرامۃً کا یزید کی بیعت کو توڑ دینا فسق یزید کی بھاری دلیل ہے۔ چنانچہ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۳) میں اہل مدینہ منورہ کا بیعت توڑ دینے کی صراحت موجود ہے، جس کی بناء پر واقعہ حرہ پیش آیا اور یزید کی فوج نے ۶۳ھ میں اہل مدینہ پر حملہ کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کی اولاد کو شہید کیا اور مدینہ میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا اور ظلم عظیم اور بے حیائی کا ارتکاب کیا۔

حوالہ نمبر ۱: علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ التوفی ۱۲۳۹ھ میں لکھتے ہیں: ''وصح ان یزید ارسل جیشا الی مدینة حتی قتلوا اهلها وظلموا ظلماً عظیماً وتسمی هذه الواقعة واقعة الحره'' (نبراس ص ۳۳۱) اور صحیح بات ہے کہ یزید نے ایک بڑا لشکر مدینہ منورہ کی طرف بھیجا۔ جنہوں نے مدینہ والوں کو شہید کیا اور بہت بڑا ظلم کیا اور اس واقعہ کا نام واقعۃ الحرہ ہے۔

حوالہ نمبر ۲: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مع انه کان فیه من الظلم ما کان ثم انه اقتتل هو وهم وفعل باهل الحرة اموراً منکرة'' (منہاج السنہ ج ۱ ص ۲۷) باوجودیکہ یزید میں ظلم تھا۔ سو جو تھا، پھر اس نے اور اس کے لشکر نے اہل حرہ (مدینہ منورہ والوں) کے ساتھ لڑائی کی اور بے حیائی کے کام کئے۔ نیز دیکھئے (منہاج السنہ ج ۲ ص ۲۴۹ تا ۲۵۱) جس میں یزید کو ظالم وفاسق کہا گیا ہے۔

حوالہ نمبر ۳: شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ ''وقوع آں (ای واقعہ حرہ) در زماں شقاوت نشان یزید بن معاویہ است کہ بعد از واقعہ قتل امام حسین رضی اللہ عنہ لشکر انبوہ بہ مدینہ مطہرہ فرستادہ وہتک حرمتہ آں بلدہ مکرمہ ومسجد شریف نبوی کردہ۔ واز صحابہ وتابعین جماعۃ کثیرہ راقتل رسانید وبشناعت ہائے دیگر نتواں گفت ودر تاریخ مدینہ ذکر آں کردہ شدہ است از آنجا باید جست وبعد از خراب شدن مدینہ ہمیں لشکر را بمکہ فرستادہ وہم دریں سال آں شقی بار البوار رفت'' (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۹۰)

حوالہ نمبر ۴: ملا علی قاری فرماتے ہیں: ''کانت الوقعته المشهوره فی الاسلام ایام یزیدبن معاویة لما انتهب المدینة عسکره من اهل الشام الذین ندبهم لقتال اهل المدینة من الصحابة والتابعین وامر علیهم مسلم بن عقبة المری فی ذالحجة سنة ثلاث ستین'' (مرقاۃ ج ۱۰ ص ۱۳۸)

واقعہ حرہ اہل اسلام میں یزید کے زمانہ میں ہوا۔ جب یزید کے شامی لشکر نے جو اہل مدینہ منورہ صحابہ وتابعین کی لڑائی کے لئے تیار کیا تھا، اہل مدینہ منورہ کو لوٹ لیا اور یزید نے شامی لشکر کا امیر مسلم بن عقبہ مری کو ۶۳ھ ذوالحجہ میں بنایا تھا۔

حوالہ نمبر ۵: مولانا بحر العلوم (التوفی ۱۲۲۵ھ) فرماتے ہیں: ''قال الشیخ عبدالحق الدهلوی قدارادیزید الشقی بالمدینة سوءً فبعث البعوث فمات علی الفور وکذا الشقی الذی کان امیراً علی هذه البعوث الخبیثة ایضاً مات علی الفور'' (رسائل ارکان ص ۲۸۵ مطبع یوسفی لکھنوی)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (التوفی ۱۰۵۱ھ) نے فرمایا کہ یزید بدبخت نے مدینہ منورہ کی برائی کا ارادہ کیا تو فوراً ہلاک ہو گیا اور اسی طرح وہ بدبخت بھی فوراً ہلاک ہو گیا جو اس خبیث لشکر کا امیر تھا۔

حوالہ نمبر ۶: علامہ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''وھی ایضاً اکبر مصائب الاسلام و خرومه لان افاضل المسلمین و بقية الصحابة و خيار المسلمين من جلته التابعين قتلوا جهراً ظلماً في الحرب و صبراً و جالت الخيل في مسجد رسول الله ﷺ و راثت و بالت في الروضة بين القبر و المنبر و لم تصل جماعته في مسجد النبي ﷺ'' (جوامع السیرت ص ۳۵۷ منقولاً)

اور وہ واقعہ حرہ اسلام میں مشکلات اور شگاف ڈالنے کی بہت بڑی کڑی تھی۔ بہترین مسلمان اور باقی ماندہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور جلیل تابعین رحمۃ اللہ علیہم اس جنگ میں ظلماً وصبراً (باندھ کر بھوکا کر کے) قتل کئے گئے۔ علی الاعلان اور گھوڑے (شامیوں کے) مسجد نبوی ﷺ میں گھومتے رہے اور لید و پیشاب کرتے رہے۔ روضہ اطہر میں درمیان قبر و منبر نبوی ﷺ کے اور رسول اللہ ﷺ کی مسجد نماز با جماعت نہ ہو سکی۔

حوالہ نمبر ۷: علامہ قسطلانی (شرح بخاری ج ۱۰ ص ۱۲) میں اس واقعہ کو تفصیل سے لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں: ''و جالت الخيل في مسجد رسول الله ﷺ'' رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں گھوڑے گھومتے پھرتے رہے۔ یہ واقعہ حرہ کے بارے میں چند حوالے ذکر کئے گئے ہیں۔ ورنہ تو قرآن مجید کے اشارات اور صحیح حدیثوں سے اس واقعہ کا ثبوت موجود ہے۔ یہ جگہ اس کی گنجائش نہیں رکھتی کہ اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا جائے۔ فسق یزید کی یہ واقعہ بھاری دلیل ہے۔

مولانا غلام اللہ خان صاحب کا نظریہ یزید کے بارے میں

(اکبر) ساقی صاحب اور اس کے ہم بھائیوں نے مولانا (شیخ القرآن) پر دوران تقریر (بر جلسہ سالانہ تعلیم الاسلام اتراء قائد آباد) بذریعہ رقعہ سوال کئے۔ مولانا صاحب نے انہیں جواب دیا کہ یزید بلا شک وشبہ فاجر، فاسق، شرابی تھا۔ لیکن کافر ہرگز نہیں تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے شہید کرنے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ برق حاضر بجواب برق غیب ص ۱۲ مصنف صوفی عبد الغفار صاحب اینڈ توحیدی خادم!

خادم العلماء حق ملک محمد اقبال توحیدی نمائندہ انجمن اشاعۃ التوحید والسنۃ میانوالی

حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب کا نظریہ یزید کے بارے میں

قاضی شمس الدین صاحب بخاری شریف کی حدیث ''هلكة امتي على ايدي غلمة من قريش'' (کہ میری امت کی تباہی چند قریشی لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی) کی شرح میں لکھتے ہیں۔ ''کیزید و امثاله و معاونیهم'' (الہام الباری ص ۱۹۱) مثل یزید اور اس جیسے لوگوں اور ان کے معاونین کے۔ پھر قاضی صاحب یاجوج ماجوج کی دیوار کے کھل جانے کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کناية عن قرب بدالفتن الاية بعده ﷺ مما وقعت في زمن یزید و امثاله الی یومنا ہذا و بعدہ الی ما شاء اللہ! (الہام الباری ص ۱۹۲)

اشارہ ہے ان فتنوں کی طرف جو رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کے زمانہ کے قریب آنے والے ہیں جو یزید اور ان جیسے لوگوں کے دور میں ہو چکے ہیں اور آج تک بلکہ قیامت تک جو ہوتے رہیں گے۔ قاضی صاحب نے ان فتنوں کا سب

سے پہلا دور یزید کا دور بتلایا ہے۔ اس لئے یزید کا فسق وفجور متواتر ہے۔ واقعہ حرہ سے کسی نے بھی یزید کو بری نہیں کیا۔

سوال: اگر یزید فاسق فاجر تھا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنا نائب کیوں بنایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی بیعت کیوں کی۔

جواب: حضرت گنگوہی رحمہ اللہ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۵۲) میں لکھتے ہیں۔ یزید اول صالح تھا بعد خلافت کے خراب ہوا۔ صحابہ کا بیعت پہلے کرنا اور پھر اس کو توڑنا بھی اس کی دلیل ہے۔ فلہذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وصحابہ رضی اللہ عنہم پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

۴..... نیلوی صاحب نے جو یزید کے حق میں آیت پیش کی ہے درست نہیں۔ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ جن نیک لوگوں کی اولاد نیک ہے۔ مگر اپنے بزرگوں کے مقام ومرتبہ کو نہیں پہنچ سکی تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی اولاد کو بھی آخرت میں ان بزرگوں کے ساتھ اکٹھا کر دیں گے تاکہ وہ نیک لوگ انہیں دیکھ کر خوش ہوں۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ فاسق وفاجر بدکردار اولاد کو بھی بزرگوں کے ساتھ اکٹھا کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ نیلوی صاحب نے یزید کی صفائی میں پیش کیا ہے اور شیعہ اور بریلوی حضرات کا نظریہ بھی یہی ہے بلکہ یہودیوں کا نظریہ بھی یہی تھا۔ ''نحن ابناء اللہ و احباءہ''

۵...... اس کے بعد نیلوی صاحب نے دو حدیثیں پیش کی ہیں۔ ایک کلمہ اوؐ کے ساتھ ہے جو ترمذی کے حوالہ سے ہے۔ جس کی سند میں موسیٰ بن ابراہیم بن کثیر الانصاری ہے، جس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وکان یخطی اور خطاء کرتا تھا۔　(تہذیب ج ۱۰ ص ۳۴۳)

دوسری حدیث جو کنز العمال کے حوالہ سے نیلوی صاحب نے پیش کی ہے۔ اس کا مخرج نہیں بتایا۔ ظاہر ہے کہ وہ طبقہ رابعہ یا ثالثہ کی ہوگی۔ جب کہ نیلوی کا وعدہ یہ ہے۔ یاد رہے کہ طبقہ ثالثہ کی اکثر احادیث فقہاء کے نزدیک معمول بہ نہیں بلکہ ان کے خلاف پر اجماع ہو چکا ہے۔ ہم تو اس قاعدہ پر پختہ ہیں اور قاعدہ ہذہ سے سرمو اغماض واعراض نہیں کرتے۔　(ندائے حق جز ثانی ص ۶۸)

نیلوی صاحب کو یہ حدیث بھی یاد ہوگی۔ ''اذا وعد اخلف'' جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے فلہذا الفظ نیلوی صاحب کے ساتھ اگر نیلوی یزیدی صاحب ملا دیا جائے تو امید ہے کہ نیلوی صاحب خوش ہوں گے۔ ناراض نہ ہوں گے۔

میں ان کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی

حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی عفی عنہ

قارئین کرام! باتیں تو اور بھی کافی تھیں، مگر فی الحال اسی پر ہی اختتام کرتا ہوں۔ یار زندہ صحبت باقی!

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین!

۱۷/ اکتوبر ۱۹۸۷ء، ۲۳/ صفر ۱۴۰۸ھ

***

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

ضَرْبُ الْمُهَنَّدِ
علٰی
اَلْقَوْلِ الْمُسَنَّدِ

مؤلف:
حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ
استاذ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ضَربُ المُهَنَّد
علیٰ
القولِ المُسَدَّد

حضرت مولانا حافظ
حبیب اللہ ڈیروی صاحب



مکتبہ ایثار
0315-9927261

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: ۱۹۴۶ء ...... وفات: ۳/نومبر ۲۰۰۷ء

مولانا سید عنایت اللہ صاحب گجراتی کے ہاں مدرس مولانا عبدالکریم میرانی تھے جو صادق آباد کے رہائشی تھے۔ انہوں نے رسالے لکھے: (۱) الاقوال السلف فی عدم سماع الاموات۔ (۲) ازالہ اوھام فی فھم الحدیث خیر الانام۔ (۳) القول المسند فی رد المھند۔

اس موخر الذکر رسالہ میں انہوں نے ''المھند علی المفند'' کے ایک عقیدہ حیات النبی ﷺ کا رد لکھا۔ مولانا حبیب اللہ صاحب ڈیروی نے مولانا عبدالکریم میرانی کے ان رسائل بالخصوص موخر الذکر رسالہ ''القول المسند فی رد المھند'' کا جواب ''ضرب المُھند علی القول المُسنَد'' کے نام سے لکھا۔ صفر ۱۴۳۷ھ مطابق نومبر ۲۰۱۵ء میں مکتبۃ البشارٹوپی ضلع صوابی سے شائع ہوا۔ اس تصنیف کی خصوصیت یہ ہے کہ اہم اور ضروری حوالہ جات کے انہوں نے عکس دے دیئے۔ اسی طرح ہم اس کتاب کو اس مجموعہ میں شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ (ناشر)

۲۹۷

خلافت راشدہ

حق چار یار

مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق

اکابر دیوبند کا مسلک

علمائے دیوبند کا متفقہ اعلان

حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں یہ بات ثابت ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے

صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے بلاواسطہ سنتے ہیں۔ اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تو مستقل تصنیف حیات انبیاء پر آب حیات کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے ارشد خلفاء میں سے ہیں۔ ان کا رسالہ المہند علی المفند ہی اہل الحق اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعوے کرے تو یہ بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

۱۔ مولانا محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ، مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵
۲۔ مولانا عبد الحق عفی عنہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
۳۔ مولانا محمد صادق عفا اللہ عنہ، سابق ناظم محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور
۴۔ مولانا ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ
۵۔ مولانا شمس الحق عفا اللہ عنہ صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
۶۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور
۷۔ مولانا مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
۸۔ مولانا محمد رسول خان عفا اللہ عنہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور
۹۔ مولانا مفتی محمد شفیع عفا اللہ عنہ مہتمم دارالعلوم کراچی
۱۰۔ مولانا احمد علی عفی عنہ امیر نظام العلماء و امیر خدام الدین لاہور (تلک عشرۃ کاملۃ)

منجانب:۔ **حیات الانبیاءؑ سوسائٹی گجرات**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۃ الکتاب

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم!

برادران اسلام! دنیا میں دو قسم کے گروہ ابتداء ہی سے چلے آرہے (۱) مخلص اور وفادار (۲) منافق اور غدار۔ یہ منافق گروہ جو اپنا بن کر نقصان پہنچاتا ہے وہ نقصان دشمن بھی نہیں پہنچا سکتا۔ یہ منافق گروہ سب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے اس منافقانہ پالیسی کا مظہر ایک وہ رسالہ بھی ہے جو گزشتہ سال میدان تحریر میں لایا گیا ہے جس کا نام ہے: ''القول المسند فی رد المھند'' مصنف مولوی عبدالکریم المیرانی مدرس مدرسہ قاسم العلوم جبیر پور روڈ، چکوال۔ اس سے قبل مولوی صاحب کے دو رسالے اور بھی نظر سے گزرے ہیں۔ چنانچہ ایک کا نام: ''اقوال الاسلاف فی عدم سماع الاموات'' ہے۔ ملنے کا پتہ: مولوی عبدالکریم حامد المیرانی خادم اشاعت التوحید والسنۃ ساکن دعوو الہ تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خان، مدرس مدرسہ اسلامیہ جامعہ فاروقیہ گجرات۔

دوسرے رسالہ کا نام ''ازالۃ الاوہام فی فہم احادیث خیر الانام''۔ مصنف المیرانی خادم توحید والسنۃ، فاضل علوم دینیہ جامعۃ الصدیقہ گوجرانوالہ (یعنی دورۂ حدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب سے پڑھا ہے) اور اب حضرت شاہ صاحب کے مدرسہ واقعہ جامع مسجد شاہ فیصل گیٹ، گجرات میں درس نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھاتے ہیں، اور حضرت شاہ صاحب کے نظریات کی پرچار کرتے ہیں۔ مصنف نے ''المھند'' میں مندرجہ مسائل وعقائد میں سے صرف ''مسئلہ حیاۃ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام'' کا انتخاب کرتے ہوئے اس کا رد کیا ہے اور اپنے رسالہ کا نام ''سورۃ المنافقون'' میں مندرجہ آیت وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ۔ (پ:۲۸) اور اگر بات کریں منافق تو سنے گا تو اے مخاطب ان کے قول کو گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں ٹیک لگائی ہوئیں۔ سے حاصل کیا ہے۔ واقعی یہ رسالہ ''القول المسند'' (بے کار بات) ہے۔ اور ''المھند'' کا معنی ہے (ہندی تلوار) تو ہندی تلوار کے مقابلہ میں بے کار بات اور منافقانہ قول کس طرح فائدہ مند ہو سکتا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں: ف نمبر ۸: ...... خشک اور بیکار لکڑی جو دیوار سے لگا کر کھڑی کر دی جائے محض بے جان اور لا یعقل۔ دیکھنے میں کتنی موٹی مگر ایک منٹ بھی بدون سہارے کے کھڑی نہیں رہ سکتی۔ ہاں جب ضرورت پڑے تو جلانے کے کام آسکتی ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے ان کے موٹے فربہ جسم اور تن و توش سب ظاہری خول ہیں اندر سے خالی اور بے جان محض اور دوزخ کا ایندھن بننے کے لائق۔

مصنف موصوف نے اپنے دوسرے رسالہ ''ازالۃ الاوھام فی فھم احادیث خیر الانام'' کے نام رکھنے میں جہالت کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ ازالہ کا صلہ ''عن'' آتا ہے ''فی'' نہیں آتا جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کتاب کا نام ہے: ''ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء'' اس مصنف کے رسالہ کا نام یوں ہونا چاہئے تھا: ''ازالۃ الاوھام عن فھم احادیث خیر الانام''

پھر اس رسالہ کا نام ''ازالۃ الاوھام'' شاید اس بناء پر رکھا گیا ہے کہ مرزا قادیانی کی کتاب کا نام بھی ''ازالۃ الاوھام'' تھا۔ اور اس نے بزرگان دین کے خلاف اپنی فہم کو دخل دے کر قرآن و حدیث کی تشریح اپنی مرضی سے کی تھی۔ یہی کچھ مصنف موصوف نے کیا ہے۔ نیز مصنف موصوف نے اپنے آپ کو ''فاضل علوم دینیہ جامعۃ الصدیقیہ گوجرانوالہ'' لکھا ہے۔ یہ بھی ان کی جہالت کی بین دلیل ہے کیونکہ مدرسہ کا نام ''جامعہ صدیقیہ'' یا ''الجامعۃ الصدیقیۃ'' ہوسکتا ہے لیکن ''جامعۃ الصدیقیۃ'' ترکیبی لحاظ سے غلط ہے کہ صفت تو معرفہ ہو مگر موصوف نکرہ۔ پس جس شخص کی علمی حالت یہ ہو اور اپنے آپ کو مجتہد سمجھ کر اکابر دین کے علم و سمجھ کو ٹھکرا کر نیا راستہ اختیار کرے۔ پس ایسے شخص کی مثال یوں ہے ؂

ہر کس کہ نہ داند و بداند کہ داند در جہل مرکب ابد الدہر بماند

برادران اسلام کی خدمت میں مصنف ''القول المسند'' کا کچھ تعارف کرایا گیا ہے پورا تعارف ''ضرب المھند'' کے مکمل پڑھنے سے حاصل ہوگا۔ اب راقم الحروف یہ بتانا چاہتا ہے کہ ''حیات انبیاء علیھم السلام فی القبور'' اور ''سماع انبیاء علیھم السلام عند القبور'' کا مسئلہ کبھی اختلافی نہیں تھا۔ اس پر ہمیشہ امت کا اجماع رہا ہے کہ ''انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور عند القبور صلوۃ وسلام کا سماع کر کے اس کا جواب عنایت کرتے ہیں''۔ اور جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ کے اکابرین کا بھی یہی مسلک تھا۔

چنانچہ مولانا سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں: ''چنانچہ مولانا غلام اللہ خان صاحب نے محترم قاضی نور محمد صاحب سے مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ اس پر دستخط کر دیئے جائیں کیونکہ سماع صلوٰۃ عند القبر الشریف پر تو تمام اکابر علمائے دیوبند متفق ہیں اس لیے اگر جماعت کی خیر خواہی اور نزاع کو ختم کرنے کے لئے اس پر دستخط کر دیئے جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ دونوں حضرات نے دستخط کر دیئے۔ یہ دونوں حضرات مولانا قاضی شمس الدین کی طرف سے مطمئن تھے کیونکہ وہ سماع صلوۃ کو اپنے ایک خط میں تسلیم کر چکے تھے جو انہوں نے کسی وقت مولانا محمد علی صاحب جالندھری کو لکھا تھا۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن، راولپنڈی، ص ۵۴ بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء)

خیانت: مصنف ''القول المسند'' نے اپنے رسالہ کے (صفحہ ۷۳ میں تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء کے صفحہ ۵۳) کا عکس (فوٹو) دیا ہے جس میں بقیہ اظہار حقیقت صفحہ ۵۴ کا ذکر ہے لیکن صفحہ ۵۴ جس میں اظہار حقیقت کے عنوان کے تحت حقیقت کو ظاہر کیا گیا ہے اس کا فوٹو (عکس) نہیں دیا کیونکہ اس میں یہ حوالہ مذکور تھا جس کا راقم نے ابھی حوالہ دیا ہے۔ یہ ہے ان لوگوں کی دیانت ...! (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

اختلاف کب پیدا ہوا: اس اختلاف کے بانی مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی ہیں۔ مولانا موصوف کسی مستقل مزاج کے مالک نہیں، اگر تشدد پر اتر آئیں تو اہل السنۃ والجماعۃ کے متفقہ مسائل وعقائد کا انکار بآسانی کر گزرتے ہیں۔ اور اگر تساہل (نرمی) اختیار کر لیں تو پھر بریلوی عقائد اور بدعات کو قبول کر کے اس پر دستخط کر کے بریلویوں کے ساتھ صلح و آشنائی بھی قائم کر لیتے ہیں۔ آج اس راز سے ہم پردہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب موصوف جس زمانہ میں

جامع مسجد کالری دروازہ گجرات کے خطیب مقرر ہوئے تو بریلویوں کے حکیم الامت مفتی احمد یار خان گجراتی کا شہر گجرات میں کافی اثر ورسوخ تھا۔ شاہ صاحب موصوف اور مفتی صاحب موصوف کے درمیان چند مسائل پر مناظرہ ہوا، جس میں شاہ صاحب نے مفتی صاحب موصوف کے مسائل کو درست تسلیم کرتے ہوئے اس پر دستخط ثبت فرما دیئے تھے۔ بریلوی اشتہار کے مطابق یہ مناظرہ ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۶۱ھ بروز منگل لالہ فضل پگانوالہ کے مکان پر ہوا۔ مفتی احمد یار خان نے کچھ مدت بعد ان مسائل کو شاہ صاحب موصوف کے دستخط کے ساتھ اشتہار کی شکل میں شائع کر دیا تھا۔ اس اشتہار کا عنوان تھا: ''جھگڑے کا خاتمہ''۔ وہ مسائل کون سے تھے جس پر حضرت شاہ صاحب نے دستخط فرمائے تھے؟ ذرا ان کو ملاحظہ فرمالیں۔

۱...... مزارات اولیاء پر گنبد بنانا، پختہ عمارت بنانا شرعاً جائز ہے۔ نیت خیر سے ہو تو مستحب ہے۔ گنبد خضراء رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام شرعاً جائز اور بہت متبرک ہے۔

۲...... عرس اولیاء اللہ تاریخ مقررہ پر کرنا، مجمع کر کے وہاں فاتحہ پڑھنا، وہاں روشنی کرنا اور وہاں حاضری دینا شرعاً مستحب ہے۔

۳...... جس عرس میں ناچ گانا، باجہ وغیرہ اختلاط مرد و زن وغیرہ محرمات ہوں تو ان امور محرمہ کی وجہ سے نفس عرس حرام نہ ہوگا، بلکہ یہ مذکورہ بالا محرمات چیزیں حرام ہوں گی اور اصل عرس حلال ہوگا۔

۴...... حقیقت محمدیہ عالم کے ذرہ ذرہ میں موجود ہے۔

۵...... محفل میلاد شریف تاریخ مقررہ پر کرنا، مجمع کر کے ذکر ولادت پاک کرنا اور نعت خوانی کرنا شرعاً جائز ہے، مستحب ہے۔

۶...... جناب سرور دو عالم ﷺ کا وہ جسم اطہر جو کہ قبر انور میں مدفون ہے، وہ ہر وقت ہر جگہ بعینہ موجود نہیں بلکہ قبر انور میں جلوہ گر ہے۔

۷...... بعد نماز پنجگانہ بلند آواز سے مل کر نمازیوں کا یہ پڑھنا کہ ''صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعلی الک یا حبیب اللہ'' جائز بلکہ مستحب ہے۔ مگر خیال رہے کہ اس جہر سے نمازی کی نماز میں حرج نہ ہو، نہ سونے والے کو تکلیف ہو اور نہ قاری کی تلاوت میں خلل واقع ہو۔

کتبہ احوج الناس الی حبیب الرحمن احمد یار خان مدرس، مدرسہ خدام الصوفیہ، گجرات ۱۴ ذیقعدہ یوم سہ شنبہ ۶۱ھ۔ المجیب مصیب عنایت اللہ بخاری، خطیب جامع مسجد کالری دروازہ، گجرات یوم سہ شنبہ ۶۱ھ ۱۴ ذیقعدہ۔

اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب موصوف نے پندرہ سال کے بعد ایک پمفلٹ آٹھ صفحات کا اپنی قلم سے لکھا جس میں حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: ''برادران اسلام! آیئے اب آپ کو فریب وہ گمراہ کن اشتہار ''جھگڑے کا خاتمہ'' کا حال بھی عرض کر دیں تاکہ آپ کسی دغا اور فریب میں مبتلا نہ رہیں۔ قریباً پندرہ برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے کہ میں نے اور مفتی احمد یار خان صاحب نے ایک مجلس میں مسائل مندرجہ اشتہار مذکور پر بغیر کسی مناظرہ، مکالمہ اور جرح قدح کے دستخط کر دیئے۔ لیکن اس کے چند ہی دنوں بعد بعض علماء ربانی کی توجہ دلانے سے

میں نے ان مسائل کا قرآن کریم، حدیث صحیح اور فقہ اہلسنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا۔ میں دیانۃً اس نتیجہ پر پہنچا کہ مجھ سے ان مسائل پر دستخط کرنے میں نادانستہ شدید غلطی کا ارتکاب ہوا ہے اب میرے لئے دو ہی راستے تھے۔

اوّل:...... یا تو اپنے وقار اور لالچ کے پیش نظر اپنی اس غلطی سے رجوع کرتے ہوئے اعلان حق نہ کروں۔

دوم:...... یا پھر خوف خدا، آخرت کی جزاء وسزا اور مسلمان قوم کے حقوق تبلیغ ہدیٰ کے فریضہ کے پیش نظر ان مسائل میں اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دوں۔ الحمد للہ! محض اللہ تعالی کے فضل وکرم اور اسی کی توفیق سے میں نے مفتی احمد یار خان صاحب کے سابق رہائشی مکان کے قریب گجرات کابلی دروازہ میں جلسہ عام کر کے لاؤڈ سپیکر پر اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دیا''۔ (اعلان حق صفحہ: ۴)

نیز حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: ''برادران اسلام! آپ سب گواہ رہو کہ میں نے پہلے بھی زبانی اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہوئے کھلے اجلاس میں حق کا اعلان کر دیا تھا آج پھر بذریعہ اشتہار ہذا صاف صاف اعلان کرتا ہوں کہ فریب دہ، گمراہ کن اشتہار ''جھگڑے کا خاتمہ'' میں تمام مسائل، جن کو جائز لکھا گیا ہے (سوائے گنبد رسول اللہ ﷺ) بعض ناجائز، بعض حرام، بعض مکروہ اور سب کے سب بدعات سیئہ ہیں۔ میں اس اعلان حق پر اللہ تعالی کو گواہ بناتا ہوں۔ ''وکفی باللہ شهیدا''۔ اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو شرک وبدعت سے محفوظ رکھے''۔ (اعلان حق ص۸)

قارئین کرام! حضرت شاہ صاحب موصوف کا یہ بیان حیران کن ہے کہ ''بغیر کسی مناظرہ، مکالمہ اور جرح قدح کے دستخط کر دیئے''۔ حالانکہ یہ وہ مسائل ہیں جن کو بچہ بچہ جانتا ہے اور دیوبندی عوام بھی جانتے ہیں کہ یہ مسائل ننانوے فی صد بریلویوں کے ہیں۔ کیا حضرت شاہ صاحب کو اتنا علم بھی نہیں تھا۔؟ پھر حضرت شاہ صاحب موصوف کا یہ بیان کہ ''بعض علمائے ربانی کی توجہ دلانے سے میں نے ان مسائل کا قرآن کریم، حدیث صحیح اور فقہ اہل سنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا''۔ یہ اور زیادہ حیران کن ہے۔ کیا حضرت شاہ صاحب موصوف قرآن کریم، حدیث صحیح اور فقہ اہل سنت کے تحقیقی مطالعہ سے بالکل محروم تھے۔؟ حضرت شاہ صاحب کا یہ بیان مبنی بر صداقت نظر نہیں آتا۔ بہر حال حضرت شاہ صاحب کے پمفلٹ (اعلان حق) کا پورا عکس ہم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں تاکہ وہ ان کی پوری عبارت کو آگے اور پیچھے سے ملاتے ہوئے پڑھ کر اطمینان حاصل کر سکیں۔

پورا عکس ہم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں تا کہ وہ ان کی پوری عبارت کو آگے اور پیچھے سے ملاتے ہوئے پڑھ کر اطمینان حاصل کر سکیں

۱۲

اعلانِ حق

جسمیں

بریلوی اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" کا جواب ہے

از قلم

جناب مجاہد ملت، حامی شریعت، حضرت مولٰنا

سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری

پبلشر

(مولوی محمد یوسف خطیب مسجد شالباماں گوجرانوالہ

۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

برادران اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گجرات میں ایک ایجنسی مسماۃ خلیم لعوضہ ہے۔ ساہداں کے ایک مفتی احمد یار خان صاحب (فرقہ بریلویہ کے مشہور صوفی و مفتی) ہیں۔ انہوں نے ایک فریب دہ اور گمراہ کن اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ برعکس نام نہند زنگی کافور جہاں جہاں بھی یہ اشتہار پہنچا ہے وہاں جھگڑے کا خاتمہ ہونے کی بجائے مسلمانوں میں زیادہ جھگڑا اور فساد برپا ہو گیا ہے۔ کس قدر فریب ہے زہر کا نام تریاق جھوٹ کا نام سچ ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں ۔ جو چاہے آپ کا حُسن کرشمہ ساز کرے

ایسے مفتیوں اور مفسدین اشتہار شائع کرنے والوں کو خدا ہدایت دے لیکن ہدایت نصیب کیسے ہو جبکہ لالچی پیر لوران کے ایجنٹ شکم پرست مفتی وملا کا مقصد ہی اکل اموال الناس بالباطل ہو یہ ذلیل مقصد تو ایسے اشتہارات کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتا ہے جن میں مسلم قوم سے مال لوٹنے کے باطل ذرائع کھانے پینے کے ڈھنگ نذر ومنت چڑھاوے شیرینی اور نذرانہ وصول کرنے کے مسائل شائع کئے جائیں آپ اگر غور فرمائیں گے تو جھگڑے والا اشتہار بھی اسی قسم کا پائیں گے ڈاکٹر اقبال مرحوم نے سچ فرمایا ہے

نشانہ نہیں بعد ہے پیران حرم کا ۔ ہر خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن

خدا کی پناہ! سادہ لوح قوم سے کس قدر دھوکا، دغا، فریب اور مکر ہو رہا ہے مسلم قوم کی فلاح و بہبود سے انہیں کیا واسطہ انہیں تو اپنے حلوے مانڈے اور تعیش سے غرض، باطل پرست پیر ادران کے ایجنٹ، پیشہ ور مفتی وملا نے مسلم عوام کو حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عزت و محبت کے جھوٹے دعوے کی آڑ میں جس قدر لوٹنے کا لامتناہی سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ وہ باخبر حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن جب جناب خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عزت و حرمت کے لئے چند دن کی آزمائش آجائے تو بایں دعوائے عشق و محبت یک بینی و دو گوش بذریعہ معافی نامہ سرنڈر ہو کر رنا ئی انداز سے نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت لگاتے ہوئے قوم کو دوبارہ بے وقوف

۴

بنانے کی خطرناک سازشوں میں مصروف ہو جاتے ہیں! شرم! شرم! شرم! اچھلا بھی شکم پرستوں کو یہ
ذلیل کردار ہو سکتا ختم نبوت جیسے مقدس اور اہم مسئلہ کی حفاظت و نصرت کے نعرے قوم کو تو
جوش دلا کر جیلوں میں بھجوا دیں اور خود تحفظ ختم نبوت کے نام سے قرآن اور قوم سے غداری [illegible]
اور فریب کاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی [illegible] کر دولت کمائیں اور حرام خوری میں نہایت [illegible]
سے جہالت کی [illegible] کھیریں اور حلوے، جو تم چالیسویں کا نان [illegible]
کے پیٹ اور مٹھائیاں [illegible] قوم کے دین و ایمان پر [illegible] ڈاکہ
[illegible] اشتہار، صوفیانہ جبہ و دستار عاشقانہ فنی
تقریریں دعوے [illegible] سے پر اسرار فراڈ، نیز ان جیسے کئی مکارانہ ہتھکنڈے
استعمال کئے جا رہے ہیں۔ فلعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین جو شخص [illegible]
[illegible] کر کے قوم کے دین و ایمان پر [illegible] ڈاکہ زنی کا یہ
[illegible] وہاں سے کئی بار
کھینچے گئے اور کھینچے جا رہے ہیں معاذ اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے باطل پرست
پیروں اور ان کے [illegible] قوم کے دین و مال پر ڈاکہ زنی کا نقشہ قرآن حکیم میں
نہایت جامع الفاظ میں کھینچا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ
لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ اے ایمان
والو! بہت سے مولویوں اور پیروں فقیروں میں سے البتہ لوگوں کے مال کھاتے ہیں جھوٹ اور فریب
سے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ [illegible] لوگوں کے مال پر ڈاکہ
ایمان پر بھی ڈاکہ [illegible] شکم پرست پیروں اور ان کے [illegible] اور ملاؤں کے
[illegible] کرتوت [illegible] اللہ تعالیٰ نے ان کو سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ بہت بڑے
جھوٹے اور بہت [illegible] کے سیاہ [illegible] داغ سے ان کے [illegible] چہروں کو داغ دار
[illegible] کی [illegible] اور ذلیل مقاصد سے نقاب کشائی فرما دی ہے۔ تاکہ
[illegible] قرآن مجید میں

۱۵

۴

اللہ تعالیٰ نے علماء حقانیین اور منعقرانہ باشیہ کے صفات عزت و حرمت سے ارشاد فرما دیئے ہیں کہ کس طرح وہ ہر خطرے سے بے نیاز ہو کر حق کا اعلان کرتے ہیں۔ اور اگر ان سے کوئی لغزش یا غلطی سرزد ہو جائے تو یہ لوگ علم اس پر اڑے نہیں رہتے اور مخلوق خدا کو کبھی دھوکہ نہیں دیتے رضا الٰہی ان کا مقصد ہوتا ہے۔ اور کوئی خوف یا طمع ان کو اعلان حق سے باز نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس کے وہ سچے محافظ اور مخلص خادم ہوتے ہیں غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے حقانی اور نفسانی دونوں قسم کے پیروں اور مولویوں کے حالات وضاحت سے بیان فرما دیئے ہیں تاکہ عوام حق و باطل میں سچے جھوٹے میں۔ کھرے کھوٹے میں تمیز کر سکیں۔

برادران اسلام! آیئے اب آپ کو فریب دہ گمراہ کن اشتہار جھگڑے کا خاتمہ کا حال بھی عرض کر دیں۔ تاکہ آپ کسی دغا اور فریب میں مبتلا نہ رہیں قریباً پندرہ برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے کہ میں نے اور مفتی احمد یار خاں صاحب نے ایک مجلس میں مسائل مندرجہ اشتہار مذکورہ بغیر کسی مناظرہ مکالمہ اور جرح قدح کے دستخط کر دیئے۔ لیکن اس کے چند ہی دنوں بعد بعض علماء ربانی کی توجہ دلانے سے میں نے ان مسائل کا قرآن کریم حدیث صحیح اور فقہ اہلسنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا۔ میں دیانتہً اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ مجھ سے ان مسائل پر دستخط کرنے میں نادانستہ شدید غلطی کا ارتکاب ہوا ہے۔ اب میرے لئے دو ہی راستے تھے

اول :- یا تو اپنے وقار اور لالچ کے پیش نظر اپنی اس غلطی سے رجوع کرتے ہوئے اعلان حق نہ کر دوں۔

دوم :- یا پھر خوف خدا آخرت کی جزا و سزا اور مسلمان قوم کے حقوق تبلیغ صدق کے فریضہ کے پیش نظر ان مسائل میں اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دوں الحمدللہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسی کی توفیق سے میں نے مفتی احمد یار خاں صاحب کے سابق رہائشی مکان کے قریب گجرات کابلی دروازہ میں جلسہ عام کر کے لاؤڈ سپیکر پر اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دیا۔ اور مفتی صاحب سے بھی عرض کر دیا کہ وہ بھی خدا کے لیے اپنی غلطی سے رجوع کر لیں اور اگر وہ اسے غلطی نہیں سمجھتے تو میرے ساتھ جس وقت چاہیں باطمینان تبادلہ خیالات اور گفتگو فرما لیں۔ لیکن بڑا ہو ضد اور

۴

۵

فلو کان تو انہوں نے اپنی غلطی سے رجوع کیا اور نہ گفتگو کے لیے ہی تیار ہوئے بلکہ الٹا ضد و عناد کے ساتھ باطل پر اڑے رہے اور انہیں غلط مسائل کا ایک اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" کے عنوان سے شائع کر کے عوام کو خوب دھوکا اور فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تا کہ پیٹ کی دکان کا سامان خوب فراہم کر سکیں۔ پھر ضد کی حد یہ کہ منع کرنے پر بھی باز نہ آئے تا آنکہ الحاج سردار عطاء محمد خان صاحب لغاری گجرات میں ڈپٹی کمشنر مقرر ہو کر تشریف لے آئے ان کی کوٹھی پر ان کے روبرو اس اشتہار اور اس کے بعض مسائل پر ہم دونو فریق کی گفتگو ہوئی جس کے فیصلے میں ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف نے فرمایا کہ یہ تو علم و دیانت اور ایمان کی نشانی ہے۔ کہ اگر کسی عالم سے مسائل میں کچھ غلطی ہو جائے تو قرآن و حدیث کی روشنی میں تحقیق کر کے اپنی غلطی سے رجوع کر لے نہ کہ اپنی غلطی پر اڑا رہے۔ غلطی پر اصرار کرنا اور اڑے رہنا تو جہالت اور بددیانتی ہے اور ساتھ ہی ڈپٹی کمشنر صاحب نے فیصلہ فرمایا کہ جب ایک شخص غلطی سے رجوع کر کے حق کا اعلان کرتا ہے تو اس کے متعلق یا اس کے اکابر کے متعلق کسی قسم کا اشتہار شائع کرنا سخت بددیانتی ہے لہٰذا دونو فریق ایک تحریر کر دو کہ کوئی بھی کسی فریق یا اس کے اکابر کے متعلق کوئی نیا یا پرانا اشتہار شائع نہ کرے گا۔ کیونکہ اس سے عوام میں فساد اور دھڑے بندی پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف کے مطابق ان کے روبرو دونو فریق نے ایک متفقہ تحریر کر دی جو اصل دستخطی ہمارے پاس موجود ہے۔

مسلمانو! خدارا انصاف کرو کیا اس فیصلہ اور متفقہ معاہدہ کے بعد بھی وہ فریب دہ گمراہ کن جھگڑے بازی اشتہار شائع کرنا جائز تھا؟ کیا یہ صریح عہد شکنی نہیں ہے؟ اس تحریر کے بعد جب تک تو ڈپٹی کمشنر صاحب گجرات میں تشریف فرما رہے تب تک تو اس اشتہار کا نام و نشان نہ دیکھا لیکن جب صاحب موصوف کا تبادلہ ہو گیا۔ تو مفتی صاحب اور ان کے حواریوں نے مسلمانوں کو دھوکا اور فریب دینے کے لئے اشتہار کی مہم پھر تیز کر دی اور گڑا ہوا پرانا مردہ اکھاڑ لائے۔ کاش مفتی صاحب اپنے عہد پر قائم رہتے بلکہ غلط مسائل سے رجوع کر کے اعلان حق کر کے اپنی عاقبت درست کر لیتے لیکن قرآن کے فرمان

اَوْفُوْا بِالْعَھْدِ اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا اور وَمَا ھٰذِہِ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا لَھْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۔ کیا شکم پرست مفتیوں اور باطل پرست پیروں کو کیا ضرورت انہیں تو بدعات کے ذریعہ اپنی آمدنی کی غرض ہے غلطی سے رجوع کریں تو وہ قدر آمدنی پیدا ہوتی ہے۔ عاقبت کی کیا پرواہ درست ہو یا غلط یہ مفتی احمد یار خان صاحب تو خیر سے وہی حضرت ہیں جنہوں نے ایک نہایت فحش اور سخت بدترین فتویٰ دیا ہوا ہے کہ قرآن و حدیث میں عورت سے اغلام (غیر شرعی راستہ دبر کی طرف سے) کرنے کی کوئی ممانعت نہیں نعوذ باللہ استغفر اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ شرم۔ شرم شرم جھاڑنے والے اشتہارات کے مسائل پر یقین رکھنے والوں کو ان کے مفتی صاحب کا یہ پاکیزہ فتویٰ بھی مبارک ہو مفتی صاحب کا دستخطی بامہر یہ گندہ اور بیہودہ فتویٰ بھی میرے پاس موجود ہے۔ میں نے اس ناپاک فتویٰ سے رجوع کے متعلق بھی مفتی صاحب کو کئی بار عرض کیا۔ لیکن انہوں نے اس گندے فحش اور صریح غلط فتوے سے رجوع نہ کیا۔ ضد پر اڑے رہے اب تک اڑے ہوئے ہیں یہ ہے ان کی دیانت اور یہ ہے ان کا علم اناللہ وانا الیہ راجعون، چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی، بھلا جو مفتی پیر اور ملا پیٹ کی خاطر خدائے پاک کے کلام پاک کے معنے میں عمداً خیانت کرنے سے باز نہ آئیں۔ ان سے کب توقع کی جا سکتی ہے کہ اپنی غلطی سے رجوع کرلیں وزین لھم الشیطان اعمالھم فصدھم عن السبیل فھم لا یھتدون۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں اہل ایمان کا یہ شیوہ بیان فرماتے ہیں ولم یصروا علیٰ ما فعلوا وھم یعلمون مومن اپنی غلطی پر جان کر اڑے نہیں رہتے بلکہ تائب ہو کر حق کی پیروی کرتے ہیں۔ لیکن جنہیں دین و ایمان کی بجائے پیٹ زیادہ پیارا ہو انہیں آگ میں کودنا آسان ہے مگر باطل سے حق کی طرف لوٹنا ہزار مشکل فما اصبرھم علی النار مفتی صاحب بھلا حق کو کیسے قبول کرے اگر ان کو حق کی ضرورت ہوتی تو ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف کے روبرو مسئلہ نذر و منت سے متعلق ہم دونوں فریق کی جو فیصلہ کن تحریر لکھی گئی تھی اس کو شائع کر دیتا اس تحریر میں میرے اور مفتی صاحب کے فریقین دستخط سے اس بات کا صاف اقرار کیا گیا ہے۔ کہ نذر و منت عبادت ہے۔ لہذا یہ صرف

اللہ تعالے کے نام ہونی چاہئے ثواب تمام مومنین صالحین کو بخشنا جائز ہے اور نذر و منت صدقہ واجبہ ہے یہ صرف فقراء اور مساکین کو دیا جائے۔ کسی غنی کو اس کا کھانا حرام ہے کاش کہ مفتی صاحب حق پرست ہوتے تو اپنی اس تحریر کا اعلان کرتے لیکن انہیں معلوم تھا کہ وہ عوام سے نذر و منت اور گیارھویں کے چڑھاوے سمیٹ لیتے ہیں حالانکہ خدا کے نام کی نذر و منت مسکینوں اور محتاجوں کا حق ہے جس کو مفتی صاحب غنی ہونے کے باوجود خود ہضم کر جاتے ہیں۔ آفرین۔ صد آفرین۔ مفتی بن کر پیر اور درویش بن کر سادہ لوح قوم کے مال و ایمان پر خوب ڈاکہ ڈالو۔ اقبال مرحوم نے سچ کہا ہے ؎

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں　　کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

یہ ہیٹ ہی کی ساری شامت ہے کہ حق کو چھپایا جائے اور باطل کی اشاعت کی جائے قرآن حکیم نے اسی لئے یہود کے بعض پیروں اور مفتیوں کے متعلق فرمایا ہے۔ وان فریقا منہم لیکتمون الحق وھم یعلمون۔ جان بوجھ کر حق کو چھپانا اور باطل طریق سے لوگوں کا مال کھانا کس قدر عیب ہو کتنا بڑا ظلم ہے یا اللہ تیری پناہ۔ مفتی صاحب! خدا سے ڈریئے اپنے جھگڑے والے اشتہار کے مسائل خود و نوش سے توبہ کیجئے انسان سے آخر غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ اگر آپ ان مسائل کو غلط نہیں سمجھتے تو ان کی سند جواز قرآن و سنت سے پیش کیجئے فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ۔ مفتی صاحب! کیا آپ کے سامنے سلف صالحین کا اسوۂ حسنہ موجود نہیں کتب احادیث و سیر، تاریخ و ادب اور کتب فقہ میں صاف صاف لکھا ہوا موجود ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان ذی النورین نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ و دیگر ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ نے علماء ربانیین نے اپنے کتنے ہی فیصلوں اور فتووں سے رجوع فرمایا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق تو تمام اہل علم جانتے ہیں کہ گھوڑے کی حرمت کے فتوی سے اپنی وفات سے چند روز قبل رجوع فرمالیا۔ یہ تمام اولیاء امت آج کل کے جھوٹے بناؤں کی طرح جاہ پرست اور شکم پرست نہیں تھے بلکہ خدا خوف تھے حق پرست تھے۔ حق کی تحقیق فرماتے تھے۔ حق کی اشاعت کرتے تھے

۱۹

اھ حق کی راہ میں ہر قسم کی قربانی اور ایثار کر گزرے تھے۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لاکھوں لاکھ کروڑوں رحمتیں ہوں ہمارے لئے حق پرستی کے بہترین علمی و عملی نمونے چھوڑ گئے۔ ہمارا فرض راہ حق میں ان کی روش اختیار کرتے ہوئے صاف صاف اعلان حق کرے۔ لہٰذا ایمان سران عظام مفتیان تمام علماء کرام اور میرے برادران اسلام آپ سب گواہ رہو کہ میں نے پہلے بھی زبانی اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہوئے کھلے اجلاس میں حق کا اعلان کر دیا تھا۔ آج پھر بذریعہ اشتہار ہذا صاف صاف اعلان کرتا ہوں۔ کہ فریب دہ گمراہ کن اشتہار جھگڑے کا خاتمہ میں تمام وہ مسائل جن کو جائز لکھا گیا ہے (سوائے گنبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بعض ناجائز۔ بعض حرام بعض مکروہ اور سب کے سب بدعات سیۂ ہیں بس اس اعلان حق پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں۔ وکفیٰ باللہ شھیدا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شرک و بدعت سے محفوظ رکھے

ضروری نوٹ جھگڑے والا اشتہار شائع کر کے مفتی صاحب نے عہد شکنی کی بدکئے پر بھی بلا نہیں کئے۔ مجبوراً اس کے جواب میں مجھے یہ اعلان کرنا پڑا۔ اس کے بعد آئندہ پھر اگر ان کی یا ان کے مولویوں کی طرف سے میرے متعلق کوئی اشتہار بازی کی گئی تو اس کے جواب میں مجھے مفتیوں پیروں صاحبزادوں کے تقدس اور پاک اسرار و رموز کا پردہ چاک کرنا پڑے گا جس کا ثبوت ہمارے پاس مذکورہ دانا شخص کی اصل تحریروں اور ان کی تصویروں کی شکل میں موجود ہے لہٰذا ملحوظ رہنا عرض ہے۔ آئندہ ہمارے بارے میں کسی قسم کے غلط مسائل شائع نہ کئے جائیں۔ ورنہ ہم مجبور ہوں گے۔ کہ مخلوق خدا کے سامنے آپ کی شکل و صورت سے نقاب کشائی کریں اور اس قصہ کے ذمہ دار خود آپ ہوں گے۔ اخیر میں برادران اسلام کی خدمت میں نہایت درد مندانہ درخواست ہے کہ خدا کے لئے آپ قرآن حکیم کا ترجمہ اور سیرت النبی کا مزید بالغور مطالعہ کریں۔ تاکہ حق و باطل میں آپ خود تمیز کر کے شاہراہ علم و عمل اختیار کر سکیں۔

وما علینا الا البلاغ۔

المشتہر

سید عنایت اللہ شاہ بخاری خطیب الجامع گجرات

گھر بلو کے عام استعمال اور کپڑے صاف کرنے کے لئے ھلال سوپ بہترین ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے تشدد اور تساہل کا ایک اور واقعہ

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ناصح مشفق مولانا غلام اللہ خان صاحب کے ماہنامہ تعلیم القرآن دسمبر ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں مندرجہ ذیل نوٹ لکھا ہے:

ایک غلط بات کا لازمی نتیجہ: پچھلے دنوں ہفت روزہ ''ترجمان اسلام'' میں حضرت مولانا سید عنایت اللہ صاحب بخاری کی سکھر میں ایک تقریر کا غلط اقتباس شر انگیز تبصرہ شائع ہوا ہے۔ جسے پڑھ کر سکھر کے لوگوں نے غم وغصہ کا اظہار کیا۔ سکھر کے لوگوں کو بہت رنج ہوا کہ حقیقت کو کس قدر مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ ''ترجمان اسلام'' کے حلقہ ارادت کا دفتر، جو الگ مسجد کے حجرہ میں قائم تھا، لوگوں نے اٹھوا دیا اور دفتر کا سامان نکال کر باہر پھینک دیا۔ ''ترجمان اسلام'' کی پالیسی ہماری جماعت کے بارہ میں افسوس ناک حد تک متعصبانہ ہے، جس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ سکھر میں ''جمعیت علمائے اسلام'' یا ''تحفظ ختم نبوت'' کو جو نقصان پہنچا اس کی تمام تر ذمہ داری ''ترجمان اسلام'' کی غلط روش پر عائد ہے۔ (احقر شہاب الدین خطیب جامع مسجد اللہ والی بندر روڈ سکھر)

اس مضمون کو آپ جتنی بار پڑھیں گے اتنا ہی زیادہ واضح ہوتا جائے گا کہ ''ترجمان اسلام''، ''جمعیت علمائے اسلام'' اور ''تحفظ ختم نبوت'' سے اس ''احقر شہاب الدین'' کو کتنا بغض ہے اور جس اپنی جماعت کا یہ ذکر کر رہے ہیں، اس شرذمہ قلیلہ کے تمام افراد کو باستثناء معدودے چند، اس بغض وحسد کا شرف حاصل ہے۔ احقر شہاب الدین ناصح مشفق بن کر فرماتے ہیں کہ: ''ترجمان اسلام'' کی پالیسی پر نظر ثانی کی ضرورت ہے اور موجودہ غلط پالیسی سے ''جمعیت'' اور ''تحفظ ختم نبوت'' کو بڑا نقصان پہنچا ہے''۔ آپ کی اس مشفقانہ نصیحت کا شکریہ ہے، مگر معاف کیجئے! کیچڑ اچھال کر نصیحت نہیں کیا کرتے۔ ''ترجمان اسلام'' نے تو اب تک یہ بھی نہیں لکھا کہ 'علمائے دیوبند' اور ''مرکزیت دیوبند'' اور ''مسلک دیوبند'' کو جتنا نقصان آپ کی جماعت سے پہنچا اور پہنچ رہا ہے، اس کی تلافی مشکل ہے اور نہ ہم اب اس بحث میں پڑنا چاہتے ہیں۔ آپ چند مودودیوں یا اپنے مریدوں کی بات کو سکھر کے لوگوں کی طرف منسوب کر کے دھوکہ نہ دیں۔

ترجمان اسلام کا قصور

''ترجمان اسلام'' کا بڑا قصور، جس سے آپ کے شکم مبارک میں مروڑ اٹھا ہے، یہ ہے کہ اس نے یہ سچی بات نقل کر دی کہ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی نے سکھر میں کہا کہ ''اہل حدیث کذاب ہیں''۔ کیا یہ بات غلط ہے۔؟ کیا سکھر میں داعی اور مدعو حضرات کی میٹنگ میں شاہ صاحب موصوف نے نہیں فرمایا تھا کہ ''میں جلسہ میں رفع یدین کی تردید نہیں کروں گا البتہ اہل حدیث کو کذاب کہوں گا''۔؟ کیا پھر جلسہ میں شاہ صاحب نے اہل حدیث کو کذاب نہیں کہا۔؟ کیا ریل میں شاہ صاحب نے سنن بیہقی کا حوالہ دے کر یہ نہیں کہا تھا کہ اہل حدیث کذاب ہیں۔؟ انہوں نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز وفات شریف تک اسی طرح تھی''۔ حالانکہ بیہقی میں یہ روایت نہیں ہے۔ اور کیا مولانا غلام اللہ خان نے نہیں فرمایا تھا کہ اہل حدیث کذاب ہیں..؟ انہوں نے ''فقہ

الطالبین'' چھاپی اور اس میں آٹھ تراویح کی روایت درج کر دی۔ اگر ان حضرات کا کذاب کہنا جرم نہیں ہے تو اس کا نقل کرنا کیوں جرم ہے؟۔ ہم نے دیانتداری سے یہ نقل کیا تھا کہ تحت الحدیث اور اجتہادی مسائل میں ایک دوسرے کو کذاب کہنا درست نہیں ہے اور نہ آج کل کے ملی و اجتماعی تقاضے اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اگر شاہ صاحب ہمارے پاس لکھ بھیجیں کہ ''میں نے اہل حدیث کو کذاب نہیں کہا تھا''۔ تو ''ترجمان اسلام'' خوشی سے اس کو شائع کر کے گزشتہ اشاعت کی تردید کر دے گا۔ احقر شہاب الدین صاحب جمعیت کو نقصان پہنچنے کا غم نہ کھائیں۔ ''جمعیت علمائے اسلام'' علمائے حق کی جماعت ہے اور ''ترجمان اسلام'' کا نصب العین دین حق کی خدمت ہے چاہے کوئی راضی ہو یا ناراض۔ وہ چند ملحد و گمراہ مودودیوں یا مودودیت گزیدہ افراد کے پیچ و تاب کھانے سے کمزور نہیں ہوتی۔ ہم حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں۔ عذاب قبر کے قائل ہیں۔ وسیلہ کے قائل ہیں۔ حضور ﷺ کے درود و سلام سننے اور اس کا جواب دینے کے قائل ہیں۔ اکابر علمائے دیوبند کے مسلک سے وابستہ ہیں۔ جو مسلک اہل سنت کے مطابق ہے اور باوجود اس کے دوسروں کو کذاب نہیں کہتے۔ بلکہ تحفظ اصول دین کے لئے باہمی تعاون کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اگر آئندہ ضرورت محسوس ہوئی تو ''ترجمان اسلام'' شہاب الدین کی جماعت کا نام اور اس سے اختلاف کے اسباب پر مفصل بحث کرے گا۔ ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ۔ (ترجمان اسلام ص ۵ ۲۴ ر دسمبر ۱۹۶۵ء مطابق ۳۰ ر شعبان ۱۳۸۵ھ)

یہ تو حضرت شاہ صاحب موصوف کے تشدد کا بیان ہے، اب ذرا حضرت شاہ صاحب کے تساہل پر بھی غور کر لیں جو اپنی قلم سے حضرت شاہ صاحب نے لکھ کر دیا ہے اور اس کا عکس (فوٹو) غیر مقلد مولانا خالد گھر جاکھی صاحب نے اپنی ماہواری رپورٹ میں شائع کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی!

حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور اہل حدیث سب کو باوجود فروعی اختلاف کے مسلمان اہل سنت اہل حق سمجھتا ہوں اور خود حنفی ہوں۔ ائمہ اربعہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو برحق جانتا ہوں۔ عنایت اللہ، مسجد جامع گجرات ۲۵ ر ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ / ۱۳ ر فروری ۱۹۶۹ء

(اسلام کی امانت سینوں میں ہے ہمارے مع تبلیغی رپورٹ ماہ جولائی ۱۹۸۲ء ۲۰)

حضرت شاہ صاحب موصوف نے غیر مقلدین کو حنفیوں کے برابر کا اہل حق شمار کیا ہے جبکہ پہلے ان کو کذاب فرما چکے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کی اس نرمی کی بناء پر بعض ''جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ'' کے خاص ارکان غیر مقلدین کی گود میں چلے گئے ہیں اور اب وہ حنفیوں کو مشرک اور اہل بدعت شمار کر رہے ہیں۔ اس کی نشاندہی عنقریب کر دی جائے گی۔ (ان شاء اللہ)

۲۴

خیانت کا الزام ص ۳

مماتیوں کا غیر مقلدین جانا ص ۱۵ ص ۱۶

نور الہدیٰ ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اسلام کی امانت

سینوں میں ہے ہمارے

مع تبلیغی رپورٹ

ماہ جولائی ۱۹۸۲ء

نگران اعلیٰ

خالد گرجاکھی

ادارہ احیاء السنۃ ۔ گھرجاکھ ۔ گوجرانوالہ

۲۵

پڑھی کہ کوئی ایسی بات نہ ہو۔

چنانچہ اس کے بعد انہوں نے مجھ خادم سے تعلق کا اظہار کر دیا اور میں نے بطیب خاطر اہلحدیث کو قبول کر لیا جس میں سب سے زیادہ مولانا اسماعیل صاحب سلفی مرحوم کے اخلاق کا اثر ہے کیونکہ میں لڑائی والی باتوں کی وجہ سے تیزی کرتا لیکن سلفی صاحب پیار اور اخلاق سے بات بتاتے جس سے متاثر ہوئے بغیر میں نہ رہ سکا خصوصاً جب کہ ان کے بتائے ہوئے اعتراض کا جواب بھی آج تک کسی حنفی سے نہیں مل سکا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو قبول کرنے اور اس پر زندگی گزارنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

۲۱۔ چوہدری محمد اشرف صاحب: چونکہ ذکر چل نکلا غیر علماء کا اگرچہ وہ اپنے گاؤں کے ایک اہم شخصیت ہوتے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ کسی کو سمجھ دے دیتا ہے اور وہ سوچنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہدایت کے دروازے کھول دیتے ہیں مثلاً چوہدری محمد اشرف صاحب ولد چوہدری غلام رسول صاحب نمبردار سہنسرہ گورایہ ضلع گوجرانوالہ کے نہ صرف اہلحدیث ہی ہوئے بلکہ اب وہ ہمارے تبلیغی مشن کے اہم رکن بن گئے ہیں چنانچہ ماہ جون کے دو جگہ پر باقاعدہ ان کا پروگرام رکھا گیا ہے۔

۲۲۔ ڈاکٹر مظہر قیوم صاحب: یہ ڈاکٹر صاحب گھوٹیاں خورد کے ہیں جو سیالکوٹ کے ضلع کی تحصیل ڈسکہ میں قیام فرما ہیں الحمد للہ یہ بھی اہلحدیث ہونے کے بعد ہمارے تبلیغی مشن پر دو پروگراموں میں شرکت کے لیے جا رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ
13 فروری 1969ء

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

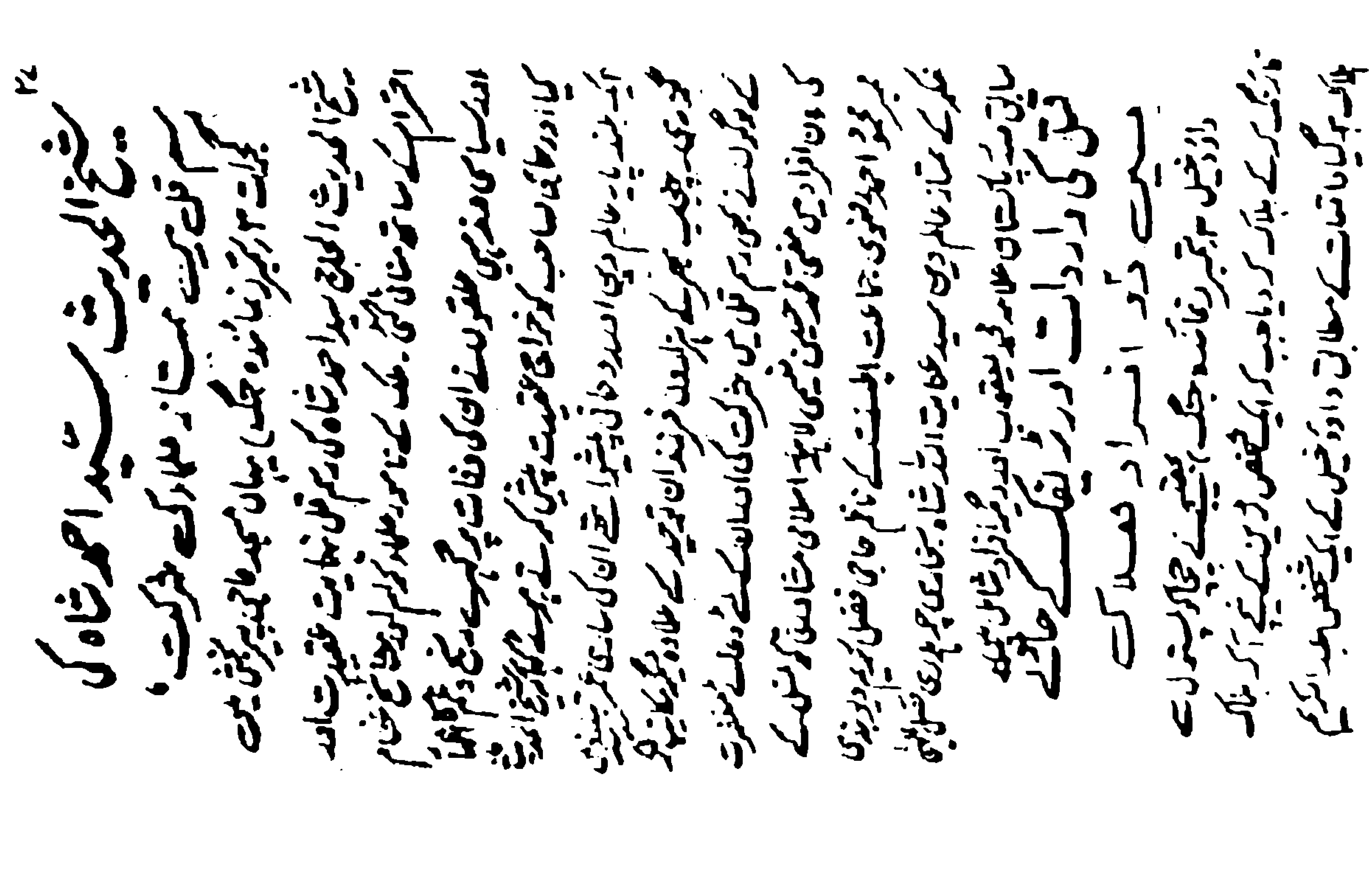
حنفی۔ مالکی۔ شافعی۔ حنبلی اور اہل حدیث سبکو باوجود فروعی اختلاف کے مسلمان اہل سنت اہل حق سمجھتا ہوں اور خود حنفی ہوں۔ ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہ رح حضرت امام مالک رح حضرت امام شافعی رح حضرت امام احمد حنبل رح رحمہم اللہ تعالیٰ کو برحق جانتا ہوں سمیع الحق
مہر جلد مجروح

حضرت شاہ صاحب کے تساہل کی ایک اور مثال

اخبار جنگ راولپنڈی ۴ ستمبر ۱۹۸۱ء میں ہے:

<u>شیخ الحدیث سید احمد شاہ کی رسم قل میں ممتاز علماء کی شرکت:</u> گجرات ۳ ستمبر (نمائندہ جنگ): یہاں مسجد حاجی پیر بخش میں ''شیخ الحدیث الحاج سید احمد شاہ'' کی رسم قل نہایت عقیدت اور احترام کے ساتھ منائی گئی۔ ملک کے نامور علمائے کرام اور مشائخ عظام اور سیاسی و مذہبی حلقوں نے ان کی وفات پر گہرے رنج کا اظہار کیا اور حاجی صاحب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ''شیخ الحدیث ایک بلند پایہ عالم دین اور روحانی پیشوا تھے ان کی ساری عمر تبلیغ میں گزری''۔ پنجاب بھر کے ہزاروں فرزندان توحید کے علاوہ دیگر مکاتب فکر کے لوگوں نے بھی رسم قل میں شرکت کی اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی۔ ان افراد میں مفتی محمد حسین نعیمی لاہور، اسلامی مشاورتی کونسل کے ممبر محمود احمد رضوی، جماعت اہل سنت کے ناظم حاجی فضل کریم، دیوبندی فکر کے ممتاز عالم دین سید عنایت اللہ شاہ بخاری، چوہدری فضل الٰہی سابق صدر پاکستان، علامہ محمد یعقوب اور دیگر افراد شامل ہیں''۔

قارئین حضرات! حضرت شاہ صاحب موصوف نے اس ''بریلوی شیخ الحدیث'' کی رسم قل میں شامل ہو کر سخت غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ اگر حضرت موصوف اس رسم قل میں شریک نہیں ہوئے اور یہ ان پر الزام ہے تو پھر حضرت شاہ صاحب موصوف کو اس خبر کی تردید کرنا لازم تھا۔ لیکن راقم الحروف کو اس خبر کی تردید منجانب حضرت شاہ صاحب موصوف معلوم نہیں ہو سکی۔ اس اخبار کا عکس ہم دوسرے صفحہ پر پیش کر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔



حضرت شاہ صاحب کا ایک اور تشدد اور تساہل

حضرت شاہ صاحب موصوف کا ایک وعظ ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' میں شائع ہوا ہے جو سوشلزم اور مودودیت کے خلاف ہے۔ حضرت شاہ صاحب موصوف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''وَاعْفُ عَنْهُمْ'' اے پیغمبر تو بھی ان کو معاف کردے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان سب کو معاف فرمادیا ہم اور آپ کون ہیں ان پر تنقید کرنے والے۔؟ صحابہ کی شان میں گستاخی، توبہ توبہ، ایماندار آدمی نہیں رہتا۔ (تعلیم القرآن راولپنڈی ص ۴۶ ماہ جون ۱۹۷۰ء)

اسی ماہنامہ کے صفحہ ۴۷ میں حضرت شاہ صاحب کے وعظ سے منقول ہے۔ ''او میرے بعد آنے والی امت ڈریو! میرے رفیقوں کے معاملے میں ''لَاتَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا''۔ غلطیاں ان سے ہوئیں، ان سے غلطیوں کا ذکر کرنا جائز، لیکن ان کو ہدف تنقید نہ بنانا، ان پر تنقید نہ کرنا...... ! جس نے ایک بار بھی مجھے دیکھ لیا یا میری مجلس میں آیا ان کو محبوب بنالینا، ان سے محبت کرنا، طعن نہ کرنا، اصولی اختلاف کے باوجود اگر یہ لوگ قرآن وسنت کے قانون کے لئے آگے بڑھیں گے تو میں ان کا خادم ہوں، یہ اصولی اختلاف ہے فروعی نہیں۔'' (تعلیم القرآن)

حضرت شاہ صاحب نے مودودی صاحب سے اختلاف کو اصولی (یعنی کفر اور اسلام کا اختلاف) قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر تنقید کرنے والا ایماندار نہیں رہتا (یعنی مرتد ہوجاتا ہے)۔ حضرت شاہ صاحب کا اتنے تشدد کے باوجود یہ فرمانا کہ ''اگر یہ لوگ قرآن وسنت کے قانون کے لئے آگے بڑھیں گے تو میں ان کا خادم ہوں'' نہایت درجہ کا تساہل ہے۔ اگر کوئی حضرت شاہ صاحب سے یہ سوال کرے کہ حضرت شاہ جی! مرزائیوں کے ساتھ بھی آپ کا اختلاف اصولی ہے اگر وہ قرآن وسنت کے قانون کے لئے آگے بڑھیں تو آپ ان کے بھی خادم ہوں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا!

نوٹ

ہمارے اکابر علمائے دیوبند رحمہم اللہ نے مودودی صاحب کو ضال اور مضل تو کہا ہے مگر کافر ہرگز نہیں کہا۔ یہ حضرت شاہ صاحب موصوف ہی کا کمال ہے، ادھر کفر کا فتوی لگادیا اور پھر کافروں کے خادم بھی بن گئے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) پھر حضرت شاہ صاحب موصوف مودودی صاحب کے خادم رہے اس میں کوئی شک نہیں۔ اسی بناء پر حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب اور حضرت شاہ صاحب موصوف کے درمیان کئی بار تلخ کلامی اور رنجش بھی ہوئی جس کی بناء پر تعلقات بھی منقطع ہوگئے۔ پھر بعض حضرات کی صلح کی کوشش سے تعلقات بحال ہوئے۔

مولانا کوثر نیازی صاحب لکھتے ہیں: ''مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے بھی مودودی ازم کے خلاف علم جہاد بلند کردیا۔ اسلام دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے ''جمعیۃ فضلائے اسلام'' قائم کردی گئی۔ مودودی جماعت ایک عرصہ سے ''جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان'' کے علماء کو اپنے ساتھ ملانے کی جدوجہد کررہی تھی، وہ آخرکار ناکامی سے دوچار ہوکررہی ہے اور گجرات کے مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے بھی مودودی ازم کے خلاف علم جہاد بلند کردیا ہے۔ ''جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ'' حضرت مولانا غلام اللہ خان آف راولپنڈی اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری آف گجرات کی سربراہی میں سالوں سے قائم ہے اور اپنے مخصوص انداز میں توحید کی تبلیغ کررہی ہے

مگر پچھلے کچھ عرصہ سے مذکورہ راہنماؤں کے درمیان مودودیت کے مسئلہ پر اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور مولانا احتشام الحق اس خلیج کو وسیع تر کرنے کی کوششوں میں معروف ہیں۔ لیکن خطیب پاکستان مولانا ضیاء القاسمی کی کوششوں سے جمعیۃ کے راہنماؤں میں پھر سے اتحاد پیدا ہو گیا ہے اور ہر دو راہنماؤں نے اپنے شاگرد اور عقیدت مندوں پر مشتمل ایک نئی تنظیم ''جمعیۃ فضلائے اسلام'' قائم کی ہے جو دوسرے باطل فرقوں کے ساتھ ساتھ فتنہ مودودیت کے خلاف بھی جہاد کرے گی۔

''جمعیۃ فضلائے اسلام'' کی یہ کانفرنس ۳، ۴/ جولائی کو راولپنڈی میں منعقد ہوئی۔ اور اس کی صدارت حضرت مولانا غلام اللہ خان نے کی۔ کانفرنس کی آخری نشست سے مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری نے بھی خطاب کیا۔ شاہ صاحب نے اپنی تقریر میں مولانا مودودی پر سخت نکتہ چینی کی اور کہا کہ: ''وہ اپنے گمراہ کن نظریات کے سبب کفر کے دروازے پر پہنچ گئے ہیں''۔ انہوں نے مودودی صاحب پر الزام لگایا کہ انہون نے اپنی کتاب ''خلافت وملوکیت'' میں بعض حوالے نقل کرنے میں دانستہ طور پر خیانت سے کام لیا ہے اور ''صحابہ کرام کو غلط کار اور خائن کہہ کر نبوت محمدی سے انکار کیا ہے''۔ انہوں نے کہا کہ ''مولانا مودودی کا اجتہاد گمراہی پر مبنی ہے اور ''خلافت وملوکیت'' میرے نزدیک جھوٹ کا پلندہ ہے''۔ شاہ صاحب نے بتایا کہ انہوں نے مفتی سیاح الدین کے ذریعے مولانا مودودی کو دعوت دی تھی کہ وہ ''خلافت وملوکیت'' کے گمراہ کن پہلوؤں پر ان سے گفتگو کریں کیونکہ میرے نزدیک یہ کتاب سراسر غلط، تاریخی بددیانتی اور صحابہ کرام سے بغض پر مبنی ہے لیکن مودودی صاحب نے بات چیت سے صاف انکار کر دیا۔ اور مفتی صاحب نے مجھ سے کہا کہ ''پانی سر سے گزر چکا ہے اس لئے بات چیت کا کوئی فائدہ نہیں''۔ مولانا سید عنایت اللہ شاہ نے کہا کہ ''مودودی صاحب اسلام کی صداقتوں کو نہیں سمجھتے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہ معیار حق کے معنی تک نہیں سمجھتے، اس لئے ان کی تحریر وتقریر کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا''۔

کانفرنس سے شعلہ نوا مقرر مولانا ضیاء القاسمی صاحب نے بھی خطاب کیا اور انہوں نے علماء سے اپیل کی کہ ''وہ مودودیت کے استیصال کے لئے قریہ قریہ پھیل جائیں اور عوام کو مودودی کے گمراہ کن عقائد سے آگاہ کریں۔'' (ہفت روزہ شہاب لاہور ص ۱ وص ۶ جمعرات ۱۶/ جولائی ۱۹۷۰ء/ ۱۱/ جمادی الاول ۱۳۹۰ھ)

سوشلزم کے متعلق ۱۱۳ علماء کے فتوی کی حضرت شاہ صاحب توثیق وتصدیق کرتے تھے جب کہ حضرت شیخ القرآن سخت خلاف تھے۔ حضرت شیخ القرآن کا ہمیشہ سے دستور یہ تھا کہ اپنے دورہ تفسیر کے اختتام پر حضرت شاہ صاحب کو دعوت دیتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب طلبائے کرام کو خطاب کرتے تھے اور حضرت شیخ القرآن طلباء کو ترغیب دلاتے تھے کہ وہ حضرت شاہ صاحب کے مرید بن جائیں تاکہ اگر کوئی طالب علم کسی بریلوی پیر کا مرید یا معتقد ہو تو اس سے تعلق ٹوٹ جائے۔ یہ بات یاد رہے کہ پیری اور مریدی، یہ عجیب سلسلہ ہے اگر ایک استاد نے دس سال کسی طالب علم کو دین سکھایا ہو لیکن جب وہ طالب علم کسی شخص کا مرید بن جائے تو اپنے پیر کی قدر استاد سے زیادہ کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی اتھارٹی ''جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ'' کے تمام ارکان سے زیادہ تھی۔ جمعیۃ کے پہلے صدر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب آف قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ تھے۔ ناظم اعلی حضرت شیخ القرآن تھے۔ حضرت شاہ صاحب اس وقت نائب صدر تھے لیکن صدر و ناظم اعلی اگر کسی فیصلہ پر متفق بھی ہو جاتے تھے تو نائب صدر اس فیصلہ کو نہیں مانتا تھا۔ بہر حال

بات چلی تھی سوشلزم کے بارے میں ۱۱۳ علماء کے فتوے کی۔ حضرت شاہ صاحب نے دورہ تفسیر کے اختتام کے موقعہ پر ''دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی'' میں طلباء کرام کو خطاب کرتے ہوئے فتوے کی تائید کی اور ان علماء کی حمایت پر زور دیا۔ حضرت شیخ القرآن کے روبرو یہ معاملہ ہو رہا ہے اور حضرت شیخ القرآن سن رہے ہیں، حضرت شیخ القرآن سے رہا نہ گیا۔ حضرت شاہ صاحب کے قریب آ کر لاؤڈ سپیکر ہٹا کر اپنے منہ کے سامنے رکھ کر ۱۱۳ علماء کے فتویٰ کی خوب تردید کی۔ طلبائے کرام چونکہ ابھی تک حضرت شاہ صاحب کے مرید نہ ہوئے تھے اس لئے ان طلباء نے حضرت شاہ صاحب سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے حضرت شیخ القرآن کے فیصلہ کی حمایت کی، بالآخر حضرت شاہ صاحب چند آدمیوں کے ہمراہ پرانا قلعہ میں اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ ان دونوں حضرات کے درمیان رنجش پیدا ہوگئی۔ بالآخر ۱۶/جولائی ۱۹۷۰ء کو استاذ العلماء سرپرست اشاعۃ التوحید والسنۃ ''حضرت مولانا ولی اللہ صاحب'' نے ان دونوں کو اپنے ہاں بلایا۔ دونوں کے درمیان ایک صلح نامہ لکھا کہ ''حضرت شیخ القرآن اور حضرت شاہ صاحب اپنے سٹیج (جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ) پر کام کریں گے۔ شیخ القرآن ''جمعیۃ علمائے اسلام'' کے سٹیج پر نہیں جائیں گے اور شاہ صاحب ''مودودی'' کے سٹیج پر نہیں جائیں گے اور ایک دوسرے کی موجودگی میں ۱۱۳ علماء کے فتویٰ کی تائید یا تردید نہیں کریں گے۔''

اس معاہدے سے دونوں کی رفاقت پہلے سے زیادہ اخوت اور محبت میں بدل گئی۔ ان دونوں حضرات کے درمیان ناراضگی اور صلح کے واقعہ کو (تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۷۰ء ص ۵۰ تا ص ۵۱) میں دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن حضرت شاہ صاحب صلح نامہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ''مودودی'' کے سٹیج پر جا دھمکے۔ بالآخر حضرت شیخ القرآن کو بھی مجبوراً ''جمعیۃ علمائے اسلام'' کے سٹیج پر آنا پڑا۔ اور ۱۹۷۰ء میں حضرت شیخ القرآن نے ''جمعیۃ علمائے اسلام'' کی بھرپور حمایت کی تھی۔ (فجزاہ اللہ احسن الجزاء)

حضرت شاہ صاحب نے اپنے ایک انٹرویو میں (جس کو ''ادخال الباغین'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے) مودودی صاحب سے اپنے ملاقات کا ذکر یوں فرمایا ہے: ''مولانا حافظ اللہ داد اور مولانا عبدالعلیم قاسمی کی معیت میں ایک دفعہ مودودی مرحوم سے لاہور میں ملاقات ہوئی''۔ (ادخال الباغین ص ۱۱)

۲...... شاہ جی نے فرمایا: ''اسی طرح میں نے ''تفہیم القرآن'' میں غلط عبارات کی بھی نشاندہی کی اور مودودی مرحوم نے ان کی تصحیح کا وعدہ فرمایا۔ لیکن افسوس! سات سال تک میں ''ترجمان القرآن'' کا مطالعہ کرتا رہا۔ مودودی صاحب نے ''رسائل و مسائل'' میں دیئے گئے بیان سے رجوع کیا نہ ''تفہیم القرآن'' کی عبارت کی اصلاح کی۔ سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایک کے۔'' (انا للہ وانا الیہ راجعون) (ادخال الباغین ص ۱۱)

۳...... اب کیا ایک خالی الذہن قاری، مودودی صاحب کی یہ تحریر پڑھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خائن، غاصب، ظالم اور مخالف کتاب و سنت نہیں سمجھے گا۔؟ احباب سے رہا نہ گیا حضرت خطیب سے پوچھنے لگے۔ حضرت مودودی مرحوم سے آپ کی ملاقات تو پہلے ہو چکی تھی پھر آپ نے ''خلافت و ملوکیت'' چھپنے کے بعد ان سے رابطہ کیوں نہ فرمایا۔؟ شاہ جی نے فرمایا: ''میں نے حضرت مولانا مفتی سیاح الدین کاکاخیل (ممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان) سے درخواست کی تھی کہ مودودی صاحب سے آپ کے مراسم بہت اچھے ہیں۔ نیز آپ ان کے جماعت

(جماعت اسلامی) کے رکن رکین ہیں آپ ان سے ملاقات کے لئے وقت لے دیں، مگر مودودی مرحوم کی طرف سے کوئی مثبت جواب نہ ملا۔'' (ادخال الباغین ص ۲۱ تا ص ۲۲)

حضرت شاہ صاحب کا یہ انٹرویو مودودی صاحب کی وفات کے بعد کا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی مودودی صاحب سے صرف ایک دفعہ ملاقات ہوئی ہے، دوسری مرتبہ کی خواہش تھی لیکن مودودی صاحب نے حضرت شاہ صاحب کی اس خواہش کو پورا نہ کیا۔ لیکن حضرت شاہ صاحب کا یہ بیان مبنی بر صداقت نظر نہیں آتا کیونکہ آپ کے سوانح نگار ''علامہ عنایت اللہ گجراتی'' خطیب منڈی بہاؤالدین لکھتے ہیں:

۱...... ''حضرت شاہ صاحب نے بیان فرمایا کہ دو مرتبہ میری گفتگو ''مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی'' امیر جماعت اسلامی سے بھی ہوئی ہے، جو بڑے پیار اور محبت بھرے انداز میں اختتام پذیر ہوتی رہی۔

(سوانح عمری حضرت عنایت اللہ شاہ بخاری ص ۱۲۲ شوکت بازار گجرات)

۲...... ''مولانا مودودی سے پہلی ملاقات ''گجرات میں محترم منظور خان صاحب کے مکان'' پر ہوئی، جہاں انہوں نے مجھے بھی مدعو کیا تھا اور مولانا بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ مسئلہ دور حاضرہ میں ان لوگوں کے پیچھے نماز ہونے نہ ہونے کا چل نکلا جو صراحۃً شرکیہ اعمال واقوال کے مرتکب ہوتے ہیں''۔ (سوانح عمری ص ۱۲۳)

۳...... دوسری ملاقات ''اچھرہ، لاہور میں موصوف کے دولت خانہ'' پر ہوئی۔ مولانا عبدالکریم اور مولانا قاری عبدالحلیم نیز حافظ اللہ داد صاحب بھی ہمراہ تھے...... یہاں ''تفہیم القرآن'' کے بعض مقامات پر گفتگو ہوئی۔ (سوانح عمری ص ۱۲۳)

۴...... حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: ''اور مولانا مودودی نے فرمایا: ''میں آپ کو حق گو عالم اور راست باز انسان سمجھتا ہوں۔ آپ جب کبھی لاہور تشریف لادیں مجھ سے ضرور ملا کریں''۔ اتنے میں نماز مغرب کا وقت ہو گیا اور نماز کی تیاری ہوئی۔ مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ ''نماز پڑھاؤ''۔ میں نے کہا: ''آپ خود ہی پڑھائیں آپ کی موجودگی میں میری امامت کیسے روا ہے''۔؟ فرمایا: شاہ صاحب! مجھے تو فخر ہوگا کہ آپ کی اقتداء میں ایک نماز پڑھ لوں''۔ چنانچہ میں نے امامت کرائی اور مولانا محترم نے میرے پیچھے نماز ادا کی۔ (سوانح عمری ص ۱۲۴)

حضرت شاہ صاحب کے انٹرویو میں جو یہاں حضرت شاہ صاحب کا ادخال الباغین میں شائع کیا گیا ہے اور حضرت شاہ صاحب کے اس بیان میں جو سوانح نگار کو حضرت شاہ صاحب بتایا ہے، زمین آسمان کا فرق ہے۔

۱...... ''ادخال الباغین'' میں صرف ایک ملاقات کا ذکر کیا گیا ہے جس میں ''مشرک کے پیچھے نماز کا پڑھنے کا مسئلہ اور تفہیم القرآن میں اغلاط کی نشاندہی'' کا بیان ہوا ہے جب کہ ''سوانح عمری'' میں دو ملاقات کا ذکر ہے'' گجرات والی ملاقات میں مشرک کے پیچھے نماز پڑھنے کا مسئلہ'' زیر بحث آیا اور ''اچھرہ میں دوسری ملاقات، جو حضرت مودودی کے دولت خانہ شریف پر ہوئی، جس میں تفہیم القرآن کے اغلاط کی نشاندہی'' کی گئی۔

۲...... ''ادخال الباغین'' میں ہے کہ ''مودودی صاحب نے دوبارہ ملاقات کے لئے موقعہ نہیں دیا''۔ جبکہ ''سوانح عمری'' میں ہے کہ ''مولانا مودودی نے شاہ صاحب کو کہا کہ آپ جب کبھی لاہور تشریف لادیں مجھ سے ضرور ملا کریں''۔

اب ''یہ دونوں بیان حضرت شاہ صاحب کے اپنے فرمودہ ہیں''۔ خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے

کونسا بیان ''مبنی برصداقت'' ہے ۔

صادق ہوں اپنے قول میں غالب خدا گواہ کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

حضرت شاہ صاحب کا ایک اور تساہل

حضرت شاہ صاحب نے انجمن سادات ضلع گجرات کے زیر اہتمام ''یوم علی رضی اللہ عنہ'' پر منعقد ہونے والے جلسہ میں شرکت کر کے خطاب فرمایا۔ دیکھئے (جنگ اخبار، راولپنڈی ۵ ستمبر ۱۹۷۵ء)

یہ یاد رہے کہ ''اس انجمن سادات کا بانی ٹیکسلا کا ایک رافضی ریاض حسین تھا جس کے حکم کے تحت یہ ''یوم علی رضی اللہ عنہ'' کا جلسہ منعقد کیا جا رہا تھا''۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

جاہل عوام کی عقیدت اپنے مشرک پیروں کے بارے میں مشہور ہے کہ ''وہ اپنے پیر کی ہر بات پر ایمان رکھتے ہیں چاہے وہ کتنی غلط کیوں نہ ہو''۔ لیکن حیرانگی ہے تو اس بات پر ہے کہ ''حضرت شاہ صاحب کے مرید صرف جاہل ہی نہیں بلکہ بعض طلباء کرام وعلمائے عظام بھی حضرت شاہ صاحب کے مرید ہیں۔ لیکن یہ حضرات جاہل عوام والی عقیدت میں مبتلا ہیں۔ ان حضرات نے کبھی حضرت شاہ صاحب کی غلط باتوں پر اعتراض نہیں کیا اور شیطان اخرس بنے ہوئے ہیں گویا حضرت شاہ صاحب کی ہر بات اور ہر فعل پر ایمان ہے۔'' (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) جب کہ یہ ''حضرات نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات کے انکار کرنے میں دن رات شور مچانے میں مصروف رہتے ہیں''۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

جنگ راولپنڈی



آمدم بر سر مطلب

حضرت شاہ صاحب کا عقیدہ "مسئلہ حیاۃ النبی ﷺ" کے بارے میں جو آج ہے وہ پہلے قطعاً نہ تھا۔ حضرت شاہ صاحب "نبی اکرم ﷺ کی حیات جسمانی کے قائل تھے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور عند القبر امت کا درود وسلام بھی سنتے ہیں"۔ چنانچہ ۱۹۵۷ء میں "خیر المدارس ملتان" کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر جب اس مسئلہ میں اختلاف رونما ہوا، تو اس سے قبل حضرت شاہ صاحب "مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ" میں خطاب کر کے پھر ملتان تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے "مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ" کے جلسہ میں بریلویوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ "یہ درود (الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ) روضۂ اطہر پر پڑھا جاتا ہے جہاں نبی اکرم ﷺ اس کا سماع خود فرماتے ہیں"۔ پھر حضرت شاہ صاحب نے اپنے اس عقیدہ کی تائید میں مشہور حدیث پڑھی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص میری قبر کے قریب درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں"۔

اس بات کے "عینی گواہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے پرانے کارکنوں میں اب تک موجود ہیں"۔ راقم الحروف نے خود ان کی زبانی یہ بات سنی ہے۔ (۱) جناب حاجی کالے خان (۲) جناب میاں محمد صدیق صاحب (۳) جناب صوفی محمد عالم صاحب سے یہ بات دریافت کی جاسکتی ہے۔

<u>خیر المدارس کے واقعہ کی تفصیل</u>: "خیر المدارس" کے سالانہ جلسہ پر حضرت شاہ صاحب کو مدعو کیا گیا۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی تقریر میں "حیات دنیویہ کا انکار کیا اور اس کی تردید کی"۔ جس کی بناء پر "مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ اور حضرت شاہ صاحب کے درمیان اس مسئلہ پر تلخ کلامی ہوئی حتی کہ حضرت شاہ صاحب نے پوری قوت سے ایک زناٹے دار تھپڑ حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کے منہ پر رسید کر دیا۔ لیکن حضرت جالندھری رحمہ اللہ نے حضرت شاہ صاحب کو مہمان ہونے کی وجہ سے معاف کر دیا۔ حضرت جالندھری رحمہ اللہ کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ باوجود قدرت انتقام کے معاف کر دیا"۔

دوسری طرف حضرت شاہ صاحب نے اخلاق سے گری ہوئی کارروائی کا مظاہرہ کیا کیونکہ "مسائل میں بحث کے وقت فریق مخالف کو دلائل سے خاموش کرایا جاتا ہے نہ کہ لڑائی کے ذریعہ سے بلکہ لڑنا شکست خوردہ ہونے کی دلیل وعلامت سمجھا جاتا ہے"۔ نیز حضرت شاہ صاحب نے نبی اکرم ﷺ کے صریح حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اذا قاتل احدکم اخاہ فلیجتنب الوجہ فان اللہ خلق ادم علی صورتہ۔ کہ جب تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی سے لڑائی کرے تو چہرہ پر مارنے سے بچے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا چہرہ اسی شخص کے چہرے کے مشابہ بنایا ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ "حضرت شاہ صاحب جب غصہ میں آتے ہیں تو شرعی آداب کو ملحوظ نہیں رکھتے"۔

بہر حال حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ "میں حیات دنیویہ کا قائل نہیں ہوں" جب کہ مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ اور مولانا محمد علی صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ "حیات دنیویہ کا عقیدہ رکھنا چاہئے۔ کیونکہ بانی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا عقیدہ یہی تھا"۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ "حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا یہ تفرد ہے اس لئے وہ اس عقیدہ کو ماننے پر کسی کو مجبور نہیں کرتے۔ فلہٰذا دوسرے اکابر علمائے دیوبند رحمہ اللہ کا جو عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں ہے، وہ حیات برزخیہ کا ہے اس لئے میں حیات برزخیہ کا قائل ہوں" (یعنی روضۂ اطہر میں نبی

اکرم ﷺ بتعلق روح مع الجسد العنصری حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور امت کا درود و سلام سنتے ہیں)

اس وقت حیات برزخیہ کا یہی مطلب لیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس بات کے کئی دلائل موجود ہیں جن کو ہم اپنے مدعی کے اثبات کے لئے یہاں پیش کر رہے ہیں۔

دلیل نمبر ۱: مولانا عبدالحلیم قاسمی امیر جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ لاہور فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ مولوی (نذیر اللہ خان) صاحب موصوف یہاں مدرسہ میں تشریف لائے تھے تو ان کو عرض کیا گیا کہ ''مابہ النزاع کیا ہے۔؟ ان کو شاہ صاحب کے خیالات سے باخبر کیا گیا تو کہنے لگے ''ابھی انشراح صدر ہو گیا ہے اب میں مطمئن ہوں''۔ لیکن گجرات پہنچتے ہی مولوی صاحب نے مضمون رسالہ ''دارالعلوم'' کو روانہ کر دیا جس میں منکرین حیات کو خطاب تھا''۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن، راولپنڈی ص ۱۹ نومبر ۱۹۵۹ء)

نیز مولانا قاسمی صاحب فرماتے ہیں: ''اس رسالہ (پیام مشرق) کا تازہ پرچہ ہمارے سامنے موجود ہے...... مولوی صاحب کے بیان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ ''عقیدہ حیات النبی ﷺ بزرگان دین کا عقیدہ ہے اور پوری امت احادیث کی بناء پر اس عقیدہ پر قائم ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً خاتم الانبیاء والمرسلین اپنی قبور میں زندہ ہیں اور روح کا اتصال اس سے موجود ہے، یہ اتصال روح بھی برزخی ہے جس کا معنی یہ ہے کہ عالم برزخ میں جسم و روح کا اتصال ہے اور تمام امت کا اتفاق ہے کہ حضور ﷺ قبر مبارک میں اسی طرح برزخی زندگی رکھتے ہیں اور درود و سلام سنتے ہیں''۔ (رسالہ پیام مشرق ص ۳۹، ۴۰، ۴ کالم دوم و اول بابت ماہ اکتوبر ۱۹۵۹ء بحوالہ ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۲۰ نومبر ۱۹۵۹ء)

نیز مولانا قاسمی فرماتے ہیں: ''مولوی نذیر اللہ صاحب کے مضمون کا خلاصہ ان کے الفاظ میں من وعن نقل کر دیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ''حضور ﷺ کی حیات برزخی ہے دنیوی نہیں ہے''۔ اب آپ مولانا غلام اللہ خان صاحب کے رسالہ ''تعلیم القرآن'' کو ملاحظہ کریں جو مسئلہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں اپنی قطعی رائے پیش کرتا ہے۔

''مذکورہ بالا تحریر سے ظاہر ہوا کہ ''حیات برزخی'' ہے، دنیوی نہیں اور وہ اعلیٰ وارفع ہے۔ روح کا تعلق باقی ہے البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے۔ اکابر علمائے دیوبند نے اپنی تحریروں میں اس کی تصریح کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا سماع بلا شبہ ثابت ہے، خصوصاً سید الانبیاء کا مقام بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں کچھ شبہ نہیں ہے''۔ (رسالہ تعلیم القرآن ص ۱۱ بابت ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء)

''الحمدللہ! ہم خوش ہیں کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے صحیح خدوخال مولوی نذیر اللہ صاحب پیش کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور شروع میں جو کچھ انہوں نے حیات دنیوی مخبوط الحواسی میں کہا اور لکھا اس کی خود تردید کر دی ہے اور مذکورہ بالا مضمون میں جو قارئین کے سامنے نقل کر دیا گیا ہے، انہوں نے واشگاف الفاظ میں حیات برزخی کو تسلیم کر لیا ہے۔ یہی اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور ہمارے اکابر کا عقیدہ ہے اور اسی عقیدے کے اظہار میں ہمارے دوستوں کو مطعون کیا جا رہا ہے''۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۲۱ نومبر ۱۹۵۹ء)

حضرت شاہ صاحب گجراتی کا عقیدہ مولانا نذیر اللہ خان صاحب، مولانا عبدالحلیم قاسمی کی زبانی سن کر مطمئن ہو گئے تھے جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ''حیات برزخیہ'' یعنی ''باتصال روح مع الجسد قبر مبارک میں نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں اور درود و سلام سنتے ہیں'' کے قائل تھے اور بقول مولانا عبدالحلیم ''ہمارے اکابر (حضرت شاہ صاحب و مولانا غلام

اللہ خان صاحب) کا یہی عقیدہ تھا جس کے اظہار کرنے میں ان کو مطعون کیا جاتا تھا (اور ان کو منکر حیات النبی ﷺ کہا جاتا تھا)"۔ "جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے اکابر اس "حیات برزخیہ" کے قطعاً منکر نہ تھے اور نہ یہ اس وقت اختلافی مسئلہ تھا"۔ چنانچہ (تعلیم القرآن ص ۳۸ نومبر ۱۹۵۹ء) میں ایک طویل واقعہ میں یہ عبارت بھی موجود ہے۔ "ہمارے علاقہ میں" حبس روح" اور "اخراج روح" کے متعلق بہت ہی جھگڑا چل رہا ہے۔ حبس والے کہتے ہیں کہ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ بانی دارالعلوم دیوبند شریف کا مسلک "حبس روح" کا تھا اس لئے ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے"۔

قارئین کرام نے ان عبارات سے معلوم کر لیا ہوگا کہ اس وقت "مابہ النزاع" کیا تھا۔؟

دلیل نمبر ۲: (ماہنامہ تعلیم القرآن مارچ ۱۹۵۹ء ص ۲۲) میں ہے۔

استفتاء کی نقل: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں۔ اگر کوئی شخص نبی کریم ﷺ کی حیات دنیویہ کا قائل نہ ہو مگر حیات اخروی افضل واکمل واعلیٰ مانتا اور سمجھتا ہو تو کیا اس جزئیہ کی وجہ سے وہ دیوبندیت یا حنفیت سے خارج ہو جاتا ہے؟ احقر بدیع الزمان از لاوہ بقلم خود

الجواب: یہ مسئلہ عقائد وقطعیات سے نہیں بلکہ بعض محققین کی گرانقدر تحقیق ہے اگر کوئی شخص اس تحقیق سے متفق نہ ہو تو وہ اہل سنت والجماعت سے خارج نہیں ہے اور دیوبندیت اور حنفیت اہل سنت سے سوا کوئی علیحدہ اور جدید مذہب نہیں ہے۔ فقط محمد مجیب الرحمن غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح دوسرے مولانا صاحب کا۔ "حیات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام فی قبورھم" کا مسئلہ تقریباً تمام علماء اور فقہاء کے نزدیک متفق علیہا ہے اختلاف حیات میں نہیں ہے، "انفکاک الروح عن البدن و عدم انفکاک" میں ہے۔ بعض محققین عدم کے قائل ہیں جس پر انہوں نے دلائل قائم کئے ہیں۔

فقط

سید مہدی حسن غفرلہ

۲۶-۴-۷۸ھ

یہ فتویٰ ان حضرات نے خود شائع کیا ہے اور اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے اس نظریہ کو قبول کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ قطعیات اور ضروریات دین میں سے نہیں بلکہ یہ ایک گرانقدر تحقیق ہے، اس سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن قبور میں انبیاء علیہم السلام کی حیات پر امت کا اجماع ہے اس کا منکر کوئی بھی مسلمان دنیا کے کسی خطہ میں موجود نہ تھا۔

نوٹ: چونکہ اس وقت مابہ النزاع، "انفکاک الروح عن الجسد یا عدم انفکاک الروح" تھا اس لئے بعض علماء کرام فرما دیا کرتے تھے کہ اس مسئلہ میں مت جھگڑو! یہ فرعی مسئلہ ہے۔ جو حضرات، حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے نظریہ کو مانتے ہیں وہ بھی دیوبندی ہیں اور اہل السنت والجماعت، اور جو "خروج روح عن الجسد" کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ تعلق روح حیات جسمانی قبور میں انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے اور وہ امت کا درود وسلام عند القبور سنتے ہیں، وہ بھی اہل السنت والجماعت ہیں۔ لیکن اب جبکہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کا بالکل انکار کیا جا رہا ہے اور یہ عقیدہ بیان کیا جا رہا ہے کہ روح کا جسد مبارک سے قبر مبارک میں کوئی تعلق نہیں اور جسد بالکل مردہ ہے۔

(معاذ اللہ) تو یہ عقیدہ فرعیہ نہیں بلکہ عقیدہ اصولیہ کا انکار ہے جس کی تحقیق اپنے مقام پر آرہی ہے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

دلیل نمبر ۳: سکھر کا اجتماع:......محترم حاجی محمد ابراہیم، جن کے مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمہ اللہ کے ساتھ دوستانہ مراسم ہیں، انہوں نے مولانا محمد علی صاحب رحمہ اللہ کو بلانے اور مسئلہ پر گفتگو کرانے کا ذمہ لیا بلکہ انہوں نے ہی اس اجتماع کی تحریک کی۔ چنانچہ ان کی دعوت پر مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری، مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا محمد علی جالندھری سکھر تشریف لے گئے۔ فریقین کے درمیان خط وکتابت کے ذریعہ موضوع بحث وغیرہ کا تصفیہ ہوا۔ مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے مولانا محمد علی صاحب رحمہ اللہ کی طرف لکھ بھیجا کہ ''سلف سارے ''حیات برزخی'' ہی کے قائل رہے اور بعض حیات دنیوی کے قائل ہو گئے مگر ہم دونوں کو اہل سنت ہی سمجھتے ہیں''۔ الخ (ماہنامہ تعلیم القرآن، راولپنڈی ص ۶ فروری ۱۹۶۱ء)

حضرت شاہ صاحب کی اس تحریر سے معلوم ہوا کہ ''حیات دنیوی کے ماننے والے حضرت شاہ صاحب کے ہاں اہل سنت ہی ہیں''۔ (بہت خوب)

دلیل نمبر ۴: مسئلہ ''حیات النبی ﷺ'' بجواب مضمون ''حیات النبی ﷺ'' مولانا نذیر اللہ صاحب بحوالہ (ماہنامہ ''پیام مشرق'' ماہ اکتوبر ۱۹۵۹ء (دوسری قسط)

نمبر ۱: '' نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ! اس سلسلے میں ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' ماہ ستمبر میں ۱۹۵۹ء میں پہلی قسط قارئین کی خدمت میں پیش ہو چکی ہے، اس میں ہم اپنا مسلک پورا واضح کر چکے ہیں۔ جس کی آپ کی یہ پیش کردہ عبارت بھی واضح دلیل ہے اور صلوۃ وسلام عند القبر کے متعلق حضرت گنگوہی رحمہ اللہ مرحوم اور شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ کے حوالہ سے فتویٰ بھی شائع کر چکے ہیں''۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۹ دسمبر ۱۹۵۹ء)

نمبر ۲: ''البتہ ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم ''حیات النبی ﷺ'' کے منکر نہیں۔ ہم نبی کریم ﷺ کے لئے بعد الممات حیات برزخیہ کے معتقد، قائل ہیں اور یہی عقیدہ ہے تمام سلف صالحین کا''۔ (تعلیم القرآن ص ۹ ایضاً)

نمبر ۳: ''باقی روح کا مستقر آسمان ہونا اور جسد اطہر کے ساتھ اس کا تعلق ہونا یہ تو ہمارا مسلک ہے۔ آپ اپنے موقف کی دلیل دیں اور خلط مبحث میں نہ فرمادیں''۔ (تعلیم القرآن ص ۱۱)

نمبر ۴: مگر عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ تو یہ ہے کہ ''قبر میں عالم برزخ میں جسد اطہر کو روح کے اتصال برزخی سے حیات برزخیہ حاصل ہے''۔ (مولانا بھی انصاف کریں اور ناظرین کرام بھی غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ وہ یہ ہے جو ہم حیات برزخیہ کے قائل کہتے ہیں یا وہ ہے جو مولانا موصوف کا حیات دنیویہ کا عقیدہ ہے) (تعلیم القرآن ص ۱۴ ایضاً)

نمبر ۵: (اس چادر میں نبی ﷺ کی روح مبارک بدن سے نکالی گئی) پھر اس کے بعد روح اطہر کا عالم بالا میں ہوتے ہوئے جسد اطہر سے جو قبر مبارک میں بحالہ محفوظ ہے، تعلق ہے۔ جس کی وضاحت حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کلام سے مذکور ہو چکی ہے۔ اس تعلق کا نام ہے ''حیات''۔ اور یہی حیات برزخیہ ہے جس کی بناء پر قبر مبارک کے پاس صلوۃ وسلام پڑھا جائے تو آنحضرت ﷺ سنتے ہیں۔ بتلائیے یہ عقیدہ ہے سلف صالحین کا یا نہیں۔؟ (تعلیم القرآن ص ۱۶)

حیات برزخیہ کا مفہوم اس وقت کسی کے ہاں یہ نہ تھا کہ صرف روح زندہ ہے اور روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں اور جسم معاذ اللہ مردہ و بے حس و بے حرکت ہے۔ (معاذ اللہ)

دلیل نمبر ۵: ایک طویل فتویٰ جس کا فوٹو" قہر حق بر صاحب ندائے حق" (حصہ اول ص ۲۲۱ تا ص ۲۲۳) میں لگا دیا گیا ہے اس کے نمبر ۵ کے تحت یوں تحریر ہے۔" کئی اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عند القبر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا سماع بلاشبہ ثابت ہے خصوصاً سید الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ ﷺ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں"۔ اللھم صل وسلم علیہ الصلوۃ وسلاما دائمین (ھذا واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم)

عبدالرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی ۲۷ رصفر ۱۳۷۹ھ

الجواب صحیح لاشئ غلام اللہ خان مہر دار الافتاء

(ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۱۱ ستمبر ۱۹۵۹ء)

حضرت مفتی عبدالرشید صاحب دام مجدہ اور حضرت شیخ القرآن مرحوم کے ہاں" انبیاء علیہم السلام کے سماع عند القبور میں مؤمن شک نہیں کرتا البتہ منافق شک کرے تو اس کا اعتبار نہیں ہے"۔

دلیل نمبر ۶: " سہ روزہ ترجمان اسلام لاہور" جو حضرت مولانا احمد علی صاحب کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے، کی ۲۵--۲۹ / اکتوبر ۱۹۵۹ء کی اشاعت میں پہلے صفحہ پر یہ خبر شائع ہوئی ہے۔" وفاق المدارس العربیہ" کے پہلے تاریخی اجلاس کے موقعہ پر ملتان میں وقفہ کے ایک گھنٹہ میں اکابر علماء نے بیٹھ کر اس صورت حال پر غور کیا جو مولانا غلام اللہ خان صاحب اور ان کے مدرسہ کے طالب علموں کی سختی، تیزی اور اکابر علماء کی مخالفت سے پیدا ہو رہی ہے۔ اس کے بعد کچھ علماء کے نام گنائے ہیں اور اس کے بعد یہ الفاظ مرقوم ہیں۔" سب علماء حق (علماء دیوبند) نے اس مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کے مطابق سختی سے اعتقاد رکھنے کی تاکید فرمائی کہ" آنحضرت ﷺ روضہ اطہر میں جسد مبارک کے ساتھ حیات ہیں، آپ درود وسلام سنتے ہیں اور اس کا جواب دیتے ہیں"۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ اگر ذمہ دار لوگ بھی اس قسم کے غیر ذمہ دارانہ باتیں کرنے لگیں تو عوام پر پھر کیا افسوس ہے...... ! قطع نظر اس سے کہ مولانا غلام اللہ خان صاحب اور ان کے شاگرد سختی کر رہے ہیں یا نہیں، اور ایسی صورت حال جس کا خبر میں ذکر کیا گیا ہے، پیدا کرنے کی ذمہ داری کس پر ہے، سوال صرف یہ ہے کہ کیا مولانا غلام اللہ خان صاحب اور ان کے دوسرے ساتھی حیات النبی ﷺ کے منکر ہیں۔؟ حالانکہ مولانا موصوف تقریر وتحریر کے ذریعے اپنا عقیدہ واضح طور پر بیان کر چکے ہیں کہ" حضور ﷺ کی روح پاک رفیق اعلیٰ میں ہے اور آپ کو حیات برزخی حاصل ہے جو اس دنیوی حیات سے اعلیٰ اور ارفع ہے"۔ چنانچہ ماہنامہ" تعلیم القرآن" بابت ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء میں انہوں نے تصریح کی ہے کہ" حیات برزخی ہے، نہ دنیوی اور وہ اعلیٰ اور ارفع ہے، روح کا تعلق باقی ہے اور تنعم وغیرہ میں اجساد کو بھی شمولیت ہے اور وہ اسی تعلق پر مبنی ہے البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے"۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔" کئی اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ" عند القبر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا سماع بلاشبہ ثابت ہے" خصوصاً سید الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ ﷺ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں"۔ اتنے صاف اعلان کے بعد بھی اگر کوئی شخص ضد پر اڑا رہے اور ان کے خلاف نفرت پھیلانے میں مصروف رہے تو پھر ہم اس کا مقصد کیا سمجھیں گے۔" ترجمان" کی مسطورہ بالا تصریحات سے یہ تاثر بھی پیدا ہوتا ہے کہ" تمام علماء کرام حیات دنیوی کے قائل ہیں" اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کے ہمنوا صرف ان کے مدرسہ کے طالب علم ہی ہیں اور علماء میں سے کوئی بھی ان کے ساتھ نہیں۔ چنانچہ" شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر

الدین صاحب غورغشتی والوں کو یہ سن کر غصہ آ گیا کہ صرف مولوی غلام اللہ خان ہی کا اس مسئلہ میں نام لیا جاتا ہے حالانکہ میں بھی حیات برزخی ہی کا قائل ہوں جو اس دنیوی حیات سے کہیں دور اعلیٰ اور ارفع ہے"۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی کے سوا ہند و پاکستان کے متعدد علمائے کرام اور شیوخ عظام بھی "صرف حیات برزخی کے عقیدہ میں" مولانا غلام اللہ خان صاحب کے ساتھ ہیں۔ جن میں سے کچھ حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب سابق شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالشکور صاحب سابق شیخ التفسیر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیر (صوابی)، حضرت مولانا عبدالہادی صاحب شاہ منصور (صوابی)، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد غفران صاحب مردان، شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند، شیخ التفسیر حضرت مولانا نور محمد صاحب، حضرت مولانا سید فیض علی شاہ صاحب بخاری سابق مدرس دارالعلوم دیوبند، شیخ طریقت حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری اور حضرت مولانا غلام مصطفی صاحب کیمبل پور دامت برکاتہم۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۳۱ تا ۳۲ بابت ماہ جنوری ۱۹۶۰ء)

اس تحریر بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا غلام اللہ خان حیات برزخیہ کے عقیدہ میں اکیلے نہیں ہیں بلکہ یہ سب حضرات سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی سمیت حیات برزخیہ کے عقیدہ میں حضرت شیخ القرآن صاحب کے ساتھ متفق ہیں۔ اور حیات برزخیہ کا عقیدہ کیا ہے اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کا عقیدہ کیا تھا۔؟ یہ تحریر بالا میں واضح طور پر بیان ہو چکا ہے اس تحریر کو دوبارہ پڑھ کر ایمان تازہ کر لیں۔

<u>حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ</u>: حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ واقعی حیات برزخی کا تھا وہ حیات برزخی کیا ہے۔؟ ذرا ملاحظہ کریں۔

میں (غورغشتوی) اور مولانا غلام اللہ خان صاحب عقائد میں متفق ہیں، میں بھی نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد برزخی حیات کا قائل ہوں اور وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں۔ میں بھی یہ کہتا ہوں کہ روضہ پاک کے قرب میں جب درود جہراً پڑھا جائے تو نبی علیہ السلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور جناب مولانا غلام اللہ خان صاحب نے بھی اپنے ماہنامہ "تعلیم القرآن" میں یہ لکھا ہے"۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۲۵ ماہ ستمبر ۱۹۶۰ء)

حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ نے "مشکوۃ شریف" کا حاشیہ تحریر کیا ہے جو لاہور سے طبع کیا گیا ہے باہتمام مولانا فخر الدین و مولانا محمد ابراہیم صاحبزادگان نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ ساکن غورغشتوی۔" اس میں وہ عام اموات کے لئے بھی حیات جسمانی اور عند القبور کلام و سلام کے سماع کا کھلے لفظوں میں اقرار کرتے ہیں"۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں: ذکر السیوطی فی کتاب "شرح الصدور فی احوال القبور" بالاخبار الصحیحۃ والآثار الصریحۃ ان سائر الاموات ایضاً یسمعون السلام والکلام و تعرض علیہم اعمال اقاربھم فی بعض الایام الا ان الانبیاء علیہم السلام تکون حیاتھم علی الوجہ الاکمل۔ (حاشیہ مشکوۃ ج ۱، ص ۱۲۲) امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "شرح الصدور" میں صحیح اور صریح حدیثوں سے ثابت کیا ہے کہ تمام مردے بھی سلام و کلام سنتے ہیں اور ان کے رشتہ داروں کے اعمال بعض دنوں میں ان پر پیش کئے جاتے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام کی حیات بہت کامل درجہ کی ہے

☆...... نیز عذاب قبر کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ "یہ عذاب روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے"۔

دیکھئے (حاشیہ مشکوۃ ج۱ ص۲۵) نیز دیکھئے راقم الحروف کی لاجواب کتاب (قہر حق بر صاحب ندائے حق حصہ اول ص۲۷۵)
نیز دیکھئے　　(حاشیہ مشکوۃ ج۱ ص۱۵۶)

☆......حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعتہ'' (جو میری قبر کے پاس درود پڑھے اس کو میں خود سنتا ہوں) اس کے بین السطور لکھتے ہیں: ''ای سمعا حقیقیا بلا واسطۃ'' (یعنی سننا حقیقۃ بغیر کسی واسطہ کے) دیکھئے　　(مشکوۃ محشی، مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ ص۹۳)

☆......نیز فرماتے ہیں: ''وصح خبر الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' (حاشیہ مشکوۃ ج۱ ص۱۳۲) ''انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے''۔

یہ تھے مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ، جو ''جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے سرپرست اعلیٰ'' تھے۔ دیکھئے (تعلیم القرآن، راولپنڈی ص۴۲ جنوری ۱۹۵۸ء) اور حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ اعظم تھے۔

حضرت شیخ القرآن کی موافقت کرنے والے حضرات میں سے جو ''حیات برزخی'' میں ان سے موافقت کرتے تھے، ان میں حضرت مولانا عبدالرحمن رحمہ اللہ کا نام بھی لیا گیا ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحمن کا عقیدہ: حضرت مولانا عبدالرحمن بہودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میرے نزدیک مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کا مضمون جو مختلف رسائل میں طبع وشائع ہو چکا ہے اس باب میں بہترین مضمون ہے'' ملاحظہ فرمایا جائے۔　　(تعلیم القرآن ص۸۸ جولائی واگست ۱۹۶۰ء)

مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''بہرحال ''حیات انبیاء'' علیہ السلام کا یہ مطلب کسی کے نزدیک بھی نہیں کہ ان پر موت قطعاً طاری ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وفات کے بعد ان حضرات کو پھر حیات (مع الجسد) بخش دی جاتی ہے اور وہ صحیح وسالم قبروں میں محفوظ رہتے ہیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے''۔

هذا الجواب ویتوب اللہ علی من تاب　　محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

(تعلیم القرآن ص۳۲ مئی ۱۹۵۹ء)

نیز ملا علی قاری رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''زیارت قبر اقدس کے بڑے فائدوں میں سے ایک یہ ہے کہ زائر جب آپ کی قبر شریف کے پاس صلوۃ وسلام پڑھتا ہے تو آپ خود جواب عطاء فرماتے ہیں بخلاف اس شخص کے، جو دور سے درود وسلام پڑھتا ہے، وہ آپ کو نہیں پہنچتا مگر بذریعہ فرشتوں کے بوجہ اس کی کہ عمدہ سند سے منقول ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود شریف پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے اس کی مجھے اطلاع دی جاتی ہے''۔　　(تعلیم القرآن ص۳۱ تا ۳۲ مئی ۱۹۵۹ء)

مولانا منظور نعمانی مدظلہ کی یہ تحریر اور یہ عقیدہ مولانا عبدالرحمن بہودی رحمہ اللہ کے ہاں پسندیدہ اور قابل عمل ہے۔ حضرت مولانا عبدالرحمن بہودی رحمہ اللہ بھی ''جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ'' کے سرپرست تھے۔ دیکھئے

(تعلیم القرآن ص۵۳ نومبر ۱۹۶۲ء)

حضرت قاضی شمس الدین صاحب تحریر کرتے ہیں: ''جس طرف نصیر الدین جیسے فرشتہ سیرت انسان اور مولانا عبدالرحمن صاحب جیسے جید عالم، جن کی عمریں قال قال رسول اللہ ﷺ پڑھاتے گزر گئیں وہاں حق

کی فتح تو یقینی ہے'' الخ (مسالک العلماء طبع اول ص ۱۷۳)

حضرت قاضی صاحب کے نزدیک ان حضرات کا عقیدہ سچا اور مبنی بر حق تھا اور ان حضرات کے خلاف عقیدہ رکھنے والا باطل پرست شمار ہوگا ۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب بھی برزخی حیات میں حضرت شیخ القرآن سے متفق تھے۔

حضرت مولانا قاضی شمس الدین کا عقیدہ: ''حضرت قاضی صاحب سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف کے قائل تھے۔ کیونکہ وہ سماع صلوٰۃ کو اپنے ایک خط میں تسلیم کر چکے تھے جو انہوں نے کسی وقت مولانا محمد علی جالندھری کو لکھا تھا''۔ (تعلیم القرآن ص ۵۴ اگست ۱۹۶۲ء)

بلکہ حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جس عبارت پر فریقین سے دستخط کرائے تھے، دراصل وہ حضرت قاضی صاحب کا ہی عقیدہ تھا۔ چنانچہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم فرماتے ہیں: ''اور اس میں میں نے کوئی زائد بات نہیں لکھی یہ تحریر مولانا قاضی شمس الدین صاحب ہی کی ایک تحریر کا خلاصہ ہے جو مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس موجود ہے۔ (تعلیم القرآن ص ۵۴ اگست ۱۹۶۲ء) فریقین کے درمیان معاہدہ کی اصل تحریر عنقریب ذکر ہونے والی ہے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کیمبل پوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ''برزخی حیات'' میں حضرت شیخ القرآن مرحوم سے متفق تھے۔

حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کا عقیدہ: مولانا کا تعلق ہمیشہ ''اشاعۃ التوحید والسنۃ'' سے رہا۔ دیکھئے (وصیت نامہ حضرت مولانا قاضی غلام مصطفیٰ صاحب کا ابتدائیہ ص ۱۰ از مولانا عبدالرحیم بن مولانا غلام مصطفیٰ صاحب ناشر: مکتبہ مدنیہ، جامع مسجد مدنی پنڈی روڈ، محلہ گنگ، ضلع چکوال فون نمبر ۴۰) مولانا موصوف کا انتقال ۲۹ رجنوری ۱۹۷۷ء میں ہوا۔ مرحوم کے سب سے قریبی رفیق حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (ابتدائیہ وصیت نامہ ص ۱۴)

مرحوم کا عقیدہ ملاحظہ ہو: ''ہاں صلوٰۃ وسلام خطاب کے صیغہ سے عند قبر النبی ﷺ ضرور پڑھے اس میں برکات ہیں اور احقر سماع صلوٰۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ کا قائل ہے۔ (حاشیہ وصیت نامہ ص ۱۱۶)

مولانا ضیاء اللہ شاہ گجراتی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''کتاب کے حاشیہ پر مسئلہ سماع صلوٰۃ وسلام کا ذکر بالکل اسی انداز میں ہے، اور یہ اس زمانہ کی بات ہے جب اس مسئلہ پر جماعت کا متفقہ فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ اب تو الحمد للہ عدم سماع پر جماعت کا اتفاق ہو چکا ہے''۔ (ماہنامہ صراط مستقیم گجرات ربیع الآخر ۱۴۰۸ھ / دسمبر ۱۹۸۷ء ص ۴۴)

ان شاء اللہ اس کا بیان آگے آرہا ہے کہ وہ کون تھے جنہوں نے گمراہی کا ارتکاب کرتے ہوئے عدم سماع پر دستخط کئے ہیں۔

حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی واضح اور دوٹوک تھا جس کا بیان ہو رہا ہے ملاحظہ کریں۔

دلیل نمبر ۷: حضرت قاری (محمد طیب) صاحب دامت برکاتہم نے اس سلسلے کا جو سب سے پہلا خط مولانا غلام اللہ خان صاحب کو لکھا تھا اس میں حضرت موصوف نے اس نزاع کو ختم کرنے کے لئے مسئلہ حیات النبی ﷺ کے لئے حسب ذیل مشترکہ عنوان تجویز فرمایا۔ ''نبی کریم ﷺ جسمانی طور پر برزخ میں حیات ہے''۔ مولانا غلام اللہ خان

صاحب نے اس عنوان کو رد کئے بغیر ایک اور عنوان تجویز کر کے محترم قاری صاحب کی خدمت میں ارسال کیا مگر حضرت قاری صاحب نے اس کے جواب میں اس عنوان پر اپنی تجویز فرمودہ عنوان کو راجح خیال فرمایا اور قطع نزاع کے لئے اسی پر فریقین کے متفق ہو جانے کو ضروری سمجھا، چنانچہ مولانا غلام اللہ خان صاحب اور ان کی جماعت کے باقی تینوں مذکور الصدر حضرات نے باہمی مشورہ کر کے حضرت قاری صاحب مدظلہ کے عنوان سے کلی اتفاق کیا اور چاروں حضرات نے اس پر دستخط کر کے محترم قاری صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔ (تعلیم القرآن ص ۱۹ اگست ۱۹۶۲ء)

اور باقی تینوں مذکور الصدر سے مراد حضرت قاضی نور محمد صاحب، مولانا قاضی شمس الدین صاحب اور مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی ہیں۔ جیسا کہ اسی ماہنامہ کے ص ۱۷ میں ان کا نام صراحۃً موجود ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ حضرات نبی اکرم ﷺ کی حیات جسمانی کے کھلے طور پر قائل تھے جن میں حضرت شاہ صاحب گجراتی بھی شامل ہیں۔ اور یہی جسمانی حیات ان حضرات کے ہاں برزخی کہلاتی تھی۔

دلیل نمبر ۸: محترم قاری صاحب نے فرمایا کہ ''میں چاہتا ہوں کہ صلح کے لئے ایک ایسی مشترکہ عبارت تجویز کی جائے جو تمام علمائے دیوبند کا متفقہ مسلک ہو اور جس پر علمائے دیوبند کے یہ دونوں فریق متفق ہو جائیں اور جو عبارت میں نے تجویز کی ہے وہ فریقین میں قدر مشترک ہے اور اس میں میں نے کوئی زائد بات نہیں لکھی۔ یہ تحریر مولانا قاضی شمس الدین صاحب ہی کی ایک تحریر کا خلاصہ ہے جو مولانا محمد علی صاحب کے پاس موجود ہے۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ اس عبارت پر فریقین کے دستخط ہو جانے سے نزاع کا خاتمہ ہو جائیگا۔ چنانچہ مولانا غلام اللہ خان صاحب نے محترم قاضی نور محمد صاحب سے مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ اس پر دستخط کر دیئے جائیں۔ کیونکہ ''سماع صلوۃ عند القبر الشریف'' پر تو تمام اکابر علمائے دیوبند متفق ہیں۔ اس لئے اگر جماعت کی خیر خواہی اور نزاع کو ختم کرنے کے لئے اس پر دستخط کئے جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ دونوں حضرات نے دستخط کر دیئے۔ یہ دونوں حضرات مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی طرف سے مطمئن تھے کیونکہ وہ سماع صلوۃ کو ایک خط میں تسلیم کر چکے تھے جو انہوں نے کسی وقت مولانا محمد علی جالندھری کو لکھا تھا۔ (تعلیم القرآن ص ۵۴ اگست ۱۹۶۲ء)

دلیل نمبر ۹: آخر نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں حلقوں نے احقر (قاری محمد طیب صاحب) کی پیش کردہ قدر مشترک کے عنوان کو قبول کر لیا اور اس قدر مشترک کی تحریر یادداشت پر، جو احقر نے اپنے دستخط سے پیش کی، فریقین نے دستخط فرما دیئے۔ اس تحریر یادداشت کا متن ملفظہ حسب ذیل ہے:

''عامہ مسلمین کو فتنہ نزاع وجدال سے بچانے کے لئے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلہ کے ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں۔ یہ عنوان مسئلہ کا قدر مشترک ہوگا، ضرورت پڑنے پر اسی کو عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ عبارت حسب ذیل ہے ''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ علیہ السلام صلوۃ وسلام سنتے ہیں''۔ احقر محمد طیب حال وارد راولپنڈی ۲۲ رجون ۱۹۶۲ء۔ (مولانا قاضی) نور محمد خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ، لاشئ (مولانا) غلام اللہ خان، (مولانا) محمد علی جالندھری عفی اللہ عنہ۔

اس مختصر عبارت کی کافی تفصیل چونکہ مولانا قاضی شمس الدین صاحب (برادر خورد مولانا قاضی نور محمد صاحب)

اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے، اس لئے یہ عبارت بالا ان کی مسلمہ ہے، بناء بریں اس عبارت پر ان کے دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ عبارت بالا کو ان کا مسلمہ سمجھا جائے۔ چونکہ اس موقع پر سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری بوجہ علالت راولپنڈی تشریف نہ لا سکے، اس لئے احقر (قاری محمد طیب) کے عرض کرنے پر اور مسودہ پیش کرنے پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے ان کے بارے میں حسب ذیل تحریر پر دستخط کر کے بندہ کو عنایت فرمائی جس کا متن بلفظہ حسب ذیل ہے۔ ''ہم (مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب) اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے بھی اس تحریر (مندرجہ بالا) پر دستخط کرائیں جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے تو ہم مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اس تحریر کی حد تک ان سے براءت کا اعلان کر دیں گے۔ نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات پر تقریر نہ کرائیں گے اور اگر اس مسئلہ میں وہ کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم اس بارے میں ان کو مدد نہ دیں گے۔ نور محمد خطیب قلعہ دیدار سنگھ۔ لاشئ غلام اللہ خان (۲۲ جون ۱۹۶۲ء) (تعلیم القرآن ص ۲۴ تا ۲۵ اگست ۱۹۶۲ء)

اتحاد کی خوشی: مولانا سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں: ''اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے علمائے دیوبند کی جماعت کا اتحاد و اتفاق دوبارہ بحال فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فریقین کو اس نعمت مترقبہ کی قدردانی کرنے اور اس اتحاد کو قائم اور برقرار رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ امین

حضرت مہتمم (دارالعلوم دیوبند) صاحب دامت برکاتہم ہمارے دلی شکریہ اور مبارکباد کے مستحق ہیں جن کے نیک ارادوں اور جن کی بے لوث کوششوں سے یہ صلح معرض وجود میں آئی''۔ (سجاد بخاری ۱۰ رجولائی ۶۲ء تعلیم القرآن اگست ۶۲ء ص ۲۰)

مولانا سجاد بخاری کی اس تحریر سے معلوم ہوا کہ مولانا موصوف اس انکار حیات وسماع کی بدعت سے کوسوں دور تھے جب کہ آج اس بدعت قبیحہ میں سرتاپا غرق ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

قرارداد

مسئلہ حیات النبی ﷺ کا فیصلہ: ''جمعیت اشاعت التوحید والسنہ'' کا یہ نمائندہ اجتماع اس بات کا فیصلہ کرتا ہے اور اپنی تمام جماعت سے اس کی پابندی کرنے کی درخواست کرتا ہے کہ حضرت مولانا علامہ قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تجویز کردہ عبارت پر فریقین کے درمیان جو صلح ہوئی ہے، قائم رکھا جائے اور اسے ہرگز نہ توڑا جائے۔ (مگر یہ کہ فریق ثانی صلح کے خلاف کسی قسم کا اقدام کرے) ہماری جماعت جس طرح پہلے متحد ہو کر اشاعت توحید وسنت کا کام کرتی رہی ہے، اسی طرح آئندہ بھی کرتی رہے۔ (تعلیم القرآن ص ۵۳ اگست ۱۹۶۲ء)

معلوم ہوا کہ تمام ''جمعیت اشاعت التوحید والسنہ'' کا یہی عقیدہ تھا اس وقت قرآن مجید وحدیث شریف کے خلاف یہ عقیدہ نہ تھا کیونکہ ''جمعیت اشاعت التوحید والسنہ'' کا عقیدہ یہی تھا۔ اب یہ عقیدہ قرآن مجید وحدیث شریف کے خلاف نظر آتا ہے کیونکہ اب یہ عقیدہ ''جمعیت اشاعت التوحید والسنہ'' کا نہیں رہا گویا قرآن مجید وحدیث شریف ان کے ذہنی فکر کے تابع ہے۔ (معاذ اللہ)

دلیل نمبر ۱۰: مولانا سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں: ''باقی رہا آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس

صلوۃ وسلام کے سماع کا مسئلہ، تو اس میں فریقین کے درمیان قطعاً کوئی اختلاف نہیں تھا جیسا کہ آج سے تقریباً تین سال پہلے (ماہنامہ تعلیم القرآن شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء) اور پھر اس کے بعد (شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۶۲ء) میں دوسرے فریق (جمعیت اشاعت التوحید والسنہ) کے اس بارے میں مسلک کی صراحت موجود ہے۔ البتہ اس فریق کے بعض حضرات، جن میں حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، عند القبر سماع صلوۃ و سلام کے دوام اور ہمہ وقتی ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ الا خرق العادۃ' (تعلیم القرآن ص ۱۸ تا ۱۹ اگست ۱۹۶۲ء)

خلاصہ یہ نکلا یہ عقیدہ سماع صلوۃ وسلام کا امت میں اختلافی نہیں تھا اور نہ جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کا اس عقیدہ میں کوئی اختلاف تھا۔ ہاں! شاہ صاحب گجراتی بھی سماع کے قائل تھے لیکن ہر وقت سننے کے قائل نہ تھے۔ ہر وقت سننے کے لئے وہ خرق عادت کی قید لگاتے تھے۔ البتہ بعض وقت سماع ان کے نزدیک بغیر خرق عادت کے بھی ثابت تھا کیونکہ حضرت شاہ صاحب حیات جسمانی کے بھی قائل تھے۔ لیکن سجاد صاحب کا حضرت شاہ صاحب گجراتی کی نسبت یہ تحریر کرنا کہ عند القبر سماع صلوۃ و سلام کے دوام اور ہمہ وقتی ہونے کے قائل نہیں ہیں الا خرق العادۃ، راقم الحروف کے نزدیک درست نہیں۔ کیونکہ حضرت شاہ صاحب نے اس معاہدے کا انکار نہیں کیا جو حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے ایک عبارت پر فریقین سے دستخط لئے تھے بلکہ یہ معاہدہ واتحاد حضرت شاہ صاحب کی مرضی اور تحریک کے باعث ہوا ہے اور حضرت شاہ صاحب کی اجازت اور رضاء سے یہ عقیدہ حیات وسماع تعلیم القرآن میں شائع کیا گیا ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو: حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''حسن اتفاق سے ۲۶/اپریل ۱۹۶۲ء کو احقر کو پاکستان حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اور اسی ماہ میں بزمانہ قیام لاہور جناب مولانا غلام اللہ خان صاحب اور محترم مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری احقر سے ملاقات کے لئے قیام گاہ پر تشریف لائے۔ دوران ملاقات میں احقر نے اس نزاع وجدال کا شکوہ کرتے ہوئے اس صورت حال کے مضر اثرات کی طرف توجہ دلائی اور عرض کیا کہ یہ صورت بہرنہج ختم ہونی چاہئے۔ جب کہ یہ مسئلہ کوئی ایسا اساسی مسئلہ نہیں ہے کہ اسے مستقل موضوع کی حیثیت سے اسٹیج پر لایا جائے، اور اس کی وجہ سے تفریق وتفرق اور تحزب کے ان مضر اثرات کو نظر انداز کیا جاتا رہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ مسئلہ یا تو اسٹیج پر آئے ہی نہیں اور اگر اتفاقاً آجائے تو اس کا عنوان نزاعی نہ رہے۔ اس پر ان دونوں بزرگوں نے نہایت مخلصانہ اور دردانگیز لہجہ میں کہا کہ ''ہم خود بھی اس صورت حال سے دل گرفتہ ہیں اور دلی تنگی محسوس کرتے ہیں کاش! آپ (احقر) ہی درمیان میں پڑ کر اس نزاع کو ختم کرا دیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کے سوا یہ قصہ کسی دوسرے کے بس کا ہے بھی نہیں۔ اس بارہ میں آپ کی تحریرات نہایت معتدل انداز سے سامنے آئی ہیں جن کو دونوں فریق نے احترام کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اب بھی اس بارے میں آپ کی مساعی احترام وقبول کی نگاہ سے دیکھی جائے گی''۔ احقر کو ان مخلصانہ جملوں سے نزاع کے ختم ہونے کی کافی توقع پیدا ہوگئی، اور ارادہ کر لیا گیا کہ فریقین کے ذمہ دار افراد سے مل کر کوئی مفاہمت کی صورت پیدا کی جائے''۔ (تعلیم القرآن ص ۲۳ اگست ۱۹۶۲ء)

حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''۷ رجولائی ۱۹۶۲ء کو لاہور سے یہ بیان (یعنی صلح ومعاہدہ والی تحریر) رسالہ خدام الدین لاہور اور رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی کو اشاعت کے لئے بھیج دیا گیا۔ میں ابھی لاہور ہی تھا اور واپسی وطن کے لئے پابرکاب اور تیاریٔ سفر میں مصروف، کہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب،

مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا قاضی شمس الدین صاحب احقر کے قیام گاہ تشریف لائے۔ سید صاحب کو شکوہ یہ تھا کہ ان کے بارے میں جو خصوصی تحریر لکھی گئی ہے، جس میں ان پر کچھ پابندیاں عائد کی گئی ہیں، اس میں یک طرفہ ہونے کی شان ہے، جس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ ایک شخص پابند اور دوسرے آزاد۔ اس میں توازن پیدا کرنے کی صورت یہ ہے کہ جو پابندیاں بھی ہوں فریقین پر عائد ہوں۔ بات معقول تھی، گو اس کا تعلق حقیقتاً مجھ سے نہ تھا کیونکہ ان پر یہ پابندیاں عائد کرنے کا ذمہ مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم نے لیا تھا، گو احقر کی تحریک پر لیا مگر یہ سمجھتے ہوئے کہ مقصد اصلی مصالحت باہمی اور ایک کو دوسرے سے قریب لانا ہے نہ کہ قانونی حجتیں تمام کر کے اپنا پیچھا چھڑانا۔ اس لئے احقر نے اسی مجلس میں جس میں یہ نامبردہ حضرات اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب دام مجدہ نیز فریقین کے اور بھی بزرگ تشریف فرما تھے، گفتگو اور مشورہ کے بعد یہ طے ہوا کہ چونکہ یہ عملی پابندیوں والی تحریر یک طرفہ اور مخدوش سمجھی جارہی ہے۔ اس لئے مناسب ہو کہ جس طرح مسئلہ ”حیات النبی ﷺ“ کے بارہ میں اصولی رنگ کی ایک عبارت قدر مشترک کے طور پر آئی ہے، جسے فریقین نے بخوش دلی منظور کیا ہے، ایسے ہی عملی پابندیوں کے بارہ میں بھی اصولی ہی رنگ میں فریقین کی مفاہمت سے کوئی صورت طے ہو جائے۔ میں اس کام کو قلت وقت کے سبب انجام نہیں دے سکتا تھا۔ سفر شروع ہونے میں صرف چند گھنٹے ہی باقی تھے۔ اس لئے حضرت مولانا خیر محمد صاحب سے عرض کیا کہ ”اس علمی مفاہمت کو وہ اپنی سرکردگی میں طے کرادیں“ مولانا نے وعدہ فرمایا کہ ”میں ملتان پہنچ کر ایک مقررہ تاریخ پر فریقین کو بلاؤں گا اور عملی انداز کی مفاہمت کرانے کی سعی کروں گا“۔ جس کو مولانا غلام اللہ خان صاحب کی جماعت نے بھی بخوش دلی تسلیم فرمالیا ہے، اس پر احقر نے اسی مجلس میں ایک تحریر حضرت مولانا خیر محمد صاحب کے نام لکھی، جس کا حاصل یہ تھا کہ ”جناب! فریقین میں علمی حدود کی تشخیص بموجودگی فریقین کرادیں اور اس صورت میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب والی تحریر (بوجوہ مذکورہ بالا) کالعدم سمجھی جائے“۔

ادھر سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے یہ عرض کیا کہ ”ملتان اجتماع سے پہلے کوئی عملی قدم نہ اٹھایا جائے۔ اس طرح مسئلہ حیات کا معاہدہ تو اپنی جگہ بدستور قائم تھا ہی، عملاً سید عنایت اللہ شاہ صاحب والی تحریر کا معاہدہ بھی بدستور قائم رہا اور اسی طرح میں ”مسئلہ حیات کی مفاہمت اور معاملہ سید صاحب“ کی مذکورہ صورت حال دونوں طرف سے مطمئن ہو کر دیوبند کے لئے روانہ ہو گیا۔ فریقین کے بزرگوں نے اپنے حسن اخلاق سے اسٹیشن لاہور پر اس ناکارہ کو الوداع کہا اور میں ۹ جولائی ۱۹۶۲ء کو دیوبند پہنچ گیا۔ یہاں کے بزرگوں سے اس مفاہمت کے بارہ میں حالات بیان کئے جو سارے اکابر کے لئے موجب فرح وسرور ثابت ہوئے۔ اس سلسلہ میں احقر جو تفصیلی بیان لاہور میں اشاعت کے لئے دے آیا تھا، اس کی تمہید میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ ”حیات انبیاء کے سلسلہ میں تمام علمائے دیوبند کا اس پر اجماع ہے کہ یہ حیات، حیات دنیوی ہے“۔ لیکن بعد میں کچھ خلجان پیدا ہوا کہ بعض حضرات کی عبارتیں اس بارہ میں کچھ مبہم اور مجمل بھی ہیں، ممکن ہے کہ ان کی وجہ سے اس دعویٰ اجماع پر قدح کیا جائے، یہ کھٹک ہو ہی رہی تھی کہ اچانک مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کا دستخطی والا نامہ پہنچا کہ ”آپ کا مفصل بیان پہنچ گیا اور اسے ہم رسالہ تعلیم القرآن میں شائع کر رہے ہیں لیکن یہ اجماع علماء دیوبند کا دعویٰ ہمارے نزدیک محل کلام ہے جبکہ متعدد علمائے دیوبند کی عبارتیں اس بارہ میں اس اجماع کو برقرار نہیں رکھ سکتیں، آپ کو اس بیان میں کوئی استثنائی کلمہ

ضرور رکھ دینا چاہئے تھا، اس لئے ہم آپ کا بیان پورا شائع کر رہے ہیں مگر اس دعویٔ اجماع پر تنقیدی نوٹ بھی لکھ رہے ہیں، آپ برا نہ مانیں''۔ ظاہر ہے کہ میرے لئے برا ماننے کا سوال یوں نہیں پیدا ہوتا تھا کہ مجھے خود اس بارہ میں کھٹک محسوس ہو رہی تھی اس لئے میں نے اپنا یہی بیان جب رسالہ دار العلوم دیو بند کو شائع کرنے کے لئے دیا تو اس میں ایک استثنائی نوٹ کا اضافہ کیا اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کو وہ استثنائی عبارت لکھ بھیجی جس کا حاصل یہ تھا کہ ''جمہور علمائے دیو بند کا مسلک یہی ہے کہ برزخ میں حیات انبیاء حیات دنیوی ہے''۔ (تعلیم القرآن ص ۴۳ تا ۴۴ ستمبر ۱۹۶۲ء)

چنانچہ حضرت شیخ القرآن مرحوم اور حضرت شاہ صاحب گجراتی نے جو حضرت قاری محمد طیب صاحب کے مضمون مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلہ میں شائع کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ وعدہ ان حضرات نے پورا کرتے ہوئے (ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' اگست ۱۹۶۲ء ص ۲۲ تا ۲۶) میں شائع کر دیا۔ جس کی تمہید میں یوں تحریر ہے کہ ''برزخ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات کا مسئلہ مشہور و معروف اور جمہور علمائے دیو بند کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علمائے دیو بند حسب عقیدہ اہل السنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبروں میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں تھا، وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام بھی سنتے ہیں وغیرہ۔ علمائے دیو بند نے یہ عقیدہ کتاب وسنت سے وراثۃً پایا ہے۔ اور اس کے بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث ہی رہا ہے''۔ (تعلیم القرآن ص ۲۲ اگست ۱۹۶۲ء)

راقم الحروف نے تعلیم القرآن ماہ ستمبر ۱۹۶۲ء کا حوالہ نہایت تفصیل سے درج کر دیا ہے کیونکہ بعض رذیل یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ مسئلہ ''حیات النبی ﷺ'' کے بارے میں جو تحریری معاہدہ ہوا تھا وہ لاہور میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے منسوخ کر دیا تھا کیونکہ حضرت سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے اس کی مخالفت کی تھی۔

قارئین کرام پر بخوبی واضح ہو چکا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے اس تحریری معاہدہ پر، جس کا تعلق مسئلہ حیات النبی ﷺ سے ہے، کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ حضرت شاہ صاحب کو صرف یہ شکایت تھی کہ ''دوسری تحریر جو حضرت شاہ صاحب کے متعلق لکھی گئی ہے، یک طرفہ ہے۔ مسئلہ بیان نہ کرنے پر اگر پابندی لگانی ہے تو دونوں فریق اس کے پابند ہونے چاہئے''۔ حضرت شاہ صاحب کا یہ معقول اعتراض تھا جیسا کہ خود حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''فلہٰذا حضرت شاہ صاحب کے بارے میں جو خصوصی تحریر تھی اس کو کالعدم قرار دیتے ہوئے فریقین کو مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ملتان بلا کر ایک تحریر پر دستخط کرا کر پابند بنا دیا''۔ ملاحظہ ہو۔ اس پر قرار پایا کہ ''مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب، مولانا غلام اللہ خان کے جلسہ اور طلباء کے سامنے کبھی مسئلہ حیات النبی ﷺ پر تقریر نہیں کریں گے۔ اور مولانا غلام اللہ خان صاحب اپنی براءت نہیں کریں گے اور ان کے مناظرہ میں شریک ہو سکیں گے''۔ نیز قرار پایا کہ'' موجودہ تلخی دور کرنے کے لئے مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب مع اپنی جماعت کے اور مولانا محمد علی جالندھری صاحب اور مولانا لال حسین صاحب مع اپنی جماعت کے کسی سٹیج پر مسئلہ حیات النبی ﷺ کو بیان کریں گے اور نہ کسی مدرسہ کے طلبہ کے مجمع میں اس سلسلہ پر مفصل تیاریاں کرائیں گے''۔ خیر محمد عفا اللہ عنہ بمقام خیر المدارس ملتان ۳۱ جولائی ۱۹۶۲ء ایک فریق کے دستخط: غلام اللہ خان لاھوٗ، عنایت اللہ، احقر شمس الدین، احقر احمد

حسین سجاد بخاری، محمد یاعفی عنہ۔ دوسرے فریق کے دستخط: محمد علی جالندھری بقلم خود، بقلم لال حسین اختر، عبدالرحمن میانوی، محمد عبداللہ بقلم خود، منور حسین صدیقی بقلم خود۔ (ضمیمہ تعلیم القرآن ص ۲ تا ۱۳ اگست ۱۹۶۲ء)

صوفیوں نے حضرت شاہ صاحب کی بات مان لی

حضرت شاہ صاحب نے جلسہ ''خیر المدارس'' کے موقعہ پر ''حیات دنیاوی'' کا انکار کیا تھا جسے حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ و حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمہ اللہ نے برا منایا اور حضرت شاہ صاحب کو کہا کہ ''بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کا عقیدہ حیات دنیوی کا تھا فلہٰذا آپ نے انکار کر کے دیوبندیت کے خلاف کارروائی کی ہے''۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ ''حیات جسمانی کہنی چاہئے، دنیاوی کہنا مناسب نہیں''۔ اس پر جھگڑا شروع ہو گیا پھر کیا ہوا۔ الامان والحفیظ۔

بالآخر حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے جس تحریر پر فریقین کے دستخط کرائے اس میں حیات دنیاوی کا ذکر نہیں ہے بلکہ جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں **بعلق** روح حیات حاصل ہے۔ (الی آخرہ)

یہ حضرت شاہ صاحب کا عقیدہ تھا جسے صوفی حضرات نے بھی بخوشی قبول کر لیا اور حضرت شاہ صاحب اور حضرت شیخ القرآن مرحوم نے بخوشی اسے ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' اگست ۱۹۶۲ء میں شائع کر دیا۔ بعض رذیل جو کہتے ہیں کہ جولائی ۱۹۶۲ء لاہور میں حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ نے اس معاہدہ کو منسوخ قرار دیا تھا تو ان رذیلوں سے سوال یہ ہے کہ وہ جھوٹ بول کر اپنی عاقبت کیوں خراب کر رہے ہیں۔؟ (بشرطیکہ حسن عاقبت باقی بھی ہو) پھر جولائی کے بعد ماہ اگست میں اس تحریری معاہدہ کو ''تعلیم القرآن'' میں شائع کرنے کا مقصد کیا ہوگا۔؟ ؎

دروغ گورا تا بخانہ باید رسانید

حضرت شاہ صاحب کی اپنے عقیدہ سے بغاوت اور قلابازیاں

لیکن حضرت شاہ صاحب اپنے ایک عقیدہ پر قائم نہ رہ سکے۔ قسم قسم کی باتیں اور عقیدہ بدلتے رہے حتی کہ اس عقیدہ کو شرک اور یہودیت سے بھی تعبیر کیا ہے۔ (العیاذ باللہ)

کگڑ ہٹہ تحصیل کبیر والا ضلع ملتان (جو اب ضلع خانیوال میں ہے) میں ایک مولوی صاحب تھے اللہ بخش ناظم مدرسہ احیاء العلوم عیدگاہ کگڑ ہٹہ (جو اس وقت ملتان میں غیر مقلدین کے شیخ الحدیث ہیں۔ شاہ صاحب کی برکات سے وہ جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کو خیر باد کہہ کر غیر مقلد بن گئے ہیں۔) اس نے تین رسالے لکھے تھے۔ (۱) اربعین آیات (۲) اربعین احادیث (۳) دعوۃ الرشاد۔ ان تینوں پر حضرت شاہ صاحب کی تائید و تقریظ موجود ہے۔ ''گویا ان تین رسالوں میں سے جو تحریر نقل کی جائے گی وہ حضرت شاہ صاحب کی طرف بھی منسوب کی جا سکتی ہے''۔

مولوی اللہ بخش صاحب لکھتے ہیں:

(۱) یہی سماع اموات توحید کے راستوں میں بہت بڑی رکاوٹ ہے...... اسی لئے اللہ تعالی نے مردوں کے سننے کی نفی کر کے شرک کی جڑ کاٹ دی ہے۔ نہ جڑ ہوگی نہ پھر شاخیں نکلیں گی۔ (اربعین آیات ص ۱۷)

(۲) پس ثابت ہوا کہ انبیاء کرام بھی وفات کے بعد سننے جاننے والے نہیں تھے چاہے قبروں پر یا دور

سے پکارے جائیں۔ (اربعین آیات ص ۳۵)

(۳) اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ امام الانبیاء ﷺ کے روضہ اطہر پر یا اس کے ارد گرد جو کچھ مشرک غیر مشرک کرتے یا کہتے رہیں گے ان سب کے متعلق خاتم النبیین ﷺ فرمائیں گے: "فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ط وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْد"۔ جب سید الرسل ﷺ کو وفات کے بعد حالات کا علم نہیں ہوتا تو دوسرا کون ماں کا لال ہے جس کو عالم برزخ میں رہتے ہوئے دنیا والوں کے حالات کا علم ہوگا۔؟ (اربعین آیات ص ۳۶ تا ۳۷)

(۴) مرے ہوئے شخص کو چاہے پیغمبر ہی کیوں نہ ہو بعد موت کے اپنے اوپر وارد ہونے والے حالات کا علم نہیں ہوتا چہ جائیکہ وہ ہمیں دیکھتے ہوں یا ہماری باتوں کو سنتے ہوں۔ (اربعین آیات ص ۴۱)

حضرت شاہ گجراتی کی اس رسالہ کے ص ۲ پر تقریظ وتائید ان الفاظ میں مذکور ہے۔

"بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله و سلام على عباده الذين اصطفى!" اربعين أيات بينات" مسئلہ توحید پر ماشاء اللہ بہترین مضمون ہے، نہایت مدلل اور واضح۔ مولانا اللہ بخش صاحب کو ہم سب کی طرف سے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ علماء، طلبہ اور عوام خواندہ طبقہ کے لئے بہت مفید ہے۔ فللہ الحمد"۔ (عنایت اللہ گجرات)۔

مولوی اللہ بخش صاحب لکھتے ہیں:

(۵) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ مردے نہیں سنتے اور اس کا رسول کہے کہ جی سنتے ہیں کیا رسول اللہ ﷺ خدا تعالیٰ کی تکذیب ومخالفت کر سکتے ہیں۔؟ ہرگز نہیں! تو پھر خود سمجھ لینا جو روایت بھی اس قسم کی ہوگی وہ یا تو موضوع ہوگی یا اس کا مطلب کوئی دوسرا ہوگا۔ (اربعین حدیث ص ۵)

(۶) اللہ تعالیٰ تو فرمائے اے میرے حبیب! تجھے ان کے کسی عمل کا پتہ نہیں اور یہ کہیں جی نزدیک سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور دور سے سب اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ سچے ہیں یا اللہ تعالیٰ......؟ خوب غور سے سوچو۔ (اربعین حدیث ص ۱۱)

(۷) بعد از موت سماع ورؤیت کا عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے۔ (اربعین حدیث ص ۲۸)

(۸) نبی ﷺ اور صدیق ﷜ کے فیصلہ سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی حیات برزخی جنتی ہے دنیوی، روضہ والی، مدینہ منورہ والی، جسد اطہر والی قطعاً نہیں۔ (اربعین حدیث ص ۴۰ تا ۴۱)

(۹) اور دوسری روایت "مامن احد يسلم عليَّ الا رد الله روحي عليَّ و أزدُ عليه السلام" اس روایت کے الفاظ ہی بتارہے ہیں کہ یہ کلام رسول اللہ ﷺ کی نہیں۔ (اربعین حدیث ص ۴۳)

(۱۰) نیز اتنے کروڑوں مسلمانوں کا درود سننا تکلیف مالا یطاق ہے۔ پیغمبر علیہ السلام کے لئے تو یہی بات بجائے راحت کے الٹا رنج عظیم کا سبب بنی ہوئی ہوگی۔ دنیا کی زندگی میں کافروں نے آرام نہیں کرنے دیا تھا اور موت کے بعد مسلمان چین وراحت سے نہیں رہنے دیتے۔ (اربعین حدیث ص ۴۲)

حضرت شاہ صاحب کی تائید: "رسالہ" اربعین" کا بہت سا حصہ سنا۔ بحمد اللہ تعالیٰ کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ سے عمدہ طریق سے استدلال کیا ہے۔ مصنف حضرت مولانا اللہ بخش صاحب نے شرک وبدعت کے رد میں مخلصانہ سعی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو سعی مشکور بنائے اور خواص وعوام کے لئے باعث ہدایت بنا کر مصنف موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے"۔ آمین ثم آمین۔ عنایت اللہ۔

مولانا اللہ بخش لکھتا ہے:

(۱۱) جیسے دور سے درود کا ثواب آنجناب کو پہنچتا ہے اسی طرح قبر مبارک کے نزدیک درود پڑھنے کا ثواب آنجناب کو پہنچتا ہے۔ سننے جواب دینے کا من گھڑت قصہ ہی نہیں۔ (دعوت الرشاد الی سواء الصراط ص ۸)

(۱۲) مولوی اللہ بخش صاحب، مولانا عبد العزیز شجاع آبادی کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''تو میر امشورہ یہ ہے کہ آئندہ کے لئے تم سابقہ مسلک قرآن وحدیث کو چھوڑ کر مشرکوں کے ساتھ شامل ہونے کا اعلان کر دو تا کہ کسی کو آپ کے بارے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہے۔ آپ کا طبعی میلان بھی بتا رہا ہے کیونکہ پہلے آپ سماع خرق عادت کے قائل تھے اگرچہ یہ مسلک بھی بے دلیل تھا لیکن اب تو حد ہی کر دی۔ اب تو آپ عند القبر بالجہر کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ اب آپ سماع عادی کے قائل ہو گئے ہیں۔ رفتہ رفتہ مزید ڈھلنا شروع کر دو تا کہ کمی پوری ہو جائے::۔ (دعوت الرشاد الی سواء الصراط ص ۱۴)

(۱۳) ہم تو اسلاف سے سننے سمجھنے اور قرآن کو دیکھنے اور سمجھنے سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ قرآن مجید صرف اصول سے بحث کرتا ہے فروع کو تو چھیڑتا ہی نہیں اور اس مسئلہ (سماع موتی) پر قرآن مجید نے تقریباً پینسٹھ آیات سے روشنی ڈالی ہے اگر یہ مسئلہ نہ اصولی تھا اور نہ فروعی اور نہ اتنا ضروری کہ جزو ایمان اور مدار نجات ہو تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس پر اتنی بحث کیوں کی۔؟ اللہ تعالیٰ نے یہ عبث فعل کیا ہے......! نعوذ باللہ من ذلک۔ (دعوت الرشاد الی سواء الصراط ص ۲۱)

حضرت شاہ صاحب کی تائید

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لانبی بعدہ: رسالہ دعوت الرشاد مختلف مقامات سے سنا۔ شرک وکفر کے رد میں دلائل کتاب وسنت سے استفادہ کیا گیا۔ مصنف کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین عنایت اللہ۔ (دعوت الرشاد الی سواء الصراط ص ۱)

حضرت شاہ صاحب گجراتی نے ان تینوں رسالوں پر تقریظ لکھ کر اور تائید کر کے یہ ثابت کر دیا کہ یہ نظریات بعینہٖ حضرت شاہ صاحب گجراتی کے عقائد ونظریات ہیں۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

حضرت مولانا عبد العزیز صاحب

شجاع آباد ضلع ملتان کے رہنے والے ہیں۔ کسی زمانے میں ''اشاعت التوحید والسنہ'' شجاع آباد کے صدر تھے۔ شجاع آباد میں اپنا دار العلوم ہے، عزیز العلوم کے نام سے مشہور ہے وہاں ہر سال شعبان اور رمضان میں دورۂ تفسیر پڑھاتے تھے۔ اختتام پر اکثر مولانا قاضی شمس الدین صاحب گوجرانوالہ سے تشریف لے جاتے تھے اور چند درس پڑھا کر اختتامی دعا کیا کرتے تھے۔ مولانا عبد العزیز صاحب جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے مرکزی میٹنگ میں بھی شمولیت کیا کرتے تھے۔ مثلاً دیکھئے (ماہنامہ تعلیم القرآن جون ۱۹۶۶ء ص ۵) لیکن مولانا موصوف کا جب گکھڑ ہٹہ اینڈ کمپنی سے واسطہ پڑا تو موصوف نے ان سے ایسے خرافات سنے کہ ان کا زیر قلم لانا بھی مناسب نہیں۔ بالآخر مولانا موصوف نے تنگ آ کر استعفیٰ دے دیا۔ مولانا موصوف فرماتے ہیں:

ناظم اعلیٰ کی خدمت میں میرا استعفیٰ

میں نے جب یہ دیکھا کہ ہماری بات، جو اس اختلاف سے پہلے مسئلہ تھی، وہ اب مسخری بن گئی ہے۔ تو حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب کی خدمت میں اپنا استعفیٰ بھیج دیا جس کے جواب میں آپ نے لکھا کہ ”میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتا“۔

شجاع آباد میں شاہ صاحب گجراتی کی موجودگی میں تشدد گروپ (گکڑ ہٹہ اینڈ کمپنی) کے واعظ محمد سعید (احمد خان) نے کہا تھا: ”وہ گوہ خور ملا جو سماع کا قائل ہے“۔ ان حیاسوز اور شرافت شکن حرکتوں کے باوجود شیخ القرآن مجھے نہیں چھوڑتے۔ مگر میں شاہ صاحب جیسے امیر اور ان کی جماعت کے ساتھ کیسے چل سکتا ہوں جس کے از یں گونہ واعظ جو منبر تک گونھ نہ چھوڑیں۔ یہ غلاظت نوازی تو اپنے امیر کے سامنے فرمائی، ان کی عدم موجودگی میں کسی شریف انسان کو ایسے زبان دراز واعظ سے کس خیر کی توقع ہو سکتی ہے۔؟ علاقہ بہاولپور گھلواں میں ایک جلسہ میں محترم عنایت اللہ شاہ صاحب مع اپنے مذکور واعظ کے فروکش تھے۔ کمرہ مخصوص سے باہر اس علاقہ کے ایک عالم نے امام ابن کثیر کی عبارت پیش کرنا چاہی تو محمد سعید (احمد خان) نے فرمایا کہ ”پہلے اس کا نام صحیح کریں۔ ابن کثیر کوئی اچھا ہوتا ہے (یعنی ولد الحرام)“۔ اس محدث کبیر، مفسر اور امام وقت کا گوشت بھی وہاں کھایا گیا جہاں امیر اشاعۃ التوحید بنفس نفیس موجود تھے۔ (دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف ص ۲۲)

مولانا موصوف نیز لکھتے ہیں: ”جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے اکابرین کی بے زاری بلکہ اظہار نفرت کے باوجود ”تشدد گروپ“ کے تمام کتابچوں کو محترم عنایت اللہ شاہ صاحب کی تائید وتصدیق حاصل ہے۔ ان کو اسکی کوئی پرواہ نہیں کہ جماعت کا شیرازہ بکھرے یا باقی رہے۔ توحید کے نام پر ایک فسادکار انسان کی گود میں امیر جمعیت اور عالم دین کا چلا جانا باعث حیرت واستعجاب ہے“۔ ملاحظہ ہو۔ تصدیق رسالہ دعوت الرشاد ”مختلف مقامات سے سنا۔ شرک وکفر کے رد میں دلائل کتاب وسنت سے استفادہ حاصل کیا گیا ہے۔ مصنف کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ عنایت اللہ“۔

جس کفر اور شرک کی تردید کے لئے دلائل قرآن وحدیث سے مؤلف نے استفادہ کیا وہ عقیدہ ”سماع صلوۃ وسلام عند القبر للنبی الکریم“ ﷺ ہے۔ جمہور امت کی تکفیر پر محترم شاہ صاحب نے تحسین بلیغ فرما کر ”تشدد گروپ“ کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ کافرساز کمپنی کے اس فتوے پر محترم شاہ صاحب کی خطابت کا رخ بھی اس طرف پلٹ گیا کہ ”مشرک چار قسم کے ہیں۔ اول: یہود ونصاریٰ ثانی: بت پرست ثالث: غالی رضاخانی رابع: دیوبندی جو سماع کے قائل ہیں“۔ (دعوت الانصاف ص ۲۹ تا ۳۰)

مولانا موصوف لکھتے ہیں:

اخلاقی پستی: کبیر والا شہر میں ان حضرات کے زیر اہتمام ایک اجتماع سے راقم نے خطاب کیا۔ بر سبیل تذکرہ مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمہ اللہ مہتمم خیر المدارس ملتان اور مولانا عبد الخالق صاحب رحمہ اللہ مہتمم دار العلوم کبیر والہ کا ذکر آیا چونکہ یہ ہر دونوں حضرات فوت ہو چکے تھے۔ اس لئے میں نے ان کا نام لینے کے بعد رحمہ اللہ کا جملہ دعائیہ استعمال کیا۔ تقریر ختم ہوگئی مگر میں اسٹیج سے اترا نہیں تھا کہ ایک صاحب میک سپیکر کے سامنے تشریف لائے

اور تردید کر دی، کوئی کسر باقی رہی تھی تو علیحدہ ہونے پر مجھے ملامت کے رنگ میں کہا کہ" آپ ہجوے قسم کے موحد ہیں ایسوں کو ﷺ سے دعا دینا شان توحید کے خلاف ہے"۔ نیز ایک مقام پر میری مجلس میں ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا" مردے سنتے ہیں یا نہیں"۔؟ میں اسے مناسب جواب ہوتا، دیتا مگر ان میں سے ایک صاحب بولے کہ:" کوئی قبر کھودو، میں اپنے ہاتھ سے اس کی مقعد میں پانی ڈالتا ہوں، اگر مردے سنتے ہیں تو بول اٹھے گا"۔ میں نے یقین کر لیا کہ میرے جیسے آدمی کے لئے اس قسم کے لوگوں کے ساتھ چلنا ابروئے علم اور ناموس علماء کی صریح توہین ہے۔

اپنے رہنماؤں کو نہیں بخشتے: اس گروپ کے دوسرے صاحب کو، جو حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی رحمہ اللہ کا مرید کہلاتا تھا، میں نے کہا:" تمہارے پیر صاحب تو سماع عند القبر الشریف کے قائل ہیں۔ ان کے متعلق کیا رائے ہے۔؟ تو فوراً جواب دیا کہ وہ بھی کافر، تم بھی کافر، جو بھی سماع کا قائل ہو سب کافر"۔ (دعوت الانصاف ص ۲۱ تا ۲۲)

مولانا موصوف لکھتے ہیں:

گوجرانوالہ میں اشاعت التوحید والسنہ کی میٹنگ: حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب کی تحریک پر اشاعت التوحید کے علمائے کرام کی ایک میٹنگ بلائی گئی۔ مقصد یہ تھا کہ" جمعیت کی تبلیغی پالیسی کو مضبوط کیا جائے اور بے لگام آدمیوں کو تنبیہ کی جائے کہ وہ اپنے طرز عمل اور کردار سے مسلک میں رخنہ اندازی نہ کریں۔ قائلین سماع صلوۃ وسلام عند القبر کو مشرک وکافر نہ کہا جائے"۔ چنانچہ ایک تحریر لکھی گئی جس کے اوپر واعظ محمد سعید (احمد خان) نے بقول شیخ القرآن (منافقانہ) دستخط کر دیئے، اور شاہ صاحب گجراتی نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور بقول حضرت خان صاحب یہ فرمایا کہ: میں (قائلین سماع کو کافر کہوں گا) اس پر مجلس برخواست ہو گئی۔ مولانا غلام اللہ خان کا خط، جو میری طرف لکھا تھا، ملاحظہ فرما دیں کیونکہ میں اس میٹنگ میں شامل نہیں ہوا تھا۔

" محترم ومکرم مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

محمد سعید نے منافقانہ دستخط کر دیئے ہیں کہ سماع والے کافر نہیں ہیں۔ اور شاہ صاحب نے بالکل دستخط سے انکار کر دیا ہے اور کہا" میرا عقیدہ کفر کا ہے اور محمد سعید کا (بھی) یہی ہے"۔ واللہ اعلم۔ کیا غضب الٰہی ہے تمام امت کو کافر کہہ دینا۔؟ لاشی غلام اللہ۔ (دعوت الانصاف ص ۲۶ تا ۲۷)

نیز ٹکڑ ہٹہ اینڈ کمپنی کے خرافات معلوم کرنے کے لئے مولانا موصوف کی کتاب (دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف) کا ضرور مطالعہ کریں۔

ہمارے استاد محترم شیخ مکرم حضرت مولانا عبد الحمید سواتی دامت برکاتہم العالیہ نے" تحفہ ابراہیمیہ" کا اردو ترجمہ کیا ہے جس کا نام" فیوضات حسینی" رکھا ہے اور اس کا ایک مقدمہ بھی نہایت بسط سے تحریر فرمایا ہے۔

مولانا سجاد بخاری صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:" اس کے بعد محترم دوست جناب صوفی صاحب نے مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب پر نظر کرم فرمائی ہے اور شاہ صاحب کی طرف ایسی غلط باتیں منسوب کر دی ہیں جو شاہ صاحب کے زاویہ خیال میں بھی کبھی نہ آئی ہوں مثلاً

" شاہ صاحب قائلین سماع کو ابوجہل کے ٹبر تک اپنی تقریروں میں کہنے سے گریز نہیں کرتے"۔ (مقدمہ ص ۴۴)

نوٹ: محترم صوفی صاحب کا یہ فقرہ ملا رموزی کی اردو کا ایک اچھا نمونہ ہے۔ سجاد بخاری۔

حالانکہ خود سجاد صاحب نے بھی اگلے صفحہ پر یہی لفظ ''ٹبر'' تحریر کیا ہے۔ (حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی)

نیز فرماتے ہیں ''وہ آیات جن کو شاہ صاحب اہل بدعت اور مشرکین دور حاضرہ کے خلاف پیش کرتے تھے، اب وہی آیات عقیدہ حیات النبی ﷺ کو ماننے والوں اور سماع موتی کے قائلین کے خلاف چسپاں کرتے ہیں کیا یہ انتہا پسندی نہیں''۔ ایضاً یہ الزامات سراسر غلط اور بے اصل ہیں۔ شاہ صاحب زندہ موجود ہیں اب بھی ان سے دریافت کیا جا سکتا ہے کہ واقعی وہ سماع موتی کے قائلین کو ابوجہل کا ٹبر اور مشرک سمجھتے ہیں۔؟

راقم الحروف نے بارہا تقریروں میں اور نجی مجلسوں میں شاہ صاحب کو یہ فرماتے سنا ہے اور کئی دوسرے احباب بھی اس کے شاہد ہیں۔ ''میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ، مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ اور دیگر اکابر علماء حق کو اولیاء اللہ سمجھتا ہوں اور دل و جان سے ان کا احترام کرتا ہوں''۔ آپ کے خیال میں یہ تمام علمائے کرام سماع موتی کے قائل ہیں مگر شاہ صاحب ان کا نہ صرف احترام کرتے ہیں بلکہ اولیاء اللہ سمجھتے ہیں۔ البتہ یہ درست ہے کہ شاہ صاحب سماع موتی کے ساتھ موتی کو حاجات میں پکارنے والوں کو ابوجہل کا ٹبر اور مشرک کہتے ہیں اور قرآن کی محولہ آیات بھی انہی پر چسپاں کرتے ہیں۔ صوفی صاحب نے شاہ صاحب پر یہ الزام عائد فرمایا ہے کہ ان کا اختلاف نفسانیت اور ضد پر مبنی ہے اور انہوں نے اس مسئلہ کو ایمان اور کفر کا مدار بنا دیا ہے۔ (مقدمہ ص ۴۵)

صوفی صاحب نے نفسانیت اور ضد کی یہ دلیل بیان کی ہے کہ ''شاہ صاحب نے اس مسئلہ کو ایمان اور کفر کا مدار بنا کر سٹیج پر پیش کیا ہے''۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ شاہ صاحب اس کو ہرگز ایمان اور کفر کا مدار نہیں سمجھتے ان کے نزدیک دونوں فریق مسلمان ہیں۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۶۸ء ص ۳۵ تا ۳۶)

محترم سجاد صاحب......! حضرت صوفی صاحب آپ کے دوست اور رفیق ہیں اور ہمارے شیخ مکرم ہیں، وہ غلط الزام کسی پر نہیں لگاتے۔ وہ بڑی تحقیق اور احتیاط کے بعد ہی کوئی فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔ البتہ حضرت شاہ صاحب گجراتی جیسا غیر محتاط انسان اور کچے عقیدے والا آج تک ہم نے نہیں دیکھا۔

۱......کبھی بریلویوں کے عقائد کو درست کہتے ہیں۔ (کما مر)

۲......کبھی حیات دنیاوی والوں کو اہل سنت ہی شمار کرتے ہیں۔ (کما مر)

۳......کبھی حیات جسمانی پر دستخط کر دیتے ہیں۔ (کما مر)

۴......کبھی سماع صلوۃ وسلام عند القبر الشریف کے عقیدہ کی اشاعت مولانا غلام اللہ خان صاحب کے ساتھ مل کر ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' کے ذریعے سے کرتے ہیں۔ (کما مر)

۵......کبھی مسئلہ حیات وسماع صلوۃ وسلام کے معاہدہ کو مان کر اس مسئلہ کی اشاعت اسٹیج پر نہ کرنے کا وعدہ کرتے ہوئے اس پر دستخط کر دیتے ہیں۔ (کما مر)

۶......کبھی اس مسئلہ کو اسٹیج کی زینت بنا کر خوب کھل کر بیان کرتے ہیں۔

۷......کبھی سماع موتی کے مسئلہ کو اصولی کہہ کر تکفیر کرنے والوں کی تائید وتصدیق فرماتے ہیں۔ (کما مر)

۸......کبھی سماع موتی کے قائلین کو اولیاء اللہ کہتے ہیں۔

ہر فرقہ اپنے عقیدے پر پختہ ہے بار بار وہ اپنا عقیدہ نہیں بدلتے۔ آخر حضرت شاہ صاحب گرگٹ کی طرح اتنے رنگ کیوں بدلتے ہیں۔ ؎

بدلتا ہے آسمان رنگ کیسے کیسے

کیا قرآن وحدیث سے ان کو واضح عقیدہ حاصل نہیں ہو سکا۔؟ محترم سجاد بخاری صاحب......! حضرت شاہ صاحب کا بیان ملاحظہ کریں۔ ''مردوں کے سننے کے مسئلے کی بنیاد یہودیت نے رکھی، ان کی نقل روافض نے کی۔ بریلویت بھی اس مسئلے میں ان کے نقش قدم پر چل پڑی ہے اور اب تو خیر سے دیوبندیت کے ٹھیکیدار بھی اسی راہ پر چل رہے ہیں''۔ (ماہنامہ نغمۂ توحید گجرات ص ۲۰، ۱۴۱۱ھ)

شاہ صاحب کے نزدیک یہ چاروں فریق گویا برابر کے مشرک وکافر ہیں یہ حضرت شاہ صاحب کی اسٹیج والی تقریر کی اشاعت کی گئی ہے۔ نیز حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: اس کے باوجود کوئی کہے کہ قبروں میں دفن (فوت شدہ) انبیاء واولیاء ہماری پکاریں سنتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے بے ایمانوں کے نزدیک انبیاء واولیاء روز قیامت جھوٹی قسمیں کھائیں گے کہ ہمیں ان کی عبادت کی خبر نہیں۔ (نغمۂ توحید ص ۲۴)

نیز حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: ''میں بوڑھا ہو چکا ہوں، زندگی کا کوئی پتہ نہیں۔ معلوم نہیں آئندہ آپ سے ملاقات نصیب ہوتی ہے یا نہیں۔ جماعت کے اجلاس میں مسئلہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ''اگر کوئی آدمی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے خرق عادت کے طور پر یعنی معجزے کے طور پر مردوں کو سنا دیتا ہے اسے ہم کافر نہیں کہتے بلکہ وہ ہماری جماعت اشاعت التوحید والسنہ کا ممبر بن سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، وہ چاہے تو درختوں کو سنا دے۔ پہاڑوں کو سنا دے۔ پتھروں کو سنا دے، وہ مردوں کو بھی سنا سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی آدمی یہ کہتا ہے کہ مردے ضابطے کے طور پر سنتے ہیں اور سفارش کرتے ہیں ایسا عقیدہ رکھنے والا ہمارے نزدیک پکا کافر ہے''۔ حضرت شاہ جی نے اجلاس کے شرکاء کو مخاطب کر کے فرمایا: ''میں نے تو اپنا عقیدہ آپ پر واضح کر دیا ہے آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔؟ تمام حاضرین نے ہاتھ اٹھا کر کہا: ہم بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں''۔ حضرت شاہ جی نے فرمایا: ''جب آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے تو میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اپنی مسجدوں اور مدرسوں میں ان لوگوں کو نہ بلائیں جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور قرآن وسنت سنانے والوں کو کوستے رہتے ہیں ان لوگوں کو بلانے کی آپ کو کیا ضرورت ہے''۔؟ (سلسلہ مطبوعات الصراط المستقیم شمارہ ۲۴ گجرات ص ۴۳)

لئہ دعوۃ الحق

سلسلہ مطبوعات

الصِّرَاطُ المُستَقِیمْ

۲۴

قیمت ۶ روپے

خط وکتابت کے لیے

۱۲/۲۳۵ مرکز اشاعۃ التوحید والسنۃ لالہ موسیٰ

ذی قعدہ، ذوالحجہ ۱۴۰۹ ھ

ترسیل زر کے لیے

قاری محمد گل شیر اعوان۔ جامع مسجد شاہ فیصل گیٹ گجرات

مقام اشاعت

دفتر الصراط المستقیم جامع مسجد شاہ فیصل گیٹ گجرات، فون ۳۲۴۹

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری مدظلہ

چار بجے سہ پہر اجلاس کی دوسری نشست کا آغاز ہوا۔ حضرت خطیب اسلام نے نعست کی سربراہی کے بارے میں مجلس منتظمہ کا فیصلہ پڑھ کر سنایا اور اس کی وضاحت فرمائی۔ نیز حضرت شاہ صاحب نے فرمایا:

امام المحدثین حضرت مولانا علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ہندی کے یہ دو شعر اکثر گنگنایا کرتے تھے:

رنگلے ناچندری اَنّدھالے نا ریس — تو کیا کیا کرے گی اری وِن کے دِن
کیا جانے ستیاں، پیا کب بلا لے — کھڑی منہ تکے گی اری وِن کے دِن

یعنی اے لڑکی! شادی کے لیے تو نے جو تیاری کرنی ہے۔ ابھی کرلے کیا معلوم کس وقت ڈولی میں بیٹھنا پڑ جائے۔ یہ تشبیہ ہے۔ مُراد یہ ہے کہ اے انسان آخرت کی تیاری کرلے، زادِ راہ ساتھ لے لے، جتنی نیکیاں کمانی ہیں کما لے، کیا معلوم کس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آجائے۔ شاہ جی نے سورۃ الجمعہ کی آیت:

قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ... الخ

ترجمہ: ”اے نبی! فرما دیجئے، بلاشبہ جس موت سے تم بھاگتے ہو تمہیں مل کے رہے گی“ کے حوالے سے فرمایا: ہم زندگی کی گاڑی دوڑا رہے ہیں اور پیچھے موت کی گاڑی بھی آرہی ہے کوئی آدمی زندگی کی گاڑی کتنی ہی برق رفتاری سے چلائے، پیچھے آنے والی یعنی موت کی گاڑی زندگی کی گاڑی سے ٹکرا کے رہے گی، موت کا جام ہر ایک کو پینا ہے اس سے کسی کو مفر نہیں۔

أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ..... الخ (النساء، آیت ۷۸)

ترجمہ: ”تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں پالے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہی پناہ لے لو۔“

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

”اَلْمَرْءُ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ — وَالْمَوْتُ أَدْنَىٰ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

۸۲

۴۳

"یعنی انسان اپنے اہل و عیال میں خوش ہے اور موت کے ہاتھ کے تسمے سے زیادہ قریب ہے۔"

میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ زندگی کا کوئی پتہ نہیں معلوم نہیں آئندہ آپ سے ملاقات بھی نصیب ہوتی ہے یا نہیں۔ جماعت کے اجلاس میں مسئلہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ:

"اگر کوئی آدمی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے خرق عادت کے طور پر یعنی معجزے کے طور پر مُردوں کو سُنا دیتا ہے، اُسے ہم کافر نہیں کہتے، بلکہ وہ ہماری جماعت اشاعۃ التوحید والسنّہ کا ممبر بن سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ وہ چاہے تو درختوں کو سُنا دے، پہاڑوں کو سُنا دے، پتھروں کو سُنا دے، وہ مُردوں کو بھی سُنا سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی آدمی یہ کہتا ہے کہ مُردے مستقل طور پر سُنتے ہیں اور سفارشیں کرتے ہیں ایسا عقیدہ رکھنے والا ہمارے نزدیک کافر ہے۔"

حضرت شاہ جی نے اجلاس کے شرکاء کو مخاطب کر کے فرمایا:

"میں نے تو اپنا عقیدہ آپ پر واضح کر دیا ہے۔ کیا آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے؟"

تمام حاضرین نے ہاتھ اٹھا کر کہا:

"ہم بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔"

حضرت شاہ جی نے فرمایا: جب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے تو میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اپنی مسجدوں اور مدرسوں میں اُن لوگوں کو نہ بُلائیں جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور قرآن و سُنّت سُنانے والوں کو کوستے رہتے ہیں، ان لوگوں کو بلانے کی آپ کو کیا ضرورت ہے اللہ کے فضل و رحمت سے ہماری جماعت میں علماء، وکلاء، شعراء، پروفیسرز اور سکالرز موجود ہیں۔ قرآن کریم اور سُنّت صحیحہ کو سینے سے لگائیے اور قرآن و سُنّت کے مخالفین سے کنارہ کش رہیے۔

● اشاعۃ التوحید والسنّۃ پاکستان کے مدارس دینیہ کی تنظیم کے سلسلے میں تمام اراکین فوری اپنے اپنے علاقے کے جماعتی مدارس کے مفصل کوائف جلد از جلد مولانا محمد طیب الحق صاحب مدیر جامعہ عربیہ ضیاء العلوم ۱۸، بلاک سرگودھا کے پتے پر ارسال کریں۔

باقی ص۲۶ پر

مجلس اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کا

فیصلہ

سماع موتیٰ کا عقیدہ قرآن کریم کے خلاف ہے

قرآن کریم میں سماع موتیٰ ثابت نہیں ہے

جو لوگ

بِحَیَاتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرقًا لِلْعَادَۃِ عِنْدَ الْقَبْر

سماع کے قائل ہیں وہ کافر نہیں ہیں

اور جو لوگ

سماع موتیٰ ہر وقت دور و نزدیک کے قائل

ہیں وہ

ہمارے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہیں

احمد سعید ...

۸۴

امام المحدثین علامہ سرفراز خان صاحب

جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کا فیصلہ

سماعِ موتی کا عقیدہ قرآن کریم کے خلاف ہے۔ قرآن کریم میں سماعِ موتی ثابت نہیں ہے۔ جو لوگ بمشیۃ اللہ خرقاً للعادۃ عِندَ القبر سماع کے قائل ہیں وہ کافر نہیں ہیں اور جو لوگ سماعِ موتی ہر وقت دور و نزدیک کے قائل ہیں وہ ہمارے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

(دستخط)

احمد سعید ... عبدالرزاق ... احتر ضیاء ... حسن ...

محترم سجاد صاحب! آپ حضرات اپنی مساجد یا مدارس میں بریلویوں کو نہیں بلاتے تو ظاہر ہے کہ اس سے مراد وہ مقررین حضرات ہیں جو دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں اور حیات النبی ﷺ اور صلوٰۃ وسلام کے سماع کے قائل ہیں اور وہ اس کے بھی قائل ہیں (جیسا کہ ان کے اکابر علمائے دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ اور فقہائے احناف قائل ہیں) کہ ''حضرات شیخین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر سلام پیش کیا جائے اور ان سے درخواست کی جائے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے ہمارے حق میں سفارش کریں کہ حضرت نبی کریم ﷺ ہمارے لئے دعا فرمادیں کہ ہم آپ کی سنت وشریعت پر قائم رہتے ہوئے خاتمہ بالایمان پر فوت ہوں''۔

محترم سجاد صاحب! آپ اب خود ہی بتائیں کہ حضرت صوفی صاحب نے درست فرمایا تھا یا نہیں۔؟ ؎

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

محترم سجاد صاحب! اب آپ اپنے ایمان کی خیر منائیں کیونکہ آپ سماع موتی کے قائلین کو مسلمان جانتے ہیں، حضرت شاہ صاحب پکا کافر کہتے ہیں، تو جو آدمی پکے کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ فلہٰذا آپ حضرت شاہ صاحب کے فتوے کے مطابق کون ہوئے۔؟ ؎

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

اسی طرح پکے کافروں کو جب حضرت شاہ جی اولیاء اللہ کہتے ہیں تو خود کون ہوئے۔؟ جانور جب دیوانہ ہوتا ہے تو پہلے گھر کے آدمیوں کو کاٹتا ہے، جن کو کاٹتا ہے وہ بھی دیوانہ ہو کر یہی کام کرتے ہیں۔ ان کو اپنے خیر خواہ اور محسن بھی اوپرے نظر آتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم کے خصوصی شاگرد خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: ''اسی طرح یہ حقیقت بیان کرنے میں بھی مجھے کوئی حجاب نہیں ہے کہ شیخ القرآن کی وفات کے بعد حضرت شاہ صاحب نے اپنی تمام تر صلاحیتیں علمائے دیوبند کی تردید میں صرف کردی ہیں۔ پوری عمر جو مسئلہ توحید وسنت کے احیاء اور شرک وبدعت کے استحصال کے لئے محنت کی تھی اب اس محنت کا رخ بدل کر خطابت کا پورا زور اہل حق کی تردید وملامت میں صرف ہوتا ہے۔ جو قرآنی آیات مشرکین مکہ اور مشرکین ہند کے خلاف ان کی قوت استدلال ہوتی تھی، اب انہی آیات کا مصداق انہیں علمائے دیوبند نظر آتے ہیں''۔ (میرے شیخ القرآن ص ۵۲ تا ۵۳)

چنانچہ (نغمہ توحید گجرات ماہ صفر ۱۴۱۱ھ کے ص ۱۴ تا ۲۴) میں حضرت شاہ صاحب کی ایک تقریر کو پڑھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ واقعی حضرت صوفی صاحب اور مولانا قاسمی صاحب بالکل صحیح فرماتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب کے فیض یافتہ فنکار کا فتویٰ

مسائل واحکام (باب الفتاوی) از علامہ احمد سعید خان ایک شخص کسی مرد صالح یا پیغمبر کریم ﷺ کی قبر پر کھڑا ہو کر ہدیہ سلام پیش کر کے عرض کرتا ہے کہ ''اے اللہ کے ولی یا نبی ﷺ! میرے لئے اللہ کے حضور دعا فرمائیں اور سفارش کریں کہ میری فلاں حاجت پوری ہو جائے یا فلاں مصیبت دور ہو جائے''۔ علمائے شریعت کے نزدیک قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسے شخص کا کیا حکم ہے۔؟ بینوا توجروا عنداللہ۔ سائل امین حسن ودیگر احباب از پشاور

الجواب وھو الموفق للطریق الصواب

کسی شخص کا موت کے بعد کسی اللہ کے نیک بندے یا پیغمبر کی قبر پر کھڑے ہو کر ہدیہ سلام و درخواست پیش کرنے کی چند صورتیں ہیں۔ جو گداگراں غیر اللہ اور شیدایان قبور کے ہاں روز اول سے چل رہی ہیں.......... چوتھی صورت: اس لئے پکارتا ہے کہ تا کہ مجھ پر اللہ کی برکتیں اور سلامتیاں نازل ہوں گی کیونکہ جب کہوں گا اے اللہ کے نبی! آپ پر سلام ہوں تو آنحضرت ﷺ فرمائیں گے۔ وعلیک السلام یا ولدی! اے میرے بیٹے تجھ پر اتنی اللہ کی سلامتی ہو، جتنی مرتبہ کہوں گا، اتنی مرتبہ ہی سن کر دعا دیں گے۔ جب اللہ کا محبوب مجھے سلامتی کی دعا دے تو پھر تو خود بخود میرے تمام اغراض و مطالب پورے ہوتے جائیں گے۔ اللہ کا فضل شامل حال ہو جائے گا یعنی صرف میت کی دعا لینے کے لئے پکارتا ہے اور کہتا ہے حضرت کی دعائیں شامل حال ہیں.......... ان تمام صورتوں میں سے ہر ایک صورت قرآن و حدیث کی نصوص قاطعہ کے خلاف ہے ہر ایک صورت کفر و شرک بنتی ہے اور مجموعی طور پر تمام صورتوں میں دو چیزیں تو برابر کی قدر مشترک کے طور پر پائی جاتی ہیں، جو بجائے خود صریح کفر و شرک بنتی ہیں۔ ایک پکار کہ مافوق الاسباب ہونا۔ دوسرا اللہ کی رحمت سے مایوس ہو کر میت کی طرف رجوع کرنا اور اس کو پکارنا عالم اسباب سے بالاتر ہو کر کسی کا کوئی کام کرنا یا عالم اسباب سے مافوق ہو کر کسی کو نداء کرنا، یہ سوائے اللہ کی ذات کے اور کسی کا حق نہیں ہے اور مذکورہ تمام صورتوں میں میت کو نداء کرنا یا پکارنا یہ مافوق الاسباب ہے کیونکہ میت کے سننے کے، پھر جواب دینے کے، پھر سفارش کرنے کے، اسباب موت کے بعد قطعاً ختم ہو گئے۔ انقطاع تعلق روح عن الجسم ہوا تو انقطاع عمل وارادت بھی ہو گیا۔ انقطاع اسباب جو ہو گیا، خواہ میت پیغمبر ہو یا کوئی اور۔ لہٰذا ایک چیز تو یہ ہوئی، جو صریح کفر و شرک بنتی ہے۔ دوسری چیز یہ کہ اپنے مالک کی رحمت سے مایوس ہو کر ہی غیر کی طرف راغب و طامع ہوا.......... چوتھی صورت پکار مافوق الاسباب بھی ہے، اللہ سے مایوسی بھی ہے، اللہ پر افتراء و کذب بھی ہے"۔

(الحیوۃ نمبر: ۲ ص ۲۹ تا ۳۱ مصنف حضرت مولانا علامہ احمد سعید خان المدیر جامعہ احیاء السنہ نزد سول ہسپتال کبیر والا (خانیوال)

نیز علامہ موصوف لکھتے ہیں: "ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ بھیجا ہوا سلام آپ ﷺ سن لیتے ہیں جب کہا جائے السلام علیک یا رسول اللہ! یہ فلاں کی طرف سے ہے اور وہ آپ کو سفارشی بنانا چاہتا ہے تیرے رب کی طرف، پس سفارش فرماؤ تمام مسلمین کی، بلکہ ان کا اعتقاد ہے کہ زائر کو چاہیے کہ وہ شیخین سے عرض کریں کہ "ہم آپ کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کو سفارشی بنانا چاہتے ہیں کہ ہمارے لئے اللہ سے مانگیں کہ وہ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے اور ہمیں حالت اسلام پر زندہ رکھے اور ہمارا حشر ہی آپ ﷺ کی امت کے زمرہ میں ہو" لیکن باوجود اس کفر صریح کے (کیونکہ پہلے یہ کہنا کہ آپ ﷺ اور تمام انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں، جانتے ہیں، ادراک اور سمع صلوۃ و اذان و اقامت وغیرہ بجالاتے ہیں، پھر ہمارے وسیلے بھی ہیں، پھر تجاوز کر کے اس سے یوں کہا کہ شیخین کے وسیلہ سے، وسیلہ نبی علیہ السلام کی طرف، پھر اللہ کی طرف) الزام دیتا ہے علمائے اشاعت التوحید والسنہ والوں پر، کہ وہ اہل سنت کے خلاف ہیں وہ خود یہ نہیں سمجھتا کہ اس کا اپنا عقیدہ دراصل پہلے مشرکین والا عقیدہ ہے۔ سفارش کی طلب کرنا یا فریادرسی کروانا اور حاجات و کربات میں پکارنا اور طعام و دنانیر کی طلب کرنا اور ان سے توسل کرنا وغیرہ جس طرح ان کے "تسکین الصدور" اور ان کے بڑوں کی تصانیف (یعنی علمائے دیوبند و فقہائے احناف) اور خدام کی تصانیف (یعنی علمائے دیوبند کے عقیدت مند حضرات کی تصانیف) میں لکھا ہوا ہے، سب کا سب شرک ہے اور ہم تو ایسے عقیدہ رکھنے والے کو قطعاً کافر و مشرک سمجھتے ہیں۔ کیونکہ قرآن و حدیث کا کھلا انکار ہے۔ صحابہ، تابعین اور مجتہدین کے اجماع کے بھی صریح خلاف ہے"۔ (الحیوۃ ص ۴۹ تا ۵۰)

نیز علامہ مذکور ہی لکھتے ہیں: ”جس شخص کا عقیدہ ہو کہ میت خواہ پیغمبر کی ہو یا کسی امتی کی، موت کے بعد قیامت سے پہلے اس میں روح واپس لوٹائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے وہ میت دیکھتا سنتا بھی ہے، سلام والتجاء کا جواب بھی دیتا ہے دراں حال کہ وہ قبر میں مدفون بھی رہتا ہے یا اوپر سے میت اور اندر سے بالکل زندہ رہتا ہے تو ایسے عقیدے کا حامل شخص ایسی برائی کا مرتکب ہو رہا ہے کہ جس سے کفر لازم آتا ہے۔ اگر اس عقیدے پر اتمام حجت کے باوجود یا شبہ دور ہو جانے کے باوجود ڈٹا رہے اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ اس کے اس عقیدہ سے قرآن مقدس کی نص قطعی اور احادیث رسول ﷺ کی تکذیب لازم آئے گی۔ (علمائے پاکستان کے نام کھلا خط منجانب: العارض احمد سعید خادم توحید وسنت کبیر والا ضلع ملتان ص ۸)

۹۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[illegible]

سلسلہ مطبوعات — نمبر ۲

الحیوٰۃ

- سورۃ فاتحہ کی مکمل و مدلل تفسیر
- خالص تعلیمات احادیث کی روشنی میں
- شرک و بدعت پر علماء عرب کے فتوے

مصنف

حضرت مولانا علامہ احمد سعید خان

زیر تدبیر جامعہ احیاء السنۃ نزد سول ہسپتال کبیر والا (خانیوال)

جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان

[illegible]

مسائل و احکام — مجاہد احمد سعید خان

بَابُ الفتاویٰ

ایک شخص کسی مرد صالح یا پیغمبر کریمؐ کی قبر پر کھڑا ہو کر ہدیۂ سلام پیش کر کے عرض کرتا ہے کہ اے اللہ کے ولی یا نبیؐ میرے لیے اللہ کے حضور دعا فرما دیں اور سفارش کریں کہ میری فلاں حاجت پوری ہو جائے یا فلاں مصیبت دور ہو جائے۔ علماء شریعت کے نزدیک قرآن و حدیث کی روشنی میں ایسے شخص کا کیا حکم ہے۔ بیّنوا و توجروا عند اللہ۔ سائل محمد حسن و گوجرانوالہ

الجواب وھو الموفق للطریق الصواب { کسی شخص کا موت کے بعد کسی اللہ کے نیک بندے یا حمدہٗ اللہ تعالیٰ و صدق خاتم رسولہ الا کمالا } پیغمبر کی قبر پر کھڑے ہو کر ہدیۂ سلام و درخواست پیش کرنے کی چند صورتیں ہیں جو کہ اگر ان غیر اللہ اور شہداء یا ان قبروں کے ہاں معاذ اللہ سبیل کی پہلی صورت۔ قبر پر صلوٰۃ و سلام پیش کر کے جو میّت کو صرف اس لیے پکارتا ہے کہ غرض ہو۔ اس کے نام کا وظیفہ ہی پڑھے جا رہا ہے۔ تعریف ہی تعریف کر رہا ہے جس طرح کوئی اللہ کا بندہ اپنے اللہ کا صرف ذکر ہی کرتا ہے کوئی سوال و حاجت پیش نہیں کر رہا۔ صرف اس لیے کہ مالک خوش ہو جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ: صرف ذکر کرنا مقصود نہیں اسکا بلکہ بڑی التجا کے ساتھ ندا کرتا ہے۔ اور دل میں میّت مدعو کا اتنا رعب یا رغبت ہے کہ جتنا بھی نہیں کہ جو کچھ اس بزرگ کے توسط سے مجھے ملنے والا ہے اس سے کہیں محروم نہ ہو جاؤں۔ بلکہ بڑے خشوع و خضوع رغبت و خوف کے ساتھ ندا کرتا ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ: اسے پکارتا ہے کہ میّت اللہ کا مقرب اور وجیہ ہے۔ اسکی باتیں وجاہت ہے کہ بغیر اجازت مانگے بھی اللہ سے منوا لیتا ہے۔ لہٰذا اللہ کی اجازت نہ بھی ہو تب بھی اللہ کو کہہ کر کام کروا دیں گے۔

چوتھی صورت: اس لیے پکارتا ہے کہ تاکہ مجھ پر اللہ کی برکتیں اور سلامتیاں نازل

ہونگی۔ کیونکہ جب کہونگا اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہوں تو آنحضرتؐ جواب میں فرمائیں گے وعلیک السلام یا ولدی۔ اے میرے بیٹے تجھ پر اتنی اللہ کی سلامتی ہو جتنی مرتبہ کہونگا۔ اتنی مرتبہ ہی سنکر دعا دینگے۔ جب اللہ کا محبوب مجھے سلامتی کی دعا دے تو پھر خود بخود میرے تمام مطالب واغراض پورے ہوتے جائینگے۔ اللہ کا فضل شامل حال ہوجائے گا۔

یعنی صرف میت کی دعا لینے کیلئے پکارتا ہے اور کہتا ہے حضرت کی دعائیں شامل حال ہیں۔

پانچویں صورت: اسلئے پکارتا ہے کہ یہ بزرگ پیغمبر اللہ کا محبوب ہے ان کے ذریعہ سے میری درخواست جلدی قبول ہوجاویگی ورنہ براہِ راست میری درخواست اللہ کے دربار میں پہنچ ہی نہیں سکتی۔ یا رد کردی جائیگی۔ یا دیر سے سنی جائیگی اور اپنے محبوبوں کی بات وہ ٹالتا نہیں۔ لہٰذا میت سے درخواست کرتا ہے کہ آپ میری سفارش فرماویں میری درخواست وہاں تک آپ پہونچا دیں۔

چھٹی صورت: پکارتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ میرے فریادرس ہیں۔ غوث ہیں۔ آپ میری فریادرسی فرماویں اور مشکل سے نکالیں۔ ورنہ میں تباہ ہوجاؤنگا۔

ساتویں صورت: پکارتا ہے کہ اللہ نے انہیں اجازت دے رکھی ہے۔ کہ جب بھی کوئی سائل درخواست حل کرانے میں تمہیں سنوا دیا کروں گا۔ اسکی مشکلات میرے دربار میں پیش کر دیا کرو۔ ان تمام صورتوں میں سے ہر ایک صورت قرآن وحدیث کی نصوص قاطعہ کے خلاف ہے ہر ایک صورت کفر وشرک بنتی ہے اور مجموعی طور پر تمام صورتوں میں دو چیزیں تو برابر کی قدر مشترک کے طور پر پائی جاتی ہیں۔ جو بجائے خود صریح کفر وشرک بنتی ہیں۔ ایک پکارنے مافوق الاسباب ہونا دوسرا اللہ کی رحمت سے مایوس ہوکر میت کی طرف رجوع کرنا اور اسکو پکارنا۔ عالم اسباب سے بالاتر ہوکر کسی کا کوئی کام کرنا یا عالم اسباب سے مافوق ہوکر کسی کو ندا کرنا یہ سوائے اللہ کی ذات کے اور کسی کا حق نہیں ہے۔ اور مذکورہ تمام صورتوں میں میت کو ندا کرنا یا پکارنا یہ مافوق الاسباب ہے۔

کیونکہ میت کے سننے کے، پھر جواب دینے کے، پھر استفادہ نشر کرنے کے اسباب موت کے بعد قطعاً ختم ہو گئے۔ انقطاع تعلق روح عن الجسم ہوا تو انقطاع عمل وارادت بھی ہو گیا۔ انقطاع اسباب جو ہو گیا خواہ میت پیغمبر ہو یا کوئی اور۔ لہٰذا ایک چیز تو یہ ہوئی جو صریح کفر و شرک منتج ہے۔ دوسری چیز یہ کہ اپنے مالک کی رحمت سے مایوس ہو کر ہی غیر کی طرف راغب و طامع ہوا۔ ورنہ زندہ خدا کو کہ مستغنا، رب العالمین، الرحمٰن الرحیم ہو آد دمنات تو ہر اکو چھوڑ کر مُردہ بے بس بے جان کی طرف اپنی سر و پکار کی باگیں یا اپنے دل کی نیاز مندیاں، التجائیں کبھی نہ موڑتا۔

لا تیأس من روح اللہ الا القوم الکافرون کے پیش نظر یہ بھی صریح کفر و شرک ہوتا ہے۔ پہلی صورت کو خود سے پڑھ لیں کس طرح مافوق الاسباب بھی ہے اور شرک فی الذکر بھی ہے۔ شرک فی شکل العبادت بھی ہے۔

دوسری صورت، مافوق الاسباب بھی ہے اور یدعوننا رغبا ورھبا - وادعوہ خوفا وطمعا کانوا لنا خاشعین والی سے ربک فارغب کے خلاف ہو کر شرک فی العبادت بھی ہے اور کفر بالنص بھی ہے۔

تیسری صورت، مافوق الاسباب بھی ہے۔ شفیع قہری کا شرک بھی ہے۔ اللہ سے مایوسی کا کفر بھی ہے

چوتھی صورت، پکارنا مافوق الاسباب بھی ہے۔ اللہ سے مایوسی بھی ہے۔ اللہ پر افترا و کذب بھی ہے

پانچویں صورت، مافوق الاسباب بھی ہے۔ شرک فی الاستعانۃ والاجابۃ بھی ہے۔ اللہ سے مایوسی بھی ہے۔

چھٹی صورت، صریح کفر و شرک ہے۔ تمام صورتوں کے ساتھ -

ساتویں صورت، مافوق الاسباب بھی ہے۔ مایوسی اپنے مالک سے بھی ہے اور پھر ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ الکذب کے پیش نظر اپنے اللہ پر صریح بہتان بھی ہے۔

اسلئے ہر ایک صورت اپنی جگہ پر کفر اور شرک کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اور ان میں سے کسی بھی صورت کا اعتقاد جازم رکھکر کوئی شخص کسی بھی میت سے خواہ میت پیغمبر ہو یا غیر پیغمبر

من فلان بن فلان يستشفع
بك الى ربك فاشفع له
ولجميع المسلمين بل اعتقادهم
ينبغي للزائر ان يقولوا للشيخين
جئناك متوسلين بكما الى رسول
الله ليشفع لنا ويسئل الله ربنا
ان يتقبل سعينا ويحيينا على
ملته ويميتنا عليها ويحشرنا
في زمرته لكن مع هذا
الكفر انه صريح ربانه قال اولا
حيوة الانبياء عليهم السلام في
قبورهم الحقيقي
بالعلم والشعور والادراك
والسماع في الصلوة والاذان
والاقامة ثم جوزوا التوسل ثم
ثم تجاوز وقالوا بجواز التوسل
بالشيخين الى النبي ثم الى
الله تعالى يلزم على علما اشاعة
التوحيد والسنة بانهم
قالوا اهل السنة والجماعة
ولا يعلمون ان ما قاله هذا

یہ فلاں کی طرف سے ہے اور وہ آپ کو
سفارشی بنانا چاہتا ہے تیرے رب کی طرف
پس سفارش فرمائیں تمام مسلمین کی
بلکہ ان کا اعتقاد ہے کہ زائر کو چاہئے کہ
وہ شیخین سے عرض کرے کہ ہم آپ کے
ذریعہ رسول اللہ صلعم کو سفارشی بنانا
چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے لیے اللہ سے مانگیں
کہ وہ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے
اور ہمیں حالت اسلام پر زندہ رکھے اور
ہمارا حشر ہو آپ کی امت کے زمرہ
میں ہو لیکن باوجود اس کفر صریح کے
دیکھو کہ پہلے یہ کہا کہ آپ اور تمام انبیاء
اپنی قبروں میں زندہ ہیں جانتے ہیں اور ادراک
اور سمع صلوٰۃ و اذان اقامت وغیرہ سماع کا
ہیں پھر ہمارے وسیلے بھی ہیں پھر تجاوز
کرکے اس سے یوں کہا کہ شیخین سے وسیلہ
نبی کی طرف پھر اللہ کی طرف
الزام دیتا ہے مسلمانا اشاعۃ التوحید والسنۃ
والوں پر کہ وہ اہل سنت کے خلاف ہیں
وہ خود یہ نہیں سمجھا کہ اس کا اپنا
عقیدہ در اصل پہلے مشرکین والا

۹۵ ھ

عقیدة المشرکین السابقین ص۵۹	عقیدہ ہے۔
الاستغاثة والاستعانة و	مشائخ سے اشیاء کی طلب کرنا یا فریاد رسی کرنا
النداء في الحاجات والکربات	اور حاجات و کربات میں پکارنا اور طعام
وطلب الطعام والدنانیر والتوسل	و دنانیر کی طلب کرنا اور ان سے
بهم وغیرها من البدع	توسل کرنا وغیرہ۔
المذکورة في تشکیک الصدور	جس طرح ان کی تشکیک الصدور اور ان
وکتب أتباعهم أو متبوعهم	کے بڑوں کی تصانیف اور خدام
کلها من الأمور الشرکیة	کی تصانیف میں لکھا ہوا ہے۔ سب کا
ویسمی من یعتقد هذه	سب شرک ہے۔ اور ہم تو ایسے عقیدہ
الأمور مشرکا کافرا لأنه	رکھنے والے کو قطعاً کافر و مشرک
أنکر من القرآن والأحادیث	سمجھتے ہیں۔ کیونکہ قرآن و حدیث
الصحیحة وأقوال الصحابة	کا کھلا انکار ہے۔ صحابہ۔ تابعین اور
والتابعین وجمیع الأئمة	مجتہدین کے اجماع کے بھی
المجتهدین ص۸۶	صریح خلاف ہے۔

(۱۸) شیخ الاسلام الشیخ محمد بن عبد الوہاب

اذا عرفت هذا عرفت معنی لا اله	جب تو نے یہ جان لیا تو تجھے لا الہ الا اللہ
الا الله وعرفت أن من دعا نبیا	کا مطلب بھی سمجھ آگیا ہوگا اور تو نے جان لیا
أو ملکا أو ندبه أو استغاث به	ہوگا کہ جو بھی پکار کرے نبی کو یا
فقد خرج من الاسلام وهذا	فرشتہ کو یا اس سے استغاثہ کرے تو
هو الکفر الذي قاتلهم علیه	وہ اسلام سے نکل جاتا ہے اور یہی کفر ہے
رسول الله صلی الله علیه وسلم	جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جہاد کیا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ھَلْ عِندَکُمْ مِّن سُلْطَانٍ
ھَلْ عِنْدَکُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْہُ لَنَا
اِئْتُوْنِیْ بِکِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ ھٰذَا أَوْ اَثَارَۃٍ مِّنْ عِلْمٍ

علمائے پاکستان کے نام کھلا خط

منجانب

خدامِ توحید و سنت کبیر والہ شہر ضلع ملتان

النتائج

نمبر ۱: جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ میت خواہ پیغمبر کی ہو یا کسی امتی کی موت کے بعد قیامت سے پہلے اس میں روح واپس لوٹائی جاتی ہے اس کی وجہ سے وہ میت دیکھتا سنتا بھی ہے۔ سلام اور التجا کا جواب بھی دیتا ہے حالانکہ وہ قبر میں مدفون بھی رہتا ہے یا اوپر سے میت اور اندر سے بالکل زندہ رہتا ہے تو ایسے عقیدے کا حامل شخص ایسی برائی کا مرتکب ہو رہا ہے کہ جس سے کفر لازم آتا ہے اگر اس عقیدے پر اتمام حجت کے باوجود یا شبہ دور ہو جانے کے باوجود قائم رہے اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ اس کے اس عقیدہ سے قرآن مقدس کی نص قطعی اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آئے گی

نمبر ۲۔ اس لئے بھی وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگا کہ اس نے حمیت جاہلی یا تقلید جامد یا تعصب گروہی کی آڑ میں نصوص قطعیہ کو سمجھنے کی کوشش تک نہیں کی حالانکہ داعیہ موجود تھا۔

نمبر ۳۔ کفر کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اس شخص نے دین اسلام کے اصول اساسیہ اور قواعد کلیہ جن پر عالم اسباب کے نظام کا دارومدار ہے جیسے اذا مات الانسان انقطع عملہ وسقط عنہ الامر شرع واجری علیہ احکام میتہ وغیرہ قواعد کو عمداً چھوڑ کر اقوال غیر معصوم، غیر مجتہد یا ... کا سہارا بے دلیل یا غیر اللہ کی اطاعت عبادت کی حد تک کو اپنی زندگی کا مقصود بنالیا

نمبر ۴۔ اس عقیدے کا حامل مشرک بھی ہوگا کیونکہ اسباب نہ ہونے کے باوجود ما فوق الاسباب ... پر فیڈ اٹ یعنی میت کے سماع اور استشفاع کا بلا التزام قائل ہے حالانکہ ما فوق الاسباب سننا یا زندہ رہنا یہ خاصہ خداوندی ہے

دوغلی پالیسی: ملتان میں ۲ ربیع الاول ۱۴۰۲ء کو جمعیت اشاعت التوحید کے علماء کا اجلاس ہوا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا "ہمارے شیخ حضرت علامہ مولانا حسین علی رحمہ اللہ اور ان سے تعلق رکھنے والے جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ کے تمام علماء و مشائخ کا کتاب وسنت، ارشادات سلف اور اقوال ائمہ متقدمین حنفیہ رحمہ اللہ کی روشنی میں اپنا مسلک تو یہ ہے کہ سماع صلوۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ ثابت نہیں، لیکن جو لوگ قبر شریف کے پاس یعنی عند قبر النبی ﷺ صرف صلوۃ وسلام کے سماع کے قائل ہیں، ہم ان کو کافر نہیں کہتے بلکہ ہم ان کو اہل سنت و جماعت سے خارج بھی قرار نہیں دیتے۔ جو شخص ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر سمجھے، ہماری جماعت جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح جو لوگ سماع اموات عند القبور کے قائل ہیں ان کا بھی ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہیں"۔

اس فیصلہ پر ۲۱ علماء کے دستخط ہیں۔ نمبر ا پر عنایت اللہ نمبر ۲ پر عصمت اللہ (جو ہر ایک کو کہا کرتے ہیں کہ: "ابا جی مولانا نور محمد صاحب رحمہ اللہ بھی سماع صلوٰۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ کے قائل تھے میں بھی قائل ہوں"۔ جب انہیں کہا جائے کہ اگر آپ کا عقیدہ یہی ہے تو لکھ کر دے دو، تو لکھنے سے انکار کر جاتے ہیں مگر اس فیصلہ پر جو ابا جی اور اپنے عقیدے کے خلاف نظریہ ہے، دستخط کر دیئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا قرآن وحدیث پر ایمان نہیں، شاہ جی کے فیصلہ پر ایمان ہے۔) نمبر ۱۳ پر احمد سعید خان کے دستخط ہیں۔ حضرت شاہ صاحب اور احمد سعید صاحب کا عقیدہ اور فیصلہ بدلتا رہتا ہے۔ قرآن مجید وحدیث نبوی ﷺ تو نہیں بدلے ان کے فیصلے کیوں بدلتے رہتے ہیں؟

جو جل اٹھتا ہے یہ پہلو تو یہ پہلو بدلتے ہیں

۹۹

ماہنامہ
تعلیم القرآن
راولپنڈی

مدیر
سید ابو احمد سجاد بخاری

جلد : ۲۲
شمارہ : ۱۰

محرم الحرام ۱۴۰۵ھ
مطابق
اکتوبر ۱۹۸۴ء

مدیر سے خط و کتابت کے لیے : سید ابو احمد سجاد بخاری بکل محلہ ۔ حافظ آباد

زر سالانہ : ۲۰/۰۰ روپے ۔ فی شمارہ ۲/۰۰ روپے

[illegible] پریس راولپنڈی سے چھپوا کر [illegible] شائع کیا

سماع اور قائلین سماع
کے بارے میں
ہمارا اجماعتی موقف

۲۰ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

اما بعد،

ہمارے شیخ حضرت علامہ مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان سے تعلق رکھنے والے جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام علماء و مشائخ کا کتاب و سنت، ارشادات سلف اور اقوالِ ائمہ متقدمین حنفیہؒ کی روشنی میں اپنا مسلک تو یہ ہے کہ سماع صلوٰۃ و سلام عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہیں لیکن جو لوگ قبر شریف کے پاس یعنی عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف صلوٰۃ و سلام کے سماع کے قائل ہیں ہم ان کو کافر نہیں کہتے بلکہ ہم ان کو اہل سنت و جماعت سے خارج بھی نہیں قرار دیتے۔ جو شخص ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہے ہماری جماعت جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

اسی طرح جو لوگ سماع اموات عند القبور کے قائل ہیں ان کا بھی ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔

۱۔ عنایت اللہ ۲۔ شمس الدین

۳۔ عبدالغنی ۴۔ احمد اللہ شاہ بخاری

۱۰۱ تعمیر القرآن راولپنڈی ۱۰ [illegible]

۵۔ عبدالرزاق بن مولانا حسین علی رحمہ اللہ علیہ
۶۔ عصمت اللہ
۷۔ حکیم ثناء محمد یزدانی
۸۔ احسان الحق حنفی عنہ
۹۔ ضیاء اللہ جامع مسجد شاہ نبیل گیٹ گجرات
۱۰۔ محمد حسین غفر لہ مدرس ضیاء الاسلام سرگودھا
۱۱۔ خلیل احمد
۱۲۔ عبدالحکیم عفا اللہ عنہ
۱۳ احمد سعید عفی عنہ
۱۴۔ مشتاق احمد عفا اللہ عنہ
۱۵۔ احقر محمد حسین ہزاروی
۱۶۔ عبدالستار توحیدی خطیب جامع مسجد ضیاء العلوم [illegible]
۱۷۔ محمد ضیاء القادری
۱۸۔ قاضی محمد امیر میانوالی
۱۹۔ خلیل احمد خطیب جامع مسجد [illegible]
۲۰۔ نور محمد عفی عنہ۔ ملتان
۲۱۔ خلیل الرحمن جامع مسجد ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

(بقیہ از صفحہ نمبر ۶۱)

ایں عندی من الشامی وحدہ	میں شامی سے زیادہ
اللہ نعم وکذا شیخنا	فقیہ ہیں اسی طرح ہمارے شیخ
مشائخنا رشید احمد	الشیوخ رشید احمد گنگوہی قدس سرہ
الگنگوہی قدس سرہ افقہ	میرے نزدیک شامی سے بڑھ کر
عندی من الشامیؒ۔	فقیہ ہیں۔

ے ملاحظہ ہو فیض الباری [illegible]

حوالے کے لئے دیکھئے: (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی اکتوبر ۱۹۷۴ء ص ۱۷ تا ۱۸ اور نومبر ۱۹۷۵ء ص ۳۹)

ایک اور فیصلہ بھی اس جمعیت کا ملاحظہ کریں۔ شب ۲۱ محرم الحرام ۱۴۰۶ء/۱۱۶ اکتوبر ۱۹۷۵ء۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ۔ اما بعد!

مجلس مقننہ جماعت اشاعت التوحید والسنہ پاکستان کا فیصلہ

۱...... ملتان میں جماعت کی مجلس شوریٰ منعقدہ ۲ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ میں طے شدہ متفقہ فیصلہ کی توثیق کرتے ہوئے مندرجہ امور کی وضاحت کی گئی۔

۲...... الف: جماعت اشاعت التوحید والسنہ کا مسلک عدم سماع موتی ہے۔

ب:...... سماع موتی عندالقبور کے قائلین کو ہم کافر نہیں کہتے۔

ج:...... سماع موتی عندالقبور کے قائلین میں سے کوئی بھی ہماری جماعت کا رکن نہیں بن سکتا

د:...... سماع موتی عندالقبور کے قائلین کو کافر کہنے والا بھی ہماری جماعت کا رکن نہیں رہ سکتا۔

استشفاع: ہماری جماعت کے نزدیک کسی پیغمبر یا ولی کے مزار پر جاکر یہ کہنا کہ میرے لئے دعا کریں، بدعت قبیحہ مستحدثہ اور ذریعہ شرک ہے۔ مجلس مقننہ اشاعت التوحید والسنہ کا متفقہ فیصلہ نام کے متعلق حضرت الامیر مولانا محمد طاہر صاحب کی تجویز پر فیصلہ کیا گیا کہ ہماری جماعت کا نام صرف اشاعت التوحید والسنہ پاکستان ہوگا۔ جس کے دو شعبے ہوں گے ایک شعبہ کا نام "جمعیت اشاعت التوحید والسنہ" ہوگا دوسرے شعبہ کا نام "جماعت اشاعت التوحید والسنہ" ہوگا۔

عنایت اللہ، احقر محمد طاہر عفی اللہ عنہ، سجاد بخاری، عارف طاہری، احقر عبداللہ غفرلہ، بدیع الزمان، فضل حق، میر سمیع الحق، احسان الحق عفی اللہ، ضیاء الحق، محمد حسین غفرلہ، عصمت اللہ۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر ۱۹۷۵ء ص ۴۰)

عاشقان رسول اللہ ﷺ کے لئے خوشخبری

علامہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں: خاص کر جب فرشتے پوچھتے ہیں: "ماتقول فی حق ھذا الرجل" تو عالم برزخ میں نبی اکرم ﷺ کے معصوم چہرۂ انور کی طرف دیکھتے ہی اہل ایمان عاشق رسول بے ہوش ہوجاتے ہیں اور پھر دیدار الٰہی ہونے کے بعد اور بھی بے خود ہوجاتے ہیں۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۷۳)

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر ۱۹۷۵ء ص:۴۰)

عاشقان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خوشخبری:

علامہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

خاص کر جب فرشتے پوچھتے ہیں: "ماتقول فی حق هذا الرجل" تو عالم برزخ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معصوم چہرۂ انور کی طرف دیکھتے ہی اہل ایمان عاشق رسول بے ہوش ہو جاتے ہیں اور پھر دیدار الٰہی ہونے کے بعد اور بھی بے خود ہو جاتے ہیں۔ (ندائے حق جلد ثانی ص:۲۷۳)

۱۰۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی

مدیر: سید ابو احمد سجاد بخاری

جلد: ۲۳

شمارہ: ۱۰

صفر المظفر ۱۴۰۶ھ نومبر ۱۹۸۵ء

مدیر مسئول: سید ابو احمد سجاد بخاری مدظلہ

زر سالانہ: ۲۰/۰۰ روپے ——— فی شمارہ: ۲/۰۰ روپے

[illegible]

۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۰۲ھ

ملتان کے اجلاس کا فیصلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدی

اما بعد ہمارے شیخ حضرت علامہ مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان سے تعلق رکھنے والے جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے تمام علماء و مشایخ کا کتاب و سنت ارشادات سلف اور اقوال ائمہ متقدمین حنفیہؒ کی روشنی میں اپنا مسلک تو یہ ہے کہ سماع صلوٰۃ و سلام عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہیں لیکن جو لوگ قبر شریف کے پاس یعنی عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف صلوٰۃ و سلام کے سماع کے قائل ہیں ہم ان کو کافر نہیں کہتے بلکہ ہم ان کو اہل سنت و جماعت سے خارج بھی نہیں قرار دیتے۔ جو شخص ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر سمجھے ہماری جماعت جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

اسی طرح جو لوگ سماع اموات عند القبور کے قائل ہیں ان کا بھی ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔

عنایت اللہ	شمس الدین	عبدالغنی
احقر الورٰی سجاد بخاری	عبدالرزاق ابن حضرت مولانا حسین علیؒ	حکیم نور احمد یزدانی
احسان الحق عفی عنہ	محمد حسین غفرلہ مدرس ضیاء العلوم سرگودھا	خلیل احمد
احمد سعید عفی عنہ	ضیاء اللہ شاہ جامع مسجد شاہ فیصل گیٹ گجرات	عبدالحکیم عفی اللہ عنہ
احقر محمد حسین ہزاروی	قاضی محمد امیر میانوالی	عبدالستار عفی عنہ خطیب راولپنڈی
محمد ضیاء القاسمی	مشتاق احمد عفی عنہ	خلیل الرحمٰن جامع مسجد ماڈل ٹاؤن
نعیم احمد خطیب جامع مسجد ملتان	محمد عفی عنہ ملتان	لاہور

شب ۱۲ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ ۰ ۱ اکتوبر ۱۹۸۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ امابعد

مجلس مُقتنّہ جماعت اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کا فیصلہ

۱ ملتان میں جماعت کی مجلس شوریٰ منعقدہ ۲ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ میں طے شدہ متفقہ فیصلہ کی تشریح کرتے ہوئے مندرجہ امور کی وضاحت کی گئی۔

۲ الف۔ جماعت اشاعۃ التوحید والسنۃ کا مسلک عدم سماع موتیٰ ہے۔

ب۔ سماع موتیٰ عند القبور کے قائلین کو ہم کافر نہیں کہتے

ج۔ سماع موتیٰ عند القبور کے قائلین میں سے کوئی بھی ہماری جماعت کا رکن نہیں بن سکتا۔

د۔ سماع موتیٰ عند القبور کے قائلین کو کافر کہنے والا بھی ہماری جماعت کا رکن نہیں رہ سکتا۔

استشفاع

ہماری جماعت کے نزدیک کسی بزرگ یا ولیؒ کے مزار پر جاکر یہ کہنا کہ میرے لیے دعا کریں بدعت قبیحہ سیئہ شاہدندیعۂ شرک ہے۔ مجلس مُقتنّہ اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کا متفقہ فیصلہ نام کے متعلق حضرت الامیر مولانا محمد طاہر صاحب کی تجویز پر فیصلہ کیا گیا کہ ہماری جماعت کا نام صرف اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان ہوگا۔

جس کے دو شعبے ہوں گے ایک شعبہ کا نام جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ ہوگا دوسرے شعبہ کا نام جماعۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ ہوگا۔

عنایت اللہ۔ احقر محمد طاہر عفی اللہ عنہ۔ سجاد بخاری۔ عارف طاہری۔ احقر عبداللہ غفرلہٗ۔ بدیع الزمان۔ فضل حق

میر سیح الحق۔ احسان الحق عفی اللہ۔ ضیاء الحق۔ محمد حسین غفرلہٗ۔ عصمۃ اللہ

ان دونوں متفقہ فیصلہ سے ثابت ہوا کہ سماع موتی کے قائلین مسلمان ہیں اور ظاہر بات ہے کہ بحکم حدیث شریف مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر بن جاتا ہے اور بے شمار مسلمانوں کو کافر کہنے والا تو یقیناً کافر ہوگا۔ اس لئے ایسا شخص '' جمعیت اشاعت التوحید والسنہ'' کا رکن نہیں بن سکتا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر'' جمعیت اشاعت التوحید والسنہ'' کے راہنما خود ہی سماع موتی کے قائلین کو کافر قرار دیں اور اپنے فیصلہ کے مطابق خود ہی گمراہ ہو جائیں تو کیا پھر بھی وہ اشاعت التوحید والسنہ کے سربراہ اور راہنما رہیں گے یا نہیں۔؟ یہ عجیب معاملہ ہے کہ جب یہ جماعت حیات النبی ﷺ جسمانی اور سماع صلوۃ وسلام عند القبر الشریف کے قائل تھی، اس وقت بھی وہ جمعیت اشاعت التوحید والسنہ تھی اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے افراد دیو بندی مسلک سے اپنے آپ کو منسلک کرتے تھے۔ جب اس جماعت نے حیات النبی ﷺ کے جسمانی ہونے اور سماع صلوۃ وسلام عند القبر الشریف کا انکار کیا لیکن اس عقیدہ کے حاملین کو اہل سنت والجماعت کہا اس وقت بھی اس کا نام وہی جمعیت اشاعت التوحید والسنہ ہے، اس سے تعلق رکھنے والے افراد پھر بھی اپنے آپ کو دیو بندی کہتے ہیں۔ اسی طرح جب اس جماعت کے راہنماؤں نے سماع موتی کے قائلین کو کافر کہا تب بھی اس جماعت کا نام جمعیت اشاعت التوحید والسنہ ہے، پھر بھی یہ ظالم اپنے آپ کو دیو بندی کہتے ہیں حالانکہ فیصلہ میں خود کہا ہے کہ ایسا شخص جماعت کا رکن نہیں بن سکتا۔ جب رکن نہیں بن سکتا تو جو بنے ہوئے ہیں وہ کون ہوں گے۔؟ اس کی مثال یوں سمجھنی چاہئے کہ ایک شخص پہلے مؤحد متبع اسلام تھا اس نے ایک جماعت'' جمعیت اشاعت التوحید والسنہ'' کے نام بنائی۔ اس وقت وہ اپنے آپ کو سنی مسلمان کہلاتا تھا پھر اس نے عقائد اہل بدعت قبول کر لئے تب بھی وہ اپنے آپ کو سنی مسلمان کہلاتا ہے، اور اپنی جماعت کو'' جمعیت اہل سنت'' کہلاتا ہے، کیا ایسے دھوکے باز، فتنہ پرور، کافر اور مرتد شخص کو مسلمان سنی مسلمان کہہ سکتے ہیں۔؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح ان حضرات کو بھی چاہئے کہ جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے نام بجائے'' جمعیت اشاعت التوہین والفتنہ'' اپنی جماعت کا نام رکھیں کیونکہ اب یہ'' جمعیت اشاعت التوحید والسنہ'' نہیں رہی، کیونکہ ایک جماعت کا عقیدہ بار بار نہیں بدلا کرتا۔ فلہٰذا اپنے آپ کو دیو بندی کہلا کر مسلمانوں کو دھوکہ میں نہ ڈالیں اور اکابر علماء دیو بند رحمہم اللہ کا نام لے کر اپنی تقریروں اور تحریروں میں رحمہم اللہ نہ کہیں اور نہ لکھیں ورنہ آپ خود کافر ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان کے عقائد آپ کے نزدیک کفریہ ہیں۔ ان "اشاعت التوھین والفتنہ" والوں کو اپنا ایمان ثابت کرنا بھی محال ہو جائے گا۔

ایک بہت بڑا فراڈ: مماتی گروہ کا ایک بہت بڑا فریب یہ ہے کہ یہ اپنے آپ کو خالص دیو بندی کہلاتے ہیں اور ہمیں بناسپتی دیو بندی کہتے ہیں۔ چنانچہ ابن الہدی صاحب لکھتے ہیں: '' جہاں تک مولانا ضیاء القاسمی اور ان کے احباب کا تعلق ہے انہیں علمائے دیو بند سے نسبت ہی کیا ہے''۔؟ (ماہنامہ نغمہ توحید گجرات ص ۵۳ محرم، صفر ۱۴۱۰ھ اگست، ستمبر ۱۹۷۹ء)

اس سے پہلے لکھا: '' رہا اشاعت التوحید والسنہ سے علمائے دیو بند کا اختلاف، تو یہ وضاحت درکار ہے کہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کو اشاعت التوحید والسنہ کے بانی حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ سے اختلاف تھا یا مفتیٔ ہند مولانا کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ کو۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا مسلک اشاعت التوحید والسنہ کے مسلک سے مختلف تھا یا حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا۔؟ ھَاتُوا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ (نغمہ توحید ص ۱۳۵ ایضاً)

الجواب: اشاعت التوحید والسنہ کا بانی حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۴ء) کو قرار دینا، بہت بڑا جھوٹ اور فراڈ ہے۔ بلکہ اس جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے بانی شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ

خان صاحب ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی کا پہلے اجراء کیا اور پہلا پرچہ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ مطابق نومبر ۱۹۵۷ء کو معرض وجود میں آیا۔ اور اسی ماہ نومبر میں جمعیت کا قیام ہوا ہے۔ چنانچہ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی جنوری ۱۹۵۸ء کے ص ۱۴) میں جلی قلم سے یہ عنوان تحریر ہے۔ ''جمعیت اشاعت توحید وسنت پاکستان کا قیام''۔ آگے تحریر ہے:

(راولپنڈی ۲۹ نومبر ۱۹۵۷ء) آج یہاں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مہتمم دار العلوم تعلیم القرآن کی دعوت پر پاکستان کے مختلف علاقوں کے علمائے کرام کا اجلاس روز جمعرات آٹھ بجے رات زیر صدارت حضرت مولانا محمد صادق صاحب سجادہ نشین واں بھچر ال میانوالی منعقد ہوا شریک ہونے والے علماء کرام کے نام حسب ذیل ہیں۔

۴۵ علمائے کرام کے نام تحریر ہیں۔ نمبر ۱۳ پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب گوجرانوالہ، نمبر ۲۹ پر مولانا محمد طاہر صاحب مردان، نمبر ۳۲ پر حضرت مولانا محمد مسکین صاحب راولپنڈی (جواب راولپنڈی میں غیر مقلد ہوکر ان کے شیخ الحدیث بنے ہوئے ہیں) نمبر ۳۵ حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری گجرات، نمبر ۳۷ پر حضرت مولانا نذیر اللہ صاحب گجرات، نمبر ۴۲ پر حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب گوجرانوالہ، نمبر ۴۴ پر ابوالزاہد مولانا محمد سرفراز خان صاحب گوجرانوالہ۔

یہ جمعیت اشاعت توحید وسنت پاکستان ۱۹۵۷ء میں بن رہی ہے جبکہ حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ ۱۳ سال پہلے فوت ہو چکے تھے اور اسی ماہنامہ کے ص ۴۲ میں تحریر ہے: ''اس اجتماع میں توحید وسنت کی ہمہ گیر اشاعت کے لئے باقاعدہ ایک تنظیم کا قیام عمل میں آیا جس کا نام اتفاق رائے سے ''جمعیت اشاعت توحید وسنت'' رکھا گیا (جو بعد میں خود بخود جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے نام سے مشہور ہو گیا) اس کے چار اجلاس ہوئے جن میں درج ذیل کارروائی عمل میں لائی گئی۔ سات علماء کرام پر مشتمل ایک سب کمیٹی جمعیت کے اغراض ومقاصد مرتب کرنے کے لئے مقرر کی گئی جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب (۲) قاضی شمس الدین صاحب (۳) قاضی نور محمد صاحب (۴) مولانا محمد طاہر صاحب (۵) مولانا محمد سرفراز خان صاحب (۶) مولانا عبدالستار صاحب (۷) نور احمد صاحب۔

اس کمیٹی نے جمعیت کے دوسرے اجلاس میں جماعت کے اغراض ومقاصد مرتب کر کے پیش کر دیئے۔ کمیٹی نے جمعیت کا دستور مرتب کیا۔ ۱۳۶ افراد پر مشتمل ایک مرکزی مجلس شوریٰ مقرر کی گئی جن کے نام یہ ہیں۔

ان حضرات میں حضرت مولانا نذیر اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ گجرات اور حضرت شیخ معظم استاذ مکرم مولانا سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم العالیہ کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ آگے تحریر ہے: اجلاس میں جماعت کے چار سرپرست مقرر کئے گئے جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی

(۲) حضرت مولانا محمد صادق صاحب سجادہ نشین واں بھچر ال میانوالی

(۳) حضرت مولانا محمد ولی اللہ صاحب انہی والے تحصیل پھالیہ ضلع گجرات

(۴) حضرت مولانا شیخ الحدیث سلطان محمود صاحب سابق صدر مدرس فتح پوری دہلی حال کوٹھیالہ شیخاں گجرات۔

حسب ذیل عہدیداران پر مشتمل مجلس عاملہ منتخب کی گئی۔

(۱) قاضی نور محمد صاحب گوجرانوالہ امیر اعلیٰ جمعیت اشاعت توحید وسنت پاکستان

(۲) حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری۔ مرکزی نائب امیر اعلیٰ جمعیت

(۳) حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب راولپنڈی مرکزی ناظم اعلیٰ

اور پھر اسی ماہنامہ میں دستور کے تحت ص ۴۴ میں تحریر ہے: ''اہل سنت والجماعت کے مسائل کو حق سمجھتے ہوئے فقہی مسائل میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی پیروی کرنا اور ان کی ترویج دینا۔ حتی الامکان سلف صالحین کے مسلک پر عوام کو چلنے کی دعوت دینا۔ ان کے ادب و احترام کی تلقین کرنا''۔ (یہ ہے جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کی کہانی خود ان کی زبانی)۔ مگر شرم تم کو نہیں آتی۔

حضرت شاہ صاحب گجراتی نے اپنی خصوصی توجہ سے جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کو موت کے گھاٹ اتار کر اس کو دفن کر دیا ہے۔ اب اس جماعت کو جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کہنا ایسا ہے جیسے رات کو دن کہا جائے۔

نہند نام زنگی کافور

حضرت شیخ القرآن کی وصیت

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم، شاہ صاحب گجراتی اور چند نوجوان چھوکروں کے تشدد سے سخت پریشان تھے۔ اس لئے بڑے درد بھرے لہجہ میں فرمایا کرتے تھے کہ ''اپنے اکابر علمائے دیوبند کے نظریہ وتحقیق پر قائم رہنا، اگر ان کی تحقیق کے خلاف کسی کا نظریہ ہو تو اس کو چھوڑ دینا، اگر تمہیں غلام اللہ اور عنایت اللہ بھی چھوڑنا پڑے، بالکل چھوڑ دینا، مگر اپنے اکابر علماء دیوبند کے نظریات کو قطعاً نہ چھوڑنا۔ کیونکہ ان حضرات کی دیانت، شرافت، امانت، شجاعت، تقوی، اخلاص اور علمی تحقیق کا مقابلہ بعد میں آنے والے نہیں کر سکتے''۔

پھر ان نوجوان چھوکروں کے متعلق فرمایا کرتے تھے ''کیا کریں ہم نے مشرک لوگوں کے خلاف ان نوجوانوں میں پھونک زیادہ بھر دی ہے۔ ہمیں یہ وہم وخیال ہی نہیں تھا کہ یہ اکابر علمائے دیوبند کے بھی بے ادب اور گستاخ بن جائیں گے۔ اب ان کی اور ہماری مثال یوں ہے کہ یہ نوجوان مکان کی چھت پر چڑھے ہوئے ہیں، اور ہم زمین پر کھڑے ہیں، ہم ان کو کہتے ہیں کہ نیچے اتر آؤ، یہ نوجوان کہتے ہیں کہ حضرت آپ نے ہمارے اندر پھونک زیادہ بھر دی ہے، ہم مجبور ہیں، نیچے اترنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ اس سے بھی زیادہ اوپر کو چڑھ سکتے ہیں''۔

حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمہ اللہ کی وصیت

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''سلف صالحین پر تنقید کا جو سلسلہ چل نکلا ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اس میں فائدہ کے بجائے نقصان کا زیادہ خطرہ ہے۔ قرآن مقدس اور حدیث مقدس کو سمجھنے کے لئے سلف کو مشعل راہ بنایا جائے نہ کہ ''ھم رجال ونحن رجال'' کہہ کر جو مرضی میں آئے، سمجھ لیا جائے اور اس پر عمل کر ڈالا جائے۔ دین میں سمجھ پیدا کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، جو لوگوں کی رہنمائی کرے اس کے لئے تو اور زیادہ ضروری ہے۔ لیکن یہ نہیں کہ اپنی سمجھ کو سلف پر ترجیح دے۔ سلف کی تحقیقات کے لئے نئے دلائل قرآن وحدیث سے تلاش کرنا تو بہتر خدمت ہے لیکن احادیث اور قرآن سے مسائل محققہ کے خلاف دلائل تلاش کرنا اور ان کے خلاف چل نکلنا موجب خسران ہے''۔ والسلام

قاضی نور محمد عفی عنہ (اقامۃ البرہان ص ۱۱۶ بحوالہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص ۵۴ نومبر ۱۹۶۲ء وصیت حضرت قاضی صاحب)

حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ کا عقیدہ: حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ ''حیات انبیاء علیہم السلام

و سماع صلوۃ وسلام عند قبور الانبیاء علیہم السلام'' کے قائل تھے۔ انہوں نے اس مسئلہ میں کبھی اختلاف نہیں کیا تھا۔ چنانچہ آپ کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلے کا کبھی اختلاف نہیں سنا اور نہ ہی میں نے کبھی ان سے یہ پوچھا تھا۔ یہ تو ایک اہل السنہ والجماعۃ کا متفقہ حق مسئلہ ہے''۔ مسکین نصیر الدین غورغشتوی (مقام حیات ص ۷۰ ۲ مطبوعہ ۱۳۸۰ھ)

حضرت مولانا غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ کا بیان گزشتہ اوراق میں مفصل طور پر گزر چکا ہے حضرت غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم تھے۔ اور جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے بھی سرپرست تھے۔

۲:...... حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''صلی اللہ تعالی علی صاحب الشریعۃ بعدد ما فی علم اللہ صلوۃ دائمۃ بدوام ملک اللہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین من صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ عشر مرات'' جو شخص درود بکثرت پڑھے اور عقیدہ شرکی رکھے اور امیدوار اس امر کا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں اس پر درود بھیجتے ہیں، غلط ہے ماکَانَ لِلنَّبِيِّ وَالْمُؤْمِنِينَ (صحیح وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ہے۔ ڈیروی) ''اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى'' ان امور کے لئے شرک نہ کرنا شرط ہے۔ (بلغۃ الحیران ص ۵۱)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ مشرک کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو درود کا جواب دیتے ہیں اور نہ اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں البتہ مؤمن کے لئے درود کا جواب بھی مرحمت کرتے ہیں اور مغفرت کی دعاء بھی کرتے ہیں۔

۳:...... حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آخری تصنیف (تحریرات حدیث کے صفحہ ۲۱۰ تا ۲۱۱) میں حیات انبیاء علیہم السلام وسماع سے متعلق چند احادیث نبویہ تحریر کی ہیں، جن میں حدیث ''من صلی علیَّ عند قبری سمعتہ'' (جو شخص میری قبر کے نزدیک درود پڑھے اس کو میں سنتا ہوں) بھی مذکور ہے اور بغیر کسی جرح وقدح کے آپ نے ان حدیثوں کو روایت کیا ہے۔

۴:...... نیز تحریر فرماتے ہیں: وروی البیھقی وابن ابی شیبۃ ان بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ جاء الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال یا رسول اللہ! استسق لامتک فانھم ھلکوا فاتاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام واخبرہ انھم یسقون۔ (تحریرات حدیث ص ۲۵۵) اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس آئے اور عرض کیا یارسول اللہ! اپنی امت کے لئے بارش طلب کریں پس بے شک وہ ہلاک ہو چکی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں ان سے ملے اور خبر دی کہ بارش ان پر برسائی جائے گی۔

۵:...... نیز لکھتے ہیں: قال العلامۃ ابن حجر فی الجوھر المنظم روی بعض الحفاظ عن ابی سعید السمعانی انہ رویعن علی رضی اللہ عنہ انھم بعد دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاء اعرابی فقال یارسول اللہ! جئتک تستغفر لی الی ربی فنودی من القبر قد غفر لک واتت صفیۃ عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ الایا رسول اللہ! انت رجائنا و کنت بنا برا ولم تک جانیا وسمع الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنھم ولم ینکرھا احد۔ (تحریرات حدیث ص ۲۵۶) علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے الجوہر المنظم میں فرمایا: کہ بعض محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ابوسعید سمعانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ صحابہ کرام نے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا تو اس کے بعد ایک اعرابی آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس آیا ہوں تا کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں تو قبر مبارک سے آواز آئی کہ تمہاری مغفرت کر دی گئی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کی وفات کے بعد آئی اور کہا کہ آپ یا رسول اللہ! ہماری امید تھے ہمارے ساتھ احسان کرنے والے تھے اور سختی

کرنے والے نہ تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ بات سنی اور کسی نے انکار نہ کیا۔

حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعات نقل کر کے کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

نوٹ: یہ کتاب ''تحریرات حدیث'' حضرت مرحوم کی آخری تصنیف ہے۔ اس کے ٹائٹل پر ۱۳۶۲ھ ۹ رشعبان المعظم/ ۱۲ اراگست ۱۹۴۳ء لکھا ہوا ہے۔ ملنے کا پتہ: الحاج مولانا حسین علی صاحب ڈاکخانہ واں بھچراں ضلع میانوالی۔ یعنی یہ کتاب حضرت مرحوم خود تقسیم کرتے رہے اور اس کتاب کے چھپ جانے کے بعد حضرت مرحوم کی وفات ہوئی یعنی تقریباً گیارہ ماہ بعد رجب ۱۳۶۳ھ۔ دیکھئے (تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر ۱۹۶۵ء)

اس کتاب ''تحریرات حدیث'' سے پہلے کی کسی تصنیف میں حضرت مرحوم نے ان روایتوں پر کوئی جرح کی ہو، تو قابل قبول نہ ہوگی کیونکہ دارومدار آخری قول وعمل پر ہوتا ہے۔

عام اموات کے بارے میں حضرت شیخ مرحوم کا نظریہ

ونؤمن بان المیت یعرف من یزورہ اذا اتاہ واکدہ یوم الجمعۃ بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس۔ (تحریرات حدیث ص ۲۵۷) اور ہم ایمان لاتے ہیں اس بات پر کہ میت بے شک جانتا ہے اس شخص کو جو اس کی قبر کی زیارت کرتا ہے بالخصوص جمعہ کے دن صبح صادق کے بعد اور سورج کے طلوع ہونے سے پہلے۔

حضرت شاہ صاحب گجراتی کے دیگر اساتذہ کا عقیدہ ملاحظہ ہو: علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وعن سعید بن المسیب عند الدارمی فی مسندہ ان یزید لما احل حرم اللہ المدینۃ وجعل یسفک فیہا دماء المسلمین القیت نفسی فی المسجد النبوی کانی مجنون ومابی من جنون ولکن اردت منہ الاتقاء عن شر یزید فکنت اسمع یومئذ صوت الاذان من الروضۃ المطہرۃ وعد ذلک من مناقب سعید وقد مر منی مافی القبور من الاحوال فتذکرہ۔ (فیض الباری ج ۴ ص ۲۴۵) اور حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مسند دارمی میں مذکور ہے کہ یزید نے مدینہ منورہ میں جنگ وقتال حلال قرار دیا اور مسلمانوں کا خون بہانا شروع کر دیا تو حضرت سعید فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں دیوانہ آدمی کی طرح گرا پڑا رہا حالانکہ میں دیوانہ نہ تھا لیکن یزید کے شر سے بچنے کیلئے میں نے ایسا کیا تو میں اس دن آذان کی آواز روضہ مطہرہ سے خود سنتا تھا۔ یہ حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں شمار کیا گیا ہے اور قبروں کے حالات کے بارے میں میں نے پہلے ذکر کر دیا ہے اس کو ذہن میں رکھو۔

حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مختلف مقامات پر انبیاء علیہم السلام کی حیات اور سماع کے متعلق وارد ہونی والی حدیثوں کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ مثلاً حدیث ''الأنبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' (انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں) کے متعلق فرماتے ہیں: ''وفی البیہقی عن انس رضی اللہ عنہ وصححہ ووافقہ الحافظ فی المجلد السادس''۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۶۴) اور بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کو بیہقی نے صحیح قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری جلد: ۶ میں بیہقی کی موافقت کرتے ہوئے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور حدیث ''مامن احد یسلم علی الا رد اللہ الی روحی فارد علیہ السلام'' (نہیں کوئی شخص جو میرے اوپر سلام کرے مگر اللہ تعالیٰ میرے روح کو لوٹا دیتا ہے پس میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں) کے متعلق فرماتے ہیں کہ ''رد روح کا یہ معنیٰ نہیں کہ قبر مبارک میں آپ کو بار بار زندہ کیا جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ رحمت الٰہی میں

جو آپ کی توجہ مستغرق ہوتی ہے ادھر سے جانب جواب سلام کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے پھر آپ سلام کا جواب دیتے ہیں''۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۶۵ و ج ۲ ص ۱۴۵)اور اس حدیث کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں ''ورواتہ ثقات'' (اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں) (تحیۃ الاسلام ص ۵۲)

اور اس حدیث ''ان اللہ عزو جل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' (بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسم مبارک کو کھا سکے) کے متعلق فرماتے ہیں: ''فانہ صح عنہ ﷺ'' (پس بے شک یہ حدیث نبی اکرم ﷺ سے صحیح اور ثابت ہے''۔ (خزائن الاسرار ص ۱۹، بحوالہ تسکین الصدور طبع دوم ص ۳۰۲)

اور حدیث ''کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے......اور میری قبر مبارک کے پاس آئیں گے اور یہاں تک کہ میرے اوپر سلام کریں گے اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا''۔ اس حدیث کو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''التصریح بماتواتر فی نزول المسیح'' کے بالکل آخر میں بلا جرح وقدح کے ذکر فرمایا ہے۔

بہر حال انبیاء علیہم السلام کا مقام تو بہت بلند ہے ان کی حیات وسماع میں تو کوئی مسلمان شک ہی نہیں کرسکتا۔

حضرت شاہ صاحب (کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) کا عام اموات کے بارے میں نظریہ

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: أقول و الاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر وفی حدیث صححہ ابو عمرو ان احدا اذا سلم علی المیت فانہ یرد علیہ ویعرفہ ان کان یعرفہ فی الدنیا۔ (فیض الباری: ج ۲ ص ۴۶۷) میں (علامہ محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ احادیث نبویہ مردوں کے سننے کے بارے میں تواتر کے درجہ کو پہنچ چکی ہیں اور ایک حدیث جس کو ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح قرار دیا ہے کہ جب کوئی ایک شخص مردہ پر سلام کرتا ہے تو مردہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اس کو پہچان جاتا ہے اگر دنیا میں اس کو پہچانتا تھا۔

نیز حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قولہ السلام علیکم الخ ظاھر حدیث الباب وغیرہ من کثیر من الاحادیث یدل علی سماع الموتی و اشتھر علی السنۃ الناس ان الموتی لیس لھم سماع عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ و صنف ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ رسالۃ و ذکر فیھا ان المشھور لیس لہ اصل من الائمۃ اصلا بل اخذ ھذا من مسئلۃ فی باب الایمان انہ اذا حلف انہ لا یتکلم مع فلان فمات الرجل فتکلم معہ علی قبرہ میتا لایحنث اقول ان وجہ عدم الحنث ان مبنی الایمان علی العرف واھل العرف لا یعلمون ان الموتی تسمع والمحقق ان ابا حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ لا ینکر سمع الاموات وان خالف ابن الھمام وقال ان الموتی لا تسمع وان ذخیرۃ الحدیث تدل علی سمع الموتی وقال الشیخ ان الموتی لاتسمع ویستثنی منہ قرع النعال و السلام علیکم أقول لو قلنا بسمع الموتی لا اشکال فانہ ثبت بقدر مشترک تواترا فی الحدیث۔ (العرف الشذی مع الترمذی ج ۱ ص ۲۰۲) حدیث شریف میں جو سلام وارد ہوا ہے بظاہر یہ حدیث اور دیگر بہت سی احادیث سماع موتی ثابت کرتی ہیں اور لوگوں کی زبان پر مشہور ہو گیا ہے کہ مردے نہیں سنتے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں۔ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے ذکر کیا ہے کہ اس قول مشہور کا ہمارے ائمہ حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی اصل ثابت نہیں (یہ مشہور جھوٹی بات) دراصل مسئلہ ایمان سے ماخوذ ہے کہ کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ فلاں آدمی سے کلام نہیں کرے گا وہ آدمی مر گیا پس اس نے اس کی قبر پر جا کر کلام کی تو حانث نہ ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ قسموں کا دارومدار عرف پر ہے اور عرف والے نہیں جانتے کہ مردے سنتے ہیں۔ تحقیقی اور سچی بات یہ ہے کہ امام

ابوحنیفہ رحمہ اللہ مردوں کے سماع کے منکر نہیں ہیں اگرچہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ مردے نہیں سنتے حالانکہ حدیث شریف کا ذخیرہ سماع موتی کو ثابت کرتا ہے اور شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ بھی سماع موتی کا بالکل منکر نہیں بلکہ وہ بعض مقامات کو مستثنیٰ کرتے ہوئے سماع موتی کا اقرار کرتے ہے مثلاً حدیث ''قرع النعال'' یعنی جب مردہ کو دفن کر کے لوگ واپس جاتے ہیں تو ان کی جوتیوں کی آواز قبر میں سنتا ہے۔ (بخاری و مسلم) اور مثلاً ''السلام علیکم'' (یعنی جب زیارت کرنے والا قبر پر سلام کرتا ہے تو مردہ اس کے سلام کو سنتا ہے) میں (علامہ محمد انور شاہ) کہتا ہوں کہ اگر ہم سماع موتی کا قول کریں تو اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ قدر مشترک کے طور پر یہ متواتر حدیثوں سے ثابت ہے۔

نوٹ:...... حضرت حافظ ابن ہمام رحمہ اللہ سماع موتی کے قائل ہیں، چنانچہ (فتح القدیر ج ۳ ص ۹۴ تا ۹۷) ملاحظہ کریں۔ اس کی تفصیل راقم الحروف نے (قہر حق بر صاحب ندائے حق ج ۱ ص ۲۵۲ تا ص ۲۵۷) میں کر دی ہے۔ فراجع الیہ اس لئے نیلوی صاحب نے فتویٰ لگایا تھا کہ ابن ہمام رحمہ اللہ اس مسئلہ میں مذہب حنفی سے خارج ہو گیا ہے۔ پس اس کی موافقت درست نہیں۔ (شفاء الصدور مترجم: اردو ص ۶۸ و قہر حق ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت شاہ صاحب گجراتی کے استاد محترم علامہ سید محمد انور شاہ صاحب فرماتے ہیں: فان العذاب کما انہ متحقق کذلک السماع ایضا متحقق فلا یغتر بامثال ھذہ النصوص فان لھا وجوھا و معانی (فیض الباری: ج ۳ ص ۳۱۹) پس تحقیق جس طرح عذاب قبر ثابت ہے اسی طرح سماع موتی بھی ثابت ہے پس قرآنی آیات سے دھوکہ نہ لگے کیونکہ ان آیات کے مطالب اور مقاصد اور ہیں۔

حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس مقام میں تنبیہ کی ہے کہ قرآنی آیات کے ظاہر سے جو نفی سماع کی معلوم ہوتی ہے دراصل یہ دھوکہ لگ جاتا ہے اس سے احتراز کرنا چاہئے کیونکہ آیات قرآنیہ کے مقاصد و مطالب اور ہیں۔ مگر سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی اس دھوکے میں ایسے پڑے کہ ان آیات سے انہوں نے مسلمانوں کی تکفیر شروع کر دی جو سماع موتی کے قائل ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ شاہ گجراتی کے نزدیک ان کے استاد مکرم علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ بھی غیر مسلم ہوئے (نعوذ باللہ من سوء الفھم) شاہ صاحب گجراتی گویا اپنے زمانے کے دوسرے احمد رضا خان ثابت ہوئے جس نے تمام مسلمانوں کی تکفیر کی ہے۔ (تشابھت قلوبھما)

لطیفہ:...... حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وفی فتح القدیر عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ ان الزائر یستقبل القبر و یستدبر القبلۃ و یتأمن لیراہ المیت سھلا۔ (العرف الشذی مع الترمذی: ج ۱ ص ۲۰۲) اور فتح القدیر میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ زیارت کرنے والا قبر کی طرف منہ کرے اور قبلہ کی پشت کرے اور کچھ دائیں جانب (پاؤں کی طرف) ہو جائے تاکہ میت اس کو آسانی کے ساتھ دیکھ سکے۔

حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کے تقریر ترمذی جو ''العرف الشذی'' کے نام سے مشہور ہے اس کے مرتب و مؤلف مولانا محمد چراغ المتوفی (۱۴۰۹ھ) تھے۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب گجراتی کے زیر سرپرستی جو رسالہ ''الصراط المستقیم'' شائع ہوا ہے اس کے (ص ۴۵ اور ۴۸) میں ہے:

حضرت مولانا محمد چراغ چل بسے

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد چراغ طویل علالت کے بعد اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا مرحوم دارالعلوم دیوبند کے فضلاء میں سے تھے اور محقق العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ سید محمد

انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی تلامذہ میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے دروس ترمذی کو "العرف الشذی" کے نام سے جمع کیا جو علمائے کرام کے لئے بہت بڑا سرمایہ ہے۔ مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ جماعت اسلامی سے وابستہ تھے اس لئے عام علماء کا ان سے رابطہ نہیں تھا، تاہم اہل اللہ (عنایت اللہ گجراتی) انہیں قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے اور مولانا مرحوم بھی علمائے حق کے قدر دان تھے۔ مولانا محمد چراغ مرحوم کی نماز خطیب اسلام حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری مدظلہ نے پڑھائی۔ دیکھئے (الصراط المستقیم شمارہ نمبر ۲۳ / ۱۰ شوال المکرم ۱۴۰۹ھ)

مردہ قبر میں پڑا ہوا پاؤں کی جانب آنے والے کو آسانی سے دیکھ لیتا ہے کیا ایسے عقیدہ رکھنے والا اور اس کو بیان کرنے والا حضرت شاہ صاحب گجراتی کے ہاں کافر ہے یا نہیں۔؟ اگر کافر ہے تو علامہ محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد چراغ صاحب بھی کافر ہیں یا نہیں۔؟ اگر کافر ہیں تو کافر کی نماز جنازہ پڑھانے والا خطیب گجرات بھی اپنے فتوی کے لحاظ سے کافر ہوگا یا نہیں۔؟ اور ایسا عقیدہ رکھنے والے شخص کو محقق العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے القاب دینے والا شخص کافر ہوگا یا نہیں۔؟ اسی طرح حضرت شاہ صاحب گجراتی کا خود یہ کہنا "امام المحدثین حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (الصراط المستقیم شمارہ: ۲۴ ص ۴۲) کفر ہوگا یا نہیں؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

حضرت شاہ صاحب کی وصیت

حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ بہاولپور کے متعلق اپنے بعض تلامذہ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر میری وفات ہوجائے اور اس مقدمہ میں مرزا اور اس کے متبعین کو کافر تسلیم کرلیا جائے تو فیصلہ کی اطلاع میری روح کی تسکین کی خاطر میری قبر پر آکر دیا جائے۔ (نقش دوام سوانح علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ از انظر شاہ مسعودی ص ۱۹۰)

حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ صاحب گجراتی کے استاد تھے۔ دیکھئے

(سوانح عمری حضرت عنایت اللہ شاہ بخاری، مصنف علامہ عنایت اللہ گجرات، شوکت بکڈپو شوکت بازار گجرات، ص ۲۲ و ۲۴)

دوسرے استاد حضرت مولانا سید مفتی مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

اسی سوانح مذکورہ کے (ص ۲۱) میں ہے: "حضرت شاہ (گجراتی)...... سیدھے سورت پہنچے جہاں مدرسہ محمدیہ راندھیر میں داخلہ لیا...... اور دوسرے سال دورۂ حدیث میں شریک ہوئے۔ جہاں نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور شمائل ترمذی حضرت مولانا سید مفتی مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں جو دارالعلوم دیوبند کے موجودہ مفتی اعظم ہیں"۔ نیز دیکھئے (سوانح مذکورہ ص ۲۴) حضرت مفتی مہدی حسن صاحب ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:

الجواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود اور حیات ہیں آپ کے مزار مبارک کے پاس کھڑے ہوکر جو سلام کرتا اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ہمارے کان نہیں کہ ہم سنیں۔ آپ اپنے مزار میں حیات ہیں۔ مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے، غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے۔ خراب عقیدے والا ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے...... تین حدیثیں نقل کردی ہیں اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور جو انکار

کرتا ہے بدعتی اور خارج اہل السنت والجماعت ہے۔ غرض پڑھنے والے کو ثواب پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں اور اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں۔

کتبہ، السید مہدی حسن مفتی دار العلوم دیوبند ۶۷ / ۱۳ / ۵

یہ مکمل فتوی (تسکین الصدور طبع دوم ص ۴۱ تا ۴۲) اور (مقام حیات ص ۲۶۷ مطبوعہ ۱۳۸۰ھ) میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ مولانا محمد رسول خان رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور اور مفتی جمیل احمد تھانوی اور مولانا محمد ضیاء الحق مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور کی تصدیقات بھی اس پر موجود ہیں۔ (تسکین ص ۴۲)

شاہ صاحب گجراتی کے اس استاد مفتی مہدی حسن، مفتی اعظم دار العلوم دیوبند، نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روضہ مطہرہ میں حیات بجسدہ نہ تسلیم کرنے والے اور سماع صلوۃ وسلام عند القبر الشریف کے نہ ماننے والے کو بدعتی، خراب عقیدہ والا اور اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج قرار دیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

شاہ صاحب کے تیسرے استاد حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا عقیدہ

سوانح نگار لکھتے ہیں: ''پھر (شاہ صاحب نے) دہلی جا کر کچھ عرصہ فقہ کے امام حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مرحوم کی خدمت میں گزارا اور آپ سے ترمذی شریف پڑھی۔ (سوانح عمری ص ۲۰ نیز دیکھئے ص ۲۴)

حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

۱...... ''انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی آدمی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں درست نہیں۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی) حضرت مفتی صاحب کے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا یہ فتوی احقر (سجاد بخاری) کے پاس موجود ہے۔ حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

۲...... حنفیہ تو تلقین کے قائل نہیں کیونکہ ان کے نزدیک سماع موتی ثابت نہیں جو لوگ سماع کے قائل ہیں ان کے نزدیک تلقین مفید ہے۔ اور اگر کوئی کرے تو اسے روکنا بھی نہیں چاہئے۔ معتزلہ کے نزدیک چونکہ مردوں کا زندہ ہونا ہی صحیح نہیں ہے اس لئے وہ بھی تلقین کے قائل نہیں۔ حنفیہ باوجود عدم سماع اموات کے قائل ہونے کے تلقین کے فائدے کے قائل ہیں۔ خواہ مردہ سنے یا نہ سنے یعنی اسے ذکر کا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ج ۴ ص ۶۲) (مضمون مولانا سجاد بخاری کا ہے حضرت شاہ صاحب گجراتی کے رسالہ (صراط مستقیم خصوصی نمبر رجب ۱۴۰۸ھ مارچ ۱۹۸۸ء کے ص ۸۰ و ۸۱) سے یہ حوالے پیش کئے گئے ہیں)

<u>تبصرہ</u>: مذکورہ بالا تحریر سے، جس کو مولانا سجاد بخاری نے اپنے مضمون میں تحریر کیا ہے، کئی باتیں ثابت ہوئیں۔

۱...... سجاد بخاری صاحب کے پاس حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی ہے جس میں عام مردوں کے سماع کا انکار کیا گیا ہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کا استثناء کیا گیا ہے، یہ فتوی حضرت شاہ صاحب گجراتی اور اس کے مریدین کے لئے موت کے پیغام سے کم نہیں کیونکہ یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کے سماع کے منکر ہیں، کبھی اس عقیدہ کو یہودیت سے تعبیر کرتے ہیں اور کبھی نرمی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم تو نہیں مانتے۔ لیکن اس عقیدے کا قائل اہل السنہ میں سے ہے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتوی سجاد بخاری صاحب نے (اقامۃ البرہان: ص ۸۹ و ۲۱۳) میں بھی تحریر کیا ہے۔ (ص ۲۱۳) میں ہے:

<u>الجواب</u>: انبیاء علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں یعنی ان کو ایک برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ ان کی قبر مطہر

کے قریب کھڑے ہو کر ان کو سلام عرض کرنا جائز ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں، درست نہیں ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتوی سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا سماع یقینی اور اجماعی مسئلہ ہے، کوئی سنی مسلمان اس کا منکر نہیں ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل فتوی ''مسالک العلماء'' میں جناب قاضی شمس الدین صاحب نے پیش کیا تھا۔ اس فتوی میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔ ''قبر پر جا کر اللہ تعالی سے دعا کرنا اور یہ کہنا کہ یا اللہ اس بزرگ کے طفیل سے میرا فلاں کام پورا کر دے، یہ مباح ہے۔ مزید تفصیل کے لئے (قہر حق: ج ۱ ص ۱۰۳ تا ۱۱۱) کا مطالعہ کریں۔

۲...... مذکورہ بالا تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر میں مردوں کی حیات تسلیم نہ کرنا فرقہ خبیثہ معتزلہ ملعونہ کا مذہب ہے۔ اس لئے اس فرقہ کے ہمنواؤں کو معتزلی کہنا مبنی برحقیقت ہے، یہ کوئی ضد یا سب وشتم کے طور پر نہیں کہا جاتا۔

حضرت نیلوی صاحب نے بھی ندائے حق جلد ثانی ص ۴۷ میں معتزلہ کا عقیدہ اپنے استاذ مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔

۳...... مذکورہ بالا تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معتزلہ تلقین سے منع کرتے ہیں۔ حنفیہ تلقین کے فائدے کے قائل ہیں۔ اس لئے اگر کوئی تلقین کرے تو اسے روکنا بھی نہیں چاہئے۔

۴...... قبروں پر جا کر اللہ تعالی سے دعا کرنا اور یہ کہنا کہ یا اللہ ان بزرگوں کے طفیل سے میرا فلاں کام پورا کر دے یہ جائز اور مباح ہے۔

کفایت المفتی کا حوالہ: حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی ''کفایت المفتی'' (ج ۱ ص ۱۵۹ تا ۱۶۰) میں مفصل طور پر موجود ہے۔ اس کے آخری حصہ کے کچھ الفاظ اس طرح ہیں: ''اور ایک فائدہ یہ ہے کہ جب کوئی آپ پر صلوۃ وسلام پڑھتا ہے تو آپ اس کا جواب دیتے ہیں اور صلوۃ وسلام پڑھنا آپ کے رد جواب کا سبب ہے جیسا کہ حسن سند سے حدیث آئی ہے بلکہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ''کتاب الاذکار'' میں اس کی تصحیح کی ہے۔ ہاں! اس خیال اور اعتقاد سے نداء کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے، اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں، اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے۔ اول یہ کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے تو پھر آپ کی روح مبارک کا مجالس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے یا کسی اور طریقے سے۔؟ اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے، تو یہ صورت علاوہ اس کے بے ثبوت ہے، باعث توہین ہے، نہ موجب تعظیم......الخ

تنبیہ:......حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عام مردوں کے عدم سماع کا فتوی عوام کی مصلحت کی بناء پر دیا ہے ورنہ خود سماع موتی کے قائل معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت نیلوی صاحب تحریر کرتے ہیں: ''اور ممکن ہے کہ اللہ تعالی یہ سلام مردوں کو سنا دیتا ہو باقی اور کلام مردے نہیں سنتے''۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

(کفایت المفتی ج ۴ ص ۱۸۲ وندائے حق جزء ثانی ص ۱۲۷)

اسی طرح المہند میں بھی حیات انبیاء علیہم السلام کے علاوہ سماع موتی کا اثبات ہے۔ اس پر بھی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق وتائید موجود ہے۔

اس کے علاوہ ایک مشرک نے رسالہ ''التحقیقات لدفع التحریفات'' مہند کی رد میں شائع کیا تھا۔ اس کا

جواب ۱۳۴۳ھ میں حضرت مولانا محمد عبدالغنی خان رحمہ اللہ صدر مدرس مدرسہ عین العلوم شاہ جہان پور (یو۔ پی) نے "الجنة لأهل السنة" کے نام سے دیا تھا۔ اس کتاب کی تقریظ وتصدیق حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ سے کی تھی: "میں نے رسالہ "الجنة لأهل السنة" کو دیکھا فاضل مؤلف عزیز محترم مولوی عبدالغنی صاحب سلمہ اللہ تعالی نے ان تمام مسائل کی پوری تحقیق فرما کر، جن کی وجہ سے ہندوستان کے مقدس علماء کی جماعت کو دوسرے لوگ وہابی کے نام سے یاد کرتے اور عامہ مسلمین کو ان کی طرف سے غلط فہمیوں میں مبتلا کر کے نفرت دلاتے تھے، مسلمانان ہندوستان پر احسان عظیم کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد منصف مزاج مسلمان کسی کے دھوکے میں نہیں آئیں گے اور ان کو اتباع سنت کی سعادت نصیب ہوگی اور ابرار امت کی معیت کے مستحق ہوں گے ان شاء اللہ۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ مؤلف نے تہذیب ومتانت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور نہایت تحقیق وتدقیق وانصاف سے کام لیا ہے"۔ الخ

کتبہ، محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ

اب اس کتاب سے چند حوالے ملاحظہ ہوں:

۱...... بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلى علي عند قبري سمعته و من صلى نائيا ابلغته"۔ اور ابن حجر مکی شرح ہمزیہ میں لکھتے ہیں: "اذا صلى و سلم عليه عبد قبره سمعه سماعا حقيقيا و يرد عليه من غير واسطة و ان صلى و سلم عليه من بعيد لا يسمعه الا بواسطة يدل عليه احاديث كثيرة" انتهى۔ اور شیخ عبدالحق ترجمہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں: "سلام زائراں بنفس شریف خود بے واسطہ سماع فرمایند ودرود وسلام نمایند ودیگراں بوساطت ملائکہ سیاحین بود" انتہی۔ یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص میری قبر کے پاس آ کر درود وسلام مجھ پر کہتا ہے، میں خود بلا واسطہ حقیقتاً سن لیتا ہوں اور جواب دیتا ہوں اور جو دور سے درود وسلام بھیجتا ہے اس کو خود تو نہیں سنتا لیکن فرشتوں کے ذریعے اس کو میرے پاس پہنچا دیا جاتا ہے"۔ (الجنۃ ص ۲۰،۹۹)

۲...... اور دوسری روایت جو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کی کہ عثمان بن حنیف نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کی وفات) کے بعد بعض کو یہ دعا قضائے حاجت کے لئے بتلائی تھی وہ محدثین کے نزدیک کچھ صحیح نہیں۔ (یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ ڈیروی) دوسرے مسجد نبوی میں ہی تو مزار مقدس کے قریب اس شخص نے دعا مانگی جہاں حضور سن رہے تھے۔ (الجنۃ ص ۲۱)

۳...... محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے "زبدۃ المناسک" میں اور علامہ نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل رسالہ "آب حیات" میں اور شیخ الہند نے "حاشیہ ابوداؤد" میں اور مولانا سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح ابوداؤد" میں اور مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے "نشر الطیب" میں بھی حضور علیہ السلام کی جسمی حقیقی حیات کو مدلل ثابت فرمایا ہے۔ (الجنۃ ص ۶۷)

یہ چند حوالے تھے اس معتبر کتاب کے جس کی حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقریظ وتصدیق فرمائی ہے۔

نوٹ: حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کہ "حنفیہ کے نزدیک سماع موتی ثابت نہیں" سے مراد بعض حنفیہ ہیں کیونکہ محققین حنفیہ سماع موتی کے قائل ہیں۔ مثلاً حافظ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ (فتح القدیر)، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت نیلوی صاحب لکھتے ہیں: "یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عبدالہاد یہوں یا ابن حجر، سیوطی، نووی، عیاض ہوں یا شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملاعلی قاری (رحمہم اللہ) وغیرہ ہوں۔ سب سماع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لئے قائل ہیں کہ وہ مطلقاً سماع موتی مانتے ہیں۔ (ندائے حق بر .... ص ۸۵)

شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نیلوی صاحب نے (ندائے حق جزء اول طبع اول ص ۸۸ وطبع دوم ص ۱۲۱) میں سماع موتی کے ماننے والوں میں کیا ہے۔ اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ومشہور فقیہ حنفی ابن الملک رحمۃ اللہ علیہ کو سماع موتی کے قائلین میں شمار کیا ہے۔ دیکھئے (ندائے حق جزء اول طبع اول ص ۱۹۶ وطبع دوم ص ۲۵۳)

مؤلف مراقی الفلاح کے شیخ کا عقیدہ

نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''مراقی الفلاح میں ہے......... یعنی میرے شیخ محمد بن احمد حموی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا کہ جوتوں کی آواز سے مردوں کو دکھ ہوتا ہے''۔ (ندائے حق جزء اول ص ۲۱ طبع اول وطبع دوم ص ۴۰)

مراقی الفلاح کے محشی علامہ سید طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

''قبرستان میں جوتوں کے ساتھ چلنا ہمارے مذہب حنفی میں مکروہ نہیں، جس کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب لوگ قبرستان سے واپس گھروں کو جاتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے''۔

(ندائے حق جزء اول طبع اول ص ۲۲ وطبع دوم ص ۴۱)

علامہ بحر العلوم سماع موتی کے قائل تھے۔

(ارکان اربعہ ص ۱۵۰ تا ص ۱۵۱ بحوالہ شفاء الصدور مترجم اردو ص ۴۳ نیلوی وقہر حق ج ۱ ص ۲۶۸)

امام زاہد صفار استاذ قاضی خان (التوفی ۵۳۴ھ دیکھئے حدائق حنفیہ ص ۲۴۲) ''تلخیص الادلہ'' میں لکھتے ہیں: ''دفن کرنے کے بعد تلقین کرنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور تلقین نہ کرنا معتزلہ کا مسلک ہے''۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۳۹)

(علامہ شامی فتاوی شامی جلد اول ص ۶۲۵ مطلب فی زیارۃ القبور مطبوعہ کوئٹہ پاکستان بحوالہ قہر حق ج ۱ ص ۲۶۰)

صاحب الجوہرۃ النیرۃ (شرح القدوری) فرماتے ہیں: ''واما تلقین المیت فمشروع عند اھل السنة والجماعة لأن اللہ تعالی یحییه فی القبر وصورته ان یقال یا فلان بن فلان او یا عبد اللہ ابن عبد اللہ! اذکر دینک الذی کنت علیه وقد رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا''۔ (الجوہرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۱۲۳ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ: ''تلقین اہل سنت والجماعت کے ہاں جائز ہے کیونکہ اللہ تعالی قبر میں مردہ کو زندہ کر دیتا ہے۔ تلقین کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس میت کو کہا جائے اے فلان بن فلان یا عبد اللہ بن عبد اللہ! اس دین کو یاد کر جس پر تو قائم تھا اور اللہ تعالی کو رب ماننے پر اور اسلام کو دین ماننے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے پر راضی تھا''۔ تلک عشرة کاملة۔

یہ بطور مثال کے ہم نے ذکر کئے ہیں ورنہ جمہور فقہائے احناف سماع موتی کے قائل ہیں۔

شاہ صاحب گجراتی کے چوتھے استاد حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

شاہ صاحب کی سوانح عمری کے ص ۲۴ میں ہے: اور اسی طرح حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم ومغفور سے ملتان جیل میں مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے طرز پر قرآن پاک پڑھا اور اس خصوصی طرز کے امین قرار پائے۔ آپ کے اساتذہ کی فہرست تیار کی جائے تو مندرجہ ذیل بزرگ ترین ہستیوں کے نام آئیں گے......

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ''خدام الدین'' لاہور مخزن العلوم، خانپور مختلف رسائل میں چھپا تھا۔ ہم یہاں خدام الدین کا عکس پیش کر رہے ہیں۔ دوسرے صفحہ پر ملاحظہ کریں۔

۱۳۵

خدام الدین لاہور ۳

ہفت روزہ

خدام الدین

فون نمبر ۔۔۔ لاہور

جلد ۶ | ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ مطابق ۹ دسمبر ۱۹۶۰ء | شمارہ ۳۱

انبیاء علیہم السلام کی حیات فی البرزخ کے بارے میں

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب دامت برکاتہم کا عقیدہ

میرا عقیدہ وہی ہے جو حضرات اکابر دیوبند کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی جسد عنصری سے زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا۔ وہ حیات باعتبار ابدان دنیوی دنیوی ہی ہے اور باعتبار عالم برزخ برزخی بھی ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کا ابدان دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل سنت والجماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔ ہمارے اکابر دیوبند نے اس پر مفصل اور مدلل ارشادات ثبت فرمائے ہیں۔

جہاں تک مجھے علم ہے یہ مسئلہ اکابر دیوبند میں کبھی مختلف فیہ نہیں رہا۔ میرے خیال میں کوئی صاحب بصیرت اس عقیدۂ حیات النبی کا منکر نہیں ہو سکتا جن کی باطن کی آنکھیں کھلی ہیں ان کے نزدیک تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روضہ اطہر کی حیات بدیہیات میں سے ہے۔

(احقر الانام احمد علی عفی عنہ)

یہ تھا حضرت شاہ صاحب گجراتی کے استاذوں کا عقیدہ......! اب یہ کس طرح باور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے اساتذہ بھی خراب عقیدہ والے ہوں، اور ساری اسلامی دنیا کے مسلمان بھی خراب عقیدہ والے ہوں، اور ''جمعیت اشاعت التوحید والسنہ'' کے سرپرست اور بانی (یعنی مولانا غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام مصطفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم) بھی خراب عقیدہ والے ہوں، اور خود حضرت شاہ صاحب گجراتی نے پہلی ساری زندگی بھی غلط عقیدہ پر گزاری ہو، اور اب آخری عمر میں صحیح عقیدہ تلاش کرنے میں وہ کامیاب ہوگئے ہوں۔ پس حضرت شاہ صاحب گجراتی اور ان کے چند چیلے اور کڑ چھے تو حق پر ہوں اور باقی سب مسلمان خراب عقیدے والے ہوں۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

حضرت شاہ صاحب گجراتی غیر مقلدین حضرات کو بھی ائمہ اربعہ کے مقلدین کی طرح حق پر جانتے ہیں جیسا کہ اس کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے اس لئے اب غیر مقلدین حضرات کے علماء و مشائخ کا عقیدہ بیان کیا جاتا ہے۔

ہمارے استاد محترم شیخ مکرم حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم العالیہ نے ''تسکین الصدور'' طبع دوم میں بعض حضرات کا عقیدہ ذکر کر دیا ہے۔ اس کے اعادہ کی ضرورت تو نہیں البتہ اختصاراً ان کے نام مع حوالہ ملاحظہ کرلیں۔

۱...... علامہ قاضی شوکانی (نیل الاوطار ج ۴ ص ۲۶۴)

۲...... شیخ الکل سید نذیر حسین صاحب دہلوی۔

(فتاوی نذیریہ ج ۲ ص ۵۵ ضمیمہ، نیز دیکھئے فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۵۱ تا ۵۲ و فتاوی علمائے حدیث ج ۹ ص ۲۸۲ تا ۲۸۳)

۳...... مولانا شمس الحق عظیم آبادی (عون المعبود ج ۱ ص ۴۰۶)

۴...... مولانا فضل الرحمن ہری پوری (رسالہ درود شریف ص ۱۶)

۵...... محدث مولوی رحیم بخش صاحب (اسلام کی چودھویں کتاب ص ۵۴)

۶...... مولانا محمد اسمعیل سلفی گوجرانوالہ (حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۷)

۷...... مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (التعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی ج ۱ ص ۲۳۷)

۸...... محدث امیر یمانی (المتوفی ۱۱۸۲ھ) (مناسک الحج والعمرۃ ص ۸۷ طبع مصر)

۹...... مولانا عبدالغفور غزنوی امرتسری (ترجمہ مشکوۃ ج ۱ ص ۴۰۱)

یہ سب حضرات حیات انبیاء علیہم السلام فی القبور کے قائل ہیں۔ اور اسی طرح سماع عند القبور کے بھی قائل ہیں۔ دیکھئے (تسکین الصدور ص ۲۵۴ تا ۲۶۳)

ان کے علاوہ دیگر حضرات کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

غیر مقلد عالم ابوالحسنات مولانا محمد بن عبداللہ بن نورالدین الفنجابی عون الودود (شرح ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۵) میں لکھتے ہیں: وانہ حی فی قبرہ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء و قد ذھب جماعۃ من المحققین الی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی بعد وفاتہ وانہ یسر بطاعات امتہ والانبیاء لا یبلون مع ان مطلق الادراک کالعلم والسماع ثابت لسائر الموتی وورد النص فی کتاب اللہ فی حق الشھداء وانھم احیاء یرزقون وان الحیوۃ

فیهم متعلقة بالجسد فكيف بالانبياء والمرسلين وعند مسلم رحمہ اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مررت بموسى عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبره۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں زندہ ہیں اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھا سکے اور محققین کی ایک جماعت کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفات، کے زندہ ہیں اور اپنی امت کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام سڑتے گلتے نہیں۔ باوجود یکہ مطلق ادراک، جیسے جاننا اور سننا تمام مردوں کے لئے ثابت ہے اور شہیدوں کے بارے میں قرآن مجید میں موجود ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے اور ان کی حیات جسمانی ہے پس کس طرح انبیاء اور رسولوں کے لئے حیات جسمانی ثابت نہ ہو جن کا مقام بہت بلند ہے (یعنی ان کے لئے تو یقینا ثابت ہے) اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس میں سرخ ریت کے ٹیلے کے پاس گزرا تو وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

غیر مقلد حکیم محمد اشرف صاحب سندھو کا عقیدہ ان کی کتاب سے ہم پیش کرتے ہیں اس کا (ص ۴۲۶ تا ۴۲۷) کا عکس ملاحظہ ہو۔

۱۲۹

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

مقیاسِ حقیقت

بجواب

مقیاسِ حنفیت

مولوی محمد عمر صاحب اچھروی کی تلبیس اور تاریخی غلط بیانیوں کا تجزیہ

مرتبہ

فقیر الی اللہ حکیم محمد اشرف عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ملنے کا پتہ

دار الاشاعت اشرفیہ سنتہ بلوکی ضلع لاہور

بار سوم تعداد ۲۰۰۰

قیمت ۳ روپے ۵۰ پیسے علاوہ محصول ڈاک۔

۱۴۰

۴۲۹

چنانچہ یہ حقیقت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بیان سے واضح ہے :-

"کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وانی واضع ثوبی واقول انما هو زوجی وابی فلما دفن عمر معهم فواللہ ما دخلتہ الا وانا مشدودة علی ثیابی حیاء من عمر (مشکوٰۃ - ملی المیت)

ترجمہ : میں جب کبھی اپنے حجرہ کے اس حصہ میں داخل ہوتی جو پردہ کی آڑ سے قبر اطہر کو مخصوص کرنے کی غرض سے لگا رکھا تھا ۔ تو یہ خیال کرتی ہوئی کہ یہ تو میرے خاوند محترم اور شفیق ابا جان ہیں، تو میں کپڑے وغیرہ کا تمام حالات سے زیادہ اہتمام نہ کرتی۔ بلکہ جب حضرت عمرؓ بھی ان کے ساتھ دفن ہوگئے تو خدا کی قسم حضرت عمرؓ کے رعب و دبدبہ اور حیا سے متاثر ہو کر پورے احتیاط (شدت) سے کپڑا سنبھال (چادر اوڑھ) کر داخل ہوتی ۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان اس امر کا ثبوت ہے کہ انہوں نے قبر مطہرہ اور اپنی اقامت گاہ کے درمیان پردہ کی حد فاصل لگا رکھی تھی ۔

جب تک صرف حضور اور ابو بکر صدیق تھے سیدہ صدیقہ ویسے ہی بلا تکلف پردہ اٹھا کر قبر والے حصے میں داخل ہو جاتی ۔ جیسا کہ بلا تکلف اپنے سکونتی حصہ میں ہوتیں مگر جب فاروقِ اعظم مدفون ہو گیا تو اب قبور مطہرہ کے حصہ میں داخل ہونے کا قصد کرتیں تو پردہ کی آڑ اٹھانے سے پیشتر حضرت عمرؓ کے رعب و دبدبہ سے متاثر ہو کر احتیاطاً سے کپڑا لپیٹ کر داخل ہوتی ۔

عہد خیر القرون میں زیارت کا عام رواج ہی نہ تھا

صحابہ رضی اللہ عنہم چونکہ براہ راست جمال انور سے مستنیر ہوتے تھے ۔ اس لئے ان کو قبر اطہر کی زیارت کا کچھ زیادہ خیال نہ ہوا ۔ چنانچہ صدیقہ کا بیان اور حضرت

۱۲۱

۴۲۶

قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست کے واضح الفاظ اس کا ثبوت ہیں۔

رہا درود و سلام کا مسئلہ تو اس کے متعلق یہ مقدس ہستیاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے خود اپنے کانوں بارہا سن چکی ہیں کہ شرقاً غرباً وشمالاً وجنوباً جس حصۂ ارض (زمین) میں کوئی مسلمان رہتی دنیا تک کا امتی، درود وسلام عرض کرتا ہے یا کرے گا، اللہ تعالےٰ اسی وقت اس کا درود وسلام ہم تک پہنچا دیتے ہیں اور ہم اس درود وسلام کا جواب اسی وقت لوٹا دیتے ہیں۔

نہ صرف یہی بلکہ اللہ تعالےٰ کو درود وسلام کی آواز اس درجہ محبوب ہے کہ اس کی تلاش وسماعت کے لئے فرشتوں کی مخصوص و لاتعداد جماعت مقرر ہو گی۔ فرما رکھی ہے جو روئے زمین پر ہر آن درود وسلام کی تلاش وجستجو میں رواں دواں چکر کاٹتے پھر رہے ہیں کہ جہاں کہیں کسی امتی کو درود وسلام کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے دیکھیں، فوراً قبر اطہر پر عرض کر دیں۔

چنانچہ احادیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

۱۔ ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام (مشکوٰۃ باب صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: جو مسلمان ہم پر درود وسلام عرض کرتا ہے عین اسی وقت اللہ تعالےٰ من وعن ہم تک پہنچا دیتے ہیں اور ہم درود وسلام عرض کرنے والے کو جواب بھی دے دیتے ہیں۔

ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی

سن امتی السلام (حوالہ مذکور)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مخصوص تعداد اس پر مامور فرما رکھی ہے کہ وہ دن رات درود و سلام پڑھنے والوں کی تلاش میں رواں دواں رہتی ہے۔ جہاں کوئی درود و سلام پڑھنے والا ان کو مل جاتا ہے، اس کا درود و سلام فوراً ہم تک پہنچا دیتے ہیں۔

مولانا محمد اسمٰعیل سلفی اور ان کے شاگرد مولانا محمد سلیمان کیلانی صاحب کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

مِشکوٰۃُ المَصابِیح

مترجم و محشی

حضرت استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مع فوائد اضافی

مولانا محمد سلیمان صاحب کیلانی

ناشر

جمعیۃ اہل حدیث جامع مسجد اقصیٰ۔ سٹلائٹ ٹاؤن۔ گوجرانوالہ۔

۱۴۳

۸۶۸- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالْبَیْهَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْکَبِیْرِ۔

۸۶۹- وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قُبُوْرًا وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ رَوَاهُ النَّسَائِیُّ

۸۶۸- حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی مجھ پر سلام کہے۔ تو اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس فرماتے ہیں۔ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوںؔ۔ (ابوداؤد۔ دعوات کبیر بیہقی)

۸۶۹- ابوہریرہ سے مروی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا گھروں کو قبریں مت بناؤ۔ اور میری قبر کو عید مت بنانا۔ (یعنی میلہ وغیرہ کی صورت نہ بنانا۔) اور مجھ پر سلام بھیجو۔ اور تم جہاں بھی ہو۔ تمہاری صلوٰۃ مجھے پہنچ جاتی ہےؔ۔ (نسائی)

لے روح کی واپسی کا مطلب کیا ہے؟ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی برزخی زندگی بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی آدمی سویا ہو۔ سونے والا تو کچھ بولتا ہے نہ سنتا ہے مگر جب بیدار ہو جاتا ہے تو سب کچھ کرتا ہے بالکل اسی طرح جب فرشتے درود کی خبر حضرت کے گوش گذار کرتے ہیں تو آپ اسی طرح بیدار ہو جاتے ہیں جیسے سونے والا بیدار ہو جاتا ہے اور اسی انتباہ کو یہاں روح لوٹانے سے تعبیر کیا ہے ورنہ ایسا نہیں ہے کہ آپ کی روح مبارک کو جسم سے بار بار کھینچا اور بار بار لوٹایا جاتا ہے ۔

لے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ہر جگہ موجود نہیں ہوتے جیسے آجکل عوام اور جہلاء کا خیال ہے بلکہ دور سے فرشتے تمام امت کے صلوٰۃ اور سلام آپ کو پہنچ جاتے ہیں ۔ (واللہ اعلم)

لے آنحضرت تشریف نہیں لے جاتے پہنچتا ہے اس کو ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے اور احمد بزار اور طبرانی نے بھی کبیر میں روایت کیا ہے کہ زید بن خالد جہنی نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو اور ان کو قبرستان نہ بناؤ اور امام احمد نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو اور ان کو قبروں کی طرح نہ بناؤ۔ کہو اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا مقصد تو مجھ پر صلوٰۃ سے پہلے یہ خیال ہے کہ ہر سال ہر جگہ سے آ کر وہاں جمع ہوں اور سلام پڑھیں گے وہ تو ہر جگہ سے پہنچ سکتا ہے ۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت تو اس نیت سے سفر کرے بلکہ مدینہ منورہ مسجد نبوی کی زیارت کا قصد کرکے جانے اور آنحضرت کی قبر پر حاضر ہو تاکہ لاتشد الرحال والی حدیث کے خلاف نہ ہو جو پہلے گذر چکی ہے ۔

۱۲۴

صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ

۸۷۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَنْ صَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَتُهُ سَبْعِينَ صَلٰوةً رَوَاهُ أَحْمَدُ۔

۸۷۹ وَعَنْ رُوَيْفِعٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى

پر درود پڑھے وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔ (شعب الایمان)

۸۷۸ عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں۔ جو شخص آنحضرت پر ایک دفعہ درود پڑھے۔ اللہ اور اس کے فرشتے اس پر ستر دفعہ صلوٰت بھیجتے ہیں۔ (احمد)

۸۷۹۔ رویفع کہتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔ اور دعا کرے۔ کہ اے

لہ درود فرشتے پہنچا دیتے ہیں ہے تنقیح اس حدیث کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے بھی اپنی مصنف میں روایت کیا ہے۔ ابن مسعود کی روایت اس کی تائید کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ سیر کرنے والے فرشتے ہیں وہ مجھ کو میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ یہ حدیث فصل دوم میں پہلے گذر چکی ہے اور اس باب میں حضرت حسن بن علی کی حدیث بھی ہے جو حسن سند سے بیان کی گئی ہے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود بھیجو تمہارا درود مجھ کو پہنچ جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ درود بہر صورت آنحضرت کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اگر آنحضرت کی قبر مبارک پر پڑھا جائے تو آپ خود اس کو سن لیتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پہنچا دیتے ہیں اور سلام کا جواب بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں۔ امت کی کیا خوش قسمتی ہے کہ آج بھی آپ کے سلام سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ اگر ساری عمر کے سلاموں کا جواب ایک دفعہ بھی مل جائے تو اس پر ساری دنیا قربان کی جا سکتی ہے۔ جبکہ آپ ہر سلام کا جواب علیحدہ علیحدہ فرمائیں۔ اللہم صل وسلم علیہ۔

لہ ہر نیکی کا اجر کم از کم دس گنا ہے ۱۔ اس کی سند کے راوی حسن کے راوی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص ایک بار درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں یہ اس قاعدہ کے مطابق ہے کہ جو نیکی کرے گا اس کو دس گنا اجر دیا جائے گا یہ کم از کم حساب ہے زیادہ کی کوئی حد نہیں اور اس کے علاوہ فرشتوں کی رحمت کی دعا بھی ہوتی ہے وہ اس حساب سے الگ ہے۔ اور جب فرشتوں پر ہی کیا موقوف ہے جب کہ اللہ تعالیٰ رحمت فرمائیں تو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اس کے لیے (باقی بر صفحہ آئندہ)

۱۲۵

۱۲۸۱ - وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْتَمِسُوا السَّاعَةَ الَّتِيْ تُرْجٰى فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بَعْدَ الْعَصْرِ اِلٰى غَيْبُوْبَةِ الشَّمْسِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

۱۲۸۲ وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرِمْتَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ بَلِيْتَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ

۱۲۸۱۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ آں حضرت نے فرمایا امیدوں کی گھڑی کو جمعہ کے دن عصر کے بعد غروب آفتاب تک تلاش کروؒ (ترمذی)

۱۲۸۲ اوس بن اوس فرماتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا جمعہ تمہارے تمام دنوں سے افضل ہے اسی میں آدم پیدا کئے گئے اسی میں قبض کیے گئے۔ اسی میں صور پھونکا جائے گا اسی میں اٹھنے کا حکم ہوگا۔ اس دن مجھ پر زیادہ صلوٰۃ پڑھو۔ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ حضرت ہماری صلوٰۃ کیسے پیش ہوتی ہے آپ تو بوسیدہ ہو چکے ہوں گے آپ نے فرمایا۔ اللہ نے نبیوں کے جسم زمین پر حرام کردئے ہیں (ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ دارمی دعوات کبیر بیہقی۔)

ف۱ اس کی سند میں محمد بن ابی حمید ضعیف ہے۔ لیکن ابن لہیعہ نے اس کی متابعت کی ہے جس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کا ایک شاہد احمد اور ابن ماجہ میں ابوسعید اور ابوہریرہ کی حدیث ہے جس کی سند حسن ہے اور نسائی اور ابوداؤد اور حاکم نے جابر سے اس مضمون کی روایت کی ہے حافظ ابن حجر نے کہا اس کی سند حسن ہے اور حدیث کا مطلب وہی ہے جو پہلی حدیث میں گزر چکا ہے۔

ف۲ جمعہ کے دن درود کثرت سے پڑھنا: اس کو احمد، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے بھی روایت کی ہے۔ اس حدیث میں دلالت ہے کہ جمعہ کے دن درود شریف زیادہ پڑھنا چاہئے کیونکہ درود بھی بڑی بابرکت چیز ہے اور جمعہ کے روز اس کا اجر اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبر میں زندگی ثابت ہے لیکن وہ زندگی دنیا کی طرح نہیں بلکہ برزخی زندگی ہے اور برزخی زندگی ہر ایک کو حاصل ہے خواہ کافر ہو یا مسلمان لیکن اس برزخی زندگی میں آپس میں بہت فرق ہے۔ شہید کی زندگی اور دوسرے مسلمانوں کی زندگی سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اور شہید کو کچھ راحتیں ایسی دی جاتی ہیں جو اوروں کو نہیں ملتیں اور نبیوں کی زندگی شہیدوں سے بدرجہا اعلیٰ وارفع ہے اور ان کو بعض ایسی خصوصیتیں دی جاتی ہیں جو شہیدوں کو بھی نہیں ملتیں۔ انبیاء کے جسم قبر میں محفوظ رہتے ہیں اور صحیح بھی محفوظ رہتی ہے اور روح کا تعلق جسم سے کامل تر صورت میں ہوتا ہے لیکن بہرحال اس کی ۔۔۔

۱

مولانا محمد اسمٰعیل سلفی اور ان کے شاگرد مولانا محمد سلیمان گیلانی صاحب کا عقیدہ ملاحظہ ہو

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں :

ف:.....یعنی بعد وفات کے تو وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں، کلام اور سلام سنتے ہیں، اعمال امت کی ان پر پیش کئے جاتے ہیں، درود شریف سامنے لایا جاتا ہے، وہ خوش ہوتے ہیں، دعا کرتے ہیں، اگرچہ باقی اہل قبور بھی بر بنائے مذہب صحیح اہل سنت و جماعت سنتے ہیں، مگر یہ سننا ان کا صرف روحانی ہے (یہ علامہ کا اپنا خیال ہے۔ ڈیروی) اور انبیاء کی حیات روحانی اور جسمانی دونوں طرح ہے مگر اس میں اور دنیا کی حیات میں ایک فرق دقیق ہے جس کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا نہ اس کے بیان کی یہاں گنجائش ہے۔ (سنن ابوداؤد شریف مترجم وفوائد حضرت علامہ وحید الزمان رحمۃ اللہ علیہ ناشر: اسلامی اکادمی، ۱۷۔اردو بازار لاہور ج۱ ص۳۹۹)

نیز لکھتے ہیں: ''اور خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی میری قبر کے پاس آکر درود پڑھتا ہے تو میں سن لیتا ہوں اور جو کوئی دور سے پڑھتا ہے تو فرشتے مجھ کو لا کر پہنچاتے ہیں''۔ (لغات الحدیث ج ۲ ص ۴۰ کتاب الدال)

نیز لکھتے ہیں: ''اہل حدیث کے پیشوا حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے صراحۃً سماع موتی ثابت کیا ہے اور بے شمار حدیثوں سے، جن کو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح الصدور'' میں ذکر کیا ہے، مردوں کا سماع ثابت ہوتا ہے، اور سلف کا اس پر اجماع ہے، صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا انکار منقول ہے اور ان کا قول شاذ ہے''۔ (لغات الحدیث ج ۳ ص ۱۶۶ کتاب السین)

نیز لکھتے ہیں: ''اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ دوسری حدیثوں سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، پھر روح پھیر دینے سے کیا مراد ہے۔؟ اس اشکال کو اس طرح رفع کیا گیا کہ گو انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں مگر ان کی ارواح مقدسہ اپنے پروردگار کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہیں، دنیا کی طرف ان کی توجہ نہیں ہے، جب کوئی ان کو سلام کرتا ہے اس وقت ان کی روح ادھر متوجہ ہوتی ہے تو ردِّ روح سے اس کا متوجہ کرنا مراد ہے''۔ (لغات الحدیث ج ۲ ص ۶۳ کتاب الراء)

نیز لکھتے ہیں: ''معلوم ہوا کہ مردے اپنی قبور میں ہمارا سلام اور کلام سنتے ہیں لیکن وہ ہم کو اپنا جواب نہیں سنا سکتے۔ اہل حدیث کا قاطبۃً (یعنی سب کا) یہی قول ہے۔ صرف حنفیہ اور معتزلہ نے سماع موتی کا انکار کیا ہے، ان کے انکار سے کیا ہوتا ہے۔؟ اور تعجب ہے ان اہل حدیث پر! جو لوگوں کو تو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید سے منع کرتے ہیں اور خود جب چاہتے ہیں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد بن جاتے ہیں۔ سماع موتی کی نفی میں ان کے قول سے استدلال کرتے ہیں اور احادیث صحیحہ کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں''۔ (لغات الحدیث ج ۳ ص ۱۵۰ کتاب السین)

نیز لکھتے ہیں: ''اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی تو مردوں کو (یعنی کافروں کو) اسلام نہیں قبول کرا سکتا۔ اس آیت سے سماع موتی کی نفی نہیں نکلتی، جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خیال کیا، کیونکہ اسماع سے یہاں ''سماع اجابت'' مراد ہے جیسے (قرآن مجید میں ہے) وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ میں، اور متعدد احادیث میں سماع موتی ثابت ہے جیسے اوپر ج ۳ ص ۱۵۰ میں گزر چکا۔ اور اہل حدیث کے بڑے بڑے امام جیسے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اسی کے قائل ہیں۔ صرف حنفیہ اور معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ مجمع البحار میں ہے اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی کا معنی یہ ہے کہ تو ان جاہلوں کو نہیں سمجھا سکتا جن کو اللہ تعالیٰ نے جاہل بنایا ہے۔ تو یہ آیت اس حدیث کے خلاف نہ ہوگی۔ (لغات الحدیث ج ۳ ص ۱۶۳ مادہ سم)

نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں: و جملہ اموات از مؤمنین و کفار در حصول علم و شعور و ادراک وسماع وعرض اعمال ورد جواب برزائر برابر اند تخصیص بہ انبیاء و صلحاء نیست۔ (دلیل الطالب ص ۸۴۰) تمام مردے مؤمن ہوں یا کافر حصول علم، شعور، ادراک، سماع وعرض اعمال اور زیارت کرنے والے کے سلام کے جواب کو لوٹانے میں برابر و یکساں ہیں، ان امور میں انبیاء علیہم السلام وصلحائے امت کی تخصیص نہیں۔

نیز نواب صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: در شرح شریف معرفت بغاسل خود وسماع کلام او ثابت است سیوطی در کتاب "شرح الصدور" باحوال الموتی فی القبور گفتہ باب معرفة المیت بمن یغسله ویجهزه و سماعه مایقال فیه و مایقال له الخ (دلیل الطالب ص ۸۲۸) شرع شریف میں مردہ کا اپنے غسل دینے والے کو پہچاننا اور اس کی کلام سننا ثابت ہے، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "شرح الصدور" میں ایک باب قائم کیا ہے کہ مردہ کا اپنے غسل اور کفن دینے والے کو پہچاننا اور مردہ کا سننا اس بات کو جو اس کے بارے میں کہی جائے یا اس کے حق میں کہی جائے۔

نیز نواب صاحب نے حیات انبیاء وسماع علیہم السلام کی احادیث کو صحیح وثابت تسلیم کیا ہے دیکھئے

(نزل الابرار بالعلم الماثور من الادعیة والاذکار ص ۱۶۱ تا ۱۶۳)

فرشتہ درود بھیجنے والے کا نام اور اس کے والد کا نام بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کرتا ہے۔ نواب صاحب فرماتے ہیں: أقول مثال ذلک ان الملک یقول مثلاً ان صدیق بن حسن یصلی علیک ویسلم وان ولده فلان و فلان یصلون ویسلمون علیک اللهم ارزقنا وتقبل منا وصل علینا۔ (نزل الابرار ص ۱۶۲) میں (نواب) کہتا ہوں اس کی مثال یوں ہے کہ فرشتہ یوں کہے کہ نواب صدیق بن حسن آپ پر صلوۃ وسلام عرض کر رہا ہے اور اس کا بیٹا فلاں بن فلاں بھی آپ پر درود وسلام بھیج رہے ہیں۔ اے اللہ ہمیں درود وسلام کہنا نصیب فرما اور ہم سے قبول فرما اور ہم پر رحمت نازل فرما۔

مولانا عبدالستار دہلوی امام غرباء اہل حدیث، حدیث "جب کہ بندہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے پیٹھ پھیر کر جانے لگتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے" کے متعلق فرماتے ہیں: "اس وقت مردے کی سننے کی وجہ یہ ہے کہ جہاں لوگ اس کو دفن کر کے واپس ہوئے، فوراً ہی دو فرشتے منکر ونکیر آ جاتے ہیں، ان کو جواب دینے کے لئے میت کی روح اس کے بدن میں لوٹا دی جاتی ہے، وہ اس کو اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور سوال و جواب شروع کرتے ہیں جیسا کہ سنن کی روایت میں اس کی تشریح موجود ہے"۔

(نصرۃ الباری ترجمہ صحیح بخاری کتاب الجنائز ص ۱۹۳ بحوالہ صحیفہ اہل حدیث پندرہ روزہ کراچی ۱۶۔ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ، ۲۸ ستمبر ۱۹۶۱ء)

نیز حدیث "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کہ میت کو (چارپائی پر) رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ اپنے کندھوں پر اسے اٹھا لیتے ہیں تو میت اگر نیک ہوتی ہے تو وہ کہتی ہے مجھے آگے لے چلو الخ" کے متعلق مفتی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں: "معلوم ہوا جب جنازہ اٹھا کر لے جاتے ہیں تو اس وقت بھی اس کی روح واپس آ جاتی ہے اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں (اور) نہ ہم اس کی آواز سنتے ہیں بس جس طرح اللہ کے رسول صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا آمنا وصدقنا"۔ ۱۲ منہ عفی عنہ (نصرۃ الباری ص ۱۹۷ پارہ: ۵)

(فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص ۱۵۴ ناشر مکتبہ ابو بیہ حدیث محل اے ایم: ۱ کراچی: ۱) میں سوال نمبر: ۲۴۷ کے جواب میں آخری ٹکڑا یوں ہے: "صرف اتنا کہنا، کہ اگر آپ کی قبر پر جا کر درود وسلام پڑھا جائے تو آپ سنتے ہیں"، بے شک ٹھیک ہے۔

مفتی عبدالقہار صاحب لکھتے ہیں:

(۲)...... ہاں فرشتے درود نبی علیہ السلام کو پہنچاتے ہیں۔

(۳)...... جو شخص آپ کی قبر پر جا کر سلام کہتا ہے اس کا سلام آپ خود سنتے ہیں یہاں سے نہیں سنتے۔ کیونکہ فرشتے پہنچانے کے لئے اللہ نے مقرر فرمائے ہیں۔ فقط عبدالقہار غفرلہ (فتاویٰ ستاریہ ج ۴ ص ۹۱)

نیز لکھتے ہیں: ''ہاں نبی علیہ السلام کی قبر پر جا کر درود و سلام پڑھا جائے تو آپ سنتے ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔'' (فتاویٰ ستاریہ ج ۷ ص ۱۱۷، ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ)

۱۵۱

اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربہم الوسیلۃ
ایہم اقرب ویرجون رحمتہ ویخافون عذابہ

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علیٰ نبیہ کہ رسالہ ہدایت انتساب
فائدہ بخش خاص وعام مسمّٰی بہ

حقیقۃ التوسل والوسیلۃ

ورسالہ

تحقیق سماع موتیٰ

مع اضافات جدیدہ

مفسر قرآن و شیخ الحدیث حضرت مولانا الحافظ الحاج ابو محمد عبدالستار

امام جماعت غرباء اہلحدیث

ناشر

ابو عمار عبدالقہار مدرس مدرسہ دارالسلام

محلہ ... کراچی

قیمت ایک روپیہ — ضیاء پریس کراچی

فصل چوتھی سماع موتیٰ کے بیان میں

سماع موتیٰ یعنی مُردے سُنتے ہیں یا نہیں؟ اس کے متعلق دو مذہب ہیں (۱) یہ کہ سنتے ہیں۔ (۲) یہ کہ نہیں سنتے۔

نمبر اول میں پھر دو فریق ہیں (۱) یہ کہ سنتے ہیں لیکن وہ کسی زندہ آدمی کی اعانت کسی طرح نہیں کر سکتے بلکہ خود زندوں کے محتاج ہیں کہ اگر زندہ آدمی اُن کے لئے دعا مانگے، اُن کی طرف سے صدقہ وخیرات کرے تو اُس کا ثواب اُنکو پہنچتا ہے یعنی مُردوں کو زندوں سے نفع ملتا ہے نہ کہ زندوں کو مُردوں سے۔ اس عقیدہ والوں کے ادلہ قرآن وحدیث میں بہت ہیں اور یہی مذہب اہل حدیث یعنی فرقہ محمدی کا ہے جس کی تفصیل آئندہ آوے گی انشاءاللہ۔

(۲) یہ کہ سنتے ہیں اور اُن سے فیض حاصل ہوتا ہے اسی وجہ سے اُنکی قبروں پر سجدہ کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں، پھول چڑھاتے ہیں، نذر و نیاز کرتے ہیں، منتیں مانگتے ہیں، طلب حاجات کرتے ہیں، ہاتھ جوڑے کھڑے رہتے ہیں، طواف کرتے ہیں۔ بڑی تعظیم وتکریم سے ان کا نام لیتے ہیں، مجاور بن کر بیٹھتے ہیں، چراغ بتی جلاتے ہیں، قبروں کو پختہ بناتے ہیں، اس کو اپنا قبلہ سمجھتے ہیں، اُن کے نام کی تسبیح رولتے ہیں، اُن کی قبروں کو بیٹھ نہیں دیتے اسباب نہیں رکھنے دیتے، طرح طرح کی خوشبوؤں سے اُس قبر کو

مزین کرتے ہیں، دھونی رماتے ہیں، کئی کئی منزلوں سے پیدل سفر کر کے آتے ہیں، اُس کی بھینٹ چڑھاتے ہیں، غلاف اُڑھاتے ہیں، اُس سے برکت حاصل کرتے ہیں، اُن قبر والوں کو اپنے لئے مشکل کشا سمجھتے ہیں، اللہ کی جناب میں شفیع اور اُن کو حالت قیمہ دعا کرنے والے خیال کرتے ہیں، خدا سے بھی زیادہ رتبے دیتے ہیں، قبروں کو عیدگاہ میلے ٹھیلے بناتے ہیں حالانکہ یہ جملہ امور شرک و بدعت ہیں۔ اس قسم کے عقیدہ والوں کے پاس نہ تو کوئی آیۂ کریمہ ہے اور نہ کوئی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کوئی قول و فعل نہ ائمہ مجتہدین کا قول و فعل بلکہ نہ الّا الّذی نہ الّا الّذی یعنی نہ تو اہل حدیث ہیں اور نہ پکے حنفی ہیں بلکہ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ یعنی اس قسم کے لوگ جانوروں کے مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔ اس لئے کہ جانور مرفوع القلم ہیں بے عقل ہیں، اللہ کی تسبیح کرتے ہیں، اور یہ حضرت انسان باوجود اشرف المخلوقات ہونے کے اور امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہونے کے پھر اس کو اتنی بھی خبر نہیں کہ کیا کام جائز ہیں اور کیا کام حرام ہیں اس لئے فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ یعنی پھر لوٹا دیا ہم نے اس انسان کو نیچے سے نیچے والے طبقہ جہنم کے میں کہ جہاں پہ کوئی بد سے بد حیوان بھی نہیں جائے گا اسلئے کہ اعمال شرکیہ و کفریہ و بدعیہ کرتا ہے، اللہ و رسول کی شریعت اور احکام کو بدل

معلوم کرتا۔ اس کے متعلق بھی قدرے تفصیل ۲ نمبر میں آئے گی انشاءاللہ

(۲) اس اعتقاد کے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ مُردے نہیں سنتے اور صرف سوال وجواب کے وقت یا یہ کہ پیغمبر صاحبؐ کا معجزہ ہو یہ دونوں ۲ نمبر کے معتقدین ایک ہی امام کے ماننے والے اور ایک ہی مذہب کے نام لیوا ہیں اور سماع موتی میں ہر فریق دوسرے کا مخالف اور سخت دشمن حتی کہ اسلام کے دائرہ سے ایک دوسرے کو نکالنے والا۔ جو علماء اس امر کے قائل ہیں کہ مُردے مطلقاً نہیں سنتے ان کے پاس قرآن وحدیث سے کوئی دلیل اس امر کی نہیں ہے کہ مردے نہیں سنتے اور جہاں کہیں کلام اللہ یا حدیث رسول اللہ میں اس کا ذکر آیا ہے کہ مردے نہیں سنتے اس سے مراد سماع قبول یا سماع انتفاع ہے یعنی ایسا سننا کہ جس سے کچھ فائدہ حاصل ہو اس لئے کہ غرغرہ کے وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے لہٰذا غیر مسلم کو اسلام نفع نہیں دیتا اور مسلم میت بموجب حدیث اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ کے کسی کیلئے باعث نجات نہیں ہو سکتی، نہ دنیوی کام میں نہ اخروی میں۔ اصل غرض عدم سماع سے شارع کی یہی ہے کما ھو مصرح فی کتب التفسیر والحدیث چنانچہ اس بات کا فیصلہ خود علمائے حنفیہ سے اس نمبر کی تفصیل میں مذکور ہوگا انشاءاللہ۔ البتہ اس قسم کے معتقدین اپنے مذہب کی کتابوں کے ضرور پابند ہیں، دگر ہیچ۔

تفصیل نمبر ا یعنی یہ کہ مُردے سنتے ہیں لیکن وہ کسی زندہ آدمی کی

۱۵۵

۸۵

کسی قسم کی اعانت نہیں کر سکتے بلکہ خود زندوں کے محتاج ہیں کیا گر زندہ آدمی اُن کے لئے دعا مانگے، اُنکی طرف سے صدقہ و خیرات کرے تو اُس کا ثواب انکو پہنچتا ہے یعنی مردوں کو زندوں سے نفع ملتا ہے۔

(۱) صحیح بخاری مطبوعہ محمدی کے صـــ۱۸۳ میں ہے حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَخْبَرَہٗ قَالَ اطَّلَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَھْلِ الْقَلِیْبِ فَقَالَ ھَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا فَقِیْلَ لَہٗ تَدْعُوْ اَمْوَاتًا قَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْھُمْ وَلٰکِنْ لَّا یُجِیْبُوْنَ یعنی کہا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جھاں کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اوپر ان کفار کے جو بدر کی لڑائی میں مارے گئے تھے اور گڑھے میں ڈالدیئے گئے تھے، پس فرمایا (ان کفار کی طرف متوجہ کر) کیا پایا تم نے جو وعدہ کیا تھا تم سے تمھارے رب نے سچا پس کہا گیا آپ کے لئے کلام کرتے ہیں آپ مُردوں سے فرمایا آپ نے نہیں ہو تم زیادہ سننے والے اُن سے (فرق صرف اتنا ہے) کہ وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

فائدہ۔ یہ حدیث بڑی پختہ دلیل ہے اس امر پر کہ مردے سنتے ہیں خواہ نیک ہوں یا بد، لیکن سننا اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ جیسا دنیا میں سنتے تھے ویسا ہی سنتے ہوں بلکہ اپنے اپنے اعتبار سے سماعت ہے لیکن سماعت ضرور ہے جیسے ایک شخص سخت بیمار ہے کہ چارپائی سے اُٹھ نہیں سکتا اُس سے کوئی کہے کہ مجھ کو پانی پلا دے تو وہ بیمار کلام تو سُن لیگا مگر اُس کو اُٹھ کر پانی نہیں پلا سکتا اس لئے کہ

۱۵۶

۸۶

خدا نے اس کو سننے کی تو توفیق دے رکھی ہے لیکن اٹھ کر پانی پلانے کی طاقت نہیں دی۔ یا مرنے والا آدمی مرتے وقت دوسروں کی حرکات و سکنات، کلام و گفتگو کو سنتا اور معلوم کرتا ہے لیکن خود کچھ نہیں بول سکتا اور نہ کہہ سن سکتا ہے۔

قسطلانی شرح بخاری میں ہے وَلٰكِنْ لَا يُجِيْبُوْنَ اَىْ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلَى الْجَوَابِ هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى وُجُوْدِ حَيٰوةٍ فِي الْقَبْرِ صَلُحَ مَعَهَا التَّعْذِيْبُ لِاَنَّهٗ بِمَا ثَبَتَ سِمَاعُ اَهْلِ الْقَلِيْبِ كَلَامَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوْبِيْخَهٗ لَهُمْ دَالٌّ عَلٰى اِدْرَاكِهِمْ بِحَاسَّةِ السَّمْعِ یعنی اہل قبور جواب دینے پر قادر نہیں اور یہ اس امر پر دال ہے کہ قبر میں حیات ہوتی ہے (مِنْ اَيِّ وَجْهٍ كَانَ) اور اہل قبر عذاب کی بھی صلاحیت رکھتا ہے اس لئے کہ جب اہل قلیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اور ڈانٹ سنتے تھے تو یہ اس امر پر دال ہے کہ اُن کے حواس میں سننے کا ادراک بھی تھا۔

اور حاشیہ بخاری مطبوعہ محمدی میں حدیث عائشہؓ کی شرح میں ہے، قَالَ الْكِرْمَانِيُّ وَكَانَ حَدِيْثُ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ لَمْ يَثْبُتْ عِنْدَهَا وَمَذْهَبُهَا يَعْلَمُوْنَ مَا سَمِعُوْا قَبْلَ الْمَوْتِ وَلَا يَسْمَعُوْنَ بَعْدَ الْمَوْتِ اِنْتَهٰى قَالَ الْعَيْنِيُّ فِي عُمْدَةِ الْقَارِيْ وَابْنُ حَجَرٍ فِي فَتْحِ الْبَارِيْ هٰذَا مِنْ عَائِشَةَ رَدٌّ عَلٰى رِوَايَةِ ابْنِ عُمَرَ لٰكِنِ الْجُمْهُوْرُ خَالَفُوْهَا وَقَبِلُوْا رِوَايَةَ ابْنِ عُمَرَ لِمُوَافَقَةِ مَنْ رَوَاهُ غَيْرُهٗ وَقَالَ السُّهَيْلِيُّ عَائِشَةُ لَمْ تَحْضُرْ قَوْلَ النَّبِيِّ

صلی اللہ علیہ وسلم وغیرھا ممن حضر احفظ للفظ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واما الآیۃ فانہا کقولہ تعالیٰ افانت تسمع الصم او تھدی العمی ای ان اللہ ھو الذی یسمع ویھدی وقال ابن التین لا معارضۃ بین حدیث ابن عمر والآیۃ لان الموتی لا یسمعون بلا شک لکن اذا اراد اللہ اسماع ما لیس من شانہ السماع لم یمتنع کقولہ تعالیٰ انا عرضنا الامانۃ الآیۃ وقولہ فقال لھا وللارض ائتیا الآیۃ یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ اس بات کی قائل ہیں کہ مردے نہیں سنتے اور وہ استدلال میں اس آیت کو پیش کرتی ہیں (انک لا تسمع الموتی) وہ اس لئے انکار کرتی ہیں کہ حدیث ما انتم باسمع منھم والی ان کے نزدیک ان ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور مذہب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ تھا کہ اہل قبور جانتے ہیں جو قبل موت سن لیا تھا اور مرنے کے بعد نہیں سنتے (کرمانی) اور عینی اور ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ قول عائشہؓ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کے خلاف ہے لیکن جمہور نے حضرت عائشہؓ کی مخالفت کی ہے اور ابن عمرؓ کی روایت کو قبول کیا ہے اسلئے کہ ابن عمرؓ کے غیر سے اسی کے مانند مروی ہے اور سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ عائشہ صدیقہؓ اس وقت حاضر نہیں تھیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ مقولہ فرمایا تھا پس غیر ان عائشہؓ کا جو حاضر تھا وہ زیادہ یادداشت رکھنے والا ہے واسطے روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور لیکن آیت (جو خلاف واقع ہوئی ہے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسکا مطلب یہ ہے) مانند کہنے اللہ تعالیٰ کے کیا پس تو سنا سکے گا بہروں کو

بار راہ دکھا سکے گا اندھوں کو یعنی اللہ ہی ایسا کر سکتا ہے (اسی طرح اہل قبور کو اللہ ہی سناتا ہے، آپ کے بس کا یہ کام نہیں ہے) اور کہا ابن تین نے نہیں معارضہ ہے درمیان آیت اور حدیث کے اس لئے کہ مُردوں میں خود بنفسہ طاقت سننے کی نہیں ہوتی لیکن جب اللہ پاک کسی کے سنانے کا ارادہ کرتا ہے جس کی شان سے سننا نہیں پایا جاتا تو کوئی طاقت اسکو نہیں روک سکتی۔ اور یہی بات صحیح ہے مانند کہنے اللہ تعالیٰ کے کہ ہم نے پیش کیا تھا اس امانت کو (یعنی قرآن کو) اوپر پہاڑوں کے الخ اور مانند کہنے اللہ تعالیٰ کے فرمایا واسطے اس کے اور زمین کے آجاؤ تم الخ۔ تکملۃ ص ۔ یہ تینوں عالم مذہبی ہیں کہ جن کے مذہب میں سماع موتے ثابت نہیں لیکن یہ منصف علماء کا قاعدہ ہوتا ہے کہ وہ حدیث کے آگے اپنے تمام ہتھیار باطلہ ڈال دیتے ہیں اور حق امر کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ یہی حال متاخرین میں سے مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا تھا نفعنا اللہ عنھم۔ اور یہی بات بعض متقدمین و متاخرین کتب حنفیہ میں پائی جاتی ہے کہ جو بات مذہب حنفیہ کی خلاف حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتی ہے اس کی کسی جگہ کھلے لفظوں میں تردید کر دیتے ہیں کہیں اشارہ کر جاتے ہیں، کہیں تحقیق سے کام لیتے ہیں۔ کہیں بوجہ مرض تقلید اس کے خلاف بھی کر جاتے ہیں۔ چونکہ یہ مسئلہ خلاف مذہب حنفیہ ہے یعنی ان کے ہاں سماع موتی ثابت نہیں اس لئے وہ حضرات اس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاویل بیجا کرتے ہیں اور اسی طرح

۱۵۹

۸۹

ہر وہ حدیث کہ جس میں سماع موتے ثابت ہو کہیں ضعیف کہکر ٹالدیتے ہیں کہیں معجزہ کی قید لگا دیتے ہیں، کہیں خصوصیت بتا دیتے ہیں کہیں صرف سوال وجواب کے وقت کی قید لگا دیتے ہیں۔ لیکن در حقیقت انصاف اور عدل کی بات یہی ہے کہ یہ سب امور ان کو اس وجہ سے کرنے پڑتے ہیں کہ اُن کے مذہب میں سماع موتے جائز نہیں ہے۔

احادیث کو دیکھیں تو اپنے مطلب میں صاف پاویں کہ سماع موتی ثابت ہے۔ ایک موٹی سی بات ہے کہ اس حدیث ابن عمرؓ میں جو علماء حنفیہ خاصہ کی قید لگاتے ہیں کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا اسکی دلیل ہم شرعاً پوچھتے ہیں کیا ہے؟ ہم یقیناً کہتے ہیں کہ اسکی دلیل علماء حنفیہ شرع محمدی سے کچھ نہیں دیسکتے اور جو قول عائشہؓ یا آیت وغیرہ سے استدلال کرکے کہتے ہیں اسکا وہ مطلب نہیں جیسا کہ تفصیل نمبر ۲ میں معلوم ہوگا انشاءاللہ۔

یہ ایک روایت صحیح بخاری کی اس امر میں نقل کی گئی ہے باقی صحیح مسلم و ترمذی وغیرہا کی روایتیں اہل قبور پر سلام کرنے کی آچکی ہیں و نیز اہل قبور کے جواب دینے کی۔ اور خفق نعال کی جو روایات طرق کثیرہ صریحہ صحیحہ سے کتب حدیث میں مروی ہیں۔ ان احادیث کی مخصص کوئی آیت یا حدیث نہیں ہے جیسا کہ حنفیہ کرتے ہیں کہ صرف سوال وجواب کے وقت جوتی کی آہٹ معلوم کرتے ہیں پھر نہیں۔ پھر نہیں کے لئے دلیل شرعی چاہیے اور کوئی آیت یا حدیث سوائے رائے یا قیاس کے اس امر میں نہیں ہے اور وہ کسی محقق کے نزدیک مسلم نہیں۔ اور جو علماء حنفیہ ان سلام والی

۱۶۰

۹۰

روایتوں کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس سلام کا جواب فرشتے دیتے ہیں، یہ بے ثبوت بات ہے۔ سلام تو کیا جائے اہل قبور کا نام لیکر اور جواب دیں فرشتے، آخر اس کیلئے کونسی دلیل شرعی ہے سوائے قیاس و رائے کے جو کسی مسلم کے نزدیک صریح صحیح احادیث کے مقابلہ میں مقبول نہیں ہو سکتے۔

غرض یہ مسئلہ اپنے بارے میں صاف ہے کہ مُردے واہل قبور جتنا خدا چاہتا ہے سنتے ہیں۔ اور جو اس کے متعلق نہ سننے کے قائل ہیں و تا دیلات بیجا کر کے اصل مطلب بگاڑتے ہیں اور اُس کے سمجھنے کے لئے اتنا غور اور درکار ہے کہ ہر مسلم کے نزدیک ان کا ثواب و عذاب مسلم ہے۔ جب ثواب و عذاب مسلم ہے تو صرف یہ نزاع رہا کہ آیا روح جسم میں رہتی ہے یا علیحدہ، سو اسمیں تفریق ہے۔ بعض کہتے ہیں صرف سوال و جواب کے وقت لوٹائی جاتی ہے پھر مار دیئے جاتے ہیں یعنی روح کا تعلق بالجسم ایسا نہیں رہتا سو یہ کچھ مضر نہیں روح خواہ علیین میں رہے یا سجین میں جب ثواب و عذاب ہوگا اور بدن کو وہ تکلیف محسوس ہوگی تو لازمی امر ہے کہ روح و بدن ہر دو کو اسکا احساس ہوگا اور یہی بات از روئے عقل بھی ہونی چاہئے کہ ثواب روح و بدن دونوں کو ہو اسی طرح عذاب بھی اس لئے کہ دنیا میں کاسب ہر دو تھے اور جملہ جَزَآءً بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بھی اسی کا مؤید ہے۔

پس جب کہ مسلم طور پر ثواب و عذاب کے مستحق وہ ہیں اور قیامت تک ثواب و عذاب کے تعلقات کا حس انکو معلوم ہوتا ہے تو پھر کونسی چیز اُن کو اس امر سے مانع ہے کہ وہ سلام کا جواب نہ دیسکیں یا سماع موتی

۱۶۱

۹۱

ثابت نہو باوجودیکہ مسلمہ طور پر منکر ونکیر کے سوال کے وقت مانعین اسکو تسلیم کرتے ہیں۔ پس فیصلہ ہوا بعد تسلیم کونسی حدیث صحیح ایسی آئی ہے کہ جس میں اس بات کا ذکر ہو کہ وہ پھر نہیں سنتا صرف سوال وجواب کے وقت ہی سنتا ہے، حالانکہ احادیث صریحہ صحیحہ اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ سنتا ہے اور اسی واسطے سلام کرنا آیا ہے اور اُس کے جواب دینے کی بھی حدیث آچکی ہے۔ اور جو علماء بجائے اہل قبور کے فرشتوں کے جواب دینے کو تسلیم کرتے ہیں وہ بے دلیل بات ہے شریعت کا مسئلہ نہیں، اپنی طرف کا منگھڑت جواب ہے۔

مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی کا عقیدہ۔ جمال مصطفی ص ۲۰۷ کا فوٹو ملاحظہ کریں۔

۲۰۷

بخدا کے نزدیک اس کے لئے دس درجے ہ:

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً ۔ (ترمذی)

"بہت نزدیک لوگوں کے ساتھ میرے دن قیامت کے اکثر ان کے

ہیں مجھ پر درود پڑھنے والے"

یعنی مجھ پر کثرت سے درود پڑھنے والے قیامت کے دن سب لوگوں سے

زیادہ میرے نزدیک ہوں گے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فرشتے درود پہنچاتے ہیں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔

اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِى الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِىْ مِنْ اُمَّتِى السَّلَامَ۔

"تحقیق اللہ کے کتنے فرشتے ہیں پھرنے والے زمین میں پہنچاتے ہیں مجھ

کو میری امت کی طرف سے سلام" (مشکوٰۃ شریف)

معلوم ہوا۔ کہ جو متبع سنت شمع رسالت کا پروانہ بڑی محبت اور خلوص سے

حضورؐ پر سلام پیش کرتا ہے۔ فرشتے اس کو لے جا کر حضورؐ کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔

اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ فرشتے اس کا نام بھی بتاتے ہیں۔ مثال کے طور

پہ فرشتے حاضر ہو کر یوں عرض کرتے ہیں۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔ عاجز مسکین محمد صادق

ابن شمس الدین سیالکوٹ سے یعرضک السلام۔ خدمت اقدس میں سلام عرض کرتا

ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى ۔

حضورؐ ہر جگہ حاضر نہیں فرشتوں کے درود و سلام پہنچانے سے یہ بات بھی ثابت ہوئی۔ کہ حضورؐ بعض نظر نہیں ہیں۔ جیسا کہ

۱۵

مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی لکھتے ہیں: اسی طرح قرآن مجید میں ہے "اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی" (تم مردوں کو نہیں سناتے) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت سے سماع موتی کی نفی کی ہے مگر جس وقت یا جس لفظ کو اللہ تعالی چاہے پہنچادے، اب تخصیص میں مورد پر اقتصار چاہئے۔ حدیث بخاری میں ہے کہ دفن کے بعد آدمی لوٹتے ہیں تو قبر والا جوتوں کی آواز سنتا ہے، یہ وقتی خصوصیت ہے۔ اسی طرح بعض روایتوں میں ہے "سلام کو صاحب قبر سنتا ہے"۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مروی ہے "اگر آپ کی قبر کے پاس درود پڑھا جائے تو آپ سنتے ہیں"۔

(الاصلاح حصہ اول ص۹۱ بار اول مطبوعہ: حجازی پریس لاہور ۱۰۔ محرم ۱۳۶۰ھ)

نیز لکھتے ہیں: "جواب: انبیاء علیہم السلام برزخ میں زندہ ہیں، یہ زندگی برزخی ہے نہ کہ دنیوی۔ انبیاء علیہم السلام برزخ میں زندہ بلکہ سب لوگ زندہ ہیں۔ اسی لئے تنعیم وتعذیب کی صورت ہے۔ حدیث "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری) اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو منکر قرار دیا ہے۔ اور حضرت موسی علیہ السلام کی نماز پڑھنے کی روایت کا تعلق بھی عالم برزخ سے ہے نہ کہ دنیا سے اور حدیث مسلم میں ہے۔ "اور قبر کے پاس درود پڑھنے سے آپ سنتے ہیں" اس حدیث کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے اس کی سند جید ہے مگر اس میں ایک راوی عبد الرحمن بن اعرج ہے، جو مجہول الحال ہے مگر درود قبر کے پاس سننے میں بحث نہیں۔ (مولانا حافظ گوندلوی الاعتصام جلد: ۲ شمارہ: ۸ بحوالہ فتاوی علمائے حدیث ج۹ ص ۱۲۵ تا ۱۲۶)

مولانا حکیم ایچ صمصام صاحب اپنے نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں: ؎

کہاں جدا السلام علیکم میں نزدیک روضے دے ۔۔۔ سنے خود اپنی کنیں سید الابرار ہو چلئے
کیہا جدا السلام علیک ایہا النبی میں نے ۔۔۔ آوازاں میریاں رب نے نبی دے کنیں پادتیاں

(گلدستہ صمصام ص۱۰، ۱۱ ناشر: ملک سنز تاجران کتب کارخانہ بازار فیصل آباد)

کیہا جدا السلام علیک ایہا النبی میں نے

آوازاں مہریاں رب نے نبی دے کنیں پاوتیاں

(گلدستہ صمصام ص: ۱۰، ۱۱ ناشر: ملک سنز تاجران کتب کارخانہ بازار فیصل آباد)

۱۴۴

مسماۃ [illegible] صمصام عفا اللہ عنہ

مجموعہ حقوق بحق ناشر ملک سنز محفوظ ہیں

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا

الحمد للہ کہ رسالہ ہدایت مقالہ

در نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

المسمّیٰ بہ

گلدستہ صمصام

• سرکار دا دربار • شمع روئے محمد • پھل جھڑیاں

• رحمت دی بارش • امتاں دا لاڑا • گنہگار دا حج

• نال جیلناں [illegible] تہاڈا • نام محمد والا کا ہے ٹھار دا

مصنفہ حکیم ملک صمصام مرحوم و مغفور ستیانہ بنگلہ فیصل آباد

ناشر

ملک سنز تاجران کتب کارخانہ بازار فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرشار ہو چلئے

مدینے دی محبت وچ دلا سرشار ہو چلئے ۔ جنھوں لوکی شفا پاون اسیں بیمار ہو چلئے
میں صدقے جس جگہ سردار دو عالم دے پھردے ۔ اوہناں نورانی گلیاں وچ چلو اک وار ہو چلئے
خدا دے گھر دے گردا گرد پھر پھر کے گناہ جھاڑیے ۔ چلو ہن روضۂ جنت دے بھی حقدار ہو چلئے
نبیؐ پاک دا محراب تے منبر اکھیاں سے تکیئے ۔ گناہاں دی تپش اُتے ٹھنڈے ٹھار ہو چلئے
گناہاں والی کالک نے کیتا ہے دل تے منہ کالا ۔ زیارت روضۂ انور تھیں پر انوار ہو چلئے
اوہ مسجد ہے کہ بیڑا ہے محمدؐ ہے ملاح جسدا ۔ ہووے قسمت تے پہلے پور چڑھ کے پار ہو چلئے
مکاں نالوں مکیں دا مرتبہ عالی جہاں جانے ۔ اوتھے آرام فرماوے میری سرکار ہو چلئے
اوہ جسدے قدم فرشاں توں چلے تے عرش تک پہنچے ۔ شفاعت دا وسیلہ قبر دا دیدار ہو چلئے
اشارہ جسدی انگل دا قمر نوں کر گیا ٹکڑے ۔ مدینے وچ اوسے سرکار دا دربار ہو چلئے
کہاں جد السلام علیکم میں نزدیک انہاں دے ۔ سنے خود آپ کنیں سیدالابرار ہو چلئے
کوئی جاوے نہ جاوے اوہ سمجھے اپنی اپنی مرضی ہے ۔ اسیں صمصام اپنے پیر دے دربار ہو چلئے

سلام آکھاں

بحمد اللہ میں آپے جا کے سرورؐ نوں سلام آکھاں ۔ دُرجِ الوریٰ دل اطہر مطہر نوں سلام آکھاں
ہوا کے سے بجائیں سنیہا قدمنداں دا ۔ میں حاضر ہو کے خود اپنے پیغمبر نوں سلام آکھاں
سلام آکھاں جنہوں سرکار نے فلکیں بلایا سی ۔ شفیع المذنبین دنیا دے جوہر نوں سلام آکھاں

سلام آکھاں جو آدمؑ تا لوں پہلاں رحمتاں بنیاں — تے آدمؑ دی نسل ساری تھیں بہتر نوں سلام آکھاں

سلام آکھاں جو انگلی نال چند نوں کر گیا ٹکڑے — میں اس خوش رحمتے خوش نوں تے خوش تر نوں سلام آکھاں

سلام آکھاں جیہدی اُمت زمانے تھیں نرالی اے — اوہ سب بلند ندے افضل نوں تے بہتر نوں سلام آکھاں

جیہدے پچھے تھیں نہراں وچ مُراداں نے چلائیاں سن — میں اُس رحمت تے برکت نوں تے مہتر نوں سلام آکھاں

جو ماراں کھا کے دشمن تھیں ہدایت دی دعا منگدا — میں اُس اُلفت دے پتلے نوں بہادر نوں سلام آکھاں

کفاراں نے جیہنوں مجبور کر کے کڈھ دِتا مکیوں — میں اُس مظلوم گھر چھڈ گئے مہاجر نوں سلام آکھاں

فتح مکہ دے دن جس نے معافی کفر نوں بخشی — میں اس دریائے رحمت دے شناور نوں سلام آکھاں

کوئی جاوے کسے پاسے میرا اپنی دل پسندی اے — مگر صمصام میں تے اپنے رہبر نوں سلام آکھاں

ٹھنڈاں پا دِتیاں

۲۳ دسمبر ۱۹۷۴ء کو جہاز انگلستان میں لکھی گئی

مدینے دی زیارت نے کلیجے ٹھنڈاں پا دِتیاں — تمامی دل دیاں مرضاں بحمداللہ گوا دِتیاں

نظر آیا جدوں گنبد ہراں میلاں توں جلوہ مدینے دا — اکھاں بھکھیاں نوں اس گنبد نے بھکھاں مُکا دِتیاں

میں مسجد نبوی وچ مزا آیا درُوداں دا سلاماں دا — جو رُتیاں دل دیاں چُھپیاں سی نظر کرنے جگا دِتیاں

ہوئی حاضری مسجد وچ باب مجیدی تھیں — اکھاں ٹھریاں نے زینت کلیجے ٹیساں لا دِتیاں

خدا شاہد جو ترکاں نال انہاں عمر ساری کر کے — جنہاں نوں سوہنے حرم نبوی سندیاں رونقاں چا دِتیاں

پہاڑ اُحد دیاں جے تکیاں تاں آمدی سید بہت پھیلاں — جیہدے اندر نبی پاک نے عمراں لنگھا دِتیاں

جیہدے بلد شریں تے سجدے کیتے سرکار نے سجدے — اوہ پتھر جا بجا بل پیشانیاں میلاں دکھا دِتیاں

تاں ٹھنڈا ہی دل پاڑ دا شان نبوی تھیں — جیہڑے سرکار نے زندگی دیاں گھڑیاں وہا دِتیاں

کیہا جا السلام علیک ایہا النبی میں نے — آوازاں میریاں سنیاں نبیؐ نے کنیں پا دِتیاں

نبی دے گھر تے منبر دے وچکار کیاری جنت دی — خدا دا شکر جنہے اس وچ گھڑیاں لنگھا دِتیاں

تیری قسمت کا شہرہ ہو گیا صمصام ملکاں تے — کر ایسے بیٹھ کے سجدیاں آسا لے ہنجواں پا دِتیاں

مولانا محمد اعظم صاحب لکھتے ہیں: "قبر نبوی ﷺ مدفن رحمۃ للعلمین: مسجد نبوی ﷺ میں نماز دوگانہ تحیۃ المسجد پڑھ کر پھر قبر مصطفی ﷺ پر انتہائی ادب اور عقیدت سے درود وسلام پڑھے۔ حدیث شریف میں ہے: "مامن احد یسلم علی الا رد اللہ روحی حتی ارد علیہ السلام" جب کوئی شخص مجھ پر سلام کہتا ہے تو اللہ تعالی میری روح لوٹا دیتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب اسے لوٹا دیتا ہوں"۔

(حج مسنون ص ۵۳ تا ۵۴ ناشر: مدرسہ تعلیم القرآن جامع مسجد رحمانیہ اہل حدیث نزد کیمپ نمبر ۲ فاروق گنج گوجرانوالہ)

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (المتوفی ۱۹۱۹ء/ ۱۳۳۸ھ) نے (حسن البیان صفحہ ۷۲ تا ۷۳) میں سماع موتی کے مسئلہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سماع موتی والی کو ترجیح دی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تردید کی ہے۔

مولانا احمد حسن دہلوی "تنقیح الرواۃ" اور "احسن التفاسیر" میں بھی سماع موتی کو ترجیح دیتے ہیں۔

ان چند علمائے اہل حدیث کا ذکر راقم الحروف نے کر دیا ہے جو حضرت شاہ صاحب گجراتی کے ہاں اہل حق ہیں۔ نیز غیر مقلدین کی نئی نسل تشدد کی بناء پر تباہی کا راستہ اختیار کر رہی ہے، شاید یہ حوالے ان کی ہدایت کا ذریعہ بن جائیں۔ "اِنۡ اُرِیۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ ط وَمَا تَوۡفِیۡقِیۡۤ اِلَّا بِاللّٰہِ"۔

مولانا محمد یوسف صاحب سنت پوری غیر مقلد لکھتے ہیں: "سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک نوجوان عابد زاہد مسجد میں رہتا تھا، کسی عورت کی نیت بد اس کی طرف ہوئی، اور چند روز کی انتھک کوشش سے اس کو اپنے جال میں پھنسا ہی لیا، اس کو کوٹھڑی میں لے جانے کا ارادہ کرتی ہے۔ اس نوجوان کو آیت "اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا اِذَا مَسَّہُمۡ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیۡطٰنِ تَذَکَّرُوۡا فَاِذَا ہُمۡ مُّبۡصِرُوۡنَ" آتی ہے، اور بے ہوش ہو کر گر جاتا ہے، بہت دیر کے بعد جب ہوش آتا ہے، تو پھر یہی آیت پڑھ کر اس پر اس قدر خوف طاری ہوتا ہے کہ اس دفعہ بے ہوشی کے عالم میں روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔ رات کا وقت تھا، حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو اطلاع نہ ہوئی۔ لوگوں نے رات ہی سپرد خاک کر دیا۔ صبح سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی، تو اس کے باپ سے تعزیت وتسکین کر کے مجمع کثیر کے ساتھ اس نوجوان کے قبر پر نماز جنازہ پڑھ کر اس نوجوان کو خطاب کر کے آواز دی اور کہا "وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ"۔ فوراً قبر کے اندر سے آواز آئی "مجھے میرے مالک نے وہ دو جنتیں دو دو دفعہ عطاء فرما دی ہیں۔" (خطبات محمدی بحوالہ ابن کثیر وابن عساکر کفضائل الشیخین باحادیث رسول الثقلین ص ۴۷ ج ۲)

(تفسیر ابن کثیر عربی ص ۲۷۹ ج ۲) میں یہ واقعہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کی تاریخ کے حوالہ سے اسی آیت مذکورہ کے تحت نقل کیا ہے۔ یہ آیت (اعراف: ۲۰۱) میں آتی ہے۔

صاحب شمس التواریخ لکھتے ہیں کہ: "حضرت شیر خدا علی المرتضی رضی اللہ عنہ، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کو گئے تو صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے علی! تم ہی مجھے غسل دینا اور تم ہی کفن پہنانا، اس سے فارغ ہو کر میرا جنازہ روضہ اطہر کے پاس دروازہ پر لے جانا، اگر دروازہ خود بخود کھل جائے تو آنحضرت ﷺ کے پاس دفن کرنا، ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا"۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اس ہدایت کے مطابق ہم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جنازہ روضہ مطہرہ اقدسہ کے دروازہ پر رکھ دیا اور عرض کی، یا رسول اللہ! آپ کا یار غار ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے جوار میں دفن ہونے کا امیدوار ہے، اسی وقت دروازہ خود بخود کھل گیا اور یہ آواز آئی "ادخلوہ وادفنوہ کرامۃ" اس کو داخل کرو اور عزت سے دفن کرو"۔ (فضائل الشیخین ص ۱۱۲ ج ۱، فضائل صدیق رضی اللہ عنہ)

پس شنیدم گوینده را که میگوید داخل کنید محبوب را بسوئے محبوب۔

(واقعہ دفن صدیق اکبر در روضہ مطہرہ) فتاوی عزیزی ص ۶۹ ج ۲)

پس بولنے والے کو میں نے سنا کہ کہہ رہا تھا: ''داخل کرو محبوب کو اپنی محبوب کی طرف''۔

تفسیر کبیر سورۃ کہف میں ہے ''ادخلوا الحبیب الی الحبیب'' (دوست کو دوست کی طرف داخل کرو)

حضرت شاہ صاحب گجراتی اوران کے حواریوں کے چند کمالات

حضرت شاہ صاحب گجراتی کے سرپرستی میں گجرات سے ایک رسالہ جاری کیا گیا جس کا نام ''صراط مستقیم'' رکھا۔ کچھ مدت اسی نام سے شائع ہوتا رہا۔ پھر اچانک اس کا نام ''الصراط المستقیم'' ہوگیا اور اسی نام سے کچھ مدت چلتا رہا ہے، پھر اس کا نام ''نغمۂ توحید'' رکھا گیا اور ''صراط مستقیم'' اور ''الصراط المستقیم'' سے منہ موڑ لیا اور گویا صراط مستقیم کو دل سے ناپسند کرتے ہوئے صرف زبانی طور پر نغمے توحید گائے جارہے ہیں۔ آئندہ کا خدا تعالیٰ کو علم ہے کہ اس کا پھر کیا نام تجویز ہوگا، جس طرح شاہ صاحب گجراتی نے کئی عقیدے بدلے ہیں اور دل کا اطمینان حاصل نہیں ہوا اسی طرح رسالہ کا نام رکھنے پر بھی شاہ صاحب نے کئی قلابازیاں کھائی ہیں۔ ہماری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم سے نہ ہٹائے آمین۔ اب آیئے اس رسالہ کا مطالعہ کریں جس کو حضرت شاہ صاحب نے جاری کرایا ہے، اس میں کیا کیا صراط مستقیم کے موافق باتیں لکھی گئی ہیں اور کون سے توحید کے نغمے گائے گئے ہیں۔؟

<u>کمال نمبر ۱</u>: مولانا محمد طاہر پنج پیری کے حالات میں محمد افضل صاحب ضیاء لکھتے ہیں: ''آٹھواں مناظرہ'' میانوالی میں عبداللہ چکڑالوی سے ہوا، بفضل اللہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ (پنج پیری) جیت گئے۔ (صراط مستقیم ص ۶۴ رجب ۱۴۰۸ھ مطابق مارچ ۱۹۸۸ء) ضیاء صاحب نے پتہ نہیں یہ واقعہ اپنے کس کذاب رہنما سے سنا ہے یا خود ہی فن کذب میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔؟ کیونکہ عبداللہ چکڑالوی کی وفات ۱۳۳۴ھ میں ہوئی ہے۔ دیکھئے نزہۃ الخواطر ص ۲۹۱ ج ۸ اور انگریزی سن اور تاریخ کے لحاظ سے ۱۹۱۵ء میں اس کی وفات ہوئی ہے، جب کہ ضیاء صاحب مولانا پنج پیری صاحب کی پیدائش کا تذکرہ یوں کرتے ہیں: ''۱۹۱۳ء یا ۱۹۱۵ء میں اس بستی کے ایک معزز زمیندار گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا جو بڑا ہوکر شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد طاہر کے نام سے دنیا میں معروف ہوا''۔ (صراط مستقیم ص ۵۹)

اب ۱۹۱۳ء یا ۱۹۱۵ء میں پیدا ہونے والا بچہ کس طرح عبداللہ چکڑالوی سے مناظرہ کرسکتا ہے جو ۱۹۱۵ء میں فوت ہوگیا تھا۔؟ جب کہ ضیاء صاحب لکھتے ہیں: ''پہلا مناظرہ ۱۹۴۱ء میں توروڈھیر ضلع مردان (موجودہ صوابی) میں ہوا۔ سبب مناظرہ'' نذر کی گائے'' تھی، جسے بابا صاحب کے مجاور فروخت کر رہے تھے، حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ (محمد طاہر) نے خریدار سے فرمایا: ''یہ حرام ہے''۔ مناظرہ ہوا، آپ جیت گئے''۔ (صراط مستقیم ص ۶۳)

ضیاء صاحب کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ ''مولانا محمد طاہر کے مناظرہ کا آغاز ۱۹۴۱ء سے شروع ہوا''۔ تو عبداللہ چکڑالوی (المتوفی ۱۹۱۵ء) سے آٹھواں مناظرہ کس طرح ہوگیا تھا۔؟ اس لئے ضیاء صاحب نے اپنے جھوٹ پر پردہ ڈالتے ہوئے آٹھویں مناظرہ کی تاریخ نہیں لکھی جب کہ باقی ساتوں مناظروں کی تاریخ لکھی ہے۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ دیتے ہیں یہ دھوکہ بازی گر کھلا

کمال نمبر ۲: مولوی محمد حسین ہزاروی ناظم نشر و اشاعت جمعیت اشاعت التوحید والسنہ پنجاب دیکھئے (صراط مستقیم شوال ۱۴۰۷ھ ص ۱۰) لکھتے ہیں:

''حضرت قاری (محمد طیب) صاحب نے تمام علماء کرام کو دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی مدعو کیا اور وہاں حضرت شاہ صاحب (گجراتی) کی نمائندگی حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نے فرمائی، اور فریقین کے مابین معاہدہ پر دستخط ہوئے۔ جب حضرت قاری صاحب، شاہ صاحب سے ملنے آئے تو حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے فرمایا: ''قاری صاحب نے میراث تقسیم کردی، میں تو ان دستخطوں کو نہیں مانتا''۔ جب حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے کھل کر مسئلہ حیات النبی ﷺ پر بحث کی، اور قرآن مجید کی آیات مبارکہ اور احادیث صحیحہ سے دلائل و براہین کے ساتھ مسئلہ بیان فرمایا تو حضرت قاری صاحب فرمانے لگے'' آپ نے تو علمائے دیوبند کے صحیح اور احسن مسلک کو بیان کردیا، آپ کا ماتھا چوموں کہ پاؤں۔؟ آپ حق پر ہیں''۔ اور دوبارہ تحریر فرمایا کہ: حضرت شاہ صاحب صحیح دارالعلوم دیوبند کے خادم ہیں، جاتے ہوئے شاہ صاحب کی چھڑی تحفۃً لے گئے کہ دیوبند رکھوں گا''۔ (الصراط المستقیم ص ۴۰ یکم رمضان ۱۴۰۹ھ) یہ شخص مولوی محمد حسین بہت بڑا کذاب ہے، اور بہتان باندھنے میں ماہر نظر آتا ہے۔ معاہدہ کے بعد حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ چل کر شاہ صاحب گجراتی کے پاس نہیں آئے تھے بلکہ شاہ صاحب گجراتی خود فرماتے ہیں: ''چند دنوں کے بعد قاری محمد طیب رحمہ اللہ لاہور پہنچے تو میں بھی مولانا محمد امیر بندیالوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمہ اللہ اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کو ساتھ لے کر لاہور پہنچ گیا''۔ (ماہنامہ نغمہ توحید گجرات ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ جلد نمبر: ۱ شمارہ نمبر: ۴ ص ۵۲) اب یہ دونوں متعارض باتیں شاہ صاحب گجراتی کے اس رسالے میں شائع ہوئی ہیں جو شاہ صاحب گجراتی کی زیر نگرانی و زیر سرپرستی جاری و ساری ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس تحریر میں کئی جھوٹی باتیں موجود ہیں مثلاً:

(۱)...... شاہ صاحب گجراتی کا حضرت قاری محمد طیب رحمہ اللہ کے سامنے دلائل بیان کرنا۔

(۲)...... پھر قاری صاحب رحمہ اللہ کا شاہ صاحب گجراتی کے نظریہ کو علمائے دیوبند کا صحیح نظریہ قرار دینا۔

(۳)...... پھر یہ کہ حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کا شاہ صاحب گجراتی کو یہ فرمانا کہ'' آپ کا ماتھا چوموں یا پاؤں چوموں''۔ حالانکہ چومنے والے پوچھا نہیں کرتے، بلکہ وہ کر ہی گزرتے ہیں۔

(۴)...... پھر دوبارہ تحریر کرنا کہ حضرت شاہ صاحب گجراتی صحیح دارالعلوم دیوبند کے خادم ہیں۔

(۵)...... پھر شاہ صاحب کی چھڑی تحفۃً لے جانا۔ کیا دیوبند میں چھڑی مکھیاں اڑانے کے لئے ضرورت تھی۔؟ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں۔

جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں ان کی باتوں کا اعتبار نہیں

شاہ صاحب گجراتی کے عقیدے کی وضاحت اور قاری صاحب کی تحریر پر رضامندی کا ذکر پہلے بہت تفصیل سے گزر چکا ہے۔

کمال نمبر ۳: مولوی محمد حسین ہزاروی لکھتے ہیں: ''بقول حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمہ اللہ، آخری دنوں میں (حضرت لاہوری رحمہ اللہ) باربار فرماتے کہ'' شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان اور حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری کے عظیم کارنامے ہیں، لاکھ احمد علی رحمہ اللہ ہوں تو بھی غلام اللہ بھاری ہے''۔ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ

خان رحمۃ اللہ علیہ نے جیل روڈ پر مسئلہ حیات النبی ﷺ پر تقریر کی۔ حضرت بنفس نفیس سنتے رہے اور بعد میں فرمایا: ''حضرت اس مسئلہ میں میرا آپ کے ساتھ اتفاق ہے مگر اس مسئلہ کو عوام کے سامنے بیان کرنا اچھا نہیں سمجھتا''۔ صرف اس اظہار کے لئے مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ جیل روڈ گئے''۔ (الصراط المستقیم گجرات یکم رمضان ۱۴۰۹ھ ص ۳۹ تا ۴۰)

الجواب: مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ پر ایک جھوٹی بات کی تہمت لگائی گئی ہے ان کے مرحوم ہو جانے کے بعد، جب کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ واضح تھا جس کا بیان ''خدام الدین'' کے حوالہ سے گزر چکا ہے، جس میں منکرین حیات النبی ﷺ کو وہ دل کا اندھا شمار کرتے ہیں۔ اور جون ۱۹۶۰ء میں حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ صاحب گجراتی کو مسئلہ حیات النبی ﷺ میں نزاع ختم کرنے کے لئے مبادی طے کرنے کے لئے لاہور میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آنے کی دعوت دی۔ دیکھئے (ماہنامہ تعلیم القرآن ماہ جولائی اگست ۱۹۶۰ء ص ۱۰) مگر جب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چلا کہ مولانا عنایت اللہ شاہ اور ان کے ساتھی ان کی مسجد میں آرہے ہیں تو انہوں نے مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ ''یہ لوگ میری مسجد میں نہ آئیں، بلکہ اپنے پاس نظام العلماء کے دفتر میں ان کو دعوت دے کر بٹھا کر گفتگو کرو''۔ جس کی وجہ سے مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے ان حضرات کو پھر خط کے ذریعے دفتر نظام العلماء میں آنے کی دعوت دی مگر یہ حضرات حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں حاضر ہوئے اور ان سے گزارش کی کہ ''مولانا غلام غوث نے ہمیں یہاں شیرانوالہ کی جامع مسجد میں حاضر ہونے کی دعوت دی تھی اب ہم ان کی دعوت پر حاضر ہو گئے ہیں مگر ان حضرات میں سے کوئی بھی یہاں موجود نہیں''۔ تو حضرت مولانا (لاہوری) مدظلہ نے ان کی درخواست پر آدمی بھیج کر آپ (مولانا ہزاروی) کو بلایا۔ تو مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جواباً تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت (مولانا احمد علی صاحب) نے فرمایا کہ ''آپ کو غلام غوث نے دعوت دی ہے، آپ دفتر میں تشریف لے چلیں مگر آپ تشریف نہ لائے اور مجھے بار بار لکھتے رہے کہ ہم مسجد میں ہیں''۔ دیکھئے (تعلیم القرآن ص ۶ ماہ جولائی اگست ۱۹۶۰ء) حضرت شاہ صاحب گجراتی، حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں مگر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو کشف کے ذریعے معلوم ہو چکا تھا کہ اس شاگرد میں اصلاح اور ماننے کی صلاحیت نہیں البتہ بگڑنے کی صلاحیت موجود ہے، اس لئے انہوں نے مسجد میں آنے سے ان کو روکا، لیکن جب یہ نہ رکے تو ان کو مولانا غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانے کی تلقین کی، لیکن جب اس نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات کو بھی نہ مانا تو حضرت لاہوری نے اس سے نفرت کرتے ہوئے خود ہی کہیں چلے گئے۔ چنانچہ تعلیم القرآن کی اسی پرچہ کے (صفحہ: ۸) میں موجود ہے ''خود مولانا احمد علی صاحب نے اس روز دو تین نمازیں اپنی مسجد سے کہیں باہر ادا کیں''۔ دریں اثناء بیرون جات سے آئے علماء کو یہ پیغام ملا کہ وہ اس مقصد کے لئے سابق مجلس احرار کے دفتر میں تشریف لائیں مگر ان حضرات نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہم تو صرف اسی مقام پر گفتگو کرنے کو تیار ہیں جس کے لئے قبل ازیں ہمیں دعوت دی گئی ہے۔ نتیجتاً علماء کی یہ جماعت پورا ایک دن انتظار کرنے کے بعد لاہور سے واپس چلی گئی۔

قارئین کرام نے اندازہ لگایا ہوگا کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو، حضرت شاہ صاحب گجراتی سے کتنی نفرت تھی کہ اپنی مسجد چھوڑ کر کہیں باہر چلے گئے اور ان کو دیکھنا بھی گوارا نہ کیا حالانکہ اس زمانہ میں مسئلہ اتنا شدید نہ تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ مولوی محمد حسین صاحب ہزاروی جھوٹ بولنے میں کافی مشاق اور ماہر ہیں۔ (خدا جھوٹے کا منہ کالا کرے آمین)

کمال نمبر ۴: مولوی شیر محمد صاحب لکھتے ہیں: ''حدیث اور حدیث کی سند کا حال آپ نے دیکھ لیا ہے کہ جس میں الحسین بن صباح جلاء الافہام طبع اوّل ص ۲۴ طبع دوم ص ۱۹ جیسی مجہول العین اور مجہول الحال شخصیت موجود ہے اور اس کی ثقاہت اور عدالت ثابت کرنا کسی کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اگر کوئی مرد مجاہد ہے تو میدان میں آئے اور اس کی ثقاہت اور عدالت ثابت کر کے دکھائے۔ (الصراط المستقیم گجرات ص ۴۵ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ)

مولوی شیر محمد مؤلف '' آئینہ تسکین الصدور'' نے حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعته'' (جو شخص میری قبر کے قریب درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں) کی سند کے ایک راوی حسین بن صباح کو مجہول قرار دیا، حالانکہ یہ راوی حسین بن صباح نہیں بلکہ حسن بن الصباح ہے۔ (تسکین الصدور طبع دوم ص ۳۱۸) میں صحیح نقل کیا گیا ہے اور اس کی ثقاہت (ص ۳۱۹) میں ہمارے شیخ مکرم دامت برکاتہم العالیہ نے ذکر کر دی ہے، البتہ مولوی شیر محمد کا یہ وہم، کہ جلاء الافہام کی طبع اول و دوم میں الحسین ہے، مولوی صاحب کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے اور جلاء الافہام میں کتابت کی اور غلطیاں بھی ہیں مثلاً طبرانی شریف کی سند سے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوته حیث کان'' (جلاء الافہام ص ۶۳) نہیں کوئی بندہ جو میرے اوپر درود بھیجے مگر میں اس کی آواز سن لیتا ہوں وہ جہاں کہیں ہو۔

اس سے بریلوی حضرات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ناظر و عالم الغیب ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ لفظ ''صوته'' کتابت کی غلطی کی بناء پر واقع ہوا ہے صحیح ''صلوته'' (یعنی اس کا درود مجھے پہنچ جاتا ہے جہاں کہیں ہو) ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ دور کا درود شریف بذریعہ ملائک کے پہنچتا ہے، چنانچہ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے (القول البدیع ص ۱۵۸) میں ''بلغتنی صلوته'' کے الفاظ طبرانی سے نقل کئے ہیں۔ اسی طرح الحسین بھی جلاء الافہام میں غلط منقول ہوا ہے صحیح الحسن ہے۔ مولوی شیر محمد صاحب کے لئے تو اتنی ہی بات سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ لیکن اگر انہیں مرد مجاہد دیکھنے اور ان کی قوت مردمی آزمانے کا شوق ہو تو یہ شوق بھی ہم ان کی پوری کر دیتے ہیں۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ (اللآلی المصنوعة ص ۲۸۳ ج ۱) میں اس سند کو اس طرح نقل کرتے ہیں۔ ''اخرجه ابو الشیخ فی الثواب حدثنا عبد الرحمن بن احمد الاعرج حدثنا الحسن بن الصباح حدثنا ابو معاویة عن الاعمش به''۔ علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد، علامہ سیوطی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں: اخرجه ابو الشیخ فی الثواب حدثنا عبد الرحمن بن احمد الاعرج حدثنا الحسن بن الصباح حدثنا ابو معاویه عن الاعمش به۔ قلت ورجال هذا السند کلهم ثقات معروفون غیر الاعرج هذا۔ (سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة ص ۲۴۰ ج ۱) میں (البانی) کہتا ہوں اس سند کے تمام راوی ثقہ (معتبر) مشہور ہیں سوا اعرج کے۔ اس سند کا راوی الحسن مشہور و معروف و ثقہ ثابت ہو گیا۔ (فلله الحمد) حضرت شاہ صاحب گجراتی کے رسالہ میں ایسے غلط اور جھوٹے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں، اور ان کے اتباع واذناب جھوٹ بولنے اور غلط بیانی میں شب و روز مصروف و مشغول رہتے ہیں۔

شیخ کی صلوات پر ہرگز تو اے نادان نہ بھول   خانۂ قصاب میں بھی شب و روز تکبیر ہے

کمال نمبر ۵: محمد افضل ضیاء صاحب لکھتے ہیں: ''اگست ۱۹۸۷ء کا ذکر ہے کہ خطیب اسلام حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے مسجد جامع رحمانیہ ڈنگہ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا نماز سے فارغ ہوئے تو احباب نے چائے کا اہتمام کر لیا۔ چائے کی نشست میں مختلف مسائل چھڑ گئے۔ حضرت شاہ جی

مدظلہ حسب معمول دنیاومافیہا سے بے نیاز ''سماع موتی'' کے من گھڑت عقیدہ کے رد میں قرآنی آیات پیش فرما رہے تھے''۔ (ماہنامہ نغمہ توحید ص ۲۰ شوال، ذی قعدہ ۱۴۱۱ھ)

الجواب: سماع موتی کے مسئلہ کو من گھڑت کہنا خالص کذب بیانی ہے، کیونکہ صحیح حدیثیں سماع موتی کے مسئلہ میں وارد ہوئی ہیں، اور صحاح ستہ کے مؤلفین نے اپنی کتابوں میں ان حدیثوں کو روایت کیا ہے۔ کیا صحاح ستہ کے مؤلفین جھوٹی روایتوں کے روایت کرنے پر متفق ہو سکتے ہیں۔؟ (تفسیر جواہر القرآن ص ۹۰۲ سورۃ الروم) میں ہے: ''جب کہ قائلین سماع بھی صحیح حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں''۔

مولانا سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں: ''حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک استفسار کے جواب میں فرماتے ہیں: ''بندہ کے نزدیک مختلف فیہا مسائل میں فیصلہ نہیں ہوسکتا لیکن احوط اختیار کرتا ہوں''۔ فقط واللہ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(فتاوی رشیدیہ دہلی ص ۲۳ ج ۱)

اور ایک استفسار کے جواب میں یوں ارشاد فرمایا: ''بندہ کے نزدیک مختلف فیہا مسائل میں فیصلہ نہیں ہوسکتا البتہ احوط کو پسند کرتا ہوں''۔ فقط واللہ اعلم (فتاوی رشیدیہ ص ۱۹ ج ۱ بحوالہ شاہ صاحب گجراتی کا رسالہ صراط مستقیم رجب ۱۴۰۸ھ ص ۷۷)

نیز حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''الحاصل راجح مذہب عدم سماع کا ہے حسب قواعد، پس احادیث سماع میں تاویل مناسب ہے ورنہ دوسری جانب بھی مذہب قوی ہے''۔ (لطائف رشیدیہ ص ۱۵ بحوالہ صراط مستقیم مذکور ص ۷۸)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ روضہ اطہر کے پاس شیخین کے سماع کے بھی قائل ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی کے مسئلہ کو بھی قوی قرار دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ یعنی ایک جانب کو حق اور دوسری جانب کو باطل قرار دیا جائے، یہ ناممکن ہے۔ چنانچہ سجاد بخاری فرماتے ہیں: ''نیز فیصلہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک جانب کو حق اور دوسری کو باطل قرار دیا جائے''۔ (صراط مستقیم ص ۷۹)

نیز سجاد بخاری صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ سماع موتی اور عدم سماع موتی کے درمیان فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ نفس الامر میں کونسا مسلک درست اور کونسا غلط ہے''۔ (تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ جون ۱۹۶۲ء ص ۷۴)

اب جو شخص یہ فیصلہ دیتا ہے کہ سماع موتی کا مسئلہ من گھڑت ہے، وہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں جھوٹا اور باطل پر کاربند ہے۔ حضرت شاہ صاحب گجراتی کے رسالہ میں جھوٹی باتیں بہت شائع ہوگئی ہیں۔

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

کمال نمبر ۶: محمد افضل ضیاء صاحب لکھتے ہیں: ''دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبندیوں میں محاذ آرائی دیکھی تو اس جھگڑے کو نمٹنے کے لئے بارہا کوششیں کیں لیکن ایک فریق مسلسل حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات توڑ موڑ کر پیش کرتا اور سچ پوچھیں تو مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری کی مخالفت کے نشے میں کئی ترجمان اسلام غیر اسلام کی ترجمانی کرتے رہے''۔ (صراط مستقیم گجرات رجب ۱۴۰۸ھ ص ۵۵)

الجواب: حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء اور ستمبر ۱۹۶۲ء میں موجود ہیں، وہ تمہارے گلے کا کانٹا بن گئی ہیں۔ آپ لوگ ان عبارتوں کو خود توڑ موڑ کر پیش کرتے ہیں مگر جھوٹا الزام دوسروں پر لگاتے ہیں ۔

بے حیاء باش، و ہر آنچہ خواہی، کن

آپ کی عبارت ''اور سچ پوچھیں تو'' سے بھی اشارہ نکلتا ہے کہ آپ اب تک جھوٹ بولتے رہے اب سچ بولنا چاہتے ہیں مگر آپ کا سچ پہلے جھوٹ سے بھی بدتر ہے، کیونکہ غیر اسلام کی ترجمانی تو کفر کی ترجمانی ہے، مطلب یہ نکلا کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے عقیدہ کی اشاعت کرنے والے کافر تھے۔ (معاذ اللہ) تو پھر حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو حجۃ الاسلام کہنے والے (جیسا کہ حضرت شاہ کے رسالہ ''الصراط المستقیم'' ۱۰ شوال ۱۴۰۹ھ میں ہے) کافر اور مرتد ہوں گے یا نہ ؎

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

کمال نمبر ے: ''نغمہ توحید'' ص ۵۴ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ میں موٹے الفاظ سے تحریر ہے: ''شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کا عقیدہ: حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کی ایک تاریخی تقریر جو کیسٹ سے نقل کی گئی، آئندہ شمارے میں ملاحظہ کریں۔

الجواب: یہ اعلان خالص کذب بیانی پر مبنی ہے، آئندہ شمارہ تو کیا کئی شمارے مسلسل آتے رہے مگر کسی میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کا عقیدہ تحریر نہ کیا گیا۔ وجہ ظاہر ہے کہ لوگ کیسٹ مانگیں گے، ڈھول کا پول کھل جائے گا، اور شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔

تفسیر جواہر القرآن کی حقیقت: یہ مولانا غلام اللہ خان مرحوم کی طرف منسوب تھی۔ حضرت مولانا محمد عمر حیات صاحب ڈیروی مدرس تعلیم القرآن راولپنڈی لکھتے ہیں:

''اور آپ (مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ) کے افادات تفسیریہ کو آپ کے نامور تلمیذ رشید شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان مرحوم کی ہدایات اور ان کی رہنمائی میں مولانا سید ابو احمد سجاد بخاری نے مرتب کیا جو ''جواہر القرآن'' کے نام سے تین جلدوں میں شائع ہو چکی ہے''۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن، راولپنڈی ص ۱۵ جنوری ۱۹۸۴ء)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دراصل مؤلف و مرتب ''مولانا سجاد بخاری'' ہیں۔ مولانا غلام اللہ خان مرحوم کی صرف ہدایات ہیں، جن میں سے بعض پر عمل ہوا اور بعض پر مرتب نے عمل نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ اس میں تعارض و تضاد بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً ''تفسیر جواہر القرآن'' کے (صفحہ: ۱۹) میں ہے کہ ''سماع موتی ضعیف حدیثوں سے ثابت ہے''۔ جب کہ سورۃ الروم (صفحہ: ۹۰۲) میں ہے کہ: ''قائلین سماع بھی صحیح حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں''۔

خود مولانا سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں: ایک ضروری توضیح:......بعض حضرات نے لکھا ہے کہ مسئلہ سماع موتی دور صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہا چلا آرہا ہے لیکن احقر راقم کو ''تفسیر جواہر القرآن'' (سورۂ روم) اور پھر (اقامۃ البرہان ص ۶۷) میں خود لکھنے کے باوجود ہمیشہ اس میں تامل رہا۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی محرم الحرام ۱۴۰۲ھ ص ۲۷)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ سجاد بخاری کی تالیف ہے۔ مولوی عبدالکریم میرانی نے اپنے رسالہ (غضب حق ص ۱۰ تا ۱۱) میں بھی اس کو سجاد بخاری کی تالیف قرار دیا ہے۔ اور مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کے مؤلف ہونے کا انکار کیا ہے۔ خود مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم بھی ''تفسیر جواہر القرآن'' پر مطمئن نہ تھے۔ چنانچہ خود سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں ''حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ نے ''تفسیر جواہر القرآن'' کو از سر نو مرتب کرنے کا پروگرام بنایا تھا، جابجا کچھ ضروری اضافات کا خیال تھا، چنانچہ انہوں نے سورۃ الم تنزیل السجدہ سے کام کا آغاز فرمایا، وہ

اشارات لکھ کر احقر کے حوالے کر دیتے اور وہ اس کو مناسب انداز میں ان کے مواقع پر ثبت کر دیتا۔ تقریباً پانچ پاروں کا کام حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں مکمل ہو گیا تھا، آگے کام جاری ہے، اللہ تعالیٰ تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔
(تعلیم القرآن، راولپنڈی جنوری ۱۹۸۴ء ص ۱۶)

اس لئے حیات شہداء کے ضمن میں جو ''حیات انبیاء علیہم السلام'' کا نظریہ ''تفسیر جواہر القرآن'' میں پیش کیا گیا ہے، حضرت خان صاحب مرحوم اس سے بری الذمہ ہیں، ان کے عقائد ونظریات ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' کے حوالے سے درج ہو چکے ہیں۔ حضرت شیخ القرآن منافق نہ تھے بلکہ خالص موحد انسان تھے، اس لئے وہ اپنے نظریات کو بار بار بدلنے کی بدرسم کے قائل نہ تھے۔ انہوں نے جو معاہدہ قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ سے جون ۱۹۶۲ء میں کیا تھا، وہ اسی پر قائم رہے۔ چنانچہ ان کے رسالہ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ اگست ۱۹۶۶ء ص ۲۹ تا ۳۰) میں ہے ''من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی من بعید اعلمته''۔ (الدرر المضیئة علامه علی قاری حنفی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ) یعنی جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے اس کی اطلاع مجھ کو دی جاتی ہے یعنی فرشتے پہنچاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد (تعلیم القرآن ص ۱۴۸ اکتوبر ۱۹۶۷ء) میں ہے: ''اس حدیث کی جو سند سدی صغیر پر مشتمل ہے، اس کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا، اور جس سند میں یہ راوی نہیں ہے وہ کمزور نہیں ہیں، اور حدیث ہذا کی دوسری سند بھی ہے جس کے صحیح ہونے کی تصریح کرتے ہیں، چنانچہ ملا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں: ''قال میرک نقلا عن الشیخ ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید''۔

اس لئے گجراتی راہنما کی پارٹی کو اب جھوٹی کیسٹ کا حوالہ دینا پڑا جس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ بہر حال یہ تو شاہ صاحب گجراتی کے ارادتمندوں کے چند کمالات ذکر کئے گئے ہیں۔ اب خود حضرت شاہ صاحب کے چند کمالات ذکر کئے جاتے ہیں ملاحظہ ہوں۔

کمال نمبر ۱: حضرت شاہ صاحب کی تقریر نشر کی گئی ہے۔ مشرکین کی قسمیں: (۱) اپر کلاس مشرک: کچھ لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے خود انبیاء واولیاء کو اختیارات دے رکھے ہیں، وہ جسے چاہے نفع دیں، جسے چاہیں نقصان دیں، یہ اپر کلاس مشرک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو قول کی تردید یوں فرمائی: ''مَا کَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ'' (ترجمہ) وہ اختیار نہیں رکھتے۔

لوئر کلاس: دوسرے درجے کے مشرک کہتے ہیں کہ انبیاء واولیاء حاجت روا اور مشکل کشا نہیں، ہم انہیں حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر ان کی قبروں پر نہیں جاتے، بلکہ ہم ان سے درخواست کرتے ہیں، وہ ہماری درخواست سن کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ یہ لوئر کلاس مشرک ہیں، یہ مشرکین مکہ کی طرح کہتے ہیں: ''هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ'' (ترجمہ) وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے شفارشی ہیں۔ (نغمہ توحید ص ۱۸ رجب ۱۴۱۱ھ)

الجواب: حضرت شاہ صاحب گجراتی کے نزدیک جو شخص انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو حاجت روا اور مشکل کشا نہیں مانتا، مگر وہ سماع عند القبور کا قائل ہے کہ وہ حضرات اس کی درخواست سن کر اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعا مانگیں گے، تو شاہ صاحب کے نزدیک ایسا شخص لوئر کلاس مشرک ہے۔ مثلاً علمائے دیوبند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے درخواست کرتے ہیں کہ ''آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کریں''۔ یہ بات حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ''زبدة المناسک'' میں لکھی ہے اور ''فتاوی رشیدیہ'' میں ''عرض شفاعت'' کا ذکر کیا ہے۔ علامہ محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے ''حیات القلوب'' میں شفاعت کا ذکر کیا ہے۔ (تهرحق

دیکھئے) صاحب نورالایضاح و علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ و صاحب فتح القدیر و صاحبان فتاوی عالمگیریہ وغیرہم فقہائے احناف رحمۃ اللہ علیہ، جو شفاعت کے قائل ہیں، سب شاہ صاحب گجراتی کے ہاں لوئر مشرک ہیں۔ (معاذ اللہ) اور پھر ان حضرات کو، جن کا نام ذکر کیا گیا ہے، شاہ صاحب گجراتی اولیاء اللہ بھی شمار کرتے ہیں، گویا گجراتی اصول کے مطابق اولیاء اللہ مشرک ہوتے ہیں۔ (لاحول و لا قوۃ الا باللہ) پھر شاہ صاحب گجراتی بڑے عجیب آدمی ہیں کہ فرماتے ہیں: ''یہ لوئر کلاس مشرک ہیں، یہ مشرکین مکہ کی طرح کہتے ہیں'' کیا مشرکین مکہ حضرت گجراتی کے ہاں لوئر کلاس مشرک ہیں۔؟ کیا ان کی شفاعت اور مسلمانوں کی شفاعت میں کوئی فرق نہیں۔؟ حالانکہ زمین وآسمان کا فرق ہے۔ مسلمان اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم السلام کو نہ حاجت روا مانتے ہیں نہ مشکل کشا مانتے ہیں اور نہ ان کی شفاعت کو ''شفاعت قہری'' کی مد میں داخل کرتے ہیں یعنی خدا تعالی چاہے تو ان کی بات مان لے، نہ چاہے تو نہ مانے۔ جب کہ مشرکین مکہ ''شفاعت قہری'' کے قائل تھے یعنی خدا تعالی سے زبردستی منوا لیتے ہیں۔ خدا تعالی ان کی بات کو رد نہیں کر سکتا۔ دیکھو! مسلمانوں کو مشرک بنانے کے شوق میں ہوش وحواس بھی معطل ہو گئے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''دوسرے یہ کہ کہے اے فلاں! خدائے تعالی سے دعا کر، کہ فلاں کام میرا ہو جائے، یہ مبنی اوپر مسئلہ سماع کے ہے، جو سماع موتی کے قائل ہیں ان کے نزدیک درست ہے دوسروں کے نزدیک ناجائز''۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۱۳۰ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے (فتاوی عزیزی مترجم اردو ص ۱۵۰ ج ۱) میں ہے:

سوال: انبیاء، اولیاء اور صلحاء سے بعد وفات کے اس طور سے استمداد درست ہے یا نہیں کہ ''اے فلاں بزرگ! حق تعالی سے میری حاجت روائی کے لئے آپ عرض کریں اور میری سفارش کریں اور میرے لئے دعا کریں''۔؟

الجواب: (الی ان قال) اگر استمداد اس طریقہ پر کیا جائے گا جو سوال میں مذکور ہے، تو ظاہراً جائز ہے اس واسطے کہ اس صورت میں شرک لازم نہیں آتا۔ نیز حضرت شاہ صاحب موصوف لکھتے ہیں: ''اور عوام الناس ایسا ہی اولیاء اللہ سے یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالی کی درگاہ میں آپ دعا کریں کہ اللہ تعالی کے حکم سے ہمارا فلاں مطلب حاصل ہو جائے اس طور سے مدد چاہنا شرعاً زندہ اور مردہ سب سے جائز ہے''۔ (فتاوی عزیزی ص ۱۵۴ ج ۱ مترجم اردو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

نیز حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے کہ اے فلاں! تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالی میرا کام پورا کر دیوے۔ اس میں اختلاف علماء کا ہے، مجوزین سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں۔ سو اس کا فیصلہ کرنا اب محال ہے مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو مستثنی کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے''۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۷۲ء)

خدا تعالی حضرت شاہ صاحب گجراتی کو سمجھ عطا فرمائے کہ وہ مسلمانوں کو مشرک بنانے سے باز آجائیں۔

کیا حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ لوئر کلاس مشرک ہیں۔؟ (معاذ اللہ)

کیا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جو اس کو شرک نہیں کہتے وہ لوئر مشرکوں کی تائید کرنے والے ہیں۔؟

خدا جب عقل لیتا ہے تو حماقت آہی جاتی ہے

نیز حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں اور روایات سے ہر دو مذہب

کی تائید ہوتی ہے، پس تلقین اسی مذہب کے بناء پر مبنی ہے۔ کیونکہ اول زمانہ قریب دفن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں اور حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں، اور روایات جو کچھ امام صاحب سے آئی ہیں، شاذ ہیں''۔ واللہ اعلم (فتاوی رشیدیہ ص ۵۴۰)

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے نزدیک تلقین بھی درست ہے، کیونکہ دفن کے بعد بہت سی روایات سے سماع موتی ثابت ہے۔

نیز حضرت گنگوہی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الجواب: ''قبور سے اس طور دعا کرنا کہ اے صاحب قبر! اس طرح میرا کام کردے تو یہ حرام اور شرک بالاتفاق ہے۔ اور یہ بات کہ تم میرے واسطے دعا کرو، تو اس باب میں اختلاف ہے، منکرین سماع اس کو لغو ناجائز کہتے ہیں اور مجوزین سماع جائز جانتے ہیں۔ اور یہی بندہ نے پہلے بعض سائلین کے جواب میں لکھا ہے۔ بندہ مختلف فیہا مسائل میں فیصلہ نہیں کرتا لیکن احوط کو اختیار کرتا ہوں''۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رشیدیہ ص ۴۰۷)

تضاد بیانی: حضرت شاہ صاحب گجراتی فرماتے ہیں: ''لوگ کہتے ہیں انبیاء واولیاء حاجت روا اور مشکل کشا ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا یَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ''۔ (ترجمہ) اور اس کے سوا جن (معبودوں) کو تم پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے''۔ (نغمہ توحید ص ۲۵ ربیع الاول تا جمادی الثانی ۱۴۱۱ء)

شاہ صاحب کے نزدیک یہ آیت اپر کلاس مشرکین کے بارے میں ہے۔ اس کے آگے ''اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ'' کو شاہ صاحب نے لوئر کلاس مشرکین پر فٹ کردیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''اللہ کریم نے لوئر کلاس مشرکین کو مخاطب ہو کر فرمایا: ''اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ'' (ترجمہ) اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے۔ اس کی تفسیر یوں آئی ''اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ ط وَ الْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ'' یعنی قبول تو وہ کریں جو سنتے ہوں اور یہ (اصحاب قبور) تو مردہ ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں روز قیامت زندہ کر کے اٹھائے گا۔ پھر سب اسی کی طرف لائے جائیں گے۔ (نغمہ توحید ص ۲۲ رجب ۱۴۱۱ھ)

اب حضرت شاہ صاحب گجراتی سے پوچھئے! کہ ''اِنْ تَدْعُوْهُمْ'' میں ضمیر ''هُمْ'' کا مرجع کیا ہے۔؟ اگر وہی معبود باطل مراد ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے مالک نہیں۔ اور یقیناً وہی مراد ہیں تو پھر وہ آیت اپر کلاس مشرکین پر فٹ ہو اور یہ آیت لوئر کلاس مشرکین پر فٹ ہو جائے۔ قرآن مجید میں اتنی بڑی تحریف کرنا اور اپنی مطلب کی بات کشید کرنا کتنا بڑا ظلم ہے۔ جو آیتیں کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، انہیں مسلمانوں پر فٹ کرنا، یہ اس شخص کی کارروائی کا نتیجہ تو ہو سکتا ہے جو مسلمانوں اور ملت اسلامیہ کا غدار ہو، لیکن اسلام کے کسی خیر خواہ سے ایسی کارروائی کی توقع نہیں کی جاسکتی جو امت مسلمہ کو امت مشرکہ قرار دے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: و کان ابن عمر رضی اللہ عنہما یراھم شر خلق اللہ و قال انھم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین (بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۴ باب قتال الخوارج) اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خارجیوں کو خدا تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ شریر جانتے تھے اور فرماتے تھے ان خبیثوں نے ان آیات کو جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں مسلمانوں پر فٹ کرنا شروع کردیا ہے۔

شاہ صاحب گجراتی کے استاذ محترم علامہ سید انور شاہ کشمیری صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں وھذا کحال

االمدعیین العمل بالحدیث فی دیارنا فان کل آیات نزلت فی حق الکفار فانھم یجعلونھا فی حق المقلدین سیما الحنفیۃ کثر اللہ حزبھم۔ (فیض الباری ص ۴۷۳ ج ۴) کہ یہی حال ہمارے ملک میں رہنے والے غیر مقلدین کا ہے پس تمام وہ آیات جو کفار کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں وہ سب مقلدین پر فٹ کر دیتے ہیں خصوصا حنفیوں پر۔اللہ تعالیٰ حنفیوں کی جماعت کو بڑھائے۔(آمین)

پھر شاہ صاحب گجراتی نے آیت "اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ" کے ترجمہ میں (اصحاب قبور) کا اضافہ اپنی طرف سے کر دیا ہے اور تحریف معنوی کا ارتکاب کیا ہے۔

قریب ہے یارو روز محشر، چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

ان آیات کی تشریح اگلے باب میں آرہی ہے وہاں ان شاءاللہ تعالیٰ پوری وضاحت کر دی جائے گی۔

کمال نمبر ۲: حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: ''حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے راولپنڈی میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کو بہت زیادہ مجبور کر کے ایک عبارت پر دستخط کروالئے جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ''موت کے بعد انبیاء کرام کی حیات دنیوی ہے'' حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے''۔ (ماہنامہ نغمہ توحید ص ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ)

الجواب: حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ نے راولپنڈی میں حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ سے اس قسم کی کوئی عبارت مجبور کر کے نہیں لکھوائی تھی جس کو شاہ صاحب گجراتی ''صریح جھوٹ ہے'' کے لفظ سے تعبیر کر رہے ہیں، جو معاہدہ ہوا تھا اس کی اصل عبارت ''برزخی حیات'' کی وضاحت میں دلیل نمبر:۹ گزر چکی ہے جس میں نہ تو جمہور کا لفظ ہے اور نہ دنیاوی کا لفظ، البتہ قاری محمد طیب رحمہ اللہ نے ایک تحریر اپنے مضمون و نظریہ کی مختلف رسائل میں شائع کرنے کی خواہش کی تھی، ان رسائل میں ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' راولپنڈی بھی شامل تھا، اس میں حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ نے حیات دنیوی کو تمام علمائے دیوبند کا مذہب قرار دیا تھا۔ (دیکھئے ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء ص ۲۲ تا ۲۳)

چنانچہ حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ''اس سلسلہ میں احقر جو تفصیلی بیان لاہور میں اشاعت کے لئے دے آیا تھا، اس کی تمہید میں دعوی کیا گیا تھا کہ 'حیات انبیاء کے سلسلے میں تمام علمائے دیوبند کا اس پر اجماع ہے کہ یہ حیات، حیات دنیوی ہے'' لیکن بعد میں کچھ خلجان یہ پیدا ہوا کہ بعض حضرات کی عبارتیں اس بارہ میں کچھ مبہم اور مجمل بھی ہیں، ممکن ہے کہ ان کی وجہ سے اس دعوی اجماع پر قدح کیا جائے، یہ کھٹک ہو ہی رہی تھی کہ اچانک مولانا غلام اللہ خان اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کا دستخطی والا نامہ پہنچا کہ آپ کا مفصل بیان پہنچ گیا اور اسے ہم رسالہ ''تعلیم القرآن'' میں شائع کر رہے ہیں لیکن یہ اجماع علماء دیوبند کا دعوی ہمارے نزدیک محل کلام ہے، جب کہ متعدد علماء دیوبند کی عبارتیں اس بارہ میں اس اجماع کو برقرار نہیں رکھ سکتیں۔آپ کو استثنائی کلمہ ضرور رکھ دینا چاہئے تھا، اس لئے ہم آپ کا بیان پورا شائع کر رہے ہیں مگر اس دعوائے اجماع پر تنقیدی نوٹ بھی لکھ رہے ہیں، آپ برا نہ مانیں۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۶۲ء ص ۴۴)

چنانچہ حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے اس مضمون کو حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی اور مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ نے جیسے وعدہ کیا تھا پورے کا پورا (تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء ص ۲۲ تا ۲۶) میں شائع

کر دیا تھا اور حیات دنیوی کے بارے میں اجماع علمائے دیوبند پر یہ نوٹ لگایا تھا: ''اس عبارت کا فریقین کی صلح سے کوئی تعلق نہیں جس عبارت پر صلح ہوئی ہے وہ آگے ص ۴۲، ۲۵ پر آرہی ہے۔ سجاد'' (تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء ص ۲۲)

حضرت مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی اور مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خط ۱۴؍صفر ۱۳۸۲ھ کو دارالعلوم دیوبند پہنچا تھا، چنانچہ (ماہنامہ تعلیم القرآن، راولپنڈی اگست ۱۹۶۲ء ص ۴۷) میں ہے: ''مکتوب گرامی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم بنام حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب! چٹھی نمبر: ۳۰۵۔ دفتر دارالعلوم دیوبند، ضلع سہارنپور حضرت المحترم زید مجدکم السامی سلام مسنون نیاز مقرون گرامی نامہ ۱۴۔ ۲۔ ۸۲ھ کو شرف صدور لایا جس پر آں محترم اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے دستخط تھے۔ مشمولات خط سے آگاہی ہوئی''۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا تحریر سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحب گجراتی کی تحریر جو (نغمہ توحید ص ۵۱) سے کمال نمبر: ۲ کے تحت نقل کی گئی ہے، کئی جھوٹ پر مشتمل ہے۔ کیونکہ راولپنڈی میں حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب سے نہ تو مذکورہ بالا عبارت پر دستخط کروائے گئے ہیں نہ ان کو مجبور کیا گیا ہے بلکہ ایک تحریر لاہور سے قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مضمون کی بھیجی تھی کہ اس کو ماہنامہ تعلیم القرآن میں شائع کر دیا جائے۔ ان کے مضمون کی اس عبارت پر کہ ''تمام علمائے دیوبند کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی یہ حیات، حیات دنیوی ہے''۔ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی اور مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کیا کہ یہ اجماع کہنا دنیوی حیات پر محل کلام ہے جس کی وجہ سے قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے اجماع کے لفظ کو ختم کر کے اس کی جگہ جمہور علمائے دیوبند لکھ دیا۔ چنانچہ حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کو وہ استثنائی عبارت لکھ بھیجی جس کا حاصل یہ تھا کہ جمہور دیوبند کا مسلک یہی ہے کہ برزخ میں حیات انبیاء حیات دنیوی ہے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۶۲ء ص ۴۴)

ماہنامہ تعلیم القرآن [illegible] ۹ [illegible]

سکھر کا اجتماع

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب سکھر والے [illegible] صاحب [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حیات برزخی [illegible]

[illegible] حیات برزخی [illegible] اہل سنت ہی سمجھتے ہیں۔

مولانا [illegible] تحریر فرمایا۔ [illegible] تمام انبیاء کرام حیات دنیوی ہی کے قائل ہیں۔ [illegible] جواب میں حضرت شاہ صاحب [illegible]

اکابر علماء دیوبند میں سے کئی حضرات حیات برزخی کے قائل ہیں۔ چنانچہ یہی چیز [illegible] قرار پائی۔

شاہ صاحب نے فرمایا کہ ہم بزرگان دیوبند [illegible] کئی حضرات حیات برزخی کے قائل تھے چنانچہ [illegible]

[illegible]

[illegible] تسلیم کرا لیا۔

[illegible] اجتماع منعقد نہیں ہو سکا۔ [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] چنانچہ مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب [illegible]

[illegible] تشریف لے گئے ہیں۔

(۱۲۱ا)

اب اس عبارت پر ان حضرات (ع۔غ) کا کوئی اعتراض نہ تھا۔ بلکہ حضرت شاہ صاحب نے اپنی ایک تحریر میں حیات دنیوی کے قائلین کو اہل سنت شمار کیا ہے۔ چنانچہ (ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ فروری ۱۹۶۱ء ص ۶) میں ہے: ''مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے مولانا محمد علی صاحب کی طرف لکھ بھیجا کہ ''سلف تو سارے کے سارے حیات برزخی کے قائل تھے، بعد میں علماء کے دو مسلک ہو گئے، اکثر تو حیات برزخی کے قائل رہے اور بعض حیات دنیوی کے قائل ہو گئے مگر ہم دونوں کو اہل سنت ہی سمجھتے ہیں''۔ مولانا محمد علی صاحب نے تحریر فرمایا کہ ''دیوبندی مسلک کے تمام علماء کرام حیات دنیوی ہی کے قائل ہیں''۔ اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب موصوف نے لکھ بھیجا کہ ''بزرگان دیوبند میں سے کئی حضرات حیات برزخی کے قائل ہیں''۔ چنانچہ یہی چیز موضوع مناظرہ قرار پائی۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ ''ہم بزرگان دیوبند ہی کی عبارتوں سے ثابت کریں گے کہ ان میں کئی حضرات حیات برزخی کے قائل تھے''۔ الخ

معلوم ہوا حضرت شاہ صاحب گجراتی کا ''یہ صریح جھوٹ ہے'' کہنا ہی صریح جھوٹ ہے۔ بلکہ شاہ صاحب کی مثال اس دیہاتی شخص کی طرح ہے جس نے کسی واعظ کی تقریر سنی تھی، اور کسی مولوی صاحب کو آ کر بتایا کہ ''میں نے ایک مولوی صاحب کی تقریر سنی ہے، جو قرآن بیان کر رہا تھا اور ایک مولوی کا واقعہ بیان کر رہا تھا کہ اس کی لڑکی کو کتوں نے کاٹ کھایا تھا'' مولوی صاحب سن کر حیران ہو گئے اور کہنے لگے ''ایسا واقعہ کسی مولوی کا قرآن مجید میں نہیں ہے''۔ دیہاتی کہنے لگا کہ ''اس مولوی کا نام بھی واعظ صاحب بار بار لیتے تھے، شاید اس مولوی کا نام یعقوب ہے''۔ تو مولوی صاحب نے کہا'' بے وقوف! وہ تو اللہ کے نبی تھے، پھر ان کی لڑکی نہ تھی جس کا واقعہ قرآن مجید میں ہے بلکہ اس کا لڑکا تھا یوسف علیہ السلام، پھر کتے نہ تھے بلکہ بھیڑیا تھا، پھر کھایا نہ تھا، یہ سب جھوٹ ہے''۔

کمال نمبر ۳: حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: ''حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کی کتاب ''المہند'' کو پڑھے بغیر محض اعتماد کی بناء پر اس کی تائید میں دستخط کر دیئے۔ جب خود یہ لکھا تو مسئلہ خوب واضح کیا۔ ''اشرف الجواب'' میں آپ لکھتے ہیں: ''مگر یہ یاد رہے کہ وہ ناسوتی (دنیوی) زندگی نہیں ہے بلکہ وہ دوسری قسم کی حیات ہے جسے ''حیات برزخیہ'' کہتے ہیں''۔ (نفحۂ توحید ص ۵۲ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ)

الجواب: ''المہند'' کی عبارت کی وضاحت ہم آگے تفصیل سے بیان کریں گے جس میں حیات دنیویہ کی مراد بیان کی جائے گی، جس سے ثابت ہوگا کہ ''حیات دنیویہ اور حیات برزخیہ میں کوئی تضاد نہیں''۔ نیز حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ انہوں نے پڑھے بغیر محض اعتماد کی بناء پر دستخط کر دیئے، یہ ظن کاذب ہے۔ نیز ''اشرف الجواب'' کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تصنیف قرار دینا کذب صریح ہے۔ ''یہ آپ کے کسی مرید نے ان کے مضامین کو آگے پیچھے سے کاٹ کر ایک مجموعہ ''اشرف الجواب'' کے نام سے شائع کیا ہے، جس کی بعض عبارات میں ابہام ہے، جس سے غلط مطلب اخذ کیا جا سکتا ہے''۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی اپنی تصانیف ''المصالح العقلیہ'' ''نشر الطیب''، ''تفسیر بیان القرآن'' اور ''امداد الفتاوی'' میں عبارات حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحیات الشہداء وسماع موتی میں واضح ہیں۔ ان میں کوئی ابہام نہیں ہے، ان کتابوں کے حوالے بعد میں ذکر کئے جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

کمال نمبر ۴: حضرت شاہ صاحب گجراتی فرماتے ہیں: ”خیرا شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ نے اس خیال سے کہ میں نے دیوبند کے چھاتی سے دودھ پیا ہے، حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے مجبور کرنے پر دستخط کر دیئے“۔ (نغمۂ توحید ص ۵۲ مذکور)

الجواب: اس عبارت کا تعلق بھی کمال کمال کمال نمبر: ۲ والی عبارت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے جس کے کذب صریح ہونے میں شک نہیں۔

کمال نمبر ۵: حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: ”چند دنوں کے بعد قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ لاہور پہنچے تو میں بھی......لاہور پہنچ گیا......میں نے ذرا سخت لہجے میں حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ سے بات کی کہ ”آپ نے مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ سے غلط تحریر پر کیوں دستخط کرائے ہیں“۔؟ مولانا محمد علی جالندھری مجھ سے مخاطب ہو کر بولے: ”تمہاری جماعت یہودیوں کی طرح قرآن پاک میں تحریف کرتی ہے اور حضرت مولانا حسین علی کا بھی یہی کام تھا“۔ مجھے سخت غصہ آیا“ میں نے مولانا محمد علی جالندھری کے منہ پر زناٹے کا تھپڑ رسید کر دیا“۔ (نغمۂ توحید ص ۵۲ تا ۵۳ مذکور)

الجواب: مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ سے غلط تحریر پر دستخط کرانے سے مراد وہی تحریر ہے جو کمال نمبر: ۲ کے تحت گزر چکی ہے تو اس کا ”کذب صریح ہونا“ ثابت ہو چکا ہے۔ اصل یہ حضرات لاہور میں حضرت شاہ صاحب گجراتی کے بارے میں جو تحریر نمبر ۲ لکھی گئی تھی، جس پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمہ اللہ اور مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ نے دستخط کئے تھے، اس کے متعلق گفتگو کرنے گئے تھے، اصل معاہدہ کی عبارت پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ کیا تھا۔ باقی مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کے منہ پر شاہ صاحب نے تھپڑ ضرور رسید کیا تھا لیکن حدیث پاک میں منہ پر مارنے سے منع کیا گیا ہے۔ شاہ صاحب نے نبی اکرم ﷺ کے فرمان کی مخالفت کی، اس پر خوش ہونا اور شیخی بازی کرنا کسی گھٹیا قسم کے آدمی کا وطیرہ تو ہو سکتا ہے لیکن کسی شریف انسان کی شان کے لائق نہیں۔ پھر تھپڑ مارنے کا یہ واقعہ ملتان ”خیر المدارس“ میں ۱۹۵۶ء یا ۱۹۵۷ء میں ہوا تھا نہ کہ لاہور ۱۹۶۲ء میں۔ بہرحال حضرت شاہ صاحب کے کمالات تو بہت ہیں لیکن ہم یہاں ان پر اکتفاء کرتے ہیں۔

نغمہ توحید

جلد نمبر: ۱ ، شمارہ نمبر: ۴

ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ ، مطابق نومبر ۱۹۸۹ء

مجلس ادارت:

مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری (مدیر اعلیٰ)

مولانا قاری عطاء الرحمٰن ، محمد الفضل

اکاؤنٹس مینجر: صوبیدار (ریٹائرڈ) اللہ رکھا

سرکولیشن مینجر: چوہدری طارق قیوم

رابطہ آفس:

۱۲/۲۳۵ مرکز اشاعت التوحید والسنت لالہ موسیٰ

ترسیل زر کے لئے:

قاری محمد گل شیر اعوان۔ جامع مسجد شاہ فیصل گیٹ گجرات

ایڈیٹر پبلشر سید ضیاء اللہ شاہ بخاری ، طبع ، پنجاب الیکٹرک پریس گجرات

مقام اشاعت ، جامع مسجد شاہ فیصل گیٹ گجرات ، فون ۳۴۷۹

بدل اشتراک:

اندرون ملک فی شمارہ ۲/- روپے

سالانہ ۲۴/-

بیرون ملک فی شمارہ ۱/ پونڈ

سالانہ ۱۰/-

۱۹۳

۵۰

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ. بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ
یٰاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُولُوا قَولًا سَدِیدًا. یُصلِح لَکُم
اَعمَالَکُم وَیَغفِر لَکُم ذُنُوبَکُم وَمَن یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ
فَقَد فَازَ فَوزًا عَظِیمًا. صَدَقَ اللّٰہُ العَلِیُّ العَظِیمُ.

الحمد للہ! آج کا یہ اجلاس بخیر و خوبی انجام پا گیا ہے جیسا کہ حضرت الامیر مولانا محمد طیب صاحب جو حضرت شیخ القرآن مولانا محمد طاہر رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کے سچے جانشین ہیں نے فرمایا ہے کہ جب ہم اشاعت توحید و سنت کے لیے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ تحریر پیش کرتے وقت اپنا نقطہ نظر پیش کرتے وقت جماعتی احباب کے مقام و مرتبے کو ملحوظ رکھیں اور کوئی ایسی بات نہ کریں بلکہ کوئی ایسا لفظ زبان و قلم پر نہ لائیں جو دوسروں کی دل آزاری کا سبب بنتا ہو۔ آپ میں سے کئی حضرات کو معلوم ہوگا کہ تحریک دفاع صحابہ نے ایک خط لکھا ہے جس کی کاپیاں علماء کرام میں تقسیم کی ہیں اس میں انھوں نے کچھ پند و نصائح کیے ہیں اور طعن و تشنیع سے بھی کام لیا ہے۔ ان کے پند و نصائح تو ہمارے سر آنکھوں پر، رہا طعن و تشنیع کا معاملہ، اس بار ہم انہیں معاف کرتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ جب کچھ لوگوں نے الگ جماعت بنالی ہے تو انہیں اشاعت التوحید والسنت پر اعتراض کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اگر وہ حضرات ہمارے ساتھ اتنے مخلص ہوتے تو الگ جماعت نہ بناتے بلکہ ہمارے ساتھ مل کر کام کرتے۔ پھر جماعتی احباب بھی اگر کوئی تجویز پیش کرنا چاہیں تو اس کا یہ طریقہ نہیں ہوتا جو تحریک دفاع صحابہ والوں نے اپنایا ہے۔ آپس میں بیٹھ کر ایک دوسرے کو مشورہ دیا جا سکتا ہے لیکن خطوط لکھنے اور ان کی کاپیاں بذریعہ ڈاک ارسال کرنے کا مقصد سوائے جماعت کو ملعون کرنے اور جماعتی قائدین کو بدنام کرنے کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

میری اپنی ذات کا معاملہ ہو تو میں برداشت کر لیتا ہوں لیکن اپنے اکابرین اور جماعتی احباب کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے راولپنڈی میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کو بہت زیادہ مجبور کر کے ایک عبارت پر دستخط کروا لیے جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ موت کے بعد انبیاء کرام کی حیات دنیوی ہے حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے۔ اکثر کتب متقدمین میں انبیاء کرام کی زندگی کے بارے میں لکھا ہے۔ لَا یُشبِہُ بِحَیٰوۃِ الدُّنیَا یعنی وہ دنیوی زندگی سے

۱۹۴

۵۲

مشابہت نہیں رکھتی۔ علامہ ابن حجرؒ نے بھی اس کی تائید کی ہے اور متاخرین میں سے حضرت شاہ اسحٰقؒ۔ جو اکابرین دیوبند کے اساتذہ کے استاد ہیں، نے لکھا ہے :

" حیات آں جا مماثل حیاتِ دُنیا نیست ۔" (مائۃ مسائل)

حضرت گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہندؒ، علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا اشرف علی تھانوی بھی حیاتِ برزخی کے قائل ہیں۔ حضرت تھانویؒ نے مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی کتاب "المہند" کو پڑھے بغیر محض اعتماد کی بناء پر اس کی تائید میں دستخط کر دیئے جب خود لکھا تو مسئلہ خوب واضح کیا۔ "اشرف الجواب" میں آپ لکھتے ہیں :

" مگر یہ یاد رہے کہ وہ ناسوتی (دُنیوی) زندگی نہیں ہے بلکہ وہ دوسری قسم کی حیات ہے۔ جسے حیات برزخیہ کہتے ہیں۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں :

رہا یہ کہ انبیاء اور دوسروں میں کیا فرق ہے ؟ برزخی حیات تو سب کو حاصل ہے۔ سو جواب یہ ہے کہ فرق مراتب میں ہے یعنی جس طرح دُنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ طیب اور طاہر تھی لیکن ابوجہل اور ابولہب کی خبیث اور گندی۔"

خیر شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس خیال سے کہ میں نے دیوبند کی چھاتی سے دودھ پیا ہے، حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کے مجبور کرنے پر دستخط کر دیئے۔ چند دنوں کے بعد قاری محمد طیبؒ لاہور پہنچے تو میں بھی مولانا محمد امیر بندیالویؒ، حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحبؒ اور شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خاںؒ کو ساتھ لے کر لاہور پہنچ گیا۔ حضرت قاری صاحبؒ اپنے مرید محمد شفیع زرگر کی کوٹھی میں ٹھہرے ہوئے تھے، اتفاق سے مولانا خیر محمد، مولانا محمد علی جالندھری اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ میں نے ذرا سخت لہجے میں حضرت قاری صاحب سے بات کی کہ آپ نے مولانا غلام اللہ خاںؒ سے غلط تحریر پر کیوں دستخط کرائے ہیں؟ مولانا محمد علی جالندھری مجھ سے مخاطب ہو کر بولے :

" تمہاری جماعت یہودیوں کی طرح قرآن پاک میں تحریف کرتی ہے اور حضرت مولانا حسین علی کا بھی یہی کام تھا۔"

۱۹۵

۵۲

مجھے سخت غصہ آیا میں نے مولانا محمد علی جالندھری کے منہ پر زناٹے کا تھپڑ رسید کر دیا اور کہا: میں ایسی صلح پر لعنت بھیجتا ہوں جس سے میری جماعت اور میرے اکابرین بدنام ہوں۔ مولانا خیر محمد نے انصاف کی بات کی۔ انہوں نے مولانا محمد علی جالندھری سے کہا: — اٹھو! شاہ صاحب سے معافی مانگو، تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے "

مجھے تو یہ بھی برداشت نہیں کہ میری جماعت کے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ رکن کو بھی کوئی برا بھلا کہے، کجا یہ کہ سند المحدثین، رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ یا شیخ القرآن حضرت مولانا محمد طاہرؒ کے بارے میں کوئی سخت لفظ کہے۔ اس لیے میں گزارش کرتا ہوں آئندہ ایسا غیر ذمہ دارانہ خط نہ کوئی مجھے لکھے نہ کسی اور کو۔ وہ لوگ جنھوں نے الگ جماعت بنالی ہے۔ اِرْتَدُّوْا عَلٰی اَدْبَارِهِمْ۔ یا تو وہ حضرات اپنی جماعت توڑ کر ہماری جماعت میں شامل ہوں پھر ہم سے بات کریں۔ ورنہ ہم جانیں اور ہمارا کام۔

میں نے دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی میں اشاعت التوحید والسنۃ کی مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شیخ القرآن حضرت مولانا محمد طاہرؒ کی موجودگی میں اپنا مسلک واضح کر دیا تھا۔ جماعت کی بنیاد حضرت مولانا حسین علیؒ کے مسلک پر ہے۔ حضرت نے بیت اللہ شریف میں خواب میں دیکھا کہ مختصر سی قرآن پاک کی تفسیر لکھی ہے۔ پھر انھوں نے تفسیر بے نظیر (البیان) لکھی اور اپنی زندگی میں دو دفعہ چھپوا کر خود علماء اور تلامذہ میں تقسیم کی۔ مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر چھپوانے کا کام کسی مولوی کے سپرد محض اس لیے نہ کیا کہ پھر کوئی گڑبڑ نہ کر دے۔ قرآن پاک کے خلاف جو عبارات مولانا حسین علیؒ سے نقل کی جاتی ہیں، وہ سب سنی سنائی ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں، اس کے مقابلہ میں تفسیر بے نظیر حضرت نے خود لکھی، چھپوائی اور خود تقسیم فرمائی۔

مولانا حسین علیؒ کوئی عام آدمی نہ تھے۔ صحیح مسلم کا مقدمہ جتنی تفصیل سے حضرتؒ پڑھاتے تھے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کسی اور کو اس میں اتنی گہرائی نہ تھی، وہ مرد مومن جس سے ہم نے ایمان سیکھا، قرآن سیکھا، یعنی حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ انکے بارے میں علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ فرماتے تھے "اس وقت ہندوستان میں نسبت مجددیہ، نسبت قرآن اور فہم قرآن میں وہ واحد ہیں "

مجلس منتظمہ اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان کا آخری فیصلہ، جس پر حضرت شیخ القرآن

مولانا محمد طاہر کے دستخط بھی ہیں۔ ہمارے مسلک کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ جن حضرات نے اس مسلک کے مطابق جماعت میں رہنا ہے، وہ بخوشی کام کریں اور جنہوں نے کانا پھوسی کرکے دوسروں کو بھی خراب کرنا ہے وہ استعفیٰ دے دیں۔ منافقانہ روش ہرگز نہیں ہونی چاہیے آپ حضرات تحریک دفاع صحابہؓ والوں تک میرے یہ الفاظ پہنچا دیں کہ اس دفعہ تو ہم ان کی غلطی معاف کرتے ہیں۔ لیکن آئندہ ایسی کوئی حرکت ہم برداشت نہیں کریں گے۔

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

"حضرۃ شیخ القرآنؒ کی ایک تاریخی تقریر جو کیسٹ سے نقل کی گئی"

آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں

باب اوّل

منکرین حیات وسماع کے دلائل اوران کا جواب

دلیل نمبر ا: (فاطر: ۲۴) میں ہے: اِنْ تَدْعُوْھُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآئَ کُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَکُمْ وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکْفُرُوْنَ بِشِرْکِکُمْ وَلَا یُنَبِّئُکَ مِثْلُ خَبِیْرٍ {۱۴} اگرتم ان کو بلاؤ تو وہ تمہاری پکار کو نہ سنیں اور اگر سن لیں تو تمہارے کام نہ کر سکیں اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے انکار کریں اور اللہ تعالیٰ خبر رکھنے والے کی طرح کوئی تجھے خبر نہیں دے سکتا۔

الجواب: (ا)......حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''جن ملائکہ کو تم پکارتے ہو اے کفارو! وہ تو مالک قطمیر کے بھی نہیں۔ اگر پکارو سنتے نہیں، اگر بالفرض سن لیں تو طاقت دعا قبول کرنے کی نہیں۔ وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکْفُرُوْنَ بِشِرْکِکُمْ ای بدعائکم یعنی تمہارے پکارنے کا۔ (تفسیر بے نظیر مع حاشیہ بدر منیر ص ۸۸)

(۲)...... کفار ملائکہ کو غائبانہ پکارتے ہیں معبود سمجھ کر، وہ نہیں سنتے، اگر بالفرض سن بھی لیں تو بھی کچھ نہیں کر سکتے، غائبانہ سمیع بصیر اللہ تعالیٰ کے غیر کو جاننا یہ شرک ہے۔ (تفسیر بے نظیر ص ۹۱)

(ا)...... حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر میں واضح کر دیا کہ یہ آیت کفار کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی مسلمانوں پر فٹ کرتے ہیں جیسے کہ شاہ صاحب کے کمال نمبر ا کے تحت ذکر ہو چکا ہے۔

(۲)...... حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ فرشتوں کے بارے میں اس آیت کو ذکر کرتے ہیں اور فرشتے زندہ ہیں مگر شاہ صاحب گجراتی اس کو اصحاب القبور پر فٹ کرتے ہیں، جو فوت ہو چکے ہیں جیسا کہ شاہ صاحب کے کمال نمبر ا کے تحت گزر چکی ہے۔

(۳)...... حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ اس کو غائبانہ پکار پر محمول کر رہے ہیں، جو شرک ہے جب کہ حضرت شاہ صاحب گجراتی سماع موتی عند القبور پر فٹ کر رہے ہیں جس کو کوئی مسلمان بھی شرک نہیں کہتا۔

(۴)...... حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''غائبانہ پکارتے ہیں معبود سمجھ کر، جبکہ شاہ صاحب گجراتی کے ہاں وہ لوگ مراد ہیں جو اہل قبور کو نہ تو حاجت روا مانتے ہیں نہ مشکل کشا مانتے ہیں صرف ان کے سماع عند القبور کے قائل ہیں۔ لیکن یہ لوگ مردوں سے براہ راست کچھ بھی نہیں مانگتے، کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ ''مردے بھی سائل ہیں یعنی خدا تعالیٰ سے مانگنے والے ان کے اپنے پاس کچھ بھی نہیں ہے'' تو شاہ صاحب کے نزدیک اس آیت کا مصداق یہ لوگ ہیں اور مشرک ہیں یعنی لوئر کلاس مشرک۔

اگر شاہ صاحب گجراتی کو حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق پر اعتماد ہوتا اور خدا تعالیٰ کا خوف ہوتا تو وہ اس آیت کو مردوں پر فٹ نہ کرتے۔ مگر اس کے باوجود شاہ صاحب گجراتی کی زبانی بڑک بھی ملاحظہ ہو۔ ''مولانا حسین

علی رحمہ اللہ کوئی عام آدمی نہ تھے۔ صحیح مسلم کا مقدمہ جتنی تفصیل سے حضرت رحمہ اللہ پڑھاتے تھے، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کسی اور کو اس میں اتنی گہرائی نہ تھی۔ وہ مردِ مؤمن جس سے ہم نے ایمان سیکھا، قرآن سیکھا۔ (نغمہ توحید ص ۵۳ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ)

حضرت شاہ صاحب نے حضرت حسین علی صاحب رحمہ اللہ سے قرآن سیکھا ہے ماشاء اللہ بہت خوب۔ (دریں چہ شک)

شاہ صاحب گجراتی کی ایک خیانت: شاہ صاحب کے رسالہ ''الصراط المستقیم'' اور ''نغمہ توحید'' میں مسلسل ایک اشتہار شائع ہو رہا ہے وہ ملاحظہ ہو'' بانی جماعت اشاعت التوحید والسنہ رئیس المفسرین سند المحدثین قدوۃ الفقہاء سلطان العارفین الامام العلامہ مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کی تصنیف لطیف تفسیر بے نظیر (التبیان) میں قرآن کریم کے مطابق ایک مسلمان کا صحیح عقیدہ: (کفار) کہتے ہیں (انبیاء واولیاء) اللہ تعالیٰ سے کرا دیتے ہیں۔ ''سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ'' جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں وہ کس طرح کرا دیتے ہیں۔ (سورۂ یونس ص ۱۶، ۱۷)

قیامت میں کہیں گے ''اِنۡ كُنَّا عَنۡ عِبَادَتِكُمۡ لَغٰفِلِيۡنَ'' یعنی تمہارے پکارنے کی ہم کو کچھ خبر نہیں۔ (سورہ یونس ص ۱۷)

الجواب: (۱)...... مولانا حسین علی رحمہ اللہ کو جماعت اشاعت التوحید والسنہ کا بانی کہنا خالص جھوٹ وافتراء ہے، اس جماعت کے بانی حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ تھے جیسا کہ اس کی بحث گزر چکی ہے۔

(۲):...... تفسیر بے نظیر کے حوالہ دینے میں بھی خیانت وتحریف کا ارتکاب کیا گیا ہے، اصل حوالہ ملاحظہ ہو: ''کفار غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں جو نہ نفع دیتے ہیں، نہ نقصان وضرر۔ کہتے ہیں کہ یہ اللہ سے کرا دیتے ہیں۔ ''سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ'' جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں وہ کس طرح کرا دیتے ہیں۔؟ مشرکوں کے عقل والے معبود، جو پیغمبر اور ملائکہ ہیں، قیامت میں کہیں گے کہ ''اِنۡ كُنَّا عَنۡ عِبَادَتِكُمۡ لَغٰفِلِيۡنَ'' یعنی تمہارے پکارنے کی ہمیں کچھ خبر نہیں۔ (تفسیر بے نظیر مع حاشیہ بدر منیر ص ۱۴۱) مشرکوں کے عقل والے معبود الخ یہ عبارت درمیان سے کاٹ دی ہے اور ابتداء عبارت یعنی کفار کہتے ہیں اس کے بعد اپنی طرف سے (انبیاء واولیاء) کا اضافہ کر دیا ہے اور تمام عبارت کا تعلق اولیاء وانبیاء کے ساتھ کر دیا جس کا مطلب یہ بن گیا کہ ''انبیاء واولیاء نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔ حالانکہ پہلی عبارت کا تعلق بتوں سے تھا کہ وہ نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں وہ کس طرح کرا دیتے ہیں۔؟ پھر اس کے بعد مشرکوں کے عقل والے معبود الخ سے بیان کیا کہ پیغمبر وملائکہ قیامت والے دن کہیں گے ہم تمہاری پکار سے غافل تھے''۔ یہاں حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ نے عبادت کو دعاء کے معنی میں کیا ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی قبروں کے جو لوگ سجدہ کرتے تھے، ان کی تو ان کو خبر تھی۔

شاہ صاحب کی خیانت نمبر ۲: اسی اشتہار مذکور میں آیت ''لَا يَسۡمَعُوۡا دُعَآءَكُمۡ'' کی تفسیر مولانا حسین علی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''کفار ملائکہ (وانبیاء) کو غائبانہ پکارتے ہیں معبود سمجھ کر، وہ نہیں سنتے، اگر بالفرض سن بھی لیں تو بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ غائبانہ سمیع وبصیر اللہ تعالیٰ کے غیر کو جاننا شرک ہے۔ (سورۂ فاطر: تفسیر بے نظیر ص ۳۸)

الجواب: حضرت شاہ صاحب نے انبیاء کا اضافہ اپنی طرف سے عبارت میں کر دیا۔ گویا یہ آیت انبیاء علیہم السلام پر خواہ مخواہ فٹ کرنا چاہتے ہیں یعنی جس آیت کا انبیاء علیہم السلام سے کوئی تعلق ہی نہیں، اس آیت کو پھر انبیاء علیہم السلام پر لاگو کیا جا رہا ہے۔ کیا یہودی اس سے کوئی بڑی تحریف کرتے ہوں گے۔؟

(اشتہار مذکور کا فوٹو اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

رئیس جماعت اشاعت التوحید والسنۃ، رئیس المفسرین، سند المحدثین، قدوۃ الفقہاء سلطان العارفین، الامام العلامۃ

مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

کی تصنیف لطیف "تفسیر بے نظیر" (التبیان) میں قرآن کریم کے مطابق

ایک مسلمان کا صحیح عقیدہ

(کفار کہتے ہیں (انبیاء و اولیاء) اللہ تعالیٰ سے کرا دیتے ہیں۔ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں، وہ کس طرح کرا دیتے ہیں۔ (سورۃ یونس ت۱ ص۱۷)

○ قیامت میں کہیں گے: إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ یعنی تمہارے پکارنے کی ہم کو کچھ خبر نہیں۔ (سورۃ یونس ص۱۷)

○ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ۝ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ۔ (فاطر)

کفار ملائکہ و انبیاء کو غائبانہ پکارتے ہیں معبود سمجھ کر وہ نہیں سنتے۔ اگر بالفرض سن بھی لیں تو بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ غائبانہ سمیع و بصیر اللہ تعالیٰ کے غیر کو جاننا شرک ہے۔ (سورۃ فاطر ص۳۸)

○ حالانکہ وہ تو کسی چیز کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ انکو کچھ خبر ہوتی ہے لوگوں کے پکارنے کی (سورۃ فاطر ص۳۸)

○ حاصل یہ ہوا دنیا میں کفار معبودوں کو شفعاء سمجھ کر پکارتے ہیں یہ پکارنا ان کا شرک ہے انکے پکارنے کی انکے معبودوں کو خبر نہیں نہ کوئی شفاعت کرسکتے ہیں۔ (سورۃ فاطر ص۳۸)

○ فہذہ الانواع من خطاب الملائکۃ والانبیاء والصالحین بعد موتہم عند قبورہم و فی مغیبہم وخطاب تماثیلہم ھو اعظم انواع الشرک الموجود فی المشرکین۔ (سورۃ الجاثیہ ص۵)

○ وہ لوگ جو انبیاء اور صالحین کو بعد موت کے نزدیک سے پکارتے ہیں وہ بھی مشرک ہیں۔ (جاثیہ ص۵)

○ غیر اللہ کو غائبانہ دعوت پکارو، کارساز غیب دان سوائے اسکے کوئی نہیں۔ (سورۃ الاحقاف ص۵)

— فلولا ... نصرهم ... ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى۔ (زمر)

__ایک وضاحت:__ اس اشتہار میں ہے ''وہ لوگ جو انبیاء اور صالحین کو بعد موت کے نزدیک سے پکارتے ہیں، وہ بھی مشرک ہیں۔ (سورہ جاثیہ تفسیر بے نظیر ص ۵۲) اس عبارت کے نقل کرنے میں بھی خیانت کا ارتکاب کیا گیا ہے اصل عبارت ملاحظہ ہو۔ (قاعدہ جلیلہ ص ۲۵) میں ہے وہ لوگ جو انبیاء اور صالحین کو بعد موت کے نزدیک سے پکارتے ہیں، وہ بھی مشرک ہیں''۔ (تفسیر بے نظیر ص ۱۱۲ تا ۱۱۳)

معلوم ہوا اصل عبارت قاعدہ جلیلہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ہے جو سماع موتی کا زبردست قائل ہے۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ نے ان کی عبارت کا خلاصہ نکالا ہے، اصل عبارت بعینہ اس طرح قاعدہ جلیلہ میں نہیں ہے۔ اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ ''جو لوگ انبیاء وصالحین کو بعد موت کے حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہوئے نزدیک سے پکارتے ہیں، وہ بھی مشرک ہیں''۔

__مولانا عبدالحق حقانی:__ مولانا عبدالحق رحمہ اللہ آیت مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''تم ان بتوں سے کیا عزت ڈھونڈتے ہو۔؟ اول تو ان کو اختیار ہی نہیں۔ دوم ''اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ'' اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہارا پکارنا نہیں سنتے، کس لئے کہ جمادات بے حس وحرکت ہیں۔ (تفسیر حقانی ج ۶ ص ۱۲۸) مطلب یہ ہوا کہ یہ آیت کافروں کے بارے میں نازل ہوئی جو بتوں کو معبود وحاجت روا مانتے تھے۔

__مولانا سید امیر علی صاحب:__ فرماتے ہیں: ''اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ'' اگر تم ان کو پکارو گے تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے۔

__ف:__ ''کیونکہ تم جن مورت کو بناتے ہو وہ تم سے زیادہ عاجز ہے کیونکہ تم میں اللہ تعالیٰ نے سننے کی روح رکھی ہے اور ان مورتوں میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر فرض کرو کہ وہ سنتے ہیں تو بھی تمہارا کچھ فائدہ نہیں''۔

(تفسیر مواہب الرحمن ج ۲۲ ص ۲۲۰ سورۂ فاطر پارہ: ۲۲)

__حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:__ ''یعنی اگر دعاء مانگو بتوں سے، جن کو شریک کرتے ہو خدا تعالیٰ کے ساتھ تو وہ نہیں سنتے تمہارے پکارنے کو کیونکہ وہ بے جان ہیں۔ (موضح القرآن)

__علامہ ملا حسین الواعظ الکاشفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:__ ''لا یسمعوا'' نمے شنوند ''دعاء کم'' خواندن شمار از یرا کہ جماد اند و جماد را شنوائی نباشد۔ (تفسیر حسینی مع ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ص ۹۸۱) (ترجمہ): وہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے کیونکہ جماد محض ہیں اور جماد کی سماعت نہیں ہوتی۔

__تفسیر جواہر القرآن:__ ''باقی رہے تمہارے خود ساختہ کارساز، جن کو تم حاجات وبلیات میں غائبانہ پکارتے ہو وہ تو ایک چھلکے کا اختیار بھی نہیں رکھتے، (الی ان قال) اور قیامت کے دن تمہارے خود ساختہ معبود، جن کو تم دنیا میں پکارتے ہو، تمہارے اس شرک غائبانہ پکار کا انکار کریں گے''۔ (تفسیر جواہر القرآن ج ۴ ص ۹۷۲)

یعنی یہ آیت کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو خدا تعالیٰ کے سوا دوسرے خود ساختہ معبود بنا رکھے تھے جن کو عالم الغیب، حاجت روا و مشکل کشا مانتے تھے۔

__تفسیر بلغۃ الحیران:__ جو شخص غائبانہ نداء کرتا ہے کسی چیز کو اس اعتقاد سے کہ وہ حاجات روا کنندہ ہے یا خواہ مخواہ کروا دے گا، بایں اعتقاد کہ میرے لئے حق تعالیٰ سے دعاء مانگے گا، لیکن اس کا یہ اعتقاد ہے کہ جس کو میں پکارتا ہوں ہر وقت سننے جاننے والا ہے، یہ نداء شرک ہے اور عبادت ہے......... وقال تعالیٰ فی سورۃ فاطر: ''اِنْ

تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَ كُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ"۔ (بلغة الحیران ص ۵۱ تا ۵۲) یعنی یہ آیت اس مشرک و کافر کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو غائبانہ طور پر کسی کو حاجت روا و مشکل کشا سمجھتے ہوئے پکارے یا اس اعتقاد سے پکارے کہ وہ خود تو حاجت روا نہیں لیکن خدا تعالیٰ سے مانگ کر خواہ مخواہ (خدا تعالیٰ چاہے یا نہ چاہے) کروا لے گا اور یہ خواہ مخواہ کروانے والا غائبانہ پکار کو ہر وقت سننے والا ہے اور عالم الغیب بھی ہے، تو ایسی نداء یقیناً شرک ہے، کیونکہ یہ نداء تو خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس کی عبادت ہے۔

تفسیر جلالین: تفسیر جلالین میں ہے: والذین تدعون تعبدون من دونه ای غیره وهم الاصنام (جلالین: ص ۳۶۵) اور جن کی تم عبادت کرتے ہو خدا تعالیٰ کے سوا وہ بت ہیں۔

تفسیر جمل: تفسیر جمل میں ہے: بانه جماد لیس من شانه السماع الخ ابو السعود (جمل علی الجلالین ج ۳ ص ۴۹۰) کیونکہ یہ بت جماد محض ہیں وہ سننے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔

تفسیر ابن کثیر: تفسیر ابن کثیر میں ہے: والذین تدعون من دونه ای من الاصنام والانداد التی هی علی صورة من تزعمون من الملائكة المقربین۔ یعنی جن کو تم پکارتے ہو خدا تعالیٰ کے سوا، وہ بت ہیں جو مقرب فرشتوں کی شکل وصورت پر تم نے اپنے گمان میں بنا رکھے ہیں، وہ چھلکے برابر کے مالک نہیں۔ ان تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَ كُمْ یعنی الالهة التی تدعونها من دون الله لا تسمع دعاء كم لانها جماد لا روح فيها (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۵۱) اگر تم ان کو بلاؤ تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے، وہ معبود جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو وہ نہیں سنتے کیونکہ وہ محض جماد ہیں جن میں روح نہیں ہیں۔

تفسیر روح المعانی: بانه جماد لیس من شانه السماع هذا اذا كان الكلام مع عبدة الاصنام ويحتمل ان يكون مع عبدتها و عبدة الملائكة و عیسی و غیرهم من المقربین و عدم السماع حینئذ اما لان المعبود لیس من شانه ذلک کالاصنام و اما لانه فی شغل شاغل و بعد بعید عن عابده کعیسی علیه السلام وروی هذا عن البلخی او لان الله عز و جل حفظ سمعه من ان یصل الیه مثل هذا الدعاء لغاية قبحه و ثقله علی من سمع من هو فی غاية العبودية لله سبحانه۔ (روح المعانی ج ۲۲ ص ۱۸۲) کیونکہ جماد محض ہیں ان میں سننے کی صلاحیت ہی نہیں، یہ اس وقت ہے جب بات بت پرستوں سے اور یہ بھی احتمال ہے کہ گفتگو ان لوگوں سے ہو جو بت پرست بھی ہوں اور ساتھ ساتھ فرشتوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر مقربین کی عبادت کرنے والے ہوں، اس وقت نہ سننا یا تو اس بناء پر ہے کہ اس میں سننے کی صلاحیت ہی نہیں جیسے بت ہیں یا نہ سننا اس بناء پر ہے کہ وہ اپنے شغل میں مصروف ہیں اور عبادت کرنے والے سے دور ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام اور یہی بات بلخی رحمہ اللہ سے منقول ہے یا نہ سننا اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں کو اس قبیح پکار سے محفوظ رکھا تا کہ ان کے کانوں میں یہ گندی بات پہنچے ہی نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے بہت عاجزی کرنے والے ہیں اور یہ بات ان کے لئے تکلیف دہ ثابت ہوگی۔

یعنی یہ آیت کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں یا فرشتوں اور عیسیٰ علیہ السلام و مقربین کی عبادت کرتے ہیں۔ بت تو نہیں سنتے لیکن فرشتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ دور ہونے کی وجہ سے نہیں سنتے یا خدا تعالیٰ ان کو اچھی باتیں سناتا ہے تا کہ خوش رہیں اور بری باتیں نہیں سناتا تا کہ غمگین نہ ہوں۔

تفسیر قرطبی: تفسیر قرطبی میں ہے: ای ان تستغیثوا بهم فی النوائب لا یسمعوا دعائكم لانها جمادات

لا تبصر ولا تسمع (ولو سمعوا ما استجابو الکم اذلیس کل سامع ناطقا وقال قتادة المعنی لو سمعوا لم ینفعوکم وقیل ای لو جعلنا لهم عقولا وحیاة فسمعوا دعاء کم لکانوا اطوع لله منکم ولما استجابوا لکم علی الکفر (ویوم القیمة یکفرون بشرککم) ای یجحدون انکم عبدتموهم ویستبرؤن منکم ثم یجوز ان یرجع هذا الی المعبودین مما یعقل کالملائکة والجن والانبیاء والشیطین ای یجحدون ان یکون مافعلتموه حقا وانهم امروکم بعبادتهم کما اخبر عن عیسی بقوله ما یکون لی ان اقول مالیس لی بحق۔ ویجوز ان یندرج فیه الاصنام ایضا ای یحییها الله حتی تخبر انها لیست اهلا للعبادة۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۳۳۶) اگر تم مصیبتوں میں ان سے فریاد کرو تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے کیونکہ وہ محض جماد ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں (اور بالفرض سن بھی لیں تو نفع نہیں پہنچا سکتے) کیونکہ ہر سننے والا بولنے والا نہیں ہوتا اور قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ معنی یہ ہے کہ اگر سن لیں تو نفع نہیں دے سکتے اور کہا گیا ہے کہ اگر ہم ان بتوں کو عقل والا زندہ بنا دیں پس وہ تمہاری پکار سن لیں تو وہ تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہوں گے اور تمہیں کفر پر رہنا پسند نہ کریں (اور قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کریں گے) یعنی تمہاری عبادت کا انکار کریں گے اور اپنی براءت کا اظہار کریں گے پھر یہ انکار کرنا جائز ہے کہ عقل والے معبودوں کی طرف لوٹے جن کو کفار نے معبود بنایا تھا جیسے جن، انبیاء اور شیاطین جیسے عیسیٰ علیہ السلام کا قول قرآن مجید میں ہے (میرے لئے یہ حق نہ تھا کہ میں ان کو ناحق بات کا حکم کرتا) اور یہ بھی جائز ہے کہ ان انکار کرنے والوں میں بت بھی مندرج ہوں کہ ان میں اللہ تعالیٰ حیات پیدا کردے اور وہ خود بتائیں کہ وہ عبادت کے اہل نہیں ہیں۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ "اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَاءَ کُمْ" کو بتوں کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ یعنی اس میں دوسرا کوئی احتمال نہیں۔ البتہ "وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَکْفُرُوْنَ بِشِرْکِکُمْ" کے متعلق "ثم یجوز" سے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے مراد صرف ذوی العقول ہیں جو قیامت والے دن اس شرک سے انکار کریں گے اور "ویجوز ان یندرج" سے دوسرا احتمال یہ بیان کرتے ہیں کہ انکار کرنے والوں میں جائز ہے کہ بت بھی مندرج ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان میں حیات پیدا کردے اور وہ اپنی عبادت کے اہل ہونے کا انکار کرسکیں۔

<u>نیلوی صاحب کا دھوکہ</u>: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: کہ مطلب یہ ہے کہ "اَلَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ" سے مراد صرف عقلمند معبود بھی لے سکتے ہیں۔ جیسے فرشتے، جن، ولی، شیطان الخ (ندائے حق ج ۲ ص ۵۵) حالانکہ "ثم یجوز" کا تعلق صرف "وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَکْفُرُوْنَ بِشِرْکِکُمْ" سے ہے کیونکہ "ویجوز ان یندرج" الخ سے بتوں کو شامل کرنا چہ معنی دارد ...... جب کہ پہلے "اِنْ تَدْعُوْهُمْ" کے تحت ان کا ذکر آچکا ہے۔ راقم الحروف نے نیلوی صاحب پر (قہر حق ج ۱ ص ۱۳۵ و ۱۳۶) میں گرفت کی تھی لیکن اس میں کچھ خامی ہے اسی لئے اس عبارت کو اس ترجمہ وتشریح کے مطابق بنایا جائے اور اسی طرح سمجھا جائے۔

<u>تفسیر فتح القدیر</u>: قاضی شوکانی غیر مقلد اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ: وہ اس لئے نہیں سنتے "لکونها جمادات" (کیونکہ وہ جماد ہیں) (تفسیر فتح القدیر ج ۴ ص ۳۴۳)

<u>تفسیر مظہری</u>: تفسیر مظہری میں ہے: "وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ ای الذین تعبدونها من الاصنام وغیرها کائنة مِنْ دُوْنِهٖ تعالی (الی ان قال) لَا یَسْمَعُوْا دُعَاءَ کُمْ لانها جمادات" (مظہری ج ۸ ص ۵۰) اور جن کو تم پکارتے ہو یعنی جن کی تم عبادت کرتے ہو، بت وغیرہ جو خدا تعالیٰ کے سوا ہیں، ان کو پکارو تو نہیں سنتے کیونکہ وہ جماد محض ہیں۔

تفسیر بیضاوی: تفسیر بیضاوی میں ہے: "اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ لَا یَسۡمَعُوۡا دُعَاءَ کُمۡ لانهم جماد" (بیضاوی ج ۲ص ۲۷۰) اگر تم ان کو بلاؤ تو وہ تمہاری پکار کونہیں سنتے کیونکہ وہ جماد محض ہیں۔

تفسیر خازن: تفسیر خازن میں ہے: "اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ يعنى الاصنام لَا یَسۡمَعُوۡا دُعَاءَ کُمۡ يعنى انهم جماد" (خازن ج ۴ ص ۳۰۰) اگر تم ان کو بلاؤ یعنی بتوں کو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے کیونکہ وہ جماد ہیں۔

تفسیر بغوی: تفسیر بغوی میں ہے: "اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ يعنى ان تدعو االاصنام لَا یَسۡمَعُوۡا دُعَاءَ کُمۡ" (معالم التنزيل للبغوى على هامش الخازن ج ۴ ص ۴۰۰) اگر تم ان کو پکارو یعنی بتوں کو بلاؤ تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے۔

تفسیر ترجمان القرآن: تفسیر ترجمان القرآن میں ہے: ان تدعوهم الاية۔ اگر تم ان سے فریاد رسی چاہو حوادث میں وہ نہ سنیں تمہاری پکار کو کیونکہ وہ تو جمادات ہیں، مدرکات میں سے کسی شئی کا ادراک نہیں کرتے۔

(ترجمان القرآن نواب صدیق حسن خان ج ۱۲ ص ۱۱۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر کسی مسلمان مفسر نے یہ نہیں کی کہ اس سے مراد مردوں کا سماع عند القبور اور انبیاء علیہم السلام کا سماع عند القبور مراد ہے۔ ان لوگوں نے مرزائیوں کی طرح قرآنی آیات میں تفسیر وتشریح اپنی اختراع کے مطابق کر کے مسلمانوں پر کفر کے فتوے لگائے ہیں۔ (العیاذ باللہ) مرزائی لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات بھی قرآن مجید کی آیات سے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر کے مسلمانوں کو قرآن کے نام سے دھوکہ دیتے ہیں۔ بے چارے کم فہم طالب علم بھی ان آیات کو جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، رقاصہ کی طرح جھوم جھوم کر مسلمانوں پر فٹ کرتے ہوئے ان تکفیر سے باز نہیں آتے۔

آگ لگا کر خوش ہونا ہے کام جمالو بی بی کا

دلیل نمبر ۲: اللّٰهُ يَتَوَفَّى الۡاَنۡفُسَ حِيۡنَ مَوۡتِهَا وَالَّتِىۡ لَمۡ تَمُتۡ فِىۡ مَنَامِهَا فَيُمۡسِكُ الَّتِىۡ قَضٰى عَلَيۡهَا الۡمَوۡتَ وَيُرۡسِلُ الۡاُخۡرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى۔ اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے جانوں کو موت کے وقت اور ان کو بھی جو نیند میں ہیں مری نہیں ہیں پس روک لیتا ہے اس کو جس پر موت کا فیصلہ کرتا ہے اور دوسرے کو چھوڑ دیتا ہے ایک وقت مقرر تک۔

اس آیت سے منکرین حیات یوں استدلال کرتے ہیں کہ بعض تفسیروں میں ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ موت کو واقع کرنا چاہتے ہیں اس کے روح کو روک لیتے ہیں اور واپس بدن کی طرف نہیں آنے دیتے۔ اور تفسیر مظہری ج ۸ ص ۲۱۸ میں ہے "ولا يردها الى البدن حتى ينفخ نفخة البعث"۔ (اور نہیں لوٹاتا اس روح کو بدن کی طرف یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔

الجواب نمبر ۱: حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ روح کا لوٹانا پھر اس طرح نہ ہوگا کہ اس کی حیات ہمیں نظر آسکے اور ہمارے شعور میں آسکے بلکہ ایسی حیات تو قیامت والے دن ہوگی۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کی اس عبارت سے یہ کیسے لازم آتا ہے کہ روح کا جسم کے ساتھ کوئی تعلق ہی باقی نہیں رہتا۔؟ بلکہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ تو "حیات انبیاء علیہم السلام و سماع انبیاء علیہم السلام عند القبور" کے صرف قائل ہی نہیں بلکہ وہ اس پر زبردست دلائل بھی قائم کرتے ہیں بلکہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ تو عام مردوں کے سماع عند القبور کے بھی زبردست قائل ہیں۔ چنانچہ حضرت قاضی محمد ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) اس سوال کا جواب کہ "جب ارواح علیین اور سجین میں ہیں اور بدن قبروں میں ہیں تو پھر ان کا آپس میں جوڑ کیسے ہے"۔؟

جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: قلنا وجه التطبيق ان مقر ارواح المؤمنين في عليين او في السماء السابعة و نحو ذلك كما مر ومقر ارواح الكفار في سجين ومع ذلك لكل روح منها اتصال بجسده في قبره لا يدرك كنهه الا الله تعالى وبذلك الاتصال يصح ان يعرض على الانسان المجموع المركب من الجسد والروح مقعده من الجنة او النار ويحس اللذة او الالم ويسمع سلام الزائر ويجيب المنكر والنكير ونحو ذلك مما ثبت بالكتاب والسنة۔ (تفسیر مظہری ج۱۰ ص۱۲۴ تا ۱۲۵) ہم کہتے ہیں کہ تطبیق یوں ہے کہ مؤمنوں کے ارواح کا مستقر علیین یا ساتواں آسمان اور اس کی مانند کوئی اور جگہ ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور کفار کی ارواح کا مستقر سجین ہے لیکن بایں ہمہ ہر روح کا قبر میں اپنے جسم کے ساتھ تعلق ہے اس تعلق کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس اتصال کے بناء پر صحیح ہے کہ انسان پر جو جسم اور روح دونوں کا مجموعہ اور مرکب کا نام ہے اس کا ٹھکانہ جنت کا یا دوزخ کا پیش کیا جائے اور وہ لذت یا دکھ محسوس کرے اور زیارت کرنے والے کا سلام سنے اور منکر ونکیر کا جواب دے اور مثل اس کے دوسری چیزیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے ثابت ہیں۔

نیلوی صاحب کی پریشانی: نیلوی صاحب نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”وقیل توضع فیه الحیوة من کل الوجوہ“ یعنی ایک قول یہ ہے کہ اس میت میں من کل الوجوہ جان ڈالی جاتی ہے جس سے میت میں سب حواس باقاعدہ کام کرتے ہیں۔ مگر یہ قول ضعیف ہے اور مسائل فقہ حنفی اس سے آبی ہیں۔

تنبیہ:...... صاحب الکافی ابو البرکات نسفی رحمہ اللہ کے اس قول سے معلوم ہو گیا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کی تفسیر مظہری میں جو ”ویسمع سلام الزائر“ (کہ میت زیارت کرنے والے کا سلام سنتا ہے) کا اضافہ ہے اس کا منشا یہی قول ضعیف ہے یا تو وہ قاضی صاحب کا اپنا خیال ہے یا بعد میں کسی ناسخ کا اضافہ ہے۔

(ندائے حق جزء اوّل طبع اول ص ۲۸ وطبع دوم ص ۴۹)

معلوم ہوا کہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی اس عبارت سے نیلوی صاحب اتنے پریشان ہیں کہ کوئی جواب بھی ان سے تسلی بخش نہیں بن پڑا۔ مزید حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ آگے بیان ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بہرحال تمام مفسرین جن سے اس آیت کی تفسیر بیان کی جاتی ہے وہ حیات انبیاء علیہم السلام کے علاوہ عام مردوں کی حیات کے بھی زبردست قائل ہیں اور آیت ”يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ“ کے تحت عذاب قبر اور حیات فی القبر کا اثبات کرتے ہیں اور کفار کے لئے بھی حیات کو ضروری تسلیم کرتے ہیں، وہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں حیات کا انکار کرتے ہوئے گستاخی کا ارتکاب کریں، یہ ناممکن ہے۔ دراصل یہ مفسرین حضرات موت کے وقوع کا ذکر کر رہے ہیں کہ روح کا تعلق بدن سے اس وقت ختم ہو جاتا ہے، باقی اس موت کے بعد حیات فی القبر پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے۔

چنانچہ مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اللہ نفسوں کو قبض کرتا ہے دو وقتوں میں ایک تو موت کے وقت میں دوسرا نیند میں، اور قبض کر کے دو طریقے کرتا ہے بعضوں کو تو اپنے پاس رکھتا ہے یعنی بالکل مار دیتا ہے او ربعضوں کو نیند کے وقت قبض کر کے چھوڑ دیتا ہے۔ (بلغة الحیران ص ۲۸۹)

مفسرین کی بات کو ان کے نظریہ کے خلاف فٹ کرنا یہ ”توجیه القائل بمالا یرضی به قائله“ کے درجے میں ہے جو قطعاً قابل قبول نہیں۔ نیلوی صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں: ”پس مسئلہ نزاعیہ میں تصریحات کو نظر انداز

کرنا اور ادھر ادھر کے رطب و یابس اقوال یا تاویلات سے کام چلانا سخت غلطی ہے''۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۷۷)

نیز لکھتے ہیں: ''حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنی رائے سے قرآن پاک کی تفسیر کرے تو اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''۔ (مشکوٰۃ ص ۳۵، ندائے حق جلد ثانی ص ۲۶۳)

جواب نمبر ۲: اللہ تعالیٰ نفسوں کو قبض کرتا ہے۔ نفس اور چیز ہے اور روح اور چیز ہے۔ روحوں کے قبض کرنے کے لئے فرشتے اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیئے ہیں جب تک روح قبض نہ کئے جائیں موت واقع نہیں ہوتی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(۱): ...... قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ (السجدۃ: ۱۱) آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! تمہارا روح قبض کرے گا موت کا فرشتہ (عزرائیل علیہ السلام) جو تمہارے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

(۲): ...... حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا (الانعام: ۶۱) یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی ایک کی موت کا وقت مقرر آ جاتا ہے تو اس کا روح فرشتے ہمارے قبض کرتے ہیں۔

(۳): ...... حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَهُمْ (الاعراف: ۳۷) یہاں تک کہ ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے آ جاتے ہیں اور ان کا روح قبض کرتے ہیں۔

(۴): ...... وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْمَلٰٓئِکَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ۔ (الانفال: ۵۰) اور جب تو دیکھے اے مخاطب! جس وقت کافروں کے روح قبض کرتے ہیں فرشتے تو مارتے ہیں ان کے منہ اور پیٹھ پر۔

(۵): ...... فَکَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ (محمد: ۲۷) پس کیسی حالت ہوگی جب ان کفار کے روح قبض کرتے ہوئے فرشتے ان کے منہ اور پیٹھ پر ماریں گے۔

احادیث نبویہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے روح قبض کرنے کے لئے آتے ہیں، نیک روح کے اعزاز کے لئے ریشمی رومال لاتے ہیں اور اس میں لپیٹ کر لے جاتے ہیں اور برے روح کے لئے ٹاٹ کی طرح کپڑے کا ٹکڑا لاتے ہیں، کافر کی روح جسم میں بھاگتی ہے تو فرشتے اسے مار مار کر نکالتے ہیں۔ لیکن فرشتوں کی اس مار کو کوئی نہ دیکھ سکتا ہے نہ سن سکتا ہے تو عذاب قبر کا یہ بدبخت انسان کیونکر انکار کرتا ہے۔ مولانا سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں: اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ان فی ابن آدم نفسا وروحا بینهما مثل شعاع الشمس فالنفس التی بها العقل والتمیز والروح التی بها النفس والحیوة فتتوفیان عند الموت وتتوفی النفس وحدها عند النوم (اقامۃ البرہان ص ۱۵۶) ابن آدم میں ایک نفس ہے اور ایک روح دونوں کے درمیان سورج کا سا تعلق ہے نفس پر عقل وتمیز کا مدار ہے اور روح سے نفس اور حیات قائم ہے موت کے وقت دونوں کو اٹھالیا جاتا ہے اور نیند کے وقت صرف نفس کو۔ (بیضاوی ج ۲ ص ۲۵۸)

تو نفس کے قبض ہو جانے کے باوجود موت واقع نہیں ہوتی جیسے نیند کی حالت میں لیکن جب روح بھی قبض ہو جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ (تفسیر جواہر القرآن ج ۳ ص ۹۰۵) میں سماع موتی کی بحث میں نفس اور روح کا فرق بیان کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح موضح القرآن کے اندر بھی حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ دو روح کا ذکر کرتے ہیں۔ دیکھئے (موضح القرآن بحوالہ جواہر القرآن ج ۴ ص ۱۰۳۲) بہرحال آیت کا مطلب واضح ہے اس آیت سے موت کے بعد حیات کا بالکل انکار کم عقلی یا ہٹ دھرمی ہے۔ خدا تعالیٰ ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

دلیل نمبر ۳: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: "دلیل نمبر ۹: اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا: او کالذی مر علی قریۃ الخ (یعنی اے نبی!) آیا آپ نے اس بزرگ (عزیرؑ) کے حال پر غور نہیں فرمایا جو ایک بستی (بیت المقدس) پر سے ہو کر گزرے الخ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۱)

اس دلیل سے عدم حیات و عدم سماع پر اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت عزیر سو سال فوت رہے بعد میں زندہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا تو کتنا ٹھہرا رہا۔؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک دن یا آدھا دن۔

الجواب الاول: قرآن مجید کے اندر اس واقعہ میں حضرت عزیر کا ذکر نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کے الفاظ "او کالذی مر الخ" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی شخص کا واقعہ ہے جو ایک بستی سے گزرا۔ حدیث پاک میں بھی اس شخص کی تعیین مذکور نہیں کہ یہ شخص کون تھا۔؟ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال سے اس شخص کی تعیین معلوم ہوتی ہے کہ یہ شخص حضرت عزیر تھے لیکن ان اقوال کی سند صحیح نہیں ہے اس لئے اس شخص کی تعیین میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہ نبی تھے جس کا نام ارمیا تھا، بعض نے کہا یہ حزقیل تھے، بعض نے کہا کوئی اسرائیلی شخص تھا اور بھی اقوال نقل کئے گئے ہیں لیکن مشہور قول یہ ہے کہ یہ شخص حضرت عزیر تھے لیکن قرآن و حدیث میں تعیین نہ ہونے کی وجہ سے یقین سے نہیں کہا جاسکتا یہ شخص حضرت عزیر تھے اس لئے اس واقعہ کی بناء پر حیات انبیاء علیہم السلام کا انکار کرنا یا سماع عند القبور کا انکار کرنا درست نہیں ہے۔

الجواب الثانی: حضرت عزیر کے بارے میں قرآن و حدیث میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے البتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے، یہودیوں نے ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہہ دیا بلکہ ابوداؤد شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وماأدری اعزیر نبی ام لا"۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۶ باب فی التخییر بین الانبیاء علیهم السلام) اور میں نہیں جانتا کہ عزیر نبی تھے یا نہیں۔؟ یہ حدیث (موضوعات کبیر لملاعلی ص ۷۱۳ تہذیب تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۳۲۵ و جامع بیان العلم لابن عبدالبر ج ۲ ص ۷۷) میں بھی ہے، البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عزیر اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور اس روایت کو امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ و علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ دیکھئے (مستدرک ج ۲ ص ۲۸۲) لیکن راقم الحروف کے نزدیک یہ روایت جھوٹی و من گھڑت ہے کیونکہ حضرت عزیر اگر اللہ کے نبی تھے تو پھر ان کا جسم صحیح سلامت رہتا (جیسا کہ نیلوی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ ان کا جسم سو سال تک صحیح سلامت رہا دیکھئے (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۲) حالانکہ روایت میں ہے کہ سب سے پہلے ان کی آنکھیں پیدا کی گئیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ ان کی ہڈیاں آپس میں جڑنے لگ گئیں پھر ان کو گوشت و پوشت پہنایا گیا۔

بہر حال اس آیت سے انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبور اور سماع عند القبور کے انکار پر استدلال کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔

الجواب الثالث: حضرت عزیر علیہ السلام جس مقام پر تھے وہاں نہ کوئی آدمی گیا نہ جانور گیا یہی وجہ ہے کہ پانی اور روٹی تر و تازہ وہاں موجود رہیں۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "سو برس تک اسی حال میں رہے اور کسی نے نہ ان کو وہاں آکر دیکھا نہ ان کو خبر ہوئی"۔ (حاشیہ شیخ الہند مع تفسیر عثمانی پارہ: ۳) تو کسی کے آواز سننے یا اس کے پہچاننے کا یہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس واقعہ سے خواہ مخواہ مسئلہ عدم سماع کا کشید کر لیا جائے اور نہ مفسرین کرام رحمہم اللہ کے ذہن میں ایسی کوئی بات کھٹکی ہے۔

الجواب الرابع: لَبِثتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ (کہ میں ایک دن پورا یا کچھ دن ٹھہرا رہا) سے عدم حیات یا عدم سماع پر استدلال کرنا درست نہیں ورنہ اصحاب کہف جو سوئے رہے انہوں نے بھی "لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ" (کہ ہم ایک دن یا کچھ دن ٹھہرے رہے) بیداری کے بعد کہا تھا اصحاب کہف میں حیات نہ تھی۔ اور کافروں سے جب قیامت کے دن اللہ تعالی پوچھیں گے۔ "کَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ (۱۱۲) قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَادِّیْنَ (۱۱۳) قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا" (کہ تم زمین میں (دنیا کی حیات میں) کتنی مدت ٹھہرے رہے تو وہ کہیں گے ایک دن یا آدھا دن پس اللہ تعالی آپ حساب کرنے والوں سے پوچھ لیں اللہ تعالی فرمائیں گے تم نہیں ٹھہرے مگر اس سے بھی کم)۔

کافر تو دنیا میں زندہ تھے ساٹھ سال یا کم و بیش اس دنیا میں گزار گئے تھے، حیات بھی تھے، جانتے بھی تھے، تو وہ بھی "لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ" سے جواب دیں گے جس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ حضرت عزیر کے بھی "لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ" سے عدم حیات یا عدم سماع پر استدلال کرنا التفات کے قابل نہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ کافر شدت احوال قیامت سے گھبرا کر "لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ" کہیں گے۔

جواب: ...... اگر یہ بات ان کی غلط تھی تو اللہ تعالی نے کیوں تصدیق کی ہے کہ تم تو اس سے کم ٹھہرے ہو۔؟ معلوم ہوتا ہے دراصل بات اور ہے وہ یہ ہے کہ قرآن مجید کہتا ہے کہ "وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ" (حج ۴۷) اور تیرے رب کے ہاں ایک دن ہزار سال کے برابر ہے جس کو تم شمار کرتے ہو۔ معلوم ہوا کہ برزخ کا ایک دن دنیا کے ہزار سال کے برابر ہے اس لئے حضرت عزیر نے اس کا حساب درست بتایا اور اصحاب کہف بھی نیند کی حالت میں برزخ کا نظارہ کر رہے تھے، انہوں نے بھی درست کہا اور کفار چونکہ ایک طویل زمانہ عالم برزخ میں گزار کر خدا تعالی کے حضور موجود ہیں، اس لحاظ سے وہ بھی برزخ کے حساب سے اپنی دنیا کی زندگی بتارہے ہیں اور خدا تعالی ان کی تصدیق کر رہا ہے۔

دلیل نمبر ۴: نیلوی صاحب دلیل نمبر ا کے تحت لکھتے ہیں "اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ ط وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ"۔ تیری پکار وہ ڈراوے کو وہی قبول کریں گے جو کلام کو سنتے اور سمجھتے ہیں اور مردوں یعنی کافروں کو تو اللہ تعالی قبروں سے اٹھاوے گا۔ جامع البیان میں ہے "الکفار الذین کالموتی لا یسمعون" یعنی کافران مردوں کی طرح ہیں جو نہیں سنتے الخ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲)

الجواب: سماع کا ایک معنی تو سننا ہے ظاہری کانوں سے، دوسرا معنی قبول کرنا ہے دل کے کانوں سے، جب تک دل کے کانوں سے نہ سنا جائے، فائدہ نہیں ہوتا۔ اور قرآن مجید میں یہ دوسرا معنی بھی بکثرت مستعمل ہے اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) (سورہ ملک: ۱۰) میں ہے: "وَقَالُوْا لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ"۔ "اور کہیں گے (کافر) اگر ہم سنتے اور سمجھتے ہوتے تو نہ ہوتے آج دوزخیوں میں"۔ یہاں سننے اور سمجھنے سے مراد قبول کرنا ہے ورنہ ظاہر کانوں سے تو وہ سنتے بھی تھے اور سمجھتے بھی تھے۔

(۲) (اعراف: ۱۰۰) میں ہے: "وَنَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ"۔ "اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگاتے ہیں پس وہ (کافر) نہیں سنتے"۔

(۳)(انفال:۲۱) میں ہے: "وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ"۔ "اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے"۔

حالانکہ ظاہری کانوں سے وہ یقیناً سنتے تھے لیکن دل کے کانوں سے نہیں سنتے تھے یعنی قبول نہ کرتے تھے۔ اس قسم کی مثالوں سے قرآن مجید پر ہے اس قسم کی مزید آیات کی نشاندہی کے لئے (سماع موتی ص ۲۷۰ تا ۲۷۷) کا مطالعہ کریں۔ کافروں کو اللہ تعالیٰ نے "صم" (بہرا) کہا ہے۔ "عمی" (اندھا) کہا ہے، "بکم" (گنگا) کہا ہے۔ "موتی" (مردے) کہا ہے حالانکہ ظاہری کانوں سے وہ بہرے نہ تھے اس لئے پیغمبروں کی بات کو جب وہ سننے کے لئے تیار نہ ہوتے تو انگلیوں کو کانوں میں دبا دیتے۔ ظاہری آنکھوں کے اندھے نہ تھے بلکہ بصیرت کے اندھے تھے۔ ظاہری زبان بند نہ تھی لیکن حق کی بات کرنے سے زبان بند تھی۔ حقیقۃً مردے نہ تھے لیکن ان کی دل مردہ تھی۔ یعنی ان چیزوں سے فائدہ نہ اٹھا سکتے تھے اس لئے کافروں کو مردوں سے تشبیہ عدم سماع میں نہیں بلکہ سماع نافع کے عدم میں ہے۔ اس کی مزید وضاحت ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گی۔ اب مفسرین حضرات کی تفسیر نقل کی جاتی ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قوله تعالى اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ اى سماع اصغاء و تفهم وارادة الحق وهم المؤمنون الذين يقبلون ما يسمعون فينتفعون به ويعلمون قال معناه الحسن ومجاهد وتم الكلام ثم قال وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ وهم الكفار عن الحسن ومجاهد اى هم بمنزلة الموتى فى انهم لا يقبلون ولا يصغون الى حجة۔ (قرطبی ج ۶ ص ۴۱۸) اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ قبول وہ کرتے ہیں جو سنتے ہیں، سے مراد توجہ سے سننا اور سمجھنا اور حق قبول کرنا ہے اور ایسے لوگ مؤمن ہیں جو سنتے ہیں، اسے قبول کرتے ہیں، پھر اس سے نفع اٹھاتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہ کلام پوری ہوگئی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور مردوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اٹھائے گا اور یہ لوگ کافر ہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ کفار لوگ بمنزلہ مردوں کے ہیں اس بات میں کہ نہ قبول کرتے اور نہ دلیل کو توجہ سے سنتے ہیں۔

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: والموتى يعنى الكافر عبر الله تعالى الكافر بالموتى لان الله تعالى لما طبع على قلوبهم وعلى ابصارهم فلا يخلق فى قلوبهم العلم بحقية ماهو حق وبطلان ماهو باطل فلا ينتفعون بالاسماع والابصار كانوا كالموتى۔ (مظہری ج۳ ص ۲۶۱) اور مردے یعنی مراد کافر ہے اللہ تعالیٰ نے کافر کو مردہ سے تعبیر کیا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور آنکھوں پر مہر کر دی ہے تو پس نہیں پیدا کرتا ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ علم جو حق کو حق اور باطل کو باطل جان سکے پس کفار نہ کانوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور نہ آنکھوں سے تو یہ مردوں کی طرح ہو گئے۔

اسی طرح (تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۳۱ و معالم التنزیل علی الخازن ج ۲ ص ۱۳۱) میں مذکور ہے: "یہ گمراہ ازلی ہیں ان کی حیات روحانی جاتی رہی، اس کو انما یستجیب الخ کے ساتھ تعبیر فرماتا ہے کہ ان میں سننے کی اور ماننے کی لیاقت ہی نہ رہی جیسا کہ مردوں میں یہ طاقت نہیں رہی"۔

(تفسیر حقانی ص ۴۷ کے حاشیہ) میں ہے: "یعنی جو دل سے سن سکتے ہیں وہی ایمان لاتے ہیں اور یہ زندہ دلوں کا کام ہے اور منکر مردہ دل ہیں پھر مردوں کو دنیا میں کیا ہدایت ہوگی"۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: والمراد بالسماع الفرد الكامل وهو سماع الفهم والتدبر

بجعل ماعداہ کلا سماع ای انما یجیب دعوتک الی الایمان الذین یسمعون مایلقی الیھم سماع فھم و تدبر دون الموتی الذین ھؤلاء منھم کقولہ تعالی انک لاتسمع الموتی۔ (روح المعانی ج۷ ص ۱۴۱) اورمراد سماع سے کامل سماع ہے جس میں تدبر وتفکر ہواوراس کے ماسوا جو سماع ناقص ہے وہ عدم سماع کی طرح ہے یعنی اے نبی اکرم ﷺ! آپ کی دعوت ایمان کو وہ لوگ سنیں گے جن کو سمجھ وفکر کے ساتھ سننے کی توفیق دی گئی ہے سو امردوں کے جن میں یہ لوگ کفار بھی شامل ہیں مثل قول اللہ تعالی کے اے نبی اکرم ﷺ! تو مردوں کو (یعنی کافروں کو) نہیں سنوا سکتا۔

حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنَّمَا یَستَجِیبُ الَّذِینَ یَسمَعُونَ ای ینیبون اس کی تائید وَمَایَتَذَکَّرُ اِلَّا اُولُوا الاَلبَابِ قولہ وَالمَوتٰی یَبعَثُھُمُ اللّٰہُ۔ یعنی جنہوں کے دل مردہ ہیں۔ (بلغۃ الحیران ص ۱۳۱)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وقولہ تعالی "اِنَّمَا یَستَجِیبُ الَّذِینَ یَسمَعُونَ) ای انما یستجیب لدعائک یا محمد من یسمع الکلام ویعیہ ویفھمہ کقولہ (لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین) وقولہ (والموتی یبعثھم اللہ ثم الیہ یرجعون) یعنی بذلک الکفار لانھم موتی القلب فشبھھم اللہ باموات الاجساد (ابن کثیر ج ۲ ص ۱۳۰) اور اللہ تعالی کا یہ قول انما الخ سے مراد یہ ہے کہ آپ کی دعوت کو اے محمد ﷺ! وہ شخص قبول کریگا جو سنے اور اس کو دل ودماغ میں جگہ دے مثل قول اللہ تعالی کے تاکہ ڈرائے اس کو جو زندہ ہے (یعنی مؤمن) اور کافروں پر عذاب کا فیصلہ پختہ ہو جائے۔ اور اللہ تعالی کا یہ قول والموتی الخ سے مراد کفار ہیں کیونکہ ان کے دل مردہ ہیں ان کو اللہ تعالی نے مردہ جسموں سے تشبیہ دی ہے (تبلیغ کے قبول نہ کرنے میں)

بہر حال کافروں کو مردہ کہا گیا ہے کہ دل کے مردہ ہیں یعنی تبلیغ کرنے کا ان کو فائدہ نہیں جیسے مردہ کو تبلیغ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اسلام قبول کرنے کا وقت دنیا میں تھا نہ کہ عالم برزخ میں۔ جن مفسرین نے کفار کو مردوں کے ساتھ عدم سماع میں تشبیہ دی ہے ان کی مراد بھی سماع نافع ہے۔ چنانچہ تفسیر جلالین کا حوالہ نیلوی صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں یوں پیش کیا ہے۔ جلالین میں ہے: والموتی ای الکفار شبھھم بھم فی عدم السماع (ندائے حق جلد ثانی ص ۲) کہ مردوں سے مراد یہ کفار ہیں ان کو اللہ تعالی نے تشبیہ عدم سماع میں دی ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا مسلک سماع موتی میں مشہور ہے۔

مؤلف کے کلام کی ایسی توجیہ کرنا جو اس کے مشہور عقیدہ کے خلاف ہو "توجیہ القائل بمالا یرضی بہ قائلہ" کے قبیل سے ہے اور خیانت وبددیانتی ہے۔

نیلوی صاحب لکھتے ہیں: "پھر علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے جوبات فرمائی ہے کہ مردوں کا ساری مخلوق کے کلام کو سننا بلاشبہ صحیح ہے"۔ (سماع الموتی ص ۱۷۴) کیا آپ کو تسلیم ہے۔؟ اگر تسلیم ہے تو آپ میں اور بریلوی میں کیا فرق ہے۔؟ (الی) اور حضرت شاہ صاحب کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے اس میں مطلب اور گر کی بات کی ہے۔ پھر بتائیے کہ شرک اور کس بلا کا نام ہے۔؟ ساری مخلوق کا کلام سننا تو خاصہ اللہ کا ہے۔ پھر یہ شرک حضرت شاہ صاحب کے ذمے لگا دیا۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۲۴)

نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں: "مولوی بدر عالم کے علم سے مرعوب ہو کر بے چارے جمیل احمد تھانوی صاحب لکھ گئے سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب (الحاوی ج ۲ ص ۱۷۴) کا حوالہ دے کر شرک کو مزید منور کر دیا۔" سماع موتی کلام الخلق معتقد جاءت بہ عندنا الآثار فی الکتب" یعنی ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ مردے تمام خلقت کی بات سنتے ہیں اس عقیدہ کے حقانیت ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس کتابوں میں لکھے آثار اور احادیث آئی ہیں۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۲۵)

نیلوی صاحب کو یہ بات تسلیم ہے کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ سماع موتی کے عقیدہ میں شرکیہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور مولوی بدر عالم پر بھی ناراض ہیں کہ اس نے ''فیض الباری'' میں حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری صاحب رحمہ اللہ سے سیوطی رحمہ اللہ کے اس عقیدہ کی تائید و تصویب نقل کر کے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ذمے شرکیہ عقیدہ لگا کر ان کو شرک کی دلدل میں پھنسا دیا ہے۔ حضرت مفتی جمیل احمد مدظلہ پر بھی ناراض ہیں کہ انہوں نے سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب الحاوی ج ۲ ص ۱۷۴ کے حوالے سے اس بات کو نقل کر کے شرک کو مزید منور کیا۔ پس علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی مراد جلالین میں بھی عدم سماع سے مراد سماع نافع ہے نہ کہ مطلقاً عدم سماع، جیسا کہ نیلوی صاحب نے اس مقام پر دھوکہ دیا ہے۔

__ایک سوال:__ نیلوی صاحب سے ہم پوچھتے ہیں کہ اگر معاذ اللہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ مشرک ہیں تو آپ نے ندائے حق اور دیگر اپنی کتابوں میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی کتابوں کے حوالے کیوں دیئے ہیں۔؟ پھر ان کو علامہ اور رحمۃ اللہ علیہ کیوں لکھا ہے۔؟ کیا مشرک بھی آپ کے نزدیک ولی اللہ ہوتا ہے۔؟

شرم تم کو مگر نہیں آتی

__مثلاً چند حوالے ملاحظہ ہوں:__ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے درمنثور میں (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۲) علامہ سیوطی رحمہ اللہ جیسے وسیع النظر عالم (ندائے حق جزء ثانی از جلد اول ص ۱۸۷) (الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۸۱) میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے مسند احمد وسنن ابی داؤد کے حوالے سے حدیث نقل فرمائی ہے (ندائے حق جزء اول از جلد اول طبع دوم ص ۱۸) فرمان سیوطی رحمہ اللہ (ندائے حق جزء اول ص ۱۸۵ طبع دوم) امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (ندائے حق جزء اول طبع دوم ص ۱۰۹)

کیا مردے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں یا نبی اکرم ﷺ مردوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے کہ قبرستان میں جا کر ان کو تبلیغ کریں ایسا قطعاً نہیں ہوسکتا۔

__قرآن مجید کی اصطلاح:__ قرآن مجید کا اصول ہے کہ دو متضاد چیزوں کو بیان کرتا ہے، کیونکہ مشہور ہے کہ ''وبضدھا تتبین الاشیاء'' (کہ مختلف متضاد چیزوں کے بیان کرنے سے حقیقت واضح ہوتی ہے) جہاں قرآن مجید جنت اور اس کی نعمتوں کو بیان کرتا ہے وہاں جہنم اور اس کی تکالیف کا بھی ضرور بیان کرتا ہے۔ جہاں ''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' (یعنی مؤمنوں کا ذکر ہے) وہاں ''وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا'' (یعنی کفار) کا ذکر بھی ضرور ہوگا۔ جہاں ''اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ'' (جنتیوں کا ذکر ہے) وہاں ''اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ'' (دوزخیوں کا) ذکر بھی ضرور ملے گا۔ جہاں آسمان کا ذکر ہوگا اس کے ساتھ زمین کا ذکر بھی ضرور ملے گا۔ چنانچہ اس مذکورہ بالا آیت میں کافروں کو مردہ، بہرا اور پھر ان کو اندھا کہا گیا ہے۔ اور اس کے مدمقابل فرمایا ''اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَھُمْ مُّسْلِمُوْنَ'' (تو نہیں سنا سکتا مگر ان کو جو ہماری آیات پر ایمان لائیں اور اس کو دل سے تسلیم کرنے والے ہوں) یعنی ہدایت کی بات مسلمان قبول کرتے ہیں۔ اور سورۂ یٰسین میں ''لِّیُنْذِرَ مَنْ کَانَ حَیًّا وَّیَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ'' (تاکہ ڈرائے اس کو جو زندہ ہو اور کافروں پر خدا تعالیٰ کے عذاب کا فیصلہ پختہ ہو جائے) اس آیت میں زندہ سے مراد مؤمن ہے اس کے مدمقابل کافروں کا ذکر ہے۔

نیلوی صاحب جب علامہ سیوطی رحمہ اللہ کو امام بھی تسلیم کرتا ہے اور رحمہ اللہ بھی ان کے نام کے ساتھ لکھتا ہے تو نیلوی صاحب ان کا مقتدی ثابت ہوا۔

بے حیا باش، و ہر آنچہ خواہی، کن

پھر مولانا بدر عالم ﷫ پر ناراض ہونا کہ انہوں نے ''فیض الباری'' میں علامہ محمد انور شاہ کشمیری صاحب ﷫ کے ذمے شرک کی بات لگا دی ہے۔ (معاذ اللہ) حالانکہ یہ اشعار اور عقیدہ خود علامہ سید محمد انور شاہ صاحب ﷫ اپنی کتاب ''مشکلات القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ لکھتے ہیں: وقال شیخنا انور المشائخ فی مشکلات القرآن نظماً

سماع موتی کلام الخلق قاطبۃ قد صح فیہ لنا الآثار فی الکتب

(احکام القرآن الحزب الخامس ص ۹۲ وص ۱۰۴)

(اور ہمارے شیخ علامہ محمد انور شاہ صاحب ﷫ ''مشکلات القرآن'' میں ایک نظم پیش کرتے ہیں کہ مردوں کا سننا تمام مخلوق کی باتوں کو صحیح احادیث سے ثابت ہے، جو کتابوں میں لکھی ہوئی موجود ہیں) نیلوی صاحب بے چارہ مخبوط الحواس ہے اور مخبوط الحواسی کی حالت میں وہ اکابر علمائے اسلام کو مشرک اور کافر بھی کہہ دیتا ہے۔

علامہ سیوطی ﷫ کی عبارت کی وضاحت: علامہ سیوطی ﷫ کی عبارت ''سماع موتی کلام الخلق قاطبۃ'' سے مراد عند القبر سننا ہے، جو قبر کے پاس جائے نہ کہ دور سے سننا جیسا کہ نیلوی مخبوط الحواس نے سمجھا ہے اور بے ہوشی کی حالت میں مشرک ہونے کا فتویٰ بھی لگا دیا (معاذ اللہ) گویا نیلوی صاحب یوں کہہ رہے ہیں۔

بک رہا ہوں جنون میں کیا کچھ خدا کرے کہ کچھ نہ سمجھے کوئی

تفسیر جواہر القرآن: یَسمَعُونَ کے معنی ینیبون کے ہیں یعنی صرف وہی لوگ حق کو قبول کرتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ کی طرف رغبت ہو بقرینۃ وَمَا یَتَذَکَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیبُ (مومن رکوع: ۲) اور موتی (مردے) سے یہاں کفار و مشرکین مراد ہیں کیونکہ ان کے دل ایمان و توحید سے خالی ہونے کی وجہ سے مردہ اور بے جان ہیں۔ والموتی ای الکفار کما قال الحسن ورواہ عنہ غیر واحد... وفی اطلاق الموتی علی الکفار استعارۃ تبعیۃ مبنیۃ علی تشبیہ کفرھم وجھلھم بالموت (روح ج ۷ ص ۱۴۲) (جواہر القرآن ص ۳۱۶ سورۃ انعام)

دلیل نمبر ۵: سورۂ نمل آیت نمبر: ۸۰ پارہ: ۲۰ میں ہے ''اِنَّکَ لَا تُسمِعُ المَوتٰی'' (اے نبی اکرم ﷺ! تو مردوں کو نہیں سنا سکتا) اور سورۃ روم آیت نمبر: ۵۲ پارہ: ۲۱ میں ''فَاِنَّکَ لَا تُسمِعُ المَوتٰی'' (پس تو مردوں کو نہیں سنا سکتا) حضرت عائشہ ﷞ نے بھی اس آیت سے مردوں کے عدم سماع پر استدلال کیا ہے۔

الجواب: اس آیت سے عدم سماع پر جو حضرات استدلال کرتے ہیں، درست نہیں۔ کیونکہ موتی سے مراد کفار ہیں جو زندہ تھے لیکن ان کا دل مردہ تھا یعنی حق بات کو دل کے کانوں سے نہ سنتے تھے۔ اسی طرح ''صُمّ'' (بہرے کا لفظ) بھی اس آیت میں واقع ہے اس سے مراد بھی کفار ہیں، اور ''اِذَا وَلَّوا مُدبِرِینَ'' (جب پیٹھ پھیر کر چلے جائیں)۔

سوال: ''اِذَا وَلَّوا مُدبِرِینَ'' کا تعلق ''صم'' سے ہے ''الموتی'' سے نہیں، ترجمہ یوں بنے گا کہ آپ بہروں کو نہیں سنا سکتے جب وہ پیٹھ پھیر کر چلے جائیں۔

الجواب: ''اِنَّکَ لَا تُسمِعُ المَوتٰی وَلَا تُسمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ'' کی پہلے آپ نحوی قانون کے مطابق ترکیب دیکھ لیں۔ ''ان'' حرف از حروف مشبہ بالفعل ''ک'' ضمیر ''ان'' کا اسم ہے ''لَا تُسمِعُ'' فعل نفی معلوم از باب افعال۔ ''انت'' ضمیر در و مستتر اس کا فاعل ہے اور ''الموتی'' مفعول بہ اول ہے۔ ''لَا تُسمِعُ'' فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اول سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عاطفہ ''لَا تُسمِعُ'' ثانی فعل با فاعل ''الصم'' مفعول بہ اول،

''الدعاء'' میں تنازع فعلان ہے اور ''لَا تُسْمِعُ'' چاہتا ہے کہ میرا مفعول بہ ثانی بنے، دوسرا ''وَ لَا تُسْمِعُ'' چاہتا ہے کہ میرا مفعول بہ ثانی بنے، بہر حال فیصلہ بصریین یا کوفیین کے مذہب پر ہوگا، ایک کا مفعول بہ حذف مان لیں گے اور ایک کو یہ دے دیں گے تو دوسرا ''وَلَا تُسْمِعُ'' یہ اپنے فاعل اور مفعول بہ دونوں کے ساتھ مل کر معطوف ہوگا اور اول ''لَا تُسْمِعُ'' معطوف علیہ اپنے حرف عطف اور معطوف سے مل کر خبر بنیں گے ''ان'' کی، ''ان'' اپنے اسم اور خبر سے مل کر دال بر جزاء مقدم اور ''اِذَا وَلَوْا مُدْبِرِیْنَ'' یہ شرط ہوگی تو پہلی کلام ''اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی'' معطوف علیہ ہے اور دوسری'' وَلَا تُسْمِعُ الصُّم ''معطوف ہے، تو معطوف، حکم معطوف علیہ میں ہوتا ہے، فلہٰذا''اِذَا وَلَوْا مُدْبِرِیْنَ'' کا تعلق دونوں سے ہوگا اور ''وَلَا تُسْمِعُ الصُّم ''کو الگ نہیں کر سکتے۔ اب معنی یہ بنے گا آپ نبی اکرم ﷺ بے شک نہ مردوں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ دے کر پھر جائیں۔

اس قید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مردے اور بہرے اگر پیٹھ نہ پھیریں تو آپ ان کو سنا سکتے ہیں، وہ بیٹھے رہیں یا لیٹے رہیں یا منہ کر کے کھڑے رہیں۔ ان سب صورتوں میں آپ ان کو سنا سکتے ہیں، صرف ایک صورت میں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چلے جائیں، پھر نہیں سنا سکتے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مردے ہر وقت سنتے ہیں مگر اس وقت آپ نہیں سنا سکتے جب پیٹھ دے کر چلے جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت بھی سن تو سکتے ہیں لیکن وہ خود سننا نہیں چاہتے، اس لئے پیٹھ دے کر بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پس معلوم ہوا یہ آیت دراصل سماع موتی کی زبردست دلیل ہے۔

<u>سوال نمبر ۲:</u> سماع نافع سے جو آپ نے تفسیر کی ہے کیا مفسرین کرام بھی یہ تفسیر کرتے ہیں۔؟

<u>الجواب:</u> قاضی بیضاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وانما شبهوا بالموتى لعدم انتفاعهم بسماع مايتلى عليهم كما شبهوا بالصم في قوله (ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولو مدبرين) فان اسماعهم في هذه الحال ابعد۔ (تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۱۸۳) اور کفار کو تشبیہ مردوں کے ساتھ صرف عدم نفع میں ہے کہ جو آیات قرآنیہ ان پر پڑھی جاتی ہیں سننے کے باوجود نفع نہیں اٹھاتے جیسا کہ ان کافروں کو بہروں کے ساتھ تشبیہ بھی عدم نفع میں ہے کیونکہ پیٹھ پھیرنے کی حالت میں ان کو سنانا بہت دور کی بات ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''(انک لاتسمع الموتى) اى تسمعهم شيئا ينفعهم فكذلك هؤلاء على قلوبهم غشاوة وفي اذانهم وقر الكفر۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۷۴) یعنی آپ ﷺ ان مردوں کو ایسی چیز نہیں سنا سکتے جو ان کو نفع دے اسی طرح یہ کافر بھی ہیں کہ ان کے دلوں پر پردے ہیں اور کانوں میں کفر کا بوجھ ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی فقالوا معناها لا تسمع سماعا ينفعهم۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۴۷۷) آیت انک لاتسمع الموتی کے متعلق جمہور علمائے کرام رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تو ان کو اس طرح نہیں سنا سکتا جس سے ان کو نفع ہو۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی انما اراد به السماع المعتاد الذي ينفع صاحبه فان هذا مثل ضرب الكفار والكفار تسمع الصوت لكن لاتسمع سماع قبول بفقه واتباع۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۹۸) نفی سماع موتی کی جو اس آیت میں کی گئی ہے اس سے مراد صرف وہ معتاد سماع ہے جو سامع کو نفع دے بلاشبہ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے بیان کی ہے اور کفار آواز سنتے ہیں لیکن قبولیت واتباع کی حالت سے نہیں سنتے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ مفتی اعظم پاکستان فرماتے ہیں فعلم ان المراد بالسماع فی الآیة السماع النافع اعنی سماع قبول لا مطلق السماع کیف و صرح به فی خاتمة الآیة قوله تعالی ان تسمع الامن یؤمن بأیتنا فهم مسلمون فانه صریح فی ان المراد من السماع سماع قبول و حینئذ فلا استدلال فی الآیة لمن ینفی السماع عن الموتی و تاویل حدیث قلیب بدر عندالبخاری فی المغازی و قال شیخنا انور المشائخ فی مشکلات القران نظماً

سماع موتی کلام الخلق قاطبة قدصح فیه لنا الآثار فی الکتب

واية النفی فی نفی انتفاعهم لایسمعون ولا یصغون للادب۔ (احکام القران حزب خامس ص ۳۹) پس معلوم ہوگیا کہ آیت میں جونفی سماع موتی کی ہے اس سے مراد سماع نفع دینے والا ہے یعنی وہ سماع کوسن کر قبول کرے مطلق سماع کی نفی نہیں (کہ سماع بالکل نہ ہو) اس کی نفی کیسے ہوسکتی ہے جب کہ آیت کے آخر میں صراحت ہے کہ اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نہیں سنا سکتے مگر ان لوگوں کو جو ہماری آیات کو دل سے مانے۔ پس یہ صریح ہے اس بات میں کہ نفی سماع سے مراد سماع قبولیت ہے اور اب اس کی وضاحت کے بعد تو اس آیت سے نفی سماع موتی پر استدلال کرنا ہی درست نہیں اسی طرح حدیث قلیب بدر جو بخاری شریف کتاب المغازی میں مروی ہے اس میں بھی تاویل کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور ہمارے شیخ انور المشائخ (یعنی علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ) نے اپنی کتاب ''مشکلات القرآن'' میں ایک نظم پیش کی ہے جس کا معنی یہ ہے کہ مردے تمام مخلوق کی بات کو سنتے ہیں اور بے شک صحیح حدیثیں کتابوں میں ہمیں دستیاب ہوچکی ہیں۔ اور آیت میں نفی سماع موتی سے مراد سماع نفع دینے والا ہے کہ وہ ادب کرتے ہوئے توجہ سے نہیں سنتے۔

حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ف: ......اس آیت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ مردے نہیں سنا کرتے ہر چند کہ مردوں سے مراد یہاں کفار ہیں مگر تشبیہ جب ہی درست ہو سکے گی جب مردے نہ سنتے ہوں لیکن چونکہ بعض احادیث میں مردوں کا سننا قریب جگہ نہ کہ بعید سے وارد ہے اس لئے بعض علماء نے آیت (کی تفسیر) میں کہا ہے کہ مراد سماع منفی سے سماع نافع ہے، اور قرینہ اس کا علاوہ دفع تعارض حدیث کے یہ بھی ہے کہ کفار سے مطلق سماع کا منفی ہونا مشاہدہ کے خلاف ہے البتہ سماع نافع ضرور منفی تھا، پس مردوں سے بھی یہی منفی ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ اگر کوئی مردوں کو نصیحت کرے، بیکار ہے۔ کیونکہ وہ دارالعمل نہیں، اور ثواب سے نفع ہونا یا تلاوت قرآن سے انس ہونا، یہ دوسری بات ہے، مقصود مواعظ کا نافع نہ ہونا ہے۔ (تفسیر بیان القرآن ج ۸ ص ۹۸)

اور مولانا عبدالحق حقانی دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس آیت سے یہ ثابت کرنا کہ مردے زندوں کی بات سن سکتے ہیں یا نہیں، تکلف ہے، اس کو اس مسئلہ سے کچھ بھی علاقہ نہیں، کیونکہ سماع موتی سے مراد یہاں کفار ہیں''۔

(تفسیر حقانی سورۃ نمل ج ۵ ص ۲۶۱)

نیز فرماتے ہیں: ''ان آیات سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ مردہ نہیں سنتا اور اس کی سند میں کچھ احادیث اور اقوال بھی پیش کرتے ہیں، آج کل یہ مسئلہ سماع موتی باہمی قیل وقال کا بڑا میدان ہو رہا ہے اگر چہ اس کی پوری تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے مگر مختصراً کچھ بیان کرتا ہوں، ان آیات میں تو عدم سماع موتی کا اشارہ تک بھی نہیں، اس سے استدلال کرنا بے فائدہ بات ہے۔ رہے احادیث و اقوال ان سے بھی صاف نہیں معلوم ہوتا کہ میت

سن نہیں سکتی۔ بلکہ بہت سی احادیث اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ مردے زندوں کی آواز سنتے ہیں"۔
(تفسیر حقانی ج ٦ ص ٤١)

علامہ شیخ معین الدین رحمہ اللہ المتوفی ٨٨٩ھ فرماتے ہیں: اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی ای الکفار فانھم کالموتی فی عدم الانتفاع بما یستمعون۔ (تفسیر جامع البیان ص ٣٣٤) کہ آیت اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی میں موتی سے مراد کفار ہیں وہ مردوں کی طرح ہیں نہ نفع اٹھانے میں۔

ملا علی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: المراد من الموتی الکفار والنفی منصب علی نفی النفع لا علی مطلق السمع کقولہ تعالی صم بکم عمی فھم لا یعقلون (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ٨ ص ١١) مراد موتی سے کافر ہیں اور نفی سماع موتی کی محمول ہے عدم نفع پر نہ مطلق سماع پر مثل فرمان اللہ تعالی کہ وہ کافر بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں پس وہ عقل نہیں رکھتے۔

نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

سوال:...... حلبی نے لکھا ہے "واجیب ایضاً من طرف المثبت . . . والسماع المنفی فی ھذہ الایۃ ونحوھا ھو النافع وقد اشار الی ذلک الجلال السیوطی رحمہ اللہ فقال سماع الموتی کلام الخلق حق الخ

جواب:...... یہ کلام کسی شافعی مذہب والے کا ہے، سیوطی بھی شافعی ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ١٠٤)

نیلوی صاحب نے حلبی شافعی رحمہ اللہ وعلامہ سیوطی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ "اس آیت اور مثل اس کے دوسری آیت میں سماع جس کی نفی کی گئی وہ سماع نافع کی نفی ہے مطلق سماع کی نفی نہیں"۔ نیلوی صاحب اس کا جواب نہیں دے سکے۔

روح البیان میں ہے: وانما شبھوا بالموتی لعدم انتفاعھم بما یتلی علیھم من الایات۔ (بحوالہ ندائے حق جلد ثانی ص ١٠٥) کہ کافروں کو مردوں کے ساتھ تشبیہ صرف عدم نفع میں ہے کیونکہ جو ان پر آیات پڑھی جاتی ہیں اس سے نفع نہیں اٹھاتے۔ مطلب یہ کہ مطلق سماع کی نفی نہیں ہے بلکہ صرف اور صرف نفع اٹھانے کی نفی ہے۔

تفسیر مدارک میں ہے: شبہ الکفار بالموتی حیث لا ینتفعون بمسموعھم۔ اللہ تعالی نے کافروں کو مردوں کے ساتھ تشبیہ اس وجہ سے دی ہے کہ کافر اپنی سنی ہوئی بات سے نفع نہیں اٹھا سکتے۔

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وقولہ تعالی فانک لا تسمع الموتی۔ المراد السماع المعتاد الذی یتضمن القبول والانتفاع کما فی حق الکفار والسماع النافع۔ (مختصر الفتاوی المصریہ ص ١٨٩) اور اللہ تعالی کے اس فرمان اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی سے مراد نفی اس سماع معتاد کی ہے جو قبولیت اور نفع پر مشتمل ہو جیسے کہ کفار کے بارے میں سماع نافع کی نفی ہے۔

علامہ داؤد بن سلیمان النقشبندی البغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لان السماع المنفی فی الایتین ھو سماع القبول والاذعان لایمان وقد شبہ الکفار الاحیاء الذین لھم اسماع وابصار وعقول بالاموات لا من حیث انعدام الادراکات والحواس بل من حیث عدم قبولھم الھدی والایمان۔ (المنحۃ الوھبیۃ فی رد الوھابیۃ ص ٨) ان دونوں آیات (یعنی اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی اور وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ) میں جس سماع کی نفی کی گئی ہے وہ سماع قبول اور ایمان کو یقین کے ساتھ سننے کی نفی ہے اور یقیناً اللہ تعالی نے ان کفار کو جو زندہ ہیں اور جن کے

کان، آنکھیں اور عقل سب کے سب موجود ہیں مردوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے لیکن اس وجہ سے نہیں کہ ان کے علوم اور حواس معدوم ہیں بلکہ اس لئے کہ وہ ہدایت اور ایمان قبول نہیں کر سکتے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: والثانی ان یکون معناه فانک لا تسمع الموتی اسماعا ینتفعون به لانهم قد انقطعت عنهم الاعمال وخرجوا من دار الاعمال الی دار الجزاء فلا ینفعهم دعائک ایاهم الی الایمان بالله والعمل بطاعته فکذلک هؤلاء الذین کتب ربک علیهم انهم لا یؤمنون لا تسمعهم دعائک الی الحق اسماعا ینتفعون به لان الله تعالی ذکره قد ختم علیهم ان لا یؤمنوا کما ختم علی اهل القبور من اهل الکفر انهم لا ینفعهم بعد خروجهم عن دار الدنیا الی مساکنهم من القبور ایمان ولا عمل لان الآخرة لیست بدار الامتحان وانما هی دار مجازاة۔ (تهذیب الآثار طبری ج ۱ ص ۲۶۱ مسند امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ القسم الاول تالیف الامام محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ) اور دوسری توجیہ اس آیت کی یہ ہے کہ اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مردوں کو ایسی بات نہیں سنا سکتے جو ان کو نفع پہنچا سکے کیونکہ اعمال کرنا ان سے ختم ہو چکا ہے وہ دار العمل سے نکل کر دار الجزاء کی طرف چلے گئے ہیں پس ایمان کی طرف ان کو بلانا آپ کا فائدہ نہیں پہنچا سکتا پس اسی طرح یہ کفار ہیں جن پر ایمان نہ لانے کا فیصلہ تیرے رب کی طرف سے لکھ دیا گیا ہے آپ کا حق کی طرف ان کو بلانا فائدہ مند نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ پختہ ہو چکا ہے کہ کافر ایمان نہیں لائیں گے پس ٹھیک اسی طرح قبر والے کافروں کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے کہ ان کو قبروں میں ایمان لانا یا نیک عمل کرنا نفع نہیں پہنچا سکتا کیونکہ دار الامتحان نہیں بلکہ وہ دار الجزاء ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی ای الکفار شبههم بالموتی لعدم الانتفاع بتسامع ما یتلی کما شبهوا بالاصم (تفسیر مظہری ج ۷ ص ۱۳۰) آیت میں موتی سے مراد کفار ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو مردوں کے ساتھ تشبیہ عدم نفع میں دی ہے کیونکہ جو آیات ان پر پڑھی جاتی ہیں ان سے نفع نہیں اٹھاتے جیسا کہ ان کفار کو بہرے کے ساتھ تشبیہ بھی عدم نفع میں ہے۔

<u>سوال نمبر ۳</u>: کافروں کو جو مردوں کے ساتھ تشبیہ عدم نفع میں دی گئی ہے، یہ تو سمجھ آ گئی ہے، لیکن یہ تشبیہ "صم" (بہرے) میں تو نہیں پائی جاتی کیونکہ بہرہ تو وہ ہوتا ہے جو بالکل نہ سنے فلہٰذا مردوں اور بہروں میں وجہ تشبیہ ایک ہونی چاہئے اور وہ ہے عدم سماع مطلقاً۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں: "خدا تعالیٰ نے آگے "وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ" بھی فرمادیا ہے کیا یہاں بھی کہو گے جو بہرا (اصم) ہو وہ خود سنتا تو ہے مگر ہم اسے سنا نہیں سکتے یہ تو بالبداہت غلط ہے"۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۱۳۳)

<u>جواب</u>: مطلق عدم سماع وجہ تشبیہ نہیں بن سکتی کیونکہ کافر سنتے ہیں اس میں تو اتفاق ہے۔ اور آپ کے خیال کے مطابق مردے نہیں سنتے، تو تشبیہ کیسے بن سکتی ہے۔؟ حالانکہ تشبیہ کی تعریف ہے "تشریک الشیئین فی الوصف" (دونوں چیزوں کو ایک وصف میں شریک کرنا) مثلاً شیر میں جرأت ہے، بہادری ہے، اور ممانی خان میں بھی جرأت و بہادری ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ ممانی خان شیر کی طرح ہے، اگر ممانی خان میں جرأت و بہادری نہ ہو اور وہ اول درجے کا بزدل اور بے غیرت ہو تو کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ممانی خان شیر کی طرح ہے۔؟ باقی رہی یہ بات کہ "صم" بہروں میں تو قوت سماعت بالکل مفقود ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ "اصم" کلی مشکک ہے اس میں کئی درجے ہیں مثلاً بہرا درمیان درجے کا بہرا اور آخری درجے کا بہرا۔ چنانچہ کئی بہرے ایسے ہوتے ہیں کہ تھوڑے آواز سے بات نہیں سنتے لیکن جب آواز بلند کر کے بات کی جائے تو سن لیتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب زور زور سے ذکر اللہ

کرنے لگے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "انکم لا تدعون اصم ولا غائبا" (بخاری شریف وغیرہ) تم کسی بہرے اور غیر حاضر کو تو نہیں بلا رہے، بلکہ تم تو اس کو بلا رہے ہو جو سمیع اور بصیر ہے، اس لئے زیادہ زور زور سے نہ پکارو۔ معلوم ہوا کہ بہرا بلند آواز کو سن لیتا ہے۔ تو یہاں بھی "اصم" سے مراد وہ بہرا ہے کہ بات کو تو سنتا ہے لیکن سمجھتا نہیں۔ اسی طرح یہ کافر سنتے تو ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔ چنانچہ "كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا" (لقمان: ۷) گویا کہ اس کافر نے سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے کان بہرے ہیں۔

دوسری واضح مثال: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (البقرۃ: ۱۷۱) اور مثال ان کافروں کی اس شخص جیسی ہے جو بلائے کسی چیز کو جو نہیں سنتی مگر پکار اور آواز یہ کافر بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں پس وہ کچھ عقل نہیں رکھتے۔

حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "حاصل یہ ہے کہ مثال کفار کی ایسی ہے جیسا کہ ایک شخص حیوان کو بلائے اور حیوان تو محض آواز ہی سنتا ہے اور مطلب کچھ نہیں سنتا اور سمجھتا، اسی طرح یہ بھی ہیں کہ سمجھتے کچھ نہیں"۔ (بلغۃ الحیران ص ۳۰)

قرآن پاک کی اس نص قطعی سے ثابت ہو گیا کہ کافروں کو تشبیہ ان بہروں کے ساتھ دی گئی جو سنتے تو ہیں لیکن مطلب اخذ کر کے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

اس لئے اس آیت سے متعدد مفسرین حضرات نے عدم سماع کو سماع نافع سے مقید کیا ہے اور متعدد علمائے کرام نے اس آیت کی تفسیر یوں کی ہے کہ "نبی اکرم ﷺ مردوں کو ہدایت نہیں کر سکتے یعنی جس طرح مردے ہدایت قبول نہیں کر سکتے، یہ کافر بھی ہدایت قبول نہیں کر سکتے۔ مردوں میں ہدایت قبول نہ کرنا علی وجہ الاتم ہے کیونکہ وہ عالم ہدایت قبول کرنے کا نہیں کافر باوجود یہ کہ دار الامتحان اور دار العمل میں ہیں پھر بھی ان کی قسمت میں ہدایت نہیں ہے۔ اس میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کیونکہ آپ غمگین ہو جاتے تھے کہ یہ کافر معجزات بھی دیکھتے ہیں پھر ایمان قبول نہیں کرتے جیسے ابوجہل اور ابولہب وغیرہما۔ تو بتایا گیا ان کی قسمت میں ہدایت نہیں، آپ بشیر ونذیر ہیں، آپ تبلیغ کریں اس پر ثواب ملے گا لیکن ہدایت خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ یہ تفسیر اور سماع نافع والی تفسیر مفہوم میں قریب ہیں"۔ موتی سے مراد جب کفار ہیں اور ان کفار کو تشبیہ بھی ان مردوں سے دی گئی ہے جو کفار ہیں جو بغیر ایمان لانے کے مر گئے تھے۔ پس مسلمان موتی اس کے مفہوم سے خارج ہیں کیونکہ وہ ایمان کی حالت میں مر گئے تھے، ان کو سنانا فائدہ مند ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت جب ان کی قبور کے پاس کی جائے تو وہ اس سے مانوس ہوتے ہیں، خوش ہوتے ہیں اور تلقین کرنے کا بھی ان کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اسی طرح ایصال ثواب کا بھی ان کو فائدہ پہنچتا ہے، اسی طرح ان کی نیک اولاد اچھے کام کرتی ہے تو اس کا ثواب پہاڑوں کے برابر ان کو پہنچتا ہے پس یہاں مسلمان مردوں پر کافروں والی آیت فٹ کرنا درست نہیں ہے خصوصاً ابوجہل وابولہب وغیرہما کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام پر فٹ کرنا بہت بڑی گستاخی ہے۔ کافروں اور بتوں کے بارے میں نازل ہوئی یہ آیت "اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ" (تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں) تو کافروں نے کہا کہ چلو ہمارے معبود جہنم میں جائیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام بھی تو معبود بنائے گئے تھے وہ بھی جہنم میں جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا استثناء کیا "اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا

مُبْعَدُوْن" (بے شک جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی کا فیصلہ ہو چکا ہے وہ جہنم سے دور رہیں گے)

معلوم ہوا بتوں اور کافروں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو انبیاء علیہم السلام پر فٹ کرنا کفار کا پرانا دستور ہے۔

سوال نمبر ۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت "اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی" اور آیت "وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ" سے مردوں کے عدم سماع پر استدلال کیا ہے اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ علم رکھتی تھیں۔

جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ اپنا اجتہاد ہے، جو درست نہیں ہے۔ کیونکہ جس ذات مقدسہ پر قرآن نازل ہوا ہے وہ قرآن مجید کو بہتر سمجھتے ہیں۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر چلنے اور اتباع کرنے کا حکم ہے لیکن ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے اجتہاد و قیاس پر چلنے کا حکم نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی ہے کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنویں میں کفار کی پڑی ہوئی لاشوں کی طرف دیکھا اور فرمایا کیا تم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پالیا۔؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ مردوں کو بلاتے ہیں۔؟ آپ نے فرمایا: "میرے صحابہ رضی اللہ عنہم! تم مردوں سے زیادہ سننے والے نہیں"۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اعتراض کیا کہ اصل لفظ "لیعلمون الآن" (کہ اب وہ عذاب کو محسوس کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سچا جان رہے ہیں) کے ہیں اور سماع کے لفظ درست نہیں، کیونکہ یہ آیت "اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی" کے خلاف ہے دیکھئے، (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۸۳ و ج ۲ ص ۵۶۷)

حالانکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے نقل کرنے میں کوئی غلطی نہیں ہے کیونکہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ حدیث بعینہ اسی طرح نقل کرتے ہیں جس طرح ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نقل فرمائی ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث (بخاری ج ۲ ص ۵۷۴) میں بھی ہے۔

(۱):...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۷ ونسائی ج ۱ ص ۲۹۳ وابو داؤد طیالسی ص ۹ و تہذیب الآثار طبری (مسند امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ) القسم الاول ج ۱ ص ۲۳۹ ومسند احمد ج ۱ ص ۲۷ وابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۷۹) میں یہ حدیث موجود ہے۔

(۲):...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث انہی الفاظ سے مروی ہے دیکھئے (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶ و مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۴ و ج ۳ ص ۱۸۲ و ج ۳ ص ۲۲۰ و ج ۳ ص ۲۶۳ ونسائی ج ۱ ص ۲۹۳)

(۳):...... حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث انہی الفاظ سے مروی ہے دیکھئے (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۶۶ و مسلم ج ۲ ص ۳۸۷ ومسند احمد ج ۴ ص ۲۹)

(۴):...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی انہی الفاظ سے مروی ہے دیکھئے (طبرانی کبیر ج ۱۰ ص ۱۹۸ (رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح مجمع الزوائد ج ۶ ص ۹۱)

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وللطبرانی من حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ مثلہ باسناد صحیح" (فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۵) یعنی طبرانی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ صحیح سند کے ساتھ حدیث مروی ہے۔

(۵):...... حضرت سیدان رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے الفاظ یوں مروی ہیں: "وھل یسمعون۔؟ قال یسمعون کما تسمعون ولکن لا یجیبون" (طبرانی کبیر ج ۷ ص ۱۹۷) اور کیا مردے سنتے ہیں۔؟ آپ نے فرمایا: اسی طرح سنتے ہیں جس طرح تم سنتے ہو لیکن جواب نہیں دیتے۔ حضرت سیدان رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ بن

سیدان جو اس حدیث کے راوی ہیں، کے بارے میں علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مجھول" (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۹۱) جبکہ علامہ ابن سعد رحمہ اللہ اس کو طبقات صحابہ میں شمار کرتے ہیں۔ دیکھئے (طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۴۳۸) اور مجہول صحابی رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی صحیح شمار کی جاتی ہے۔

بہر حال یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سندوں سے اعلی درجہ کی صحیح ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدان رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سندیں صحت کے درجہ کے قابل ہیں۔ ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ حدیث مشہور حدیث کے درجہ میں یقینا شمار ہو گی، جس سے کتاب اللہ پر زیادتی کرنا بھی جائز ہوتا ہے۔ ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں، جو بدر کے مقام پر خود موجود تھے جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بدر کے مقام پر موجود نہ تھیں۔ اور اللہ تعالی کے نبی ﷺ قرآن مجید کی مخالفت نہیں کرتے تھے، چنانچہ نیلوی صاحب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں: "یعنی قرآن پاک کا حرف حرف آپ کا خلق تھا اور قرآن پاک کا لفظ لفظ آپ کی عادت مبارک تھی۔ آپ کبھی بھی قرآن پاک کے ایک حرف کا بھی خلاف نہ کرتے تھے"۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۶۰)

جس سے معلوم ہوا کہ مردوں کے سماع کی حدیثیں قرآن مجید کے خلاف نہیں ہیں اور قرآن مجید میں عدم سماع موتی کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ "اِنَّکَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰی" سے مراد کفار ہیں جو اس وقت زندہ موجود تھے۔

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی لکھتے ہیں: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت قرآنی کی بناء پر مضمون روایت کی یوں تاویل کی کہ "رسول اللہ ﷺ نے یوں نہیں کہا ہوگا" مگر یہ تاویل بنتی نہیں ہے کیونکہ صرف ایک لفظ کا پھیر پھار ہوتا تو ہوسکتا تھا، اس روایت میں تو یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان سرداروں کا نام لے لے کر پکارا"۔ (حسن البیان ص ۷۳)

علامہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وایضاً الایة فی الکفرة والمراد انک لاتجعلهم منتفعین بما یسمعون منک کالموتی والحدیث لا یخالفه ولا یثبت الانتفاع للمیت وبالجملة فالحدیث صحیح وقد جاء بطریق فتخطئته غیر متجهة واللہ اعلم۔ (حاشیہ سندھی علی النسائی ج ۱ ص ۲۹۳) اور آیت قرآنیہ کفار کے بارے میں ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ اے نبی اکرم ﷺ! آپ ان کفار کو اس بات سے جو آپ سے سنتے ہیں نفع اٹھانے والا نہیں بنا سکتے مردوں کی طرح اور حدیث قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے کیونکہ مردہ کے لئے نفع ثابت نہیں ہے خلاصہ یہ کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی صحیح ہے اور دوسرے صحابہ سے بھی مروی ہے پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا خطاء کار ٹھہرانا کسی وجہ سے درست نہیں۔

مفسر محمد علی الصابونی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ثم نبه تعالی الی ان هؤلاء الکفار کالاموات لا ینفع معهم نصح ولا تذکیر فقال فانک لا تسمع الموتی الخ (صفوة التفاسیر ج ۲ ص ۴۸۳) پھر اللہ تعالی نے متنبہ کیا کہ یہ کفار مردوں کی طرح ہیں ان کو کوئی وعظ و نصیحت نفع نہیں دیتا پس فرمایا بے شک آپ ان مردوں کو حق کی بات نہیں سنا سکتے (یعنی قبول نہیں کروا سکتے)

مولانا قاضی شمس الدین صاحب لکھتے ہیں: اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی ای الکفار موتی القلوب۔ (انوار التبیان ص ۲۹۹) اس آیت "اِنَّکَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰی" سے مراد کفار ہیں جن کے دل مردہ ہیں۔

مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں: "اِنَّکَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰی" تو مردوں کو (یعنی کافروں کو) اسلام قبول نہیں

کراسکتا۔ اس آیت سماع موتی کی نفی نہیں نکلتی جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خیال کیا کیونکہ اسماع سے یہاں سماع اجابت مراد ہے جیسے "وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ" میں اور متعدد احادیث سے سماع موتی ثابت ہے۔..... مجمع البحار میں ہے: "اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی" کا معنی یہ ہے کہ تو ان جاہلوں کو نہیں سمجھا سکتا جن کو اللہ تعالی نے جاہل بنایا ہے تو یہ آیت اس حدیث کے خلاف نہ ہوگی۔ (لغات الحدیث ج ۳ ص ۱۶۳ س)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وقد خالفها الجمهور في ذلک وقبلوا حديث ابن عمر رضی اللہ عنہ لموافقته من رواه غيره عليه۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۷۷) اور بے شک جمہور علمائے کرام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو قبول کیا ہے کیونکہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیثیں ان کی موافق ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: والصحيح عند العلماء رواية عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہ لما لها من الشواهد على صحتها من وجوه كثيرة۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸) اور صحیح بات علمائے اسلام کے نزدیک یہ ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کی صحت کے بہت سے دلائل موجود ہیں۔

مفسر قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وقد احتجت عائشة رضی اللہ عنہا في انكارها ان النبي صلی اللہ علیہ وسلم اسمع موتى بدر بهذه الآية فنظرت في الامر بقياس عقلي ووقفت مع هذه الآية وقد صح عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم انه قال "ماانتم باسمع منهم"۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۳ ص ۲۳۲) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسئلہ سماع موتی کے انکار میں اس آیت سے دلیل پکڑی ہے پس ان کا یہ نظریہ عقلی قیاس پر مبنی ہے کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان مردوں سے زیادہ سننے والے نہیں ہیں۔

علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: قال ابن تيمية في كتاب الانتصار للامام احمد رحمہ اللہ وانكار عائشة رضی اللہ عنہا سماع اهل القليب الكفار معذورة فيه لعدم بلوغها النص وغيرها لا يكون معذوراً۔ (المنحة الوهبية ص ۱۳) امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الانتصار للامام احمد رحمہ اللہ میں کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قلیب بدر کے مردوں کے بارے میں سماع کا انکار کرنا عذر کی بناء پر تھا وہ اس میں معذور تھیں کیونکہ ان کو نص حدیث نہیں پہنچی تھی لیکن ان کے علاوہ کوئی اور معذور شمار نہیں کیا جا سکتا۔

نیلوی صاحب لکھتے ہیں: "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا موقعہ پر حاضر نہ تھیں اس لئے ان کو اس واقعہ کا علم ہی نہیں تھا"۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۹۵)

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وتعقب ذلک السهيلي فقال عائشة رضي الله تعالى عنها لم تحضر قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم فغيرها ممن حضر احفظ للفظه عليه الصلوة والسلام وقد قالوا له يا رسول الله! اتخاطب قوما جيفوا فقال ما انتم باسمع لما اقول منهم۔ (روح المعانی ج ۲۱ ص ۵۷) اور علامہ سہیلی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول پر گرفت کی ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا موقعہ پر موجود نہ تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو موقعہ پر موجود تھے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ کو زیادہ یاد رکھنے والے ہیں جبکہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کیا آپ ایسی قوم کو خطاب کر رہے ہیں جو مردار ہو چکے ہیں تو آپ نے فرمایا: تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں۔

جواب نمبر ۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا چنانچہ اس رجوع کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر ا: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ومن الغریب ان فی المغازی لابن اسحق روایة یونس بن بکیر باسناد جید عن عائشة رضی اللہ عنہا مثل حدیث ابی طلحة وفیه ما انت باسمع لما اقول منهم واخرجه احمد باسناد حسن فان کان محفوظا فکانها رجعت عن الانکار لما ثبت عندها من روایات هؤلاء الصحابة لکونها لم تشهد القصة۔ (فتح الباری ج۸ ص ۳۰۶) اور عجیب بات یہ ہے کہ ابن اسحق کی کتاب مغازی میں یونس بن بکیر کے طریق سے جید سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت مروی ہے جس طرح ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس میں "ماانتم باسمع لما اقول" کے الفاظ موجود ہیں اور امام احمد رحمہ اللہ نے بھی حسن سند کے اس کی تخریج کی ہے اگر یہ الفاظ محفوظ ہوں تو گویا کہ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سماع موتی کے انکار سے رجوع کرلیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ان اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایتیں ثابت ہوگئی ہیں (جو موقعہ پر حاضر تھے) کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حاضر نہ تھیں۔

لیکن اس روایت کی سند میں "ابن اسحق" راوی واقع ہیں، جو سخت قسم کا ضعیف ہے، اس لئے دوسرے دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر ۲: عن ابراهیم عن عائشة رضی اللہ عنہا انها قالت لما امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر باولئک الرهط فالقوا فی الطوی عتبة وابو جهل واصحابه وقف علیهم فقال جزاکم الله شرا من قوم نبی ما کان اسوء الطرد واشد الکذیب قالوا یارسول الله! کیف تکلم قوما جیفوا فقال ما انتم بافهم لقولی منهم او لهم افهم لقولی منکم۔ (مسنداحمد ص ۱۷۰ ج۶ و تهذیب الآثار طبری ج ۱ ص ۴۵۹ مسندعمر بن الخطاب القسم الاول) حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے دن ان مردہ لاشوں کے پاس سے گزرے، جو کنویں میں ڈالی گئی تھیں، جن میں عتبہ اور ابوجہل اور اس کے ساتھی تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہرے پس فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں برا بدلہ دے نبی کے قبیلہ کے لوگو! کیا ہی بری طرح تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو ہٹانے اور سخت جھٹلانے والے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کس طرح ایسی قوم سے باتیں کررہے ہیں جو مردار ہوچکے ہیں پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان مردوں سے میری بات کو زیادہ سمجھنے والے نہیں یا وہ میری بات کو تم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

بات کو سمجھنا موقوف ہے سننے پر جیسے: استاد شاگرد کو کہتا ہے کہ آپ نے میری بات کو سمجھ لیا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا سماع بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے چنانچہ (مسند احمد ج۶ ص ۱۲۷) میں ہے کہ: "حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "سألت عائشة رضی اللہ عنہا" (میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث کے بارے میں سوال کیا)

دلیل نمبر ۳: عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کنت ادخل بیتی الذی دفن فیه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وابی فاضع ثوبی فاقول انما هو زوجی وابی فلما دفن عمر رضی اللہ عنہ معهم فوالله مادخلت الا انا مشدودة علی ثیابی حیاء من عمر رضی اللہ عنہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے اس گھر جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے باپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دفن ہوئے ہیں داخل ہوا کرتی تھی اور اپنا کپڑا پردے کا الگ رکھ دیتی تھی پس کہتی تھی کہ میرے خاوند اور والد ہیں جب ان کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن کئے گئے تو قسم بخدا میں نہیں داخل ہوا کرتی تھی مگر یہ کہ میرے کپڑے اوپر بند ہوتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے۔ (مسند احمد ج۶ ص ۲۰۳ مشکوۃ ج۱ ص ۱۵۴ وقال الہیثمی رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح مجمع الزوائد ج۹ ص ۳۷)

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ مردے زیارت کرنے والے کو پہچان لیتے ہیں، اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کے استاد علامہ سید محمد انور شاہ رحمہ اللہ کے عقیدہ میں ہم نے "العرف الشذی" کے حوالہ سے اس مسئلہ کو پہلے بیان کر دیا ہے۔ مزید وضاحت کے لئے راقم الحروف کی کتاب (تہر حق ص ۲۵۳، ۲۵۹، ۲۶۰) کا مطالعہ کریں۔

سوال: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو قبر میں مدفون تھے، وہ کئی مَن مٹی، جو ان کے اوپر تھی، اس کے اندر سے تو دیکھ سکتے تھے لیکن کپڑا جو معمولی قسم کا پردہ ہے، اس میں وہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔

جواب: آپ کا یہ عقلی ڈھکوسلہ نص کے خلاف ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نظریہ کے خلاف ہے، فقہاء احناف رحمہم اللہ کی عبارات کے خلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ مردہ سلام کرنے والے کو پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے (اس حدیث کی تحقیق آگے آرہی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ)

نیلوی صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ''جواباً عرض ہے کہ یہ قیاس ہے، نص کے مقابل میں جو مردود ہوتا ہے۔ (ردمنکرات ص ۴۷)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وصیت: فاذا دفنتمونی فسنوا علی التراب سنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما تنحر جزور ویقسم لحمها حتی استأنس بکم وانظر ماذا اراجع به رسل ربی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۶ صحیح ابوعوانہ ج ۱ ص ۷۱ مسند احمد ج ۴ ص ۱۹۹ طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۲۵۹ مشکوۃ ص ۱۴۹) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''پس جب تم مجھے دفن کر چکو تو میرے اوپر مٹی ڈالو پھر میری قبر کے پاس اتنی مدت ٹھہرے رہو جس میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جا سکے تا کہ میں تمہاری وجہ سے انس حاصل کروں اور سوچ لوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔

معلوم ہوا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا یہ نظریہ تھا کہ میں تمہاری بات بھی سنوں گا اور اپنی قبر کے پاس دیکھ کر مانوس بھی ہوں گا۔ اس حدیث کی شرح میں محمد بن علان الصدیقی الشافعی الاشعری المکی (المتوفی ۱۰۵۷ھ) فرماتے ہیں: فیہ ان المیت یسمع حینئذ من حول القبر۔ (دلیل الفالحین شرح ریاض الصالحین ج ۳ ص ۱۹۶) اس حدیث میں دلیل ہے کہ مردہ قبر کے آس پاس سنتا ہے۔

علامہ طحطاوی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اذا فرغوا من دفنہ یستحب الجلوس عند قبرہ بقدر ماینحر جزور ویقسم لحمہ یتلون القرآن ویدعون للمیت فقد ورد انہ یستأنس بھم وینتفع بہ۔ (طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۳۳۸) اور جب مردہ کے دفن سے فارغ ہو جائیں تو اس کی قبر کے پاس بیٹھنا مستحب ہے اتنا وقت کہ اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جائے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہیں اور میت کے لئے دعا مانگتے رہیں پس اس کا ثبوت حدیث میں مذکور ہے کہ مردہ ان سے مانوس ہوتا ہے اور اس بیٹھنے سے اس کو نفع ہوتا ہے۔

نیز لکھتے ہیں: وقال ابن القیم الاحادیث والآثار تدل علی ان الزائر متی جآء علم بہ المزور وسمع سلامہ وانس بہ ورد علیہ وھذا عام فی حق الشھداء وغیرھم انہ لا توقیت فی ذلک۔ (طحطاوی ص ۳۴۰) اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ احادیث اور آثار دلالت کرتے ہیں اس بات پر کہ زیارت کرنے والا جب بھی قبر کے پاس آئے تو مردہ جانتا ہے اور اس کا سلام سنتا ہے اور اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور یہ شہداء وغیرہم سب کے حق میں عام ہے اور وقت کی قید بھی نہیں ہے۔

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ نے تلقین کو مفید قرار دیا ہے اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا حوالہ صحیح مسلم سے ذکر کیا ہے۔ دیکھئے (حاشیہ طحطاوی ص ۳۰۶)

دلیل نمبر ۳: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاما فتنة القبر فبی تفتنون وعنی تسألون فاذا کان الرجل الصالح اجلس فی قبره غیر فزع ولا مشعوف ثم یقال له فیم کنت فیقول فی الاسلام فیقال ماهذا الرجل الذی کان فیکم فیقول محمد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم جاءنا بالبینات من عند الله فصدقناه فیفرج له فرجة قبل النار فینظر الیها یحطم بعضها بعضا فیقال له انظر الی ما وقاک الله عزوجل ثم یفرج له فرجة الی الجنة فینظر الی زهرتها وما فیها فیقال له هذا مقعدک منها ویقال علی الیقین کنت وعلیه مت وعلیه تبعث ان شاء الله تعالی واذا کان الرجل السوء اجلس فی قبره فزعا مشعوفا فیقال له فیم کنت فیقول لا أدری فیقال ماهذا الرجل الذی کان فیکم فیقول سمعت الناس یقولون قولا فقلت کما قالوا فتفرج له فرجة قبل الجنة فینظر الی زهرتها وما فیها فیقال له انظر الی ماصرف الله عزوجل عنک ثم یفرج له فرجة قبل النار فینظر الیها یحطم بعضها بعضا ویقال له هذا مقعدک منها کنت علی الشک وعلیه مت وعلیه تبعث ان شاء الله ثم یعذب۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۰) پس قبر کا امتحان میرے سبب سے ہوگا اور میرے بارے میں تم سے سوال ہوگا پس نیک شخص کو اپنی قبر میں بٹھایا جائے گا دراں حالیکہ وہ پریشان نہ ہوگا پھر اس سے کہا جائے گا تو کس حالت میں تھا؟ وہ جواب دے گا کہ اسلام کی حالت میں پھر پوچھا جائے گا وہ شخص کون ہیں جو تمہارے اندر رہتا تھا؟ پس وہ جواب دے گا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں وہ معجزات لے کر آئے ہم نے ان کی تصدیق کی پس اس شخص کے لئے جہنم کی طرف سے ایک دریچہ کھولا جائے گا پس اس کو دیکھے گا کہ بعض بعض کو کاٹ رہا ہے پس اس کو کہا جائے گا اس کو دیکھ لے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچالیا ہے پھر اس کے لئے جنت کی طرف ایک دریچہ کھولا جائے گا پس اس کی رونق اور جو چیزیں جنت میں ہیں ان کو دیکھے گا پس اس کو کہا جائے گا یہ تیرا ٹھکانا ہے یقین پر تو نے زندگی گزاری اور اسی پر موت واقع ہوئی اور اسی پر ان شاء اللہ اٹھایا جائے گا۔ اور برا شخص قبر میں بٹھایا جائے گا پریشان وحیران پس اس کو کہا جائے گا تو کس حالت میں تھا؟ وہ جواب دے گا میں کچھ نہیں جانتا پھر پوچھا جائے گا وہ شخص کون ہے جو تمہارے اندر رہا کرتے تھے؟ پس وہ کہے گا لوگوں سے میں بات سنا کرتا تھا پس میں بھی ویسے ہی کہتا ہوں اس کے لئے جنت کی جانب سے دریچہ کھولا جائے گا پس اس کی رونق اور جو چیزیں جنت میں ہیں ان کو دیکھے گا پس اس کو کہا جائے گا دیکھ لے اللہ عزوجل نے اس کو تجھ سے ہٹالیا ہے پھر اس کے لئے جہنم کی جانب سے ایک دریچہ کھولا جائے گا بعض بعض کو کاٹ رہی ہے اور اس کو کہا جائے گا یہ تیرا ٹھکانہ ہے جس کے بارے میں تو شک پر تھا اسی پر تیری موت واقع ہوئی اور اسی پر تجھے اٹھایا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ پھر عذاب دیا جائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردہ قبر میں زندہ کیا جاتا ہے وہ منکر نکیر کا سوال سنتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے چاہے وہ مردہ مسلمان ہو یا کافر وہ جنت وجہنم کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

دلیل نمبر ۴: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضر ہوئیں تو فرمایا: والله لو حضرتک مادفنت الا حیث مت ولو شهدتک مازرتک۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۲۵) وقال الهیثمی رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۰) خدا کی قسم اگر میں تیری موت کے

وقت تیرے پاس موجود ہوتی تو آپ کو دفن نہ کیا جاتا مگر جہاں تو فوت ہوا ہے اگر میں تیرے پاس موجود ہوتی (تو آج) تیری زیارت کے لئے نہ آتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنی بھائی کی قبر پر آ کر بھائی کو خطاب کرنا سماع موتی کی دلیل ہے۔ اس روایت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس کی سند میں ابن جریج ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابن جریج کی سند کے علاوہ بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بھائی کی قبر پر جانا ثابت ہے۔ (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۶۱ و مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۵۱۸ و مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۷۶ و قال الذھبی صحیح)

دلیل نمبر ۵: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ کو مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع کی طرف نکلتے تھے وہاں سلام کرتے تھے۔ السلام علیکم دار قوم مؤمنین واتاکم ما توعدون غداً مؤجلون انا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۳) اے مؤمن قوم! حویلی میں رہنے والے تمہارے اوپر سلامتی ہو کل تاخیر والے دن کا جو وعدہ تمہیں دیا جاتا تھا وہ تمہارے پاس آ چکا ہے اور ان شاء اللہ ہم بھی آپ سے ملنے والے ہیں۔

اس حدیث میں بھی خطاب کے صیغے ہیں اور اس حدیث کے تحت حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸) میں، حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (کتاب الروح ص ۴) میں فرماتے ہیں: یہ خطاب اس کو ہے جو سنتا ہے اور سمجھتا ہے، اگر ان کو یہ خطاب نہ ہوتا تو وہ بمنزلہ معدوم و جماد کے ہوتے، حالانکہ سلف صالحین کا اس پر اتفاق ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے یہ خبریں منقول ہیں کہ مردہ زیارت کرنے والے کو پہچانتا ہے اور اس سے اس کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت مولانا نانوتوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ خدا نے تو "اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی" فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کے سلام اہل قبور مسنون کر دیا، اگر استماع ممکن نہیں تو پھر یہ بے ہودہ حرکت یعنی سلام اہل قبور ملحدوں کی زبان درازی کے لئے کافی ہے۔ (جمال قاسمی ص ۸)

رجوع کی دلیل نمبر ۵: عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کسر عظم المیت ککسرہ حیا۔ رواہ مالک وابو داؤد وابن ماجۃ۔ (مشکوۃ ج ۱ ص ۱۴۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میت (مردہ) کی ہڈی توڑنا ایسے ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا۔

نیز یہ حدیث (مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۵ اور ج ۶ ص ۵۸ اور "موارد الظمآن" ص ۱۹۶) وغیرہ میں بھی مذکور ہے، مشکوۃ کے حاشیہ میں ہے: قولہ ککسرہ حیا یعنی فی الاثم کما فی الروایۃ قال الطیبی اشارۃ الی ان لا یھان المیت کما لا یھان الحی وقال ابن الملک والی ان المیت یتألم قال ابن حجر ومن لازمہ ان یستلذ بما یستلذ بہ الحی انتھی وقد اخرجہ ابن ابی شیبۃ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ اذی المؤمن فی موتہ کأذاہ فی حیاتہ ذکرہ فی المرقاۃ۔ کہ ہڈی توڑنا زندہ کی طرح ہے یعنی گناہ میں جیسا کہ ایک روایت میں مذکور ہے علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث میں اشارہ ہے کہ میت کی توہین زندہ کی توہین کی طرح ہے اور علامہ ابن الملک حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اشارہ بھی ہے کہ میت کو درد ہوتا ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کے لوازمات میں سے یہ بھی ہے کہ مردہ کو ان چیزوں سے لذت حاصل ہو جن سے زندہ کو لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت تخریج کی ہے کہ مؤمن کو موت کی حالت میں تکلیف پہنچانا زندہ کی طرح ہے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اسی طرح مذکور ہے۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حدیث: ان المیت یؤذیه فی قبرہ ما کان یؤذیه فی بیته الدیلمی بلا سند عن عائشة رضی اللہ عنہا مرفوعا ویشهد له ما اخرجه ابو داؤد و ابن ماجة و غیرهما مرفوعا کسر عظم المیت ککسر عظمه حیا۔ (المقاصد الحسنة ص ۶۲) کہ یہ حدیث ''بے شک مردہ کو قبر میں وہ چیزیں تکلیف پہنچاتی ہیں جو اس کو اپنے گھر میں پہنچاتی تھیں۔ محدث دیلمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا بغیر سند کے روایت کیا ہے لیکن اس حدیث کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ نے مرفوعا روایت کیا ہے کہ مردہ کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کی طرح ہے۔

محدث دیلمی رحمہ اللہ کی طرح محدث ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے لیکن سند کے ساتھ اور جرح بھی کی ہے دیکھئے (علل لابن ابی حاتم ج ۱ ص ۳۷۰)

اور شامی میں ہے ''لان المیت یتأذی بما یتأذی به الحی'' (بحوالہ فتاوی مظہری ص ۴۲۶) میت کو بھی یقینا تکلیف ہوتی ہے ان چیزوں سے جن سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اور ہڈی توڑنے والی حدیث (موارد الظمان ص ۱۹۶) میں باب کا عنوان یوں ہے ''باب فی من آذی میتا'' (باب ان چیزوں کے بارے میں جو میت کو تکلیف پہنچاتی ہیں)

علامہ شمس الحق عظیم آبادی صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ علامہ امیر یمانی ''سبل السلام'' میں فرماتے ہیں: و هو یحتمل ان المیت یتألم کما یتألم الحی و قد ورد الحدیث انتهی (التعلیق المغنی علی سنن الدار قطنی ج ۳ ص ۱۸۸) اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ مردہ کو درد و تکلیف ہوتی ہے جیسا کہ زندہ کو ہوتی ہے اور اس سلسلے میں ایک حدیث بھی مروی ہے۔

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے قیاسی نظریہ عدم سماع موتی سے رجوع کر چکی تھیں۔ ''انک لا تسمع الموتی'' میں لفظ موتی سے دھوکہ لگ جاتا ہے لیکن جب پوری آیت پڑھ کر غور و فکر کیا جائے تو مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے، اور بھی کئی حضرات کو لفظ موتی سے دھوکہ لگا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان حضرات میں شامل ہیں لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے تسلی ہوگئی اور حدیث ''ما انتم باسمع'' کی خود روایت کرتے رہے کما مر۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں منکر نکیر کے سوال کا ذکر کیا۔ فقال عمر رضی اللہ عنہ اترد علینا عقولنا یا رسول اللہ! فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم کهیئتکم الیوم فقال بفیه الحجر (مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۲ و موارد الظمان ص ۱۹۷) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ ہمارے عقل اس وقت واپس لوٹائیں گے آپ نے فرمایا ہاں آج کے دن کی طرح عقل کام کریں گے پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا صحیح جواب نہ دے سکنے والے کے منہ پر پتھر پڑیں۔

مسند احمد کی سند میں ابن لہیعہ راوی واقع ہیں گرچہ اس نے تحدیث کے ساتھ روایت بیان کی ہے مگر ابن لہیعہ سخت ضعیف ہے لیکن موارد الظمان کی سند میں یہ راوی نہیں ہے۔ علامہ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رواہ احمد من طریق ابن لهیعة و الطبرانی فی الکبیر باسناد جید۔ (الترغیب والترهیب للمنذری ج ۵ ص ۳۲۳) کہ اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے ابن لہیعہ کی سند سے روایت کیا ہے لیکن امام طبرانی رحمہ اللہ نے معجم کبیر میں جید (کھری) سند سے روایت کیا ہے۔

چنانچہ موت کے بعد عقل وغیرہ سب کامل ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے عمر! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ قبر میں تمہارے پاس دو فرشتے گرجتے کڑکتے آئیں گے اور تم کو ہلا ڈالیں گے اور حاکمانہ گفتگو کریں گے۔؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس وقت ہماری عقل بھی درست ہوگی

یا نہیں۔؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ''نعم کھیئتکم الیوم'' یعنی اس وقت ایسی عقل ہوگی جو آج ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ بس کام چلالوں گا۔ (اخرجہ احمد و الطبرانی، ندائے حق جزء اول طبع اول ص ۵۴۴ و طبع دوم ص ۵۶۵)

نیلوی صاحب زندہ باد۔

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن کا رجوع: حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاوی میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی منکرین سماع موتی میں شمار کیا تھا لیکن بعد میں اپنی ایک تحریر میں واضح کرتے ہیں۔ ''سماع موتی میں اختلاف ہے۔ اور یہ اختلاف صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے ہے، بہت سے ائمہ سماع موتی کے قائل ہیں اور حنفیہ کی کتب میں بعض مسائل ایسے مذکور ہیں جن سے عدم سماع معلوم ہوتا ہے مگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی تصریح اس بارہ میں نقل نہیں کرتے۔ الخ (فتاوی دار العلوم دیو بند مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ج ۵ ص ۴۶۱)

ایمان (قسموں) کے مسئلہ سے بعض حضرات کو دھوکہ لگا ہے کہ مردے نہیں سنتے حالانکہ قسموں کا دار و مدار عرف پر ہے اور اسی دھوکہ میں حضرت مفتی صاحب بھی مبتلا رہے بار بار لکھتے رہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی کے قائل نہیں۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کا رجوع: مولانا منظور نعمانی مدظلہ العالی (اب رحمہ اللہ) نے بھی (ستہ ضروریہ ص ۳۶) وغیرہ میں لکھا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سماع اموات کے منکر ہیں۔ لیکن بعد میں حضرت اس سے رجوع کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ شہرت ہی ایک غلط فہمی پر مبنی ہے کہ ائمہ حنفیہ سماع موتی کے منکر ہیں، محققین علماء احناف نے دعوی کیا ہے کہ فقہ حنفی کے ائمہ واساطین میں سے کسی سے بھی یہ انکار ثابت نہیں۔ (ماہنامہ الفرقان لکھنؤ جمادی الاول ۱۳۸۶ھ ص ۳۲) مولانا موصوف اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں ''اس موقع پر یہ عاجز اس کا اظہار ضروری سمجھتا ہے کہ اب سے ۳۲، ۳۳ سال پہلے الفرقان کے پہلے یا دوسرے سال کے کسی شمارہ میں سماع اموات کے بارہ میں اس عاجز نے بھی وہی لکھا تھا جس کی نسبت حنفیہ کی طرف مشہور ہوگئی ہے یعنی سماع موتی کا انکار، بعد میں وہ معلوم ہوا جو ''فیض الباری'' سے یہاں نقل کیا جارہا ہے اور اب یہ عاجز اسی کو تحقیقی بات سمجھتا ہے۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ''۔

مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ العالی کو مسئلہ سماع موتی کے بارے میں مولانا شیر محمد مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ذوالحجہ ۱۳۸۶ھ) کا ایک خط بھی موصول ہوا تھا جس سے مولانا نعمانی مدظلہ نے بہت اچھا اثر لیا۔ مولانا موصوف کے اپنے الفاظ میں اس خط کا ذکر ملاحظہ ہو: ''اب سے ۳۳ سال پہلے جب الفرقان بریلی سے جاری ہوا تو کچھ دنوں تک یہ عاجز خود ہی اس کا ایڈیٹر تھا اور خود ہی اس کا محرر۔ اس ابتدائی دور میں گھوٹکی ضلع سکھر (سندھ) سے الفرقان جاری کرانے کے لئے سالانہ چندہ کا ایک منی آرڈر آیا، مرسل کا نام صرف ''شیر محمد'' لکھا ہوا تھا، اور تحریر کی سادگی سے اس کا شبہ بھی نہیں ہوا کہ یہ کوئی صاحب علم ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ خریداروں کے رجسٹر میں، میں نے ان کا نام صرف ''شیر محمد صاحب'' لکھ دیا۔ عرصہ کے بعد الفرقان کے ایک مضمون کے بارہ میں جو غالباً مسئلہ سماع اموات سے متعلق تھا، ان صاحب کا ایک خط آیا جس میں '' امداد الفتاوی'' کے حوالہ سے اس مسئلہ کے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خالص تحقیق کا ذکر کیا گیا تھا، جس سے میں اس وقت تک واقف نہیں تھا، اس خط سے پہلی دفعہ یہ معلوم ہوا کہ یہ کوئی عالم دین ہیں۔'' (ماہنامہ الفرقان لکھنؤ ماہ ربیع الاول ص ۵۱ تا ۵۲ ۱۳۸۶ھ)

۲۶۵

سالانہ چندہ
ہندوستان سے ۶/-
پاکستان سے ۸/-
ششماہی
ہندوستان سے ۳/۵۰
پاکستان سے ۴/-

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

فی کاپی ...... ۶۰ پیسے

سالانہ چندہ
غیر ممالک سے
۱۲ شلنگ
ہوائی ڈاک کے لیے مزید محصول ڈاک کا اضافہ

جلد ۳۴	بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ مطابق ستمبر ۱۹۶۶ء	شمارہ ۵

اگر اس دائرہ میں ◯ سرخ نشان ہے، تو

اس کا مطلب ہے کہ آپ کی مدتِ خریداری ختم ہو گئی ہے۔ براہِ کرم آئندہ کیلئے چندہ ارسال فرمائیں یا خریداری کا ارادہ نہ ہو تو مطلع فرمائیں۔ چندہ یا کوئی دوسری اطلاع ۲۰ ستمبر تک آجائے ورنہ اگلا شمارہ بصیغۂ وی پی ارسال ہوگا۔

پاکستان کے خریدار:۔ اپنا چندہ ادارہ اصلاح و تبلیغ آسٹریلین بلڈنگ لاہور کو بھیجیں اور صرف ایک سادہ کاغذ کے ذریعہ ہم کو اطلاع دے دیں ڈاکخانہ کی رسید بھیجنے کی ضرورت نہیں۔

نمبر خریداری:۔ براہِ کرم خط و کتابت اور منی آرڈر کوپن پر اپنا نمبر خریداری ضرور لکھ دیا کیجئے۔

تاریخ اشاعت:۔ الفرقان ہر انگریزی مہینہ کے پہلے ہفتہ میں روانہ کر دیا جاتا ہے، اگر ۱۵ تاریخ تک کسی صاحب کو نہ ملے تو فوراً مطلع کریں اسکی اطلاع ۲۰ تاریخ تک آجانی چاہیے! اسکے بعد رسالہ بھیجنے کی ذمہ داری دفتر پر نہ ہوگی۔

دفتر الفرقان، کچہری روڈ، لکھنؤ

بعض اصحابِ قبور کا تکلم

محمد منظور نعمانی

کئی مہینے سے الفرقان میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات شائع ہو رہے ہیں، اس سلسلہ کی بعض قسطوں میں چند واقعات ایسے بھی مذکور ہوئے ہیں جن میں بعض خواص اصحاب قبور سے شاہ صاحبؒ کے مکالمات کا ذکر ہے۔ ناظرین الفرقان میں سے بعض حضرات نے ان واقعات سے اپنے سخت توحش و اضطراب کا اظہار کیا ہے۔ لیکن انھوں نے وضاحت کے ساتھ اس کا سبب نہیں لکھا ہے ــ ہم نے بہتر سمجھا کہ اس بارہ میں الفرقان ہی میں کچھ لکھ دیا جائے تاکہ اگر کسی اور کو بھی اس طرح کا خلجان ہو تو وہ بھی رفع ہو جائے۔

جو حضرات حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کی شخصیت اور اُن کے علو مقام سے واقف ہیں اُن کی خدمت میں تو سب سے پہلی بات اس سلسلہ میں یہ عرض کرنی ہے کہ یہ سب واقعات حضرت شاہ ولی اللہؒ کی "انفاس العارفین" سے ماخوذ ہیں یعنی ان کے اصل راوی حضرت شاہ ولی اللہؒ ہیں۔ اور انھوں نے بلا واسطہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ سے سن کر یہ واقعات اپنی کتاب میں محفوظ کیے ہیں ــــ اس لیے جہاں تک ان کی نقل و روایت کا تعلق ہے اس میں کسی شک و شبہ یا کسی غلط فہمی کی گنجائش نہیں ہے۔

اس کے بعد گزارش ہے کہ ان واقعات کے بارہ میں ذہنی خلجان اور توحش کی وجہ ایک تو یہ ہو سکتی ہے کہ اصحاب قبور سے اس طرح کے مکالمے کی کوئی مثال اور سند قرآن مجید

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں ہمیں نہیں ملتی ۔ یہ بات بلاشبہ صحیح ہے لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ کوئی آیت یا حدیث ایسی بھی ہمارے علم میں نہیں ہے جس سے اس کی قطعی نفی ہوتی ہو ۔ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى " اور " وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ کے بارہ میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے ، اہل علم کی نظر میں ہوگا اور ان دونوں آیتوں کا سیاق و سباق خود ہی ان کے معنی متعین کر دیتا ہے (تفصیل تفاسیر میں دیکھی جا سکتی ہے) بہرکیف صورت حال یہ ہے کہ شریعت کے اصل ماخذ قرآن و حدیث اس بارہ میں ساکت ہیں ۔ اور یہ ہرگز ضروری نہیں کہ جو بات قرآن و حدیث میں بیان نہ کی گئی ہو وہ لازمی طور پر قابل انکار ہی ہو ۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ ایک حقیقت بجائے خود صحیح ہو اور وہ خواص امت کے تجربہ اور ادراک میں آئے اور قرآن و حدیث میں اس کو اس لیے بیان نہ فرمایا گیا ہو کہ امت کے عوام اور جمہور کے لحاظ سے وہ نازک اور دقیق ہو اور اس سے ان کے لیے کسی ابتلاء کا خطرہ ہو یا اس طرح کی کسی اور مصلحت سے اس کو قرآن و حدیث میں بیان نہ فرمایا گیا ہو ۔ خود حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں حقیقت روح پر کلام کرتے ہوئے اس نکتہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے ۔

ولیس کل ما سکت عنہ الشرع لا یمکن معرفتہ البتۃ بل کثیر اً ما یسکت عنہ لاجل انہ معرفۃ دقیقۃ لا یصلح لتعاطیھا جمہور الامۃ وان امکن لبعضھم ۔	اور یہ بات نہیں ہے کہ شریعت میں جس چیز کے بارے سکوت کیا گیا ہو اس کی معرفت اور اس کا ادراک کسی کے لیے ممکن ہی نہ ہو بلکہ بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ کسی حقیقت کو شریعت میں اس لیے بیان نہیں کیا جاتا کہ وہ ایک دقیق اور نازک حقیقت ہوتی ہے جس کے لینے دینے (افادہ و تحفظ) کی صلاحیت جمہور امت میں نہیں ہوتی (اگرچہ خواص میں اس کی اہلیت ہوتی ہو اور وہ اس سے مستفید ہو سکتے ہیں)
(حجۃ اللہ ص۱۰ ج۱)	

صوفیائے کرام کے بہت سے مکاشفات اور بہت سے تجربے اسی قبیل سے ہیں۔ ہاں اگر خدانخواستہ ان میں سے کوئی ایسی بات کہے اور ایسی معرفت یا واردات بیان کرے جو قرآن، حدیث اور اصولِ شریعت کے خلاف ہو تو بلاشبہ اس کا رد و انکار واجب ہوگا، لیکن اگر وہ بات ایسی ہے کہ قرآن و حدیث اس سے صرف ساکت ہیں تو پھر اس کے انکار و ابطال پر زور دینا غلو ہوگا — زیادہ سے زیادہ یہ کہ دوسرے لوگ اس کے تسلیم کرنے کے مکلف نہ ہوں گے۔

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے حالات میں بعض خواص اصحابِ قبور سے مکالمہ، یا بیداری میں حضرت سعدی علیہ الرحمہ سے ملاقات، یا منطق الطیر کے ادراک وغیرہ کے جو واقعات بیان ہوئے ہیں اُن سب کی نوعیت دراصل یہی ہے — اس لیے صرف اس بنا پر ان کا انکار و ابطال سے توحش صحیح نہیں کہ قرآن و حدیث میں ان کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

اموات کے مکالمے سے انکار کی ایک علمی وجہ خاص کر احناف کے لیے یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ بات اچھی خاصی شہرت پاگئی ہے کہ حنفیہ سماعِ موتیٰ کے قائل نہیں ہیں اور ظاہر ہے کہ اموات سے مکالمے کا اس وقت تک تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ ان کے لیے سماع بلکہ مزید برآں تکلم بھی نہ تسلیم کر لیا جائے۔

اس بارہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ جن حنفی علماء و مصنفین نے سماعِ موتیٰ سے انکار کیا ہے ان کو بھی سماع سے مطلق انکار نہیں ہے بلکہ وہ اس میں استثنا کے قائل ہیں، مثلاً وہ مانتے ہیں کہ جب کوئی زائر قبر پر سلام کرتا ہے تو صاحبِ قبر اس کا سلام سنتا ہے اور اس کا جواب بھی دیتا ہے، اسی طرح احادیثِ نبویہ کی روشنی میں انھوں نے اور بھی بعض استثناءات کیے ہیں — لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ شہرت ہی ایک غلط فہمی پر مبنی ہے کہ ائمہ حنفیہ سماعِ موتیٰ کے منکر ہیں — محققین علماء احناف نے دعویٰ کیا ہے کہ "فقہ حنفی کے ائمہ و اساطین میں سے کسی سے بھی یہ انکار ثابت نہیں ہے"(1) — امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کے

(1) اس موقع پر یہ عاجز اس کا اظہار ضروری سمجھتا ہے کہ اب سے ۲۲-۲۳ سال پہلے الفرقان کے پہلے یا دوسرے سال کے کسی شمارہ میں سماعِ اموات کے بارہ میں اس عاجز نے بھی وہی لکھا تھا جس کی نسبت حنفیہ کی طرف مشہور ہو گئی ہے یعنی سماعِ موتیٰ کا انکار، بعد میں وہ معلوم ہوا جو فیض الباریؒ سے یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔ اور اب یہ عاجز اسی کو تحقیقی بات سمجھتا ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

امالی "فیض الباری علی صحیح بخاری" میں ہے۔

وفی رسالة غیر مطبوعة لعلی القاری ان احداً من ائمتنا لم یذهب الی انکارها اعنی مسئلة سماع الاموات) وانما استنبطوها من مسئلة فی باب الایمان ... الخ ص ۲۶۶ ج ۲	(ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک غیر مطبوعہ رسالہ میں ہے کہ سماع موتیٰ سے انکار ائمہ حنفیہ میں سے کسی کا بھی مسلک نہیں ہے بلکہ بعض مصنفین نے باب الایمان کے ایک جزئی مسئلہ سے ایسا سمجھا ہے، اور یہ استنباط اس وجہ سے صحیح نہیں ہے ... الخ)

اس کے بعد صاحب فتح القدیر ابن ہمام کے رد پر گفتگو فرمانے کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اقول: والاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر۔	(اور میں کہتا ہوں کہ مسئلہ سماع موتیٰ کے بارہ میں حدیثیں تواتر کی حد تک پہونچی ہوئی ہیں۔ (اس لیے اس کے انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے)

اسی طرح فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں ہے

ان سماع الموتیٰ ثابت فی الجملة بالاحادیث الکثیرة الصحیحة (فتح الملہم ص ۲۰۹ ج ۲)	بلاشبہ اموات کا فی الجملہ سماع بہت سی صحیح احادیث سے پایۂ ثبوت کو پہونچ چکا ہے۔

نیز فتح الملہم میں اس موقع پر علامہ آلوسی بغدادی حنفی کا کلام نقل کیا گیا ہے جس سے مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر اچھی روشنی پڑتی ہے۔ خاص کر اس شبہ کا جواب بھی مل جاتا ہے کہ قبر میں تو صرف بے جان اور بے روح لاشہ دفن ہوتا ہے اور وہ بھی عام طور سے زیادہ مدت تک صحیح سلامت نہیں رہتا اس سے سماع کا کیا امکان ہے ۔۔ ذیل میں علامہ آلوسی کے اس کلام کا صرف حاصل اور خلاصہ درج کیا جاتا ہے ۔۔ فرماتے ہیں

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا رجوع: حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے بھی "لطائف رشیدیہ" اور "الکوکب الدری" سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سماع موتی کے منکر ہیں لیکن بعد میں حضرت نے اس سے رجوع کر لیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

جواب:...... مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں اور روایات سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے پس تلقین اسی مذہب پر مبنی ہے، کیونکہ اوّل زمانہ قریب دفن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں اور روایات جو کچھ امام صاحب سے آئی ہیں، شاذ ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۰)

حضرت نیلوی کا رجوع: حضرت نیلوی صاحب مولانا نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "رہا آپ جیسے قائلین کا فرمانا، کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک عدم سماع موتی نہیں ہے، سو یہ غلط ہے، تواتر سے ثابت ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک عدم سماع موتی ہے۔ (رد منکرات ص ۳۸) لیکن حضرت نیلوی نے بعد میں اپنے اس جھوٹ سے رجوع کر لیا ہے، چنانچہ خود فرماتے ہیں: "اور حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے صراحۃً کوئی روایت نہیں ملتی، نہ سماع کی اور نہ عدم سماع کی۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۴۳)

نیز لکھتے ہیں: اب یہ مسئلہ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ صراحۃً تصیص نہیں ہے ظاہر الروایات کی کتب میں۔ ہاں ان کتب میں بہت سے مؤیدات وشواہدات ملتے ہیں جن سے یہ مسئلہ بلا شبہ اور بہ آسانی نکلتا ہے اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں اور روایات جو کچھ امام صاحب سے آئی ہے، شاذ ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۰ تا ۱۱) (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۴)

معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں بعض حضرات کو دھوکہ لگا ہے اور بغیر تحقیق کے بات لکھ ماری، جب پتہ چلا تو رجوع کرنا پڑا۔ ایک جھوٹی روایت فتاویٰ غرائب کے حوالہ سے بھی پیش کی جاتی ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے مسلک کی بنیاد اس پر رکھی جاتی ہے اور اس کا ناقل غیر مقلد عالم بشیر الدین قنوجی ہے۔ جس کی تردید راقم الحروف نے (قہر حق ج ۱ ص ۲۳۵) میں کر دی ہے۔

جواب ۳: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بالمقابل جب قرآنی آیات پیش کرتیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سمجھا دیتے تھے اور آپ سمجھ جاتی تھیں مثلاً:

(۱):...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس کا قیامت والے دن حساب لیا جائے مگر وہ ہلاک ہو جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ پر قربان ہو جاؤں کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتے کہ "فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ {۷} فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا" (پس جس کو اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے پس عنقریب اس کا حساب آسان لیا جائے گا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا: "ذاک العرض ومن نوقش الحساب هلک" (آیت میں جس حساب کا ذکر ہے، اس سے مراد صرف پیشی ہے اور جس شخص کا پورا حساب لیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا)

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۳۶، ترمذی ج ۲ ص ۱۷۱، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۷ اور ابوداؤد ج ۲ ص ۸۵)

(۲):...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے: "دن رات ختم نہ ہوں گے یعنی قیامت قائم نہ ہوگی جب تک لات اور عزیٰ (بتوں) کی عبادت نہ کی جائے گی، پس میں (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) نے کہا میرا گمان یہ تھا کہ آیت "هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی" (جس میں تمام ادیان پر غلبہ کا ذکر ہے) تام اور کامل ہے (یعنی بتوں کی عبادت پھر کبھی نہ ہوگی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ

غلبہ رہے گا، پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا چلا دیں گے، مؤمن فوت ہو جائیں گے، پس وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کوئی خیر و بھلائی نہ ہوگی پس یہ اپنے باپ دادا کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے''۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۴)

اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ آیت ''اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی'' پڑھتیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً ان کو سمجھا دیتے، اس لئے اب ہمارے لئے یہ امتحان ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو مانتے ہیں یا ان کے بالمقابل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اجتہاد اور قیاس کو مانتے ہیں جیسا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: قام عمار علی منبر الکوفۃ فذکر عائشۃ رضی اللہ عنہا و مسیرھا و قال انھا زوجۃ نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا و الاخرۃ و لکنھا مما ابتلیتم۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۲) حضرت عمار رضی اللہ عنہ کوفہ کے منبر پر کھڑے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے آنے کا بصرہ کی طرف ذکر کیا اور کہا کہ وہ یقیناً تمہارے نبی آکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں دنیا اور آخرت میں لیکن تم امتحان میں ڈالے گئے ہو (اس کی اطاعت کرتے ہو یا امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی)

جواب نمبر ۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اگر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو ان کی غلطی قرار دے رہی تھیں تو یہ بات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یا کسی دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کے سامنے کرتیں تو وہ صحابی رضی اللہ عنہ ان کو حقیقت حال سے خبر کر دیتے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ایک نامعلوم شخص نے آکر ذکر کی اور اس کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت پڑھ کر اس حدیث کی تاویل اپنے قیاس کے مطابق کر ڈالی۔ چنانچہ صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۶۷ میں ''ذکر عند عائشۃ رضی اللہ عنہا'' (مجہول کے صیغے کے ساتھ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا ذکر کیا گیا۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''اب اس سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت ام المؤمنین کے پاس یہ حدیث کسی واسطہ سے ملی ہے اور واسطہ صحابی کا ہوگا یا تابعی کا''۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۸۲)

جناب عالی! اب تک آپ لوگ جھوٹ کیوں بولتے رہے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مجمع تھا اور اس میں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پیش کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو قرآن مجید کی آیت سے استدلال کرتے ہوئے رد کر دیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما خاموش رہے، دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی خاموش رہے تو یہ اجماع سکوتی ہو گیا۔ جناب من! یہ کس شیطان نے آپ کو ایسی پٹی پڑھائی تھی۔؟ اس اجماع سکوتی کی مزید وضاحت کے لئے (قہر حق ج ۱ ص ۸۶ تا ۸۷) ملاحظہ کریں۔

تنبیہ:...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بعض غلطیاں واقع ہوئی ہیں اور ان کی تردید ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کی ہے مثلاً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک عمرہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کیا ہے تو اس کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تردید کی۔ دیکھئے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳۱ اور ج ۲ ص ۶۱۰)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ رات کو خوشبو لگائی جائے اور صبح کو اسی حالت میں احرام باندھا جائے، اس لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما خوشبو کے بجائے زیتون کا تیل لگایا کرتے تھے۔ دیکھئے (بخاری ج ۱ ص ۱۴۱ اور ص ۲۰۸) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تردید کی۔ دیکھئے (بخاری ج ۱ ص ۴۱، ج ۱ ص ۲۰۸ اور ج ۲ ص ۸۷۷ اور ۸۷۸) اور ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی یہ تردید درست بھی تھی تو اس مقام پر بھی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے یہی سمجھا ہوگا کہ قلیب بدر کے مردوں کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے غلطی ہوگئی ہے حالانکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ان الفاظ کے ساتھ حدیث بیان کرنے میں اکیلے نہیں ہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک معتبر جماعت اس کو بیان کرتی ہے۔

جواب نمبر ۵: نیلوی صاحب ایک مقام پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک فرمان کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''پھر حدیث موقوف ہے جس کی حجیت میں اختلاف ہے''۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۳۲۶)

نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''جب صحابی کی بات کا خلاف دوسرا صحابی کرے تو ایک صحابی کا قول حجت نہیں بنتا''۔ (شفاء الصدور مترجم اردو ص ۹۰)

اب سوال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا موقوف قول اور اجتہاد کیسے حجت بن گیا۔؟ جب کہ ان کی مخالفت صرف ابن عمر رضی اللہ عنہما نہیں بلکہ جلیل القدر صحابہ کی ایک جماعت کرتی ہے وہ بھی اپنے اقوال سے نہیں بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور حدیث سے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: أقول والحدیث المتفق علیه لا یصح ان یکون مردودا لا سیما ولا منافاة بینه وبین القرآن فان المراد من الموتی الکفار (مرقاة شرح مشکوة ج۸ ص ۱۱) میں (ملا علی قاری) کہتا ہوں کہ حدیث جو بالاتفاق صحیح ہو وہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے) رد کرنے کی وجہ سے رد نہیں ہو سکتی خاص کر جب کہ قرآن مجید اور حدیث میں کوئی منافات نہیں کیونکہ موتی سے مراد کفار ہیں۔

ایک لطیف اشارہ: حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت، جس میں انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تردید کی ہے، کے بعد متصلاً یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک یہودیہ عورت آئی اور عذاب قبر کا ذکر کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب قبر سے بچائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''عذاب قبر حق ہے''۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۳)

یعنی جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عذاب قبر کا علم نہیں تھا اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث کا علم بھی نہیں تھا۔

سوال نمبر ۵: چلو ہم مان لیتے ہیں کہ قلیب بدر کے مردوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سن لیا تھا لیکن یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا جو اس وقت کے ساتھ خاص تھا چنانچہ ''الآن یسمعون ما أقول لهم'' (بخاری ج ۲ ص ۵۶۷) ''کہ اب وہ سن رہے ہیں جو میں ان کو کہہ رہا ہوں'' کے الفاظ بھی خصوصیت پر دلالت کرتے ہیں۔

جواب: معجزہ اور خصوصیت والا قول صحیح حدیثوں کے خلاف ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نظریہ کے خلاف ہے، جمہور علمائے اہل السنت کے خلاف ہے۔

چنانچہ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وقال یحمل سماعهم علی ما یحمل علیه سماع الموتی۔ (نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۷ و مرقاة شرح مشکوة ج ۸ ص ۱۱) کہ قلیب بدر والوں کا سماع عام سماع موتی کے مسئلہ پر محمول کیا جائے گا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وهو خلاف قول الجمهور (مرقاة ج۸ ص ۱۱) اختصاص اور معجزہ کا قول جمہور کے نظریہ کے خلاف ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: وهو الظاهر المختار الذی تقتضیه احادیث السلام علی القبور واللہ اعلم۔ (نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۷) ان قلیب بدر کے مردوں کے سماع سے مطلق سماع موتی مراد ہے اور یہی ظاہر اور پسندیدہ ہے قبروں پر سلام کرنے والی حدیثوں کا تقاضا بھی یہی ہے۔

چنانچہ مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ حدیث مروی ہے کہ جب مردہ کو دفن کر کے لوگ چلتے ہیں تو وہ مردہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

(۱)...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مختلف کتب حدیث میں موجود ہے۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۷۸ و ج ۱ ص ۱۸۳ مسلم ج ۲ ص ۳۸۶ نسائی ج ۱ ص ۲۸۸ ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۶ مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ و ج ۳ ص ۲۳۳)

اس حدیث کی سند پر نیلوی صاحب اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں ایک راوی ''عبدالاعلیٰ'' ہے اور دوسر ''اسعید بن ابی عروبہ'' ہے۔　(ندائے حق جلد ثانی ص ۲۰۲ اور ۲۰۳)

جواب: مفصل جواب کا تو یہ وقت نہیں البتہ مختصر جواب یہ ہے کہ بے چارہ قسمت کا مارا نیلوی صاحب اندھوں کی طرح اعتراض کرنے کا بڑا شوقین ہے حالانکہ بعض سندوں میں نہ ''عبدالاعلیٰ'' ہے اور نہ ہی ''سعید بن ابی عروبہ'' ہے۔ مثلاً (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶) کی ایک سند یوں ہے۔ ''حدثنا عبد بن حمید نا یونس بن محمد نا شیبان بن عبدالرحمن عن قتادۃ نا انس بن مالک''۔ اسی طرح (مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶) میں ڈبل سند ہے دوسری سند یوں ہے: ''ویونس ثنا شیبان ثنا قتادۃ ثنا انس بن مالک''۔ اسی طرح (نسائی ج ۱ ص ۲۸۸) میں یہ سند موجود ہے۔

(۲):...... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے: ''وقال انہ یسمع خفق نعالھم''۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۶) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے جب وہ واپس جاتے ہیں۔ سند یوں ہے: ''عثمان بن ابی شیبۃ نا جریر ح و حدثنا ھناد بن السری قال نا ابو معاویۃ وھذا لفظ ھناد عن الاعمش عن المنھال عن زاذان عن البراء بن عازب''۔ اور یہ روایت (مسند احمد ج ۴ ص ۲۹۵ تا ۲۹۶، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۸۰ تا ۵۸۲) میں بھی ہے اس کی سند یوں ہے: ''عبد الرزاق عن معمر عن یونس بن خباب عن المنھال بن عمرو عن زاذان عن البراء''۔ یہ روایت (تہذیب الآثار طبری ج ۱ ص ۲۴۶ تا ۲۴۷) مسند عمر بن الخطاب میں بھی ہے اس کی سند یوں ہے: ''محمد بن حمید الرازی حدثنا الحکم بن بشیر حدثنا عمرو بن قیس الملائی عن یونس بن خباب عن المنھال بن عمرو''۔

(۳)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ مختلف سندوں سے مروی ہے۔ دو سندیں (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۷۹ و ج ۱ ص ۳۸۰ تا ۳۸۱) میں ہیں۔ حاکم اور ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''صحیح علی شرط مسلم'' (کہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے)۔ ایک سند ''حدثنا وکیع عن سفیان عن السدی عن ابیہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ رفعہ قال انہ یسمع خفق نعالھم اذا ولوا مدبرین''۔ (ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۳۷۸ تہذیب الآثار طبری ج ۱ ص ۲۴۵ کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۱ ص ۴۱۳ مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۵ موارد الظمان ص ۱۹۶)

ایک اور سند سے بھی مروی ہے اور وہ بہترین سند ہے ''حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمۃ حدثنا محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ یسمع خفق نعالھم اذا ولوا''　(مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۷)

اور (موارد الظمان نمبر: ۷۸۱ ص ۱۹۷) کی سند یوں ہے: ''اخبرنا الحسن بن سفیان حدثنا عبد الواحد بن غیاث حدثنا معتمر بن سلیمان قال سمعت محمد بن عمرو یحدث عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' فلہٰذا یہ اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا موقوف اثر بھی بہترین سند سے مروی ہے: ''حدثنا یزید بن ھارون اخبرنا محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال ان المیت یسمع خفق نعالھم حین یولون عنہ مدبرین''

(ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۳۸۳ و تہذیب الآثار طبری ج ۱ ص ۲۵۲ اور ۲۵۳ و بمثلہ عبد الرزاق ج ۳ ص ۶۵۷) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا اپنا فتوی بھی سماع موتی کا ہے نیز (طحاوی ج ۱ ص ۳۴۳) ملاحظہ کریں۔

(۴)......حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے: "عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دفن المیت سمع خفق نعالھم اذا ولوا عنہ منصرفین رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ ثقات"۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۴) اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "واخرج البیھقی بسند حسن عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان المیت یسمع خفق تعالھم حین یولون" (شرح الصدور ص ۵۰) یعنی بیہقی میں "حسن سند" سے یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

<u>حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا نظریہ:</u> حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قیامت سے پہلے نداء دینے والا اعلان کرے گا "یا ایھا الناس اتتکم الساعۃ فیسمعھا الاحیاء والاموات" (اے لوگو! قیامت آ گئی ہے پس اس آواز کو زندہ مردہ سب سنیں گے) یہ روایت حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر (ابن کثیر ج ۴ ص ۴۷) میں ابن ابی حاتم کی سند سے ذکر کی ہے یہ روایت مستدرک حاکم ج ۲ ص ۴۴۳ میں بھی ہے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "صحیح علی شرط مسلم" (کہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے)۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اخرج عبد بن حمید فی زوائد الزھد وابن ابی حاتم والحاکم و صححہ وابو نعیم فی الحلیۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما"۔ (در منثور ج ۵ ص ۳۴۸) کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فرمان کو امام عبد بن حمید نے زوائد الزہد میں، ابن ابی حاتم نے (اپنی تفسیر میں) اور حاکمؒ نے (مستدرک میں) روایت کیا ہے اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح بھی قرار دیا ہے اور محدث ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "حلیۃ الاولیاء" میں اس کو روایت کیا ہے۔ بلکہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تو اس روایت کو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں: "واخرج ابن ابی الدنیا فی البعث والدیلمی عن ابی سعید رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (الحدیث) کہ اس حدیث کا اخراج محدث ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب البعث میں اور محدث دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الفردوس میں کیا ہے۔

(۵):......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث "فیسمع خفق نعالھم حین یولون مدبرین" (تہذیب الآثار طبری ج ۱ ص ۲۵۴) پس مردہ واپس جانے والے کے جوتوں کا آواز سنتا ہے، کے الفاظ سے مروی ہے اور سند اس کی حسن درجہ کی ہے۔ پس یہ حدیث خبر واحد نہ رہی بلکہ حدیث مشہور کے درجہ کو پہنچ گئی ہے جس سے کتاب اللہ پر زیادتی کرنا بھی جائز ہے۔ اور یہ ضابطہ خبر مشہور والا نیلوی صاحب بھی بیان کرتے ہیں۔ دیکھئے (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۲۹ اور شفاء الصدور مترجم اردو ص ۱۱۹ میں نمبر: ۴۴) کے تحت (الحدیث صحیح مشھور یجوز بہ الزیادۃ علی کتاب اللہ) لیکن (شفاء الصدور عربی ص ۲۱۴) میں "الحدیث صحیح مشھور" کے بعد والی عبارت کاٹ دی ہے۔

ان حدیثوں سے اور صحابہ کرام کے اقوال سے معلوم ہوا کہ مردوں کا سننا ثابت ہے پس حدیث قلیب بدر کے مردوں میں معجزہ اور خصوصیت ثابت کرنا بے فائدہ ہے کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے معجزہ کا انکار کیا تھا؟

<u>الآن کا جواب:</u> الآن (اب) سے یہ لازم نہیں آتا کہ اب سن رہے ہیں بعد میں نہیں سنیں گے چنانچہ اس کی چند مثالیں ملاحظہ کریں۔

(۱):......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے

زیادہ محبوب ہیں سوا اپنی جان کے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قسم بخدا! اتنے تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ومحبوب مجھے نہ سمجھو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "فانه الآن و اللہ لانت احب الی من نفسی، فقال النبی ﷺ الآن یا عمر" (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۸۱ و مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۶) پس اس وقت آپ ﷺ مجھے اپنی ذات سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ پس نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اب بس کامل مؤمن ہے۔ کیا اس روایت کا یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس خاص وقت میں نبی اکرم ﷺ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز جانتے تھے، بعد میں نہیں جانتے تھے یا اس وقت وہ کامل مؤمن تھے بعد میں نہیں تھے۔؟ (نعوذ باللہ)

(۲):...... نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے وہ ہجرت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا جب میں اس کے پاس سے گزرتا تھا "انی لأعرفه الآن" (ترمذی ج ۲ ص ۲۰۳ ابواب المناقب) میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ اس کا کیا یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ اس خاص وقت میں نبی اکرم ﷺ جانتے تھے بعد میں نہیں جانتے تھے۔؟

(۳):...... (مسند احمد ج ۲ ص ۳۱) میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک قبر کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ان ھذا لیعذب الآن" (اس کو اب عذاب قبر دیا جا رہا ہے) تو کیا اس کا یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ بعد میں عذاب نہ ہوگا۔ باقی یہ اعتراض کرنا کہ حدیث "ماانتم باسمع" کو صاحب مشکوۃ نے معجزات میں ذکر کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معجزہ ہے، اس کا آسان سا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ بھی بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ابوجہل، عتبہ وغیرہما کفار کے لئے زمین میں لکیریں کھینچی تھیں کہ اس جگہ پر مریں گے۔ چنانچہ اس جگہ پر ہی مردار ہوئے جہاں آپ ﷺ نے لکیریں کھینچی تھیں۔ اس لحاظ سے یقیناً یہ معجزہ ہے اور یہی وجہ ہے معجزات میں داخل کرنے کی، نہ کہ سماع موتی معجزہ ہے جیسا کہ دوسری حدیثیں سماع موتی کی اس معجزہ والی تاویل کو رد کرتی ہیں۔

بعض حضرات نے "یسمع قرع نعالھم" والی حدیث کو اول وضع یعنی منکر نکیر کے سوال کے وقت خاص کیا ہے لیکن اپنے عقل سے تخصیص کرنا جائز نہیں ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "سلام اھل قبور یرد علی التخصیص" (مرقاۃ ج ۸ ص ۱۱) اس تخصیص کو رد کرتا ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وصیت، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کہ قیامت سے پہلے منادی کے اعلان کو زندہ مردہ سب سنیں گے، بھی اس تخصیص والے قیاس کو مردود بناتے ہیں۔

<u>دلیل نمبر ۶ اور اس کا جواب</u>: اس آیت کی کچھ وضاحت دلیل نمبر ۵ میں گزر چکی ہے مزید وضاحت کے لیے مفسرین حضرات رحمہم اللہ کے اقوال ملاحظہ ہوں:

(۱):...... حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ" یعنی بسبب مہر جباریت کے مردے ہو گئے ہیں، قبول کرنے ایمان کے سے ان کو سنانا فائدہ نہیں دیتا۔ (بلغۃ الحیران ص ۲۷۹) اس سے ثابت ہوا کہ اس سے مراد سماع نافع ہے، یعنی فائدہ دینے والا مطلق سماع کی نفی نہیں۔ نیز فرماتے ہیں: "ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے تمہارے کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے، تم تو فقط بشیر اور نذیر ہو۔ الخ (بلغۃ الحیران ص ۲۷۷)

(۲):...... مولانا عبد الحق حقانی دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ" الخ کہ یہ ہدایت اور گمراہی اللہ کی طرف سے ہے اللہ جس کو چاہے سنا دے یعنی ہدایت دے اور اے نبی! تو مردوں کو نہیں سنا سکتا یعنی کفار بمنزلہ مردوں کے ہیں ان میں ہدایت کا مادہ ہی نہیں۔ (تفسیر حقانی ج ۶ ص ۱۱۲)

(۳):......حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وما یستوی الاحیاء المؤمنون ولا الاموات الکفار۔ اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ یھدی من یشاء وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ای الکفار۔ (انوار التبیان ص ۴۴۵) زندہ (مؤمنین) اور مردے (کفار) برابر نہیں بے شک اللہ تعالی سناتے ہیں (ہدایت دیتے ہیں) جسے چاہیں اور آپ جو قبروں میں ہیں انہیں سنانے والے نہیں ہیں (کفار کو)

اس میں صاف طور پر حضرت قاضی صاحب "الاحیاء" سے مراد مؤمنین اور مردوں سے مراد کفار اور "یسمع" سے مراد ہدایت اور "من فی القبور" سے کفار مراد لے رہے ہیں۔

گویا کہ اس آیت کا سماع موتی یا عدم سماع موتی سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ اور یہ آیت "اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ" (بے شک آپ جس سے محبت رکھیں ہدایت نہیں دے سکتے اور لیکن اللہ تعالی جسے چاہے ہدایت دیتا ہے) کی طرح ہے۔

(۴):......حضرت علامہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وقولہ تعالی (ان اللہ یسمع من یشاء) ای یھدیھم الی سماع الحجۃ وقبولھا والانقیاد لھا (وما انت بمسمع من فی القبور) ای کما لا ینتفع الاموات بعد موتھم و صیرورتھم الی قبورھم وھم کفار بالھدایۃ والدعوۃ الیھا کذلک ھؤلاء المشرکون الذین کتب علیھم الشقاوۃ لا حیلۃ لک فیھم ولا تستطیع ھدایتھم۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۵۲) ارشاد باری تعالی بے شک اللہ تعالی جسے چاہتے ہیں سنا دیتے ہیں یعنی حجت قبول کرنے کی راہ دکھاتے ہیں اور اتباع کی توفیق دیتے ہیں۔ اور جو قبروں میں ہیں انہیں آپ سنانے والے نہیں یعنی جیسے مردے مرنے کے بعد اور قبر میں جانے کے بعد (ہدایت سے) فائدہ نہیں اٹھاتے اور وہ ہدایت اور اس کی دعوت قبول کرنے کے منکر ہیں۔ اسی طرح یہ مشرک جن پر بدبختی لکھ دی گئی ہے آپ ان کو ہدایت دینے کی کوئی حیلہ اور طاقت نہیں رکھتے۔

(۵):......علامہ قرطبی رحمہ اللہ "وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ای ھم بمنزلۃ اھل القبور فی انھم لا ینتفعون بما یسمعونہ ولا یقبلونہ۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۳۴۰) یعنی وہ بمنزلہ اہل قبور ہیں اس معنی میں کہ وہ سنی ہوئی چیز سے نفع نہیں اٹھاتے اور نہ اسے قبول کرتے ہیں۔

(۶):......(تفسیر جواہر القرآن ج ۳ ص ۹۷۳) میں ہے: "اور ان کے دلوں سے قبول حق کی صلاحیت سلب کر لی گئی ہے اس لئے تبلیغ و انذار سے کوئی فائدہ نہ ہوگا"۔

(۷):......علامہ سلیمان بن عمر العجیلی الشافعی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: والمراد من قولہ یسمع الخ ای یھدی ویوصل من یشاء وصولہ کما اشار لہ بقولہ فیجیبہ بالایمان اھ شیخنا (قولہ شبھھم بالموتی) ای فی عدم التأثر بدعوتہ) اور یسمع سے مراد ہدایت اور ہدایت کی بات دل کے کانوں تک پہنچانا ہے جیسے صاحب جلالین نے اپنے اس قول سے یعنی وہ اس بات کو قبول کر کے ایمان لے آئے صاحب جلالین نے کہا کہ موتی کو تشبیہ یعنی اس بات میں ہے کہ وہ اس کی دعوت کا اثر قبول نہیں کرتے۔

(۸):......امام محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ "اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں: کما لا یقدر ان یسمع من فی القبور کتاب اللہ فیھدیھم بہ الی سبیل الرشاد فکذلک لا یقدر ان ینفع بمواعظ اللہ و بیان حججہ من کان میت القلب من احیاء عبادہ عن معرفۃ اللہ و فھم کتابہ و تنزیلہ و واضح حججہ اھ۔ (تفسیر ابن جریر ج ۲۲ ص ۱۲۹) جس طرح اہل قبور کو اللہ تعالی کی کتاب سنا کر ان کو راہ راست پر لانے کی قدرت کسی کو نہیں

اسی طرح یہ قدرت بھی کسی کو نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نصیحتیں اور واضح دلیلیں بیان کر کے ان مردہ دلوں کو نفع پہنچائے اور اس کی دلیلیں بتائے اس شخص کو جو مردہ دل ہے زندوں میں سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کی اور کتاب اللہ کے سمجھنے کی اور اس کے اترنے کی واضح دلیلوں سے۔

(۹): ......علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اما قولہ تعالی (وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ) فسیاق الآیۃ یدل علی ان المراد منہا ان الکافر المیت القلب لا تقدر علی اسماعہ اسماعا ینتفع بہ، کما ان من فی القبور لا تقدر علی اسماعہ اسماعا ینتفعون بہ، ولم یرد سبحانہ ان اصحاب القبور لا یسمعون شیئا البتۃ۔ (کتاب الروح ص ۵۷) ارشاد باری تعالیٰ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ آیت کا سیاق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ کافر مردہ دل کو آپ سنانے کی جس سے اس کو نفع پہنچے طاقت نہیں رکھتے جیسے قبر والوں کو آپ سنانے کی طاقت نہیں رکھتے جس سے ان کو فائدہ پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے یہ مراد نہیں لیا کہ مردے قبر والے بالکل نہیں سنتے۔

(۱۰): ......علامہ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ "اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ" کی تفسیر کرتے ہیں: اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ہدایتہ فیجیبہ بالایمان وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ای الکفار شبہہم بالموتی فلا یجیبون۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہدایت دیتے ہیں جسے چاہتے ہیں وہ شخص ایمان کی بات قبول کر لیتا ہے اور آپ قبر والوں کو سنانے والے نہیں یعنی کافر مراد ہیں کافروں کو مردوں کے ساتھ تشبیہ دی نہ قبول کرنے میں پس کافر حق بات قبول نہیں کرتے۔

(۱۱): ......نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں: "اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ" کا مطلب ہے کہ بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اس کو حجت کے سننے کی اور اس کے قبول کی اور اس کے مطیع و منقاد ہونے کی۔ "وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ" کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح مردے بعد موت کے اور قبروں کی طرف پہنچ جانے کے نفع نہیں پاتے ہیں ہدایت سے اور اس کی طرف بلانے سے یہ لوگ کفار ہیں اسی طرح یہ مشرک ہیں جن پر شقاوت لکھا چکی ہے تیرے واسطے ان کے حق میں کوئی حیلہ و تدبیر نہیں ہے نہ تو ان کی ہدایت کی طاقت رکھتا ہے"۔ (تفسیر ترجمان القرآن بلطائف البیان ج ۱۲ ص ۱۱۷)

(۱۲): ......علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: "ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کی تفسیر نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "الاحیاء" سے مراد مؤمن "الاموات" سے مراد کافر "اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ قال یہدی من یشاء" (یعنی اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے) دیکھئے (تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۲۴۹)

(۱۳): ......علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ان یہدیہ فیوفقہ لفہم آیاتہ والاتعاظ بعظاتہ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ترشیح لتمثیل المصرین علی الکفر بالاموات و مبالغۃ فی الاقناط عنہم (تفسیر مظہری ج ۸ ص ۵۲) اللہ تعالیٰ جسے چاہے سنائے یعنی ہدایت کی توفیق نصیب کرے اپنی آیات کی سمجھنے اور نصیحت حاصل کرنے کی۔ اور آپ قبر والوں کو سنانے والے نہیں۔ یہ استعارہ ترشیحیہ ہے کفر پر پختہ ہو جانے والوں کو مردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور ان کے ایمان لانے سے مایوسی بطور مبالغہ کے ذکر کی گئی ہے۔

ایک عجیب واقعہ: آج سے تقریباً گیارہ سال پہلے کا واقعہ ہے کہ راقم الحروف مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب کو قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ (فی الحال صدر اشاعت التوحید والسنہ پنجاب) کو ملنے کے لئے ان کی مسجد میں گیا، اس زمانہ میں ڈیرہ اسماعیل خان میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چلا ہوا تھا، مجھے حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب مدظلہ نے بتایا تھا کہ حضرت قاضی صاحب موصوف احمد سعید خان ملتانی کے سخت مخالف ہیں۔ آپ ڈیرہ اسماعیل خان

میں احمد سعید خان کے خلاف تقریر کرانے حضرت قاضی صاحب موصوف کو لے جائیں۔ میں نے کہا: ''پہلے میں قاضی صاحب موصوف کا عقیدہ معلوم کروں گا بعد میں ان کو دعوت دوں گا''۔ چنانچہ راقم الحروف نے ان سے ملاقات کر کے احمد سعید خان کا ذکر چھیڑ دیا۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ'': ہم نے ان کو دعوت دینی چھوڑ دی ہے۔ باقی میرا مسلک وہی ہے جو میرے اباجی حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمہ اللہ کا تھا کہ ''حضرات انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں اور درود وسلام سنتے ہیں البتہ میں عام سماع موتی کا قائل نہیں ہوں''۔ راقم الحروف نے پوچھا کہ: ''حضرت! کس بناء پر آپ سماع موتی کے قائل نہیں''۔؟ حضرت قاضی صاحب موصوف نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی'' آپ ﷺ بے شک مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ راقم الحروف نے عرض کیا: ''قاضی صاحب! آیت پوری پڑھو۔ کیا نہیں سنا سکتے۔؟ اس کی وضاحت کرو''۔ قاضی صاحب کہنے لگے: ''پکار''۔ راقم الحروف نے پھر پوچھا: ''کس وقت نہیں سنا سکتے آگے ''اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِیۡنَ'' بھی پڑھو (جب پیٹھ پھیر کر چلے جائیں) کیا قاضی صاحب! مردے بھاگ رہے ہیں اور نبی کریم ﷺ ان کو اپنی پکار سنانا چاہتا ہے''؟ قاضی صاحب نے کہا: ''چلو یہ آیت کفار کے بارے میں ہے لیکن ''وَمَاۤ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِی الۡقُبُوۡرِ'' تو قبر والے مردوں کے بارے میں ہے۔ اس میں صاف طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ نبی اکرم ﷺ قبر والوں کو سنانے والے نہیں۔'' راقم الحروف نے پوچھا: ''حضرت قاضی صاحب! ساتھ ''اِنۡ اَنۡتَ اِلَّا نَذِیۡرٌ'' بھی ہے۔ آپ صرف ڈرانے والے ہیں۔ تو کیا دیوار کو ڈرایا جا سکتا ہے، کسی پتھر کو ڈرایا جا سکتا ہے۔؟ تو یہ معنی کیسے درست ہوگا کہ'' آپ قبر والوں کو سنانے والے نہیں آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں''۔ حضرت قاضی صاحب موصوف غصہ ہو گئے کہنے لگے: ''سارے قرآن میں مردے مراد ہیں''۔؟ راقم الحروف نے کہا کہ: ''سارے قرآن مجید میں تو مردے مراد نہیں لیکن جہاں آپ مردوں کا ذکر کر رہے ہیں تو ساتھ متصل ''اِنۡ اَنۡتَ اِلَّا نَذِیۡرٌ'' کا ربط بھی تو جوڑنا پڑے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ کلام بے ربط تو نہیں ہو سکتی''۔ قاضی صاحب نے شور مچانا شروع کر دیا کہ ''سارے قرآن میں مردے مراد ہیں''۔؟ راقم الحروف نے سوچا کہ'' قاضی صاحب اب لڑنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں اور ان کے پاس جواب نہیں ہے اس لئے خاموش ہو جانا چاہئے''۔ وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوۡلُ وَکِیۡلٌ۔ قاضی صاحب موصوف سے راقم الحروف نے عرض کیا کہ'' حضرت جو عقیدہ آپ اپنا اور اپنے والد صاحب رحمہ اللہ کا بیان کر رہے ہیں یہ ذرا تحریر کر دیں''۔ تو قاضی صاحب نے تحریر کر دینے سے انکار کر دیا۔ دوسرے بے شمار لوگوں کے سامنے بھی قاضی صاحب یہی بیان کرتے تھے کہ'' میرے ابا حضرت قاضی صاحب مرحوم سماع صلوۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ کے قائل تھے، میں بھی قائل ہوں''۔ لیکن جب حضرت مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی نے ملتان میں ۲/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ کو ایک اجلاس بلایا اور اپنے عقیدہ کی وضاحت کی اور اس میں سماع صلوۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ کا انکار کیا تو حضرت قاضی عصمت اللہ صاحب نے چھٹے نمبر پر اس تحریر پر دستخط کر دیئے اور پھر وہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں شائع کر دیا گیا تو بعض حضرات نے حضرت قاضی صاحب موصوف سے اس کا ذکر کیا تو قاضی صاحب کہنے لگے'' مجھے شاہ صاحب نے دستخط کرنے پر مجبور کیا لیکن میرا اب بھی وہی عقیدہ ہے جو میرے اباجی کا عقیدہ تھا''۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو پکا عقیدہ نصیب فرمائے کچا عقیدہ رکھنا بہت گھٹیا ذہنیت ہے۔

نوٹ:...... بقیہ دلائل اور ان کا جواب حصہ دوم میں ذکر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

باب دوم

مولوی میرانی صاحب نے علماء دیو بند رحمۃ اللہ علیہ کے مصدقہ رسالہ "المہند" (عقائد علمائے دیو بند) کی تردید میں قلم اٹھایا ہے اور اپنے رسالہ کا نام "القول المسند" (بے کار بات) رکھا ہے۔ واقعی یہ رسالہ اسم بامسمی ہے۔ اکابر علمائے دیو بند رحمۃ اللہ علیہ کے اجماعی عقیدہ کی تردید کرنا بے شک فضول سعی اور بے کار بات ہے۔ مولوی میرانی صاحب سے پہلے اس کے آقا اور راہنما مولوی نعیم الدین مراد آبادی (المتوفی ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) بھی "المہند" کے خلاف بے کار سعی کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ چنانچہ مراد آبادی کے رسالہ کا نام ہے "التحقیقات لد فع التلبیسات"۔ مراد آبادی کو "المہند" کے رد لکھنے کی اس لئے ضرورت پیش آئی تھی کہ اس کے آقا اعلیٰ حضرت بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) نے علمائے دیو بند رحمۃ اللہ علیہ کو وہابی قرار دیتے ہوئے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر قرار دیا تھا جس کی بناء پر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۶ھ) کو یہ رسالہ "التصدیقات لرفع التلبیسات" (المعروف بہ المہند علی المفند) لکھنا پڑا جس پر تمام اکابر علمائے دیو بند رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت موجود تھے، سب نے بالاتفاق اس رسالہ میں مندرجہ عقائد پر دستخط کر کے اعلیٰ حضرت بریلوی کے کذب بیانی و افتراء پردازی کی خوب تردید فرمائی۔ اس لیے مراد آبادی کے پیٹ میں مروڑ اور درد تھا جس کی بناء پر اس نے "المہند" کی تردید میں رسالہ لکھا ہے۔ یہی کچھ مولوی میرانی صاحب نے کیا ہے۔ مولوی میرانی کے نزدیک علمائے دیو بند کا یہ عقیدہ جو رسالہ "المہند" میں ہے مصلحت اور تقیہ کی بناء پر ہے اور گویا اعلیٰ حضرت بریلوی کا الزام صحیح تھا۔ (لا حول ولا قوۃ الا باللہ) لیکن اس بے شرمی و بے حیائی کا ارتکاب کرنے کے باوجود ڈھیٹ بھی اتنے ہیں کہ اپنے آپ کو خالص دیو بندی کہتے ہیں اور جو غلامان علمائے دیو بند ہیں اور علمائے دیو بند کے عقائد ونظریات کے حامل ہیں ان کو متورثین دیو بند (زبردستی دیو بندی بننے والا) لکھا ہے۔ دیکھئے (القول المسند ص ۳ و ص ۵ و ص ۱۱ و ص ۲۸)

مولوی میرانی صاحب لکھتے ہیں: "اسی طریقہ کی ایک نظیر رسالہ "المہند علی المفند" ہے کہ جسے مبلغین و متورثین دیو بند سفر وحضر میں ساتھ رکھتے ہیں کہ وہ کونسا وقت ہے کہ اصول ایمان کی بحث چھڑے تو بجائے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اسے پیش کریں"۔؟ (القول المسند)

میرانی صاحب کے نزدیک رسالہ "المہند" قرآن وسنت کے خلاف لکھا گیا ہے تو پھر علمائے دیو بند اس کے نزدیک کافر ہوئے اور یہی مقصد اور مدعا تھا خان صاحب بریلوی کا......! تو پھر مولوی میرانی صاحب کو دیو بندی بننے کا کیوں شوق ہے، کیا کفر کو وہ پسند کرتے ہیں۔؟ مولوی میرانی کو جہالت کی بناء پر "المہند" رسالہ قرآن وسنت کے خلاف نظر آتا ہے ورنہ خلاف نہیں ہے۔

<u>قرآنی آیت میں تحریف</u>: مولوی میرانی جب قرآن پاک کے الفاظ صحیح نہیں لکھ سکتا اور نہ پڑھ سکتا ہے تو ترجمہ سے کس طرح واقف ہوگا۔؟ یہی وجہ ہے کہ علمائے دیو بند رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد اس کو قرآن وحدیث کے خلاف نظر آتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیت سے ابتداء کرتے ہوئے مولوی میرانی نے اپنے رسالہ کا آغاز کیا ہے اور آیت میں تحریف کا ارتکاب کیا ہے جو اہل کتاب کا شیوہ تھا۔ محرف شدہ آیت ملاحظہ ہو: "فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ ورسولہ ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر"۔ (القول المسند ص ۳)

قرآن مجید میں ''ورسولہ'' نہیں ہے بلکہ یوں ہے ''والرسول''

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں کس درجہ ہوئے فقیہان حرم بے توفیق

مولوی صاحب کی ہرزہ سرائی: مولوی صاحب لکھتے ہیں: ''حضرت مولانا خلیل احمد انبٹھوی نے ایمان سوز کتاب ''حسام الحرمین'' کا جواب من حیث الجواب لکھا نہ کہ علمائے دیو بند کا اعتقاد لکھا کیونکہ مجاہدین ہند علمائے دیو بند کے عقائد تو ان کی کتب معروفہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے موافق رسالہ مذکورہ کی تصنیف سے پہلے صاف صریح مرقوم تھے، اور وہ کیسے کتاب وسنت فقہ حنفیہ اور اپنی تصانیف کردہ کتب سابقہ کا خلاف کر کے رسالہ کو اصول ایمان اور معیار حق تصور کراتے۔؟ عنقریب آپ دیکھ لیں گے کہ ''رسالہ مذکورہ کسی صورت کتاب وسنت اور علمائے دیو بند کی تصانیف سے مطابقت نہیں رکھتا۔ تو کس طرح معیار حق اور نظریہ علمائے دیو بند ہوسکتا ہے''۔ (القول المسند ص ۴)

الجواب: مولوی میرانی صاحب کا یہ نظریہ کہ رسالہ ''المہند'' میں مندرجہ عقیدہ حیات النبی ﷺ قرآن وحدیث اور علمائے دیو بند کی تصنیفات کے خلاف ہے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اکابر علمائے دیو بند نے یہ غلط نظریہ آخر کیوں لکھا، اور باقی حضرات نے اس پر کیوں دستخط کر دیئے۔؟ حتیٰ کہ حرمین شریفین کے علمائے کرام نے بھی ان حضرات کی تصدیق کی کہ تمہارے عقائد درست ہیں، قرآن وسنت کے مطابق ہیں۔ کیا اکابر علمائے دیو بند رحمہم اللہ کے متعلق اس قسم کی رائے قائم کرنا جو میرانی نے قائم کی ہے، ان کی شان میں گستاخی اور ان کی نیت پر حملہ نہیں۔؟ یقیناً میرانی نے اکابر علمائے دیو بند رحمہم اللہ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ اور اعلیٰ حضرت بریلوی کے مشن سے موافقت کی ہے۔ تشابہت قلوبھم۔

باقی رہا میرانی صاحب کا یہ دعویٰ کہ یہ رسالہ ''المہند'' علمائے دیو بند رحمہم اللہ کی تصنیفات کے خلاف ہے، تو یہ خالص جھوٹ وافتراء ہے۔ راقم الحروف اکابر علمائے دیو بند رحمہم اللہ کا مسلک ان کی کتابوں سے نقل کر کے انصاف پسند حضرات سے انصاف کی اپیل کرتا ہے کہ وہ حضرات ان عبارات کو پڑھ کر فیصلہ دیں کہ آیا میرانی صاحب کا یہ دعویٰ صحیح ہے یا سراسر جھوٹ ہے۔؟

حضرت سہار نپوری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ: ''المہند'' کے مصنف حضرت مولانا خلیل احمد سہار نپوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رسالہ ۱۳۲۵ھ میں لکھا تھا جب کہ اس سے قبل کی تصنیف ''البراھین القاطعہ'' جو ۱۳۰۴ھ میں مطبع ہاشمی میرٹھ میں طبع ہوئی اس پتہ سے کہ یہ کتاب حسب الامر مولوی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مطبوع ہوئی اور ختم کتاب پر مولوی رشید احمد صاحب موصوف کی تقریظ واسطے تصدیق جواب وتائید وتحسین کتاب کی زین ارقام ہے۔ (انوار ساطعہ طبع دوم ص ۱۰ اجتبائی دہلی)

اب قارئین حضرات (البراھین القاطعۃ کے ص ۲۰۳ اور ص ۲۰۴) کو ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت اقدس سہار نپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اقول اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ یہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور عالم غیب میں اور جنت میں جہاں چاہیں، باذنہ تعالیٰ چلتے پھرتے ہیں اور اس عالم میں بھی حکم ہو، تو آسکتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام ملائکہ پہنچاتے ہیں اور اعمال امت آپ ﷺ پر پیش ہوتے ہیں اور جس وقت حق تعالیٰ چاہے دنیا کے احوال کشف ہو جاتے ہیں، اس میں کوئی مخالف نہیں''۔

نیز (صفحہ ۲۰۸) میں فرماتے ہیں: ''اگر چہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور سنتے ہیں مگر ہر وقت یہ بات (کہ ان کی روحیں حاضر ہوں ہر مجلس میں) ضروری نہیں''۔

<u>**حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا عقیدہ:**</u> یہ بات یاد رہے کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی وفات رسالہ "المھند" کی تصنیف سے قبل ۱۳۲۳ھ میں ہو چکی تھی، مولانا عاشق علی مرحوم لکھتے ہیں:

احقر نے وفات حضرت قدس سرہ سے کچھ پہلے غالباً اسی مرتبہ جب کہ درود شریف موصوف حضرت سے سنا، یہ عرض کیا کہ "انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات خصوصاً سرور انبیاء خاتم الرسل صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا حیات النبی ہونا مسلم ہے اور آیت کریمہ "اِنَّکَ مَیِّتٌ وَاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ" سے سب کا میت ہونا معلوم ہوتا ہے"۔ اس کے جواب میں ایسی پرتاثیر تقریر فرمائی کہ جو مشاہدہ اور سماع پر موقوف ہے، الفاظ اور مطلب بسبب رقت کے پوری محفوظ نہیں رہا مگر خلاصہ اس کا کچھ ایسا تھا کہ موت سب کو شامل ہے مگر انبیاء کے ارواح مشاہدہ جمال وجلال حق تعالی وتقابل آفتاب وجود باری تعالی سے اس درجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ اجزاء بدن پر ان کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تمام بدن حکم روح پیدا کر لیتا ہے اور تمام جسم ان کا عین ادراک اور عین حیات ہو جاتا ہے اور یہ حیات دوسری قسم کی ہے۔ اس تحقیق سے نکتہ "ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء" ظاہر ہوتا ہے۔ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۸ تا ۲۹)

(۲):...... حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ولان النبیین صلوات اللہ علیھم اجمعین لما کانوا احیاء فلا معنی لتوریث الاحیاء منھم۔ (الکوکب الدری ج ۱ ص ۴۲۳) اور اس لئے بھی انبیاء علیہم السلام کی میراث تقسیم نہیں کی جاتی کہ وہ زندہ ہیں تو زندہ کی میراث تقسیم کرنے کا کیا مطلب ہے۔

(۳):...... نیز حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یا بایں وجہ کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں" ونبی اللہ حی یرزق" (اور اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے) اس مضمون کو بھی مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ تعالی نے اپنے رسالہ "آب حیات" میں بما لامزید علیہ ثابت کیا ہے"۔ (ہدایۃ الشیعہ ص ۴۴)

(۴):...... نیز حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں، اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے، پس یہ جواز کے واسطے کافی دلیل ہے"۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۷ ۴۳)

(۵):...... نیز حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "انبیاء علیہم السلام کو اسی وجہ سے مستثنیٰ کیا کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں"۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۳۳۰)

(۶):...... نیز حضرت گنگوہی رحمہ اللہ زبدۃ المناسک ص ۱۵۳ تا ۱۵۴ میں روضہ اطہر پر حاضری کے وقت صلوۃ وسلام پڑھنے کا طریقہ اور وہ الفاظ جو صلوۃ وسلام میں کہے جاتے ہیں، تفصیل کے ساتھ لکھ دیئے ہیں۔ پھر (ص ۱۵۴) میں لکھتے ہیں: "اور پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرے اور شفاعت چاہے کہے۔ یا رسول اللہ اسألک الشفاعۃ واتوسل بک الی اللہ فی ان اموت مسلما علی ملتک وسنتک۔ یارسول اللہ! میں آپ سے شفاعت (سفارش) طلب کرتا ہوں اور آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالی سے دعاء کرتا ہوں کہ میں اسلام کی حالت میں آپ کی ملت اور سنت پر مروں۔

(۷):...... نیز (ص ۱۵۵) میں لکھتے ہیں: "اور بہت پکار کر نہ بولے بلکہ آہستہ خضوع اور ادب سے بنرمی عرض کرے اور جس کا سلام کہنا ہو عرض کرے"۔ السلام علیک یا رسول اللہ! من فلان بن فلان یستشفع بک الی ربک۔ اے اللہ کے رسول! آپ پر فلاں بن فلاں کی طرف سے سلام ہو وہ آپ سے اپنے رب کے ہاں سفارش کی خواہش کر رہا تھا۔

(۸):...... نیز حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سلام عرض کرنے کا طریقہ اور الفاظ تحریر کرنے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر سلام عرض کرنے کا طریقہ اور الفاظ تحریر کرتے ہوئے پھر ان دونوں حضرات پر اکٹھا سلام عرض کرنے کا طریقہ یوں فرماتے ہیں:

''اور جس نے کہہ دیا ہو اس کا سلام (حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں) پہنچا دے پھر ذرا آگے بڑھ کر کہے: السلام علیکما یا ضجیعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورفیقیہ ووزیریہ جزاکما اللہ احسن الجزاء جئنا کما نتوسل بکما الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشفع لنا ویدعو لنا ربنا ان یحیینا علی ملته وسنته ویحشرنا فی زمرته و جمیع المسلمین۔ (زبدۃ المناسک ص ۱۵۲) سلام ہو تم دونوں پر اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لیٹنے والوں اور اس کے ساتھی اور وزیر! اللہ تعالیٰ تمہیں اچھی جزاء دے ہم تمہارے پاس آئے ہیں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہم وسیلہ بناتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے سفارش کرے اور ہمارے لئے ہمارے رب سے دعا مانگے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی ملت اور سنت پر زندہ رکھے اور ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ان کی جماعت میں اٹھائے۔

یہ حضرت قطب عالم گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ہے کتنا صاف اور واضح ہے مگر شپرہ چشم کہے گا مجھے تو کہیں بھی نظر نہیں آیا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب راچہ گناہ

یہ عقیدہ شاہ صاحب گجراتی اور نیلوی صاحب کے ہاں نری یہودیت اور کفر وشرک ہے۔ (معاذ اللہ)

گل گئے گلشن گئے جنگل دھتورے رہ گئے اڑ گئے دانا جہاں سے، بے شعورے رہ گئے

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۲۵ھ کا عقیدہ: حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحت آیت ''وَلَا اَنْ تَنْکِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا'' (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی بھی ان کی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح نہ کرنا) قلت و جاز ان یکون ذلک لاجل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ ولذلک لم یورث ولم یتئم ازواجه عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا ابلغته رواہ البیھقی فی شعب الایمان۔ (تفسیر مظہری ج ۷ ص ۴۰۸ پارہ: ۲۲) میں کہتا ہوں اور جائز ہے کہ ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح نہ کرنے کی یہ وجہ بیان کی جائے کہ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اس لئے نہ ان کی میراث تقسیم کی گئی ہے اور نہ ان کی ازواج مطہرات بیوہ ہوئی ہیں۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھے میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

(۲):...... نیز حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکتوب چہل وسوم میں لکھتے ہیں: مخدوما فقیر را بیش از مردہ تصور نباید نمود و مردہ بر سلام سبقت نمے تواند کرد مگر موافق خبر صحیح جواب سلام تواند داد بشنوند یا نہ۔ (کلمات طیبات حضرت قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۹) اے مخدوم فقیر کو مردہ سے زیادہ تصور نہیں کرنا چاہئے۔ اور مردہ سلام کرنے میں سبقت نہیں کر سکتا لیکن صحیح حدیث کے موافق مردہ سلام کا جواب دے سکتا ہے۔ اے مخدوم آپ نے میری بات کو سن لیا یا نہیں۔

(۳):......نیز حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ویسمع سلام الزائر و یجیب المذکر والنکیر ونحو ذلک مما ثبت بالکتاب والسنۃ۔ اور مردو زیارت کرنے والے کا سلام سنتا ہے اور منکر ونکیر کو جواب دیتا ہے۔ یہ باتیں صحیح ہیں اور مثل اس کے جو کتاب اللہ اور سنت سے ثابت ہیں۔ (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۲۵)

قارئین کرام! حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ یہ سب حضرات مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی کے استاد ہیں۔ ان کا عقیدہ مقدمۃ الکتاب میں گزر چکا ہے باقی دیگر اکابر علمائے دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ اسی کتاب میں اپنے اپنے مقام میں بیان ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

''المہند'' کی عبارت: مولوی میرانی صاحب نے ''المہند'' کی عبارت نقل کر کے پھر اس کے خلاف متضاد عبارتیں بزعم خویش نقل کی ہیں، ملاحظہ ہوں:

''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے، اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخی نہیں جو حاصل ہے تمام مسلمانوں، بلکہ سب آدمیوں کو''۔ (المہند ص ۲۱) پھر میرانی صاحب نے اس عبارت کو قرآن وحدیث وخطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلاف قرار دیا ہے، پھر لکھتے ہیں:

پہلے تضاد کی نظیر: ذرا توجہ فرمائیں کہ رسالہ مذکورہ کی عبارت والا نظریہ نصوص قطعیہ سنن صریحہ واجماع امت محمدیہ کے مقابلہ میں بڑے شور وغل سے اچھالا جاتا ہے کہ اسے علمائے امت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے مفسرین، محدثین اور خصوصاً فقہائے احناف کے متبعین علمائے دیوبند کی توضیحات کے آئینہ میں دیکھیں کہ کون ''یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ'' کا مصداق ہے۔ انبیاء علیہ السلام کی حیات، شہداء کی حیات سے بھی اقوی واتم ہے اور مراد اس سے حیات دنیوی ظاہری نہیں کہ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ'' لہٰذا احکام موت ظاہر یہ سب پر جاری ہوتے ہیں۔ (فتویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۹۷) ذرا غور فرمائیں کہ عبارت رسالہ اور فتویٰ میں تباعد ہے یا تقارب۔؟ بہرحال نفی اور اثبات میں تباین ہی ہوتا ہے۔ کیا راز ہے کہ رسالہ کی تو آئے دن تشہیر فرماتے ہو اور فتویٰ دارالعلوم دیوبند کی عبارت سے منہ چھپاتے ہو۔؟ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَھَا وَتُخْفُوْنَ کَثِیْرًا (القول المسند ص ۵)

الجواب: بے چارے میرانی کے دماغ میں تضاد بھرا ہوا ہے حالانکہ ''المہند'' اور ''فتاوی دارالعلوم دیوبند'' کے عبارت میں کوئی تضاد ہی نہیں۔ میرانی کا قصور ہی نہیں ہے کیونکہ جس بے چارے کو فتاوی لکھنا بھی نہ آئے اور وہ یوں لکھے: ''فتوی اور انبیاء علیہ السلام (مفرد کی ضمیر سے لکھے)'' تو اس کو تضاد نظر نہ آئے تو کیا نظر آئے۔؟ پھر اس بے چارے نے عورتوں کی طرح یہ طعنہ بھی دے دیا کہ رسالہ کی عبارت کی تشہیر کرتے ہو اور فتاوی دارالعلوم دیوبند کی عبارت سے منہ چھپاتے ہو۔

اب بھلا میرانی صاحب سے کوئی پوچھے کہ جناب فتاوی دارالعلوم دیوبند کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے کیا اس کو شائع کرنے والے مسلک حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق رکھنے والے علمائے دیوبند اہل السنت والجماعت ہیں یا اس کی اشاعت کرنے والے منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اہل بدعت ہیں۔؟ ''المہند'' کی عبارت میں ''دنیا کی سی ہے'' کے

الفاظ بتارہے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخ میں دنیاوی حقیقی نہیں بلکہ دنیاوی کے مثل اور مشابہ ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے ''زید کالاسد'' (زید شیر کی طرح ہے) یعنی زید شیر تو نہیں لیکن بہادری میں شیر کے مثل ہے۔ اب یہاں نفی و اثبات دونوں ہو سکتے ہیں، یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ''زید شیر ہے'' یہ مجازاً ہے اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ''زید شیر نہیں ہے'' یہ حقیقت کے لحاظ سے ہے۔ اسی طرح یوں کہنا بھی صحیح ہے کہ حیات دنیویہ ہے مجاز کے طور پر، یعنی دنیا کی سی ہے اور یوں کہنا بھی صحیح ہے کہ حیات دنیویہ نہیں ہے یعنی حقیقت کے لحاظ سے۔ چنانچہ مولانا سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں:

''الحمد للہ! ترمذی صاحب نے تسلیم کرلیا ہے کہ ''المھند'' کے مؤلف مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اس کی تائید وتصدیق کرنے والے چوبیس/ ۲۴ اکابر علمائے دیوبند عالم برزخ میں انبیاء علیہم السلام کے لئے دنیوی حیات کے قائل نہیں تھے، بلکہ دنیا کی سی یعنی دنیوی حیات سے مشابہ حیات کے قائل تھے''۔ (اقامۃ البرہان ص ۲۰۳)

اس لئے جمیعۃ اشاعت التوحید والسنہ کے بعض افراد کا یہ جھوٹا پروپیگنڈہ کہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائلین علمائے دیوبند رحمۃ اللہ علیہ حیات دنیویہ حقیقیہ کے قائل ہیں، مبنی پر انصاف نہیں ہے اور جہاں اکابر علمائے دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں حیات دنیویہ کا ذکر ہے تو اس سے مراد بعض چیزوں میں مشابہت کے بناء پر حیات دنیویہ کہا گیا ہے من کل الوجوہ دنیویہ مراد نہیں۔

(۱):......حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اسی طرح ہمارے بعض بزرگوں کی تحریروں میں مثلاً ''التصدیقات'' (یعنی المھند) میں انبیاء علیہم السلام کی قبر والی حیات کو جو حیات دنیویہ کہا گیا ہے تو اس کا بھی ہرگز یہ مطلب نہیں ہے، اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ وہ حیات دنیا کی سی ہے یعنی مع الجسد ہے، صرف برزخی روحانی نہیں ہے جو تمام مؤمنین کو بھی حاصل ہے، جن کے اجسام مٹی ہو چکے ہیں۔ ''التصدیقات'' کے اردو ترجمہ ہی میں غور کرنے سے یہ مطلب خود واضح ہو جاتا ہے، علاوہ ازیں ان بزرگوں کی ایسی عبارتوں کا یہ مطلب بیان کرنا اوران کا یہ مسلک بتانا کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر موت وارد ہی نہیں ہوئی اور قبروں میں وہ بعینہ دنیا والی ناسوتی حیات کے ساتھ موجود ہیں، صریحاً ان پر یہ الزام لگانا ہے کہ اس مسئلہ میں ان کی رائے قرآن وحدیث کے صریح نصوص وبینات اوراجماع صحابہ اوراجماع امت کے خلاف ہے۔ میں نہیں یقین کرتا کہ ہمارے علماء میں سے کسی نے ایسی لغوبات کہی ہو، (سبحانک ھذا بھتان عظیم)''۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر دسمبر ۱۹۵۸ء ص ۳۹)

(۲):......نیز مولانا نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''پھر بعد کے دور میں جن اکابر علماء نے اس مسئلہ پر خاص توجہ کی ہے ان میں ایک جلیل القدر شخصیت علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ نے اپنی مشہور کتاب ''شفاء السقام'' میں حیات انبیاء پر ایک مستقل باب لکھا ہے جس میں پوری قوت کے ساتھ مسئلے کا ثبوت دینے کے بعد خود ہی یہ شبہ وارد کیا ہے کہ قرآن عزیز صاف حضور کی موت کا اعلان کر رہا ہے ''اِنَّکَ مَیِّتٌ وَاِنَّھُم مَیِّتُونَ'' اور خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں: ''انی مقبوض'' (میں قبض کیا جاؤں گا) اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ان محمدا قد مات'' (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے) اور ساری امت کا اجماع ہے کہ آپ کے متعلق موت کا لفظ بولا جا سکتا ہے، پھر خود ہی جواب دیتے ہیں: یقال انہ موت غیر مستمر وانہ احیی بعد

الموت۔ (شفاء السقام ص ۱۴۲) جواب میں کہا جائے گا کہ یہ موت غیر مستمر (کا ذکر) ہے اور حضور ﷺ کو اس موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حیات عطاء فرمائی ہے۔

بہر حال حیات انبیاء کا یہ مطلب کسی کے نزدیک بھی نہیں ہے کہ ان پر ''موت'' قطعاً طاری ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وفات کے بعد ان حضرات کو پھر حیات (مع الجسد) بخش دی جاتی ہے اور وہ صحیح و سالم قبر میں محفوظ رہتے ہیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ (تعلیم القرآن راولپنڈی مئی ۱۹۵۹ء ص ۳۱ تا ۳۲)

پس اس تفصیل کے بعد مسئلہ میں کوئی اشتباہ باقی نہیں رہتا۔ موت کی آیات اور خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالنا کسی شریف انسان سے متوقع نہیں البتہ رذیلوں کا معاملہ جدا ہے۔ خدا تعالیٰ ہدایت نصیب کرے۔

سوال: حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ موت کے قائل نہیں کیونکہ موت کا معنیٰ ہے'' انقطاع الروح عن الجسد'' (روح کا جسم سے الگ ہونا) جبکہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ انبیاء علیہم السلام کا روح جسم سے الگ نہیں ہوتا بلکہ دل کے اندر سمٹ جاتا ہے۔

الجواب: حیات و موت کی کئی انواع ہیں ایک قسم موت کی یہی ہے جس کی آپ نے'' انقطاع الروح عن الجسد'' سے تعریف کی ہے۔ علامہ ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: والحیاۃ جنس تحتھا انواع و کذلک الموت۔ (الصارم المنکی ص ۲۹۴) اور حیات جنس ہے اس کے تحت کئی انواع ہیں اور اسی طرح موت جنس ہے اس کے تحت کئی انواع ہیں۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ روح کا تعلق جسم کے تمام اعضاء سے بالکل منقطع ہو جاتا ہے سوائے قلب (دل) کے کہ اس میں روح آ کر بند ہو جاتا ہے، انبیاء علیہم السلام کی موت اسی طرح واقع ہوتی ہے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات عقل و نقل کے خلاف نہیں ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا نیند کی حالت میں بھی قلب بیدار رہتا ہے، اس پر نیند کے اثرات غالب نہیں ہوتے اور نیند مشابہ موت کے ہے۔ فلہٰذا موت کے وقت تمام جسم بے حس ہو جاتا ہے مگر قلب مردہ نہیں ہوتا گویا انبیاء علیہم السلام کے دل کا کنکشن رحمت خداوندی سے کبھی منقطع نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی من اللہ شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس نظریہ پر نہ تو کسی کو ماننے کے لئے مجبور کیا ہے اور نہ اس کو ضروریات دین سے شمار کیا ہے۔

فلہٰذا ہم بھی کسی کو ماننے پر مجبور نہیں کرتے نہ اس کو مدار دیوبندیت قرار دیتے ہیں۔ البتہ علمائے دیوبند کے ایک گروہ نے اس نظریہ کو قبول کرتے ہوئے اپنایا ہے اور اس کو پسند کیا ہے۔

(باقی بحث ان شاء اللہ تعالیٰ حصہ دوم میں آئے گی)

الاستفتاء

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مکرمی ومحترمی حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب دام مجدہم

سلام مسنون اسلام!

مسئلہ حیات النبی ﷺ اور مسئلہ سماع موتی کے بارہ میں اہل سنت کے مسلک کی وضاحت فرمائیں، کیونکہ بعض حضرات آپ کے بعض فتوؤں اور عبارات سے ایسے مطالب اخذ کر کے بیان کرتے ہیں جن کی نسبت آپ کی طرف ہمارے خیال میں درست نہیں ہے۔

۱۔ فقہائے احناف کے نزدیک سماع موتی ثابت ہے یا نہیں۔؟ اور یہ مسئلہ مطلقاً ہے یا اس میں تفصیل ہے، مثلاً حضور نبی کریم ﷺ و دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا عند القبر سماع صلوۃ وسلام صرف صوفیائے کرام کا مسلک ہے یا فقہائے احناف بھی اس کے قائل ہیں۔؟

۲......حضور نبی کریم ﷺ و دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے عند القبر سماع صلوۃ وسلام کا منکر اہل السنت والجماعت اور علمائے دیوبند کثر اللہ جماعتھم میں شامل ہے یا نہیں۔؟

۳......مفتی مہدی حسن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتوی کہ ''عند القبر حضور ﷺ کے سماع صلوۃ وسلام کے منکر امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے'' کیا صحیح ہے۔؟

۴......انبیاء کرام اور عام موتی کا سماع اگر ثابت ہے تو یہ سماع روحانی ہے یا جسمانی۔؟ جو شخص صرف سماع روحانی یا حیات روحانی کا قائل ہے کیا ایسا شخص اہل السنت اور دیوبندی ہے۔؟

۵......ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ محمد اسحق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ احناف میں شامل ہیں یا نہیں۔؟

۶......مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی جو کہ (کفایت المفتی ج۱ ص۱۶۰) پر موجود ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک کی جسد اطہر سے مفارقت ماننے کو باعث توہین قرار دیا ہے، درست ہے یا نہیں۔؟

۷......ثواب وعذاب قبر صرف روحانی ہے یا جسمانی بھی، اور اہل سنت کا اس میں کیا مسلک ہے۔؟ بینوا وتوجروا

فقط

محمد عبداللہ گرجاکھ گوجرانوالہ

۸۸-۷-۲۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

بعض سوالات کے جواب میں

راقم الحروف نے سماع موتی کے مسئلہ میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کے فتوی پر اکتفاء کیا۔ مستفتی نے اس جواب کی مجمل عبارت سے مطلق سماع کی نفی پر استدلال کیا حالانکہ اس جواب کی آخری عبارت مطلق سماع کی نفی کا رد کرتی ہے۔ آخری عبارت یہ ہے "تاہم کسی فریق کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسرے فریق کی تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کر سکے۔ کیونکہ اس صورت میں کہ مسئلہ قرون اولی میں مختلف فیہ تھا اس تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کا اثر صحابہ تک پہنچے گا۔ ولا شک فی فسادہ۔ (کفایۃ المفتی ج ۱ ص ۱۹۶)

۱......البتہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا شروع میں یہ فرمانا: "لیکن علمائے حنفیہ کے نزدیک سماع موتی ثابت نہیں" محل نظر ہے۔ سماع موتی کے قائلین کی فہرست میں فقہائے احناف اور محققین امت کی جم غفیر آتی ہے۔ ان کی تصانیف اور تالیفات اس کا بین ثبوت ہیں، جس سے انکار ممکن نہیں ہے۔

۲......روضہ اقدس ﷺ پر صلوۃ وسلام کے سماع کا انکار کرنے والا شخص اہل السنت اور دیوبندی نہیں ہوسکتا۔ اور پھر اس مسلک کی دعوت دینا دور جدید کا میرے نزدیک بڑا فتنہ ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے انبیاء علیہم السلام کے سماع پر اجماع لکھا ہے۔

۳......راقم الحروف نے اپنے متعدد فتاوی میں مولانا مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتوی متعلق حیات النبی ﷺ نقل کیا ہے۔ اور اس کی اپنے دستخط اور مہر سے تصدیق کی ہے۔

۴......محض روحانی سماع اور روحانی حیات کو ماننا اور بدنی حیات کا انکار کرنا گمراہی ہے۔ ایسے اعتقاد والا اہل السنت سے نہیں ہے۔

۵......ان ھؤلاء الاکابر من جھابذۃ العلماء الحنفیۃ و محققیھم بلا شک و لا ارتیاب۔

۶......حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کا فتوی جس میں آپ نے روح مبارک ﷺ کے حاضر وناظر ماننے والے پر رد کیا ہے اور کہا ہے کہ اس سے جسد اطہر سے روح مبارک کی مفارقت لازم آتی ہے اور یہ موجب توہین ہے، عبارتہ ومنطوقہ درست ہے۔

۷......موت کے بعد جزا اور سزا میں روح اور بدن دونوں مشترک اور متحد ہیں۔ یہی اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے۔

۱......خاتم المحققین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"انسان رابعد موت ادراک باقی میماند بریں معنی شرع شریف وقواعد فلسفی اجماع دارند اما شرع شریف پس عذاب قبر وتنعیم قبر بتواتر ثابت است وتفصیل آں دفتر طویل میخواہد ودر کتب کلامیہ اثبات عذاب القبر مینمایند حتی کہ بعض اہل کلام منکر آنرا کافر میدانند۔ وعذاب وتنعیم بغیر ادراک وشعور ممتنع اند شد پس ظاہر است کہ بدن دائما در تحلل است وروح در شعور وادراک دائما در ترقی است الخ" (ص ۸۸ فتاوی عزیزی)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک جواب میں تحریر فرماتے ہیں: "ان ارواح المؤمنین فی علیین وارواح الکفار فی سجین ولکل روح اتصال وھو اتصال معنوی لا یشبہ الاتصال فی الحیاۃ الدنیا بل اشبہ شئ بھا فی حال النائم انفصالا و شبھہ بعضھم بالشمس ای بشعاع الشمس وھذا مجمع ما افترق من الاخبار ان محل الارواح فی علیین و فی سجین ومن کونہ افنیۃ الارواح عند افنیۃ قبورھم کما نقلہ ابن عبد البر عن الجمھور۔ (فتاوی ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۰)

جب عام اموات کی حیات بھی محض روحانی اور برزخی نہیں ہے۔اس کے لئے تنعیم اور تعذیب کا ہونا لازمی ہے۔تو انبیاء علیہم السلام کی حیات جسد عنصری میں کیا شک وشبہ باقی رہ جاتا ہے۔

اس حیات کو علمائے دیو بند رحمۃ اللہ علیہ نے حیات دنیوی اور برزخی سے تعبیر کیا ہے، برزخی بایں معنی کہ آپ عالم برزخ میں ہیں۔اور دنیوی بایں معنی کہ آپ کی روح مبارک کا جسد اطہر سے تعلق ہے، جس سے آپ روضہ اطہر پر صلوۃ وسلام پڑھنے والوں کا سلام سنتے ہیں۔روضہ اطہر پر حاضری کے وقت راقم الحروف بایں اعتقاد صلوۃ وسلام پڑھتا رہا کہ آپ میرا سلام سماعت فرمارہے ہیں۔اسی کو میں اپنے لئے وسیلہ نجات سمجھتا ہوں۔بعض علمائے کرام جسد اطہر سے آپ کی روح مبارک کا تعلق تسلیم کرتے ہیں اور صلوۃ وسلام کے سماع کے بھی قائل ہیں بایں ہمہ حیات دنیوی کی بجائے آپ کی حیات کو حیات برزخی سے تعبیر کرتے ہیں۔اس صورت میں صرف عنوان کا فرق ہے۔مطالب اور معنوں میں فرق نہیں۔یہ بھی اہل السنت میں سے ہیں۔

عذاب قبر کے اثبات میں عامہ علماء اہل السنت قبر میں حیات کے ڈالے جانے کے قائل ہیں۔قال فی الھدایۃ ومن یعذب فی القبر یوضع فیہ الحیوۃ فی قول العامۃ۔ (الھدایۃ ج ۳ ص ۵۰۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

محمد عیسی عفی عنہ

نصرت العلوم گوجرانوالہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

نعمان آلوسی کے رسالہ "الآیات البینات" کی حقیقت

ملاحظہ ہو: رسالہ "الآیات البینات فی عدم سماع الاموات علی مذھب الحنفیۃ السادات" تالیف علامہ نعمان آلوسی بن مفسر علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (متولد ۱۲۵۲ھ متوفی ۱۳۱۷ھ) پہلے مصر میں علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد کی تعلیقات اور تخریج سے شائع ہوا پھر پاکستان میں فیصل کتاب گھر سرگودھا کی وساطت سے شائع کیا گیا۔مؤلف کی وفات ۱۳۱۷ھ میں ہے جبکہ رسالہ مکمل ہونے کی تاریخ ۸ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ ہے یعنی مؤلف کی وفات کے بارہ سال بعد کوئی شاگرد اس رسالہ کو اپنے استاذ علامہ نعمانی آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے ۸ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ میں مکمل کررہا ہے، دیکھئے (الآیات البینات ص ۶۱ وص ۱۵۸)

اس رسالہ میں حوالوں کے اندر خیانت وتحریف کا ارتکاب کیا گیا ہے۔فتح القدیر، مراقی الفلاح اور حاشیہ طحطاوی سے عدم سماع موتی نقل کیا ہے۔دیکھئے (ص ۴۷) حالانکہ ان کتابوں میں سماع موتی ثابت کیا گیا ہے۔علامہ ابن ملک حنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی: ۸۰۱ھ کے حوالہ نقل کرنے میں خیانت کا ارتکاب کیا گیا ہے۔انہوں نے جو حدیث

''انه لیسمع قرع نعالهم اذا انصرفوا'' کا معنی وتشریح کی ہے اس کو نظر انداز کرتے ہوئے چھوڑ دیا ہے اور پورا حوالہ نقل نہیں کیا۔ چنانچہ نیلوی صاحب حوالہ نقل کرتے ہوئے اس کا ترجمہ اس طرح تحریر کرتے ہیں: ''یہی مسئلہ سمجھانے کے لئے کہ دفن کرکے واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز میت قبر کے اندر سے سچ مچ سنتا ہے، اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں جیسے بعض نے تاویل کی ہے، ابن ملک رحمۃ اللہ علیہ کا قول (ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے) اپنی تائید میں پیش کیا ہے کہ ابن ملک رحمۃ اللہ علیہ ''قرع نعالهم'' سے مراد ''ای صوت دقها'' (جوتوں کے دب دب کی آواز) بتا کر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قبر کے اندر جوتوں کی آواز کا احساس ہوتا ہے تو بغیر حیات کے احساس نہیں ہوسکتا کیونکہ عادۃ اللہ اسی طرح جاری ہے''۔ (ندائے حق جزءاول طبع دوم ص ۲۵۱ تا ۲۵۲)

بہرحال اس رسالہ میں حوالوں کے اندر تحریف وخیانت کا خاصہ ارتکاب کیا گیا ہے اسی طرح روح المعانی کے حوالہ نقل کرنے میں زبردست بددیانتی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ ''وقیل فی حدیث ابن عبد البر (روح المعانی ج ۲۱ ص ۵۷) کو'' واحتجوا ایضا بحدیث'' (الآیات البینات ص ۹۲) کے الفاظ سے بدل دیا ہے کیونکہ ''قیل'' مجہول کا صیغہ تمریض اور ضعف پر دلالت کرتا ہے، اس میں اشارہ تھا کہ'' ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی جرح حدیث سماع سلام عند القبر پر درست نہیں ہے'' اس لئے اس لفظ کو تبدیل کر دیا گیا۔ الغرض یہ رسالہ کذب و بددیانتی وخیانت سے پر ہے، معلوم ہوتا ہے مؤلف نعمان آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس سے بری ہے۔

جواب نمبر ۲: بالفرض یہ رسالہ علامہ نعمان آلوسی کا اپنا بھی ہو تب بھی قابل اعتماد نہیں ہے کیونکہ نعمان آلوسی غیر مقلد تھا، حنفی نہ تھا، اس کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ہمارے مذہب کی ترجمانی کرے۔؟ ناصر الدین البانی غیر مقلد لکھتے ہیں: ''فجاهد فریق الجمود والتقلید'' (الآیات البینات ص ۵۹) کہ فرقہ مقلدین کے ساتھ نعمان آلوسی کا جہاد جاری رہا۔

نیز لکھتے ہیں: ''کہ ان کی کتاب ''جلاء العینین فی محاکمة الاحمدین'' کی نواب صدیق حسن خان نے ان الفاظ سے تعریف کی ہے: ''وهو کتاب جلیل المقدار (مفید الاحرار)''۔

نیز لکھتے ہیں: ''وکانت بینه وبین السید صدیق مراسلات ومفاوضات وله منه اجازة۔ (مقدمہ الآیات ص ۵۹) نعمان آلوسی اور سید نواب صدیق حسن خان صاحب کے درمیان خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور نواب صاحب نے اس کو شاگردی کی سند واجازت بھی دی تھی اور نعمان آلوسی، نواب صدیق حسن خان صاحب کو مجتہد امام کے درجہ پر شمار کرتا تھا۔ چنانچہ مولانا عطاء اللہ حنیف غیر مقلد مرحوم کی نگرانی میں مکتبہ سلفیہ لاہور سے جو کتاب ظفر اللاضی نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم کی شائع کی گئی ہے اس کی ابتداء میں مصنف کے حالات میں یوں مرقوم ہے: ''یقول فیه السید نعمان خیر الدین الآلوسی ویحق له الاجتهاد لاجتماع شروطه فیه''۔ (ص ۵) اور نواب صاحب کی تعریف میں سید نعمان آلوسی فرماتے ہیں کہ ان کو اجتہاد کرنے کا پورا حق حاصل ہے کیونکہ اجتہاد کی شرائط ان میں پائی جاتی ہیں۔ حالانکہ خود غیر مقلدین حضرات اس بات کو نہیں مانتے۔ چنانچہ مولانا محمد اسمٰعیل سلفی لکھتے ہیں: ''نہ ہی ہم انہیں ائمہ اجتہاد کی طرح امام مانتے ہیں''۔ (تحریک آزادی فکر ص ۲۹۶)

نواب صدیق حسن خان صاحب ایک مقام پر ان کے ایک مسئلہ کی تحسین ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں: ''وما احسن المسلک الذی سلکه صاحبنا صاحب کتاب جلاء العینین فی محاکمة الاحمدین''۔ (نزل

الابرار ص ۳۲۲) اس مسئلہ میں کیا ہی بہترین طریقہ اختیار کیا ہے ہمارے ساتھی صاحب کتاب ''جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین'' نے۔

شیخ محمد یاسین خطیب جامع مسجد دریا خان ضلع بھکر

اور مولوی محمد یونس نعمانی کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں

نوٹ: مماتی حضرات کہتے ہیں کہ ہم ''حیات النبی ﷺ'' کے قائل ہیں۔ حالانکہ یہ خالص ان کا صریح جھوٹ ہے جس طرح مرزائی کہتے ہیں کہ ہم ختم نبوت کے قائل ہیں حالانکہ وہ بھی ان کی طرح جھوٹ بولتے ہیں۔

۳۱۶

۷ ۸۶

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ علی من لا نبی بعدہ اما بعد بندہ حقیر [illegible]

در بارہ مسئلہ حیات الانبیاء علیہم السلام میں درج ذیل عقیدہ رکھتا ہے

تمام انبیاء علیہم السلام بشمول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بفرمان خداوندی کل نفس ذائقۃ الموت حکم خداوندی موت کا جام نوش کر چکے ہیں البتہ انکے اجسام مبارکہ اپنی اپنی قبور مطہرہ میں الیوم کما وضعوا صحیح و سلامت محفوظ موجود ہیں۔

انکی ارواح طیبہ جسد عنصری سے پرواز کر کے اعلیٰ علیین میں نعم خداوندی سے لطف اندوز ہو رہی ہیں۔ لیکن انکی ارواح مبارکہ کا جسد عنصریہ مبارکہ کیساتھ کسی ایسے تعلق کا ثبوت نہیں جسکی وجہ سے اجسام عنصریہ مدفونہ فی القبور میں رکوع سجود کرنے سننے دیکھنے پہچاننے کی قوت پیدا ہو جائے۔

نوٹ: درود و سلام عند القبر [illegible] کی ثبوت ارواح اجسام عنصریہ مبارکہ میں نہ ہے۔

عذاب قبر حق ہے خواہ میت مدفون فی الارض ہو یا آگ میں جل جائے یا دریا میں ڈوب کر اسے درندے جانور کھا جائیں۔ میت کے جسم کے ذرات منتشر ہوں خداوند کریم نوعاً من الحیات پیدا کر کے ان کو عذاب و ثواب کے الم اور راحت کو محسوس کرا دیتا ہے جس کی کیفیت خداوند کریم جانتا ہے تمام کتب میں اس روح کا تعلق اس جسم کیساتھ بحیثیت حیات دنیوی نہ ہے یعنی عذاب و ثواب [illegible] فقط اللہ عندی واللہ اعلم

یہ عقیدہ ہم قرآن و حدیث سے ثابت کرینگے۔ عاصی لقد الباد شیخ محمد یاسین

مولانا اعلیٰ [illegible]

ناصر دیوبند

شیخ محمد یاسین فاضل دیوبند
خطیب جامع مسجد دریا خان

۷/۴/۸۷

۳۱۷

ضمیمہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلح کی تکمیل

بمقام مدرسہ خیر المدارس ملتان بتاریخ ۳۱ جولائی ۱۹۶۲ء

مسئلہ حیات النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں مدت سے نزاع چلا آرہا تھا۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے کوشش کی کہ یہ نزاع ختم ہو جائے۔ اسلئے قرار دیا کہ مسئلہ کی نسبت حسب ذیل قدر مشترک پر صلح ہو جائے۔ اور بوقت ضرورت اتنا ہی بیان کیا جائے۔ وہ عبارت یہ ہے:

۱۔ وفات کے بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بتعلق روح حیات حاصل ہے۔ اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔

چونکہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب موجود نہ تھے۔ اسلئے یہ عبارت مذکورہ تحریر ہو کر دونوں جانب سے دستخط ہو گئے۔ چنانچہ قاری صاحب نے ہم کو فرمایا کہ آپ بھی کوشش کر لیجئے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بھی اس تحریر پر دستخط کر دیں۔ چنانچہ میرے دستخط کئے ہیں اگر وہ بھی دستخط کر لیں تو ہم مسئلہ حیات النبی میں اس تحریر کی حد تک مصالحت کا اعلان کرا دیں گے۔ پھر اپنے جلسوں میں اس مسئلہ حیات النبی پر تقریر نہ کرائیں گے۔ اور اگر اس مسئلہ میں دوسرے فریق مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم اس وقت ان کو منع کر دیں گے۔

۲۔ اس سلسلہ کے بعد سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے ملاقات کی۔ چنانچہ نفس مسئلہ حیات تحریر کی بابت استفسار کیا اور قاری صاحب سے روانگی کے ایک دن قبل ملاقات کی۔ اس وقت قاضی شمس الدین صاحب اور سید صاحب نے صاحب کے مسائل تسنیع کی نسبت درخواست کی اس پر قاری صاحب نے میرے نام حسب ذیل خط تحریر فرمایا۔

بملاحظہ گرامی حضرت المخدوم مولانا خیر محمد صاحب دامت فیوضہم

بعد سلام مسنون معروض ہے مسئلہ حیات النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں راولپنڈی میں مصالحت ہوئی تو ایک دو تحریریں لکھی گئی تھیں جس پر فریقین کے دونوں کے دستخط ہو گئے تھے۔ ایک تحریر نفس مسئلہ اور اس کے قدر مشترک کے بارہ میں تھی۔ اور دوسری مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے بارہ میں۔ اس دوسری تحریر کے سلسلہ میں کچھ شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔ اور اندازہ یہ کیا جا رہا ہے کہ اسمیں توازن باقی نہیں رہا اور بہت مشکل ہے کہ عمل میدان میں اسکی پابندی دشوار ہو جائے۔ اور اس سے معاملہ دشواری کا کسی فریق پر

۲۱۹

ضمیمہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ۳ بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء

سید عنایت اللہ شاہ صاحب مع اپنی جماعت کے اور مولانا محمد علی صاحب اور مولانا لال حسین صاحب مع اپنی جماعت کے کسی وقت پر مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زبانی طے کریں گے اور کورس کے طلبہ کے مجمع میں اس سلسلہ پر مفصل تبادلہ خیال کریں گے۔

خیر محمد عفا اللہ عنہ بمقام خیر المدارس ملتان

۱۳ جولائی ۱۹۶۲ء

دوسرے فریق کے دستخط	ایک فریق کے دستخط
محمد علی جالندھری بقلم خود	غلام اللہ خان راولپنڈی
بقلم لال حسین اختر	عنایت اللہ
عبدالرحمان میانوی	احقر شمس الدین عفی عنہ
محمد عبداللہ بقلم خود	احقر احمد حسین سجاد بخاری
منظور حسین صدیقی بقلم خود	محمد یار عفی عنہ

ضروری وضاحت

تقریباً عرصہ بیس سال سے ایک فریق کی طرف سے یہ بے بنیاد پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ جمعیت اشاعت توحید و سنت والے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں۔ اس لیے ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم پر یہ سراسر افترا ہے، خالص بہتان اور صریح جھوٹا الزام ہے۔ ہم کتاب اللہ تعالیٰ کتاب و سنت، ارشادات صحابہؓ اور تصریحات سلف کے مطابق حیاۃ النبی ﷺ کے قائل ہیں۔ وہ حیات برزخی ہے جو دنیوی حیات سے بدرجہا بہتر و برتر اور افضل و اعلیٰ ہے۔

سماع موتیٰ کے مسئلہ میں ہمارا مسلک وہی ہے جو اکابر علماء دیوبند کا ہے کہ مردے نہیں سنتے اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ حضرات اکابر علماء دیوبند سماع موتیٰ کے قائل تھے تو ہم صاف صاف کہتے ہیں کہ یہ دعویٰ حقیقت پر مبنی نہیں، بلکہ سراسر خلاف واقعہ ہے۔ اس لیے جو حضرات سماع موتیٰ کے قائل ہیں بیشک وہ اپنی تحقیق کی روشنی میں اس کے قائل رہیں لیکن اس کو اکابر علماء دیوبند کی طرف منسوب نہ کریں، نہ اس کو حضرات اکابر کی تحقیق اور ان کا مسلک قرار دیں۔

نوٹ: مماتی حضرات کہتے ہیں کہ ہم "حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے قائل ہیں۔ حالانکہ یہ خالص ان کا صریح جھوٹ ہے جس طرح مرزائی کہتے ہیں کہ ہم ختم نبوت کے قائل ہیں حالانکہ وہ بھی ان کی طرح جھوٹ بولتے ہیں۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَآءُ أَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحديث)

اپنے موضوع پر منفرد کتاب جس پر ایک سو سے زائد جید علماء و مشائخ
اہلسنت والجماعت کی تصدیقات ہائے گرامی موجود ہیں

خوشبو والا عقیدہ

یعنی

عقیدہ حیاتُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

افادات: امام الصرف والنحو، استاذ العلماء ولی کامل الشیخ
حضرت مولانا مفتی محمد حسن مدظلہ

ترتیب وتدوین:
حضرت مولانا مفتی محمد شہباز عالم فاروقی

اپنے موضوع پر منفرد کتاب جس پر ایک سو سے زائد جید علماء و مشائخ اہلسنت والجماعت کی تصدیقات و رائے گرامی موجود ہیں۔

خوشبو والا عقیدہ
یعنی
عقیدہ حیات النبی ﷺ

افادات

امام الصرف والنحو استاذ العلماء ولی کامل الشیخ مولانا
محمد حسن
دامت برکاتہم

شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ چوبرجی لاہور
شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور
شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور،
شیخ الحدیث جامعہ عبداللہ بن عمرؓ گومتہ لاہور

ترتیب وتدوین

مفتی محمد شہباز عالم فاروقی

فاضل جامعہ محمدیہ لاہور چوبرجی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

مولانا مفتی محمد حسن مدظلہم

جامعہ محمدیہ چوبرجی لاہور کے شیخ الحدیث، جامعہ مدنیہ رائیونڈ روڈ لاہور کے استاذ الحدیث وصدر المدرسین، عالم ربانی، محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا مفتی محمد حسن مدظلہم کو حق تعالیٰ نے قبولیت عامہ وتامہ سے سرفراز کیا ہے۔ آپ کی عقیدہ حیات النبی ﷺ پر دو تقاریر مدینہ طیبہ کی اور دو تقاریر پاکستان کی، کل چار تقاریر کو آپ کے شاگرد مولانا شہباز عالم فاروقی نے ''خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ یہ کہ ملک بھر کے موجودہ مشاہیر علماء دیوبند سے اس پر سو کے قریب تقاریظ لکھوائیں۔ فائدہ یہ ہوا کہ موجودہ حضرات کی بھی عقیدہ حیات النبی ﷺ پر اجماعی رائے یکجا ہوگئی۔

اس کتاب میں حمد، نعتیں، نظمیں اور آپ ﷺ کی سیرت کے مختلف گوشوں پر معلوماتی اقتباسات تھے۔ ان کی افادیت واہمیت سے انکار نہیں، لیکن وہ اس موضوع (حیات النبی ﷺ) سے متعلق نہ تھے، تو وہ ہم نے قلم زد کردیئے۔ باقی موضوع سے متعلق تمام مواد کو ہم نے اس مجموعہ میں شاندار ترتیب وتصحیح سے یکجاء کردیا ہے۔ الحمدللہ علی ذلک! (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، امابعد!

اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان اور کرم ہے کہ اس ذات پاک نے ہر دور میں اپنے خاص بندوں کو دین حق کی اشاعت اور سر بلندی کے لئے چنا ہے، انہی چنی ہوئی ہستیوں میں سے ایک نیک ہستی استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ بھی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ مہمانان رسول ﷺ کی خدمت کے ساتھ ساتھ عوام الناس کے قلوب کو بھی دین متین اور قرآن وسنت کی روشنی سے منور کرنے کا کام لے رہے ہیں۔

زیر نظر کتاب ''خوشبو دالاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' جو کہ استاذ جی کے مدینہ منورہ کے بیانات ہیں۔ جس کو احسن انداز سے ترتیب دیا گیا ہے۔ کیونکہ سلامتی ایمان کے لئے سب سے بڑھ کر حضور ﷺ کی ذات پاک کے بارے میں صحیح عقیدے کی ضرورت ہے اس لئے حضور ﷺ کی ذات اقدس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور کریم خاتم النبیین ﷺ کو پیدا کرنا چاہا تو حسب حکم حضرت جبریل علیہ السلام قبر اطہر والی جگہ سے سفید مٹی لائے جس کو آب شبنم سے گوندھا گیا اور بہشتی نہروں میں ڈبویا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ نے جو عجائبات دیکھے ان میں یہ بھی دیکھا کہ ولادت کے روز آپ ﷺ کو چاندی کے برتن میں بھری ہوئی کستوری سے سات مرتبہ غسل دے کر ایسے حریری کپڑے میں لپیٹا گیا جس میں مشک اذفر کے دھاگے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی مشک عنبر اور کوئی خوشبودار چیز آپ ﷺ کے پسینے سے زیادہ خوشبودار نہیں دیکھی، لوگ چاندی کے موتیوں کی طرح چمکنے والے پسینہ مبارک کو جمع کر لیا کرتے تھے، مدینہ طیبہ میں ایک گھرانے کے پاس پسینہ مبارک تھا اور وہ اسے جب بھی استعمال کرتے پورے مدینے میں خوشبو پھیل جاتی وہ گھر بیت المطیبین کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کا مبارک ارشاد ہے کہ جو حصہ میرے منبر اور قبر اطہر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے حقیقت یہ ہے کہ تمام خوبیوں اور خوشبوؤں کا پہلا اور آخری مرکز یہی ہے اس لئے ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود شریف پڑھے تو میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے تو مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی زیادہ سے زیادہ حضور نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کتاب میں عقیدہ حیات النبی ﷺ پر مشتمل حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب کے دلائل عقلیہ ونقلیہ سے مزین، مفصل و مدلل بیانات کے ساتھ ساتھ ملک کے نامور علماء کرام کی تصدیقات اور فتاویٰ جات کو جمع کیا گیا ہے۔

میں نے اس کتاب کے لئے پورے پاکستان کا سفر کیا اور اپنے بزرگوں کے تاثرات کو جمع کیا اور تمام بزرگوں نے بندہ سے شفقت والا معاملہ فرمایا اور عقیدہ حیات النبی ﷺ کو کھول کھول کر بیان کیا۔ کیونکہ کچھ عرصے

سے بعض حضرات اس مسلمہ و متفقہ عقیدہ کو متنازع بنا کر پیش کر رہے ہیں اور بعض آیات و احادیث کی من مانی تشریحات کے ذریعے عام مسلمانوں کو گمراہ و تذبذب کا شکار کر رہے ہیں۔ ان حالات میں یہ کتاب دل کو سکون اور اطمینان پہنچانے میں مفید ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو ہمارے لئے اور ہمارے بزرگ اساتذہ کے لئے اور تمام امت مسلمہ کے لئے آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔

ما ان مدحت محمداً بمقالتی لکن مدحت مقالتی بمحمدِ

بندہ ناچیز

مفتی محمد شہباز عالم فاروقی

خادم وشاگرد خاص شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ

تصدیقات بزرگان دین

تقریظ: شیخ المشائخ امام الوقت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ حضرت نبی کریم ﷺ کی حیات کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا وہی حقیقت ہے۔

والسلام

فقیر: خان محمد عفی عنہ ...... جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

تقریظ: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

جانشین شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ کا پیام پہنچا کہ میں اس پر کچھ لکھوں اللہ تعالیٰ آپ کے اس شوق کو مبارک فرمائے، درود شریف پڑھنے اور پڑھانے والوں کے لئے کتب کو عام کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آپ کے حق میں قبول فرمادے، مبارک فرمادے۔ آمین!

محمد طلحہ کاندھلوی ...... سرپرست جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور یوپی (انڈیا)

دعائیہ تقریظ: استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سالم قاسمی دامت برکاتہم العالیہ

(مہتمم وقف دارالعلوم دیوبند انڈیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

حافظ شہباز عالم فاروقی کی کتاب ''خوشبو والا عقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' دیکھی جس میں حضور ﷺ کی سیرت کو اور حالات و واقعات کو مختلف انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ''حیات النبی ﷺ'' کا ذکر بھی احسن انداز میں کیا گیا ہے۔ کتاب بہت ہی اچھے انداز میں ترتیب دی گئی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ

جل مجدہ اس کتاب کو مقبولیت عامہ وقبولیت تامہ عطا فرمائے اور مصنف مفتی محمد حسن کے لئے زاد آخرت بنائے، آمین! والسلام محمد سالم قاسمی

تقریظ: شیخ المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ
(صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی، امابعد!

مماتی فتنہ سے متعلق جناب مولانا محمد حسن صاحب مدظلہ العالی نے جو رسالہ ترتیب دیا ہے اس میں حضرات علماء دیوبند کے موقف کو تفصیل کے ساتھ عمدہ طریقہ سے پیش کیا ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک تمام ہی علماء کا مسلک حیات النبی ﷺ کا رہا ہے، علماء دیوبند بھی اسی کے قائل ہیں، جو شخص حیات کی بجائے ممات کا عقیدہ رکھتا ہے اس کا علماء دیوبند سے کوئی تعلق نہیں۔ والسلام

سلیم اللہ خان ...... جامعہ فاروقیہ کراچی

۸ جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ ...... ۲ جون ۲۰۰۹ء

تقریظ: شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ
(جامعہ اشرفیہ لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انبیاء علیہم السلام کے دنیوی ابدان کے ساتھ روح کا اتنا زیادہ تعلق ہے کہ وہ درود شریف سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں جو دور سے پڑھے وہ ان کو پہنچایا جاتا ہے اور وہ قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ یہی علمائے دیوبند کا مسلک ہے، اس کے خلاف گمراہی ہے اور مماتیوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ مولانا محمد حسن صاحب کی تحریر کی تائید کرتا ہوں۔ والسلام ...... محمد سرور عفی عنہ ...... مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

تقریظ: قائد جمعیت حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
(مہتمم جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، امابعد!

اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثناء اور پیغمبر ﷺ پر درود بھیجنے کے بعد عرض ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کا عقیدہ ضروریات اہل سنت والجماعت سے ہے۔ حضرت مفتی محمد حسن صاحب نے اس مسئلہ کو دلائل نقلیہ، عقلیہ اور کشفیہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جناب سرور کائنات ﷺ افضل ال والتسلیمات کے وقت خوشبو کے پھیلنے اور طلبہ اور عوام کے اس کو محسوس کرنے کے واقعات کو ذکر کیا ہے۔

مولانا کی خدمات جہاں علوم دینیہ کی تدریس وتفہیم میں مثالی ہے، وہاں ان کی دردمندانہ سعی مسلک حقہ کی ترویج اور عقائد ضروریہ کی اشاعت میں خاطر خواہ ہیں۔ یہ مولانا کے چند بیانات کا مجموعہ ہے اور پھر عزیزم مولانا

شہباز عالم فاروقی جو بہت محنتی کارکن ساتھی ہیں، انہوں نے اس کو جمع کیا ہے اور تخریج کر کے اور تصدیقات کو جمع کر کے آسان کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر اس کو شرف قبولیت سے نوازیں اور عوام اور خواص کے لئے استفادہ کا ذریعہ بنائیں۔ والسلام ...... سمیع الحق

تقریظ: شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہ

(مہتمم جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی)

باسمہ تعالیٰ! میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی تحریر کی تصدیق و تائید کرتا ہوں۔

والسلام

عبدالرزاق اسکندر ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ

تقریظ: فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی اشرف المرسلین و خاتم النبیین سیدنا و حبیبنا قرۃ اعیننا و نبینا و مولانا محمد النبی الامی الکریمی و علی آلہ و الصحابہ و ازواجہ اجمعین، اما بعد!

شیخ الحدیث، امام الصرف والنحو، استاذ الاساتذہ، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی تصنیف خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ جو کہ حضرت کے مدینہ منورہ کے بیانات ہیں جیسا کہ عرض مرتب میں مولانا محمد شہباز عالم فاروقی مدظلہ العالی نے اپنے مضمون میں فرمایا کہ یہ بیانات استاذ جی کے مدینہ منورہ کے بیانات ہیں۔ نیز آگے فرماتے ہیں کہ استاذ محترم نے مدینہ منورہ میں اس پر مزید لکھا تو یہ گویا نور علی نور ہو گئے۔

اس میں شک نہیں کہ حیات النبی ﷺ جو کہ ہمیشہ سے ساری امت کا اجماعی عقیدہ سلف و خلف رہا ہے ہر دور میں ائمہ علم و اکابر امت نے اس بارے میں وضاحت کے ساتھ اس مبارک متفقہ عقیدہ کا اظہار فرمایا گو عبارات میں کچھ اختلاف بھی ملے گا مگر نتیجہ سب کا ایک ہی تھا:

عباراتنا شتی و حسنک واحد وکل الی ذاک واجمال یسیرا

قرآن وسنت، اجماع و قیاس سے علمائے محقق و ائمہ سلف و خلف نے اس متفقہ عقیدہ کو ثابت کیا ہے جو اپنی اپنی جگہ پر محو ثابت ہے، اسی لئے ہمارے تمام اکابر علمائے اہل سنت والجماعت اور بلا استثنا تمام جماعت امدادیہ دیوبندیہ اس عقیدہ فخر العلماء، امام ربانی، شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس اللہ سرہ العزیز نے المہند علی المفند میں اس عقیدہ مبارک کے بارے میں تحریر فرمایا ہے۔

السوال الخامس: ماقولکم فی حیوۃ النبی علیہ الصلوۃ والسلام فی قبرہ الشریف ھل لک امر مخصوص بہ ام مثل سائر المومنین رحمۃ اللہ علیہم حیوتہ برزخیۃ۔

الجواب: عندنا و عند مشائخنا حضرۃ الرسالۃ ﷺ حی فی قبرہ الشریف و حیوۃ ﷺ دنیویۃ من غیر تکلیف و ھی مختصۃ بہ و بجمیع الانبیاء صلوات اللہ علیہم و الشہداء لا برزخیہ کما ھی حاصلۃ لسائر

المومنین بل لجمیع الناس کما نص علیه العلامة السیوطی فی رسالته ابناء الاذکیاء بحیوة الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی حیوة الانبیاء والشهداء فی القبر کحیوتهم فی الدنیا ویشهد له صلوة موسی علیہ السلام فی قبره فان الصلوة تستدعی جسد احیا الی اخر ما قال فثبت بهذا ان حیوته دینویة برزخیة لکونها فی عالم البرزخ ولشیخنا شمس الاسلام والدین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس الله سره العزیز فی هذه المبحث رسالة مستقلة دقیقة الماخذ بدیعة لمسلک لم یر مثلها قد طبعت وشاعت فی الناس واسمها آب حیات ای ماء الحیوة۔

کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ ﷺ کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح؟

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت محمد ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے، جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''انباء الاذکیا فی حیوۃ الانبیاء'' میں بتصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسد کو چاہتی ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کہ برزخ میں حاصل ہے اور برزخی ہے ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل، جو طبع ہوکر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے اس کا نام ''آب حیات'' ہے۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی قدس اللہ سرہ العزیز سید العلماء حضرت مولانا میر احمد حسن قدس اللہ سرہ العزیز عمدۃ الفقہاء حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب قدس اللہ سرہ العزیز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز شیخ الاتقیاء حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس اللہ سرہ العزیز اور مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز اکابر نیز اکابر نیز اسی طرح اس دور کے اکابر علماء (مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ) اور علمائے کرام ممالک عربیہ نے کی پھر جواب کے ابتدا میں ہی تحریر ہے کہ ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک گویا حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی اور قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز تو یقیناً اس میں آ گئے اور یہی عقیدہ مبارک جمہور اہل سنت والجماعت کا قرون اولی سے چلا آرہا ہے اس سیاہ کار راقم کے علم کے مطابق اس عقیدہ اجماعیہ کے منکر اور ممات کے قائلین کا گروہ صرف پاکستان میں ہے جس کی وجہ سے یقیناً اس فتنہ کو پاکستانی فتنہ ہی کہا جائے گا اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو ہر قسم کی بدعقیدگی سے محفوظ فرمائے اور اپنے اکابر اور جمہور اہل سنت والجماعت کے مبارک عقائد پر پختگی سے جمے رہنے کی توفیق عطاء فرمائے اس (پاکستانی مماتی فتنے) کے بارے میں اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ یہ لوگ دجل کے طور پر اپنی نسبت حضرات اکابر علماء اولیاء دیوبند کی طرف کرتے ہیں جو قطعاً غلط اور دھوکہ فریب ہے اس گمراہ ٹولے کا ان اکابر سے

کوئی تعلق نہیں جیسا کہ حضرت شیخ الحدیث سلیم اللہ خان صاحب رئیس وفاق المدارس العربیہ پاکستان مدظلہ العالی نے بھی اپنی تقریظ میں اس کی تصریح فرمادی ہے۔

وھو الحق والصواب وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ وخاتم الانبیاء سیدنا حبیبنا ومولانا محمد النبی الکریم وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ امۃ اجمعین وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا، والحمد للہ اولا وآخراً!

کتبہ الفقیر، الی رحمتہ ربہ الکریم ...... عبدالحفیظ بن مالک عبدالحق المکی مکۃ المکرمہ

تقریظ: حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب مدظلہ

(مہتمم جامعہ الرشید کراچی)

باسمہ تعالیٰ! اکابر دیوبند برزخ میں حضور نبی کریم ﷺ کی جسمانی حیات کے قائل ہیں، علماء دیوبند اس کے اقراری ہیں کہ آج بھی امت کے ایمان کا تحفظ گنبد خضراء کے منبع ایمانی سے ہورہا ہے، (ماہنامہ الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر ۱۹۷۵ء) میں اکابر کی تائید کرتا ہوں کہ حضرات علماء دیوبند کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں اور یہ حیات برزخی ہے، مگر حیات دنیوی سے قوی تر ہے۔ والسلام

عبدالرحیم عفی عنہ ...... جامعۃ الرشید کراچی

تقریظ: شیخ استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عبیداللہ المفتی صاحب مدظلہ

(مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور)

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب مدظلہ کی تحریر کی تصدیق اور تائید کرتا ہوں جو کچھ انہوں نے حضرت مولانا محمد حسن صاحب کی کتاب پر لکھا ہے۔ والسلام

محمد عبیداللہ المفتی ...... مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

تقریظ: فقیہ العصر، نمونہ اسلاف، شیخ الحدیث، حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب مدظلہ

(شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین، امابعد!

ولی کامل، فاضل اجل، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین مبین کی ہمہ جہتی خدمات کے لئے عوام وخواص میں قبولیت عامہ تامہ کی نعمت سے نوازا ہے، حضرت کے ہاں علوم وفنون کی تدریس کے ساتھ ساتھ اصلاح عقیدہ، اصلاح عمل، تزکیہ باطن اور اکابر پر اعتماد کی محنت تعلیم کا خاصہ لازمہ ہے۔ اسی طرح عوامی سطح پر بھی ان کی محنت کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

زیر نظر کتاب ''خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' اس سلسلہ محنت کی ایک جھلک ہے، جو آپ کے مختلف بیانات کا مجموعہ ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت کو صحت وعافیت کے ساتھ تادیر سلامت رکھیں اور ان کی خدمات دین میں زیادہ سے زیادہ خیر وبرکت عطا فرمائیں۔ مسئلہ حیات النبی ﷺ پر حضرت مولانا منیر احمد منور

صاحب نے خوب لکھا ہے اور میں حضرت کی تائید کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں اس کتاب کو شرف قبولیت سے نواز کر عوام وخواص کے لئے ہدایت واستقامت اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ زیادہ محبت کا اور آخرت میں نجات وفلاح کا ذریعہ بنائے، آمین!

والسلام

عبد المجید غفرلہ

تقریظ: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد القیوم حقانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

مہتمم جامعہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نوشہرہ (اکوڑہ خٹک)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ العالی کسی تعارف کے محتاج نہیں، حضرت کی کتاب خوشبو والا عقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ پہلی مرتبہ دیکھ رہا ہوں۔ پوری پڑھنے کا موقعہ نہیں ملا مگر مولانا محمد حسن صاحب کے علمی اور مطالعاتی صلاحیتوں پر اعتماد ہے۔ بات ہے عقیدہ حیات النبی ﷺ کی قلم اور تحریر کا انداز والہانہ ہو، اخلاص ومحبت کے جذبات سے قلب معمور ہو تو قلبی اور باطنی کیفیات حیات النبی ﷺ اور سیرت مطہر میں ڈھل جاتے ہیں۔

اکابر کی تقریظات، تصدیقات موجود ہیں۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ کریم مؤلف کے علم میں قلم میں اور قدم میں مزید برکتیں عطا فرمادے اور مولانا مفتی شہباز عالم فاروقی کی اس محنت وکاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں۔

عبد القیوم حقانی

تقریظ: قائد جمعیت، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ

امیر جمعیت علمائے اسلام پاکستان (ف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد!

رسول اللہ ﷺ سے محبت ہر چیز پر مقدم رکھنا لازمہ ایمان ہے، مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ العالی نے اپنے خوبصورت الفاظ میں ترتیب سے اظہار محبت میں ایک ممتاز انداز سے اظہار کیا ہے۔ خوشبو والا عقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ کے عنوان سے جناب شہباز عالم فاروقی صاحب نے نہایت حسین شاہ پارے ترتیب دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محبت رسول ﷺ کے ساتھ اطاعت رسول ﷺ بھی نصیب فرمائیں۔ آمین!

اللہ کرے زور بیاں اور زیادہ

(مولانا) فضل الرحمٰن

برموقع: ختم نبوت کانفرنس چناب نگر

تقریظ: شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(مہتمم جامعہ مظاہر العلوم انڈیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب کی ظاہری وباطنی خوشبوؤں سے مزین کتاب ''خوشبو والا عقیدہ یعنی

عقیدہ حیات النبی ﷺ" کا میں نے جستہ جستہ مطالعہ کیا، دل میں بڑی مسرت وخوشی اور روحانی فرحت حاصل ہوئی اور مولانا شہباز عالم فاروقی کی محنت سے جیدا کابرین کی تقاریظ نے کتاب کی مہک کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

حق تعالیٰ قبول فرمائے اور ان کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے اور امت کے لئے صحیح معنوں میں عشق حقیقی پیدا ہونے کا اس کو ذریعہ بنائے۔ بندہ محمد شاہد غفرلہ ...... امین عام جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور یوپی (انڈیا)

تقریظ: پیر طریقت حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ
(شیخ الحدیث جامعہ عبیدیہ فیصل آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت اقدس خواجہ خواجگان مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی مذکورہ بالا مبارک تحریر میں ایک بہت بڑی حقیقت ہے، جناب مولانا محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی تصنیف "خوشبو والا عقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ" جو خوشبوؤں سے بھری ہوئی ہے، حضرت اقدس خواجہ صاحب زیدمجدھم کی تحریر نے اس کتاب کی مہک کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

عقیدہ حیات النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اجماعی عقیدہ ہے، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ نے ایک صاحب کے سوال اور کچھ جواب کے بعد مراقبہ کیا (جب کہ مسجد نبوی شریف میں باب السلام کے قریب تقریباً پچیس ۲۵، افراد آپ کی مجلس میں موجود تھے) پھر فرمایا کہ روضہ اطہر کی جانب دیکھو! ان سب نے دیکھا کہ سرور عالم ﷺ باحیات زندہ سلامت تشریف فرما ہیں، یہ قصہ ایک صاحب نے سنایا جو اس مجلس میں موجود تھے، حق تعالیٰ شانہ خلق خدا کو اس مبارک کتاب سے فیض یاب ہونے کی توفیق نصیب فرمادیں، آمین! والسلام

جاوید حسین عفا اللہ عنہ

جامعہ عبیدیہ فیصل آباد ...... ۷ صفر ۱۴۳۱ھ

تقریظ: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب
(جامعہ اشرفیہ لاہور)

باسمہ تعالیٰ! میں حضرت مولانا محمد سلیم اللہ خان صاحب کی تحریر کی تصدیق اور تائید کرتا ہوں۔

والسلام ...... عبدالرحمٰن اشرفی ...... جامعہ اشرفیہ لاہور

تقریظ: شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن الکوثر المدنی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ
(ابن حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری مدرس مسجد نبوی شریف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ وصحبہ ومن اوفی بعھدہ، اما بعد!

حضرت نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا ہر پہلو قلوب کو خوشگوار کرنے والا ہے آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ پڑھ کر جو قلبی سکون حاصل ہوتا ہے اس کو بیان کرنا ناممکن ہے۔ جامع محمدیہ چوبرجی وجامعہ مدنیہ کے شیخ الحدیث، استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ العالیہ کی شخصیت علمی وروحانی حلقوں میں محتاج

تعارف نہیں، ہر روز طلباء کرام دوزانوں ہوکر اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں۔اس ناچیز کے ہاتھوں میں موجود مبارک منفرد اور حسین کتاب ''خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' حضرت موصوف کے علمی کارناموں میں ایک تابناک اضافہ ہے اس کتاب خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ میں امت مسلمہ کے اجماعی اور متفقہ عقیدہ، عقیدہ حیات النبی ﷺ کو قرآن وسنت کے دلائل اور اکابرین علماء کرام کی تقریظات کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔میں حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب مدظلہ العالی کی تقریظ کی تائید کرتا ہوں اور اس کتاب کے مرتب عزیزم مولانا شہباز عالم فاروقی صاحب سلمہ ہیں جنہوں نے بڑی محنت سے یہ کتاب مرتب کی ہے انہوں نے اس کتاب میں ایسے واقعات جمع کئے ہیں جن سے نبی پاک ﷺ سے خصوصی تعلق اور اعلیٰ درجہ کی محبت ٹپکتی ہے۔اس کتاب کا مطالعہ علماء وطلباء وعوام الناس سب کے لئے مفید ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرتب ومؤلف کو دارین میں اس کی جزائے خیر عطا فرمائیں اور مزید اس جیسے عناوین پر قلم اٹھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ کتبہ العبد الفقیر الی اللہ تعالیٰ ...... عبدالرحمٰن الکوثر عفا اللہ عنہ

تقریظ: فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا ڈاکٹر احمد علی سراج صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

(سابق خطیب وامام مسجد الخانم کویت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بندہ نے کتاب ''خوشبو والاعقیدہ حیات النبی ﷺ'' کو چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھا، ماشاء اللہ مؤلف نے اچھی ترتیب کے ساتھ حیات النبی ﷺ کے موضوع کو آسان انداز میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔اس پرفتن دور میں جب کہ نفسانیت ولادینیت اپنے شباب پر ہے۔دین حنیف کی ترجمانی اور اس پر عمل پیرائی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ہمارے محترم مولانا شہباز عالم فاروقی صاحب زید مجدہ نے ایک اہم کام سرانجام دیا ہے۔یہ کتاب پاکستان کے ہر گھر کی ضرورت ہے اور ہر مرد وعورت اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس خدمت کو اپنے نزدیک قبول ومقبول فرمائے۔علماء کرام اور مسلمانوں کے لئے قبول عام فرمائیں اور حضرت مفتی محمد حسن صاحب کا سایہ ہم پر تادیر قائم رکھے۔

حضرت کی خواہش پر چند سطور ارتجالاً تحریر کردی ہیں۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اس مجموعہ سے استفادہ کی سعادت مرحمت فرمائیں۔ احمد علی سراج

تقریظ: پروفیسر ڈاکٹر جناب محمد یوسف عامر صاحب حفظہ اللہ

(مجلس حکماء المسلمین مصر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنو صلو اعلیہ وسلمو اتسلیما!

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔(القرآن)

حضور نبی کریم ﷺ سے عشق ومحبت کے لئے دل پاک ہونا چاہئے ۔غرق الفت دیدہ نمناک ہونا چاہئے ۔ عشق رسول ﷺ حضور کی محبت کا وہ پہلو ہے جہاں آنکھیں اور روح ہمہ وقت وجد میں رہتے ہیں اور پھر اس میں اظہار کے لئے سلیقے بھی مختلف ہیں، جنبش لب بھی گستاخی میں شمار ہوسکتی ہے۔ آہ کرنے کے لئے بھی آہ کو محتاط کرنا پڑتا ہے۔ لفظ کی حرمت کو سامنے رکھنا بھی ضروری ہے، لیکن آپ ﷺ کی تعریف اور حمد ونعت کے لئے لفظوں کو بھی حضور ﷺ کی محبت میں باوضو رکھنا چاہئے ۔ ایسے ہی ایک عاشق رسول مولانا مفتی محمد حسن صاحب اور مولانا شہباز عالم فاروقی ہیں ۔ میں انہیں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ایسی خوب صورت کتاب لکھنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مزید لکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمام امت مسلمہ کو درخواست کرتا ہوں کہ اس کتاب کا مطالعہ کریں ۔ اللہ تعالیٰ اس کو تمام امت کے لئے آخرت کا ذریعہ بنائے ۔ آمین!

تقریظ: حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی اٰلہ و اصحابہ اجمعین، اما بعد!

عالم باعمل ولی کامل استاذ الاساتذہ مخدوم مکرم حضرت مولانا محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ علمی حلقوں میں مشہور ومعتمد ہیں ۔ علوم وفنون کے ماہر ہیں ۔ طلباء کرام کا ان کی طرف بہت زیادہ رجوع ہے ۔ درس و تدریس کے علاوہ عقائد کی اصلاح تزکیہ باطن کے ساتھ طلباء اور عوام میں عشق رسول ﷺ اور اکابر واسلاف پر اعتماد پیدا کرتے ہیں ۔ دین کے تمام شعبوں کے حامی وناصر ہیں ۔ بہت سے اکابر کے مجاز بھی ہیں ۔ ان کا منور چہرہ ان کے حسن باطن کا آئینہ دار ہے ۔ اس سیاہ کار کا ان کے بارے میں یہ گمان ہے کہ وہ حدیث پاک کے مصداق ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے: ''اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہ'' (جب ان لوگوں کو دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے) اس وجہ سے ان کے ساتھ بندہ کو قلبی محبت ہے ۔

زیر نظر کتاب ''خوشبو والا عقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' ان کے عشق ومحبت رسول اللہ ﷺ کی آئینہ دار ہے ۔ جو ان کے مختلف بیانات کا مجموعہ ہے ۔ جس میں نئے اور دل کش انداز میں اہل سنت والجماعت علماء حق متقدمین ومتاخرین کے متفقہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کو دلائل نقلیہ عقلیہ اور کشفیہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے ۔ برادر عزیز جناب حافظ محمد شہباز عالم فاروقی زید مجدہ ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اسے ترتیب دے کر اس کی اشاعت کی ہے ۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزا عطا فرمائے ۔ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حیات النبی ﷺ کا مبارک عقیدہ پوری امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے اور اکابر دیوبند کا بھی اجماعی عقیدہ ہے ۔ جو ان کی کتاب ''المہند علی المفند'' میں ان الفاظ کے ساتھ صراحۃ موجود ہے ۔ ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں ۔ ہمارے مرشد پاک ، برکت العصر، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے بھی اپنی متعدد کتابوں اور ایک مستقل مضمون میں اس مبارک عقیدہ کو مدلل لکھا ہے ۔ اکابرین نے اپنی تصنیفات خاص طور پر حج کی کتابوں میں بوقت زیارت روضہ اقدس ﷺ خوب وضاحت کی ہے ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک تمام علماء حق کا مسلک حیات النبی ﷺ کا رہا ہے ۔ علماء دیوبند کا جیسا کہ مذکور ہوا ''المہند علی

المهند'' میں یہی عقیدہ ہے۔ اب جو شخص حیات کی بجائے ممات کا عقیدہ رکھتا ہے اس کا علماء دیو بند سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ فتنہ دراصل ایک پاکستانی فتنہ ہے۔ جب اس کا ظہور ہوا تھا اسی وقت سے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کا تحریر اور تقریر کے ذریعے تعاقب کیا تھا۔ اب تو اس مسئلے میں اختلاف ہی نہیں بلکہ صاف وصریح توہین بھی کی جاتی ہے، جس کے شواہد تحریروں اور کیسٹوں میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے اکابر اور اسلاف کے مبارک عقائد پر قائم رکھے اور حسن خاتمہ شہادت کی موت عطا فرما کر ان کے ساتھ حضور انور ﷺ کے نعلین شریفین میں جمع فرمادے۔ اس رسالہ کو قبول فرما کر اپنی رضا اور اپنے حبیب محبوب ﷺ کے عشق محبت وشفاعت کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین! والسلام ...... فقیر: محمد عزیز الرحمٰن عفی عنہ

تقریظ: حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہ
(ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثناء اور پیغمبر ﷺ پر درود بھیجنے کے بعد عرض ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کا عقیدہ ضروریات اہل سنت والجماعت سے ہے جس کے انکار سے آدمی اہل سنت والجماعت سے خارج ہو جاتا ہے۔ پاکستان بننے کے بعد ۱۹۵۸ء میں ان علاقوں میں اس کے انکار کا فتنہ کھڑا ہوا تو علمائے حقہ نے بروقت تحریر وتقریر کے ذریعہ سے اس کا تعاقب کیا، اس وقت سے اب تک بیسیوں کتب اس موضوع پر شائع ہو چکی ہیں۔

زیر نظر کتاب، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ کے مختلف بیانات ہیں جس کو ان کے شاگرد محمد شہباز عالم فاروقی نے جمع کیا اور ان پر تخریج کا کام کیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے اس مسئلہ کو دلائل نقلیہ، عقلیہ اور کشفیہ کے ساتھ ذکر حیات سرور کائنات ﷺ افضل التحیات والتسلیمات کے وقت خوشبو کے پھیلنے اور طلبہ اور عوام کے اس کو محسوس کرنے کے واقعات کو ذکر کر کے اس مسئلہ کو سمجھانے کا ایک نیا باب رقم کیا ہے اور بندہ تک بھی یہ واقعات متعدد طرق سے پہنچے ہیں۔ نیز اہل حق کی قبروں سے خوشبو کے واقعات ذکر کر کے عوام کے لئے بھی اہل حق کی پہچان کا ایک تکوینی راستہ واضح کیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو حق وباطل کی پہچان کا ذریعہ بنا کر گم کردہ راہوں کی ہدایت اور اہل حق کی استقامت کا ذریعہ بنائیں، آمین!

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

والسلام ...... محمد حنیف جالندھری ...... مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

تقریظ: صاحبزادہ حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہ، فرزند حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ
(جامعہ اشرف المدارس کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، امابعد!

حضرت مولانا محمد حسن صاحب زید مجدہم کی کتاب کے احقر نے چیدہ چیدہ مقامات کا مطالعہ کیا، ماشاء اللہ

فاضل مؤلف ایک ذی استعداد اور علوم وفنون میں ماہر عالم ہیں۔انہوں نے انتہائی محنت وکاوش کے ساتھ اہل السنۃ والجماعۃ اور اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ حقہ ''حیات النبی ﷺ'' کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔کتاب کے بیانات بہت اہم اور مفید ہیں۔رب کریم سے دعا ہے کہ موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور عام وخاص سب کے لئے اسے نافع بنائے، آمین!

والسلام ...... محمد مظہر عفا اللہ عنہ ...... جامعہ اشرف المدارس کراچی

تقریظ: حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب

(کالم نگار ضرب مومن، روزنامہ اسلام پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزم محمد شہباز عالم فاروقی

السلام علیکم! آپ کی طرف سے ارسال کردہ کتاب بعنوان ''خوشبو والا عقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' کا مسودہ موصول ہوا۔اس کتاب کے مؤلف مولانا مفتی محمد حسن صاحب زید مجدہ اگرچہ عمر میں مجھ سے چھوٹے ہیں، لیکن علم وعمل، زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت میں مجھ سے آگے ہیں۔''انا اسن وھو اکبر منی'' والا معاملہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں درس وتدریس واصلاح وارشاد کا خصوصی ملکہ عطا فرمایا ہے۔وہ بیک وقت درسگاہ اور خانقاہ کی زینت بنتے ہیں اور دونوں جگہ خوب سجتے ہیں۔زیر نظر تالیف میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ علماء دیوبند کے عقائد اور جذبات کی ترجمانی ہے۔مولانا خوش نصیب ہیں کہ اس کتاب کا متعدد بہ حصہ روضہ مبارک کے جوار میں بیٹھ کر لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی کاوش کو قبول فرمائے اور قارئین کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

محتاج دعا ...... محمد اسلم شیخوپوری ...... ادارت: فلاح دارین ٹرسٹ

خطابت: جامع مسجد توابین گلشن معمار کراچی ...... مدنی جامع مسجد بلاک این نارتھ ناظم آباد کراچی

تقریظ: محبوب الصلحاء، استاذ العلماء حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہ العالی

(ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر درود پاک پڑھا جاتا ہے تو آنحضرت ﷺ خود سنتے ہیں اور اگر قبر مبارک سے دور پڑھا جائے تو فرشتے بطور ہدیہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تمام ائمہ کا یہی عقیدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اسی عقیدہ کو ''المہند علی المفند'' میں تمام مشائخ کا عقیدہ قرار دیا گیا ہے۔جامعہ مدنیہ کے شیخ الحدیث مولانا محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اسی عقیدہ حیات النبی ﷺ کو احادیث اور واقعات کی روشنی میں نئے انداز سے مرتب کرکے عام فہم انداز میں پیش کیا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ اس کتابچہ کی منفرد خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ان اکابرین کے واقعات کو بھی جمع کر دیا گیا ہے، جن کی قبر مبارک سے خوشبو کا مشاہدہ کھلے عام کیا گیا، اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولانا کی اس کوشش کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائیں اور غلط عقائد سے تمام امت مسلمہ کی حفاظت فرمائیں، آمین!

محتاج دعا

احقر فضل الرحیم ...... ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ لاہور

تقریظ: جانشین حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ، محقق دوراں، شیخ الحدیث حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب مدظلہ

جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا (امیر اتحاد اہل سنت والجماعت پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین، امابعد!

ولی کامل، فاضل اجل، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد حسن صاحب دامت برکاتہم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین مبین کی ہمہ جہتی خدمات کے لئے عوام و خواص میں قبولیت عامہ تامہ کی نعمت سے نوازا ہے۔ حضرت کے یہاں علوم و فنون کی تدریس کے ساتھ اصلاح عقیدہ اصلاح عمل تزکیہ باطن اور اکابر پر اعتماد کی محنت تعلیم کا خاصہ لازمہ ہے۔ اسی طرح عوامی سطح پر بھی ان کی محنت کا یہ سلسلہ جاری ہے۔ زیر نظر رسالہ "خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ" اس سلسلہ محنت کی ایک جھلک ہے، جو آپ کے مختلف بیانات کا مجموعہ ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت کو صحت و عافیت کے ساتھ تادیر سلامت رکھیں اور ان کی خدمات دین میں زیادہ سے زیادہ خیر و برکت عطا فرمائیں۔ مسئلہ حیات النبی ﷺ سمجھنے کے لئے پہلے مسئلہ کی تنقیح ضروری ہے اس سے بہت سارے مغالطے، دھوکے اور شکوک و شبہات دور ہو جاتے ہیں۔

۱ ...... عالم دنیا میں نبی کریم ﷺ پر موت کا ورود برحق ہے، اسی لئے آپ ﷺ کی عالم دنیا کی زندگی ۶۳ سال ہے۔

۲ ...... روح زندہ ہے روح کی حیات کا کوئی بھی منکر نہیں۔

۳ ...... نبی کریم ﷺ اور باقی انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ محفوظ ہیں۔

۴ ...... نبی کریم ﷺ کا اصلی عنصری دنیوی جسم مبارک اپنی قبر اطہر میں زندہ ہے، یعنی روح اعلیٰ علیین میں ہے اور روح مبارک کا تعلق ہے جسم انور کے ساتھ اور اس تعلق کی وجہ سے جسم میں حیات ہے۔

۵ ...... جو لوگ قبر اطہر میں دنیاوی جسم انور کی حیات کے منکر ہیں ان کے پاس نہ قرآن کی آیت ہے اور نہ حدیث، البتہ قرآن و حدیث کے نام پر دھوکہ ہے کہ عالم دنیا کی موت کی آیات و احادیث کو قبر پر فٹ کر کے روضہ اطہر میں نبی کریم ﷺ کے جسم اقدس کو بے حس و بے جان ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۶...... اسی طرح جدید معتزلہ کے پاس علماء اہل سنت والجماعت میں سے کسی معتبر عالم کا انکار حیات پر رسالہ تو کیا کوئی قول بھی نہیں ہے، البتہ حیات برزخی اور حیات روحی کے لفظ سے دھوکہ دیا جاتا ہے، حالانکہ نبی کریم ﷺ کا دنیوی، حسی، حقیقی جسم انور قبر اطہر میں زندہ ہے، اسی لئے اس قبر کی حیات کو حیات دنیوی، حیات حسی، حیات حقیقی کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور چونکہ قبر عالم برزخ کا حصّہ ہے اس لئے اس کو حیات برزخی بھی کہا جاتا ہے۔ برزخ میں عالم دنیا کے برعکس راحت کا اوّلاً تعلق روح کے ساتھ ہوتا ہے اور روح کے واسطہ سے جسم کے ساتھ اس لئے اس حیات کو حیات روحانی کہا جاتا ہے۔ حیات برزخی اور حیات روحانی کہنے سے قبر میں دنیوی جسم سے حیات کی نفی نہیں ہوتی۔ محمد شہباز عالم فاروقی نے رسالہ مذکورہ پر تخریج کر کے اس کو مفید سے مفید تر بنا دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں رسالہ مذکورہ کو شرف قبولیت سے نواز کر عوام وخواص کے لئے ہدایت واستقامت اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ زیادہ محبت کا اور آخرت میں نجات وفلاح کا ذریعہ بنائیں۔ (آمین!)

والسلام

منیر احمد غفرلہ: ۳۱،اکتوبر ۲۰۰۹ء ...... مدرس جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

تقریظ: مفکر اسلام حضرت مولانا ابوعمار زاہد الراشدی صاحب

(خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد!

حضرت مولانا محمد حسن صاحب ہمارے ملک کے باذوق اور ہردل عزیز اساتذہ میں سے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے تدریس وتفہیم کا خصوصی ذوق عطا فرمایا ہے اور طلبہ کی ایک بڑی تعداد ان سے ہمیشہ استفادہ کرتی ہے۔

مسئلہ حیات النبی ﷺ پر ان کے افادات کو کتابی شکل میں مرتب دیکھ کر خوشی ہوئی۔ یہ کتاب مرتب کرنے والوں کے لئے ذخیرہ آخرت ثابت ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ!

نفس مسئلہ کے بارے میں حضرت مولانا منیر احمد صاحب نے اسی کتابچہ پر اپنی تقریظ میں جو تنقیح کی ہے مجھے اس سے اتفاق ہے اور اس کتابچہ کو پیش کرنے والے دوست حافظ شہباز عالم فاروقی اور ان کے رفقاء کے لئے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ سعادت دارین سے نوازیں، (آمین یارب العالمین)! والسلام

ابوعمار زاہد الراشدی ...... خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

تقریظ: شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمود الحسن مسعودی صاحب

(شیخ جامعہ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مظفرآباد آزاد کشمیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ ﷺ!

شیخ طریقت، محبوب العلماء والصلحاء، امام الصرف والنحو مرجع الخلائق میرے مشفق ومحبوب بزرگ

حضرت اقدس حضرت مولانا محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ مرنجاں مرنج، مقاصد بعثت کی جامع تعلیم وتربیت کی ہم آہنگی کی آئینہ دار ہستی کسی پہلو محتاج تعارف نہیں ہے۔اس ''خوشبو والے خوشبو دار مشک بار عقیدہ'' سے والہانہ لگاؤ وضائیت کی برکت کے خود بھی خوشبو دار ہیں، جس کی مہک بندہ نے سفر حج وعمرہ میں رفاقت کی سعادت پر حرمین شریفین میں پھیلتی آنکھوں سے دیکھی اور محسوس کی ہے۔جامعہ اشرفیہ لاہور اجتماع العلماء میں حاضر ہوں چند سطور برائے دعا وتوجہ تحریر ہیں۔

والسلام

بندہ محمود الحسن غفرذنوبہ ...... مہتمم جامعہ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مظفرآباد آزاد کشمیر

تقریظ: خطیب العصر، روایات اکابر کے امین وناشر حضرت مولانا عبدالکریم ندیم صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقیدہ حیات النبی ﷺ امت کا ایک ایسا متفقہ عقیدہ ہے کہ جس پر ہر صدی کے ہزاروں علماء وفقہاء محدثین اور مفسرین کا اجماع رہا ہے، اس دار فانی کی چند روزہ حیات مستعار کے بعد یہاں سے وصال انتقال یعنی وفات کا انکار قرآن مجید کی نص قطعی کا انکار ہے۔جس کا کوئی مسلمان منکر نہیں ہے۔عقیدہ حیات النبی ﷺ سے مراد اس جہاں سے جانے کے بعد قیامت میں اٹھنے سے پہلے درمیان کا عالم جسے عالم برزخ کہا جاتا ہے، قبر اس کا ایک مکان، اس میں روح مع الجسد کے تعلق کا نام حیات ہے، اس کا سب سے پہلے انکار معتزلہ نے کیا پھر ملحدین اور قادیانیوں نے اور اب کئی منکرین حیات النبی ﷺ ان بے دینوں کے اعتقاد ونظریات کے ترجمان بنے ہوئے ہیں، اکابر علماء دیوبند اہل سنت والجماعت کے عقائد کی مسلم کتاب ''المہند علی المفند'' میں اس عقیدہ کی تشریح موجود ہے جو اسلاف امت کے عقیدہ کی ترجمان ہے۔

درود وسلام کا سماع عند القبر النبی ﷺ مسلم عقیدہ کا ایک حصہ ہے جس پر بے شمار احادیث نبویہ ﷺ دال ہیں، جن کا انکار ناممکن ومحال ہے، جو شخص عقیدہ حیات النبی ﷺ کا قائل ہوگا وہ یقیناً سماع درود وسلام عند قبر النبی ﷺ کا قائل ہوگا، اور جو درود وسلام عند قبر النبی ﷺ کا منکر ہوگا وہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کا کھلا منکر ہے، خواہ وہ حیات برزخی کا دعوی دار کیوں نہ ہو۔

محقق العصر، فضیلت الشیخ، امام الصرف والنحو، ولی کامل حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رئیس مدرسہ محمدیہ چوبرجی لاہور، شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ جو ہمارے شیخ مرشد الصلحاء وفداء صحابہ رضی اللہ عنہم واہل بیت رضی اللہ عنہم تاجدار سلسلہ رائے پور حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد خاص اور خلیفہ اجل ہیں، ایسے ہی شیخ الحدیث ولی کامل محدث جلیل حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور کے خلیفہ ارشد اور تلمیذ رشید ہیں، مولانا کے ہزاروں شاگرد ہیں، ان کے درس میں ہزاروں کی تعداد میں شمع پروانے کی طرح جان چھڑکتے ہیں۔

موصوف منکسر المزاج متواضع، کم گو، سادہ لباس، متبع سنت مگر حق گو، نڈر بے باک اور اکابر کے عقائد ونظریات کے خوبصورت ترجمان ہیں۔مولانا موصوف کے مختلف بیانات عقیدہ حیات النبی ﷺ کے مقدس عنوان پر کئے گئے ہیں جنھیں فاضل عزیز محمد شہباز عالم فاروقی صاحب جمع کرکے کتاب کی شکل میں شائع کر رہے ہیں۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مثل آفتاب روز محشر ہم سب کے لئے ذریعہ نجات اور وسیلہ شفاعت بنائے، آمین ثم آمین! والسلام ...... ابومحمد عبدالکریم ندیم ...... مہتمم جامعہ امدادالعلوم خانپور

تقریظ: محقق العصر حضرت مولانا مفتی محمد انور اکاڑوی صاحب مدظلہ

(جامعہ خیرالمدارس ملتان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد!

بندہ نے بھی اس کتاب کو دیکھا ہے، اہل سنت والجماعت کے مسلک کی اعتدال کے ساتھ ترجمانی کی ہے، بعض خوارق کا بھی ذکر ہے جو مشیت باری تعالیٰ کے تحت وقتاً فوقتاً ظہور پذیر ہوتے ہیں، بہر حال حیات انبیاء علیہم السلام متفقہ مسئلہ ہے کشف و کرامات کے ذریعہ اس کے اثرات کا ظہور خوارق میں سے ہے، جس پر خدا تعالیٰ چاہیں ظاہر ہوں جس پر چاہیں نہ ہو، اللہ تعالیٰ مؤلف کے لئے اس کو ذخیرہ آخرت بنائیں اور زائغین کی ہدایت اور اہل حق کے لئے طمانیت قلبی کا ذریعہ بنائیں، آمین! والسلام ...... محمد انور اکاڑوی ...... جامعہ خیرالمدارس ملتان

تقریظ: استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی ذکاء اللہ صاحب مدظلہ

(مدیر: دارالعلوم ساہیوال)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وجیہ الاسلام حضرت مولانا محمد حسن صاحب زید مجدہ کی کتاب ''خوشبو والا عقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' پڑھی جو آنکھ کے لئے موجب نور، دل کے لئے باعث سرور اور روح کے لئے ذریعہ انبساط ہوئی۔

حیات انبیاء کرام علیہم السلام بنص قرآن وحدیث ثابت ہے جس پر ایمان رکھنا فرض ہے۔ اسی بنا پر اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ ''محسن اعظم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں اجساد عنصریہ کے ساتھ حیات ہیں۔''

حضرت والا نے اس سلسلہ میں کتاب تالیف فرما کر اس پرفتن دور میں احسان فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت والا کی اس سعی کو قبول فرمائے اور امت مسلمہ کے لئے نافع بنائے، آمین! والسلام

محمد ذکاء اللہ ...... دارالعلوم ساہیوال

تقریظ: شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمن درخواستی صاحب

(امیر مرکز مجلس علماء اہل سنت والجماعت پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم، اما بعد!

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہم العالیہ کی زیر نظر کتاب ''خوشبو والا عقیدہ یعنی عقیدہ حیات

النبی ﷺ'' لکھ کر محبت رسول ﷺ کا اظہار اور اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کے عقیدے سے اپنی وابستگی کا ثبوت پیش کیا ہے اور نوجوانان اسلام کو اس عقیدہ کی اہمیت دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور دوسرے نوجوانان اسلام کو بھی اس طرح دین اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **محتاج دعا**

حبیب الرحمٰن درخواستی، خادم علوم نبویہ ...... مہتمم جامعہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خانپور

تقریظ: حضرت مولانا حافظ حسین احمد صاحب مدظلہ العالیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، امابعد!

''خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' فاضل مؤلف حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب کا ایک خوب صورت علمی شاہکار ہے، جس میں مؤلف نے حیات النبی ﷺ کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی ہے اور خاص طور پر اس پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے جس کا تعلق ایک عاشق رسول ﷺ کی عملی زندگی سے ہے۔ خوشبو ایسا تحفہ ہے جس کے رد کرنے سے حدیث شریف میں منع کیا گیا ہے۔ کتاب کا جوہر اور مغز خوشبو والاعتیدہ رکھنا ہی درحقیقت اس تحفہ کی قدردانی ہے۔ اس کتاب کے مؤلف کی طرح عزیز القدر محمد شہباز عالم فاروقی صاحب بھی مبارک باد کے مستحق ہیں جن کی محنت سے یہ کتاب اشاعت کے مراحل تک پہنچی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ فرمائیں۔ **والسلام** ...... حسین احمد ...... کونشن سینٹر اسلام آباد

تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمنان صاحب مدظلہ

(نائب مفتی و استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علیٰ آلہ و صحبہ و اھل بیتہ اجمعین، امابعد!

بندہ نے مذکورہ بیانات جواب کتابی شکل میں شائع ہو رہے ہیں ان کا مطالعہ کیا، ماشاء اللہ موصوف نے جس درد دل اور محبت اور عقیدت سے سرشار ہو کر عقیدہ حیات النبی ﷺ کو اجاگر کیا ہے اس کا ادراک ہر وہ شخص کر سکتا ہے جو ان کا مطالعہ کرے گا، بلاشبہ یہ بیانات رسول اقدس ﷺ کی ذات عالی سے محبت و عشق پیدا کرنے اور اہل سنت والجماعت اور اکابر دیوبند کے عقیدہ حقہ کو قلوب میں راسخ کرنے کے لئے بہت مفید ہیں، نیز اکابر پر اعتماد کرنے اور ان سے محبت رکھنے کو جس انداز میں بیان کیا گیا ہے، وہ قابل صد تحسین ہے، اللہ تعالیٰ محترم مولانا محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول و منظور فرمائیں اور ہم سب کو صحیح عقیدہ رکھنے اور اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین! **والسلام**

محمد عبدالمنان عفی عنہ ...... نائب مفتی و استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

تقریظ: شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی محمد ارشد الحسینی صاحب مدظلہ
(ابن حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفی والسلام علی عبادہ الذین اصطفی، اما بعد!

شریعت مطہرہ کے تمام عقائد کی بنیاد وحی الٰہی پر ہے۔ خواہ وحی متلو ہو یا غیر متلو۔ اس لئے ان عقائد کو ماننے والوں کے متعلق قرآن مجید کے شروع میں فرمادیا: ''اَلَّذِینَ یُؤْمِنُونَ بِالْغَیبِ'' (الآیہ) ان عقائد کو عقل کے پیمانے پر پرکھنا ممکن ہی نہیں، کیوں کہ جہاں عقل انسانی کی انتہاء ہے وہیں سے وحی الٰہی کی ابتداء ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان کی بلندیوں کی انتہاء پر فائز تھے۔ اس لئے نبی کریم، مخبر صادق ﷺ کے کسی بھی ارشاد کو عقل کی کسوٹی پر نہ پرکھا بلکہ ارشاد گرامی سنتے ہی پکار اٹھے: ''سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان تھا کہ ہماری آنکھیں، ہمارے کان غلطی کر سکتے ہیں لیکن جو صاحب وحی ﷺ نے فرمایا وہ غلط نہیں ہو سکتا۔ جو چیزیں مغیبات میں سے ہیں وہ ہماری آنکھوں سے تو اوجھل ہیں لیکن جس ذات کے بابرکات نے خود مشاہدہ فرمایا ہے ان سے سچا کائنات انسانی میں کوئی نہیں۔

کراماً کاتبین کی موجودگی، عذاب وثواب قبر اسی ارضی قبر میں، عرض اعمال سماع صلوۃ وسلام عند القبر الشریف۔ اسی پاکیزہ، منزہ جسد عنصری کے ساتھ حیات کا عقیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پھر پوری امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ خالق کائنات نے اپنے حبیب ﷺ کو امتیازی خصوصیات سے نوازا تھا۔ آپ پر نماز میں وحی آتی تھی، آپ کو نماز میں جنت نظر آتی تھی، آپ کے پسینے میں جنت کی خوشبو مہکتی تھی، آپ چلتے تو زمین لپٹ کر قدموں میں آجاتی تھی، آپ کے لعاب دہن مبارک سے کڑوا کنواں میٹھا ہو گیا۔ آپ کے ہاتھ کی برکت سے بوڑھی بکری کے تھن دودھ سے جوش مارنے لگے۔ آپ نے ام المومنین، صدیقہ کائنات، اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جبرائیل امین کا سلام پہنچا کر فرمایا، عائشہ! جبرائیل میرے پاس بیٹھا ہے جس میں دیکھ سکتا ہوں تو نہیں دیکھ سکتی اس کا پیغام میں سن سکتا ہوں تو نہیں سن سکتی، ام المومنین کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ وہ سن لیتے ہیں جو ہم نہیں سن سکتے، وہ دیکھ لیتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے۔

آپ ﷺ نے ہاتھ مبارک رکھا تو انگلیوں سے نہریں جاری ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے جو ارشاد فرمایا وہ حدیث بن گئی اور آپ ﷺ کے چہرہ انور کو جس خوش نصیب نے بحالت ایمان دیکھ لیا وہ صحابی رضی اللہ عنہ اور یقیناً جنتی بن گیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عبادات کے شوق میں فاستبقو الخیرات پر عمل کرتے ہوئے آپ ﷺ کے صوم وصال کو دیکھتے ہوئے ارادہ کیا کہ ہم بھی صوم وصال رکھ لیا کریں تو آپ ﷺ نے انہیں منع فرمادیا۔ پھر جب صحابہ کرام نے عرض کی کہ حضور ﷺ! آپ بھی تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ فرمایا: ''أَیُّکُمْ مِثْلِي؟ اَبِیتُ عِنْدَ رَبِّی هُوَ یُطْعِمُنِي وَیَسْقِینِی'' تم میں سے کون ہے جو میری طرح ہو؟ میں تو رات اپنے رب کے ہاں گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے پلاتا بھی ہے۔

دور حاضر کے معتزلہ (مماتیوں) نے جب نبی ﷺ کو اپنے اوپر قیاس کیا اور وحی الٰہی کے مقابلے میں اپنے عقلی گھوڑے دوڑائے تو ٹھوکر کھا گئے اور راہ حق سے بھٹک گئے۔ اس قبر ارضی میں ثواب بھی ہوتا ہے اور عذاب بھی۔ یہ فرمان رسول ﷺ ہے۔ لیکن مماتیوں نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اس قبر میں ایسے سانپ ہوں جن کی پھنکار

سے قیامت تک روئے زمین پر سبزہ نہ اُگے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ سبزہ قبرستان میں ہی ہوتا ہے (العیاذ باللہ)۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ''مَنْ صَلّٰی عَلَی عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ'' (الحدیث) اس کا انکار کرتے ہوئے جدید معتزلہ (مماتی) لکھتے ہیں اول تو یہ ناممکن ہے اور اگر ہو بھی تو عندیت کیسے ہوگی؟ کیوں کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک تک تو کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا، اندر حجرہ عائشہ ہے (رضی اللہ عنہا) پھر اس پر ایک عمارت ہے اور پھر اس پر ایک عمارت ہے اور گنبد خضری ہے۔ وغیرہ ذالک۔ یعنی یہ بات تو ہماری عقل میں نہیں آتی (العیاذ باللہ) عقیدہ حیات النبی سلام دور صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک پوری امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ مماتیوں کے پاس نہ کوئی آیت قرآنی ہے نہ حدیث رسول ہے اور نہ ہی اجماع امت اور نہ ہی کوئی مستند دلیل۔

<u>عجیب نکتہ</u>! مماتی، آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا انکار کرتے ہوئے یہ آیت پڑھتے ہیں: ''اِنَّكَ میت'' حالانکہ ایک ادنی دینی طالب علم بھی یہ سمجھتا ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو آپ ﷺ زندہ تھے اور یہ آیت کہتی ہے کہ آپ میت ہیں۔ اس وقت آیت بھی سچ اور آپ بھی زندہ تو جب اس وقت حق اور سچ ہے تو اب کیوں نہیں؟ آیت بھی ہے اور آپ ﷺ بھی اسی جسد عنصری کے ساتھ زندہ تشریف فرما ہیں۔ بایزید وقت، عارف باللہ حضرت مولانا محمد حسن صاحب دامت برکاتہم نے اس عقیدہ حیات النبی ﷺ کا اسم مبارک ''خوشبو والاعقیدہ'' رکھا ہے۔ میرے نزدیک یہ بھی الہامی نام ہے۔ کیوں کہ ظاہر بینوں کو تو صرف پھول نظر آتا ہے اس کی خوشبوان کی عقل میں نہیں آتی کیونکہ عقل خوشبو کی تعبیر نہیں کر سکتی۔ مگر ایمان والے پھول کو بھی مانتے ہیں اور اس کی خوشبو کو بھی مانتے ہیں اگر چہ عقل کی وہاں تک رسائی نہ ہو۔

اللہ کریم حضرت بایزید وقت دامت برکاتہم کے اس مہکتے ہوئے گلشن کی خوشبو سے فضائے عالم کو مزید معطر و معتبر بنائیں اور عشاق کے قلوب واذہان کو مسرور وشاداب بنائیں، آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ!

ایک گنہگار مگر امیدوار شفاعت امتی

قاضی محمد ارشد الحسینی خانقاہ مدنی اٹک شہر ...... ۱۴ ربیع المنور ۱۴۳۱ھ

تقریظ: حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید الرسل و خاتم الانبیاء و المرسلین، اما بعد!

میں نہایت مسرت کے ساتھ اس کتاب کی تصدیق وتائید کرتا ہوں، اہل حق کا موقف سمجھنے کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ لہٰذا اس کا مطالعہ ضرور کریں۔

والسلام

اللہ وسایا عفی عنہ

تقریظ: حضرت مولانا محمد یاسین صاحب

(جامعہ دار القرآن مسلم ٹاؤن فیصل آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید الرسل و خاتم الانبیاء و المرسلین، اما بعد!

''خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' عقائد اسلام کی جان اور ضروریات اہل سنت والجماعت

میں سے ہے۔اس کا منکر بھی حب نبی علیہ السلام کی خوشبو اور قرب نبی علیہ السلام کی لذت محسوس نہیں کر سکے گا۔عالم باعمل، ولی کامل، جامع المحاسن حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی تصنیف ''خوشبو والاعقیدہ'' ایک ایسی تصنیف ہے جس کی خوشبو اہل ایمان کے قلوب کو ہمیشہ معطر رکھے گی۔حق تعالیٰ شانہ حضرت مفتی صاحب موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور ان کی تصنیف کو قبولیت عامہ تامہ نصیب فرمائیں، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ تسیلماً کثیراً کثیراً!

والسلام

خادم القرآن ...... محمد یاسین

تقریظ: حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ و کفیٰ و السلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ و الصلوٰۃ و السلام علیٰ سید الانبیاء و المرسلین، امابعد!

استاذ العلماء جامع الکمالات العلمیہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ العالی کی شخصیت علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں، ہر سال سینکڑوں کی تعداد میں طلباء کرام آپ سے فیض یاب ہو کر اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں بندہ ناچیز کے ہاتھوں میں موجود مبارک کتاب ''خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' جو کہ مولانا محمد شہباز عالم فاروقی زید مجدہ صدر بزم حسان پاکستان نے ہدیہ کی اور اس پر کچھ لکھنے کا حکم بھی ساتھ ہی دے دیا۔

اس کتاب میں امت مسلمہ کے اجماعی اور متفقہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کو قرآن وسنت کے دلائل اور جید اکابر علماء کرام کی تصدیقات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔مولانا شہباز عالم فاروقی اور ان کی پوری ٹیم دل و جان کی گہرائیوں سے مبارک باد کے مستحق ہیں جن کی ترتیب و تدوین اور ذوق طباعت نے اس کو چار چاند لگا دیئے۔اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ان تمام حضرات کو اپنی رضا اور بہترین صلہ عطا فرمائے جو کسی طرح اس کتاب کی خدمت میں شریک رہے۔ والسلام ...... بندہ محمد کفایت اللہ......ختم بخاری شریف باب العلوم رائیونڈ

تقریظ: حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

سیکرٹری جنرل جمعیت علماء اسلام پاکستان (س)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام کے تمام عقائد ایسے ہیں کہ ان کی خوشبو نے دل و دماغ اور ماحول کو معطر کر رکھا ہے۔ایمان، عقائد سے عبارت ہے اور ایمان کا پودا جب دل کی زمین میں نشوونما پاتا ہے اور گلاب و چنبیلی کے پودوں سے کہیں بہتر خوشبو دینے لگتا ہے تو فضائیں اس خوشبو سے بھر جاتی ہیں۔عقائد میں ہر عقیدہ کی اپنی الگ خوشبو ہے۔عقیدہ توحید ہو یا آخرت پر یقین کا عقیدہ، ان کی خوشبو کی نوعیت اور ہے البتہ رسالت اور رسولوں کی صفات پر یقین و ایمان کی خوشبو ایسی جداگانہ ہے جس سے ایمان کا پورا چمنستان آباد ہے۔ایمان بالرسالت بنیاد ہے عقیدہ توحید اور ایمان بالآخرت کی اور پھر اس پر یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ نے تریسٹھ برس لوگوں کی نگاہوں کے سامنے رہتے

ہوئے بھی اور پھر رفیق اعلیٰ کی طرف منتقل ہو کر لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو جانے کے بعد بھی ایک دھوم مچا رکھی ہے اور خوشبوؤں کا ایک جہاں آباد کر رکھا ہے۔عقیدہ حیات النبی ﷺ خوشبو والاعقیدہ کہلاتا ہے۔

استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ العالی نے حیات انبیاء کے اس پہلو کو خوشبو والاعقیدہ قرار دے کر یہ کتاب مرتب کی ہے۔امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کو تو تریسٹھ برس کی زندگی میں کما حقہ سمجھا نہیں جا سکتا تھا کہ فرمایا: ''ایکم مثلی ابیت عند ربی وھو یطعمنی ویسقینی'' اور ''اعلم مالا تعلمون واسمع مالا تسمعون'' وفات کے بعد کی حیات کا کامل شعور اور ادراک کیسے ہو سکتا ہے۔اس حیات پر تو دنیا میں انسانوں اور فرشتوں کی حیات بھی رشک کرتی ہے اور اس حیات نے خوشبوؤں کی وہ دنیا بسا رکھی ہے کہ اس سے وہی شخص محروم رہ سکتا ہے جو بدقسمت بھی ہو، خوشبوؤں سے ناآشنا بھی۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد شہباز عالم فاروقی کو خوشبو والاعقیدہ ترتیب دے کر دل ودماغ اور ایمان کو معطر کرنے پر اپنی طرف سے بے پناہ جزا و ثواب سے نوازیں۔ان کی زندگی دراز ہو اور ان کے علم کی خوشبو سے زمانہ خوشبودار بنا رہے اور مہکتا رہے۔ والسلام ...... عبدالرؤف فاروقی

تقریظ: حضرت مولانا مفتی عبدالجبار صاحب

(خلیفہ مجاز حضرت صوفی محمد سرور صاحب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، امابعد!

برادر مکرم مولانا محمد حسن صاحب زید مجدھم کی کتاب کا احقر نے مطالعہ کیا، مولائے کریم موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائیں، ذخیرہ آخرت بنائیں، نافع فرمائیں اور ہم سب کو سرکار دو عالم ﷺ کی سفارش نصیب فرمائیں۔

عبدالجبار ...... مدرسہ اشرفیہ امدادیہ، سیکٹر نمبر ۱ میٹروول، سائٹ کراچی

تقریظ: حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب

(مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور)

باسمہ سبحان! جامعہ مدنیہ جدید کے استاذ الحدیث عزیز القدر مولانا محمد حسن صاحب زاد اللہ اقبالہ وحفظہ نے ''خوشبو والاعقیدہ'' کے عنوان سے جو زیر نظر کتاب تحریر کی ہے، بندہ اپنی معذوری اور کچھ نالائقی کی وجہ سے پوری طرح اس کو پڑھ نہیں سکا، کہیں کہیں سرسری پڑھنے کے بعد بندہ امیدوار بھی ہے اور دعا گو بھی کہ اللہ تعالیٰ اس کو خاص وعام کے لئے نافع بنا کر عزیز موصوف سلمہ تعالیٰ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے، آمین!

حیات ممات کے متعلق بندہ اس کتاب پر تحریر شیخ الحدیث الحاج حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتھم العالیہ کی تقریظ کی تائید کرتا ہے۔ والسلام

سید محمود میاں ...... خادم جامعہ مدنیہ جدید وخانقاہ حامدیہ

تقریظ: شیخ الحدیث، استاذ العلماء حضرت مولانا فیروز خان ثاقب صاحب

(تلمیذ رشید شیخ العرب والعجم حضرت سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ)

جو کہ آج کل شدید علالت میں ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو صحت یابی دے ان سے جب ہم نے کتاب کے حوالے سے بات کی تو انہوں نے بڑی خوشی کا ظہار کرتے ہوئے اپنے تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب کو فرمایا کہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب کی کتاب ''خوشبو والا عقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' اس پر میرا عقیدہ لکھوا دو۔ حضرت نے فرمایا کہ جو عقیدہ ہمارے اکابر دیوبند کا ہے نبی کریم ﷺ کی حیات کے بارے میں، میں بھی اسی عقیدہ پر متفق ہوں۔ اب اگر کوئی حیات کی بجائے ممات کا عقیدہ رکھے اس کا علماء دیوبند سے کوئی تعلق نہیں ہے اور جتنے بھی اکابرین نے اس کتاب پر تقریظات لکھیں ہیں میں ان تمام کی رائے کے ساتھ متفق ہوں۔

اس کے دعا کے ساتھ کہ اللہ رب العزت اس کتاب کو شہرت سے نوازے اور لوگوں کے عقائد باطلہ کی تردید کا سبب بنے۔ آمین!

از طرف......حضرت مولانا فیروز خان ثاقب صاحب

فاضل دار العلوم دیوبند، مہتمم دار العلوم مدنیہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

بقلم مولانا محمد اسحاق صاحب

تقریظ: جناب سید صولت حسین شاہ صاحب

(مدینہ منورہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب سے پہلے تو میں حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر درود بھیجتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کتاب پر کچھ لکھنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ زیر نظر کتاب ''خوشبو والا عقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' جو کہ پاکستان سے حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب کے خاص شاگرد محمد شہباز عالم فاروقی نے ارسال کی اور بندہ نے اس کا مطالعہ کیا۔ بندہ کو مطالعہ کرنے کے بعد ایسا محسوس ہوا جیسے کہ وہ ہر وقت روضہ اطہر کے سامنے ہیں۔ پڑھنے کے بعد اتنی ٹھنڈک اور قلبی سکون ملا اور پڑھنے کے بعد روضہ رسول ﷺ پر حاضری کے وقت اور بھی لگن اور طلب سی ہوگئی۔ حضرت نے اس کتاب کو تالیف کرکے ہمارے اوپر بہت بڑا احسان کیا اور میں دعا کرتا ہوں مولانا کے لئے اور شہباز فاروقی کے لئے کہ انہوں نے اس پر تخریج کرکے اس کو احسن انداز سے سنوار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین! **والسلام** ...... سید صولت حسین عفی عنہ ...... حال مقیم مدینہ منورہ

تقریظ: ترجمان اہل سنت والجماعت حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب مدظلہ

(ناظم اعلیٰ اتحاد اہل سنت والجماعت پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقیدہ حیات النبی ﷺ اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے، جس کا منکر اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے، گمراہ ہے۔ مبتدع فی العقیدہ ہے۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر بہت سے اکابر کی کتب منظر عام پر آچکی ہیں، اسی سلسلہ کی ایک کاوش حضرت اقدس مولانا محمد حسن صاحب مدظلہ کی بھی ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب عشاق رسالت کے لئے قلوب کی تسکین کا باعث اور شفاعت رسالت کا سبب ہوگی۔ حق تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ بالایمان فرمائے اور روز محشر سرکار دوعالم ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ! **والسلام** ...... **محمد الیاس گھمن**

تقریظ: محبوب الطلباء، شیخ الحدیث حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب دامت برکاتہم

(شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کبیر والا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

استاذ المدرسین محبوب الطلباء والعلماء جناب حضرت مولانا محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا زہد واتقاء اور مقام تدریس عوام وخواص میں مخفی نہیں، مولانا کی جدوجہد جہاں علوم دینیہ کی تدریس وتفہیم میں مثالی ہے وہاں ان کی دردمندانہ سعی مسلک حقہ کی ترویج اور عقائد ضروریہ کی اشاعت میں بھی خاطر خواہ ہے۔

زیر نظر رسالہ ''خوشبو والا عقیدہ حیات النبی ﷺ '' ان کے اسی مخلصانہ جذبہ کی ایک کڑی ہے، یہ مولانا کے چند بیانات کا مجموعہ ہے، جس میں دلنشین انداز میں اہل سنت والجماعت علماء حقہ متقدمین ومتاخرین کا متفقہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کا جامع خلاصہ پیش کیا گیا ہے اور پھر عزیزم حافظ محمد شہباز عالم صاحب نے اس کو جمع کیا اور تخریج کر کے سونے پر سہاگہ کا کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی محنتوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر اس کو شرف قبولیت سے نوازیں اور عوام خواص کے لئے استفادہ کا ذریعہ بنائیں، آمین ثم آمین! **والسلام**

ارشاد احمد ...... دارالعلوم کبیر والا

تقریظ: حضرت مولانا مفتی نعیم الدین صاحب مدظلہ

(شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقائد اسلامیہ میں سے ایک اہم عقیدہ حیات النبی ﷺ کا بھی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا جسم اطہر آپ کی قبر مبارک میں بالکل صحیح وسالم حالت میں ہے اس میں ذرا بھی تبدیلی نہیں ہوئی اور اس جسم مبارک سے آپ کی روح مبارک کا تعلق ہے اور ایسا قوی تعلق ہے کہ آپ اپنے روضے مبارکہ پر پڑھے جانے والے صلاۃ وسلام کو سنتے بھی ہیں اور جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں اور دور سے پڑھے جانے والے صلوٰۃ وسلام کو فرشتے آپ تک پہنچا دیتے ہیں، یہ عقیدہ تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے جو شروع دور سے چلا آرہا ہے۔ تمام اکابر دیوبند کثر اللہ سوادھم کا بھی یہی عقیدہ ہے جو اکابر دیوبند کے عقائد کی دستاویز کتاب ''المہند علی المفند'' میں درج ہے۔ قدیم اسلاف واکابر اس عقیدہ کی تقریراً وتحریراً اشاعت کرتے چلے آرہے ہیں، اس عقیدہ کی اہمیت کے پیش نظر بانی دارالعلوم دیوبند قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے بھی '' آب

حیات'' کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی تھی، دیگر اکابر بھی وقتاً فوقتاً لکھتے رہے ہیں۔

پیش نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں مرتب نے ہمارے مکرم ومحترم بزرگ مولانا محمد حسن صاحب زید مجدہم کے افادات کو جمع کیا ہے، ان افادات کو پڑھ کر قلبی سکون اور ایمان کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا کے ان افادات کو قبول ومنظور فرمائے اور عوام الناس کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ والسلام ...... نعیم الدین عفی عنہ

تقریظ: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف خان صاحب

(جامعہ اشرفیہ لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (الحدیث)

ارشاد نبوی ہے کہ: ''تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اسے اس کے ماں باپ، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔'' یہ کمال محبت انسان کے اندر کیسے پیدا ہوا؟

دراصل اللہ رب العزت نے انسان کی فطرت ایسی بنائی ہے کہ اس کے اندر جمال، کمال اور احسان کے ذریعہ محبت پیدا ہوجاتی ہے۔ خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس میں یہ تینوں مکمل طور پر موجود ہیں۔ کتاب ''خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' کی ایک ایک مستند روایت نبی کریم ﷺ کے جمال ظاہری اور جمال باطنی کو دل ودماغ میں بسانے کے لئے بہترین ذریعہ ہے۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ پر بہت سے جید علماء کرام کی تقریظات شامل ہیں۔ میں تمام کی تائید کرتا ہوں، ہمارے اکابر کا جو عقیدہ ہے وہی ہمارا عقیدہ ہے۔ عقیدہ حیات النبی ﷺ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، بار بار پڑھئے اور دوسروں کو سنایئے: ''اذا تکرر الکلام علی السمع تعرفی القلب'' جب بات کو بار بار دہرایا جائے تو دل میں جم جاتی ہے۔

دل میں خاتم النبیین ﷺ کی محبت کامل درجہ کی پیدا ہوگی تو ایمان کامل نصیب ہوگا۔ پھر اس محبت کے نتیجہ میں اتباع کامل بھی نصیب ہوگی۔ یہی دنیا وآخرت میں سب سے بڑی کامیابی ہے: ''ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما'' اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ کی اتباع نصیب فرمائیں۔ آمین! والسلام ...... احقر محمد یوسف خان

تقریظ: حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب

(سربراہ اہل سنت والجماعت پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقیدہ حیات النبی ﷺ امت مسلمہ کا ایک متفقہ اور مسلمہ عقیدہ ہے، جسے گرامی قدر جناب حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم نے خوشبو والاعقیدہ قرار دیا ہے اور اس کے خوشبودار ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ خوشبو پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اسے خوشبو والاعقیدہ، عقیدہ حیات

النبی ﷺ سمجھتے ہیں اور اس خوشبو سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ امام الصرف والنحو ولی کامل حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب نے اس خوب صورت عنوان پر قلم اٹھایا ہے اور بہت سارے اس مقدس خوشبو سے بھرے ہوئے واقعات کو اکٹھا کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خوب صورت انداز اور ترتیب کے ذریعہ سے اس خوشبو کو پھیلانے کی کوشش کی ہے اور وہ اس کوشش میں بڑی حد تک کامیاب نظر آ رہے ہیں۔

اللہ رب العزت انہیں بہت بہت جزئے خیر عطا فرمائے اور امت مسلمہ کو اس کتاب سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

والسلام ...... محمد احمد لدھیانوی

تقریظ: سید عدنان کاکاخیل صاحب

(جامعہ الرشید کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس میں کوئی کلام نہیں کہ مجدد الف ثانی سے لے کر شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تک ان گزشتہ تین سو سالوں میں برصغیر پاک و ہند نے آسمان تجدید و اصلاح کے جو آفتاب و مہتاب پیدا کئے ہیں عالم اسلام کی ماضی قریب کی تاریخ ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے اور چشم فلک نے مقبولین بارگاہ الٰہی کی ایسی جماعت اور اتنے قدسی نفوس کہیں اور نہ دیکھے ہوں گے۔ اس مقدس جماعت سے اعلائے کلمۃ اللہ غلبہ اسلام اور حمایت دین متین کی ایسی لازوال خدمت لی گئی ہے کہ پورا عالم اسلام عموما اور مسلمانان برصغیر کی گردنیں خصوصا ان کے احسانات کے آگے جھکی رہیں گی۔ سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور ان کے نامور اور باکمال خلفاء کی جماعت کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ ان کے متبعین اور پیروکاروں نے اپنے اسلاف سے ورثہ میں جو علمی و روحانی میراث پائی تھی اس کی حفاظت و اشاعت اور اس سے اپنے گہرے اور مضبوط تعلق میں جو استقامت دکھائی ہے وہ بجائے خود عزیمت کی ایک لازوال داستان ہے۔ امداد الٰہی سلسلۃ الذھب کی ایک خوش نما اور بارونق کڑی ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد حسن صاحب کی ذاتی گرامی ہے۔ اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلنے اور چلانے کی جو غیر معمولی تڑپ اللہ نے ان کو عطا فرمائی ہے وہ دیکھنے کی چیز ہے، لکھنے کی نہیں۔

زیر نظر کتاب ''خوشبو والا عقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' حضرت مولانا محمد حسن صاحب کے بیانات ہیں جو سرکار دو عالم ﷺ کے مبارک شہر میں کئے گئے اور حلقہ علماء و طلباء میں خصوصاً عامۃ الناس کے ہاں عموماً بہت مقبول ہوئے ہیں۔ اس لئے میرا بھی وہی عقیدہ ہے جو علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنے روضہ مبارک میں حیات ہیں اور روضہ مبارک کے سامنے پڑھا جانے والا درود خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھا جانے والا درود شریف فرشتے پہنچاتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پڑھنے والوں کو بھی اس ذوق و وجدان کا کچھ حصہ نصیب فرمائے، جس کا وافر حصہ صاحب کتاب کو نصیب ہے۔

والسلام

سید عدنان کاکاخیل ...... خادم الطلباء جامعۃ الرشید کراچی

تقریظ: حضرت مولانا عبدالغفور حیدری دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ہمارے مخدوم و مکرم بزرگ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ العالی کی تالیف کردہ کتاب ''خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' نظر سے گزری۔ ماشاء اللہ! بہت ہی خوب مضامین، بامقصد اسلوب، بہت مناسب عقیدہ حیات النبی ﷺ کے واقعات کو جدید طرز پر جمع کیا گیا ہے۔ خاص طور پر عقیدہ حیات النبی ﷺ قرآن کی روشنی میں، عقیدہ حیات النبی ﷺ حدیث مبارکہ کی روشنی میں، عقیدہ حیات النبی ﷺ اکابر علماء دیوبند کی نظر میں اور اس کے ساتھ ساتھ جید علماء کی رائے گرامی بھی موجود ہے جو کہ کتاب کی قبولیت کی ظاہری علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ محرر کے قلم اور علم میں طاقت عطا فرمائیں، آمین! عبدالغفور حیدری...... ختم نبوت کانفرنس جامعہ اشرفیہ لاہور

تقریظ: محقق اہل سنت حضرت مولانا عبدالقدوس قارن صاحب مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، امابعد!

حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہ کسی تعارف کے محتاج نہیں، ان کا شمار صرف ونحو میں بالخصوص اور درس نظامی کے دیگر فنون میں بالعموم ماہر مدرس اور طلبہ کے ہر دلعزیز اساتذہ میں ہوتا ہے اور روحانی اعتبار سے وقت کے کئی کامل شیوخ سے فیض حاصل کرنے کے ساتھ ہمارے امام اہل السنت حضرت گکھڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء مجازین میں سے ہیں۔ انہوں نے ایک رسالہ ''خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ مصنفین کی فہرست میں شامل ہونے کی غرض سے نہیں لکھا گیا، بلکہ سفر حج کے دوران عشق نبوی علی صاحبہا التحیۃ والتسلیمات سے متعلق ابھرنے والے جذبات کا اظہار ہے، حرمین شریفین میں بالخصوص حرم نبی میں ایک عام مسلمان کے عشق ومحبت سے بھرپور جذبات قابل دید ہوتے ہیں، مگر اکابر اسلاف کے دامن کے ساتھ وابستہ قرآن وسنت کی تعلیم دینے والے صحیح العقیدہ عالم کے جذبات کو احاطہ تحریر میں لایا ہی نہیں جاسکتا اس کے باوجود جس حد تک عوام الناس کو فائدہ پہنچایا جاسکتا ہو اس کو معرض تحریر میں لاکر اہل علم اپنے قلوب کی تسکین کا سامان مہیا فرماتے رہتے ہیں۔ اس رسالہ میں دلائل حاشیہ میں بیان کئے گئے تاکہ شکوک وشبہات پیدا کرنے والوں کا سد باب اور تحقیقی ذوق رکھنے والوں کے لئے سکون قلبی ہوجائے اور اصل کتاب میں انتہائی سادہ اور عشق ومحبت سے بھرپور انداز اختیار کیا گیا ہے تاکہ ہر درجہ کے طلبہ حتیٰ کہ تعلیم الاسلام پڑھنے والے طلبہ بھی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں اور اس عقیدہ کو ذہن نشین کر سکتے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور مبارکہ میں حیات کا مسئلہ امت کا متفق علیہ مسئلہ رہا ہے، جدید دور کے بعض معتزلہ نے اس کو اختلافی بنانے کی ناکام کوشش شروع کررکھی ہے جن کے پاس کوئی واضح دلیل نہیں ہے، وہ صرف قرآن

کریم کی بعض آیات کے خود ساختہ مفہوم لے کر اور بعض اکابر کی عبارات کو توڑ مروڑ کر اپنے باطل نظریات کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں اور حقیقت میں وہ اہل بدعت کی ترجمانی کر رہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے علماء دیوبند پر الزام تراشی کرتے ہوئے ان کی جانب یہ بات بھی منسوب کر دی کہ وہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک میں حیات کے منکر ہیں اس کے جواب میں علمائے دیوبند کی جانب سے مصدقہ ایک تحریر''المہند علی المفند'' کے نام سے شائع کی گئی جس میں واضح کیا گیا کہ ہمارا اور ہمارے اکابر کا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ اپنی قبر میں حیات ہیں اور روضہ اقدس کے پاس پڑھے گئے درود شریف کو خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھے جانے والے درود شریف کو فرشتوں کے ذریعہ سے حضور ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے، یہی نہیں بلکہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں، یہ معتزلہ اس بات کا پرچار کر رہے ہیں کہ''المہند علی المفند'' میں عقیدہ کا اظہار نہیں بلکہ یہ ایک وقتی مصلحت کے تقاضہ کے تحت لکھی گئی تحریر تھی اور وہ اپنے اس جاہلانہ انداز سے الزام تراشی کرنے والے طبقہ کی طرف داری اور ان کی ایجنٹی کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ ہمارے اکابر نہ مصلحت کوش تھے اور نہ ہی وہ تقیہ باز تھے، بلکہ انہوں نے جو لکھا اپنے عقیدہ کا اظہار بلا خوف لومۃ لائم کیا ہے، حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہ نے بھی اکابر اسلاف کے نظریہ کو اجاگر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کی تحریر سے عوام الناس کو استفادہ کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین یا الہ العالمین بحرمۃ سید المرسلین ﷺ! والسلام

عبدالقدوس قارن ...... جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

تقریظ: صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی صاحب (جانشین حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمہ اللہ)

(مہتمم جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد فیصل آباد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین!

حضرت مولانا محمد حسن مدظلہ علماء میں کسی تعارف کے محتاج نہیں، ان کی علمی کاوشیں علماء وطلباء میں بے حد مقبول ہیں۔ان کی جملہ تصانیف لائق صد تحسین ہیں، مگر عقیدہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر یہ کتاب اپنی مثال ہے۔موجودہ دور کا فتنہ مماتیت ایک ایسا فتنہ ہے، جو خطرناک ہونے کے ساتھ ساتھ اس لئے بھی قابل گرفت ہے کہ یہ لوگ علماء اہل سنت دیوبند سے اپنی نسبت ظاہر کرتے ہیں۔حالانکہ حیات النبی ﷺ کا عقیدہ ہمارے اکابر کا متفقہ عقیدہ ہے اور اس امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے روضہ مبارک میں جسمانی زندگی کے ساتھ حیات ہیں اور اپنے پاس درود پاک پڑھنے والوں کو براہ راست سنتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد حسن مدظلہ نے اس مسئلے کو دلائل نقلیہ، عقلیہ وکشفیہ سے ثابت کیا ہے جس میں دلنشین انداز میں اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ، عقیدہ حیات النبی ﷺ کا جامع خلاصہ پیش کیا گیا ہے، اس کتاب کی

تقریظات کے سلسلے میں جن جن حضرات نے اپنے تبصرے دیئے ہیں، میں ان تمام حضرات کی تائید کرتا ہوں اور مولانا شہباز عالم فاروقی کو اس کی اشاعت پر مبارک باد پیش کرتا ہوں، جو انہوں نے اس کتاب کو اچھے ذوق کے ساتھ اشاعت کے مراحل تک پہنچایا اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرف قبولیت عطاء فرمائے اور مؤلف ومرتب کو اس کا بہترین صلہ عطاء فرمائے، ویرحم اللہ عبدا قال امینا! والسلام

صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی ...... مہتمم جامعہ قاسمیہ فیصل آباد

ڈائریکٹر قاسمیہ کالج آف کامرس اینڈ سائنسز فارویمن

تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب مدظلہ

(دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ وعلیٰ کل من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین!

استاذ العلماء جامع الکمالات العلمیہ العملیہ حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہ العالی کی شخصیت علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ علوم نبوت کے طالبین سیکڑوں کی تعداد میں ہر سال آپ کے سامنے زانوئے ادب طے کرتے ہیں اور آپ کی جامع کمالات شخصیت سے فیض یاب ہو کر اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں۔

اس ناچیز کے ہاتھوں میں موجود مبارک منفرد اور حسین کتاب ''خوشبو والا عقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' حضرت موصوف کے علمی کارناموں میں ایک تابناک اضافہ ہے۔ واقعتاً اس معطر کتاب کی خوشبو نے عشاق کے مشام جان مہکا دیئے ہیں۔ اس کتاب میں امت مسلمہ کے اجماعی اور متفقہ عقیدہ ''عقیدہ حیات النبی ﷺ'' کو قرآن وسنت کے دلائل اور اکابر علماء کرام کی تصدیقات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ پاکستان زرخیز زمین میں خودرو جھاڑی کی طرح اگنے والے فتنہ مماتی نے نہ صرف اجماع کی چادر کو تار تار کیا بلکہ بہت سارے قابل رحم لوگوں کو دربار رسالت علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے فیضان سے محروم کر دیا۔ اس فتنہ کے تعفن نے ماحول پراگندہ کر دیا تھا۔ خوشبو کی ضرورت تھی اس جلیل القدر کتاب نے پوری کر دی ہے۔

اس کتاب کے مؤلف کی طرح عزیز القدر جناب محمد شہباز عالم فاروقی صاحب سلمہ دل و جان کی گہرائیوں سے مبارک باد کے مستحق ہیں جن کی ترتیب اور تدوین اور ذوق طباعت نے اس کو چار چاند لگا دیئے۔ خوشبو ایسا تحفہ ہے جس کے رد کرنے سے حدیث شریف میں منع کیا گیا ہے۔ کتاب کا جوہر اور مغز خوشبو والا عقیدہ رکھنا ہی درحقیقت اس تحفہ کی قدردانی ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ان تمام حضرات کو اپنی رضا اور بہترین صلہ عطا فرمائے جو کسی طرح اس کتاب کی خدمت میں شریک رہے اور امت مسلمہ کو اس کتاب سے فیض یاب فرما کر دور حاضر کے ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ فرمائیں۔ والسلام

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ ...... خادم الطلبہ، دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس کراچی

تقریظ: حضرت مولانا قاضی محمد انور صاحب مدظلہ العالی
(ممبر عدالت مجلس شوریٰ بلوچستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، امابعد!

آنحضرت ﷺ کا ارشاد عالی ہے: ''لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین'' یعنی تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد سے اور اس کی اولاد سے اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اس محبت نبویہ کو اجاگر کرنے کے لئے علماء کرام نے مختلف انداز میں اس کتاب میں رائے گرامی دی اور موجودہ دور میں ایک اہم عقیدہ یعنی حیات النبی ﷺ کو واضح کیا۔ ہمارے اکابرین نے اس موضوع پر بہت ساری کتابیں مرتب کی ہیں۔ مجملہ ان کے ایک کتاب ''خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' ہے جو کہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب کی تالیف کنندہ ہے، جو کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

جناب مولانا محمد شہباز عالم فاروقی کی کاوشیں باعث صد مبارک، اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ یہ عنداللہ مقبول ہو۔ اہل خیر و اہل علم حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اس معاملہ میں معاونت فرمائیں۔

قاضی محمد انور

ممبر عدالت مجلس شوریٰ بلوچستان ...... خادم جامعہ دارالعلوم بھاگناڑی بلوچستان

تقریظ: شیخ الحدیث حضرت مولانا نواز سیال صاحب مدظلہ العالیہ
(مہتمم جامعہ قادریہ حنفیہ ملتان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یارب صلی وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر خلق کلھم وعلی الہٖ واصحابہ اجمعین، امابعد!

جناب مولانا شہباز عالم فاروقی صاحب سے سالانہ ختم بخاری شریف جامعہ اسلامیہ باب العلوم رائے ونڈ ملاقات ہوئی تو مولانا شہباز عالم فاروقی نے ''خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' پر تقریظ لکھنے کی درخواست کی اور فرمایا یہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب کی کتاب ہے، استاذ جی مدینہ منورہ کے بیانات میں جن کو ترتیب دیا گیا ہے اور جید علماء و مشائخ کی رائے گرامی کو شامل کیا گیا ہے۔

مماتیب کے فتنہ نے ماحول گندا کردیا تھا خوشبو کی ضرورت تھی جو کہ مولانا شہباز فاروقی نے اس کتاب کو چھپوا کر اس کمی کو پورا کردیا ہے۔ قرب قیامت کا دور ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا مطالعہ علماء طلباء اور عوام الناس کے لئے مفید بنائیں اور مرتب موصوف کو دارین میں اس کی جزاء خیر عطا فرمائیں، آمین! والسلام

نواز سیال ...... سالانہ ختم بخاری شریف باب العلوم رائے ونڈ

تقریظ: حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی صاحب مدظلہ العالیہ
(راہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد!

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے شاگرد خاص اور خادم حافظ محمد شہباز عالم فاروقی نے یہ تالیف بنام ''خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' جو حضرت کے نام سے منسوب ہے، ان شاء اللہ مقبولیت کی دلیل۔ حضرت کا حضور ﷺ کی ذات گرامی سے عقیدہ اور محبت ان کے چہرہ کے حسن سے ہی عیاں ہے۔ امید ہے کہ قاری کو اس کے پڑھنے کے بعد ان شاء اللہ محبت مصطفیٰ ﷺ ضرور نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں اور خصوصاً ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام ...... بندہ ناچیز، محمد اکرم طوفانی

تقریظ: حضرت مولانا محمد رفیق جامی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
(فیصل آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ واصحابہ واتباعہ واولیاء امتہ اجمعین الی یوم الدین!

کتاب ''خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' میرے ہاتھ میں ہے جو کہ مولانا شہباز عالم فاروقی صاحب نے تھما دی اور فرمایا اس پر کچھ لکھیں۔ کیا کہنے! اعلیٰ کاغذ، اعلیٰ معیار، خوبصورت ڈیزائننگ اور جید اکابرین کی تقریظات پر مشتمل جو کہ ہمارے بزرگ ولی کامل حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ العالی کی تالیف کردہ ہے جو عقیدہ ہمارے بڑوں کا ہے وہی میرا عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حشر ہمارے اکابرین کے ساتھ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا اور آخرت میں سرخرو فرمائے اور موت کی سکرات سے محفوظ فرمائے۔ ایمان کی حفاظت فرمائے اور موت کے وقت کلمہ ایمان نصیب فرمائے، قبر اچھی فرمائے، آخرت کی رسوائی سے بچا کر عالی شان انعامات کا مستحق بنائے۔ جناب نبی اکرم ﷺ کی شفاعت اور جام کوثر عطا فرمائے۔ جہنم سے بچا کر جنت الفردوس عرش کے سایہ میں جگہ نصیب فرمائے اور اپنے خاص کرم و افضال کی بارش فرمائے۔

آمین یا الہ العالمین بجاہ الانبیاء والمرسلین واولیاء کاملین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و الہ واصحابہ وازواجہ واحبابہ واتباعہ واولیاء امتہ اجمعین!

والسلام

محمد رفیق جامی ...... احمد علی لاہوری مسجد اچھرہ

تقریظ: حضرت مولانا خلیفہ عبدالقیوم صاحب
(مرکزی سرپرست اعلیٰ اہل سنت والجماعت پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقیدہ حیات النبی ﷺ امت کا ایک متفقہ اور مسلمہ عقیدہ ہے اور اس عقیدہ کی حفاظت کے لئے ہمارے

اسلاف میں سے جس جس نے بھی کتاب کو چھپوایا ہے اس کو رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ ہم سرکار دو عالم ﷺ، انبیاء کرام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء کرام کے ادب واحترام کو ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے اکابرین کی صداقت کے لئے ان کی قبور مبارکہ سے فردوسی خوشبو پوری دنیا میں قرب قیامت کے دور میں مشاہدہ کروائی ہے۔ ہمارے اکابر کا حیات النبی ﷺ کے بارے میں جو عقیدہ ہے ہم حرف بحرف مانتے بھی ہیں اور حق جانتے بھی ہیں۔

والسلام ...... خلیفہ عبدالقیوم

تقریظ: حضرت مولانا عبدالحمید وٹو صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(خطیب اعظم یورپ وایشاء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین، اما بعد!

سرور کائنات، شافع محشر، ساقی کوثر، محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ، ہادی برحق، امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ وہ مبارک ہستی ہیں کہ جو رب ذوالجلال خالق کون ومکان مالک ارض وسماء کے بزرگی اور مرتبہ کی حامل ہے۔ ''بعد از خدائے بزرگ توئی قصہ مختصر'' کی شان وتعریف میں قلم اٹھانا اور اس کا حق ادا کرنا ایک ناممکن سا اقدام ہے، لیکن ہر انسان اپنی بساط کا مکلف ہے جس سے جو ہوا وہ کر گزرا، کسی نے قلم سے اپنے دل کو محبوب ﷺ کی تعریف سے تسکین پہنچائی اور کسی نے زبان کو استعمال میں لاکر اس میدان میں مختلف شہسواروں سے زور آزمائی کی۔ اس موجودہ صدی میں مولیٰ کریم کی بڑائی اور آقائے نامدار ﷺ کی عظمت جتنی بولی جارہی ہے اس کی نظیر ملنا ناممکن ہے۔

''خوشبو والا عقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' کتاب جو پیغمبر کی عظمت وشان فضیلت وبرتری کا نقیب ہے اور حیات النبی ﷺ جیسا اہم عقیدہ جو اس میں احسن انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اجر عظیم دے ہمارے برادر بھائی مولانا شہباز عالم فاروقی صاحب کو کہ انہوں نے عظیم کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبولیت سے نوازے، آمین!

والسلام عبدالحمید وٹو

تقریظ: حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز مجاہد صاحب

(سابقہ ایم این اے کرک)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

محسن کائنات، امام الانبیاء، تاجدار مدینہ ﷺ کی کون سی بات، کون سی ادا محبوب کیوں نہ ہو، جس کے بارے میں خود رب العالمین نے فرمایا: ''لولاک لما خلقت الافلاک'' اگر میں آپ کی تخلیق کا ارادہ نہ کرتا تو اپنی خدائی کا اظہار گوارا نہ کرتا۔ پوری کائنات اور انسانیت کے لئے مشعل راہ بالخصوص مسلمانوں کے لئے کامیابی وکامرانی کے راز صرف آقا دو عالم ﷺ کی تعلیمات اور ارشادات پر پورا پورا عمل کرنا اور حضور اقدس ﷺ کے ذات گرامی سے محبت اور پیار اس درجے تک ہونا جس کے بارے میں اقبال نے فرمایا:

تیرے دل دماغ تیرے رگ رگ میں نبی ﷺ کے عشق کے سودا نہیں تو کچھ بھی ہیں

حضرت مولانا مفتی شہباز عالم فاروقی کی کتاب ''خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' اس سلسلہ محبت کی ایک جھلک ہے۔ ہمارے اکابر کا حیات النبی ﷺ کے بارے میں جو عقیدہ ہے ہم حرف بحرف مانتے بھی ہیں اور حق جانتے بھی ہیں۔

والسلام ...... شاہ عبدالعزیز مجاہد عفی عنہ

سالانہ اجلاس جمعیت علماء اسلام پاکستان خضریٰ مسجد لاہور

تقریظ: حضرت مولانا محمد عالم طارق صاحب

(برادر اکبر حضرت مولانا اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یارب صلی وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم وعلی آلہ واصحابہ وعلمائہ وشھدائہ وصلحائہ امتہ اجمعین، امابعد!

حمد وصلوٰۃ کے بعد میں مشکور ہوں عزیزم محمد شہباز عالم فاروقی صاحب کا کہ انہوں نے ہمارے مخدوم مکرم حضرت مولانا محمد حسن صاحب کے حرمین شریفین کے اسفار کے بیانات پر مبنی مجموعہ ''خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' دکھایا اور کہا کہ اس پر تقریظ لکھ دیں، میں نے عذر کیا کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، مگر عزیزم کے اصرار پر ایک گفتگو جو اس عقیدہ کے متعلق ہے اس کو دیانت داری سے نقل کر دیتا ہوں۔ ملتان شہر کے مضافات میں مظفر گڑھ کی طرف پل مظفر آباد کے نام سے ایک سٹاپ ہے، اس کے متصل ایک بڑی مسجد میں سپاہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اکثر اجلاس ہوتے رہے ہیں۔ ایک اجلاس کے موقع پر میں بھی وہاں کسی غرض سے حاضر ہوا تو مسجد کے متصل جو کمرے ہیں ان کے اوپر والی منزل پر مولانا محمد اعظم طارق (شہید رحمۃ اللہ علیہ)، علامہ علی شیر حیدری (شہید رحمۃ اللہ علیہ)، مولانا محمد اسماعیل محمدی اور چند اور افراد موجود تھے، تو مولانا محمد اسماعیل محمدی صاحب نے علامہ علی شیر حیدری اور مولانا اعظم طارق (شہید رحمۃ اللہ علیہ) کو مخاطب کر کے کہا کہ بعض علاقوں میں لوگ ہم سے کہتے ہیں کہ مولانا اعظم طارق (شہید رحمۃ اللہ علیہ) حیات النبی ﷺ کا عقیدہ نہیں رکھتے۔ آپ وضاحت فرمائیں! علامہ علی شیر حیدری (شہید رحمۃ اللہ علیہ) نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اس طرح وضاحتوں سے فائدہ نہیں ہوگا۔ آپ علماء دیوبند کے عقائد ''المہند علی المفند'' لے آئیں ہم اس پر لکھ دیں گے کہ ہمارے عقائد یہی ہیں جو اس میں درج ہیں تو اس طرح مسئلہ مستقل حل ہو جائے گا۔ مولانا اسماعیل محمدی صاحب اس پر راضی ہو گئے اس کے بعد مولانا نے ان سے لکھوایا یا نہیں لکھوایا میرے علم میں نہیں ہے۔ میں نے جو دیکھا اور سنا اسے یہاں نقل کر دیا میرا بھی یہی عقیدہ ہے جو میرے برادر مولانا اعظم طارق شہید کا عقیدہ تھا۔ میں بھی عقیدہ حیات النبی ﷺ کا قائل ہوں اور اپنے تمام اکابر کی تائید کرتا ہوں۔

والسلام محمد عالم طارق

تقریظ: صاحبزادہ قاضی مطیع اللہ سعیدی صاحب

(سرپرست اعلیٰ بزم حسان پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہسوار خطابت مفتی شہباز عالم فاروقی صدر بزم حسان پاکستان محتاج تعارف نہیں، چونکہ ان کی صدائے

احسان کا طوطی پورے ملک میں بول رہا ہے اور عرصہ دراز سے ترتیب وتدوین میں وہ ایک کامیاب ہونے کی حیثیت سے لوگوں کے دلوں کو گرما رہے ہیں۔ بلکہ خداداد صلاحیت زمانہ طالب علمی ہی میں ان کے نام موجود ہے۔ جس کا دنیا آج بخوبی مشاہدہ کر رہی ہے۔ یقیناً ان کے اساتذہ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ آج آسمان خطابت پر ایک درخشندہ و تابندہ ستارہ بن کر چمک رہے ہیں۔ مولانا مفتی شہباز عالم صاحب نے ''خوشبو والا عقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' کتاب شائع کر کے امت محمدیہ پر احسان عظیم کیا ہے۔ یقیناً مولانا نے حیات النبی ﷺ جیسے ایک اہم موضوع کو حضرت مفتی محمد حسن کے بیان کردہ بیانات کو جمع فرمایا اور عقیدہ حیات النبی ﷺ کے موضوع کو ایک آسان انداز میں سمجھا دیا۔ حتیٰ کہ اولیٰ کا طالب علم بھی اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر اس قدر شگفتہ، روح پرور اور معلومات افزاء واقعات کا مجموعہ پہلی مرتبہ باصرہ نواز ہوا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو مزید ہمت عطا فرمائے۔ یہ کتاب کیا ہے؟ گلہائے رنگ کا حسین امتزاج ہے، جس کا ہر قاری ہر لحظہ عجیب سی چاشنی اور تسکین روح کا وافر سامان پاتا چلا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا شہباز عالم فاروقی کی اس محنت کو قبول فرمائے اور ہر مسلمان کو اس مجموعہ سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام ...... مطیع اللہ سعیدی

تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد ریاض جمیل صاحب مدظلہ العالی

(مہتمم مدرسۃ الحرمین الشریفین لاہور، چیئرمین فلاح ٹی وی پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ النبی الامین وعلی الہ الطیبین الطاہرین و اصحابہ اجمعین و علی من تبعھم باحسان الی یوم الدین و علی جمیع الحیاتیین، امابعد!

عقیدہ حیات میں اس امت کی حیات ہے اور ذکر حیات سرور کائنات علیہ افضل التحیات والتسلیمات کی حیات سے متعلق عقیدہ سلف وخلف کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اس پر قائم رہنا اہل سنت کی پہچان اور علماء دیوبند کے عقائد کا حامل ہونے کی نشانی ہے۔

میرے والد محترم فرمایا کرتے تھے کہ میں اس مجلس میں موجود تھا جس میں سب سے پہلے عقیدہ حیات کا انکار کیا گیا اور فرمایا کہ خیر المدارس کے سالانہ جلسہ میں دوران تقریر جب ایک مقرر نے مسجد کی دیوار کے ساتھ اپنی لاٹھی ٹکرا کر کہا تھا کہ جیسے یہ دیوار بے جان اور کسی احساس سے عاری ہے ایسے ہی مرنے کے بعد انسان سماعت سمیت تمام احساسات سے عاری ہوتا ہے۔ مجلس میں موجود علماء دیوبند کی عظیم ہستیوں کی نگاہ بصیرت اور عظمت کو سلام ہے کہ انہوں نے اس مجلس میں اس عقیدہ کی پرزور تردید کر کے بتا دیا کہ علماء دیوبند انکار حیات کے اس فتنہ پرور عقیدہ سے بری ہیں۔ زیر نظر کتاب میرے استاذ محترم و مرشد مکرم کے افادات پر مشتمل ہے اور راقم الحروف کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ جس مجلس میں حضرت استاذ محترم مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم کے دست مبارک اور بعد ازاں وجود مسعود سے عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بیان کے دوران خوشبوؤں کے جھلے اٹھنے لگے اور اس خبر نے بہت شہرت حاصل کی۔

میرے برادر مکرم مفتی محمد شہباز عالم فاروقی جو زم دم گفتگو، گرم دم جستجو کا مصداق ہے، سیمابی طبیعت کے مالک ہیں ہر دم کچھ نہ کچھ کر گزرنے کا جنون انہیں کسی دم چین سے نہیں بیٹھنے دیتا، ان کے اسی جذبہ جنون نے کتاب ''خوشبو والا عقیدہ'' کی صورت اختیار کی ہے اور چند مبارک مقامات پر کی جانے والی مبارک گفتگو کانوں میں رس گھولنے کے بعد ہواؤں میں تحلیل ہو جاتی ہے، لیکن اللہ جزائے عطا فرمائے حافظ شہباز عالم فاروقی کو جنہوں نے خوشبو (اس کو کہتے ہیں کہ جسے قید نہیں کیا جا سکتا ہے) قید کر کے قیامت تک آنے والے صحیح العقیدہ اہل سنت کے دل و دماغ کو معطر و منور کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ یہ خوبصورت خوشبو دار کتاب اپنی خوشبوؤں سے لوگوں کی تر و تازگی کا سامان فراہم کرتی رہے گی۔

والسلام ...... محمد ریاض جمیل

استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور ...... مدیر مدرسۃ الحرمین لاہور

تقریظ: پیر طریقت مخدوم العلماء شیخ المشائخ حضرت مولانا عبد الغفور صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(خلیفہ مجاز قطب الاقطاب امام الاولیاء خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات فقیر عبد الغفور عفی عنہ)

برادر عزیز حافظ محمد شہباز عالم فاروقی زید مجدہ کم کی مرتب کردہ کتاب بعنوان ''خوشبو والا عقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' موصوف مذکور نے اپنے مشفق استاذ عالم باعمل ولی کامل حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے بیانات اور تحریرات کو بہت ہی احسن طریقہ سے جمع کیا۔ اسلوب و مضمون دل نشین ہے۔ حیات النبی ﷺ کا مبارک عقیدہ چودہ سو سال کے علماء و صلحاء امت اور فقہائے دین کا اجماعی عقیدہ ہے۔ جس پر اکابرین علماء اہل سنت کی عبارات دال ہیں اور اس دور میں حضرت علماء دیوبند فقرہ ناجیہ مسلک کے ترجمان ہوئے ہیں اور ان کے عقائد ''المہند علی المفند'' (مؤلف خلیل امت حضرت سیدنا و مرشدنا مولانا خلیل احمد سہارنپوری نور اللہ مرقدہ) میں مذکور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکابرین کے ساتھ جمے رہنے کی توفیق عطا فرماویں اور اسی مسلک و مشرب پر زندگی بھر استقامت عطاء فرماویں اور متوحیدین و متشددین جنہوں نے اس اجمالی عقیدے اور دوسرے مسائل کا انکار کر کے ایک نئی راہ اختیار کر لی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت کی توفیق عطا فرما کر اکابرین حق ہی کے مسلک کے ساتھ وابستگی عطا فرمائے، آمین! اور یہی نجات کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقیدہ حیات النبی ﷺ کی اشاعت کی توفیق رفیق فرماویں، آمین!

بجاہ النبی الکریم و صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین، آمین یا رب العالمین بحرمتہ طٰہٰ و یٰس!

والسلام ...... از قلم: محمد زکریا عفی عنہ

تقریظ: حضرت اقدس ڈاکٹر عبد المقیم عفا اللہ تعالیٰ عنہ

(خلیفہ مجاز حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم! احباب ہمارے لاہور شہر کے معروف نوجوان مفتی محمد شہباز عالم فاروقی صاحب جو کہ صحیح العقیدہ والمسلک نوجوان عالم دین ہیں، جن کی ہمیشہ سے دینی کاوشیں قابل تحسین ہیں، بندہ کی دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔

''خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' طبع ہوکر علماء مشائخ سے داد تحسین حاصل کر چکی ہے، حضرت اقدس خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا مبارک تحریر میں ایک بہت بڑی حقیقت ہے، جناب مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی تصنیف، عقیدہ حیات النبی ﷺ جو خوشبوؤں سے بھری ہوئی ہے، حضرت اقدس خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر نے اس کتاب کی مہک کو چار چاند لگا دیئے ہیں، ان شاء اللہ! یہ کتاب صحیح عقائد کی ترجمان اور عشق رسول ﷺ پھیلانے کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ احقر کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبولیت تامہ نصیب فرمائے، آمین! والسلام

عبدالمقیم عفا اللہ تعالیٰ عنہ ...... ناظم الامور یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ لاہور

تقریظ: حضرت مولانا مفتی ساجد الرحیم صاحب دامت برکاتہم

(مہتمم جامعۃ الحسن ساہیوال)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے عالی حضرت جامع المعقول والمنقول، ولی کامل شفیق الوقت حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم عالیہ کی کتاب ''خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' بہت کم وقت میں ایک عالم کو معطر کر چکی ہے جو کہ اس عقیدہ کی حقانیت وصداقت اور اس کے مقبول من اللہ ہونے کی دلیل ہے۔ اللہ کریم اسے مزید قبولیت، مقبولیت اور نافعیت سے نوازے اور ہمیں اپنے ان اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا شہباز عالم فاروقی صاحب سلمہ اس کتاب کی نشر واشاعت میں مسلسل کوشاں رہتے ہیں مولائے کریم ان کو بھی اپنے شایان شان اجر عظیم عطا فرمائیں۔ آمین یارب العالمین! والسلام

ساجد الرحیم غفرلہ

خادم جامعۃ الحسن ساہیوال ...... مدیر اعلیٰ دین کی دنیا ساہیوال

تقریظ: فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا ڈاکٹر محمد الیاس فیصل صاحب مدظلہ

(سرپرست بزم قاسمی پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''خوشبو والاعقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' علمی شاہکار ہے، جس میں عزیزم مولانا محمد شہباز عالم فاروقی نے مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے حیات النبی ﷺ کے موضوع پر مختلف بیانات کو جمع فرما کر ایک کتابی شکل دے دی ہے۔ مفتی محمد حسن صاحب نے حیات النبی ﷺ کے مختلف پہلوؤں پر گفت گو کی ہے اور خاص طور پر اس پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے جس کا تعلق ایک عاشق رسول ﷺ کی عملی زندگی سے ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی زندگی اسوۂ رسول اکرم ﷺ کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور مؤلف کی اس مبارک کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے، آمین! والسلام

ڈاکٹر محمد الیاس ...... مدینہ منورہ

تقریظ: حضرت مولانا پیر سید محمد شاہ صاحب قریشی نقشبندی فضلی دامت برکاتہ
(سجادہ نشین خانقاہ نقشبندیہ، مجددیہ، فضلیہ، مسکین پور شریف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، امابعد!

الحمدللہ، فقیر نے آج ''خوشبو والا عقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ'' جو کہ امام الصرف والنحو، ولی کامل، رئیس المتقین، استاذ العلماء، حضرت مولانا محمد حسن صاحب دامت برکاتہ کے ارض مقدس مدینۃ الرسول میں کئے گئے بیانات و دیگر مجالس علمیہ کا بہت خوب صورت مجموعہ ہے، کو پڑھا۔ اس کے ایک ایک ورق و حرف میں مشک و عنبر سے کہیں زیادہ مہک موجود ہے، حقیقتاً یہ مجموعہ اہل حق علماء و صلحاء کرام کے غیر متزلزل عقائد پر مبنی ہے۔ فقیر اور فقیر کے مرشد و مربی و والد حضرت خواجہ پیر کلیم اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی یہی ہے۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ آپ نے خواب میں مسجد نبوی میں مواجہ شریف پر سلام پیش کیا تو آقائے نامدار ﷺ نے جواب بھی عطا فرمایا۔ مجھے بتایا کہ میں نے فوراً مڑ کر آواز دی کہ بلاؤ منکرین سماع کو وہ دیکھیں کہ آپ ﷺ نے سلام کو سنا بھی اور جواب بھی عطا فرمایا۔

ہمارے بڑے حضرات خواجہ پیر فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کا اور آپ کی جملہ جماعت اور خلفائے کرام کا عقیدہ بھی یہی تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عقیدے کی محبت میں زندگی و موت نصیب فرمائے۔ آمین، وما توفیقی الا باللہ!

والسلام...... فقیر: محمد شاہ قریشی عفی عنہ

دعائیہ کلمات
حضرت مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی، امابعد!

ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے، پوری دنیا کا دل پاکستان، پاکستان کا دل لاہور، لاہور کا دل چوبرجی، چوبرجی کا دل جامعہ محمدیہ اور جامعہ محمدیہ کا دل حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔ جو تقویٰ اور پرہیزگاری کے سمندر ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی زندگی میں برکت ڈالے اور اپنی رحمت و شفقت والا سایہ تادیر قائم رکھے۔ آمین!

والسلام ...... طارق جمیل

نعت رسول مقبول ﷺ

جو ان کے ہونٹوں پہ آ گیا ہے وہ لفظ قرآن ہو گیا ہے
جو لفظ قرآن ہو گیا ہے وہ میرا ایمان ہو گیا ہے

جو ان کے تلووں سے لگ گئے ہیں
وہ ذرے خورشید ہو گئے ہیں
جو ان کے قدموں نے چھو لیا ہے
وہ سنگ مرجان ہو گیا ہے
یہ وقت کی نبض تھم گئی کیوں
خاموش کیوں ہے نظام ہستی
ملک ہیں ششدر کہ عرش پر
آج کون مہماں ہو گیا ہے
مجھے مدینے کا شوق تھا پر
نہ زاد تقویٰ نہ زاد راہ تھا
درود پڑھتا رہا میں ان پر
تو کام آساں ہو گیا ہے
میرے پیغمبرؐ ہیں شان والے ہیں
ان کا سینہ ہے شان والا
ان کے سینے سے لگ جو گیا
وہ سینہ ذیشان ہو گیا ہے
جو ان کو مردہ سمجھ رہا ہو
یقین کر لے وہ خود ہے مردہ
حیات جاوید اس نے پائی جو
ان پہ قربان ہو گیا ہے
یہ میرا اعزاز ہے یقینا ہے
مجھ گیلانی کو ناز اس پر
نبیؐ کی مدحت سرائی کرنا
جو میری پہچان ہو گیا ہے

(کلام: سید سلمان گیلانی شاہ ...... سرپرست اعلیٰ بزم حسان پاکستان)

شفیع اعظم ﷺ دکھے دلوں کا پیام لے لو

نبی اکرمؐ شفیع اعظمؐ
دکھے دلوں کا پیام لے لو
تمام دنیا کے ہم ستائے
کھڑے ہوئے ہیں سلام لے لو
شکستہ کشتی ہے تیز دھارا
نظر سے روپوش ہے کنارا
نہیں کوئی ناخدا ہمارا
خبر تو عالی مقام لے لو
قدم قدم پہ ہے خوف رہزن
زمیں بھی دشمن فلک بھی دشمن
زمانہ ہم سے ہوا ہے بدظن
تمہیں محبت سے کام لے لو
کبھی تقاضا وفا کا ہم سے
کبھی مذاق جفا ہے ہم سے
تمام دنیا خفا ہے ہم سے
خبر تو خیر الانام لے لو
یہ کیسی منزل پہ آ گئے ہیں
نہ کوئی اپنا نہ ہم کسی کے
تم اپنے دامن میں آج آقا
تمام اپنے غلام لے لو
یہ دل میں ارمان ہے اپنے طیب
مزار اقدس پہ جا کے اک دن
سناؤں ان کو میں حال دل
کہوں میں ان سے سلام لے لو

(کلام: حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

پیش لفظ

حضرت مولانا حافظ ظفر اللہ شفیق صاحب دامت برکاتہم

(خلیفہ مجاز شیخ الشیوخ حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب زید مجدہم ...... شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے برزخ میں ایک خاص نوعیت کی بلند مرتبت حیات عطاء فرما رکھی ہے، جس کی کیفیت ہمارے فہم و شعور سے بالاتر ہے۔ یہ اہل السنہ والجماعہ کا متفق علیہ عقیدہ ہے۔

کچھ حضرات کہتے ہیں انبیاء علیہم السلام دنیوی موت وارد ہونے کے بعد برزخ میں بھی مسلسل ممات طاری رہتی ہے اور انہیں کسی چیز کا کچھ علم نہیں ہوتا۔ دلائل اپنی جگہ موجود ہیں، لیکن میں اس وقت دلائل سے ہٹ کر عقیدے کے اثرات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ عقیدہ اور نظریہ انسان کے اعمال اور اخلاق پر اثر انداز ہوتا ہے۔ انسان کی تمام تر مساعی عقیدے اور نظریئے کی مرہون منت ہوتی ہیں، عقیدہ نہ ہو تو عمل بے جان اور کھوکھلا ہوتا ہے۔ پھر اگر عقیدہ راست ہے تو عمل بھی راست ہوگا اور اگر عقیدہ کج ہے تو کردار میں بھی کجی ہوگی اور بھی سب ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ ایک شخص اگر زندہ ہے تو اس سے معاملات اور اس کی خواہشات کے بارے میں اور اس کی اولاد اور احباب کے بارے میں انسان کا رویہ کچھ اور ہوتا ہے اور اس کی موت کے ساتھ ہی رویے میں بھی تغیر آ جاتا ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں دیکھیئے کہ جو قوم اپنی نبی کو زندہ سمجھتی ہے، زندہ رہتی ہے۔ اس کے اعمال اور اخلاق میں بھی زندگی ہوتی اس کا کردار اجلا اور بلند ہوتا ہے اور جو قوم اپنے نبی کو مردہ سمجھتی ہے، اس کے اعمال اور اخلاق پر مردنی چھا جاتی ہے، اس کا کردار پست ہو جاتا ہے اور قومی اور اجتماعی معاملات میں وہ ہمیشہ الگ راہ پر چلتے ہیں۔

اپنے دائیں بائیں نظر دوڑایئے عقیدہ ممات رکھنے والے آپ کو انوکھی بات کہتے ہوئے اور امت سے الگ راہ پر چلتے ہوئے دکھائی دیں گے۔ گزشتہ امتوں کی گمراہی کا ایک سبب یہ رہا ہے کہ نبی وقت کے انتقال کے بعد اللہ تعالیٰ تو نظر نہیں آتا تھا، موت کے ساتھ نبی سے تعلق بھی ٹوٹ گیا تو اب کسی کی حیا باقی نہ رہی۔ پھر جو ان کے جی میں آیا، انہوں نے کیا۔ ہماری امت میں بھی دیکھیئے، اس عقیدہ کے اثرات آپ کو واضح نظر آئیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا، لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ”ارقبوا محمدا فی اھل بیتہ“ (بخاری) اہل بیت رضی اللہ عنہم کے بارے میں محمد ﷺ کا خیال رکھو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ دنیوی موت کے بعد رسول اللہ ﷺ کو ایک خاص شان کی برزخی حیات حاصل ہے اور دنیوی زندگی کی طرح اہل بیت رضی اللہ عنہم کی اذیت سے آپ ﷺ کو اذیت پہنچے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں بلند آواز سے باتیں کرنے والوں کو سزا کی دھمکی دی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے زور سے کیل ٹھونکنے والوں کو ٹوکا کہ رسول اللہ ﷺ کا خیال رکھو۔ رسول اللہ ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو پست رکھنے کا حکم دنیوی زندگی

کی طرح آج بھی برقرار ہے، لیکن یزید پلید کے دور پر جور میں ۶۱ھ میں کربلا میں اہل بیت رضی اللہ عنہم کو خاک وخون میں تڑپایا گیا اور ۶۳ھ میں مدینہ طیبہ اور مسجد نبوی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حرمت کو بری طرح پامال کیا گیا۔ یہ سب کچھ کرنے کی جرأت ان میں اس لئے پیدا ہوئی کہ وہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ پر ممات طاری ہے۔ہم جو کر رہے ہیں آپ ﷺ کو کچھ خبر نہیں۔سو بے حیا ہو گئے او جو کر سکتے تھے کر گزرے۔

ہماری تاریخ میں عقیدہ ممات کی یہ بدترین جفا کاری پہلی مرتبہ یزید پلید نے کی۔شرم وحیا کے سب ہی بندھنوں کو سب سے پہلے توڑنے والا یہی ملعون تھا۔آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جو مماتی ہوتا ہے وہ یزیدی بھی ہوتا ہے اور جو یزیدی ہوتا ہے وہ عموماً مماتی بھی ہوتا ہے۔

دس محرم ہماری تاریخ میں ایک دردناک تاریخ ہے، پوری امت اس روز غم میں ڈوبی ہوتی ہے، لیکن مماتیوں کے چہرے خوشی سے تمتمارہے ہوتے ہیں اور اگر دس محرم جمعہ کو آئے تو کئی مرتبہ مماتی خطیبوں کو مناقب یزید بیان کرتے ہوئے سنا گیا۔منبر رسول پر دشمنان اہل بیت رضی اللہ عنہم کے مناقب سے رسول اللہ ﷺ کو کتنی اذیت پہنچتی ہوگی، عقیدہ ممات سے لبریز مردہ دل اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

چند برس ہورہے ہیں عصر کی نماز کے بعد جنت البقیع سلام کے لئے حاضر ہوا، دیکھا کچھ دور ایک جمگھٹا ہے اور آوازیں بلند ہو رہی ہیں، قریب پہنچا تو ترکوں کی ایک جماعت تھی جن کی قیادت ایک بزرگ عالم کر رہے تھے۔ زائرین آگے جانا چاہتے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہم ہزاروں میل سے انہی زیارتوں کے لئے آتے ہیں، لیکن نوعمر سپاہی وقت کی کمی کے بہانے اجازت نہیں دے رہا تھا، حالانکہ مغرب میں ابھی کافی وقت باقی تھا۔ اس تکرار میں ترکی شیخ نے گنبد خضراء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''ہمیں اجازت دے دو ورنہ میں ابھی وہاں تمہاری شکایت کروں گا'' یہ ایسی بات تھی کہ پتھر بھی پسیج جاتا لیکن وہ نوعمر سپاہی نہایت شوخی سے بولا ''رُح رُح قل له انه مات'' جاؤ جاؤ! کہہ دو، وہ مر گئے ہیں۔ یہ ہے عقیدہ ممات کا اثر بد!

مواجہہ اقدس ﷺ پر ہم جو دیکھتے ہیں کہ عین چہرہ انور ﷺ کے سامنے ریش تراشیدہ سپاہی پشت کئے کھڑے ہوتے ہیں اور زائرین سے نہایت درشتی برتتے ہیں، یہ سب عقیدہ ممات کے برگ وبار ہیں۔عقیدہ حیات کے ساتھ بارگاہ عالی میں حاضر ہوں، صلوٰۃ وسلام پیش کریں اور عرض حال کریں، قلب میں ایک نور وسرور پائیں گے پھر اس سے پوچھتے جو عقیدہ ممات کے ساتھ حاضر ہوا ہے ایک تاریکی اور ویرانی کی کہانی سنیں گے۔

الغرض عقیدہ حیات سے ایمان زندہ رہتا ہے قلب وروح سے محبت کی خوشبو پھوٹتی ہے اور مرغزار امت کو تازگی نصیب ہوتی ہے۔خوشی ہے کہ برادر عزیز مولانا شہباز عالم فاروقی عقیدہ حیات کی خوشبو معاشرے میں پھیلانے کی سعی کر رہے ہیں۔بارگاہ اقدس میں قبول ہو!

والسلام ...... ظفر اللہ شفیق

شعبہ اسلامیات ایچی سن کالج، لاہور ...... خطیب مسجد خالد کیولری گراؤنڈ لاہور

۱۵ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ ...... ۱۷ جنوری ۲۰۱۷ء

***

قرآن وسنت کی روشنی میں عقیدہ حیات النبی ﷺ

۱...... قرآن پاک میں شہداء کے بارے میں حیات ثابت ہے اور آپ بھی مانتے ہو تو انبیاء علیہم السلام کی حیات ضرور ثابت ہوتی ہے۔

۲...... حضرت سلیمان علیہ السلام کے عصا کو کیڑوں نے کھالیا سختی کے باوجود، لیکن ان کے جسم کو نرمی کے باوجود بھی نہیں کھایا کیونکہ ان کے جسم اطہر میں حیات موجود تھی۔

۳...... سلیمان علیہ السلام کے بارے میں قرآن پاک میں ''خرّ'' آیا ہے ''سقط'' نہیں آیا، ''خرّ'' زندہ کے گرنے کو جب کہ ''سقط'' بے جان کے گرنے کو کہا جاتا ہے، اس سے حیات النبی ثابت ہوتی ہے۔

۴...... قرآن پاک میں ہے: ''ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما'' اور یہ لوگ جب آپ ﷺ کے پاس آویں جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہے تمہارے رب نے مہربانی فرمانا اپنے ذمہ مقرر کرلیا ہے۔ (انعام: ۵۵۴)

یہ حکم قیامت تک کے لئے عام ہے: ''ماقبل الموت ومابعد الموت''

۵...... قرآن پاک میں ہے کہ: یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے اگر تمہارے پاس آتے اور خدا سے بخشش مانگتے اور رسول (خدا) بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتے تو خدا کو معاف کرنے والا (اور) مہربان پاتے۔ (النساء ۶۴)

۶...... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دفن کے تین روز بعد ایک بدوی نے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر اس آیت کریمہ سے مغفرت طلب کی، روضہ اطہر سے صدا آئی: ''انہ قد غفر لک'' (تفسیر قرطبی ج۵، ص۲۶۵، ۲۶۶)

۷...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز ادا فرماتے ہیں، اس حدیث کو روایت کے ساتھ مسند بزار اور ابو یعلی نے مجمع زوائد ج ۸ ص ۲۱۱، مسند ابو یعلی ج ۶ حدیث ۳۴۲۵، فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۷، الجامع الصغیر ص ۱۲۴، حیات الانبیاء ص ۳، بیہقی وغیرہ وغیرہ۔

۸...... مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۴ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اپنے اس کمرہ میں جس میں کہ حضور ﷺ مدفون ہیں بلا حجاب داخل ہو جاتی تھی اور سمجھتی تھی کہ ایک تو میرے شوہر ہیں اور دوسرے میرے والد صاحب، پس جب ان کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین ہوئی تو اللہ کی قسم میں اس حجرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے بغیر پردہ کبھی نہ جاتی تھی، علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں ایک امر کی دلیل ہے کہ میت کا احترام بھی اسی طرح کیا جائے کہ جس طرح زندگی میں کیا جاتا ہے۔ (شرح طیبی ج ۳ ص ۴۱۸)

۹...... حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں واقعہ حرہ کے دنوں میں حضور ﷺ کی قبر شریف سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا رہا، یہاں تک کہ لوگ واپس آگئے۔

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۸۱، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۴۸، زرقانی ج ۵ ص ۳۳۲، ۳۳۳)

۱۰...... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزر ہوا

تو وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸، مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۸، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۴۲ وغیرہ [۱])

۱۱...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو بتایا کہ مات رسول اللہ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا رسول اللہ ﷺ کو ظاہری موت بھی نہیں آئی ہے، بلکہ آپ ﷺ آرام کر رہے ہیں ابھی اٹھ جائیں گے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ظاہری موت تو آئی ہے، آیت ''افان مات'' سے بھی یہی مراد ہے، حقیقت میں رسول اللہ ﷺ اور شہداء سب زندہ ہیں۔ شہداء صریح آیت سے اور رسول اللہ ﷺ دلالۃ النص سے، اگر رسول اللہ ﷺ کی حیات کے بارے میں صریح آیت ہوتی تو مماتی حضرات کافر سمجھے جاتے لہٰذا یہ فتنہ ضال مضل، خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا بدعتی فرقہ ہے، اہل سنت والجماعت سے بدعتی خارج مانا جائے گا اور اس فتنہ کا علماء دیوبند سے کوئی تعلق نہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور گمراہ کرنے کے خطرہ سے بچوں کو ان سے تعلیم دلوانے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔

۱۲...... حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو، کیونکہ وہ دن حاضری کا ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں مجھ پر کوئی شخص درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس سے فارغ ہو، میں نے کہا کہ وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا؟ فرمایا کہ ہاں بعد الوفات بھی پیش کیا جاتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام طیبہ کو کھائے، سو اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے اور اس کو رزق ملتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں حضرات

---

[۱] بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس حدیث کی سند میں حسن بن قتیبہ خزاعی ہیں جو کہ ائمہ جرح تعدیل کی نظر میں متروک الحدیث اور ضعیف ہیں۔ یاد رکھئے! مسند بزار کی سند میں یہ راوی (حسن بن قتیبہ خزاعی) ہے لیکن ہمارے پیش نظر مسند ابویعلی کی روایت ہے جس میں یہ راوی نہیں بلکہ محدثین کرام نے مسند ابویعلی کی سند کے تمام راویوں کی توثیق وتصحیح کی ہے۔

(۱) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وصححه البيهقي (فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲)

(۲) علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: رجال ابی یعلی ثقات (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱)

(۳) علامہ عزیزی فرماتے ہیں: وهو حديث صحيح (السراج المنیر ج ۲ ص ۱۳۴)

(۴) حضرت ملا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں: صح خبر الانبياء احياء في قبورهم (مرقات ج ۲ ص ۲۱۲)

(۵) علامہ مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هذا حديث صحيح (فیض القدیر ج ۳ ص ۱۸۴)

(۶) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے راویوں کو ثقہ کہا ہے۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۷ وجذب القلوب ص ۱۸۰)

(۷) قاضی شوکانی فرماتے ہیں: لما صح ان الانبياء احياء في قبورهم (تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین ص ۲۸)

(۸) علامہ سید سمہودی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: رواه ابو يعلى برجال ثقات ورواه البيهقي وصححه (وفاء الوفاء ج ۲، ص ۴۰۵)

(۹) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور یہ حدیث کہ انبیاء اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں صحیح ہے۔ (فضائل درود شریف ص ۳۷)

(۱۰) مولانا انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ووافقه الحافظ الخ (ترجمہ) امام بیہقی کی اس تصحیح پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اتفاق کیا ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۶۴)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کس طرح ہمارا درود آپ پر پیش کیا جائے گا۔ جب کہ آپ (بعد از وفات) بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد حرام کر دیئے ہیں (یعنی زمین ان کو نہیں کھاتی) اس حدیث مبارکہ کو امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ و مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔

۱...... حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند جید اور کھری ہے۔ (ترجمان السنہ ج ۳ ص ۲۹۷)

۲...... علامہ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یعنی اس کے تمام روای ثقہ ہیں۔ (السراج المنیر ج ۱ ص ۲۹۰)

***

عقیدہ حیات النبی ﷺ اکابر علماء دیوبند کی نظر میں

''جمیع علماء دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ہے کہ ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت محمد ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔'' (المہند علی المفند ص ۲۱)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

''آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔'' (ہدیۃ الشیعہ ص ۴۴)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

''رسول اللہ ﷺ بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام بالیقین قبر میں زندہ ہیں۔'' (ہدیۃ الشیعہ ص ۲۶۸)

محدث العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

''حضرت محمد ﷺ کے اس ارشاد کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں کا مطلب یہ نہیں کہ فقط ان کی ارواح زندہ ہیں بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام روح و بدن کے مجموعہ کے ساتھ زندہ ہیں۔'' (تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

''حضور پاک ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کو اس عالم کا رزق دیا جاتا ہے اور آپ ﷺ نماز پڑھتے ہیں جو کہ صرف لذت حاصل کرنے کے لئے ہے۔'' (نشر الطیب ماہنامہ الحسن کا حکیم الامت نمبر ص ۷۰۴ دسمبر ۱۹۸۷ء)

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

''اکابر علماء دیوبند وفات ظاہری کے بعد انبیاء کی حیات جسمانی کے صرف قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور و شور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہیں۔''

رئیس المفسرین مولانا حسین علی واں بھچراں رحمۃ اللہ علیہ

''حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے قبر کے پاس درود شریف پڑھا تو میں خود سنتا ہوں جس نے دور سے پڑھا تو مجھے پہنچایا جاتا ہے۔'' (تحریرات حدیث نمبر ۲۱۱)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

''علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ زندہ ہیں اپنی قبر شریف میں اور آپ ﷺ کے بدن اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اس پر اجماع ہے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء علیہم السلام کی حیات میں مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس موضوع پر مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔'' (فضائل درود شریف ص ۳۲، ۳۳)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ

''اکابر دیوبند برزخ میں آپ ﷺ کی جسمانی حیات کے قائل ہیں علماء دیوبند اس کے اقراری ہیں کہ آج بھی امت کے ایمان کا تحفظ گنبد خضریٰ کے منبع ایمانی سے ہو رہا ہے۔'' (ماہنامہ الرشید کا دارالعلوم دیوبند نمبر ۱۹۷۵ء)

حضرت امام اولیاء مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

''میرا عقیدہ وہی جو حضرات اکابر علماء دیوبند کا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں اسی جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا، انبیاء علیہم السلام کا ابدان دنیاوی کے ساتھ اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل سنت والجماعت کا اجماعی اور متفقہ عقیدہ ہے۔'' (خدام الدین دسمبر ۱۹۶۰ء)

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا عبد اللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۶۲ھ میں فریضہ حج ادا کرنے کے بعد روضہ رسول ﷺ پر اشعار کہے وہ یہ ہیں:

هو حی فی قبره کحیاة الانبیاء	وحرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء
حیاتهم اعلیٰ و اکمل من الشهداء	و شانهم ارفع فی الارض و السماء

<u>ترجمہ</u>: آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور اللہ نے زمین پر حرام کیا ہے کہ انبیاء کرام کے جسموں کو کھائے، انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے اعلیٰ و اکمل ہے اور انبیاء علیہم السلام کی شان زمین اور آسمان میں بہت اونچی ہے۔

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

''میرا اور میرے اکابر کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ اپنے روضہ اطہر میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیوی سے بھی قوی تر ہے جو حضرات اس مسئلہ کے منکر ہیں میں ان کو اہل حق نہیں سمجھتا نہ وہ علماء دیوبند کے مسلک پر ہیں۔'' (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۹۰، ۹۱)

***

منکرین حیات النبی ﷺ کے بارے میں دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

آنحضرت ﷺ اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں، آپ ﷺ کے مزار مبارک کے

پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے، آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں، ہمارے کان نہیں کہ ہم سنیں، آپ ﷺ اپنے مزار میں حیات ہیں، مزار مبارک کے ساتھ آپ ﷺ کا خصوصی تعلق بجسدہ و روحہ ہے، جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے اور وہ بدعتی ہے، خراب عقیدے والا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ حدیث میں ہے: ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء الحدیث''

''وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی من بعید اعلمته (رواه ابو شيخ وسنده جيد القول البديع، ص ۲۱۱) عن انس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ الانبياء صلوٰۃ اللہ علیہم احیاء فی قبورھم یصلون (رواہ ابن عدی والبیھقی وغیرھما)''

تین حدیثیں نقل کر دی ہیں، اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں، جا کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے وہ بدعتی ہے اور خارج از اہل سنت والجماعت ہے، غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ ﷺ سنتے بھی ہیں، اور اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں، واللہ اعلم بالصواب!

کتبہ السید مہدی حسن مفتی دار العلوم دیوبند

۱۳،۵،۱۳۷۶ھ

مہتمم دار العلوم دیوبند (انڈیا)

***

میرا عقیدہ حیات النبی ﷺ

شیخ المشائخ، محدث کبیر حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(شیخ الحدیث و بانی جامعہ مدنیہ قدیم و جامعہ مدنیہ جدید)

اسمہ سبحانہ وتعالیٰ!

میرا عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں وہی ہے جو اکابر دیوبند کا رہا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

۱...... ہمارے اکابر دیوبند کے شیخ المشائخ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی معروف کتاب ''فیوض الحرمین'' سے ان کا عقیدہ واضح ہے۔

۲...... ان کے بعد شیخ الحدیث اول روح دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز کی تصنیف ''آب حیات'' سے ان کا عقیدہ ظاہر ہے۔

۳...... مجدد مائۃ حاضرہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کا عقیدہ ان کی کتاب زبدۃ المناسک سے واضح ہے۔

یہ سب بزرگ آنحضرت ﷺ کی ایسی حیات کے قائل تھے جسے دنیوی برزخی کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے (اور جو کچھ کلمات خطاب و توسل زبدۃ المناسک میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائے ہیں وہ شارح ہدایہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر میں لکھے ہیں) (ملاحظہ ہو: فتح القدیر ج ۲ ص ۳۳۶ المقصد الثالث فی زیارۃ قبر النبی ﷺ)

۴...... حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حیات النبی ﷺ کے بارے میں ۱۳۲۵ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب خلیفہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ و شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور شارح ابوداؤد و مہاجر مدینہ منورہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''المہند'' میں تحریر فرمایا ہے:

السوال: ماقولکم فی حیوٰۃ النبی علیه الصلوٰۃ والسلام فی قبرہ الشریف هل ذالک امر مخصوص به ام مثل سائر المؤمنین رحمة الله علیهم حیوٰته برزخیة۔

الجواب: عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة ﷺ حی فی قبره الشریف وحیوٰته دنیویة من غیر تکلیف وهی مختصة به وبجمیع الانبیاء صلوات الله علیهم والشهداء۔ لابرزخیة کما هی حاصلة لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کما نص علیه العلامة السیوطی فی انباء الاذکیاء بحیوۃ الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی بحیواۃ الانبیاء الشهداء فی القبر کحیاتهم فی الدنیا ویشهد له صلوٰۃ موسٰی علیہ السلام فی قبره فان الصلوٰۃ تستدعی جسدا حیا الیٰ آخر ما قال فثبت بهذا ان حیوٰته دنیویة برزخیة لکونها فی عالم البرزخ ولشیخنا شمس الاسلام والدین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس الله سره العزیز فی هذا المبحث رسالة مستقلة دقیقة الماخذ بدیعة المسلک لم یر مثلها قد طبعت وشاعت فی الناس واسمها اٰب حیات ای ماء الحیوٰة۔ (از عقائد علمائے دیوبند ''المہند'' ص ۲۲۱ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

جس کا ترجمہ یہ ہے:

سوال: آپ حضرات جناب رسول اللہ ﷺ کی قبر میں حیات کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ کیا آپ کو کوئی خاص حیات حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے۔

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضور اکرم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے (یعنی آپ باشعور ہیں) البتہ دنیا میں جس طرح مکلف تھے اب مکلف نہیں ہیں اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، حیات کی یہ قسم محض برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو جیسا کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''انباء الأذكياء بحيوة الأنبياء'' میں بتصریح لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء و شہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ الخ! پس اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور برزخی ہے کیونکہ یہ عالم برزخ میں جاری اور حاصل ہے اور ہمارے شیخ حضرت محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے جس کا ماخذ نہایت دقیق ہے اور وہ انوکھے طرز کا بے مثل ہے جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے اُس کا نام ''آب حیات'' ہے۔

المہند کے مندرجات کی صحت پر علماء حرمین بلکہ دنیا بھر کے اساطین اُمت کے دستخط ہیں اور اُس کے مضامین کی تصدیقات و تقاریظ تحریر ہیں۔ سب سے پہلے دستخط حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اسیر مالٹا خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب و جانشین حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ قبورہم کے ہیں۔ پھر حضرت نانوتوی قدس سرہ کے تلمیذ خاص حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب امروہی رحمۃ اللہ علیہ کے اور حضرت مفتی عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ مفتی دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت مولانا رشید احمد

صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حکیم محمد حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ برادر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم علماء بلاد ہند کی تصدیقات درج ہیں۔ پھر علمائے مکہ مکرمہ کی تصدیقات ہیں پھر علماء و مفتیان کرام مدینہ منورہ کی طویل تحریرات و تصدیقات ہیں اور علماء شام میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں محمد ابوالخیر ابن عابدین کی تصدیق بھی ہے اور دیگر علماء شام کی بھی، جامع ازہر اور مصری علماء کی بھی۔ یہ سب المہند میں ہے ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔

۵...... ان حضرات کے بعد استاذنا المحترم شیخ العرب والعجم حضرت مولانا السید حسین احمد المدنی نور اللہ مرقدہ جنہوں نے دار العلوم دیوبند میں ایک ثلث صدی درس حدیث دیا اپنی کتاب ''نقش حیات'' میں یہ مضمون تحریر فرماتے ہیں: '' (علماء دیوبند) وفات ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی اور بقاء علاقہ بَینَ الرّوحِ وَالجِسمِ کے مثبت ہیں اور بڑے زور شور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔ رسالہ '' آب حیات'' نہایت مبسوط رسالہ خاص اسی مسئلہ کے لئے لکھا گیا ہے۔

نیز ھَدِیَۃُ الشِّیعَۃ أَجوِبَۃ أَربَعِین حصہ دوم اور دیگر رسائل مطبوعہ مصنفہ حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز اس مضمون سے بھرے ہوئے ہیں۔'' (نقش حیات ج ۱ ص ۱۰۳)

غرض اکابر دیوبند کا جو اہل سنت والجماعت حنفی ہیں سب کا یہی عقیدہ چلا آرہا ہے اور یہی میرا عقیدہ ہے۔

۶...... جناب شیخ محمد بن عبدالوہاب النجدی کے صاحبزادے جناب شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب لکھتے ہیں:

''والذی نعتقده ان رتبة نبینا محمد ﷺ اعلیٰ مراتب المخلوقین علی الاطلاق وانه فی قبره حی حیاة برزخية ابلغ من حياة الشهداء المنصوص عليها فی التنزيل اذ هو افضل منهم بلاريب وانه يسمع سلام المسلم عليه '' اور جو ہم اعتقاد رکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کا مرتبہ تمام مخلوقات سے علی الاطلاق اعلیٰ ترین رتبہ ہے اور یہ کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی قبر مبارک میں برزخی حیات حاصل ہے جو شہداء کی حیات سے بڑھ کر ہے جسے قرآن پاک میں بیان فرمایا گیا ہے کیونکہ آپ شہداء سے بلاشبہ افضل ہیں اور یہ عقیدہ ہے کہ آپ سلام کرنے والے کا سلام سنتے ہیں۔ (رسالۃ الشیخ عبداللہ ص ۱۴)

شیخ عبداللہ نے ''ابلغ من حياة الشهداء'' کا جملہ استعمال کیا ہے جیسے کہ سمجھانے کے لئے المہند وغیرہ میں بھی حیات دنیویہ کے الفاظ لکھے گئے ہیں۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہم نے اپنے ایک مضمون میں اس رسالہ کے اقتباسات دیئے ہیں پھر یہ مضمون دار العلوم دیوبند کے پندرہ روزہ عربی رسالہ ''الداعی'' میں بلا قساط شائع ہوا۔ مذکورہ بالا عبارت الداعی ۲۵ جنوری ۱۹۷۸ء کے شمارہ سے لی گئی ہے۔ بہرحال یہی وہ مسلک ہے جس پر علماء امت کا اتفاق چلا آرہا ہے۔

نوٹ: یہ امر بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ علی الاطلاق سماع موتی کے قائل تھے اور انتقال یا دفن کے بعد میت کو تلقین کرنے سے بھی منع نہ کرتے تھے، وہ لکھتے ہیں: ''وقد ثبت فی فی الصحیحین ان النبی ﷺ قال لقنوا امؤتاکم لا الٰه الا الله فتلقین المیت سنة مامور بها وقد ثبت ان المقبور یسال ویمتحن وانها یؤمر بالدعاء له فلهذا قیل ان التلقین ینفعه فان المیت یسمع النداء کما ثبت فی الصحیح عن النبی انه قال لیسمع قرع نعالهم وانه قال ما انتم باسمع لما اقول منهم وانه امرنا بالسلام علی المؤتی فقال ما من رجل یمر بقبر الرجل کان یعرفه فی الدنیا فیسلم الا رد الله علیه روحه حتی یرد علیه السلام'' (فتاویٰ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۹۸۲)

بخاری اور مسلم شریف میں یہ حدیث صحیح آئی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو لہذا میت کی تلقین سنت ہے جس کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ قبر میں تدفین کے بعد میت سے سوال ہوتا ہے اس کا امتحان ہوتا ہے اور یہ ہے کہ اس کے لئے دعا کے واسطے کہنا چاہیے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ تلقین میت کو فائدہ پہنچاتی ہے کیونکہ میت آواز سنتا ہے جیسا کہ صحیح روایت (بخاری) میں آیا ہے کہ وہ بلاشبہ ان کے جوتوں کی چاپ (اپنی قبر میں سے) سنتا ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں جو کچھ ان (بدر میں تین روز قبل ویران کنویں میں ڈالے گئے مقتول کافروں) سے کہہ رہا ہوں وہ تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے اور آپ نے ہمیں مردوں کو سلام کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو کوئی آدمی کسی قبر کے پاس سے گزرتا ہے اور صاحب قبر کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ (قبر میں) اس پر اس کی روح لوٹا دیتے ہیں حتیٰ کہ وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

لیکن ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی کے اسی حد تک قائل ہیں، جتنا حدیث شریف میں بتلایا گیا ہے۔

''اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ''

کتبہ

(۱) سید حامد میاں غفرلہ ...... ۲۳ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ، ۲ نومبر ۱۹۸۰ء یک شنبہ

(۲) عبدالحمید غفرلہ ...... مدرس جامعہ مدنیہ لاہور و فاضل دارالعلوم دیوبند

(۳) محمد کریم اللہ غفرلہ ...... مدرس جامعہ مدنیہ لاہور و فاضل دارالعلوم دیوبند

(۴) ظہور الحق ...... مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

(۵) عبدالرشید عفی عنہ ...... مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

***

ضمیمہ

مولانا نصیب اللہ خان سواتی، وارد حال گوجرانوالہ کے جواب میں مولانا سید حامد میاں فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ نے جو مسئلہ دریافت فرمایا ہے وہ آج کل پھر اٹھا ہوا ہے۔ علماء کرام نے دو بحثیں جدا جدا کر دی ہیں ایک کا تعلق انبیاء کرام سے ہے اور دوسری کا تعلق غیر انبیاء سے ہے۔

جنگ بدر کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ نے مردہ کافروں سے خطاب فرمایا ہے یہ روایت بخاری شریف میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس سے سماع موتی کے ثبوت پر استدلال فرماتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نفی فرماتی تھیں اور ان کا استدلال ''انک لا تسمع الموتی'' سے تھا۔

جب دو صحابیوں کا اختلاف ہوا تو ان میں سے جس کے قول کو بھی کوئی اختیار کرے باطل نہ ہوگا ٹھیک ہوگا۔ (دوسری طرح ''سماع موتی'' کے قائل حضرات ''انک لا تسمع الموتی'' سے ''سماع موتی'' ثابت کرتے ہیں جیسا کہ رسائل میں لکھا گیا ہے۔

لیکن انبیاء کرام کی خصوصیت الگ احادیث سے ثابت ہے، مثلاً یہ ہے کہ توجہ الی اللہ بدرجہ کمال مع شعور بعد الوفات بھی جاری رہتی ہے: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' انبیاء کرام زندہ ہیں وہ اپنی قبروں میں حالت نماز میں (مناجات رب میں) مصروف رہتے ہیں۔ شب معراج حضرت آدم، حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم اور دیگر انبیاء کرام (علیہم السلام) کی گفتگو اور بعض کے کام بھی صحیحین میں موجود ہیں۔ یہ روایتیں اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا حال وفات کے بعد غیر انبیاء سے مختلف ہوتا ہے۔

''موت'' نام ہے جسم سے روح کا اس طرح منفصل ہوجانے کا کہ دوبارہ اس کا تعلق بالجسم قیامت سے پہلے ایسا نہ ہو سکے جیسے اس انفصال سے پہلے تھا اگر ایسا تعلق دوبارہ ہو جائے تو اس انفصال کو ''نیند'' کہا جائے گا۔ ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضیٰ علیھا الموت ویرسل الاخریٰ الی اجل مسمی (پ ۲۴)'' ورنہ وفات اور موت کہا جائے گا اور اس معنی میں وفات انبیاء کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا ورنہ انبیاء کرام کی تدفین جائز نہ ہوتی حالانکہ تدفین کی گئی ہے، یہی ''انک میت'' اور ''قد خلت من قبلہ الرسل'' میں مراد ہے اور ''لبثت یوما او بعض یوم'' فرمانے میں حضرت عزیر علیہ السلام نے جو محسوس کیا وہی بتلایا اور جو محسوس کیا وہ صحیح تھا کیونکہ موت کے بعد روح کا تعلق ایک اور عالم سے ہوجاتا ہے وہاں زمانہ کا پیمانہ یہی ہے: ''ان یوماً عند ربک کالف سنۃ مما تعدون'' ایک دن ایک ہزار سال کا ہوا تو سو سال ایک دن کا کچھ حصہ ہی ہوں گے۔ آئنسٹائن کی حسابی تحقیق بھی یہ تھی کہ دوسرے کروں پر زمانہ کا اتنا زیادہ فرق ہے کہ اگر کبھی اہل زمین دوسرے کروں پر جائیں تو انہیں اپنے دوستوں سے مل کر جانا چاہئے کیونکہ دوسرے کرے میں وہ بہت تھوڑا عرصہ گزار کر جب واپس آئیں گے تو دنیا میں ستر سال گزر چکے ہوں گے اور دوست مر چکے ہوں گے۔ اب جس عالم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں وہاں بھی اسی قدر تفاوت زمانہ وکیفیات ہے وہ حمام سے غسل کر کے نکلے تھے واقعہ معراج تک ان کی ایسی ہی حالت تھی ''کانما خرج من دیماس'' اور ''یقطر رأسہ ماء'' سر سے پانی کے قطرات ٹپکتے جیسے لگ رہے تھے اور دنیا میں دوبارہ آنے کے وقت بھی یہی حال بتلایا گیا ہے۔ اس لئے حضرت عزیر علیہ السلام کے اس جواب سے استدلال تو کیا جا سکتا ہے کہ انہیں زمانہ گزرنے کا احساس نہیں ہوا یا اس عالم کے زمانے کا پیمانہ اور ہے عدم سماع کا استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

میرے پاس وقت نہیں ہوتا اس لئے معذرت کے ساتھ اسی قدر پر اکتفاء کرتا ہوں۔ عنایت اللہ شاہ صاحب مقلد نہیں ہیں جو غیر مقلد ہو وہ خود کو مجتہد مانتا ہے ممکن ہے کہ وہ خود ہی کسی وقت بدل جائیں۔

والسلام

حامد میاں غفرلہ ...... ۳ صفر ۱۴۰۲ھ، یکم دسمبر ۱۹۸۱ء سہ شنبہ

***

فتویٰ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف ضلع میانوالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک جمیع علماء کرام کا اجماعی طور پر عقیدہ ہے کہ حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان

کے ابدان مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں۔ روضہ اقدس پر جو درود شریف پڑھے وہ بلاواسطہ سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ حضرات دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے اب جو اس مسلک کے خلاف کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اس کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ جو شخص اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف رات دن تقریریں بھی کرے اور اپنے آپ کو دیوبندی بھی کہے یہ بات کم از کم ہمیں تو سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم اور اکابر دیوبند کے مسلک کا صحیح پابند بنا کر اس پر استقامت نصیب فرماوے، آمین!

فقیر خان محمد عفی عنہ ...... خانقاہ سراجیہ

***

عقیدہ حیات النبی ﷺ

نبیؐ کی غلامی میں آ کر تو دیکھو — ملے گا سکوں آزما کر تو دیکھو
ملے گی تمہیں دو جہانوں کی عزت — چہرے پہ سنت سجا کر تو دیکھو
زیارت بھی ہو گی شفاعت بھی ہو گی — درودوں کے نغمے سنا کر تو دیکھو
روضہ اقدس میں ہیں آقا زندہ — ذرا دل کے پردے ہٹا کر تو دیکھو
ملے گا سکون قلب و جاں کو تمہارے — ذرا ان کی محفل سجا کر تو دیکھو
صحابہؓ ہمارے ہمیں جاں سے پیارے — صحابہؓ کا نعرہ لگا کر تو دیکھو
صحابہؓ کا دشمن نبی کا ہے دشمن — اسے پاس سے تم بھگا کر تو دیکھو
عثمان! ڈریں گے یہ کفار سارے — ذرا اپنا جذبہ دکھا کر تو دیکھو

***

مقدمہ

امام الصرف والنحو ولی کامل شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! آقائے دو عالم ﷺ، فخر دو جہاں ﷺ، سرور کونین ﷺ کی ذات اقدس کیساتھ محبت کے سمندر میں جوش اور ولولہ پیدا کرنے والا عظیم عقیدہ وہ عقیدہ حیات النبی ﷺ ہے، یعنی حضور نبی کریم ﷺ اپنے روضہ اطہر میں حیات ہیں اور اس انداز سے آرام فرما ہیں کہ قریب سے درود شریف پڑھا جائے تو آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور اگر دور سے درود شریف پڑھا جائے فرشتوں کے ذریعے نام لیکر مثلاً فلاں بن فلاں بارگاہِ اقدس میں پہنچایا جاتا ہے اسی نیک عقیدہ کی برکت اور کشش ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ کے دیوانے پروانے سارے جہاں میں تڑپ رہے ہیں کہ ہم کب مدینہ منورہ پہنچ کر گنبد خضریٰ کی نورانی جالیوں کے سامنے کھڑے ہو کر درود وسلام کا ہدیہ

پیش کریں اور اپنے قلب وجگر اور جسم کے ایک ایک روئیں کو ٹھنڈا کریں اس نیک مبارک عقیدہ پر علمائے سلف وخلف اور پوری امت، امت کے محبین اور دیوانوں کا اجماع ہے۔

حدیث شریف میں ہے، البرکۃ مع اکابرکم (الحدیث) جیسے اللہ تعالیٰ نے گھر کی برکت بزرگوں کے وجود میں رکھی ہے اسی طرح ہمارے دین کی برکت بھی اپنے بزرگوں کے سایہ میں ہے ان کے ساتھ عقیدہ اور عمل کے اندر موافقت میں ہے۔ اس لئے میرے عزیز ہر جگہ ہوشیاری کام نہیں آتی بلکہ اپنے بڑوں کے سائے میں رہنے کی بڑی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اکابر کے نقش قدم پر رکھے۔

اس پُرفتن دور میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے اکابر علمائے دیوبند سے دین مبین کی اشاعت وخدمت کا بہت بڑا کام لیا ہے ان سب کا بھی یہی مبارک عقیدہ تھا ان کے ساتھ جڑنے میں برکت بھی ہے حفاظت بھی ہے اور آخرت کی ہمیشہ کی خوشیوں میں پہنچنے کی ضمانت بھی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین حق کی صحیح فہم نصیب فرمائے۔ احباب نے بندہ کے ٹوٹے پھوٹے بیانات کو جمع فرما کر مرتب کیا ہے۔ اللہ پاک سب کی نیک کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ (آمین)

عبد ضیف ...... محمد حسن عفی عنہ

خادم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور

مدرس جامعہ محمدیہ چوبرجی لاہور و جامعہ مدنیہ جدیدہ رائیونڈ لاہور

وجامعہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، گجومتہ لاہور و جامعہ محمد موسیٰ روحانی البازی رحمۃ اللہ علیہ رائیونڈ لاہور

مدینہ منورہ میں پہلا بیان عقیدہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر

اور برکت کے لئے ابتداء میں اُس قانون کا ذکر ہے جس میں اس مبارک عقیدہ کو بیان کیا گیا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رَبِّ العالمینَ والعَاقبۃُ للمتقین والصلوٰۃُ والسلامُ علٰی سید المرسلین

محمد وآلہ واصحابہ اجمعین، امابعد!

اگلے قانون کا نام ہے قُلنَ اور طُلنَ والا قانون۔ آپ نے قُلنَ یعنی شروع میں ضمہ کیوں پڑھا ہے۔

دیکھو! کل آپ نے پڑھا ہے کہ قُلنَ اصل میں قَوَلْنَ تھا یہاں ''واؤ'' کو ''الف'' سے بدلا ہے۔ قَالَ اور باَعَ والے قاعدے سے۔ قَالنَ ہو گیا پھر التقائے ساکنین علی غیرِ حدِّہ والا قانون جاری کیا کہ جب کہ پہلا ساکن مدہ ہو۔ یا نون خفیفہ کا ہو تو اس کو حذف کریں گے اور اگر پہلا ساکن مدہ نہ ہو اور نون خفیفہ نہ ہو تو اس ساکن کو حرکت کسرہ کی دیں گے۔ جو کلمے کہ آخر میں ہے۔ جیسے لَوِ اسۡتَطَعۡنَا اور اگر کوئی بھی ساکن آخر میں نہ ہو تو پہلے کو حرکت کسرہ کی دیں گے۔ جیسے یَخِصِّمُون اور یَهِدِّیٰ اس کی مثال ہے۔ اب اگلے قانون کا سمجھنا بالکل آسان ہے۔ وہ یہ ہے کہ واؤ مضموم ہو یا مفتوح ہو۔ صیغہ ہو ماضی معلوم کا، شش اقسام میں سے ثلاثی مجرد ہو۔ ہفت اقسام میں اجوف ہو، پھر وہ واؤ الف سے بدل کر گر جائے تو ''فاء'' کلمہ کو حرکت ضمہ کی دینی واجب ہے۔ تاکہ یہ ضمہ اس بات پر دلالت کرے کہ یہاں قبر میں واؤ دفن (حذف) ہوئی ہے اور یہ ضمہ واؤ کے لئے بمنزلہ ''کتبے'' کے ہے۔ جو قبر پر بطور نشان کے لگائے جاتے ہیں۔

آغاز بیان

اسی طرح آپ یہاں ایک اہم عقیدہ ذہن نشین کر لیں کہ قبر کا معاملہ بالکل برحق اور سچ ہے اور قبر کا عذاب اور ثواب برحق اور سچ ہے۔ اللہ اپنی مہربانی فرمائے۔

حدیث شریف میں آتا ہے: انما القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار (الحديث) کہ قبر کو مٹی کا ڈھیر مت سمجھو۔ یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

حضرت مولانا عمر پالن پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ڈاکٹروں کا سوال

ہمارے حضرت مولانا عمر پالنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ڈاکٹروں نے سوال کیا کہ حضرت آپ کہتے ہیں کہ قبر میں سانپ بھی موجود ہیں۔ بچھو بھی موجود ہیں۔ حالانکہ ہمیں تو نظر نہیں آتے؟

حضرت تو پھر بڑے حضرت تھے...... حضرت نے پھر لگے ہاتھ ڈاکٹروں کو لیا اور فرمایا: تم تو ڈاکٹر ہو۔ تم سب کی تحقیق ہے کہ آدمی کے جسم میں شوگر موجود ہے۔ ذرا مجھے ایک چمچ چینی کی نکال کر دکھاؤ۔ تمہاری تحقیق ہے کہ آدمی کے اندر لوہا موجود ہے۔ فرمایا مجھے ایک کیل نکال کر دکھاؤ۔ تم کہتے ہو کہ آدمی کے جسم میں نمکیات موجود ہیں تو مجھے ایک چمچ نمک کی نکال کر دکھاؤ۔ وہ سب ڈاکٹر کہنے لگے کہ حضرت انسان کے اندر یہ سب چیزیں موجود تو ہیں۔ لیکن دکھا نہیں سکتے۔ تو حضرت فرمانے لگے کہ ''قبر میں بھی سب کچھ موجود ہے۔ لیکن دکھا نہیں سکتے'' اگر دکھا دیں تو سب کی دوڑیں لگ جائیں۔

لہٰذا حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان بالکل برحق اور سچ ہے قبر کا معاملہ بالکل برحق اور سچ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قبر کے عذاب وثواب پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ کیونکہ قبر کا جہاں یہ برزخ کا جہاں ہے اور برزخ کا معنی ہے ''پردہ'' اور پردہ وہیں ہوتا ہے۔ جہاں پردے کے پیچھے کچھ ہو......!!!! اب یہاں پردے کے پیچھے کیا ہے......؟ لاکھوں نمبر کا چشمہ لگا کر پردے کے پیچھے چھپے ہوئے عذاب اور ثواب کے مناظر کو نہیں دیکھ سکتے۔ جب تک کہ آقائے دو عالم، فخر دو عالم ﷺ کے فرمان کے محبت اور عقیدت کا چشمہ نہ لگائے۔ کیا ماننے کے لئے اتنا کافی نہیں ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ فرما رہے ہیں کہ: ''قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں ایک گڑھا ہے۔'' اب ہمیں بظاہر مٹی کا ڈھیر نظر آ رہا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ کے فرمان کی محبت کا چشمہ لگا کر دیکھیں گے تو مومن کے لئے یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ نظر آئے گا۔ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ ہم کمزوروں کے ایمان کی تقویت کے لئے پردہ اٹھا دیتے ہیں۔ کسی کے ثواب سے پردہ اٹھا دیتے ہیں اور کسی کے عذاب سے پردہ اٹھا دیتے ہیں۔

حضرت شیخ موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دفن اور خوشبو کا واقعہ

جیسے ہمارے حضرت شیخ موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اللہ نے توفیق نصیب فرمائی۔ بندہ حضرت استاذوں کے غسل میں بھی شریک ہوا اور دفن میں بھی شریک ہوا۔ الحمدللہ ہمارے مدرسہ (جامعہ محمدیہ لاہور) کے طلباء وغیرہ نے کفن کا انتظام کیا۔ جہاں تک بھی ہو سکا خدمت میں حصہ لیا۔

الحمد للہ وہاں (لاہور میں) میانی قبرستان ہے۔ جہاں حضرت شیخ موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کیا گیا اور حضرت کی قبر راستے کے قریب تھی تو حضرت کی قبر کو راستے سے الگ کرنے کے لئے دیوار بنائی جارہی تھی تو اچانک قبر میں ایک سوراخ ہوا۔ حضرت کی قبر سے ایسی خوشبو نکلی کہ پورے قبرستان کو خوشبو سے معطر کر دیا۔ بندہ جمعہ کی نماز پڑھ کر حضرت شیخ موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر حاضر ہوا تو حضرت کی قبر جنت کے باغیچے کا منظر پیش کر رہی تھی اور حضرت کی قبر سے تھوڑی سی مٹی لے کر سونگھی تو دل، دماغ خوشبو سے معطر ہو گیا اور کچھ مٹی جیب میں ڈال لی اور گھر روانہ ہو گیا تو جب میں گھر پہنچا۔ تو میں نماز کے لئے وضو کرنے جارہا تھا تو چھوٹا بھائی مجھ سے کہنے لگا کہ: ''آپ کونسی خوشبو لگا کر آئے ہیں'' میں نے کہا خوشبو تو کوئی نہیں لگائی۔ میری جیب میں حضرت شیخ موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی مٹی ہے۔ اس کی خوشبو آرہی ہے۔ بڑی شان اللہ نے ان کو عطاء فرمائی تھی۔

حضرت شیخ موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پیش آنے والا میدانِ بدر کا واقعہ

حضرت شیخ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب واقعہ حضرت کے بیٹے نے مجھے سنایا۔ فرمانے لگے کہ: حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ میدانِ بدر میں حاضر ہوئے تو وہاں اللہ پاک کی ذات سے دعا کی کہ یا باری تعالیٰ میں ایک عرصہ سے حدیث شریف کی خدمت کر رہا ہوں۔ اگر یہ خدمت آپ کی بارگاہ میں قبول ہے تو مجھے بتلا دیا جائے کہ یہاں حضور ﷺ کے قدم مبارک کہاں کہاں لگے ہیں؟ تو کہتے ہیں کہ: حضرت یہ دعا کر کے فارغ ہوئے تو وہاں مختلف پتھروں سے آواز آنی شروع ہوگئی کہ: اَنَا مَوضِعُ قَدَمِ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ اَنَا مَوضِعُ قَدَمِ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ کہ میرے اوپر بھی حضور ﷺ کا مبارک قدم لگا ہے۔ میرے اوپر بھی حضور ﷺ کے مبارک قدم لگے ہیں۔ چودہ سو سال گئے وہ پتھر ابھی تک حضور ﷺ کے مبارک قدموں کو نہیں بھولے تو اسی سے اندازہ لگائیں کہ جہاں حضور ﷺ کا وجود مسعود ہے۔ اس مقام کی شان کا کیا عالم ہوگا۔ اس کی کیا شان ہوگی۔ وہ تصور سے بالا ہے۔

اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ

اس لئے میرے عزیز! اہل سنت کا اجماع ہے اور ہمارے تمام اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ یہی ہے کہ ''تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں حیات ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں''۔ حضور ﷺ اپنے روضۂ اطہر میں حیات ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم مولانا عثمان صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اس مبارک عقیدہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ: حضور ﷺ اپنے روضۂ اطہر میں اس انداز سے آرام فرما ہیں کہ قریب سے درود شریف پڑھا جائے تو آپ ﷺ خود سنتے ہیں۔ دور سے دُرود شریف پڑھا جائے۔ اللہ نے پوری زمین کو فرشتوں سے بھر رکھا ہے کہ جہاں بھی کوئی دیوانہ درود شریف پڑھتا ہے تو فرشتے نام لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں درود شریف کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔''

موجودہ دور میں یہ عقیدہ رکھنا

میں ساتھیوں سے عرض کر رہا تھا کہ اس زمانے میں اگر ہم یہ عقیدہ بھی رکھیں کہ کوئی مشرق میں یا مغرب میں دُرود شریف پڑھے اور حضور ﷺ اپنے روضۂ اطہر میں سماع فرمالیں۔ یہ بھی کوئی عقل کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ ادب کے خلاف ہے۔ میں نے کئی مرتبہ حضور ﷺ کے روضۂ اطہر کے قریب سے طلباء کو لاہور میں فون کیا۔ میں اُن کی

آواز سن رہا تھا۔ وہ میری آواز سن رہے تھے۔ بھائی عاطف نے مجھے یہاں مدینہ منورہ سے فون کیا۔ میں وہاں لاہور اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں ان کی آواز سن رہا تھا۔ وہ میری آواز سن رہے تھے۔

اب آپ بتاؤ کہ کیا یہاں سے کوئی سیدھی تار جاتی ہے؟ حالانکہ درمیان میں دریا بھی ہیں۔ بڑے بڑے پہاڑ بھی ہیں۔ لیکن سب کچھ چیرتی ہوئی آواز صاف پہنچتی ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے لوہے کے ان پرزوں میں یہ طاقت رکھی ہے کہ مشرق میں بولنے والے شخص کی آواز مغرب میں سنی جارہی ہے تو اللہ کے لئے کیا مشکل ہے کہ اپنے حبیب ﷺ پر کہیں بھی پڑھا جانے والا دُرود شریف وہ روضۂ اطہر میں سُنوا دیں۔ یہ عقل کے خلاف نہیں۔ بلکہ ادب کے خلاف ہے۔

کیونکہ وہ یوں کہ درود شریف ہدیہ ہے، تحفہ ہے اور ہدیہ پیش کرنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو خود جا کر پیش کیا جائے یا کسی کے ذریعے بھیجا جائے۔ یاد رکھنا! جو خوش نصیب حجاج یہاں تشریف لاتے ہیں۔ وہ تو دُرود شریف کا ہدیہ خود پہنچ کر پیش کرتے ہیں۔ اب آپ بتلائیں؟ حجاج کے علاوہ کتنے لوگ ہیں۔ جو تڑپنے والے ہیں۔ جن کی زندگیاں گزر گئی ہیں۔ مدینے کے لئے تڑپتے تڑپتے۔ یہ تو اللہ کی رحمت ہے، اللہ کا فضل ہے، اللہ کا شکر ہے، اللہ کی مہربانی ہے۔ اللہ نے اپنی رحمت سے اپنے عزیزوں کو مدینہ منورہ کا قیام نصیب فرما رکھا ہے۔

طلباء اور عوام کا روضۂ اقدس سے عشق

اب میرے پاس یہاں خطوط رکھے ہیں طلباء کے خط پڑھ کر آدمی کو سوائے رونے کے کچھ نہیں ملتا۔ ایسے تڑپتے ہیں۔ ایک دفعہ...... مجھے ٹکٹ مل گیا اور ایک آدمی کو نہیں ملا تو وہ مجھے گلے لگا کر رو رہا تھا۔ کہتا تھا آپ جارہے ہیں۔ لیکن ہمارا یہ سلسلہ رہ گیا ہے۔ بڑے تڑپنے والے ہیں۔

میرے عزیز! آپ حضرات بہت خوش قسمت ہیں۔ بڑی اللہ کی نعمت ہے۔ اللہ نے جہاں آپ کو بیٹھا رکھا ہے اور جہاں آپ کو پہنچا رکھا ہے۔ اللہ کی اس نعمت کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے۔ کم ہے۔ بہت بڑی اللہ کی نعمت ہے۔ بہت سے دیوانے جو یہاں پہنچ نہیں سکتے تو انہوں نے اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا باری تعالیٰ! ہمارے لئے بھی کوئی انتظام فرما دیں اس مبارک ہدیہ کو بھیجنے کا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی فرمایا؛ گھبراؤ نہیں! ہم نے پوری زمین کو فرشتوں سے بھر رکھا ہے کہ جہاں بھی ہمارے محبوب ﷺ کا کوئی دیوانہ درود شریف پڑھے گا۔ فرشتہ نام لے کر بارگاہ اقدس میں درود شریف کا ہدیہ پیش کرے گا۔

گنبد خضراء پر فرشتے کا تقرّر

بعض روایات میں آتا ہے؛ کہ گنبد خضراء پر اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے۔ اس کو اللہ نے اتنی قوت سماعت دے رکھی ہے کہ جہاں بھی کوئی شخص درود شریف پڑھتا ہے۔ وہ سُن لیتا ہے اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہے۔ بعض لوگ ایک عقلی اشکال کرتے ہیں کہ اتنے لوگ دُرود شریف پیش کرتے ہیں تو حضور ﷺ سب کا جواب کیسے دیتے ہیں؟

اس کا جواب ہمارے حضرت مولانا نذیر اللہ خان صاحب گجرات والوں نے دیا۔ فرمایا کہ یہ دیکھو! ٹیلی فون ایکسچینج پر آپ چلے جائیں۔ وہاں پر ایک ہی وقت میں سینکڑوں۔ بلکہ ہزاروں کالیں آرہی ہوتی ہیں اور ہر ایک

کو جواب مل رہا ہوتا ہے تو اب آپ بتاؤ! کہ کیا وہاں جواب دینے کے لئے کوئی سینکڑوں لوگ کھڑے ہوتے ہیں؟ نہیں...... بلکہ جو کمپیوٹر کے پرزے ہیں۔ اللہ نے ان میں طاقت رکھی ہے کہ ایک ہی وقت میں سُن بھی رہیں ہیں۔ جواب بھی دے رہے ہیں تو جب ان پُرزوں میں اتنی طاقت ہے تو حضور ﷺ کی ذات اقدس کو اللہ تعالیٰ نے جو روحانی قوت عطاء فرمائی ہے۔ اس کی تو کوئی مثال ہی نہیں ہے۔

حضور ﷺ کی روح مبارک کا حال

یاد رکھنا......! ہمارے ایک نیک استاذ فرمانے لگے کہ حضور ﷺ کی روح مبارک ہر وقت اللہ پاک کے دیدار میں مستغرق رہتی ہے۔ ڈوبی ہوئی ہوتی ہے۔ فرمایا جب بھی کوئی سلام پیش کرتا ہے۔ آپ ﷺ کی روح مبارک کے ایک حصے کو متوجہ کر کے۔ سب کے سلام کا جواب دے دیا جاتا ہے۔ جن کو اللہ نے آنکھیں دی ہیں تو اللہ پاک اُنکو یہ نورانی منظر دکھا بھی دیتے ہیں۔

حضور ﷺ کا اپنے خاص مہمانوں کی میزبانی کرنا

(یعنی آپ ﷺ کی مبارک دعا و توجہ کی برکت سے من جانب اللہ کسی بندہ کے دل میں میزبانی کا خیال القاء ہونا) ہمارے حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ (جن کی قبر جنت البقیع میں ہے آخر میں ان کا قیام یہیں رہا ہے) کے پاس ایک آدمی آیا تو حضرت فرمانے لگے کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ: ''حضور ﷺ اپنے خاص مہمانوں کی میزبانی فرما رہے ہیں۔ وہ جو سننے والا آدمی تھا۔ اس کو کچھ تردد ہوا۔ حضرت نے پھر قسم اٹھا کر کہا کہ وَاللہ......! خود میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ عجیب اللہ کی شان ہے۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کا واقعہ

ہمارے وہاں باب العلوم کہروڑ پکا میں ایک استاذ حضرت مولانا حبیب الرحمن مدنی صاحب ہیں۔ پچھلے سال یہاں حج کے سفر میں بھی ہم اکٹھے تھے۔ بس وہ بڑے عجیب استاذ ہیں، سیدھے سادھے ہیں۔ اللہ والے ہیں تو ان کے ذہن میں ایک اعتقاد تھا۔ نیک اعتقاد، پختہ اعتقاد کہ مدینہ منورہ میں تو ہم حضور ﷺ کے مہمان ہوتے ہیں اور مہمان کا کھانا پینا میزبان کے ذمے ہوتا ہے تو وہ مکہ مکرمہ سے جیسے ہی مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں ایک قاری صاحب تھے۔ جن کو میں نے بھی دیکھا تھا۔ ان کے ہاں اپنا سامان رکھا تو سامان رکھنے کے بعد قاری صاحب کہنے لگے کہ آپ حرم میں جا رہے ہیں تو ایک بات یاد رکھیں! کہ آپ کا صبح و شام کا کھانا میرے ذمے ہے۔ بس آپ نے کہیں سے بھی نہیں کھانا تو وہ مہمانی شروع ہوگئی۔

اب کئی دن گزر گئے تو ان کو چائے کا شوق ہوتا تھا۔ صبح و شام کھانا تو مل رہا تھا۔ لیکن چائے نہیں مل رہی تھی تو کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضور ﷺ کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے صبح و شام کا کھانا تو مل رہا ہے۔ لیکن چائے نہیں مل رہی۔ وہ کہنے لگے کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں ''درخواست'' پیش کر کے آ گیا تو کہتے ہیں کہ میں اس کے بعد مسجد نبوی کے کتب خانے میں مطالعہ کے لئے گیا۔ وہاں ایک نوجوان مل گیا۔ تھوڑی دیر اس کے ساتھ بات چیت ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ آپ کو میں نے چائے پلانی ہے، چائے۔

تو مولانا صاحب کہنے لگے کہ بس ملاقات ہوگئی ہے۔ کافی ہے۔ تو وہ نوجوان کہنے لگا کہ نہیں! بس آپ کو چائے پلانی ہے۔ اب وہ نوجوان لے گیا ہوٹل پر چائے پلائی۔ پھر آپس میں بات کرنے لگے تو وہ کہنے لگے کہ جب بھی آپ نے چائے پینی ہو تو یہاں آکر پی لیا کریں۔ میں ہوٹل والے کو پیسے دے دیتا ہوں تو مولانا صاحب کہنے لگے کہ نہیں بس آپ نے ایک مرتبہ پلا دی ہے۔ یہی کافی ہے۔ آپس میں تکرار کرنے لگے وہ ہوٹل والا سن رہا تھا۔ وہ کہنے لگا آپ دونوں چھوڑ دو! ان مولوی صاحب کو جب بھی دن میں جتنی مرتبہ چائے پینی ہو تو یہاں آجایا کریں۔ فکر نہ کریں۔ کہیں اور نہ جائیں تو وہ خود فرمانے لگے کہ میں جب بھی راستے میں آتا۔ وہ ہوٹل سے نکل کر کھڑا ہو جاتا اور کہتا کہ چائے پی کر جائیں۔ پہلے چائے پیئیں پھر حرم جائیں۔ اللہ نے یوں انتظام فرمایا۔

ہمارے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد المجید صاحب کہروڑ پکا کے بزرگ استاذ فرمانے لگے۔ چائے کے علاوہ اور بھی کچھ مانگ لیتے۔ وہ عجیب دیوانے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ مجھے تو چائے ہی کی ضرورت تھی۔ مہمان کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہی مانگتا ہے۔ اللہ مہربانی فرمائے۔ بس! آپ ﷺ کی شان کیسے بیان ہوسکتی ہے؟

بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر

مدینہ منورہ کے لوگوں کی خوش قسمتی

آپ حضرات بہت ہی خوش قسمت ہیں کہ اللہ پاک نے آپ کو اس نورانی ماحول میں رکھ رکھا ہے۔ اس نعمت کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے اور حضور ﷺ کی خدمت میں سلام جب بھی موقع ملے پیش کرتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اللہ میرے عزیزوں سے راضی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سب کو خوش رکھے۔

ہمارے پاکستان کے دو بڑے بزرگ ہیں:

(۱) حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالیہ

(۲) حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ تو بندہ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں حج کے مبارک سفر میں مدینہ منورہ میں حاضری کی سعادت نصیب فرمائی۔ ہم یہاں جو محلہ ہے۔ ''عنابیہ'' اس میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

مدینہ میں حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت اور عجیب واقعہ

''بئر رومہ'' (جس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خرید کر وقف کیا تھا) کے پاس ایک مسجد ہے ''ریان''۔ وہاں ایک عرب رہتے ہیں تو انہوں نے حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کھانا کیا۔ مغرب یا عشاء کے بعد۔ تو وہ خود بتلانے لگے کہ میرا مکان پہلے جنت البقیع کے قریب تھا اور فرمانے لگے کہ میں نے خود کئی مرتبہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ: ''جنت البقیع'' میں رات کو کئی میتیں لائی جاتی ہیں اور کئی میتیں نکالی جاتی ہیں۔'' کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر کئی مرتبہ دیکھا ہے تو میں نے یہ بات پہلی مرتبہ سنی تو سمجھ میں نہ آئی۔

حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب کا وہبی علم

تو ہمارے حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ کیا ہوتا ہے کہ اگر

ایک میت اس قبرستان کے شایان شان نہیں ہوتی تو اس کو نکالا جاتا ہے اور اگر کوئی دیوانہ تڑپنے والا ہے۔ لیکن مشرق یا مغرب میں اس کا انتقال ہوا ہے۔ فرمایا اس کی محبت اور تڑپ کی برکت سے اللہ اس کو یہاں پہنچا دیتے ہیں۔ ایسا ہوتا ہے۔ پھر اس پر ایک واقعہ بھی سنایا۔

حضرت شاہ رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی عاجزی وانکساری اور ایک اللہ والے کا قصہ

حضرت شاہ (عبدالقادر) رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جب کوئی واقعہ پیش آتا تھا تو اس کو غائب کے صیغے کے ساتھ استعمال کر کے بتلاتے تھے۔ اپنی طرف نسبت نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جا رہے تھے سفر میں تو جنگل میں ایک مسجد دیکھی۔ دیکھا کہ وہاں ایک اللہ والے تھے تو جب ان سے ملے تو بڑے خوش ہوئے۔ وہ فرمانے لگے کہ ان کو الہام ہوا، (وہ) فرمانے لگے: میرا انتقال کا وقت قریب ہے تو فرمانے لگے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر میرا انتقال ہو جائے تو غسل میں پریشانی کی ضرورت نہیں۔ بس آپ میرے کپڑے اتار دینا پھر اگر پانی ڈالنا ہو دائیں کروٹ پر تو آپ انگلی سے اشارہ کر دینا تو میں یوں ہو جاؤں گا۔

پھر ایسا ہی ہوا کہ حضرت (رائپوریؒ) نے جب غسل دیا تو یہی معاملہ پیش آیا۔ حضرت نے غسل دے کر چار پائی پر رکھ دیا۔ اوپر کفن وغیرہ پہنا دیا اور کپڑا وغیرہ ڈال دیا۔ اب وہاں تھوڑی دیر کھڑے ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ میت میں جنبش پیدا ہوئی اور وہ میت چار پائی سے اٹھی اور پھر سامنے ایک روشن دان تھا۔ اس کے ذریعے سے باہر نکل گئی۔ اب وہ آسمان کی طرف جا رہی ہے۔ پھر ایک حد پر پہنچنے کے بعد اس نے قبلہ کی طرف رخ کر لیا تو حضرت شاہ صاحب فرمانے لگے کہ یوں ہوتا ہے کہ بعض اللہ والے کا انتقال کہیں ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ مکہ مدینہ پہنچا دیتے ہیں۔ یہ چیزیں ہیں اندر کی چیزیں جو نیک لوگ ہوتے ہیں ان کو نظر آتی ہیں۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا کشف اور امتحان

دیکھو! حضرت امام (لاہوریؒ) صاحب کی آنکھیں تھیں یا نہیں؟ حضرت مولانا امین صفدر اوکاڑوی صاحب فرماتے ہیں کہ ہم اسکول کے ٹیچر تھے۔ ہم نے سنا تھا کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا کشف بہت مشہور ہے کہ حلال اور حرام چیزوں میں تمیز ہو جاتی ہے تو ہم نے پانچ روپے کے سیب خریدے۔ ان میں ایک روپیہ جو تھا وہ دو نمبر ......اب کیا لفظ بولوں ......حرام کا تھا۔ چار روپے حلال کے تھے اور ایک روپیہ...... غالباً مجھے کچھ ایسا ہی یاد پڑتا ہے۔ اب وہ پانچ روپے کے سیب خریدے اور حضرت کے پاس پہنچ گئے۔

تو حضرت نے بس! جو چار روپے کے حلال سیب تھے۔ الگ کر دیئے اور جو حرام پیسوں کے سیب تھے۔ وہ الگ رکھ دیئے۔ اب یہ حضرات بڑے متاثر ہوئے کہ ہم نے جو گمان کیا تھا وہی نکلا۔ پھر یہ جو اسکول کے ٹیچر تھے۔ فرمانے لگے کہ حضرت ہمیں بیعت فرمالیں تو فرمایا چلے جاؤ۔ تم بیعت کے لئے تھوڑے آئے تھے۔ تم تو امتحان لینے کیلئے آئے تھے تو انھوں نے اٹھا دیا۔

حضرت امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت

حضرت استاذ امین صفدر اوکاڑوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ میں دوسرے دن دوبارہ حاضر ہوا۔

حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے بیعت فرمالیں تو فرمایا کہ ہاں۔اب تم بیعت کے لئے آئے ہو بیعت ہو جاؤ۔ کیا عجیب شان ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کشف اور امتحان

ہمارے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تو سنا ہے کہ آپ کو وضوء کے پانی میں گناہ جھڑتے ہوئے نظر آتے تھے۔حاسدین ہر زمانے میں ہوتے ہیں۔وہ کہنے لگے کہ امام صاحب شاید اپنی طرف سے باتیں کرتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ ہم آپ کا امتحان لیں گے تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں بھائی! لے لو۔مسجد میں وقت مقرر کیا گیا امتحان لینے کا تو حضرت امام صاحب پہنچ گئے تو جیسے ہی پہنچے تو ایک آدمی غسل کر رہا تھا تو وہ پانی نالی پر بہہ رہا تھا تو حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نالی پر بیٹھ گئے تو فرمایا کہ مجھے اس پانی کے اندر والدہ کی نافرمانی کے گناہ جھڑتے ہوئے نظر آرہے ہیں تو لوگ حیران رہ گئے۔

تو فرمایا کہ دیکھو میں ابھی تک ملا بھی نہیں ہوں۔اب جب نکلے تو خود پوچھ لینا تو وہ غسل کر کے باہر آیا تو لوگوں نے پوچھا کہ آپ کیا کر کے آئے تھے؟ تو اس نے کہا کہ گھر والدہ صاحبہ سے جھگڑا ہوا تھا۔طبیعت میں تیزی آگئی تو میں نے سوچا کہ غصہ تو حرام ہے۔چلو مسجد کے غسل خانے میں غسل کر کے آجائیں تاکہ میری طبیعت ٹھنڈی ہو جائے تو اس وقت علماء کرام نے کہا کہ جو آنکھیں حضرت امام صاحب کی دیکھتی ہیں۔وہ ہماری نہیں دیکھتیں۔حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا وہ برحق اور سچ ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان قبر کے بارے میں

اس لئے میرے عزیز یہ سمجھو کہ حضور ﷺ کا ہر فرمان آمنا و صدقنا ہے کہ حضور ﷺ نے جو فرمادیا: ''انما القبر روضة من رياض الجنة (الحدیث) '' کہ قبر کو مٹی کا ڈھیر مت سمجھو۔یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ہماری آنکھوں کو تو یہ مٹی نظر آئے گی لیکن یہ سمجھنا کہ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق یہ مٹی نہیں ہے۔

حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

ہاں! اس لئے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب لوگ قبرستان میں کسی کو دفن کرنے جاتے ہیں تو دیکھنے والے تو یہی سمجھتے ہیں کہ یہ گڑھا ہے۔لیکن فرمایا جو گڑھے میں اتر رہا ہے۔اس سے پوچھو! اس کے سامنے ایک دوسرا جہاں کھل رہا ہے۔اس کی مثال آپ یوں سمجھ لیں:

عالم برزخ کی مثال

عالم برزخ کی مثال عالم خواب کی طرح ہے۔اب مثال کے طور پر عبدالمالک ہے۔یہ سردی کے موسم میں رضائی میں آرام فرما رہے ہوں۔اب دیکھنے والا تو یہی سمجھے گا کہ یہ رضائی میں لیٹے ہوئے ہیں۔دیکھو! سردیوں کے موسم میں جو رضائی میں آرام کر رہے ہوں اور پاؤں پھیلے ہوئے ہوں تو بالکل وہ شکل قبر کی طرح بن جاتی ہے۔اب دیکھنے والا تو یہ سمجھے گا کہ عبدالمالک رضائی میں آرام کر رہا ہے۔لیکن آپ عبدالمالک سے پوچھیں کہ آپ کہاں پہنچے ہوئے ہیں؟ تو یہ کہیں گے کہ بھائی میں تو مکہ مکرمہ کی سیر کر رہا تھا۔بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا۔

اب آپ خود بتاؤ کہ آپ اس کی تصدیق کریں گے یا نہیں؟ حالانکہ آپ کو دیکھنے میں تو لگ رہا ہے کہ یہ رضائی میں ہے۔لیکن اگر اس سے پوچھیں گے کہ بھائی آپ کہاں تھے؟ تو یہ کہے گا کہ بھائی! میں تو الحمدللہ......

یہ عالم برزخ جو قبر کا جہاں ہے جو اس کے اندر لیٹا ہوا ہے۔ اس کے سامنے وہ کتنا وسیع ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اس کی پرواز عرش معلیٰ تک چلی جاتی ہے۔

عالم خواب

عالم خواب یہ اتنا وسیع ہے کہ آپ لاہور میں رائیونڈ مرکز کے اندر لیٹے ہوئے ہوں۔ کتنے خوش نصیب ایسے ہیں کہ اللہ پاک ان کو وہیں مکہ و مدینہ دکھلا دیتے ہیں۔ حضور ﷺ کی زیارت کروا دیتے ہیں۔

ایک شیخ کا عقیدہ کے بارے میں شک

ایک شیخ ہیں جو کہ مدینہ منورہ میں رہتے ہیں۔ وہ فرمانے لگے کہ مجھے پہلے شک تھا کہ حق راستہ کون سا ہے......؟ تو میں ایک مرتبہ تبلیغی مرکز میں گیا اور میری تشکیل سوات کے علاقے میں ہوئی تو وہاں خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی۔ خواب میں بتلایا گیا کہ جس راستے پر نکلے ہوئے ہو۔ یہ برحق ہے۔ دین کے جتنے راستے ہیں۔ سب برحق ہیں۔ ہر ایک کی اللہ نے عظمت رکھی ہے۔ تو بس یہ سمجھو! عقیدت اسے ہی کہتے ہیں۔

احکام دو قسم کے ہیں:

(۱) بعض ''خلاف القیاس'' ہوتے ہیں۔ (۲) بعض ''موافق القیاس'' ہوتے ہیں۔

جو امر ''خلاف القیاس'' ہو اس کو ''امر تعبدی'' کہتے ہیں۔ ''امر تعبدی'' کا مطلب کیا ہے......؟ ہدایہ میں بھی آتا ہے کہ ''امر تعبدی'' ''عبد'' سے ہے اور ''عبد'' کا معنی ہے غلام۔ تو مطلب یہ ہوا کہ وہ ہے آقا اور ہم ہیں غلام وہ جو فرمائے سر آنکھوں پر ہے۔ ہاں......! اصل بندگی اسی میں پائی جاتی ہے کہ جو حکم ''خلاف القیاس'' ہو اور جو ''موافق القیاس'' ہو اس میں تو کچھ اپنی عقل کا بھی دخل ہوتا ہے اور جو ''خلاف القیاس'' ہو اس میں اگر مانے گا تو غلام بن کر مانے گا......!

اصل عبدیت اس میں پائی جاتی ہے کہ حضور ﷺ کا فرمان سمجھ آئے یا نہ آئے۔ آمنا و صدقنا کہنا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان

اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جنت بھی ہے جہنم بھی ہے۔ فرمایا اگر جہنم اور جنت میرے سامنے پیش کر دی جائیں تو میرے ایمان میں ایک رتی کا اور ایک ذرہ کا بھی اضافہ نہیں ہوگا۔

حضور ﷺ کی صداقت

بلکہ حضور ﷺ نے فرمایا بس......!!!! ایک مرتبہ یہیں مدینہ منورہ میں تجارت کا قافلہ آیا۔ حضور ﷺ نے ان سے ایک اونٹ خریدا اور فرمایا کہ میں پیسے کل ادا کروں گا۔ حضور ﷺ تشریف لے گئے۔ بعد میں ان لوگوں کو خیال آیا کہ ہم نے آپ کا مکان بھی نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ سے کوئی تفصیل بھی نہیں پوچھی تو ایک بڑھیا عورت تھی اس

قافلہ کے اندر تو اس نے کہا کہ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کچھ فرمایا ضرور ادا کریں گے۔ یہ نورانی چہرہ جھوٹ بولنے والا نہیں ہے۔ حضور ﷺ دوسرے دن تشریف لائے اور وہ رقم ادا کر دی تو یہ بہت بڑی نسبت ہے۔ اس نسبت کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے۔ میرے عزیز! کم ہے تو یہ نیک عقیدہ اپنے پلّے ہی رکھنا۔ الحمد للہ!

عقیدہ حیات النبی ﷺ سے خوشبو

ہمارے پاکستان میں دورہ میں طلباء آتے ہیں۔ اس سال بھی الحمد للہ آٹھ سو طلباء تھے۔ ان میں پھر مختلف ذہنوں کے آتے ہیں تو میں یہ عقیدہ خاص طور پر ذکر کرتا ہوں۔ پچھلے سال رمضان میں ایک عجیب ہی واقعہ پیش آیا۔ بس میں اللہ کی توفیق سے ہی عرض کر رہا ہوں۔ اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں۔ ہاں! عقیدہ کی حقانیت کے اوپر میں عرض کر رہا ہوں۔ رمضان کا پہلا عشرہ تھا غالباً پہلی جمعرات تھی۔ یہ ہمارے اساتذہ کا سلسلہ ہوتا ہے کہ وہ تشریف لاتے ہیں تو تقریباً ۶۰ یا ۷۰ علماء اور اساتذہ تھے۔ ان کے ساتھ بھی اِن چیزوں کا تکرار کرتا ہوں۔ یہ ان کی محبت ہے۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے تو میں یہی حضور ﷺ کی مبارک حیات کا تذکرہ کر رہا تھا۔ نیک عقیدہ کا تذکرہ کر رہا تھا اور ساتھ یہ بھی عرض کر رہا تھا:

اکابر علماء دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کی قبروں سے خوشبو

کہ دیکھو! ہمارے شیخ حضرت موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے خوشبو آئی۔ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے خوشبو آئی اور اسلام آباد میں حضرت مولانا عبداللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے خوشبو آئی۔ یہ سارے حضرات تو میں نے کہا کہ جب ان کے غلاموں کے غلاموں کا یہ حال ہے۔ خود آقا کی کیا شان ہوگی......! ان کے روضے کا کیا عالم ہوگا......! ان کی خوشبو کا کیا عالم ہوگا......!

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ کی خوشبو کو بیان کرنا

حضور ﷺ کی خوشبو کا بیان تو حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے۔ ایک شعر میں۔ کیسا شعر ہے وہ......

ما ذا علی من شم تربۃ احمد ان لایشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لو انہا صبت علی الایام صرن لیالیا

کہ جس نے حضور ﷺ کی تربت کی خوشبو کو سونگھ لیا اگر وہ غالیہ خوشبو جو عرب کی بہترین خوشبو تھی۔ اُسے نہ سونگھے تو کوئی پرواہ نہیں ہے......

عقیدہ حیات النبی ﷺ کی کرامت کا ظہور

تو یہ ذکر خیر ہو رہا تھا ایسا ہوا کہ...... اللہ کی کرم نوازی کہ سبق کے دوران ہی وہ خوشبو آنا شروع ہوگئی۔ ایک ساتھی جماعت میں سال لگا کر آئے تو وہ اوپر گیلری میں سبق سن رہے تھے۔ اسپیکر میں سبق ہو رہا تھا تو وہ گیلری میں لیٹ کر سن رہے تھے۔ شاید ان کو کوئی تکلیف تھی تو انہوں نے پرچی لکھ کر مجھے بھیجی کہ مجھے اوپر گیلری میں خوشبو

محسوس ہو رہی ہے تو میں نے وہ پرچی پڑھی اور کچھ زیادہ خیال نہیں کیا۔ میں سمجھا کہ شاید ان کا اپنا گمان ہو۔ اپنا خیال ہو۔ وہ پرچی میں نے جیب میں ڈال لی۔

تو وہ جمعرات کا دن تھا چھٹی ہوگئی۔ اگلے دن جمعہ کے دن بھی سبق ہوا۔ پھر مجھے کوئی خاص جمعہ کی تیاری کا موقعہ بھی نہیں ملا اس جمعہ کو سبق ہوا۔ لیکن کپڑے بدلنے کی بھی فرصت نہیں ملی۔

پرچی سے خوشبو

تو جمعہ کی شام کو میں رائیونڈ کے پاس جامعہ مدنیہ جدید گیا۔ پھر واپس آیا تو جیب سے وہ پرچی نکالی تو پرچی میں سے خوشبو نکلنی شروع ہوگئی اور پھر مغرب کے بعد ساٹھ۔ ستر کے قریب علماء کرام اور طلباء کرام جمع ہوئے۔ کوئی تقریباً سوا سو ۱۲۵ کے قریب طلباء تھے۔ مغرب کے بعد سب علماء کرام اور طلباء کرام نے خوشبو سونگھی۔ اتنی خوشبو کہ پوری مسجد خوشبو سے بھر گئی۔ کمرہ میں گیا تو پورا کمرہ خوشبو سے بھرا ہوا۔

اس کتاب کی تصنیف کا سبب بننے والا واقعہ

پھر اگلے دن ہفتہ تھا۔ میں نے قرآن پاک کا سپارہ (واعلموا انما غنمتم) پورا خوشبو میں تلاوت کیا۔ پھر میری طبیعت میں جذبہ آیا کہ میں ایک کتاب لکھوں گا۔

طلباء کی پرچیوں سے خوشبو

جب میں آتا ہوں تو طلباء پرچیاں بھیجتے ہیں۔ سلام کے لئے کوشش کرتا ہوں کہ ایک ایک کی طرف سے روضۂ پر سلام عرض کروں تو میں پرچیوں کو دیکھ رہا تھا جتنی وہ سلام والی پرچیاں تھیں ان میں سے خوشبو شروع ہوگئی تو وہ بار بار پرچیاں پکڑتا تو میری انگلیوں سے خوشبو آنی شروع ہوگئی پرچیاں پکڑنے کی وجہ سے۔

علماء کرام کی خدمت میں حاضری اور ان کا ارشاد

ہاں! الحمد للہ میں آرہا تھا۔ راستے میں تو ہوائی جہاز میں تھا مولانا طارق جمیل صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے پھر ان کے سامنے وہ اوراق لے کر گیا تو انہوں نے سارے اوراق دیکھے پھر میں پاکستان آنے کے بعد حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہاں بنوری ٹاؤن کے تخصص فی الحدیث کے استاد حضرت مولانا عبد العلیم چشتی صاحب جو حضرت شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور حضرت مولانا منیر صاحب کہروڑ پکا کے استاد شیخ الحدیث ہیں۔ یہ سب حضرات جمع تھے تو انہوں نے بھی وہ خوشبو سونگھی تو پھر حضرت شاہ صاحب نے ایک جملہ فرمایا کہ یہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کی خوشبو ہے۔ حضرت کے خلیفہ صاحب کو پتہ چلا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حضور ﷺ کے وجود مسعود کی خوشبو ہے۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ کی حقانیت

میرے عزیز! یہ نیک عقیدہ ایسا ہے کہ سورج کے دیکھنے میں تو شک ہو سکتا ہے۔ لیکن اس عقیدہ کے برحق ہونے میں شک نہیں ہو سکتا۔

اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ

یہ عقیدہ میرا نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے تمام اکابر علماء دیوبند کا یہی عقیدہ تھا۔ آج دار العلوم دیوبند خط لکھ کر بھیج دیں تو امید ہے کہ انشاء اللہ یہی عقیدہ ہوگا اور حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ جب یہاں پہلی مرتبہ تشریف لائے۔ ''باب الرحمۃ'' کے نیچے بیٹھ کر پڑھاتے تھے تو جب سلام عرض کیا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تو اندر سے جواب آیا۔ وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا ولدی یہ آل رسول میں سے ہیں۔

حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں مجلس منعقد کروانا

یہ تو پچھلے سال کا واقعہ ہے کہ حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہاولپور میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ایک مجلس منعقد کروائی۔ حضرت مفتی سلمان منصور پوری صاحب۔ حضرت مولانا اشرف مدنی صاحب تشریف لائے۔ یہ مراد آباد میں شاہ جہاں جو مدرسہ ہے۔ وہاں سے تشریف لائے تو ائیر پورٹ پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے تو اللہ نے مہربانی فرمائی کہ میں بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ چلا گیا۔ سفر اکٹھا ہوا تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں اکیلے تھے تو میں ذرا خدمت کر رہا تھا۔ پنکھا لے کر ہوا دے رہا تھا۔ پھر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جیب سے ایک پرچی نکالی اور فرمایا کہ بھائی یہ آپ کو دکھانے کی چیز ہے۔ دیکھو ذرا......! میں نے دیکھا تو اس پرچی پر لکھا ہوا تھا۔

حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب کو حضور ﷺ کا سلام

ایک نوجوان حج یا عمرہ پر آیا غالباً محمد عثمان ان کا نام تھا تو اس پرچی پر لکھا ہوا تھا کہ میں حضور ﷺ کے روضۂ پر سلام عرض کر رہا تھا تو اندر سے آواز آئی کہ میرا شاہ صاحب کو سلام کہنا۔ پھر یہ کلمات براہِ راست انھوں نے روضۂ اقدس سے سُنے جو کہ عربی کے اندر تھے۔ وہ کلمات یہ ہیں:

''لا تعجل بلقائی ان اجل اللہ لآت لا ترد سائلا ان من طریق السادات''

<u>ترجمہ:</u> لا تعجل بلقائی میرے ملنے میں جلدی نہ کرو۔ ان اجل اللہ لآت بے شک موت تو اپنے وقت پر آ کر رہے گی۔ لا ترد سائلا کسی سائل کو ردّ نہ کرو۔ ان من طریق السادات کیونکہ یہ شیوۂ سادات ہے۔

کہ کسی سائل کو رد نہیں کرتے۔ حضرت شاہ صاحب خود بھی شاعر ہیں تو انہوں نے اس کا ترجمہ کیا مجھے تھوڑا تھوڑا یاد ہے غالباً تو میں آپ کو عرض کروں کہ یہ گنبد خضراء ساری محبتوں کا سرچشمہ ہے۔ جتنی محبتیں ہیں۔ استاد کی شاگرد کے ساتھ۔ اولاد کی والدین کے ساتھ۔ یوں کہہ لو کہ یہ سب سلسلہ یہیں سے منتقل ہوا ہے۔ اس نعمت کی قدر یہی ہے کہ اس علم کو پڑھنا سیکھنا۔ پھر جہاں تک ہو سکے اس کو پھیلانے کی سعی اور کوشش کرنا تو یہ نیک عقیدہ ہے اللہ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری

میں ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت دعا فرمادیں کہ ذرا طلباء کی خدمت کا سلسلہ رہتا ہے تو فرمایا کہ مجھے معلوم ہے تو طلباء کا ذہن بناتا ہے اور اکابر سے جوڑتا ہے۔ پھر حضرت نے دعائیں دیں بڑی محبت فرمائی الحمدللہ۔ ان کے پوتے ہیں احسن صاحب تو انہوں نے کہا کہ میں فلاں مدرسے میں جارہا ہوں تو فرمایا کہ نہیں وہاں جانا...... ہم کچھ نہیں ہیں۔ بلکہ میری کوشش رہتی ہے کہ اپنے طلباء کو اکابر سے جوڑوں۔ میری طبیعت ایسی ہے۔ ہم تو بس......! یوں سمجھ لو یا یوں کہہ لو کہ ہم تو ایک واسطہ ہیں۔ جو سب کچھ ہے وہ پیچھے ہے۔

عام سماع کے بارے میں عقیدہ

عام سماع کے بارے میں حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا مردے سنتے ہیں یا نہیں؟ حضرت نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ سنانا چاہے تو سن سکتے ہیں نہ سنانا چاہے تو نہیں سن سکتے۔

جمہور علماء کا عقیدہ

ویسے ہمارے جمہور علماء کرام رحمہم اللہ اس کے قائل ہیں کہ مردے سنتے ہیں۔ جیسے کہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ بہاولپور میں تشریف لائے تو آپ کی زندگی میں فیصلہ نہیں ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر میری زندگی میں فیصلہ ہوگیا تو ٹھیک ہے ورنہ مقدمہ بہاولپور کا فیصلہ ہوا تو میری قبر پر کھڑے ہوکر سنا دینا تو مقدمہ بہاولپور کا فیصلہ حضرت کی زندگی کے بعد ہوا تو پھر ختم نبوت کے حضرات نے دو آدمیوں کو خاص دیوبند بھیجا کہ حضرت وہ مقدمہ جس کے لئے آپ نے عظیم سفر کیا تھا۔ وہ آپ کی دعاؤں کی برکت سے ہمارے حق میں فیصلہ ہو چکا ہے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اگر میری زندگی میں انگریز نکل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اگر میری زندگی کے بعد نکلے تو میری قبر پر آ کر سنا دینا۔ اللہ نے یہ روحانی سلسلہ جوڑ رکھا ہے۔

حضرت مولانا شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

ہمارے حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو وہ فرمانے لگے کہ یہ جتنی قوتیں ہیں۔ محدود ہیں۔ آنکھ ہے اس میں دیکھنے کی قوت محدود ہے۔ اگر آنکھ میں خوردبین والی قوت ہو دیکھنے کی تو بھائی احمد صاحب کو پانی پینا مشکل ہو جائے کیونکہ آپ کو پانی میں جراثیم نظر آئیں گے ڈڈو (مینڈک) تیرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ پانی پینا مشکل ہو جائے گا۔ یہ تو شکر ہے کہ اللہ نے قوت محدود رکھی ہے۔ اسی طرح یہ قوت سماعت ہے یہ بھی محدود ہے اگر موبائل فون والی قوت ہو تو پھر آرام کرنا آپ کا مشکل ہو جائے گا کہ ٹیں ٹیں ٹیں لگا رہے......

رات ایک مرتبہ فون آیا تو وہ ایک ہی مرتبہ گھنٹی بجنے سے نیند ہی خراب ہوگئی۔ ہر انسان کی قوت سماعت محدود ہے۔ قوتِ بصارت محدود ہے۔ قوت سمجھ محدود ہے۔ قوتِ عقل محدود ہے۔ اس کی ایک حد ہے۔ اس کے بعد

وحی کی پرواز شروع ہوتی ہے۔ مدینہ منورہ میں ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا عبدالقادر صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرمانے لگے کہ جہاں ہمارے حواس کی انتہاء ہوتی ہے وہاں سے عقل کی ابتداء ہوتی ہے اور جہاں عقل کی انتہاء ہوتی وہاں سے وحی کا آغاز ہوتا ہے۔ یعنی تمام چیزیں صرف عقل سے ہی سمجھ میں نہیں آتیں بلکہ وحی الٰہی کا سہارا لینا پڑتا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان ماننے والی شان تھی، بارگاہ اقدس کے سامنے آپ ﷺ کے ہر فرمان پر امنا و صدقنا کہتے تھے۔

حضور ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوال

جیسے کہ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے عرفہ کے دن پوچھا کہ آج کونسا دن ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا اللہ ورسولہ اعلم۔ حالانکہ پتہ تھا۔ پتہ ہونے کے باوجود اپنی سمجھ کو ختم کردیا کہ حضور ﷺ کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہے۔ یہی صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان ہے۔ حضرت قاری طیب صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ویسے تو آج یوم عرفہ ہے لیکن اگر حضور ﷺ نے کوئی اور دن بتلایا تو وہ اور کوئی دن ہی ہوگا۔ یوم عرفہ نہیں ہوگا۔ اپنی سمجھ کو ختم کردیا جو سمجھ میں آیا ہے۔ اس میں اپنی سمجھ کو ختم کردیا تو جو سمجھ میں نہ آئے اس میں تو اپنی سمجھ کو بطریق اولیٰ ختم کرنا ہے کہ ہاں! جو حضور ﷺ نے فرمادیا وہ برحق اور سچ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

عالم برزخ کی تعریف

قبر کا معاملہ برحق ہے کہ عالم برزخ...... برزخ کہتے ہیں کہ موت کے بعد سے قیامت کے انتظار تک کا جو زمانہ ہے۔ یہ برزخ ہے۔ برزخ کا معنی ہے پردے کا جہاں، قبر میں ہے تو وہ اس کے لئے برزخ۔ اگر کوئی دریا میں غرق ہوگیا تو وہ اس کے لئے برزخ ہے کہ وہیں اللہ تعالیٰ اس کے لئے عذاب اور ثواب قائم کردیتے ہیں۔

۱۸۵۷ء کی تاریخ آزادی میں حضرت مولانا مظہر نانوتوی رحمہ اللہ کا واقعہ

۱۸۵۷ء کی جو تاریخ آزادی ہے اس میں پڑھا تھا کہ حضرت مولانا مظہر نانوتوی رحمہ اللہ جو کہ غالباً مظاہر العلوم کے بانی ہیں۔ حضرت کے بارے میں میں نے یہ واقعہ پڑھا کہ حضرت ۵۷ء کی تاریخ آزادی میں ذرا سا زخمی ہوگئے تھے تو فرمایا کہ جنت کی حور آئی اور جو شہید تھے ان سب کو پانی پلا رہی تھی تو پانی پلاتی پلاتی جب حضرت کے قریب پہنچی تو شکل ایسی تھی کہ جیسے حضرت بھی شہید ہوگئے ہیں تو جب اس نے پانی پلانے کے لئے گلاس ہونٹ کے ساتھ لگایا تو حضرت نے حرکت کردی تو اس نے گلاس کو کھینچ لیا لیکن وہ جو گلاس کی تری تھی۔ وہ ہونٹ کے ساتھ لگ گئی۔ فرمایا اس تری کی جو مٹھاس تھی وہ پوری زندگی رہی۔ حضرت اپنے ہونٹ کو چاٹتے رہتے تھے تو کہتے ہیں کہ جس گلاس کی تری کا یہ عالم ہے کہ پوری زندگی مٹھاس رہی تو پھر پورے گلاس کا اور بھرے ہوئے شربت کے گلاس کا کیا عالم ہوگا۔ اللہ کی رحمت ہے۔ اللہ کی رحمت کا بہت بڑا سلسلہ ہے۔ اللہ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

حضور ﷺ کی روضۂ اقدس کے اندر حیات مبارکہ

تو بس میرے عزیزو! یہ نیک عقیدہ اپنے پلے باندھ لینا کہ حضور ﷺ اپنی قبر مبارک میں اس انداز میں

زندہ ہیں کہ قریب سے درود شریف پڑھا جائے۔ آپ ﷺ خود سنتے ہیں۔ دور سے درود شریف پڑھا جائے۔ اللہ نے اس کے لئے پوری زمین کو فرشتوں سے بھر رکھا ہے۔ جو دیوانہ بھی درود شریف پڑھے گا نام لے کر اس کا درود شریف پہنچایا جائے گا۔

عام مردوں کی سماع کے بارے میں عقیدہ

باقی رہا عام مردوں کے سماع میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اگر اللہ چاہے تو سنا سکتے ہیں اور نہ چاہیں تو نہ سنائیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا سوال جواب

ایصال ثواب کے بارے میں کیا حکم ہے؟............ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ خود ہی ایک سوال فرماتے ہیں اور پھر خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں۔

سوال: کہ ایصال ثواب سورۃ فاتحہ وغیرہ تو گھر بیٹھے بھی ہو سکتے ہے۔ قبرستان جانے کی کیا حکمت ہے؟

جواب: تو فرمایا کہ ثواب تو گھر بیٹھے بھی پہنچ سکتا ہے لیکن جب آپ قبر پر پہنچائیں گے تو مردے کو ذکر سے اُنس حاصل ہو جائے گا۔ فرمایا یہ بات انبیاء کے ساتھ خاص نہیں ہے عام مومنین بھی سنتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

ایک نوجوان کا واقعہ

ہمارے حضرت صوفی سرور صاحب مدظلہ العالیہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث فرماتے ہیں تفسیر دُرّ منثور میں ہے کہ ایک نوجوان ہر جمعہ کو اپنی والدہ کی قبر پر جا کر ایصال ثواب کرتا تھا۔ سورۃ فاتحہ پڑھتا تھا۔ قرآن پاک کی تلاوت کرتا تھا۔ ایک دفعہ خواب میں والدہ کی زیارت ہوئی تو والدہ نے فرمایا کہ آپ میری قبر پر فوراً قرآن پاک کی تلاوت نہ کیا کرو تو اس نے پوچھا کہ اماں جان کیوں......؟ فرمایا کہ جب آپ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں تو آپ کے منہ سے ایسا نور نکلتا ہے۔ جو آپ کے چہرے کے اوپر چھا جاتا ہے تو میں اپنے بیٹے کو دیکھ نہیں سکتی۔

حضرت صوفی سرور صاحب کے منہ سے نور کا نکلنا

ہمارے حضرت صوفی سرور صاحب مدظلہ العالیہ بہت اللہ والے ہیں۔ (میں نے عرض کیا حضرت مولانا عبد القادر صاحب دامت برکاتہم العالیہ بھی انہیں کے شاگرد ہیں) تو وہ فرما رہے تھے کہ تقریباً ابو داؤد پڑھاتے ہوئے چالیس سال ہو گئے ہمارے اکابر بہت اللہ والے ہیں۔ حضرت جامعہ اشرفیہ لاہور میں ایک عرصہ تک نماز پڑھاتے رہے تو کسی نے حضرت کے بارے میں کہا کہ حضرت جب قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں تو حضرت کے منہ سے نور نکلتا ہے۔ جو کہ ان کہ چہرے پر چھا جاتا ہے۔ بہت نورانی چہرہ ہے الحمد للہ۔ میرے عزیزوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے کہ جب آپ قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں تو وہ پھول برس رہے ہوتے ہیں۔ وہ انوارات کی بارش ہوتی ہے۔ آپ دیکھ لو جو بچے حفظ کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان کے چہروں پر جو نور ہوتا ہے۔ وہ اور کسی پر شاید نہیں ہوتا بالکل ممتاز اور جدا نظر آتے ہیں۔

حضرات خلفائے راشدین کی خدمت میں سلام

اسی طرح حضرات خلفائے راشدین کی خدمت میں بھی عرض کرنا ہے۔۔۔

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ' یا خلیفة المسلمین سیدنا ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ'

یہ اس طرح سلسلہ ہے اب میں کیا کیا عرض کروں باتوں سے باتیں نکل رہی ہیں۔

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرنے کے بعد کی دو خواہشیں

ہمارے حضرت مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو بنوری ٹاؤن کے اور ہمارے پاکستان کے بہت بڑے بزرگ ہیں۔اب شہید ہو گئے ہیں۔حضرت کے بیٹے نے خود فرمایا کہ اباجی سے حضرت کے استاد جی نے پوچھا کہ مرنے کے بعد تمہاری کیا خواہش ہے؟

اباجی نے فرمایا میری موت کے بعد دو خواہشیں ہیں۔

(۱) ایک تو یہ کہ جو ہدایہ ہے یہ صاحب ہدایہ سے خود پڑھوں۔

(۲) اور دوسری خواہش یہ ہے کہ اگر شریعت مانع نہ ہو تو امّ المومنین اماں جان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کرلوں۔

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب شہید ہو گئے تو حضرت مولانا طیب صاحب جو کہ حضرت کے بیٹے ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اباجان کو خواب میں دیکھا تو میں نے پوچھا کہ اباجی دو خواہشیں تھیں وہ پوری ہو گئیں فرمایا ہو گئی ہیں۔ہدایہ تو میں صاحب ہدایہ سے خود پڑھ لی ہے اور اماں جان کی زیارت دور سے کرائی گئی اب قریب سے کرانے کے لئے لے جایا جارہا ہے۔ابھی آگے ملاقات ہے۔ایک بزرگ فرمانے لگے کہ جنت میں تو پردہ نہیں ہوگا وہ تو یہیں ہے،وہاں تو سب کی ملاقات ہوگی۔الحمد للہ! اللہ آپ کو سب نعمتوں سے نوازے گا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا انتقال کے وقت کا فرمان

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہونے لگا تو بیوی رونے لگی کہ واکرباہ واکرباہ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:''وافرحاہ۔وافرحاہ۔غداًنلقی الأحبة محمداًوحزبه''

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت

حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ ان کو اماں جان ام المومنین ؓ نے گود میں لے رکھا ہے اور پیار کر رہی ہیں۔کیونکہ ساری زندگی ان کی عظمت کے تحفظ میں گزار دی۔ان کے تقدس میں گزار دی۔حتیٰ کے جان تک بھی قربان کر دی۔یہ بہت بڑا سلسلہ ہے۔قربانیوں کا تو میرے عزیز اللہ کی بہت بڑی رحمت ہے۔بہت بڑی مہربانی ہے۔اس لئے میں کہتا ہوں کہ اپنے اکابر کے ساتھ جڑے رہنا۔

حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اکابر علمائے دیوبند پر اعتماد

ایک دفعہ میں یہاں حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ لفٹ میں نماز پڑھنے جا رہا تھا تو حضرت نے ایک جملہ فرمایا کہ ہم تو لکیر کے فقیر ہیں۔ جہاں ہمارے بزرگ ہیں وہاں ہمارے سر ہیں۔ ہم ان کے پیچھے پیچھے ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے بزرگوں کے ساتھ جوڑے رکھے۔

البرکۃ مع اکابرکم برکت اپنے اکابر کے ساتھ ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ جن بزرگوں کے ساتھ ہمارا تعلق ہے۔ ان کا جنتی ہونا اللہ نے دنیا میں دکھلا دیا ہے۔ الحمدللہ!

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے خوشبو

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت کے نواسے دورے میں تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ نانا جی کی قبر سے خوشبو اتنی اٹھی ہے کہ پورے قبرستان میں پھیل گئی ہے۔

حضرت مولانا عبداللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر حاضری

میں جامعہ فریدیہ گیا تو وہاں کے اساتذہ مجھے قبرستان لے گئے اور فرمانے لگے کہ حضرت مولانا عبداللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میری قبر حفظ کی درس گاہ کے قریب بنانا۔ تاکہ یہ بچے قرآن پاک کی تلاوت کریں تو میں ان کی تلاوت سنتا رہوں۔ مقبولیت باطنیہ تو اللہ ہر ایک کو عطا فرما دیتے ہیں۔ لیکن حضرت کو اللہ نے مقبولیت ظاہریہ بھی عطا فرمائی تھی اور ان سب کا عقیدہ یہی ہے۔ جو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کر دیا ہے۔

دلائل کے انبار

مجھ سے ایک ساتھی نے کہا کہ دلائل کہاں ہیں تو میں نے عرض کیا کہ دلائل کی ضرورت تو وہاں ہوتی ہے۔ جہاں بادل ہوں۔ یہاں تو سورج سے بھی زیادہ واضح ہے دلائل کے تو انبار لگا دیں گے یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ لیکن آپ کے سامنے جو چیزیں میں نے عرض کی ہیں۔ یہ دلائل سے آگے ہیں۔ اللہ نے دنیا میں اس عقیدہ کی حقانیت ظاہر فرما رکھی ہے۔

گنبد خضراء کے ساتھ نسبت

میں پاکستان میں بھی اس عقیدے کا ذکر خیر کرتا رہتا ہوں۔ لیکن آج اللہ نے حضور ﷺ کے روضۂ اطہر کے قریب بھی ذکر کروا دیا ہے۔ الحمدللہ! اللہ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

امین یارب العلمین وصلی اللہ علی حبیبہ خیر خلقہ محمد وعلی الہ اصحابہ اجمعین

گیارہ سال ہو گئے یہ بارہواں سال چل رہا ہے۔ اس عقیدے کو بیان کرتے ہوئے کیونکہ گنبد خضراء کے ساتھ ہماری نسبت ہو گئی ہے۔ میرے عزیز! اگر علم تھوڑا بھی ہوگا اللہ اس میں برکت ڈال دے گا۔

"اخلص لی عملک یکفیک قلیل من العمل" تھوڑا عمل بھی کافی ہے، الحمدللہ!

یہ خوشبو مجھے کچھ مانوس سی محسوس ہوتی ہے

یہ خوشبو کچھ مجھے مانوس سی محسوس ہوتی ہے
مجھے تو یہ مدینے کی گلی محسوس ہوتی ہے
یقیناً یہ گزر گاہ شہنشاہ دو عالم ﷺ ہے
فضا میں کس قدر پاکیزگی محسوس ہوتی ہے
میری بے نور آنکھوں نے چراغوں کی جگہ لے لی
مجھے اب روشنی ہی روشنی محسوس ہوتی ہے
جہاں میں اب کھڑا ہوں روضہ اقدس ہے یہ شاید
تڑپ سینے میں آنکھوں میں نمی محسوس ہوتی ہے
ہوائیں گنگناتی ہیں فضائیں مسکراتی ہیں
میں کھویا جا رہا ہوں بے خودی محسوس ہوتی ہے

***

مدینہ منورہ میں دوسرا بیان عقیدہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد!

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللّٰہم علیکم اذ کنتم اعداءً فألف بین قلوبکم فأصبحتم بنعمۃ اخواناً وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فأنقذکم منہا کذلک یبین اللہ لکم آیتہ لعلکم تہتدون

وقال النبی ﷺ البرکۃ مع اکابرکم صدق اللہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذالک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین۔

اللہ جل جلالہ کا مبارک ارشاد ہے: ''واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً'' کہ تم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اب یہاں رسی سے کیا مراد ہے۔؟ تو صاحب جلالین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی رسی سے مراد اللہ کا دین ہے کہ تم اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑ لو۔

مجھے یہ مضبوطی سے پکڑنے والا معنی اپنے گاؤں کے اندر سمجھ آیا۔ ہمارا گاؤں لاہور اور رائیونڈ کے درمیان میں ہے۔ ریلوے لائن کے بالکل قریب ہے۔ وہاں جو صبح کے وقت ریل گاڑیاں گزرتی ہیں۔ جن میں عام طور پر مزدور اور ملازم پیشہ طبقہ سفر کرتا ہے۔ پہلے تو سڑک نہیں تھی تو ان دونوں گاڑیوں میں بہت زیادہ رش ہوتا تھا تو رش کی وجہ سے بہت سے لوگ پائیدان کے اوپر کھڑے ہوتے تھے۔ اب پائیدان کو انہوں نے بڑی مضبوطی سے پکڑ رکھا ہوتا تھا۔ ہر ایک کے ذہن میں یہ ہوتا تھا کہ اگر پائیدان سے ہاتھ چھوٹا تو آگے ہلاکت کے علاوہ کچھ نہیں ہے تو فرمایا کہ اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑنا۔

سمجھ لو! اللہ کے دین سے ہاتھ چھوڑنے پر اپنے آپ کو ہمیشہ کی ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

دین کا مجموعہ

دین کس چیز کا نام ہے فرمایا نام ہے پانچ چیزوں کے مجموعے کا:

(۱) اعتقادیات (۲) عبادات (۳) معاملات (۴) اخلاقیات (۵) معاشرت

عقیدے کا مفہوم

دین اسلام میں داخل ہونے کے لئے سب سے پہلے عقیدے کا درست ہونا ضروری ہے۔ عقیدے کا موٹا مفہوم یہ ہے کہ اللہ رب ذوالجلال کی وحدانیت کا اقرار ہو۔ حضور ﷺ کی ختم نبوت پر کامل یقین ہو اور دین کے اندر جتنی ضروری باتیں ہیں۔ سب کو دل و جان سے تسلیم کرتا ہو۔ اللہ کی وحدانیت کا اقرار ہو کہ اللہ خالق ہے۔ ہمارا مالک ہے۔ رضا بالقضاء ہو۔ اللہ کے ہر فیصلے پر راضی رہے یا اللہ جس حال میں تو رکھے میں خوش ہوں۔

میوات کے علاقے میں اللہ والوں کی توجہات

ہندوستان میں ہمارے میوات کے علاقے میں......آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ میوات کا علاقہ بالکل کفر کے کنارے پر تھا۔ بس اللہ والوں کی توجہات کی برکت سے اور حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فکر و تڑپ سے اللہ نے اس کی کایا پلٹی پھر اللہ نے اپنی رحمت سے اس فیض کو عام کیا۔ ہمارے علاقے میں ایک بزرگ ہوتے ہیں وہ سناتے ہیں کہ ہمارے میوات کے علاقہ میں ایک سخت طوفان آیا تو سخت طوفان کیوجہ سے وہاں مکئی کی فصل تباہ ہوگئی۔ اب ایک میاں جی بزرگ صبح کے وقت اپنے کھیت کو دیکھنے کے لئے گئے۔ جب اپنے کھیت میں پہنچے دیکھا تو مکئی کی فصل تباہ اور اجڑی ہوئی ہے۔ اب اپنی تباہ شدہ فصل دیکھ کر ایک صبر والا ایک حوصلے والا جملہ کہا میواتی زبان میں: ''یا اللہ تو نے جو کری اچھی کری پر کھان نوں تو تو ہی دے گا''

مطلب یہ ہے۔ یا اللہ تو نے جو کیا اچھا کیا پر کھانے کے لئے تو آپ ہی دیں گے۔

ان بزرگوں کے دل سے خلوص بھرا جملہ نکلا۔ کہتے ہیں کہ ایک ہفتہ گزرا تو جو ٹوٹے ہوئے ٹانڈے (ٹوٹی ہوئی فصل) تھے اللہ نے دوبارہ ان کے اندر فصل کو ہرا بھرا کر دیا۔ یہ صفت جس کے اندر بھی ہو تو اس کے اوپر پہاڑ جیسی مصیبتیں ہی کیوں نہ آئیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو صبر اور ہمت کی توفیق دیتے ہیں۔ اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ پریشانی اور مصیبت میں اللہ پاک نے حکمت رکھی ہے۔ یہ اللہ پاک کی ذات سے مانگنا سکھلاتی ہے۔ جتنے خلوص سے آدمی مصیبت کے اندر مانگتا ہے اتنا شاید خوشحالی میں نہیں مانگتا خوشحالی میں تو الفاظ ہوتے ہیں لیکن مصیبت میں تو الفاظ بھی نہیں ہوتے۔ دل میں رو رہا ہوتا ہے تو میں عرض کر رہا تھا کہ:

(۱) اللہ پاک کی واحدانیت کا اقرار ہو۔ (۲) دوسرا حضور ﷺ کی ختم نبوت پر کامل یقین ہو۔

تو حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ حضور ﷺ کی ذات گرامی کے بعد جو بھی نبوت کا دعوی کریگا۔ وہ کذاب اور دجال تو ہو سکتا ہے۔ لیکن نبی قطعاً نہیں ہو سکتا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ختم نبوت کے مدعی کے بارے میں فرمان

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے فرمایا: کہ ایک آدمی نبوت کا دعوی کرے۔ پھر اس سے کوئی پوچھے کہ آپ کی نبوت کی کیا دلیل ہے؟

فرمایا: کہ یہ دلیل پوچھنے والا شخص بھی کافر ہے۔ کیونکہ دلیل پوچھنا یہ شک کی علامت ہے اور حضور ﷺ کی ختم نبوت میں شک کرنا بھی کفر ہے۔ ہمارے لاہور میں ایک بزرگ ہوتے تھے۔ سید حسن جعفری رحمۃ اللہ علیہ وہ پنجاب

کے سیکرٹری تعلیم رہے ہیں۔ بڑے اللہ والے تھے بعض لوگ دنیاوی محکموں میں کام کرتے ہیں لیکن ان کا دل خشیت سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے بھانجے کا تقوی اور طلب شہادت

ہمارے وہاں چوبرجی میں جنرل ضیاء الحق مرحوم کے ایک بھانجے تھے۔ وہاں ہماری مسجد میں کبھی کبھی نماز پڑھنے تشریف لاتے تھے۔ لیکن تھے بڑے اللہ والے یہاں جو واپڈا کا دفتر ہے۔ اس میں ملازم تھے۔ ان کے ماموں حالانکہ پاکستان کے صدر تھے۔ لیکن وہ خود دفتر میں سائیکل پر جاتے تھے اور اگر اپنے دفتر میں آدھا گھنٹہ پہلے پہنچ جاتے تو پنکھا نہیں چلاتے تھے۔ کہتے تھے کہ ابھی میری ڈیوٹی کا وقت شروع نہیں ہوا۔ وقت شروع ہوتا تو پھر وہ پنکھا چلاتے بس وہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ مجھے شہادت کی موت عطا فرمادے تو ایک دن ایسا ہوا کہ مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے۔ احسان مسجد میں تو شرپسندوں نے فائرنگ کی تو مغرب کی نماز پڑھتے ہوئے بیچارے جام شہادت نوش کر گئے۔

حاجی عبدالوہاب صاحب مدظلہ العالیہ کی سادہ کلام

ہمارے حاجی عبدالوہاب صاحب کے بڑے سیدھے سادے جملے ہوتے ہیں۔ لیکن دل سے نکلتے ہیں۔ دل پر جا کر لگتے ہیں۔ اب یہ پٹھان حضرات ہیں۔ ان کو سمجھانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن یہ حاجی صاحب کے بیان میں اتنا جم کر بیٹھتے ہیں۔ شاید ہی کسی اور کے بیان میں بیٹھتے ہوں۔ میں ایک مرتبہ حضرت کے بیان میں بیٹھا ہوا تھا تو حضرت کی عادت مبارکہ ہے کہ بیان کے اندر ذرا سو جاتے ہیں۔ میرے قریب ہی ایک پنجاب کا ایک نوجوان تھا وہ کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ حاجی صاحب "اگر تسی سو گئے تے ساری امت سو جاسی"

تو ایک پٹھان کھڑا ہوا اس نے اس کا بازو پکڑا اور اس کو زور سے بیٹھا دیا اور کہنے لگا کہ وہ رات کو جاگتے ہیں اگر سو رہے ہیں تو سونے دو۔ یہ جو دل ہے نا "من کان للہ کان اللہ لہ" یہ جو قلوب ہیں۔ سب اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ سب قلوب میں اللہ محبت بھر دیتے ہیں۔

حاجی عبدالوہاب صاحب کی نصیحت

میں ایک دفعہ حاجی عبدالوہاب صاحب مدظلہ العالیہ کے بیان میں بیٹھا ہوا تھا تو بڑے سادہ لفظوں میں بیان فرمایا کہ اگر تم اپنے علاقے میں جاؤ اور تم سے کوئی پوچھے کہ تم کون ہو تو تم اپنا تعارف تاجر سے نہ کروانا کہ میں تاجر ہوں۔ یا زراعت سے نہ کروانا کہ میں کسان ہوں۔ یا میں فلاں قوم سے ہوں۔ بلکہ یہ تعارف کروانا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا امتی ہوں۔ میں ان کا غم اور فکر لے کر گھومتا ہوں۔ حضور ﷺ والی فکر ہماری فکر ہے۔ اب آپ بتاؤ کہ اس تعارف میں باہر رہے گا۔ یہ اتنی جامع اور مانع تعریف ہے۔

طلباء کا جامعہ میں جھگڑا

مدرسہ میں بعض دفعہ اگر طلباء کا جھگڑا وغیرہ ہو جاتا ہے تو میں حاجی صاحب کا یہی جملہ سناتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ بھائی تمہارا تعارف پنجاب یا بلوچستان سے نہیں ہے۔ جیسے کہ ہمارے استاذ فرماتے ہیں کہ ہر ساتھ میل پر

زبان بدل جاتی ہے تو کیا مطلب دل بھی بدل جائیں گے۔ نہیں نہیں دین کی محبت ایسی ہے .... کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جنت میں جو محبت عطاء فرمائیں گے یہ تو دنیا میں اس کی جھلک ہے۔ بات بڑھ گئی۔

حضرت سید حسن جعفری رحمۃ اللہ علیہ کا ختم نبوت کے بارے میں ارشاد

تو ہمارے حضرت سید حسن جعفری رحمۃ اللہ علیہ ختم نبوت اور شان نبوت کے بارے میں ایک سادہ سا جملہ فرماتے تھے کہ رب نے ہمارے حضور ﷺ میں کیا کمی چھوڑی ہے کہ ہم کسی اور کو دیکھیں۔ اللہ نے تمام اوصاف کی اور تمام کمالات کی آپ ﷺ پر انتہا فرمادی ہے۔ بہت بڑی عظمت ہے۔ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں۔

مرزائیوں کا فتنہ

دیکھو! اس دور میں بڑے بڑے فتنے ہیں۔ انہیں میں سے ایک مرزائیوں کا فتنہ بھی ہے کہ یہ ختم نبوت کے باغی اور دشمن ہیں۔ ہمارے پاکستان میں بہت ہیں۔ کئی ملکوں میں بھی ان کا فتنہ ہے۔ آپ علماء اور طلباء ہیں۔ آپ اللہ کے دین کے ہر محاذ کے سپاہی ہیں۔ مدارس قلعے ہیں اور قلعوں میں سپاہی کون ہوتے ہیں۔ وہ آپ ہی ہیں۔ اب یہ قرب قیامت کا زمانہ ہے اب وقت کہہ رہا ہے۔ یہ تو بالکل آخری گھڑی ہے۔

سید صدیق حسن شاہ پر مرزائیوں کا جال بچھانا

میں وہاں بھی سناتا ہوں کہ ہمارے لاہور میں سید صدیق حسن شاہ صاحب ہیں۔ وہ مجھے سنانے لگے کہ میں کالج میں پڑھتا تھا تو میرے ساتھ کچھ مرزائی نوجوان بھی پڑھتے تھے۔ فرماتے ہیں وہ مجھے لٹریچر دیتے تھے۔ جس کو پڑھ کر مجھے شکوک وشبہات پیدا ہونے لگے۔ وہ فرمانے لگے کہ میں بڑا پریشان ہوا۔

دیکھو! ایسے موقع پر اپنے بڑوں کی رہنمائی اور سرپرستی کی ضرورت ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے: ''البرکۃ مع اکابرکم'' کہ برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہے۔ بزرگوں کے ساتھ ہے۔ ہمارے اساتذہ کرام سب اکابر ہیں۔ سب بزرگان دین ہمارے اکابر ہیں۔ سب کے قدموں میں جانے کی ضرورت ہے۔ عجیب اللہ کی شان ہے۔

حضرت مولانا فضل علی قریشی صاحب کی کرامت

ابھی عید کے بعد مسکین پور شریف جانا ہوا یہ سلسلۂ نقشبندیہ کی خانقاہ ہے۔ وہاں اس وقت حضرت مولانا محمد شاہ صاحب ہوتے ہیں جہاں حضرت مولانا فضل علی قریشی صاحب کی قبر ہے۔ میں راستہ سے گزر رہا تھا تو ساتھی نے مجھے بتلایا کہ یہ وہ کھیت ہے جہاں حضرت مولانا فضل علی قریشی صاحب ہل چلاتے تھے اور اللہ اللہ کرتے تھے تو زمین سے بھی اللہ اللہ کرنے کی آواز آتی تھی۔ عجیب اللہ کی شان ہے۔

حضرت مولانا محمد شاہ صاحب کا حدیث جبرئیل کے بارے میں عجیب ذوق

میں حضرت مولانا محمد شاہ صاحب جو کہ غالباً حضرت مولانا فضل علی صاحب کے نواسے ہیں۔ ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو فرمانے لگے کے بخاری شریف میں جو حدیث شریف ہے کہ: ''ما انا بقاری '' کہ حضرت

جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی ذات گرامی کو فرمایا: "اقراء" تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ما انا بقارئ" آگے الفاظ آتے ہیں۔ اللہ کی بیشی معاف فرمائے۔ "فغطني الثانیه" کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دبایا اپنے سینے کے ساتھ لگا کر تو حضرت شاہ صاحب فرمانے لگے کہ ویسے پڑھی تو نہیں ہے لیکن میں ایک توجیہ بیان کرتا ہوں کہ حضور ﷺ کو اپنے سینے کے ساتھ کیوں لگایا۔ کیوں دبایا......؟ فرمایا کہ دبانے میں حکمت یہ تھی کہ جو زبانی علوم تھے وہ حضور ﷺ کی ذات گرامی کے سینے میں "اقراء" کے ذریعے منتقل کئے اور جو صدری علوم تھے۔ جن کا تعلق سینہ کے ساتھ تھا ان کو اپنے سینے کے ساتھ لگا کر داخل کیا۔ یہ توجیہ بیان فرمائی۔ اپنے بزرگوں کے ساتھ جڑنے کی بڑی ضرورت ہے۔ تعلق کی بڑی ضرورت ہے۔

حضرت شاہ صاحب کا مدینہ منورہ میں باشندوں کا خیال کرنا

الحمدللہ! اللہ کی توفیق سے ایک مرتبہ حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر ہوا مدینہ منورہ میں تھے یہیں "عنابیہ" میں۔ میرے خیال سے اب تو گرادیا ہے۔ یہیں ایک رہائش میں ٹھہرے ہوئے تھے تو بعض ساتھی سودا خریدنے جاتے تھے۔ بڑی بڑی دوکانوں پر تو حضرت فرمانے لگے کہ یہ فٹ پاتھ پر جو برقعہ پوش عورتیں ہیں۔ انہوں نے جو سادے سے مصلے لگا رکھے ہیں۔ ہلکی قیمت والی چیزیں لگا رکھی ہیں۔ ان سے بھی سودا خریدو۔ یہ مدینہ منورہ کے اصل باشندے ہیں۔

پھر ہمارے بھائی خالد صاحب گئے تو ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی تھی اس کے پاس چند رومال تھے۔ انہوں نے وہ سارے ہی خرید لئے۔ اب اس نے عربی میں اتنی دعائیں دیں۔ "جزاک اللہ خیرا" دل سے پتہ نہیں کتنی دعائیں نکلیں۔ میں نے کہا کہ بھائی الحمدللہ! اللہ نے آپ کا سلسلہ تو پورا ہی کر دیا ہے۔ اللہ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اللہ قبول فرمائے۔

قرآن کریم کا ادب

میں جب مسجد نبوی جاتا ہوں تو ....شاید جواز کی گنجائش تو ہے۔ لیکن ادب تو یہی ہے کہ بعض لوگ قرآن شریف پڑھ رہے ہوتے ہیں تو میں جوتیاں نیچے کر لیتا ہوں۔ لیکن بعض دفعہ اوپر ہو جاتی ہیں تو میں نے حضرت شاہ صاحب سے عرض کیا کہ کیا کروں؟ تو حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ ایک تھیلی لے لو اس کی ڈوری لمبی کر لو کہ وہ پاؤں کے قریب پہنچ جائے۔ اسی میں اپنا جوتا ڈال کر تم چلو۔ اب یہ ہے کہ قرآن پاک کا ادب بھی ملحوظ رہے گا اور آپ کو چلنے میں بھی تکلیف نہیں ہوگی۔

اپنے بزرگوں کے ساتھ تعلق کی بڑی ضرورت ہے تو میں بات عرض کر رہا تھا کہ سید صدیق حسن شاہ صاحب کہنے لگے کہ میں نے مرزائیوں کا لٹریچر پڑھا تو عجیب سے شکوک وشبہات پیدا ہونے لگے تو میں بڑا پریشان ہوا۔ فرمایا کہ اللہ نے مہربانی فرمائی کہ جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی سرور صاحب دامت وبرکاتھم العالیہ کی خدمت میں میں نے خط لکھا۔ "کہ حضرت میں نے مرزائیوں کا لٹریچر پڑھا ہے اب میرے ذہن میں عجیب سے شکوک وشبہات پیدا ہو رہے ہیں تو اب میں کیا کروں۔"

حضرت صوفی سرور صاحب کا الہامی جواب

تو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت صوفی سرور صاحب نے ایک ایسی مثال بیان فرمائی جو سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے۔ حضرت صوفی سرور صاحب نے جواب دیا کہ آپ نے سانپ پکڑنے کا منتر سیکھے بغیر سانپ کو پکڑنے کی کوشش کی ہے۔ یہ ڈسے گا نہیں تو اور کیا کرے گا۔ یہ الہامی جواب ہے۔ کوئی کتابی جواب نہیں ہے۔ حضرت شاہ صاحب فرمانے لگے کہ جب میں نے حضرت صوفی سرور صاحب مدظلہ العالیہ کا یہ جواب پڑھا تو ساری گرد و غبار دور ہوگئی۔ الحمدللہ! اللہ کا شکر ہے کہ ختم نبوت کے میدان میں اللہ نے قبول فرما رکھا ہے اور کام کر رہے ہیں۔ الحمدللہ تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضور ﷺ کی ختم نبوت میں کوئی شک نہیں ہے۔

اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ

میرے عزیزو! اسی طرح حضور ﷺ کی ذات اقدس کے بارے میں ہمارے اکابر کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ذات اقدس اپنی قبر میں اس طرح تشریف فرما ہیں کہ اگر آپ پر قریب سے درود شریف پڑھا جائے تو حضور ﷺ خود سنتے ہیں۔ دور سے درود شریف پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ نے پوری زمین کو فرشتوں سے بھر رکھا ہے وہ حضور ﷺ کی خدمت میں نام لے کر درود شریف کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔

دار العلوم دیوبند کے نائب مہتمم قاری محمد عثمان صاحب کا عقیدہ

دار العلوم کے نائب مہتمم حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب جو حضرت مفتی سلمان منصور پوری صاحب کے والد صاحب ہیں۔ وہ پشاور کانفرنس میں تشریف لائے تو انہوں نے یہاں اس نیک عقیدے کو ان الفاظ میں بیان کیا کہ حضور ﷺ اپنے روضۂ اطہر میں اس انداز سے آرام فرما ہیں کہ اگر درود شریف قریب سے پڑھا جائے تو آپ خود سنتے ہیں۔ دور سے درود شریف پڑھا جائے تو اللہ نے فرشتوں سے پوری زمین کو بھر رکھا ہے تو وہ نام لے کر حضور ﷺ کو ہدیہ پیش کرتے ہیں۔

موجودہ زمانے میں عقیدہ رکھنا

تو میں اپنے ساتھیوں سے عرض کر رہا تھا کہ اس زمانے میں اگر ہم یہ عقیدہ رکھیں کہ ہم مشرق یا مغرب سے درود شریف پڑھیں اور حضور ﷺ اپنے روضۂ اطہر میں سماع فرما رہے ہیں تو یہ بھی عقل کے خلاف نہیں ہے بلکہ ادب کے خلاف ہے۔ کیونکہ درود شریف تو ہدیہ ہے اور فرمایا کہ ہدیہ پیش کرنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ محبوب کے قدموں میں پہنچ کر پیش کیا جاتا ہے۔ یا کسی کے ذریعے پہنچایا جائے۔ سب سے خوش نصیب تو مدینہ منورہ والے ہیں کہ حضور ﷺ کے جوار میں ہیں۔ بہت بڑی سعادت ہے کہ اللہ نے اپنے رحمت سے نواز رکھا ہے۔ اس نعمت کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔

رات جامعہ مدنیہ سے فون آیا تو میں یہاں کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ میری بات سن رہے تھے میں ان کی بات سن رہا تھا۔ ایک طالب علم بھائی عبداللہ ہے۔ اب بعض ساتھی مدینہ منورہ سے فون کرتے ہیں تو ہم وہاں کے

میں بیٹھ کر سن رہے ہوتے ہیں۔اب آپ بتاؤ کہ یہ کوئی عقل کے خلاف تو نہیں ہے اب اللہ کے لئے کیا مشکل ہے کہ ہماری مادہ چیزوں میں جب اتنی قوت ہے کہ ہزاروں میل کی آواز وہ سنوا سکتے ہیں تو روحانی قوت تو اس سے کہیں زیادہ ہے۔وہ بٹن اور بجلی کی محتاج نہیں ہے۔

لیکن ادب کا تقاضا یہ ہے کہ درود شریف ہدیہ ہے۔اس ہدیہ کو آپ ﷺ کے قدموں میں پہنچ کر پوری محبت کے ساتھ پیش کیا جائے۔حضور ﷺ کے محبین سے تو اللہ نے پوری دنیا کو بھر رکھا ہے۔اب ہمارے ہاں چونکہ اس قسم کے لوگ ہیں۔عجیب اشکالات کرتے ہیں۔کیونکہ وہ ظاہر بین ہوتے ہیں۔ایک ہے سمجھنا اور ایک ہے ماننا۔سمجھنا جو ہوتا ہے۔وہ تو دلیل کے ساتھ ہوتا ہے۔اب وہ بات بات پر پوچھیں گے اس کا کیا مطلب ہے اور فرمایا ماننا یہ ہے کہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔آمنا و صدقنا کہنا ہے۔

احکام کی اقسام

حضرت استاذ کی شفقت سے عرض کر رہا ہوں کہ آپ نے فقہ کی کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ احکام کی دو قسمیں ہیں۔بعض ''موافق القیاس'' ہوتے ہیں اور بعض ''خلاف القیاس'' ہوتے ہیں۔موافق القیاس موافق العقل ہوتے ہیں اور بعض مخالف القیاس مخالف العقل ہوتے ہیں۔جو احکام خلاف العقل ہوتے ہیں۔ان کو امر تعبدی کہتے ہیں۔ میں ملتان کے اندر سراجی پڑھتا تھا۔وہاں ہمارے نیک استاذ ''امر تعبدی'' کا معنی بیان کرنے لگے کہ تعبدی ''عبد'' سے ہے اور عبد کا معنی ہے غلام۔مطلب یہ ہوا کہ وہ ہیں آقا ہم ہیں غلام وہ جو فرمائیں سر آنکھوں پر کہ جیسے غلام اپنے آقا کے ہر فرمان کو مانتا ہے چاہے اس کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے کیونکہ غلام کا کام ماننا ہوتا ہے تو اللہ مالک الملک ہے ہم ان کے غلام ہیں۔ان کے ہر فرمان کو سینے سے لگانا ہے چاہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

حضور ﷺ کا عقل کل ہونا

ہمارے حضرت مولانا سعد صاحب ہندوستان والے انہوں نے یہ بیان فرمایا تفسیر مظہری کے حوالے سے کہ اللہ نے عقل کے سو حصے کئے ہیں۔فرمایا اس میں سے ننانوے ۹۹ حصے حضور ﷺ کی ذات گرامی کو عطاء فرمائے۔گویا کہ آپ ﷺ عقل کُل ہیں اور عقل کا ایک حصہ پوری دنیا پر تقسیم کیا۔

ایک صاحب کا اشکال اور اس کا جواب

ایک صاحب کہنے لگے کہ میری عقل میں یہ بات نہیں آتی......؟

ہمارے دوسرے بھائی کہنے لگے کہ تیری عقل ہے کتنی کہ تیری عقل میں یہ بات آجائے......؟

حضرت بڑے استاذ جی فرما رہے تھے کہ جہاں ہمارے حواس کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے ہماری عقل کی ابتداء ہوتی ہے اور جہاں ہماری عقل کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے وحی کی ابتداء ہوتی ہے۔یاد رکھنا! بالکل بجا فرمایا۔ ہمارے حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب رائیونڈ امتحانات کے لئے تشریف لاتے ہیں تو سب کو مدرسہ میں جمع فرماتے ہیں۔الحمدللہ!

حضرت مولانا مفتی حسن صاحب مدظلہ العالیہ کے والد گرامی کا پڑھائی کا عرصہ

میں آپ کو عرض کروں کہ حضرت والد صاحب کا پڑھائی کا عرصہ چالیس سال ہے۔ شاید میں نے آپ کو یہ واقعہ سنایا بھی ہو۔ ہمارے دادا جی تھے۔ اللہ ان کو غریق رحمت فرمائیں۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے ہی وہ لگے ہیں۔ میوات میں تھے۔ میاں جی کے نام سے مشہور تھے۔ رائیونڈ کی ابتداء میں تھے۔

حضرت مولانا حسن صاحب کی حاجی عبدالوہاب صاحب سے ملاقات

اس مرتبہ حاجی صاحب بیان کر رہے تھے تو فرمایا کہ میاں جی کا پوتا ہے۔ لیکن مجھے ملنے نہیں آتا۔ ملا تو میں پہلے بھی تھا لیکن اپنا تعارف نہیں کروایا تھا۔ بس اللہ قبول فرمائے تعارف کی کیا ضرورت ہے تو جب حضرت نے فرمایا کہ مجھے ملا نہیں تو پھر میں شام ہی کو فوراً ملنے پہنچا۔ تھوڑا سا میں نے تعارف کروایا اور پھر ساتھ ہی طلباء تھے۔ انہوں نے تعارف کروایا...... انہوں نے پھر ذرا زور سا طمانچہ مارا...... پھر بڑی محبت سے الحمد اللہ اپنے پاس بٹھایا فرمانے لگے کہ آپ کے جو دادا تھے۔ وہ ذاکر بہت تھے۔ اللہ اللہ بہت کرتے تھے تو میں انہیں ملنے آتا تھا۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا میاں جی کو تبلیغ میں لگانا

ہماری پھوپھی جان ہندستان میں ہوتی ہے کہنے لگی کہ حضرت جی ہمارے ہاں گھر تشریف لائے اور دادی صاحبہ کو فرمایا کہ میاں جی کو تبلیغ کے کام سے نہ روکنا۔ بس ان کا مزاج ایسا ہو گیا بزرگوں کی توجہ سے کہ جماعت آتی کھیت میں ہل چلا رہے ہوتے تھے۔ ہل کو وہیں چھوڑتے اور جماعت کے ساتھ چل پڑتے۔

مولانا مفتی حسن صاحب کے والد گرامی کا طالب علمی کا زمانہ

تو بس ان کی برکت سے حضرت والد صاحب گئے۔ والد صاحب پر پڑھنے کا غلبہ بہت تھا۔ طبعیت بالکل سیدھی سادھی تھی اور قرآن پاک کے پکے حافظ تھے۔ میں نے پوری زندگی قرآن پاک ان کو ناظرہ پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ سوائے ایک مرتبہ کے۔ مجھے کچھ یاد پڑھتا ہے ورنہ ہمیشہ زبانی پڑھتے تھے۔ خیر المدارس میں پڑھتے رہے۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صاحب کے حوالے کر دیا کہ ذرا ان کا خیال رکھنا بس وہ نظر شفقت رکھتے تھے۔ پھر حضرت والد صاحب کے استاذ اپنے گاؤں اٹک چلے گئے تو والد صاحب فرمانے لگے کہ بیٹا مجھے پڑھنا ہے میرے لئے کوئی مدرسہ تلاش کرو تو میں نے چوبرجی والے مدرسہ جامعہ محمدیہ میں حضرت والد صاحب کو خود داخل کروایا۔ میں نے تو تھوڑا بہت تکرار کروانا شروع کر دیا لیکن وہ تو پڑھتے تھے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ کتاب کو کبھی لٹکا کر نہیں چلتے تھے۔ ہمیشہ اپنے سینے سے لگا کر رکھتے تھے۔ حالانکہ بیماری بھی تھی لیکن کمزوری بھی تھی۔ لیکن بس یہ تھا کہ کتاب کو اپنے سینے سے لگا کر رکھتے تھے۔

تو میرے عزیز! کوشش یہ ہو کہ کتاب اپنی نشست سے اوپر ہو۔ میں نے حضرت صوفی سرور صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو بھی دیکھا کہ حضرت مسجد میں تشریف لاتے تو اپنا رومال نیچے جھک کر رکھتے۔ اوپر سے پھینکتے نہیں تھے۔ جتنا بھی ان شاء اللہ ادب ہوگا اتنا ہی ان شاء اللہ نورانیت اور برکت ہوگی۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے تو میں عرض کر رہا تھا کہ دین ماننے کا نام ہے۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے خوشبو

ہمارے لاہور میں چوبرجی کے قریب میانی قبرستان ہے۔ اس میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر ہے۔ اب ان کے باغ سے پردہ اٹھایا گیا ہے یا نہیں اٹھایا گیا۔ ہمارے حضرت شیخ موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اللہ کی توفیق سے بندہ ان کے غسل میں شریک تھا۔ ان کے دفن میں شریک رہا۔ ہمارے مدرسے جامعہ محمدیہ کے طلباء نے بھی ان کے دفن وکفن کا انتظام کیا۔ کیونکہ قریب تھے۔ بھائی حسین اس وقت طالب علم تھے اب استاد ہیں جامعہ مدنیہ میں۔ انہوں نے حضرت استاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا تو ہمارے جامعہ اشرفیہ کے ایک نیک استاذ وہاں دوسرے دن ایک دیوار بنا رہے تھے۔ دیوار راستے میں پڑتی تھی تو راستے کی کھدائی کے وقت حضرت کی قبر سے ایک اینٹ ہٹی اس سے ایسی خوشبو شروع ہوئی کہ پورے اَحاطے کو خوشبو سے معطر کر دیا۔ عجیب اللہ کی شان ہے۔

حضرت شیخ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر حاضری

اگلا دن جمعہ کا تھا تو مجھے جمعہ کے دن اطلاع ملی میں نے کہا کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر جاؤں گا میں گیا تو حضرت کی قبر سے وہ خوشبو شروع تھی۔ میں گھر جا رہا تھا تو میں نے تھوڑی سی مٹی اٹھا لی۔ پھر مجھے خیال آیا کہ بغیر اجازت کے اٹھائی ہے شاید یہ مناسب نہیں ہے پھر میں نے دوبارہ قبر پر ڈال دی۔ لیکن پھر بھی ہاتھ کے ساتھ تھوڑی سی رہ گئی۔ پھر بعد میں حضرت نے خواب میں اجازت بھی عطا فرما دی کہ اٹھا لو جتنی اٹھانی ہے۔ اب وہ تھوڑی سی مٹی میری جیب میں تھی۔ اب میں مغرب کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں گیا تو میرا چھوٹا بھائی کہنے لگا کہ آج آپ نے کونسی خوشبو لگائی ہے؟ تو میں نے کہا کوئی خوشبو تو نہیں لگائی۔ بس وہ حضرت شیخ موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی مٹی ہے۔ بس وہ کچھ میرے پاس تھی۔ اس کی خوشبو آ رہی ہے۔

شیخ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے چالیس قسم کی خوشبو

اتنی خوشبو بھائی حسین کہنے لگے کہ رات کو تہجد کے وقت جدھر سے مٹی اٹھاتے ادھر سے نئی خوشبو آتی اور فرمایا کہ چالیس ۴۰ قسم کی خوشبو تو میں نے سونگھی ہے۔ عجیب اللہ کی شان ہے۔ یقین ہوا کہ جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر جنت۔ جہنم بھی میرے سامنے آجائے تو میرے ایمان میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ حضور ﷺ نے فرما دیا بس برحق ہے۔ الحمد للہ تو یہ ایمان بالغیب ہے۔ اللہ نے پردہ ڈال رکھا ہے۔ میں آپ کو عرض کروں کہ اگر اللہ یہ پردہ اٹھا دیں تو یہ تبلیغی جماعت والے بھائیوں کو محنت کی ضرورت نہ رہے پھر تو سارے سال کے لئے چلّے کے لئے خود بخود چلے جائیں گے۔

دشت لیلیٰ کے شہداء کا قبرستان

آپ کو معلوم ہوگا کہ دشت لیلیٰ میں کچھ طلباء کو شہید کیا گیا تو امیر المومنین حضرت مولانا عمر صاحب مدظلہ العالیہ (اللہ ان بزرگوں کی عمر میں برکت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائے۔ دین کے جتنے بھی شعبے ہیں وہ سب اپنے ہی ہیں۔ ہمارے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ایک جملہ فرماتے تھے کہ دین کا خادم دین کی

خدمت کرنے والوں کو اپنا رفیق سمجھے فریق نہ سمجھے۔ تعلیم ہے۔ تبلیغ ہے۔ جہاد ہے۔ اللہ نے سب کو باقی رکھنا ہے۔ ایک کام میں اللہ نے ہمیں لگا رکھا ہے اور دوسرے بھائی دوسرے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر ہم ان کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتے تو کم از کم محبت تو رکھیں محبت کی برکت سے ہمارا اس کام میں حصہ پڑھ جائے گا۔ ''المرء مع من احب'' ہمارے اکابر حضرات نے دین کے سب شعبوں کی حفاظت کی ہے۔ یہ عجیب اللہ کی رحمت کا سلسلہ ہے) تو ان طلباء کو حضرت امیر المومنین کے حکم سے قندھار میں ایک علیحدہ قبرستان میں دفن کیا گیا۔

شہدائے دشت لیلیٰ کی قبروں سے قرآن کی آواز

تو حضرت مولانا یعقوب حسن صاحب فرمانے لگے کہ ہم جب وہاں گئے تو قریب بستی والوں سے پوچھا کہ ان شہداء کے بارے میں کوئی خاص بات بتائیں تو انہوں نے بتایا کہ قبرستان کے بارے میں خاص بات یہ ہے کہ رات کو ان قبروں سے قرآن پڑھنے کی آواز آتی ہے تو حضور ﷺ کے فرمان میں کوئی شک نہیں ''انما القبر روضة من ریاض الجنة''

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے خوشبو

حضرت مولانا زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ فرمانے لگے کہ ایک ہزار سال کی تاریخ میں یہ بات ملتی ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے اب تک خوشبو آ رہی ہے۔ ہمارے ایک بزرگ تھے فرمانے لگے کہ ہم وہاں پر گئے تو ہمیں تہجد کے وقت حضرت کی قبر پر لے جایا گیا اس وقت بھی خوشبو آ رہی تھی۔ ساری زندگی کام جو خوشبو والا کیا ہے تو کیوں خوشبو نہ آئے گی۔

علماء، صلحاء، غوث اور ابدال کی حیثیت حضور ﷺ کی خاک کے مقابلے میں

میرے عزیزو! یاد رکھنا اگر تمام امت کے گزرے ہوئے اور آنے والے علماء اور صلحاء کو اور غوث اور ابدال کو جمع کر لیا جائے تو حضور ﷺ کی خاک کے کروڑوں ذرّے کئے جائیں تو پھر بھی یہ سب مل کر ایک ذرہ کے برابر نہیں ہوں گے۔ اللہ نے جب ان غلاموں کو یہ مقام عطا فرمایا ہے کہ ان کی قبروں سے خوشبو آ رہی ہے۔ جنت کے باغ نظر آ رہے ہیں تو اب آپ بتاؤ کہ حضور ﷺ کے روضہ کی کیا شان ہوگی۔ جن پر اللہ کی ہر وقت رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے بارے میں گمان

الانبیآء احیاء فی قبورھم یصلون (الحدیث) ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاءٌ ولکن لا تشعرون (الآیة) '' کہ جو اللہ کے راستے میں شہید ہو جائیں تو ان کو زبان سے مردہ نہ کہو۔ پھر دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً (الایة) '' کہ دل میں بھی انہیں مردہ نہ کہو (یعنی تم گمان بھی نہ کرو جو اللہ کے راستے میں شہید ہو گئے)

بعض لوگ ہوتے ہیں زبان سے تو حیاتی ہوتے ہیں لیکن دماغ سے مماتی ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ نے فرمایا کہ ان کو مردہ تصور بھی نہ کرو اب میں آپ کو عرض کروں کہ اگر ایک آدمی طبعی موت میں فوت ہو جائے تو اس کی موت

کے بعد والی زندگی میں پھر بھی شبہ ہوتا ہے۔ لیکن ایک آدمی اللہ کے راستے میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تو دماغ تو یہی کہے گا کہ یہ زندہ نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ تم زبان کو بھی بند رکھنا اور دماغ کو بھی بند رکھنا اب یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی حیات کہاں سے ثابت ہے؟ میں نے یہ کہا کہ یہ غلاموں کی حیات دلیل ہے۔ آقا مدنی سرور دوعالم ﷺ کی حیات پر۔ جو منعم علیہم ہیں۔

مُنعم علیہم چار طبقے

منعم علیہم چار طبقے ہیں: (۱) سب سے پہلے انبیاء ہیں، (۲) پھر صدیقین، (۳) تیسرے نمبر پر شہداء ہیں اور (۴) چوتھے نمبر پر صالحین ہیں۔

استدلال کے چار طریقے

ہم نے اپنے اساتذہ کی خدمت میں پڑھا ہے کہ استدلال کے چار طریقے ہیں۔

(۱) عبارۃ النص (۲) اشارۃ النص (۳) دلالۃ النص (۴) اقتضاء النص

فرمایا ان میں سے جو تیسری دلیل ہے۔ دلالۃ النص اس کو تین سال کا بچہ بھی سمجھ سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں کوئی اجتہاد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ صرف زبان جاننے کا مقام ہوتا ہے۔ اب آپ بتاؤ کہ والد کو گالی دینا۔ مارنا حرام ہے اور یہ قرآن سے ثابت ہے۔ اب آپ ایک چھوٹے بچے سے کہیں کہ اے میرے بیٹے اپنے والدین کو اُف بھی نہیں کرنی۔ اُوں اُوں بھی نہیں کرنی۔ اب بچہ کیا سمجھے گا کہ میں کشتی کر سکتا ہوں۔ نہیں نہیں۔ جب وہ سمجھے گا کہ جب میں اُوں نہیں کر سکتا تو اپنے والدین کو گالی دینا اور مارنا تو بطریق اولیٰ حرام ہے والدین کافر ہی کیوں نہ ہوں۔ ان کا ادب واحترام ضروری ہے۔

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا احترام والدہ

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے اسلام کی دولت سے منور کیا لیکن حضرت کی والدہ سکھ تھی تو حضرت جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی چھوٹی بچی رو رہی تھی تو ان کی والدہ بچی کو اٹھائے ہوئے آئی یہ خطبہ دے رہے تھے۔ پیچھے سے ذرا تھپڑ مارا حالانکہ خطبہ دے رہے ہیں لیکن تمام مجمع کو خطاب کر کے فرمایا کہ یہ میری والدہ صاحبہ ہے۔ والدہ صاحبہ بس اتنا کہا۔

بعض دفعہ والدین اگر طبیعت کے خلاف کوئی بات کہہ دیں تو بس یہ ہے کہ جھک جاؤ۔ یا تھوڑی دیر کے لئے مجلس سے علیحدہ ہو جاؤ۔ لیکن ان کے سامنے کچھ کہنا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق نصیب فرمائے تو اب آپ بتاؤ کہ حکم یہ ہے کہ اُف بھی نہ کہو تو یہ تین سال کا بچہ سمجھ رہا ہے تو جب اُف بھی نہیں کہہ سکتے تو سبّ وشتم تو بطریق اولیٰ نہیں کر سکتے تو اب آپ بتاؤ کہ اگر آپ بچے کو کہیں کہ منعم علیہم چار طبقے ہیں۔

(۱) انبیاء (۲) صدیقین (۳) شہداء (۴) صالحین

پھر آپ اس کو بتائیں کہ یہ جو تیسرے نمبر کا طبقہ ہے اس کو یہ انعام ملے گا تو اب وہ بچہ سمجھ جائے گا کہ جب تیسرے طبقے والے کو یہ انعام مل رہا ہے تو پہلے دو نمبروں کو تو بطریق اولیٰ ملے گا۔ ان کی حیات تو ان سے بھی اعلیٰ وارفع ہوگی۔ حضور ﷺ کے روضے کی بہت بڑی شان ہے۔

جنت البقیع میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبروں پر حاضری

کوشش کرتا ہوں کہ صبح کی نماز حرم میں ہی ادا کرلوں۔ پھر سلام عرض کرلوں۔ آج تو الحمد للہ جنت البقیع میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی خدمت میں بھی حاضری نصیب ہوئی۔ یہ تو نور سے بھرا ہوا ہے۔ یہ تو المدینہ المنورہ ہے اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ بس اس نیک عقیدہ پر قائم رہنا ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر مبارک میں حیات ہیں۔

عالم برزخ کی تعریف

تفسیر کبیر میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عجیب بات فرمائی کہ عالم برزخ کسے کہتے ہیں۔ میرے عزیز! ایک بات یاد رکھنا کہ ہمارے استاذوں نے ایک عجیب بات ارشاد فرمائی کہ عالم برزخ کہتے ہیں۔ موت سے لے کر قیامت تک کے انتظار کو برزخ کہتے ہیں۔ اب اگر کسی کو قبر مل جائے تو یہی اس کے لئے برزخ ہے۔ پردہ ہے اور جو دریا میں غرق ہوجائے تو وہ اس کے لئے برزخ ہے۔ وہ اس کے لئے جہاں بن جائے گا۔ پہاڑ کے اندر لاش کو جلا کر اس کے اجزاء کو بکھیر دیا جائے۔ وہ اس کیلئے پردے کا جہاں بن جائے گا

عالم برزخ کی مثال

عالم برزخ عالم خواب کی طرح ہے۔ مثلاً آپ نے رضائی لے رکھی ہے بالخصوص سردیوں کے زمانے میں۔ جیسے میں آج آیا تو بھائی رضا نے رضائی لی ہوئی تھی تو وہ شکل تقریباً قبر کی سی بن جاتی ہے۔ میں پاکستان میں مثال دیتا رہتا ہوں کہ اگر آپ جامعہ مدنیہ سے رائیونڈ بھی چلے جائیں تو آپ کو رائیونڈ پہنچنے میں کوئی پندرہ منٹ لگ جائیں گے۔ لیکن اگر ایک لمحے کے لئے آنکھ لگی تو آپ مکہ و مدینہ پہنچ سکتے ہیں۔ اللہ خوش نصیبی نصیب فرمائے۔ عالم برزخ میں جانے کے لئے کوئی جہاز۔ کوئی ٹکٹ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ عالم خواب اتنا وسیع ہے کہ یہاں رضائی کے اندر مکہ و مدینہ نظر آرہا ہے اتنا وسیع ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا قبر کے بارے میں ارشاد

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ دیکھنے والے کو تو یہ قبر گڑھا نظر آتا ہے۔ اس کو ایک بالکل دوسرا جہاں نظر آرہا ہوتا ہے۔ ہاں! اللہ عالم بالا کو اس کے اوپر منکشف کردیتے ہیں۔ بعض سے ثواب کا پردہ اٹھاتے ہیں اور بعض سے عذاب کا پردہ بھی اٹھا دیتے ہیں۔ ثواب کی مثال تو میں نے دی ہے۔ اب عذاب کا پردہ اٹھایا گیا۔

علماء کرام کا دورہ

وہاں پاکستان میں دورے میں علماء کا سلسلہ ہوتا ہے۔ اللہ کی توفیق سے ہوتا ہے۔ الحمد للہ۔ اللہ قبول فرمائے اساتذہ کی شفقت ہوتی ہے۔ میں آپ کو عرض کروں کہ ہم آپس میں بیٹھ کر تکرار کرتے ہیں۔ بس آپ لوگ مقبول ہیں۔ بس آپ لوگ تو محتاج نہیں ہیں۔ یہ خدمت اس نیت سے ہے کہ حضور ﷺ کی شفاعت نصیب ہو۔ ہمارے اساتذہ بڑے مخلص ہیں۔ یہ تو اللہ نے علماء دیوبند کو ورثے میں عطاء کر رکھا ہے۔ الحمد للہ۔ دوسرے لوگ ہیں ان کے پاس یہ عمارتیں ہیں۔ لیکن یہ روشنی نہیں ہے۔ یہ اللہ نے علماء دیوبند کے روحانی فرزندوں کو عطاء کر رکھی ہے۔ بات ذرا بڑھ گئی۔

حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک محبت بھرا شعر جو مدینہ منورہ کی عظمت کی ایک جھلک پیش کرتا ہے:

ہم نے مانا کہ جنت بہت ہے حسین — چھوڑ کر ہم مدینہ نہ جائیں کہیں
کیونکہ جنت میں سب ہے مدینہ نہیں — اور جنت مدینے میں موجود ہے

الصرف العزیز کا ایصال ثواب

یہ الصرف العزیز ہے۔ یہ حضور ﷺ کے ایصال ثواب کے لئے ہے؛ سات سال ہو گئے اس کو لکھے ہوئے بس جب سے یہ چھپی ہے تو اس وقت سے اللہ تعالیٰ اپنے گھر بلا رہے ہیں۔ ویسے بظاہر کوئی انتظام نہیں ہوتا اللہ اپنی رحمت سے بلا لیتے ہیں۔ اگر ایک گردان بھی یاد کریں گے تو حضور ﷺ کی روح کو ٹھنڈک پہنچے گی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

***

تیسرا بیان پاکستان میں عقیدہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، امابعد: فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

میں مدرسہ صولتیہ میں بیٹھا ہوا تھا تو وہاں کے شیخ الحدیث فرمانے لگے کہ دکتور اپنے آپ کو ڈاکٹر لکھتے ہیں۔ پھر حضرت فرمانے لگے کہ بڑے بڑے اکابرین مثلاً تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ان دکتوروں کی کیا حیثیت ہے۔ یہ جو ہمارا چٹائیوں والا سلسلہ ہے ان میں بڑی برکت ہے۔ بس یہ سمجھیں کہ یہ گہرائی (عمق) اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔

سعودی عرب کے ایک عالم کا پاکستان کے مدارس کے بارے میں تأثر

ایک مولانا صاحب سعودی عرب والے فرمانے لگے کہ وہاں پاکستان میں مدارس کا ماحول بڑا ہے۔ اب صحیح مسئلہ بتانے والا مشکل ہے۔ یہاں مدارس کا ٹوٹا پھوٹا ماحول ہے۔ اللہ پاک نے رکھا ہے۔ اس میں اللہ پاک نے بہت برکت رکھی ہے۔ ہندوستان، سعودی عرب میں بیچارے علماء کرام ہیں۔ لیکن بالکل پابند ہیں۔ وہ تو کھل کر امریکہ کے خلاف بددعا بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن کوشش کرتے ہیں۔ بہرحال پھر بھی پریشان ہیں پھر بھی بعض اہل حق کر دیتے ہیں۔ جیسے علی بن عبدالرحمن حذیفی۔

مسجد نبوی ﷺ کے امام علی بن عبدالرحمن کی شخصیت

علی بن عبدالرحمن حذیفی کی ہم نے زیارت کی وہ عجیب شخصیت ہیں۔ مسجد نبوی کے امام ہیں۔ قرآن آپ ان کے پیچھے سنیں عجیب سرور نصیب ہوتا ہے۔ جہری نماز تقریباً وہی پڑھاتے ہیں۔ سراً بھی پڑھاتے ہیں۔ ساتھ گنبد خضراء ہے۔ حضور ﷺ کی مبارک محبت کی عجیب وہاں لذت محسوس ہوتی ہے عجیب اللہ کی رحمت ہے۔ میرے گھر اور منبر کے درمیان یہ حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اللہ پاک وہ نسبت عطاء فرمائے۔

''المہند علی المفند'' میں اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ

''المہند علی المفند'' میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کہ جسد اطہر کے ساتھ زمین کا جو ٹکڑا لگا ہوا ہے۔ خانہ کعبہ سے افضل ہے۔ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔ اللہ پاک کا عرش موجود ہے۔ لیکن وہ ایک مشابہ میں ہے یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اللہ پاک اس پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اللہ پاک تو مکان سے پاک ہے۔ اس لئے وہ آیت مشابہ میں ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا (تو اس نے کہا) تو عرض کیا کہ آپ تو بہت خوش نصیب ہیں کہ اللہ پاک کا قُرب آپ کو نصیب ہے۔ اگر مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کریں تو اللہ پاک سمجھا دیتا ہے۔ یہاں پر میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہمارے اکابر علماء دیوبند بلکہ اہل السنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''من صلی علیٰ عند قبری فقد سمعته و من صلی علیٰ غائبا فقد ابلغته'' جو شخص قریب سے مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو میں خود اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر سلام بھیجتا تو وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا روضۂ اطہر پر سلام اور روضۂ اطہر سے اس کا جواب

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی مرتبہ حج کے موقعے پر روضۂ اطہر پر حاضر ہوئے خود وہاں پر جا کر سلام پیش کیا: ''الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' اندر سے آواز آئی ''وعلیک السلام یا ولدی'' اُس وقت جتنے بھی لوگ وہاں خود موجود تھے سب نے وہ آواز سنی۔ وہاں لوگوں میں مشہور ہوا کہ ایک ہندی ہے جس نے روضۂ اطہر پر سلام پیش کیا تو اندر سے آواز آئی ''وعلیک السلام یا ولدی'' الحمد للہ اس مسئلہ کے حق ہونے میں کوئی شک نہیں۔

دیوبندیت کیا ہے؟

ہمارے اکابر دیوبند اگر اپنے آپ کو دیوبندی کہتے ہیں۔ دیوبند کیا ہے؟ وہ تو اہل السنت کی صحیح تشریح کا نام دیوبندیت ہے۔ اہل السنت کے جمیع عقیدے کے صحیح ہونے کا نام دیوبندیت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کچھ لوگ اس میں عقلی اشکالات کرتے ہیں۔ اشکالات کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

حضور ﷺ کا ادب

میں عرض کرتا ہوں۔ اگر اس زمانے میں یہ عقیدہ بھی رکھا جائے۔ ہم یہاں سے درود شریف پڑھتے ہیں اور حضور ﷺ اپنے روضۂ اطہر میں سنتے ہیں تو یہ عقیدہ بھی کوئی خلاف العقل نہیں ہے۔ کیونکہ میں نے ایک دن روضۂ اطہر کے قریب سے فون کیا تو یہاں لاہور میں طلباء نے اٹھایا اب میں نے ان کی آواز سنی اور سب کی خیریت معلوم کی۔ اب آپ بتاؤ کہ وہاں سے کوئی تار آتی ہے۔ حالانکہ درمیان میں پہاڑ بھی ہیں۔ مشرق سے مغرب کا فاصلہ ہے۔ لیکن آواز صاف سنائی دے رہی ہے۔ لیکن یہ عقیدہ ادب کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہاں حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے سے بلایا گیا تو رب نے ارشاد فرمایا: ''اکثر هم لا یعقلون'' اور ہم استغفر اللہ یہاں سے پکاریں۔ اس سے بڑی حماقت کیا ہوگی۔ اللہ پاک نے پوری زمین پر فرشتے علیہم السلام رکھے ہیں کہ جہاں سے بھی میرے پیارے پر درود

پڑھا جائے تو وہ فرشتے پورے ادب کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور قریب سے پڑھے تو حضور ﷺ خود سنتے ہیں۔

پشاور میں دارالعلوم دیوبند کی کانفرنس میں شرکت

دارالعلوم دیوبند کی پچھلے سال پشاور میں کانفرنس ہوئی۔ میں وہاں حاضر تھا۔ وہاں دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم نے بیان میں فرمایا کہ حضور ﷺ اپنے روضۂ اطہر میں آرام فرمارہے ہیں۔ ایسا آرام ہے کہ اگر دور سے درود شریف پڑھا جائے تو حضور ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے اور اگر قریب سے پڑھا جائے تو حضور ﷺ خود سنتے ہیں۔ یہ قبر ہے اس کو مٹی کا ایک گھڑھا نہ سمجھنا۔ یہ تو حدیث شریف میں آتا ہے کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گھڑھا۔

نواز بلوچ صاحب کی زبان سے عالم برزخ کی تعریف

ہمارے استاذ نواز بلوچ صاحب عالم برزخ کی تعریف کرتے ہیں کہ موت سے قیامت تک جو انتظار کا زمانہ ہے اس کو عالمِ برزخ کہتے ہیں۔

حضرت انور شاہ کشمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو دوست

میں مدرسہ صولتیہ (مدینہ منورہ) میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں پر دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث عبدالحق قاسمی صاحب تشریف فرما تھے اور مولانا اسماعیل بہت بڑے مناظر ہیں اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی شاگردوں میں سے ہیں اور حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ بڑی عمر تھی۔ کافی ضعیف تھے۔ تشریف لائے۔ انہوں نے پھر مجھے سنایا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرے دو دوست ہیں۔

(۱) ایک بے وفا (۲) اور ایک باوفا

فرمایا کہ یہ علم میرا بے وفا دوست ہے۔ کبھی کبھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن یہ جہالت تو باوفا ہے۔

حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا دعویٰ

حضرت صاحب کو اللہ نے بے مثال اور بے نظیر حافظہ عطا فرمایا تھا۔ حضرت فرماتے تھے۔ یہ جتنے بھی علوم عربی ہیں یہ ختم ہو جائیں گے تو میں از سرِ نو لکھ سکتا ہوں لیکن چند کتابیں ایسی ہیں جن کو میں نہیں لکھ سکتا۔

۱...... ہدایہ: فرمانے لگے کہ میں ہدایہ کی چند سطریں بھی نہیں لکھ سکتا۔

صاحبِ ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کا کمال اخلاص

ہدایہ کے مقدمے میں لکھا ہے کہ میں نے بدایۃ المبتدی کی شرح لکھنی شروع کی لکھتے لکھتے اَسّی ۸۰ جلدیں ہو گئیں۔ فرمایا کہ مجھے اس میں لمباپن محسوس ہوا تو پھر میں نے اپنے گھوڑے کی لگام کو پھیرا اور اَسّی ۸۰ جلدوں میں سے اس کا خلاصہ لکھا۔ حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ حضرت نے گیارہ سال میں لکھی کسی کو علم بھی نہیں تھا صبح کے وقت گھر سے کھانا اٹھا کر جاتے اور راستے میں کسی فقیر کو دے دیتے۔ کتنا اخلاص تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا شہادت کے وقت زیارتِ نبوت سے مشرف ہونا

مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوائیوں نے جب محاصرہ میں رکھا تو اسی دوران ان کو نیند آئی۔ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ روزہ رکھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا یا عثمان! روزہ میرے ساتھ افطار کرنا ہے۔ جیسے ہی بیدار ہوئے فوراً وضو کیا اور قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دی۔ جب ''فان اٰمنو ابمثل ما امنتم بہ فقد اھتدو اوان تولو فانما ھم فی شقاق (الایۃ)'' پر پہنچے بلوائیوں نے حملہ کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو وہیں شہید کر دیا۔ آپ بتاؤ کہ روزہ کہاں افطار کیا۔ حضور ﷺ کے ساتھ افطار کیا۔ یہ تو اللہ پاک کا بہت بڑا سلسلہ ہے۔ یہ تو اللہ پاک نے کچھ پردے ڈال رکھے ہیں۔ اللہ پاک کی رحمت ہے۔

(میرے عزیز! یہ عقیدہ رکھیں۔ یہ تمام انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ پوری امت کا اس پر اجماع ہے۔ اللہ پاک آپ کو لے جائے) روضۂ اطہر پر دیوانوں کا کس قدر ہجوم ہے۔ اللہ پاک آپ کو دیکھائیں گے۔

آسمان اور زمین کی فضیلت کے بارے میں علماء کرام کا اختلاف

علماء کرام کا اختلاف ہے کہ آسمان افضل ہے۔ یا زمین افضل ہے۔ کیونکہ وہاں گناہ نہیں ہوتا۔ بعض کہتے ہیں کہ زمین افضل ہے۔ لیکن اس بات میں تو اکثر کا اتفاق ہے کہ زمین کا وہ حصہ جو آپ ﷺ کے جسد اطہر کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ فرمایا کہ یہ خانہ کعبہ سے افضل ہے۔ یہ عرش معلّٰی سے افضل ہے۔ کیونکہ سب کی سب مخلوق ہے اور مخلوق میں اللہ پاک کی ذات کے بعد سب سے بڑا مقام حضور ﷺ کی ذات گرامی کا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی حیثیت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ یا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ افضل ہیں؟ (جو کہ تابعی ہیں) تو فرمایا کہ آپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بات کرتے ہیں۔ فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جس گھوڑے پر بیٹھ کر حضور ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے ہیں۔ سفر میں شریک ہوئے ہیں۔ گھوڑا دوڑتا ہے تو دھول (خاک، مٹی) اڑتی ہے اور دھول ناک میں پہنچتی ہے۔ فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک کی دوڑھ وہ بھی عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے افضل ہے۔

فضیلت کی وجہ

پھر وجہ بیان کی کہ حضور ﷺ جب سانس لیتے تھے تو آپ ﷺ کی سانس کی ہوا اس گرد و غبار کے ساتھ ملتی تھی۔ فرمایا کہ سانس کی ہوا لینے کی وجہ سے وہ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور بڑے بڑے غوث۔ قطب اور ابدال سے آگے نکل گئے۔ فرمایا کہ ان کی گرد و غبار کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے۔ جو حضور ﷺ کے مبارک وجودِ مسعود کے ساتھ چمٹی ہوئی ہے (یہ بہت بڑا اللہ پاک کی رحمت کا سلسلہ ہے)

حضور ﷺ کو روضۂ اقدس سے نکالنے کی ناکام سازش

نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں وہاں پر آپ ﷺ کے وجود مسعود تک پہنچنے کی کوشش کی گئی۔ وہاں پر با قاعدہ طور پر ایک مکان کرایہ پر لیا۔ سرنگ کھودنا شروع کی اور مٹکے رکھے ہوئے تھے۔ پس جو مٹی نکالتے تو اسے گڑھوں میں ڈال کر اُحد پہاڑ کے پاس پھینک دیتے اور وہاں سے پانی بھر کر لاتے اور لوگ یہ سمجھتے کہ پانی لینے کے لئے جاتے ہیں۔

نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کو حضور ﷺ کی زیارت

نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی کہ یہ لوگ یہاں تک پہنچنا چاہتے ہیں تو آپ (نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ) وہاں پہنچے۔ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا خواب بالکل برحق اور سچ ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے: جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے مجھے ہی دیکھا اور کسی کو نہیں دیکھا۔

ایک آدمی کا حضور ﷺ کو خواب میں دیکھنا

حضرت شیخ موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے۔ لیکن حضور ﷺ کی ڈاڑھی مبارک نہیں تھی۔ حضرت شیخ موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو اس آدمی کی اپنی ڈاڑھی نہیں تھی تو فرمایا کہ آپ نے اپنے چہرے کو آئینے میں دیکھا ہے۔ کیونکہ آپ کی ڈاڑھی نہیں ہے تو آپ کو حضور ﷺ کا ایسا ہی چہرہ مبارک نظر آئے گا۔ یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اس مبارک سنت پر عمل کروگے تو تمھیں اپنی مبارک شکل کے اندر نظر آؤں گا تو یہ ڈاڑھی بھی مکمل ڈاڑھی ہو۔ بعض مرتبہ ابتداء میں ڈاڑھی نکلتی ہے تو وہ اس کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کو دبانا نہیں۔

یاد رکھنا! ہمارے حکیم صاحب فرماتے ہیں۔ یہ نورانی سبزہ ہے۔ اس کو تو بھائی جتنا بھی چاہو بڑھاؤ۔ کیونکہ یہ اللہ کا نور ہے تو جب نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ پہنچے (لمبا واقعہ ہے) بہرحال انہوں نے وہاں خیرات تقسیم کی۔ پوچھا اور ہے کہ نہیں؟ بہرحال وہ دو نہیں آئے۔ لوگ کہنے لگے کہ دو بزرگ نہیں آئے۔ باقی سب آئے ہیں۔ فرمایا کہ انہیں بلاؤ وہ کہاں ہیں درویش! تو حضور ﷺ نے جو خواب میں شکلیں دکھلائی تھیں۔ وہی شکلیں تھیں۔ آپ کہاں رہتے ہیں۔ کہنے لگے سامنے مکان میں۔ پھر نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ اس مکان میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ سرنگ کہ شکل پر ایک ٹاٹ بچھا ہوا ہے۔ اس کو اٹھا کر دیکھا تو سرنگ حضور ﷺ کے قدموں کے قریب پہنچ گئی تھی۔

نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کا آپ ﷺ کے قدمین کو بوسہ دینا اور روضۂ اقدس کے اردگرد دیوار بنانا

بعض روایات میں یہ ہے کہ آپ (نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ) نے بوسہ دیا آپ ﷺ کے قدمین مبارک کو۔ پھر باب السلام کے قریب ہی ان دونوں کی گردنیں اڑا دی گئیں۔ پھر آپ ﷺ کے اردگرد زمین کی تہہ تک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دی گئی۔ اب کوئی اندر داخل نہیں ہوسکتا۔

حضرت شیخین کے بارے میں ناکام سازش

ایسے ہی شیخین (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) کے وجود مبارک کو نکالنے آئے تھے۔ مدینہ کا جو امیر تھا ان کو انہوں نے اپنی باتوں میں لے لیا۔ مدینہ منورہ کے چوکیدار کو کہا کہ ان کو آنے دینا تو جو وہاں کے نگہبان تھے مسجد وغیرہ کے بند کرنے کے لئے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ چالیس ۴۰ کے قریب آدمی ہیں۔ سب نے کھودنے والی کلیاں اٹھا رکھی ہیں تو چوکیدار نے جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ان کا ارادہ غلط لگتا ہے۔ اب وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے تو وہ حضور ﷺ کی قبر کے پیچھے غالباً قدمین مبارک کے قریب آ کر اس نے بس رونا شروع کر دیا اور اللہ پاک سے دعا کی کہ اے باری تعالیٰ! آپ خود ہی حفاظت فرمائیں۔

یہ سلسلہ ایسا ہے کہ آپ ﷺ کا روضۂ مبارک مشرق کی جانب آتا ہے۔ اس سے ذرا آگے جائیں گے تو جنت البقیع کا قبرستان ہوگا۔ آپ ﷺ کا روضہ مبارک مسجد کے کونے میں ہے تو یہ جب روضۂ اطہر کے قریب ہوئے تو چالیس ۴۰ کے چالیس ۴۰ آدمی زمین میں دھنس گئے۔

میرے عزیز! یہ اللہ پاک کی رحمت کا بہت بڑا سلسلہ ہے۔ جو اللہ نے اتنا بڑا انتظام کیا ہے۔ یہاں پر ہستیاں موجود ہیں تب ہی تو اتنا بڑا انتظام ہے۔ کوئی غلط نظر کر کے تو دیکھے۔ دجال بھی آئے گا وہ بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔

میدان بدر کے راستے میں بئر روحا

اس مرتبہ اللہ پاک نے بہت مبارک جگہ دکھلائی۔ خاص طور پر میدان بدر۔ یہ مدینہ منورہ سے تقریباً ڈیڑھ سو ۱۵۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ راستے میں ایک بئر روحا آتا ہے جس کے بارے میں آتا ہے کہ ستر ۷۰ انبیاء کرام نے اس سے پانی پیا ہے اور آخر میں حضور ﷺ کی ذات گرامی نے اس سے پانی پیا ہے تو اللہ پاک نے اس کنوئیں پر حاضری کی توفیق عطا فرمائی۔ وہاں وضو کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائی۔ وہاں دعا بھی سب عزیزوں کے لئے کی۔

میدان بدر کے راستے میں بئر طلحہ

پھر بدر ہی کے راستے میں بئر طلحہ آتا ہے۔ بالکل وہی چودہ سو سال کے بعد ابھی بھی اس میں ڈول لٹکا ہوا ہے۔ وہاں کی بھی اللہ پاک نے توفیق عطا فرمائی۔ وہاں سے بھی پانی پیا وہاں سے پانی کھینچا اس کے بارے میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا ہے۔ (اللہ نے اپنی رحمت سے)

جنگ بدر میں حاضری

پھر آگے جہاں جنگ بدر ہوئی تھی۔ اس میدان میں اللہ تعالیٰ نے حاضری کی توفیق عطا فرمائی۔ پھر ''مسجد عریش'' جہاں آپ ﷺ کا مبارک خیمہ لگا تھا۔ (آپ ﷺ وہاں دعا مانگ رہے تھے۔ فرمایا کہ یہ مٹھی بھر جماعت اگر ختم ہوگئی تو پھر اس روئے زمین پر آپ کا نام لینے والا باقی نہیں رہے گا) اس جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے حاضر ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ سامنے وہاں میدان تھا۔ وہاں دائیں طرف جبل ملائکہ ہے۔ قرآن شریف میں آتا ہے فرشتے

نصرت کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ وہاں بتلایا گیا یہ جو پہاڑ سامنے نظر آ رہے ہیں۔ یہ جبل ملائکہ ہے۔ اس پہاڑ پر فرشتے حاضر ہوتے تھے۔ ہمارے ساتھ قاری شاہ صاحب تھے۔ میں نے کہا کہ آپ مجھے بدر والا رکوع سنائیں پھر انہوں نے پورا رکوع سنایا ''لقد نصر کم اللہ ببدر و انتم اذلہ (الخ الایۃ) ''

دین کے لئے قربانی اور حضور ﷺ کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے روّیہ

تو پھر وہاں جا کر میرے عزیز احساس ہوا کہ اس دین کے لئے بڑی قربانی لگی ہے۔ حضور ﷺ پر قربانی بس ختم ہے۔ اب ہمارے لئے کتنی سہولتیں ہیں ہر چیز عام کر دی گئی ہے۔ لیکن اس زمانے میں پتھریلی زمین۔ پھر آپ نے روایات میں سنا ہوگا کہ آپ ﷺ تشریف لے گئے۔ بدر کے میدان میں ایک ہی اونٹ تھا اس پر دو آدمی سوار ہوتے تھے تو پھر حضور ﷺ کے ساتھ دو صحابہ رضی اللہ عنہ اور تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت لبابہ رضی اللہ عنہ۔ پھر جب آپ ﷺ کی باری آتی صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے۔ ہم پیدل چلتے ہیں تو آپ ﷺ فرماتے جیسے تم محتاج ہو اللہ پاک کو راضی اور خوش کرنے میں ایسے ہی میں بھی محتاج ہوں۔ (کوئی دکھا سکتا ہے)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا غلام سے روّیہ

پھر یہی سنت ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس جاتے ہوئے زندہ کی۔ ایک غلام ساتھ ہے بس باری باری سوار ہوتے پھر جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو باری غلام کے سوار ہونے کی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب پہنچے تو یہودیوں نے دیکھا کہ غلام اوپر سوار ہے تو کہا کہ ان کے اندر ہماری نشانی نہیں پائی جاتی اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتلایا کہ ہمارے امیر نہیں ہیں امیر تو وہ ہیں جنھوں نے مہار پکڑ رکھی ہے۔ پھر انہوں نے غور سے دیکھا تو کہا یہ لو چابی۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ پھٹا ہوا کُرتا دیکھا تو چابی حوالے کر دی۔

بتاؤ ذرا! کیا ہی اللہ پاک کی رحمت کا عجیب سلسلہ تھا۔

حضور ﷺ کا نور

میرے عزیزو! اللہ پاک کے دین کے لئے بہت بڑی قربانی لگی ہے تو آپ حضرات سمجھو کہ جو حضور ﷺ کے سینے اطہر سے نور نکلا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سینوں کو چھوتے ہوئے آج آپ کے سینے میں داخل ہو رہا ہے تو پھر اس علم کی لاج رکھنی ہے۔ فائدہ والا علم وہ ہے کہ جس سے اللہ پاک کا خوف پیدا ہو جائے۔ اللہ پاک کی بارگاہ میں حاضری کا خوف پیدا ہو جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا علم کیسا تھا۔ فرمایا کہ حضور ﷺ کے بس فیض صحبت کے ایک لمحے کی برکت سے ان کا سینہ منور ہو جاتا تھا۔ اس لئے لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک مدا ایک سیر بھی خرچ کریں اور ہم احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کریں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک سیر کو نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ اس میں اخلاص ہے، ریا کا شبہ ہی نہیں ہے۔ ان کا پورا رخ اللہ پاک کی طرف ہوتا تھا کہ یہ عمل میں خاص اللہ پاک کی رضا اور خوشنودی کے لئے کر رہا ہوں۔

اس گئے گزرے دور میں ہمیں اللہ پاک نے اور ہماری ٹوٹی پھوٹی صلاحیت کو اپنے دین کے لئے قبول فرمایا ہے۔ اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں ہے۔ خاص اس کا فضل ہے۔

عذاب قبر کا منکر

میرے عزیزو! اس کا شکر یہ ہے کہ ہم اپنی صلاحیت کو اللہ کے دین کے لئے لگا دیں۔ اب بیچارے یہ لوگ ہیں۔ یہ بھی اب قبر کے عذاب کا انکار کر رہے ہیں۔ ایک سے تو میں نے خود سنا وہ کہتا ہے کہ اس قبر میں کچھ نہیں۔

اہل السنت والجماعت (دیوبند) کا عقیدہ

حالانکہ اہل السنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے، کہ عذاب قبر بالکل برحق اور سچ ہے ہمارے سامنے تو بالکل مشاہدے کے اندر ہے۔

شیخ موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

اللہ پاک کا شکر ہے ہمارے طلبہ نے اللہ کی توفیق سے حضرت شیخ موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کفن کا انتظام کیا۔ ہمارے ایک ساتھی تھے امانت شاہ وغیرہ اور بھی ساتھی تھے، حضرت نے فرمایا تھا کہ کفن کا انتظام تم نے کرنا ہے (استاذ محترم) اللہ پاک نے سعادت نصیب فرمائی تو پھر طلباء نے ہی مل جل کر کفن کا انتظام کیا بلکہ ایک ساتھی تھے انہوں نے ہزار روپے دیے، بس حضرت شیخ موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے خوشبو کا آنا اس بات کی دلیل ہے کہ ثواب قبر برحق ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔

دلیل کی ضرورت

دلیل کی ضرورت وہاں ہوتی ہے۔ جہاں کسی کو نظر نہیں آتا وہاں بتلانا پڑتا ہے کہ سورج یہاں ہے جس کو سورج نظر آجائے وہاں دلیل پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ الحمد للہ! ہمیں اس مسئلے پر شرح صدر ہے۔ پچھلے سال کی بات ہے۔ رمضان المبارک میں کچھ ساتھی پشاور سے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے بتلایا وہاں قریب ایک قبر تھی۔ اس میں کوٹنے کی آواز آرہی تھی۔ یہ تو اللہ پاک نے پردہ ڈال رکھا ہے۔ اللہ کی کتنی قدرت ہے کہ یہ پوری فضا آوازوں سے بھری ہوئی ہے۔ لیکن اللہ پاک نے پردہ ڈال رکھا ہے۔

اب ہمارے بھائی امجد فاروق صاحب موبائل کا بٹن دبائیں تو ٹی ٹی شروع ہو جائے گی۔ آخر وہ آواز پہنچ رہی ہے اسی راستے سے آرہی ہے۔ لیکن اللہ پاک نے ان سب پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ اگر یہ پردہ نہ ہوتا تو ہم سارے یہ شور سن سن کر ڈورے (بہرے) ہو جاتے۔ یہ تو اللہ کا شکر ہے ورنہ یہ فون والے ہمیں کہاں چھوڑتے تو اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ جن اعراض پر پردہ ڈالنا مشکل ہے اللہ نے ان پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اللہ کے لئے جواہر کے اوپر ذوات کے اوپر پردہ ڈالنا کیا مشکل ہے (اللہ کی رحمت سے) لہٰذا ہمارا یہی عقیدہ ہے (یاد رکھنا)

کل نفس ذائقۃ الموت کی تفسیر

''کل نفس ذائقة الموت'' کے تحت ایک مرتبہ خروج الروح من الجسد ہوتا ہے۔ روح جسم سے نکل جاتی ہے۔ پھر اس کے بعد اس کا تعلق قائم ہو جاتا ہے اور اس تعلق کی کمی کے اوپر بھی موت کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اب دیکھو کہ نیند کے حالات میں بھی تعلق کم ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ''الحمد لله الذی احیانا بعد ما اماتنا والیه النشور'' اس پر بھی موت کا لفظ بولا گیا ہے تو ایسے ہی قبر کے اندر روح کا تعلق جسم کے ساتھ رہتا ہے۔

فلاسفہ کا عقیدہ

ہمارے قاضی صاحب نے درس دیا کہ دیکھو فلاسفہ کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ سورج چوتھے آسمان پر ہے۔لیکن چوتھے آسمان پر ہونے کے باوجود اس کی شعاعوں کا زمین کے ساتھ تعلق ہے۔اگر آپ بالٹی کے اندر پانی رکھیں تو وہ شعاعیں اس پانی کو گرم کر دیں گی ایسے ہی ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نیک آدمی کی روح ''اعلیٰ علیین'' کے اندر موجود ہے۔العیاذ باللہ اگر فاسق فاجر ہو تو اس کی روح ''سجین'' کے اندر موجود ہے۔یہ جہنم کا ایک مقام ہے۔ایک دفتر ہے۔جہاں جہاں جسم ہوگا وہاں اس کے ساتھ روح کا تعلق قائم کر دیا جاتا ہے۔جس کی وجہ سے وہ عذاب اور ثواب کو محسوس کر سکے نہ کہ چل پھر سکے۔اگر چلنا شروع کر دے تو پھر سارے واپس آ جائیں۔

مماتیوں کو دھوکہ

یہ ہمارے مماتی حضرات ہیں ان کو دھوکا اس لئے لگتا ہے کہ اگر ان کے ساتھ روح کا تعلق ہے تو یہ حرکت کیوں نہیں کرتے۔ہمیں نظر کیونکہ نہیں آتا۔ہم کہتے ہیں۔اللہ کے بندو اس کی مثال آپ یوں سمجھو کہ نیند کی حالت میں روح کا تعلق موت کے ساتھ ہے یا نہیں؟ ''الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا و الیہ النشور'' خواب کی حالت میں اچھی خواب بھی دیکھتا ہے اور ڈراؤنی بھی دیکھتا ہے۔ساتھ کوئی آدمی بیٹھا ہے۔اس کو کوئی پتہ نہیں چلتا اور بعض مرتبہ اس طرح ہو جاتا ہے کہ خواب والی حالت سے پردہ اٹھ جاتا ہے۔جو کچھ وہاں خواب میں کر رہا ہوتا ہے۔سب سن رہے ہوتے ہیں اور دیکھ رہے ہوتے ہیں۔

قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر منامی

جیسے ہمارے قاری محمد طیب صاحب (مہتمم دار العلوم دیوبند) کی ایک تقریر ہے۔جس کا نام ہے'' تقریر منامی'' نیند کی حالت میں تقریر ہے۔جیسے ہی آرام فرما ہوئے تقریر شروع کی گھر والوں نے فوراً ٹیپ ریکارڈ کا بٹن دبا دیا۔جیسا کہ خواب کے اندر جتنی بھی کیفیات ہیں۔اللہ پاک نے ان پر پردہ ڈال رکھا ہے۔

برزخ کی حالت خاص نیند کے مشابہ

ایسے ہی برزخ کی حالت ہوتی ہے۔وہ بھی خاص نیند کے مشابہ ہوتی ہے۔جیسے کہ نیند کے اندر کسی کی فرح۔خوشی یا غمی کا تعلق بلا واسطہ روح کے ساتھ ہوتا ہے اور روح کے واسطے سے جسم کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔یاد رکھنا۔ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔

ہمارے استاذ حضرت مولانا امین صفدر اوکاڑوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔اگر یہ خوشی کا تعلق صرف روح کے ساتھ ہو تو پھر جسم کو غسل خانے میں جانے کی کیا ضرورت ہے۔اس لئے غسل کرنا پڑتا ہے جیسا کہ خواب کے اندر اثر پڑا ہے۔اس لئے بعض دفعہ اللہ یہ اثر مخفی رکھتا ہے اور بعض مرتبہ ظاہر فرماتا ہے۔ورنہ تعلق دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔کبھی انسان ڈراؤنا خواب دیکھتا ہے۔طبیعت گھبرائی ہوئی ہوتی ہے اور خوشی والا خواب دیکھتا ہے تو طبیعت خوش ہوتی ہے۔بس ایسے ہی اللہ پاک نے اس پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ویسے یہاں رائیونڈ کے اجتماع میں

ہزاروں۔ لاکھوں لوگ رات کو سوتے ہوئے خواب دیکھتے ہیں۔ ایک ایک خواب پر اللہ نے پردہ ڈال رکھا ہے۔ اب یہ جہاں ہے دنیا ہے اب آپ اس کمرے سے باہر نہیں دیکھ سکتے۔ چھت سے باہر نہیں دیکھ سکتے۔ ایک منٹ آپ کی آنکھ لگے آپ عالم خواب میں داخل ہو جائیں گے وہاں جہاں اتنا وسیع ہے۔ آپ کو مکہ مکرمہ یہاں نظر آئے گا۔ وہ عرش معلیٰ آپ کو یہاں نظر آئے گا۔

عالم برزخ کی مشابہت عالم خواب سے

ایسے ہی عالم برزخ ایک دوسرا جہاں ہے۔ دنیا کے اندر ہوتے ہوئے بھی آپ دوسرے جہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اگلے جہاں عذاب وثواب برحق ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ ہمارے اکابر علماء دیوبند جن کو اللہ نے ظاہری آنکھیں عطاء فرمائی ہیں اور باطنی بھی عطاء فرمائی ہیں۔ اس گئے گزرے دور میں اگر ایک آدمی راہ راست پر رہنا چاہتا ہے۔ اپنے اکابر کا پلہ پکڑ لے۔

حضرت شیخ سرفراز خان صفدر صاحبؒ کا اکابرین پر اعتماد

اس لئے ہمارے شیخ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے اکابر کا دامن نہ چھوڑنا مشاہدات بھی تو دلیل ہوتی ہیں۔ مقبولیت باطنہ تو سب کو حاصل ہے۔ لیکن جن کو اللہ پاک مقبولیت باطنہ عطاء فرماتے ہیں۔ ان سب کا عقیدہ یہ ہے۔ پھر آگے حضور ﷺ کی حیات طیبہ اس میں تو کوئی شک نہیں ہے۔

موجودہ زمانے میں عقیدہ

میں نے عرض کیا تھا کہ اگر اس زمانے میں یہ عقیدہ بھی رکھا جائے کہ اگر ہم یہاں سے درود شریف پڑھیں تو حضور ﷺ اپنے روضۂ اطہر میں سماع فرماتے ہیں تو یہ عقیدہ بھی کوئی عقل کے خلاف نہیں ہے۔ الحمدللہ! میں کئی مرتبہ مسجد نبوی ﷺ کے قریب سے حضور ﷺ کا روضۂ اطہر میرے سامنے ہوتا اور میں وہاں قریب سے فون کرتا طلباء یہاں سنتے وہ میری بات سنتے اور میں ان کی بات سنتا۔

حضور ﷺ کا ادب

اللہ کے لئے کیا مشکل ہے کہ مشرق ومغرب کے اندر درود شریف پڑھا جائے تو اپنے محبوب کو سنوائے۔ کوئی مشکل نہیں لیکن یہ بات ادب کے خلاف ہے۔ اللہ پاک نے اپنے محبوب کے ادب کی پوری رعایت رکھی ہے۔ پوری زمین کو فرشتوں سے بھر دیا ہے۔ گویا جہاں کوئی درود شریف پڑھا جائے ہمارے محبوب ﷺ کی خدمت میں پہنچاؤ۔ یہ ہے آداب کی رعایت اور اللہ نے صرف حجرات کی دیوار کے پیچھے سے پکارنے پر فرمایا: ''ان الذین ینادون من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون (الایۃ) '' وہ جو حجرات کے باہر سے حضور ﷺ کو بلا رہے ہیں۔ ان میں اکثر لاعقل ہیں۔ اس لئے آداب کی رعایت رکھی گئی ہے۔ اس عقیدے میں کوئی شک نہیں۔

دارالعلوم دیوبند کا عقیدہ

آج آپ دارالعلوم دیوبند خط لکھ کر بھیجیں آپ کو سب کا یہی عقیدہ ملے گا۔ سب کا عقیدہ یہی ہے۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ سے محروم لوگوں کا حال

ہمارا واسطہ پڑا ہے جن لوگوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ ان کی زبان میں سختی ہے، شدت ہے۔ گستاخی میں بہت آگے بڑھ جاتے ہیں۔ خطرہ ہوتا ہے کہ ایمان ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ اللہ اپنی حفاظت میں رکھے۔

مولانا مفتی حسن صاحب کا وجدان حیات النبی ﷺ کے بارے میں

ہمیں اس عقیدے میں پورا شرح صدر ہے بالکل الحمد للہ۔ اللہ کی رحمت سے ہماری کتاب ''الصرف العزیز'' ہم نے اس کے اول وآخر میں درود شریف لکھا ہے۔ نام بھی حضور ﷺ کے ایصال ثواب کے لئے ہے۔ جب یہ کتاب چھپ کر آئی بس دل میں ایک خیال آیا یہ کتاب پکڑی۔ اول وآخر دُرود شریف اس عقیدے سے پڑھا کہ آپ ﷺ تک یہ پہنچایا جاتا ہے اور پھر الحمد للہ فرشتوں سے یہ عرض کر دیا کہ درود شریف کے ساتھ یہ کتاب بھی پہنچانی ہے۔ ہاں (الحمد للہ) اور پھر اللہ پاک نے پہنچائی۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس وقت سے سات ۷ سال ہو گئے اللہ اپنے گھر بلا رہے ہیں۔ اللہ کی رحمت سے اور پھر وہاں سے کیا ملا۔ وہ تو خیر ہم بتا نہیں سکتے۔ بہر حال اللہ کا شکر ہے۔ اس کا فضل ہے۔ الحمد للہ یہ عقیدہ ہمارے سامنے ہے: ''کل نفس ذائقة الموت'' کے تحت یہ قانون ہر فردِ بشر کے اوپر جاری ہوتا ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی روح مبارک ان کے سینے اطہر کے اندر جمع کر دی گئی ہے۔ کتنی محبت سے دلیل پیش کی فرمایا کہ آپ ﷺ کی مبارک اور طیّب روح کو رکھنے کے لئے اللہ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کے جسد اطہر سے بڑھ کر کوئی آلہ ظرف تھا ہی نہیں۔ پس یہ سمیٹ کر آپ ﷺ کے سینۂ اطہر میں جمع کر دی گئی۔ میں اس عقیدے کو پوری محبت اور پورے جذبے سے بیان کرتا ہوں دورے میں طلباء مختلف مدارس سے آتے ہیں۔ ہمارے بعض طلباء بڑی عجیب شکل اختیار کرتے ہیں۔ پھسل جاتے ہیں۔

مولانا عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا جلال

مولانا عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ جو ''زاد الطالبین'' کے مصنف ہیں۔ ایک سفر میں ہم حضرت کے پاؤں دبا رہے تھے۔ مسجد نبوی ﷺ کے باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت تو بہت شدت فرماتے تھے۔ فرمایا کہ ان کو داخلہ کیوں دیتے ہو۔ لیکن بعض ساتھی نئے ہوتے ہیں چلو اللہ کرے وہ سمجھ جائیں۔ اس عقیدے میں کوئی شک نہیں ہے۔

مسجد نبوی ﷺ میں ایک ساتھی سے گفتگو اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اکابر پر اعتماد

مسجد نبوی ﷺ میں ہماری ایک ساتھی سے بات چل پڑی اس موضوع پر۔ شاہ صاحب ہماری بات سن رہے تھے۔ کچھ تھوڑی سی ذرا ہماری آواز بھی اونچی ہو گئی تھی۔ شاہ صاحب سمجھ گئے تھے۔ پھر ہم نماز پڑھنے کے لئے جانے لگے تو شاہ صاحب نے لفٹ میں کھڑے ہو کر بس ایک جملہ ارشاد فرمایا کہ ''ہم تو لکیر کے فقیر ہیں'' ہمارے اکابر نے جو نقوش لکھ دیئے ہیں۔ ہم ان سے ایک انچ بھی ادھر ادھر ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

ہمارا عقیدہ اکابرین کے نقش قدم پر

الحمدللہ ہمارا وہی عقیدہ ہے۔ جو حضرت مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ۔ اتنی لمبی فہرست ہے کہ میں گنتے گنتے تھک جاؤں گا لیکن وہ ختم نہیں ہوگی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کے روضۂ اطہر پر جب پہلی مرتبہ حاضر ہوئے اور سلام پیش کیا تو جواب آیا: ''علیک السلام یا ولدی '' وہاں جتنے لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ سب نے سنا اور وہاں یہ بات مشہور ہوگئی کہ ایک ہندی نوجوان نے سلام پیش کیا تو اندر سے آواز آئی۔

شیخ احمد رفاعی کا عجیب واقعہ

شیخ احمد رفاعی ۵۷۰ھ میں یہ واقعہ پیش آیا غالباً کہ انہوں نے سلام کیا تو اندر سے ہاتھ نمودار ہوا اور پھر سلام کیا۔ کہتے ہیں اس وقت جتنے بھی لوگ تھے۔ سب نے یہ واقعہ دیکھا چونکہ یہ بہت بڑی فضیلت تھی۔ بہت بڑی عظمت تھی۔ اللہ پاک نے عطاء فرمائی پھر وہیں لیٹ گئے۔ فرمایا کہ میرے اوپر سے گزرو کہیں طبیعت میں عجب پیدا نہ ہو جائے۔ بعض لوگ گزر گئے بعض لوگ نہیں گزرے ڈرتے ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو بزرگ کی اپنی کیفیت ہے۔ ہم کیوں اپنے آپ کو خطرے میں ڈالیں۔

ایک بزرگ کا واقعہ

ہمارے صوفی سرور صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ایک بزرگ کا واقعہ بیان کیا ہے: کہ وہ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائے۔ ابھی روزے پر حاضری نہیں ہوئی تھی۔ وہ دربان آیا دربان کہنے لگا ان کو خواب میں زیارت ہوئی کہ واپس چلے جاؤ۔ اگلے سال پھر آئے پھر فرمایا گیا ہے واپس چلے جاؤ۔ تیسری بار آئے تو پھر زیارت ہوئی تو ان سے فرمایا گیا کہ ان سے کہو کہ واپس چلے جاؤ۔ بڑے پریشان ہوئے دربان سے کہا کہ آئندہ آپ کو حضور ﷺ کی زیارت ہوئی تو حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کرنا کہ حضور ﷺ میری وہ کمی بیان کردی جائے۔ جس کی وجہ سے مجھے یہاں سے واپس کیا جارہا ہے۔

اگلے سال پھر تشریف لائے۔ پھر دربان کو زیارت ہوئی کہ ان سے کہو کہ واپس چلے جاؤ۔ دربان نے عرض کی کہ حضور ﷺ وہ پوچھ رہے تھے کہ میری کوئی غلطی ہو اس پر مطلع کردیا جائے اور استغفار کرلوں اس سے پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔ نہیں نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ فرمایا ان کے ساتھ ایک خصوصی تعلق ہے۔ اگر یہ میرے روضے کے اوپر سلام کریں تو میں روضے سے باہر نکل کر ان کے سلام کا جواب دوں۔ ان کو اپنے گلے سے لگالوں۔ ایسا تعلق ہے۔ یہ بات سنی غش کھا کر وہیں گر پڑے اور وہیں ان کا انتقال ہوگیا۔ حضور ﷺ کے قدموں میں پہنچ گئے۔ یاد رکھنا! اب بھی بعض مقربین ایسے ہیں جو براہ راست آپ ﷺ کی ذات گرامی سے مشورہ کرتے ہیں۔ معلوم نہیں ہیں۔

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

ترجمان السنۃ کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ ایک آدمی ان سے ملنے کے لئے گیا۔ حضرت فرمانے لگے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ آپ ﷺ اپنے مہمانوں کی خود میزبانی فرماتے ہیں۔ خاص تو خاص رہے۔

بظاہر اس کو کوئی تردد سا محسوس ہوا پھر حضرت نے فرمایا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ حضور ﷺ اپنے خاص مہمانوں کی خود میزبانی فرماتے ہیں۔ شاید مشکل سے محسوس ہوا ہو کہ بات ذرا ذہن میں نہیں آئی۔ فرمایا کہ اگر آپ کہیں تو میں قسم اٹھاؤں۔ حضرت نے پھر قسم اٹھا ہی دی۔ فرمایا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے پھر وہ آدمی سمجھ گیا کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ کی نسبت

یہ عقیدہ ایسا ہے کہ گنبد خضراء کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے کا اور یہ سمجھ لو کہ یہ ذریعہ ہے حضور ﷺ کی محبت والی نورانی روشنی اپنے سینے میں داخل کرنے کا۔ اس لئے آپ وہاں کے اہل عرب کی کتابیں پڑھ کر دیکھ لیں۔ آپ ﷺ کے روضۂ اطہر پر سلام پیش کیا جائے تو آپ ﷺ خود سنتے ہیں۔ مولانا عبداللہ بھکر والے فرماتے ہیں۔ اگر میں ہار بھی گیا تو میں سمجھوں گا کہ میں کمزور ہوں۔ ہمارے اکابر کا عقیدہ بالکل پکا اور سچا ہے۔

مولانا اشرف علی صاحب ان کو ایک آدمی کہنے لگا کہ فلاں آدمی بہت ہوشیار ہے وہ آپ کو قائل کر لے گا۔ فرمایا کہ قائل نہیں کر سکتا ہاں چپ کرا سکتا ہے۔ ایک سوال کا جواب میرے علم میں نہیں ہے۔ چلو میں خاموش ہو جاؤں گا لیکن خاموش ہو جانے کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ پیچھے ہمارا گودام بھی خالی ہے پیچھے بہت کچھ رکھا ہے۔ اپنے بزرگوں کے ساتھ رابطہ رکھیں تو کوئی مشکل نہیں ہے۔ اسلئے عقیدہ یہ ہے کہ اپنے بڑوں کے ساتھ جڑے رہیں گے۔ حفاظت رہے گی۔ ان سے کنارہ کش ہوئے اپنی کوئی راہ بنائی تو پھر مشکل ہے۔ پھر خطرہ ہے۔ اللہ اپنی رحمت فرمائے۔

حضرت مولانا مفتی حسن صاحب مدظلہ العالی کا پہلا حج

میں جب پہلی مرتبہ حج کے سفر پر گیا تو صوفی صاحب نے بھی مجھے لکھا انھوں نے کچھ اشعار بنا رکھیں ہیں۔ اس میں بھی یہی تھا کہ میری طرف سے حضور ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرنا میں جانے لگا تو ہماری یہ دیہات کی عورتیں ہوتی ہیں۔ بلکہ بعض ہماری رشتہ دار عورتیں وہ اپنے انداز میں کہنے لگیں کہ ہمارا سلام حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنا۔ یہ وہ محبت ہے جو اللہ نے ڈال رکھی ہے۔

میں جب پہلی مرتبہ حج کے لئے گیا تو کراچی سے ہو کر گیا تو حکیم اختر صاحب دامت وبرکاتھم العالیہ نے عرض کیا میرا بھی سلام پیش کرنا۔ بہت سے نیک بزرگ جنھوں نے فرمایا ہمارا بھی سلام پیش کرنا۔ اس لئے اس عقیدے میں کوئی شک نہیں ہے۔ صرف کتابوں سے ہی باتیں نہیں ملتیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو کچھ ملا کتاب تو اس زمانے میں تھی ہی نہیں۔ حتیٰ کہ قرآن پاک بھی نہیں لکھا گیا تھا۔ جو کچھ بھی ملا حضور ﷺ کے قدموں میں ملا اس لئے ان کا ایک ہی نام پڑا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم۔ ان کو جو کچھ ملا حضور ﷺ کی صحبت سے ملا اور کوئی نام ہی نہیں ہے۔ یہی نام ہے۔ اس لئے اس کی بڑی ضرورت ہے۔ اللہ اپنی حفاظت میں رکھے۔

یہ تو اللہ نے اپنی رحمت سے پردہ ڈال رکھا ہے۔ اس میں بہت بڑی حکمت ہے۔ اگر برزخ کے عذاب پر پردہ نہ ہو تو لوگ قبرستان جانا چھوڑ دیں۔ نیند کی حالت میں اگر اللہ پاک ہمارے خوابوں پر پردہ نہ ڈالیں تو کمرے میں سونا مشکل ہو جائے ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ خواب ہوں گے اگر پردہ یوں اٹھ جائے۔ پھر تو بڑا مشکل ہو جائے۔ یہ تو اللہ کی حکمت ہے کہ اللہ نے ان پر پردہ ڈال کر ان کو مخفی رکھا ہے۔

روح کا جسم کے ساتھ تعلق

خلاصہ یہ ہے کہ نیک آدمی کی روح اعلیٰ علیین میں ہوتی ہے۔ وہاں سے روح کا تعلق جسم کے ساتھ قائم کر دیا جاتا ہے۔ اتنا تعلق جس کی وجہ سے وہ عذاب اور ثواب کو محسوس کر سکے۔ اگر کوئی قبرستان میں جائے اور قریب سے سلام کرے تو وہ سلام سنتے بھی ہیں اور سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

ایصال ثواب کے بارے میں سوال اور اس کا جواب

ایصال ثواب یہ ایصال برحق ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ قبرستان میں جا کر ایصال ثواب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب گھر سے ثواب پہنچ جاتا ہے تو قبرستان میں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ جب بندہ قبرستان میں جا کر فاتحہ خوانی کرتا ہے تو یہ لفظ مجھے پورا یاد ہے ''مردے کو ذکر سے اُنس حاصل ہوتا ہے'' جب قریب جائیں گے تو وہ سنے گا مردے کو ذکر سے اُنس حاصل ہوگا اور حضرت نے فرمایا کہ یہ بات انبیاء کے ساتھ۔ اولیاء کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ عام مؤمنین کا حال بھی یہی ہے کہ وہاں قبر پر جا کر ایصال ثواب کریں گے تو مُردے کو اس ذکر سے اُنس حاصل ہوگا۔

حضرت مولانا مفتی حسن صاحب مدظلہ العالیہ کا عقیدہ

میرا اپنا عقیدہ یہ ہے کہ میں سماع کا قائل ہوں ہمارے حضرت شیخ موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ مردے سنتے ہیں کہ نہیں تو حضرت نے فرمایا کہ مردے سنتے بھی ہیں اور سناتے بھی ہیں۔ کسی کے سننے والے کان ہوں۔ حضرت کے کان تھے۔

حضرت شیخ موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ عام مُردوں کے بارے میں

بیضاوی کے مقدمے میں لکھا ہے۔ فرمایا میں نے اپنے والد صاحب کی قبر سے کئی مرتبہ ''سورۃ الملک'' کی آواز سنی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے حضرت صاحب کی آواز ہے۔ حضرت کے کان تھے اللہ نے ان کو وہ روحانی سماع عطا فرمائی ہوئی تھی۔ وہ قوت عطا فرمائی ہوئی تھی۔

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اعتدال پسند رویہ

ہمارے حضرت مولانا لدھیانوی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تو حضرت نے فرمایا چلو درمیانہ عقیدہ یہ رکھ لو کہ اللہ پاک سنانا چاہیں تو سنا سکتے ہیں اور نہ سنانا چاہیں تو نہ سنائیں۔ اس میں کیا حرج ہے بعض دفعہ تو زندوں میں بھی ایسا ہوتا ہے۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں بعض دفعہ توجہ نہیں ہوتی تو بات بالکل نہیں سنتے تو اللہ کی مہربانی سے ہے۔ مجمع میں تقریر ہو رہی ہے۔ کان کہیں اور لگے ہوئے ہیں تو ایک بات بھی پلے نہیں پڑتی۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بالکل ایسے قبر میں بھی یہ شکل پیش آسکتی ہے کہ اللہ پاک جس کو سنانا چاہیں سنا دیں اور نہ سنانا چاہیں تو نہ سنائیں۔ لیکن جو شہید ہے اس کے سننے میں تو کوئی اختلاف نہیں قبرستان میں جائیں سلام پیش کریں یہ تو نص سے یہ ثابت ہے۔

حیات النبی ﷺ کے متعلق کتاب کا عجیب واقعہ

''قبر کی زندگی'' ایک کتاب چھپی ہے مجھے مولانا احسن صاحب نے بتایا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کتاب کی چھپائی کے بارے میں ان کو پریشانی تھی۔ ایک آدمی کو خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی کہ اس کتاب کو جلد شائع کیا جائے تو حضرت بڑے پریشان تھے تو پھر ہمارے جمیل الرحمن اختر صاحب ہیں لاہور میں انہوں نے اس کتاب کو شائع کیا حیات النبی ﷺ کے موضوع پر مدلل کتاب ہے آپ کو کسی قسم کا اشکال ہو کسی موضوع پر بھی مثلاً: قبر کسے کہتے ہیں؟ برزخ سے کیا مراد ہے؟ اس کتاب میں موجود ہے۔

مزید تفصیل کے لئے ''رحمت کائنات'' کتاب ہے اوپر لکھا ہے ''مقبول بارگاہ نبوی ﷺ'' عنوان یہ ہے۔

رحمت کائنات کتاب کا واقعہ

قاضی زاہد الحسینی شاہ صاحب یہ حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور خلیفہ ہیں۔ حضرت حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے خاص شاگرد تھے اور حضرت سے بیعت کا بھی تعلق تھا۔ یہ خود فرماتے ہیں۔ اس رحمت کائنات کتاب میں کہ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ یعنی ۱۹۵۷ء ایبٹ آباد میں اپنے سکونتی مکان پر شام کا کھانا کھا کر قبل نماز عشاء اپنی چار پائی پر لیٹا ہوا تھا۔ نیم خوابی کی حالت میں جمال رحمت دو عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے مضمون کو میں نئی ترتیب دے رہا ہوں۔ تا کہ اس کو انبیاء علیہم السلام کی مجلس میں پیش کروں۔ یہ کتاب رحمت کائنات بہت عمدہ ہے ماشاء اللہ

اللہ کی مہربانی سے میں نے واضح کیا کہ حیات الانبیاء کا مسئلہ اتنا واضح ہے۔ پوری امت کا اس پر اجماع ہے۔ دلائل آپ کو اس پر مل جائیں گے۔ ان دونوں کتابوں کے متعلق بشارتیں ہیں۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ پر بزرگوں کی کتب

اور باقی مزید تفصیل کے لئے:

(۱) ''تسکین الصدور'' ہے۔ امام اہل السنت والجماعت شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی۔

(۲) ''مقام حیات'' ہے۔ حضرت علامہ خالد محمود صاحب دامت و برکاتہم العالیہ کی۔

(۳) ''آب حیات'' ہے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی۔

(۴) ''تسکین الاتقیاء'' ہے۔ حضرت مولانا محمد مکی کی۔

تسکین الاتقیاء مظفر گڑھ کے ہمارے مولانا محمد مکی کی کتاب ہے، ابھی تازہ چھپ کر آئی ہے۔ یہ عام فہم ہے۔ آپ پورا مطالعہ کر لیں گے۔ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

(۵) ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے دسویں جلد کے اندر حضرتؒ نے ''حیات الانبیاء علیہم السلام'' کو پوری تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ آپ کو سب دلائل مل جائیں گے۔ ان شاء اللہ!

قبر اور عذاب قبر کا انکار کرنے والے لوگ

یہ حضرات تو قبر کو قبر بھی نہیں مانتے معتزلہ نے جو عذاب کا انکار کیا تھا۔ وہ اسی قبر کا انکار کیا تھا۔ اس میں ان کو نظر نہیں آتا تھا مشکوۃ شریف میں آپ نے پڑھا ہوگا ''باب اثبات''۔ وہ اللہ پاک نے پردہ ڈال رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا جیسا کہ آپ کو آرام کرنا ہو۔ اب سارے احوال اس کو نظر آتے ہیں۔ لیکن لوگوں پر اللہ نے پردہ ڈال رکھا ہے۔ ان کو نظر نہیں آتا۔

ہمارے استاذ فرمانے لگے۔ فرمایا کہ ہمارے علاقے میں دعا کا رواج ہے تو وہ مجھے کہتے ہیں کہ نماز پڑھاؤ۔ فرمانے لگے نماز کے بعد میں نے کہا یہ تو ابھی بیٹھیں گے نماز کے بعد اپنی سنتیں لمبی کر دینا ذرا تو سنت لمبی کر دینا اب وہ انتظار کرتے کرتے خود ہی چلے جاتے۔ کہتے ہیں۔ یہ دعا ہی نہیں کرتا وہ چلے جاتے اس کے بعد آ جاتے۔

سوال نمبر ۱: اچھا بھائی کچھ تو ''العلامات النحویہ'' آپ نے جیل میں لکھی۔ کسی نے سوال کیا کہ لنڈی کوتل کے جیل میں جانے کا کیا سبب تھا؟

جواب: طالبان کی زیارت کے لئے جا رہا تھا۔ اس وقت جا ہی رہے تھے لیکن بس اللہ پاک کو منظور تھا وہاں لنڈی کوتل میں جانا۔ اللہ نے وہاں پہنچا دیا۔ اصل یہ تھا کہ اس کتاب کا لکھوانا اللہ پاک کی بارگاہ میں منظور ہو چکا تھا۔ اللہ نے اس کے لئے حالات پیدا فرما دئے۔ یہاں بھی میں یہ کتاب لکھ سکتا تھا۔ اللہ نے وہاں لکھوائی اپنی رحمت سے۔

سوال نمبر ۲: والد صاحب کام کیا کرتے تھے؟

جواب: بس پڑھتے تھے ساری زندگی طالب علم رہے۔

سوال نمبر ۳: کسی نے سوال کیا سماع موتی کے بارے میں؟

جواب: میں آپ کو عرض کروں وہ قرآن پاک کی ایک آیت نہیں پیش کر سکتے۔ جس میں یہ ہو کہ مردے نہیں سنتے جس کا معنی یہ ہو کہ مردے نہیں سنتے قرآن پاک کی ایک آیت پیش کر دیں۔ تسمع کا لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے وہ باب افعال کے صیغے کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ ''انک لا تسمع الموتی'' آپ مُردوں کو سنا نہیں سکتے اور پھر یہاں پر دیکھو۔ ''اذا ولو مدبرین''

سوال نمبر ۴: یہاں جب وہ مردے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں یہ کون سے مردے ہیں؟ بتلاؤ۔

جواب: یہاں کفار کو تشبیہ دی ہے۔

سوال نمبر ۵: کس کے ساتھ تشبیہ دی ہے؟

جواب: موتی مُردوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے آپ نے پڑھا ہوگا کہ شبہ اور مشبہ بہ کے درمیان وجہ شبہ کی وہ مشترک ہوتی ہے دونوں میں مشترک ہوتی ہے۔ دونوں میں پائی جاتی ہے۔

سوال نمبر ۶: اب آپ بتاؤ۔ یہ جو کفار بھاگنے والے ہیں اور پھر یہ کہ مُردوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے؟

جواب: وجہ شبہ کہ یہاں عدم سماع ہے۔

سوال نمبر ۷: عدم سماع تو بن نہیں سکتی۔ کیونکہ ان کے تو بڑے بڑے کان ہوتے ہیں۔ یہ تو سنتے ہیں باقاعدہ تو عدم سماع وجہ شبہ نہیں بن سکتی۔ لہذا کونسی یہاں پر وجہ بن سکتی ہے؟

جواب: (۱) عدم سماع نفع (۲) عدم سماع قبول (۳) عدم سماع تدبر۔

وجہ شبہ کی جیسے یہ کفار بس بات کو سنتے ہیں۔ لیکن اس سے نفع نہیں اٹھا سکتے۔ اسی طرح جیسے مردے ہیں نا مُردے۔ یعنی کافر مُردے ہوں۔ کفار ہوں۔ ان کے سامنے ہزار مرتبہ کلمہ پڑھا جائے تو اس سے نفع نہیں اٹھا سکتے۔ اسی طرح یہ باہر بھی جو کافر زندہ ہیں۔ یہ بات کو سنتے ہیں۔ لیکن اس سے نفع نہیں اٹھا سکتے۔ عدم سماع اس میں تشبیہ ہے۔

باقی میں نے آپ کو عرض کیا کہ شیخ موسیٰ روحانی البازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (کہ مُردے سنتے ہیں کہ نہیں سنتے) فرماتے تھے سنتے بھی ہیں اور سناتے بھی ہیں لیکن کسی کے سننے والے کان ہوں۔ میرے پاس تفسیر بیضاوی کا مقدمہ ہے۔ غلام اللہ خان صاحب کے شاگرد تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں میں نے کئی مرتبہ اپنے والد کی قبر سے سورۃ الملک کی تلاوت کی آواز سنی ہے۔ عام طور پر اللہ پاک ان چیزوں کو مخفی رکھتا ہے۔ تا کہ ایمان بالغیب ہو کبھی کبھی اللہ پاک ایمان والوں کو پکا کرنے کے لئے چیزوں کو ظاہر کر دیتے ہیں۔

مماتیوں اور معتزلہ میں مشابہت

اب آپ دیکھ لیں۔ جیسا کہ آج کل یہ مماتی حضرات ہیں۔ یہ عذاب قبر کے مسئلے سے بھی انکار کرتے ہیں اور جب عذاب قبر سے انکار کر دیا تو ان میں اور معتزلہ میں کیا فرق رہ گیا۔ جو معتزلہ تھے اس زمانے میں وہ بھی اس قبر کے اندر عذاب وثواب سے انکار کرتے تھے کہ ہمیں اس قبر میں عذاب وثواب نظر نہیں آتا ہے۔ وہی کام یہ کر رہے ہیں۔ ان میں اور معتزلہ میں کوئی فرق نہ رہا۔ جب سے یہ اہل السنت والجماعت سے الگ ہو گئے تو یہ بھی پھر گئے اور عذاب قبر سے انکار کیا تو اہل السنت والجماعت سے بھی علیحدہ ہو گئے۔ اب یہاں عذاب قبر سے انکار کر دیا۔

اعتراض: ہم نے خود سنا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس قبر میں کچھ نہیں ہوتا حالانکہ دفن ہیں کہتے ہیں۔ اگر اس قبر میں ہوگا تو لوگ شرک کرنا شروع کر دیں گے۔

جواب: میں نے کہا قبرستان میں دفن کیوں کرتے ہیں، پھر دریا میں بہاؤ۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ پھر شرک نہیں ہوگا ہم تو سماعت کے قائل ہیں۔ آگے ان سے کوئی مراد مانگنا اس کے ہم قائل نہیں۔

باقی قبرستان میں جایا جائے۔ ایصال ثواب کے لئے اپنی موت کو یاد کرنے کے لئے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم جاتے تھے۔ اس کے جانے میں کیا حرج ہے۔ عذاب وثواب ہی برحق ہے۔ باقی میں نے کہا اس کے درمیان میں یہ عقیدہ بھی رکھ لیتا تو میں خود سماع کا قائل ہوں۔ الحمد للہ۔ اللہ کی رحمت سے۔ لیکن جو صرف عدم سماع کے قائل ہیں۔ ان کی صرف یہاں تک بات ہوتی ہے۔ صرف عدم سماع کی۔

مماتیوں کا حضور ﷺ کے سماع کا انکار

یہ تو چلو بزرگوں میں اختلاف رہا ہے۔ لیکن اب یہ بات ذرا آگے بڑھ چکی ہے یعنی عام کے سماع کا انکار کرتے کرتے حضور ﷺ کے سماع کا انکار کر دیا حضور ﷺ کے روضۂ اطہر پر درود شریف پڑھنے والوں کا درود وسلام بھی نہیں سنتے پوری امت کے جوانوں کا عمل ہے۔ لیکن یہ حضرات اس سے بالکل علیحدہ ہو گئے۔

''وما انت بمسمع من فی القبور'' یہاں بھی سماع کا ذکر ہے۔ لیکن آپ نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔''ان انت الا نذیر'' یہاں بھی کفار کو تشبیہ دی ہے۔''بمسمع من فی القبور'' کے ساتھ ایک صیغہ مجرد کا ہو۔ اس کا فاعل یہ تو اللہ پاک جانتے ہیں۔

تقدیر کا معاملہ ہے وہاں بھی مسلمانوں کی تھوڑی سی غلطی ہے۔ یہ ذرا فوق الاسباب ہیں۔ یہ ہمارے اسباب کے اوپر لکھی ہے۔ جو اوپر والے کی طرف سے نصیب ہوتا ہے۔ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے کرتا ہے۔ جیسے:''وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی'' اللہ پاک فرمارہے ہیں۔ جیسے آپ نے رمی پھینکی کفار کی طرف وہ آپ نے نہیں پھینکی بلکہ ہم نے پھینکی ہے تو لہٰذا جس فعل سے جس ذات سے وہ فعل صادر ہوا ہے۔ اس فعل کی قیمت نہیں کی جاسکتی یہ جو نتیجہ مرتب کرنے والی ہے۔ اس ذات کی طرف سے اس فعل کی نسبت کی جاسکتی ہے۔ جیسے:''وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی'' اور''انک لا تھدی من احببت'' آپ ہدایت نہیں دے سکتے اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ ہدایت کے قابل ہی نہیں ہیں۔ بلکہ ہدایت کا محل ہی نہیں۔ بلکہ ہدایت دینا یہ اللہ پاک کے اختیار میں ہے۔ اسی طرح ''انک لا تسمع الموتی'' آپ ان کو نہیں سنا سکتے۔ ہم سنانا چاہیں تو سنا سکتے ہیں۔

برزخ زمانی اور مکانی کی تعریف

ایک ہے''برزخ زمانی'' موت سے لے کر قیامت تک جو انتظار کا زمانہ ہے۔ اس کو برزخ زمانی کہتے ہیں اور''برزخ مکانی'' قبر سے لے کر علیین اور سجین تک۔ اس کو برزخ مکانی کہتے ہیں۔ جہاں بھی آدمی کا جسم موجود ہوگا۔ وہاں وہ کیسا عالم ہوگا؟ یا اپنی شکل میں موجود ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ عذاب وثواب کا تعلق قائم کردیں گے۔

ایک آدمی کا واقعہ

بخاری شریف میں ہے کہ ایک آدمی نے بیٹوں کو وصیت کی کہ میری میت کو جلا دینا بالکل جلا دینا۔ اللہ پاک نے فرشتوں کو حکم دیا جہاں جہاں اس کی راکھ اور ذرات موجود ہیں۔ میرے سامنے اکٹھا کرو۔ اکٹھا کر کے ہو بہو اسی شکل میں کھڑا کر دیا تو پوچھا ایسا کیوں کیا تھا؟ یا باری تعالی آپ کے خوف سے کیا تھا میں نے۔ اللہ پاک نے فرمایا میں نے تجھ کو بخش دیا ہے۔ یہ اللہ پاک کی صورتیں بہت بڑی ہیں۔

روس کے ایک سائنس دان کا دعوی

روس میں ایک سائنس دان تھا۔ اس نے کہا تھا کہ مردے کا جسم بالکل ذرہ ذرہ ہو جائے اور مجھے آپ کہیں کہ آپ اسے فہم شکل میں بنا دیں۔ فہم شکل کا مطلب یہ ہے کہ ان ذرات کو اکٹھا کر کے ہو بہو نہی شکل میں اس جسم کو تیار کر سکتا ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

***

چوتھا بیان پاکستان میں عقیدہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفی، اما بعد! ان الذین کفروا الخ وقال النبی ﷺ خیر کم من تعلم القرآن و علمہ (الحدیث)

یہاں پر میں اپنے استاذ مکرم حضرت شیخ الحدیث مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ العالیہ ان کے مبارک اور بابرکت آخری سبق میں شرکت کی غرض سے صرف ایک ادنیٰ شاگرد کی حیثیت سے حاضر ہوا ہوں۔ ہمارے اساتذہ کرام! اللہ ہمارے ان اکابر کو آرائش و آسائش عطا فرمائے اور ان کی شفقت ہم سب کے سروں پر صحت و عافیت کے ساتھ قائم رکھے۔ ہماری کیا حیثیت ہے کہ یہاں کچھ بولیں۔لیکن ان کی توجہات سے اگر کوئی ٹوٹے ہوئے بول نکل گئے، تو اللہ پاک اپنے فضل سے۔اپنے کرم سے صحیح اور حق بات کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

بس میں ایک سوال آپ حضرات سے کرتا ہوں اور اس سوال کا ایک مختصر جواب آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ان شاءاللہ!

سوال: یہ آپ حضرات سے سوال ہے کہ ہمارے پاس دنیا میں سب سے قیمتی چیز کیا ہے؟

جواب: اللہ ذوالجلال نے اس آیت مبارکہ میں جو آپ کی خدمت میں تلاوت کی۔اس سوال کا جواب ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا میں ہمارے پاس سب سے قیمتی چیز ایمان ہے۔پھر آگے ایمان کی قیمت بتائی۔فرمایا کہ پوری زمین کو سونے سے بھر کے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور ترازو کے دوسرے پلڑے میں ایک مومن چاہے کتنا ہی گناہگار ہو۔لیکن جس کے سینے میں یہ کلمہ موجود ہے:''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ترازو کے دوسرے پلڑے میں اس مومن کو کھڑا کر دیا جائے تو فرمایا کہ مومن والا پلڑا بھاری ہے۔آپ حضرات جو یہاں بیٹھے ہیں کہ ایک مومن جس کے سینے میں یہ کلمہ موجود ہے۔سوال یہ ہے کہ ایک پلڑے میں اس کو کھڑا کر دیا جائے۔ دوسرے پلڑے کے اندر پوری زمین سونے سے بھر کر رکھ دی جائے۔فرمایا یہ مومن والا پلڑا بھاری ہے۔

سوال: تکلیف ہو اس کے جسم میں اس کی نسبت کس کی طرف کی جاتی ہے

جواب: جسم کی طرف

روح کا جسم کے ساتھ تعلق

میرے سر میں درد ہے۔میرے ہاتھ میں درد ہے۔پاؤں میں درد ہے۔حالانکہ ساتھ ساتھ روح کو بھی درد ہو رہا ہے کہ نہیں ہو رہا۔لیکن یہاں نسبت جسم کی طرف کریں گے۔کیونکہ دنیا میں عذاب و ثواب کا تعلق راحت و تکلیف کا تعلق براہ راست جسم کے ساتھ اس لئے ہے۔اس کی نسبت بھی جسم کی طرف کرتے ہیں۔لیکن قبر میں براہ راست عذاب و ثواب کا تعلق وہ روح کے ساتھ ہوتا ہے اور روح کے واسطے سے جسم کو ہوتا ہے۔جیسے خواب میں

دیکھو خواب میں براہ راست عذاب وثواب کا تعلق کس کے ساتھ ہوتا ہے۔ روح کے ساتھ لیکن روح کے واسطے سے جسم کو بھی ہوتا ہے۔ اس کے اثرات محسوس ہوتے ہیں با قاعدہ طور پر۔ لیکن اللہ نے اس پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ بعض دفعہ اللہ پاک پردہ اٹھا بھی دیتے ہیں۔ جیسے میں نے عرض کیا قبر سے کوٹنے کی آواز آرہی تھی۔

ضرب مومن اخبار کی ایک خبر

جیسا کہ آپ نے ''ضرب مومن'' اخبار میں پڑھا ہوگا کہ یہاں ایک آدمی چارپائی پر لیٹا ہوا تھا۔ لیکن اس کے کفن کے اندر ایک سانپ چھپا ہوا تھا۔ حالانکہ وہ سانپ کون سا تھا۔ برزخ کا سانپ تھا۔

برزخ کی تعریف

ہمارے استاذ فرماتے ہیں۔ عالم برزخ موت سے لیکر قیامت تک جو انتظار کا زمانہ ہے۔ پھر ہمارے استاذ فرمانے لگے عالم برزخ کے بہت سے افراد ہیں۔ کسی کو قبر مل جائے۔ وہ قبر عالم برزخ بن جائے۔ ہمارے استاذ موسیٰ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ عالم برزخ اتنا وسیع ہے۔ اتنا وسیع ہے کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اس میں چھپ سکتی ہیں۔

عالم خواب

اب آپ بتاؤ آپ حضرات اب اگر یہاں یوں بیٹھے ہیں۔ اس ہال میں بیٹھے ہیں۔ اب آپ کو ہال کے سوا یا ہال کی چار دیواروں کے اندر اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ اب آپ بتاؤ صرف ایک منٹ کے لئے آنکھ لگائیں اللہ آپ کے انجام کو اچھا کرے تو بعض مرتبہ کیا بتاؤں۔ ایک منٹ بھی آنکھ لگے تو وہ مکہ، مدینہ پہنچ جاتا ہے۔ یہ عالم خواب اتنا وسیع ہے کہ ساری دیواریں ختم ہو جاتی ہیں۔ بلکہ ایک منٹ کے اندر جنت کی بھی سیر کر سکتا ہے۔ وہ اتنا وسیع ہے۔

اور اسی طرح سے جو قبر ہے قبر کی مثال تو بالکل آپ یوں سمجھ لیں کہ عالم خواب کی طرح ہے۔ یہ سردیوں کا موسم ہو۔ سردیوں کے موسم میں رضائی اس پر ڈال رکھی ہو اور سانس چڑھا رکھا ہو تو بالکل رضائی قبر کے مشابہت ہے۔ بالکل قبر کی طرح ہو جاتی ہے کہ نہیں۔ ایسی قبر کی شکل بن جاتی ہے۔ جیسے آپ نے خواب میں دیکھا ہوگا۔ آپ سے پوچھا کہ کہاں سے کہاں تک پہنچے ہو؟ کہتے ہیں کہ میں تو مکہ و مدینہ کی سیر کر رہا ہوں۔ ذرا۔ خواب میں مکہ و مدینہ پہنچنے کے لئے کوئی ٹکٹ کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح عالم برزخ یہ بھی بہت وسیع ہے۔ اب وہاں جیسے خواب میں ملاقات ہوتی ہے کہ نہیں ہوتی۔ عالم برزخ میں بھی ملاقات ہے۔

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کا کرتہ

حضرت مولانا یوسف شہید رحمۃ اللہ علیہ میں ان کے پاس کراچی میں گیا۔ ایک ہمارے ساتھی مفتی سعید صاحب ہیں ان کے پاس حضرت کی شہادت کے کرتے کا کچھ حصہ موجود تھا جو خون سے رنگا ہوا تھا تو وہ مجھے بتلانے لگے کہ حضرت کے خون والے کرتے سے ایک عرصے تک خوشبو آتی رہی۔

دارالعلوم دیوبند کے استاذ کا واقعہ

ہمارے دارالعلوم دیوبند کے استاذ میرے والد صاحب کے استاذ تھے۔ حضرت مولانا ضیاء الحق رحمۃ اللہ علیہ وہ بیمار ہوئے تو لوگ حضرت سے پوچھتے آخری عمر میں تو فرماتے آپ علاج کرالیں مجھے اب جانے دو میرے یہاں ملنے والوں سے۔ آگے ملنے والے زیادہ ہیں۔ مجھے جانے دو۔ آگے ملاقات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے باقاعدہ طور پر۔

حضرت مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک کے انتقال کا واقعہ

ہمارے استاذ مولانا قاضی حمید اللہ خان دامت برکاتہم العالیہ گوجرانوالہ میں ہوتے ہیں۔ ایک میدان کے بہت بڑے شاہسوار ہیں۔ اللہ نے بہت بڑی خدمت لی ہے ان کی ذات سے۔ یہ میرے استاذ نے مجھے سنایا۔ وہ فرمانے لگے کہ مجھے مولانا قاضی حمید اللہ جان صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے سنایا کہ حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (اکوڑہ خٹک) کے انتقال کا وقت قریب آیا تو حضرت فرمانے لگے کہ یہاں پر سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے قافلے میں سے کچھ لوگ شہید ہوئے تھے۔ اکوڑہ خٹک کے قریب جنگ ہوئی۔ فرمایا ان شہداء کی ارواح میرے استقبال کے لئے کھڑی نظر آرہی ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد انتقال ہوگیا۔ یہ ہے ساری ملاقات آگے سلسلہ اسی طرح شروع ہے۔

ایک مماتی کا امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخانہ سوال اور اس کا جواب

بعض لوگوں کے عقلی سوالات ہوتے ہیں۔ اِن سے ایک دن میں سبق پڑھ رہا تھا۔ وہ سبق کے دوران فرمانے لگے۔ حضرت ام المومنین اماں جان عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دفن ہونے سے پہلے آپ رضی اللہ عنہا حجرے میں تشریف لے جاتیں تو آپ رضی اللہ عنہا پردہ نہیں فرماتی تھیں۔ پردہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو پھر آپ پردے کا اہتمام کرتیں تھیں۔

بعض ساتھی ہمارے دیکھو۔ (میں نے عرض کیا کہ جب بڑوں سے کٹتے ہیں تو زبان بھی سخت ہو جاتی ہے (گستاخی)) اب مجھے ایک طالب علم کہنے لگا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منوں مٹی کے نیچے سے دیکھ سکتے ہیں تو کیا اس پردے میں سے نہیں دیکھ سکتے۔ (گستاخی کا جواب آب زر سے لکھنے کے قابل)

اللہ جزائے خیر دے ہمارے استاذ مولانا ظفر اقبال صاحب کو جہلم میں ہوتے ہیں۔ انہوں نے بڑا عمدہ جواب دیا۔ فرمایا کہ ہاں ہوسکتا ہے کہ من لوہا ہو اس میں کرنٹ آسکتا ہے۔ اس میں پتلی سی ربڑ لگا دیں تو نہیں آسکتا۔

اللہ اکبر......! کیا عجیب شخص ہیں۔ کیونکہ پردے کی وجہ پردے کے لئے ہے آگے نظر نہیں پہنچ سکتی۔

<u>سوال</u>: ایک مرتبہ کہنے لگے۔ وہاں سنیں گے کیسے، ان کے لئے تو کان نہیں ہوتے۔ دیکھیں گے کیسے، ان کے لئے تو آنکھیں نہیں ہیں؟

<u>جواب</u>: میں نے عرض کیا دیکھو اب مجھے صاف نظر نہیں آرہا۔ لیکن آپ بتائیں عینک کا شیشہ میں لگا رہا ہوں۔ دیکھو اب اللہ کا شکر ہے کہ مجھے صاف نظر آرہا ہے۔ گیارہ بجنے میں پانچ منٹ باقی ہیں۔ اب آپ بتاؤ یہ جو شیشہ ہے اس کی کوئی آنکھ ہے لیکن اللہ نے اس میں دیکھنے کی صلاحیت رکھی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

روضہ اطہر کی طرف چل

اے جذبہ دل روضہ اطہر کی طرف چل
جس در کا بھکاری ہے تو اس در کی طرف چل
مایوس نہ ہو تیرگی رنج و الم سے
اے رہرو شب صبح منور کی طرف چل
دیکھنے سے جس سے سیر نظر ہو نہیں سکتی
طیبہ میں اس حسن کے محور کی طرف چل
پھر تشنہ لبی کی نہ کبھی ہوگی شکایت
ایک بار ذرا ساقی کوثر کی طرف چل
سامان بقا کرلے فنا ہونے سے پہلے
اے قطرہ ناچیز سمندر کی طرف چل
ہے تجھ کو اگر تیرہ نصیبی کا گلہ کچھ
پڑھ صل علیٰ بخت سکندر کی طرف چل
ہر سمت جہاں پر ہے تجلی ہی تجلی
اس بارش انوار کے منظر کی طرف چل

***

مسئلہ حیات النبی ﷺ پر گفتگو کرنے کا طریقہ

(نوٹ) گفتگو ہمیشہ حیات النبی ﷺ پر کریں۔ ان کا دھوکہ یہ بھی ہے کہ بات عام مردوں کے سماع پر کریں گے وہ ثابت کرنے کے بعد کہیں گے لہٰذا حضور ﷺ بھی وفات پا چکے ہیں تو وہ بھی اس مد میں شامل ہیں یاد رکھیں یہ مسئلہ اجماعی ہے اور وہ اختلافی۔

قبر کا مفہوم قرآن وحدیث کی روشنی میں

''مقر الجسم فھو قبرہ'' (مفردات القرآن از امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ باب مادۂ قبر، مرقات از ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ باب اثبات عذاب القبر) خواہ جسم اس جگہ بحالہ قرار پکڑے یا بالا جزاء اور اجزاء عام ہیں انسانی شکل میں ہوں یا راکھ وغیرہ کی شکل میں ہوں لہٰذا کائنات میں کوئی انسان ایسا نہیں جس کو قبر نہ ملے ہر ایک کو قبر ملتی ہے کسی کیلئے مدفن قبر ہے اور کسی کے لئے مقر الاجزاء قبر ہے۔ ولا تقم علیٰ قبرہ (مرجع الضمیر الانسان) وما انت بمسمع من فی القبور، وان اللہ یبعث من فی القبور۔ ثم اماتہ فاقبرہ (مرجع الضمیر الانسان) واذالقبور بعثرت، افلایعلم اذا بعثر مافی القبور۔ چونکہ قیامت کے دن منتشر اجزاء اپنی اپنی جگہوں سے اٹھیں گے لہٰذا وہ مقر الاجزاء قبر ہے۔

جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ربّ ارنی کیف تحی الموتٰی اب یہاں سوال میں موتیٰ ہے تو جواب میں فرمایا جا رہا ہے فخذ اربعۃ من الطیر فصرھنّ الیک ثمّ اجعل علیٰ کلّ جبل منھن جزأثمّ ادعھنّ معلوم ہوا کہ موتیٰ منتشر الاجزاء بھی ہوتا ہے اور ان منتشر اجزاء سے روح کا تعلق بھی ہوتا ہے ورنہ صرھنّ اور ادعھنّ کا کیا معنیٰ؟ اذا وضع المیت فی قبرہ، لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذو اقبور انبیائھم مساجدا۔ عن عمرو بن حزم قال رآنی النبی ﷺ بقبور المدینۃ فاقبل علیھم بوجھہ فقال السلام علیکم یا اھل القبور (مشکوۃ ص ۱۴۹)۔ مرّ النبی ﷺ بقبرَین یُعذّبان (بخاری ج ۱ ص ۱۸۲)۔ مرّ النبی ﷺ بقبور المدینۃ فاقبل علیھم بوجھہ فقال السلام

علیکم یا اھل القبور (مشکوۃ ص۱۴۹)۔ مذکورہ بالا تمام جگہوں پر قبر سے مراد زمینی قبر ہے جب کہ آپ قبر سے مراد علیین یا سجین لیتے ہیں اس کے لئے صرف ایک آیت یا حدیث پیش کریں۔ قبر کا معنیٰ بعض کتب میں عالم برزخ لکھا ہے لیکن یہ معنیٰ قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنے کے لئے ہیں جائے تدفین کو نکالنے کے لئے نہیں کیونکہ ان میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے نیز اس سے مراد یہ ہے کہ جن کو جلا کر ان کی راکھ اڑا دی جائے ان کی قبر عالم برزخ میں ہے اور جن کو دفن کیا جائے وہ قبر بھی عالم برزخ میں ہے پس مدفن عالم برزخ کا حصہ ہے عالم برزخ سے باہر نہیں۔

عالم کتنے ہیں؟ قرآن کی روشنی میں

عالم تین قسم کے ہیں: (۱) عالم دنیا۔ (۲) عالم برزخ۔ (۳) عالم آخرت۔

(۱) عالم دنیا: ولادت سے ورود موت تک۔

(۲) عالم برزخ: حتیٰ اذا جآء احدھم الموت (قال رب ارجعونِ لعلیّ اعمل صالحا فیما ترکت کلا انھا کلمۃ ھو قائلھا) و من ورائھم برزخ الیٰ یوم یبعثون (مومنون:۱۰۰) یعنی موت سے یوم مبعوث تک عالم برزخ ہے۔ (برزخ تین چیزوں کا نام ہے۔ مکان، زمان، حال۔ مکان: قبر سے لے کر علیین، سجین تک۔ زمان: موت سے لے کر قیامت تک۔ حال: میت راحت یا عذاب کی حالت میں ہو۔

(الحاوی ج ۲ ص ۳۲۷۔ از علامہ سیوطی رحمہ اللہ)

(۳) عالم آخرت: وقت مبعوث تا جنت ودوزخ۔

ان تینوں عالموں کے احکام واحوال مختلف ہیں۔ ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کر سکتے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عالم دنیا میں فرمایا: رب ارنی انظر الیک مگر دیدنہ لا سکے۔ حالانکہ جنت (عالم آخرت) میں سب مومنین کو دیدار ہوگا۔

تینوں عالموں کی موت وحیات میں فرق

عالم دنیا میں موت وحیات دونوں ہیں۔ عالم برزخ میں بھی موت وحیات دونوں ہیں۔ البتہ عالم آخرت میں فقط حیات ہے۔ موت نہیں ہے وہاں موت کو موت آجائے گی۔

عالم دنیا میں حیات: ادخال الروح فی الجسد۔

عالم دنیا میں موت: اخراج الروح عن الجسد۔

عالم برزخ میں حیات: تعلق الروح بالجسداؤ باجزاءِ الجسد۔ جیسے ریموٹ سے بم دھماکہ۔ موبائل۔ خلائی سیارے وغیرہ۔

عالم برزخ کی موت کے متعلق دو قول ہیں: (۱) سوال وجواب کے وقت تعلق شدید ہوتا ہے بعد میں اتنا تعلق رہتا ہے کہ ثواب وعذاب کا احساس ہو سکے مگر پہلے کی نسبت یہ تعلق ضعیف ہوتا ہے یہی ضعف وہاں کی موت ہے (۲) دوسرا قول یہ ہے و نفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوٰت و من فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخریٰ فاذاھم قیام ینظرون۔ صعق ای مات۔ (جلالین، زمر ۶۸)

محل نزاع

چار چیزیں جدا جدا ہیں جن کو مخلوط کر کے دھوکہ دیا جاتا ہے: (۱) موت الدنیویہ، (۲) حیاۃ الروح،

(۳) جسد النبی ﷺ محفوظ فی الروضۃ المبارکۃ، (۴) جسد النبی ﷺ حیات فی الروضۃ المبارکۃ۔
پہلی تین باتوں میں اتفاق ہے چوتھی بات میں اختلاف ہے۔

۱......موت الدنیویہ

دنیوی موت میں کوئی نزاع نہیں وہ بالاتفاق آپ ﷺ پر واقع ہوئی اگرچہ عام مردوں اور انبیاء علیہم السلام کے وقوع موت میں فرق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اختیار دیا جاتا ہے جب کہ عام مردوں کو اختیار نہیں دیا جاتا۔ لہٰذا درج ذیل آیات نہیں پڑھی جائیں گی کیونکہ ان میں دنیوی موت کا ذکر ہے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ انک میت و انھم میتون۔ کل نفس ذائقۃ الموت۔ کل شئی فان۔ کل شئی ھالک الا وجھہ۔ اینما تکونوا یدرککم الموت۔ اموات غیر احیاء (النحل: ۲۱) اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی (زمر: ۴۲)
(یرسل الاخریٰ یہ اس بات کی بھی دلیل بنتی ہے کہ روح اگرچہ جسم سے باہر ہے لیکن جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے)

۲......حیاۃ الروح

روح کی زندگی پر بھی اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی روح اعلیٰ علیین میں ہے۔

۳......جسد النبی ﷺ محفوظ فی الروضۃ المبارکۃ

نبی ﷺ کا جسدِ اطہر الآن کما کان محفوظ ہے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' (رواہ ابوداؤد)

۴......جسد النبی ﷺ حیات فی الروضۃ المبارکۃ

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے اجساد طیبہ اپنی قبور رضیہ میں زندہ ہیں جب کہ غیر مقلدین اور فرقہ مماتیہ کے نزدیک بے حس، بے جان، بے شعور، بے علم اور تمام کمالات حیاۃ سے خالی محض دھڑ پڑے ہیں (معاذ اللہ) ہم دلائل اس بات پر دیں گے کہ نبی پاک ﷺ اپنے روضہ اقدس میں اپنے اصلی دنیوی جسم کے ساتھ زندہ ہیں جب کہ غیر مقلدین اور مماتی اس بات پر دلائل دیں گے کہ روضہء اقدس میں آپ ﷺ کا جسدِ مبارک صفت حیات سے خالی ہے۔ لیکن وہ دنیوی موت والی آیات پڑھ کر فٹ کرتے ہیں حیاۃ قبر پر۔ یہ بہت بڑا دھوکہ ہے (فوراً گرفت کریں)

قبر والی حیاۃ کے مختلف نام

(۱) حیاۃ برزخی (کیونکہ برزخ کا معنی ہے پردہ اور وہ زندگی بھی پردے میں ہے)
(۲) دنیوی زندگی (کیونکہ دنیوی جسم زندہ ہے)
(۳) حیاۃ روحانی (کیونکہ قبر میں اوّلاً احوال و کیفیات کا ورود روح پر ہوتا ہے ثانیاً جسم پر جب کہ عالم دنیا میں اس کے برعکس ہوتا ہے)

(۴) حیاۃ حسی (کیونکہ یہی دنیا والا حسی جسم زندہ ہے)

(۵) حیاۃ معنویہ (کیونکہ وہ حیاۃ حواسِ ظاہرہ سے مخفی ہے اس وجہ سے اس کو معنویہ کہا جاتا ہے)

دلائل: غیر مقلدین اور مماتیوں کے پاس اپنے اس مذکورہ دعوی کے متعلق ایک بھی دلیل نہیں۔ نہ قرآن سے نہ سنت سے نہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے اور نہ ہی اکابر علماء دیوبند رحمۃ اللہ علیہ سے۔ ان کا طریقہ استدلال یہ ہے کہ دعوی خاص کرتے ہیں اور دلیل مخلوط دیتے ہیں مثلاً یہ کہ دنیوی موت والی آیات پڑھ پڑھ کر فٹ کریں گے حیاۃ قبر پر۔ یہ ان کا بہت بڑا دھوکا ہے۔ لہٰذا پہلے محل نزاع خوب واضح کریں پھر دلیل اس کے مطابق مانگیں۔ مثلاً ایسی دلیل پیش کریں جس میں اس قسم کا مضمون ہو عدم حیات النبی ﷺ فی الروضۃ المبارکہ پھر ان کا دعوی ثابت ہوگا۔

نوٹ: اہل سنت والجماعت کے دلائل، قبر کی زندگی مصنفہ مولانا نور احمد تونسوی صاحب سے دیکھیں

اگر زیادہ تحقیق کرنی ہو تو یہ کتب بھی دیکھیں:

نمبر ۱: تسکین الصدور، مصنفہ مولانا شیخ الحدیث سرفراز صفدر صاحب مدظلہ

نمبر ۲: سماع الموتیٰ، مصنفہ مولانا شیخ الحدیث سرفراز صفدر صاحب مدظلہ

نمبر ۳: مقام حیات کلاں، مصنفہ علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ۔

نمبر ۴: رحمت کائنات، مصنفہ مولانا زاہد الحسینی

نمبر ۵: جز حیات الانبیاء، مصنفہ امام بیہقی م ۴۵۸ھ

نمبر ۶: حیاۃ الانبیاء، مصنفہ امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۵۶ھ

نمبر ۷: انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء، مصنفہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۹ھ

***

علماء حق کی قبور اور جسموں سے خوشبوؤں کا پھوٹنا

۱.....حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (سمرقند بخارا) ۲.....حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)

۳.....حضرت مولانا شیخ محمد موسیٰ روحانی بازی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور) ۴.....حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)

۵.....حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (ملتان) ۶.....حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ (خیر پور میرس)

۷.....حضرت مولانا سید حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ مدنیہ لاہور) ۸.....حضرت مولانا اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی (دیوبند انڈیا)

۹.....حضرت مولانا سید نیاز احمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ (ٹلمبہ) ۱۰.....علامہ عبدالرشید غازی شہیدؒ (خطیب لال مسجد)

۱۱.....حضرت مولانا مفتی غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ (خیر پور ٹامیوالی) ۱۲.....حضرت مولانا سبحان محمود رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)

۱۳.....حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ رائپوری رحمۃ اللہ علیہ (ساہیوال) ۱۴.....حضرت مولانا محمد اسماعیل بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ (بصیر پورہ)

۱۵.....حضرت مولانا الطاف منہاس رحمۃ اللہ علیہ (چکوال) ۱۶.....حضرت مولانا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ (میاں چنوں)

۱۷.....حضرت مولانا محمد شریف کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (ملتان) ۱۸.....حضرت مولانا سید امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (مخدوم پور پہوڑاں)

۱۹.....حضرت مولانا عبداللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ (لال مسجد اسلام آباد) ۲۰.....والدہ غازی عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ (اسلام آباد)

۲۱.....دیگر طلبہ و طالبات شہید رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ حفصہ اسلام آباد) ۲۲.....حضرت مولانا عبدالغفور ندیم رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)

جب غلاموں کا یہ حال ہے تو خود حضور ﷺ کے روضہ اطہر کا کیا حال ہوگا؟

محمد ﷺ کا روضہ

مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ
محمدؐ کا روضہ قریب آ رہا ہے
فرشتو یہ دے دو پیغام ان کو
کہ خادم تمہارا سعید ؒ آ رہا ہے
بڑا لطف دیتا ہے نام مدینہ
زمانہ وہ ایسا عجیب آ رہا ہے

بڑا لطف دیتا ہے نام مدینہ
بلندی پہ اپنا نصیب آ رہا ہے
خبر جا کے دے دو یہ ان کو فرشتو
مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ
وفا تم نہ دیکھو گے ہرگز کسی میں
محمدؐ کا روضہ قریب آ رہا ہے

***

حضور اکرم ﷺ کی خوشبو مبارک

ما ذا علی من شم تربۃ احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

ترجمہ: کوئی حرج نہیں اس شخص کے لئے کہ جس نے احمد مصطفیٰ ﷺ کی قبر مبارک کی خوشبو کو سونگھ لیا ہے۔ اس بات میں کہ اگر وہ زمانے کی بہترین خوشبو کو نہ سونگھ سکا۔

بوئے حق بسر برگ صدق بگیسو غنچہ دیں بدستار کل شرع بآیتیں گلدستہ نبوت ورسالت نجیب اور گلزار کردار بداماں حضرت محمد ﷺ نرگس چمن کی سرمئی آنکھ کا غمزہ جعد بنفشہ وزعفران کی زلف عنبرین کا صدقہ چنبیلی وگلاب جن کے عارض قرآن کا عکس اور تتلیاں اس حسن وخوشبو پر مرمٹنے کا انمٹ استعارہ وہ ذات اقدس امام کعبہ وبیت اللہ المقدس کی جن کی شمیم جاں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے گلشن ازل کے پورے کا فوری ٹہنیوں پر پھول اٹھائے کھڑے ہیں اور ارباب علم وعرفان ان کی مستانہ خوشبو کے استقبال میں علوم ومعارف کو کوثر وتسنیم سے وضو کروا رہے ہیں۔

حضرت کعب احبار ؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا کرنا چاہا تو حسب حکم حضرت جبریل علیہ السلام قبر اطہر والی جگہ سے سفید مٹی لائے جس کو آب تسنیم سے گوندھا گیا اور بہشتی نہروں میں ڈبویا گیا، آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے جو عجائبات دیکھے ان میں یہ بھی دیکھا کہ ولادت کے روز آپ کو چاندی کے برتن میں بھری ہوئی کستوری سے سات مرتبہ غسل دیکر ایسے حریری کپڑے میں لپیٹا گیا جس میں مشک اذفر کے دھاگے تھے، حضرت انس ؓ کہتے ہیں کہ میں نے کوئی مشک عنبر اور کوئی خوشبودار چیز آپ ﷺ سے زیادہ خوشبودار نہیں دیکھی، لوگ چاندی کے موتیوں کی طرح چمکنے والے پسینہ مبارک کو جمع کرلیا کرتے تھے۔ ایک بار دوران استراحت عرق نبوت کے موتی سراپائے رسالت سے ڈھلک رہے تھے اور حضرت ام سلیم ؓ شیشی میں محفوظ کر رہی تھیں، آپ ﷺ نے پوچھا تو بولیں ہم اس کو عطر میں ملائیں گی، کیونکہ یہ اعلیٰ درجہ کی خوشبو ہے، مدینہ طیبہ میں ایک گھرانے کے پاس پسینہ مبارک تھا وہ جب بھی استعمال کرتے شہر میں خوشبو پھیل جاتی، وہ گھر بیت المطیبین سے مشہور ہوگیا تھا، جب شراب حرام ہوئی تو بعض نے غسل بھی کیا اور حضرت ام سلیم ؓ سے آپ ﷺ کے پسینہ مبارک سے

عطر لے کر لگائی، آپ ﷺ جس سے مصافحہ کرتے وہ شخص سارا ن دن معطر رہتا جس بچہ کے سر پر دست اقدس پھیر دیتے وہ عطر بیزی میں دوسرے بچوں سے ممتاز ہو جاتا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے منہ پر آپ ﷺ نے ہاتھ پھیرا تو انہیں یوں محسوس ہوا کہ آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک عطار کی عطر دان سے نکلے ہیں۔ ایک بار آپ ﷺ نے زمزم کے برتن میں لعاب مبارک ڈالا تو پورا برتن کستوری کی طرح مہکنے لگا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ مہر نبوت کو منہ میں لیا تو اس سے خوشبو پھوٹ رہی تھی، آپ ﷺ نے عقبہ رضی اللہ عنہ کی کمر پر ہاتھ مبارک دم کر کے پھیرا تو ان سے اتنی خوشبو آتی تھی کہ ان کی چار بیبیاں نہایت تیز عطر لگاتی تھیں، مگر حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی مہک ان پر غالب رہتی تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے برکت کی دعا دی، ان کا ایک باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا اور اس میں ریحان نامی ایک بوٹی تھی جس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی، شب معراج میں آپ ﷺ کی خوشبو دلہنوں سے تیز تر تھی۔ آپ ﷺ نے نہر کوثر میں بہتی ہوئی مشک اذفر میں دست اقدس ڈالا تھا، مجسم خوشبو ہونے کے باوجود بکثرت عطر استعمال فرماتے، اس لئے کہ آپ ﷺ کی ہم جنس تھی۔ نیز مسلمانوں اور فرشتوں سے ملاقات اور نزول قرآن کی خاطر مبالغہ بھی مقصود تھا۔ آپ ﷺ کا فرمان تھا کہ جس کو ریحان دی جائے تو واپس نہ کرے، اس لئے کہ اس کی اصل جنت سے نکلی ہے۔ اس باب میں ذوق مبارک عجیب تھا، فرماتے کہ مردوں کی عطر ایسی ہونی چاہئے کہ خوشبو پھیلے اور رنگ نظر نہ آئے اور عورتوں کی ایسی کہ خوشبو نہ پھیلے اور رنگ نظر آئے۔ اپنے نواسوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو چومتے ان کی خوشبو سونگھتے اور فرماتے کہ یہ میری جنت کے پھول ہیں، ذکر کے حلقوں کی نسبت ارشاد تھا کہ جنت کی کیاریوں سے گزرو تو کچھ کھا لیا کرو، آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو نہایت پاک وصاف جنا، ڈھونڈنے والے نکہتوں سے جان لیتے تھے کہ آپ ﷺ اس جانب تشریف لے گئے ہیں، جب عالم بالا کا سفر شروع ہوا تو خوشبوؤں کے نوا سن قافلے بہشت بریں کے پتے دینے لگے، فکر آخرت کی کونپلوں سے بقائے مولیٰ کے غنچے چٹکنے لگے اور مبارک لبوں سے رفاقت اعلیٰ کے پیازی پھول جھڑنے لگے، وصال شریف کے وقت اور بعد ازاں خوشبوؤں کے انوکھے کارواں احساس امت کی تعزیت کرتے رہے۔ آپ ﷺ کی نور نظر لخت جگر حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے تربت مبارک کی مٹی سونگھ کر فرمایا تھا، جس نے محمد ﷺ کی خاک (مزار) سونگھ لی ہے، اسے چاہئے کہ عمر بھر کوئی خوشبو نہ سونگھے، جب کہ آپ ﷺ کا ارشاد تھا کہ: ''جو حصہ میرے منبر اور قبر (شریف) کے درمیان ہے وہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ تمام خوبیوں اور خوشبوؤں کا پہلا اور آخری مرکز یہی ہے۔ (اللھم صل وسلم علیہ)

***

درود شریف کی برکت سے قبر سے خوشبو کا آنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''ان اللہ وملئکۃ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنو اصلو علیہ وسلمو اتسلیما''

<u>ترجمہ</u>: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ القول البدیع میں تحریر فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ جب مدینہ منورہ کے مکانات اور درختوں وغیرہ پر نظر پڑے تو درود شریف کثرت سے پڑھیں اور جتنا قریب ہوتا جائے اتنا ہی درود شریف میں اضافہ کرتا جائے۔ اس لئے کہ یہ مواقع وحی اور قرآن پاک کے نزول سے معمور ہیں، حضرت جبرائیل علیہ السلام کی بار بار یہاں آمد ہوئی ہے اور اس کی مٹی سید البشر ﷺ پر مشتمل ہے، اسی جگہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین اور اس کے پاک رسول اقدس ﷺ کی سنتوں کی اشاعت ہوئی ہے یہ فضائل اور خیرات کے مناظر ہیں۔ یہاں پہنچ کر اپنے قلب کو نہایت ہیبت اور تعظیم سے بھرپور کرلے گویا وہ حضور اقدس ﷺ کی زیارت کررہا ہے۔

بعض رسائل میں عبید اللہ بن عمر قواریری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک کاتب میرا ہمسایہ تھا وہ مرگیا میں نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ تبارک وتعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ کہا مجھے بخش دیا۔ میں نے سبب پوچھا: کہا میری عادت تھی جب نام پاک رسول ﷺ کا کتاب میں لکھتا تو ساتھ درود شریف بھی لکھ دیتا اس کے بدلہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ کو کچھ ایسا دیا کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل پر اس کا گمان گزرا۔ (گلشن جنت)

دلائل الخیرات کی وجہ تالیف مشہور ہے کہ مؤلف کو سفر میں وضو کے لئے پانی کی ضرورت تھی اور ڈول رسی کے نہ ہونے کی وجہ سے پریشان تھے کہ پانی کیسے نکالا جائے اور وضو کیا جائے۔ ایک لڑکی نے یہ حال دیکھ کر دریافت کیا اور کنویں کے اندر تھوک دیا، پانی کنارے تک ابل آیا۔ مؤلف نے حیران ہوکر وجہ پوچھی۔ اس نے کہا یہ درود شریف کی برکت ہے۔ جس کے بعد انہوں نے یہ کتاب دلائل الخیرات لکھی ان کی قبر سے خوشبو مشک وعنبر کی آتی ہے اور یہ سب برکت درود شریف کی ہے۔

***

سوال وجواب کی مجلس

سوال: انک میت وانھم میتون کا کیا مطلب ہے؟

جواب: انک میتون میں وعدہ موت کا ذکر ہے اور یہ وعدہ موت برحق ہے اور خطبہ صدیقی کان یعبد محمدا مقدمات میں وقوع موت کا ذکر ہے اور یہ وقوع موت بھی برحق ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا آپ کی ذات اقدس پر موت کا وقوع ہوا لیکن وقوع موت کے بعد جسد اطہر کے ساتھ روح مبارک کے تعلق کے ساتھ اپنے روضہ اطہر میں حیات حاصل ہے اسی تعلق کی وجہ سے روضہ اطہر پر سلام پیش کرنے والوں کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

سوال: انک لاتسمع الموتی ولا تسمع الدعاء اذا ولوا مدبرین اس آیت کا کیا مطلب ہے؟

جواب: یہاں کفار کو مُردوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور وجہ شبہ کی مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان مشترک ہوتی ہے اور وہ عدم سماع نہیں ہے بلکہ عدم سماع نفع عدم سماع قبول ہے۔ وما انت بمسمع من فی القبور سے مراد کفار ہیں اور اس پر قرینہ ان انت الا نذیر ہے۔

سوال: وھو الذی احیاکم ثم یمیتکم ثم یحی کم ثم الیہ ترجعون اس آیت میں دو حیاتوں کا ذکر ہے اب اگر حیات فی القبر مان لیں تو تین حیاتیں ثابت ہو جائیں گی۔

جواب: قبر کی حیات یہ مستقل الگ حیات نہیں ہے بلکہ آخرت کی حیات کا مقدمہ ہے جیسے ماں کے پیٹ میں بچے کی حیات دُنیا کی حیات کا مقدمہ ہوتی ہے اور ایک قول یہ ہے

ثم یحیکم میں حیات سے مراد حیات فی القبر ہے اور اس میں قرینہ ثم الیہ ترجعون ہے کیونکہ ثم تراخی کے لئے آتا ہے۔

سوال: یزید کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟

جواب: وہ فاسق فاجر تھا کیوں کہ کربلا کا واقعہ اُس کے دورِ حکومت میں پیش آیا ہے اور جو لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت کے شہید کرنے میں شریک ہوئے اُن سے کوئی انتقام بھی نہیں لیا تو معلوم ہوا جو کچھ ہوا اُس کے اشارے پر ہوا اور یہ فاسق فاجر والا عقیدہ یہ بھی اعتدال والا عقیدہ ہے یزید کے بارے میں کیوں اگر اُس کو فاسق فاجر تسلیم نہ کریں تو خلیفہ عدل تسلیم کرنا پڑے گا اور خلیفہ عدل کے خلاف خروج بغاوت ہوتا ہے اور باغی شہید نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا انکار کرنا پڑے گا۔ لہٰذا ماننا پڑے گا یزید فاسق فاجر تھا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اُس کے خلاف خروج برحق تھا باقی یزید کے فسق و فجور کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں ایک ذرے کا فرق لازم نہیں آتا وہ صحابی رسول ﷺ ہیں کاتب وحی ہے، ہدایت کے آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے ہیں اور یزید تو تابعی بھی نہیں ہے کیونکہ تابعی کی تعریف یہ ہے من تبعھم باحسان (جو اخلاص کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی کرے) اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب اس کو خلیفہ مقرر کیا تھا کیونکہ اُس وقت اُن کے سامنے یزید کے فسق و فجور کے وہ حالات نہیں تھے جو بعد میں پیش آئے اور (عالم الغیب) اللہ کی ذات ہے

الغرض! ہم حسینی ہیں یزیدی نہیں ہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شیعوں کے نہیں وہ سنیوں کے اِمام ہیں کیونکہ حسینی وہ ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی راہ پر چلے اور اُن کی راہ پر چلنے والے سنی ہیں نہ کہ کوئی اور مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب سیدنا علی رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ تخلیص حضرت اقدس حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

سوال: خلافت راشدہ حق چار یار سے کیا مطلب ہے؟ اس نعرے کا کیا مطلب ہے؟ حالانکہ تمام صحابہ کرام برحق ہیں

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ خلافت راشدہ موعودہ جس کا قرآن پاک کے اندر وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض وعدہ کیا گیا ہے اُس کے مستحق چار یار ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، (۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، (۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، (۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ

اور یہ وعدہ مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص ہے اور مہاجرین صحابہ کرام خلفائے راشدین میں سے چار ہیں اور خلافت راشدہ موعودہ کا زمانہ تیس سال ہے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی چھ ماہ کی خلافت اِسی خلافتِ راشدہ کی تکمیل کے لئے تھی بعد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح فرمالی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خلافتِ راشدہ خلافت راشدہ عادلہ تھی (یعنی رشد و ہدایت اور عدل و انصاف سے بھری ہوئی) نہ کہ خلافت موعودہ کیونکہ وہ مہاجر صحابہ کے ساتھ خاص ہے اور یہ حضرات مہاجر صحابہ میں سے نہیں ہیں۔

***

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَآءُ أَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اکابر علماء دیوبند کی تحریرات کے آئینہ میں

تصنیف:

حضرت مولانا نعیم الدین

استاذ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اکابر علماء دیوبند کی تحریرات کے آئینہ میں

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم
اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک
و مُدیر صُفّہ ٹرسٹ موہنی روڈ لاہور

صُفّہ ٹرسٹ لاہور
محمود سٹریٹ ○ موہنی روڈ ○ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفے چند)

حضرت مولانا نعیم الدین مدظلہم

ہمارے مخدوم گرامی حضرت مولانا نعیم الدین صاحب استاذ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور نے ''عقیدہ حیات النبی ﷺ اکابر علماء دیوبند کی تحریرات کے آئینہ میں'' نامی ایک مقالہ تحریر کیا، جس میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر مفتی نجم الحسن امروہی تک بیسیوں اکابر علماء دیوبند کی حیات النبی ﷺ کے عقیدہ پر تحریری شہادتیں یکجاء ترتیب کے ساتھ قلمبند کر دی ہیں جس سے ایک خوبصورت ترتیب کے ساتھ بہت کچھ علمی مواد جمع ہو گیا ہے۔ اس مجموعہ میں شامل اشاعت ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

عقیدہ حیات النبی ﷺ اسلام کا ایک بنیادی اور اہم عقیدہ ہے جو دورِ صحابہ سے اجماعی چلا آرہا ہے، اہلِ اسلام میں سوائے معتزلہ کے اس کا کوئی بھی منکر نہیں تھا آج کل معتزلہ کی کچھ باقیات اس عقیدہ اور اس کی آڑ میں بہت سے مسلمہ عقائد کا انکار کر رہی ہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ اس عقیدہ کو اُجاگر کیا جائے اور عوام الناس کو اس کی اہمیت بتائی جائے۔

۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ/ ۱۱ اپریل ۲۰۰۶ء بروز منگل ناچیز اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ (م: ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء) کی خانقاہ واقع سکیاں پل حاضر ہوا ہم حضرت کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ "اَلْمُهَنَّدْ" اور اس حوالہ سے عقیدہ حیات النبی ﷺ کا ذکر آیا اس پر آپ نے فرمایا: "جی چاہتا ہے کہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر ایک مختصر سا رسالہ ہونا چاہئے جو عام فہم ہو اور سب کو یہ سمجھ آجائے" میں نے عرض کیا "حضرت میرا اس موضوع پر لکھنے کا ارادہ ہے میں نے کتابیں بھی اکٹھی کر لی ہیں" بات آئی گئی ہوگئی اور ایک طویل عرصہ گزر گیا، سال دو سال سے اپنے بہت سے احباب کی جانب سے شدت سے تقاضا ہوا کہ آپ نے جو حضرت رحمہ اللہ سے بات کی تھی اُسے پورا کرنا چاہئے چنانچہ راقم الحروف نے اس کا ارادہ کرلیا اور کام بھی شروع کر دیا پہلے تو ارادہ تھا کہ اپنے استدلالات ذکر کئے جائیں اور منکرینِ حیات کے استدلالات کے جوابات دیئے جائیں لیکن اس سے رسالہ کے طویل ہو جانے کا اندیشہ ہوا، مناسب معلوم ہوا کہ اس عقیدہ سے متعلق اکابر علماء دیوبند کی تحریرات پیش کر کے عوام الناس کو بتایا جائے کہ جب اتنے بڑے بڑے اکابر علماء اور اساطین علم وفضل اس عقیدہ کے قائل ہیں تو ہماری کیا حیثیت اور کیا اوقات ہے کہ ہم اس کا انکار کریں؟ ہمیں اپنی عقل اور رائے پر اعتماد کے بجائے اکابر اہلِ سنت اکابرِ دیوبند کے اس عقیدہ کو دل وجان سے ماننا چاہئے چنانچہ ہم اپنے اکابر زادھم اللہ شرفاً وتکریماً کے اس عقیدہ کو دل وجان سے مانتے اور اس کا دفاع کرتے ہیں اور جو لوگ اس عقیدہ کا کسی بھی رنگ میں انکار کرتے ہیں اُنہیں اہلِ سنت والجماعت میں سے شمار نہیں کرتے اور نہ اُن کا اکابر دیوبند سے کوئی تعلق اور واسطہ مانتے ہیں اُن کا معاملہ اللہ کے حوالہ کر کے اُنہیں اُن کے حال پر چھوڑتے ہیں۔

بہت سے احباب کا خیال ہے کہ موجودہ حالات میں اِن مسائل کو چھیڑنا مناسب نہیں اُن کا یہ خیال درست ہے لیکن منکرینِ حیات کا جارحانہ انداز اس پر مجبور کرتا ہے کہ اپنے عقیدہ کے دفاع میں کچھ نہ کچھ کیا جائے اپنے احباب سے ہماری گزارش ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو اقدام کے بجائے دفاع پر محمول فرمائیں اور ہمیں اس سلسلہ میں مجبور سمجھیں، اگر منکرین حیات اپنے جارحانہ انداز سے باز آجائیں اور اس سلسلہ کو ختم کر دیں تو ہم بھی اس سلسلہ میں خاموشی اختیار کرلیں گے، اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہماری کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرما کر ہماری نجات اور عوام الناس کی ہدایت کا ذریعہ بنائیں، وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ!

اخوکم فی اللہ
نعیم الدین
۲۲/ ذی الحجہ ۱۴۴۴ھ

تقدیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیوں میں سے ایک پیشین گوئی یہ بھی ہے: ''قرب قیامت میں طرح طرح کے فتنے جنم لیں گے۔''

ان فتنوں میں جان و مال کے فتنے بھی ہوں گے، عزت و آبرو کے فتنے بھی ہوں گے اور دین و ایمان کے فتنے بھی، اِن سب فتنوں میں سب سے خطرناک فتنے دین و ایمان کے فتنے ہیں۔

جدھر دیکھو مختلف تحریکیں اور بہت سے داعی نظر آتے ہیں جو دین کے روپ میں بے دینی کی دعوت دے رہے ہیں اور لوگ ہیں کہ وہ اِن کی طرف ایسے لپک رہے ہیں جیسے اصل دین ہی اِن کے پاس ہے، ایسی صورت میں ایک عام آدمی کے لئے دین و ایمان کا بچانا مشکل سے مشکل تر ہوتا جا رہا ہے کیونکہ عام آدمی کے لئے حق و باطل کی شناخت مشکل ہے، اُسے پتہ نہیں چلتا کہ کیا حق ہے اور کیا باطل؟ شاید اِسی موقع کے لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: ''بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَناً کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ'' فتنوں کے پیش آنے سے پہلے پہلے اَعمال (صالحہ) انجام دے لو، وہ فتنے ایسے ہوں گے جیسے سیاہ وتاریک رات کے ٹکڑے ہوتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جیسے رات کے تاریک ٹکڑوں کا پتہ نہیں چلتا کہ کہاں سے آ رہے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟ ایسے ہی اِن فتنوں کا پتہ نہیں چلے گا کہ یہ فتنے کہاں سے پھوٹ رہے ہیں اور کدھر کا رخ کر رہے ہیں اور ان سے بچاؤ کی کیا صورت ہوگی؟

اِسی حدیث میں آگے حضور ﷺ نے فرمایا: ''یُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِناً وَّیُمْسِیْ کَافِراً وَّیُمْسِیْ مُؤْمِناً وَّیُصْبِحُ کَافِراً'' ایسی صورت حال میں آدمی صبح کو مؤمن ہوگا تو شام کو کافر ہوگا شام کو مؤمن ہوگا تو صبح کو کافر ہوگا۔

سوال ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوگا؟

تو اس کی وجہ حضور ﷺ نے یہ بتلائی: ''یَبِیْعُ دِیْنَہٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْیَا'' یہ شخص اپنے دین کو تھوڑے سے دنیوی ساز و سامان کے عوض بیچ دے گا۔'' (مسلم کتاب الایمان ج:۱، ص:۷۵، مشکوٰۃ ص:۵۶۲)

آج کل بعینہٖ یہی صورت حال بنی ہوئی ہے کہ لوگ ذاتی اغراض کو اپنا ایمان بنائے ہوئے ہیں ذرا ذرا سے دنیوی ساز و سامان اور معمولی معمولی مال و دولت کی خاطر اپنا دین و ایمان اور اپنا مذہب و دھرم بیچ رہے ہیں اور اس کی انہیں کوئی پروا نہیں کہ اس سے ایمان جاتا ہے یا دین برباد ہوتا ہے۔

اِن دنوں اَعمال کی خرابی کا تو کیا رونا کہ عقائد میں ایسی خرابی آ گئی ہے کہ الامان و الحفیظ، وہ عقائد و نظریات جو صدیوں سے طے شدہ اور مسلّم ہیں ان کو نئے نئے مفکرین تختۂ مشق بنا رہے ہیں، اُن میں تحقیق کے نام پر تشکیک پیدا کر کے لوگوں کے دین و ایمان کو برباد کر رہے ہیں، جدھر دیکھو ایک نئی صورت حال نظر آتی ہے کہیں اِنکار ختم نبوت کا فتنہ ہے، کہیں انکار حیات عیسیٰ علیہ السلام کا فتنہ ہے، کہیں انکار حدیث کا فتنہ ہے، کہیں انکار تقلید کا فتنہ ہے، کہیں فتنہ خارجیت ہے، کہیں فتنہ ناصبیت ہے، کہیں فتنۂ رافضیت و مرزائیت ہے کہیں اور اور فتنے ہیں۔

ماضی قریب (۱۹۵۴ء یا ۱۹۵۵ء) میں حیات النبی ﷺ کے انکار کے فتنے نے جنم لیا، اِس کو باقاعدہ بڑھایا اور پھیلایا گیا اور عوام الناس کو چودہ سو سالہ اجماعی عقیدہ سے ہٹانے اور اس کو متنازعہ بنانے کی کوشش کی گئی اور اس کی آڑ میں دسیوں بیسیوں عقیدوں کا انکار کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ اکابر علماء دیو بند کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اُنہوں نے ہر جنم لینے والے جدید فتنے کی سرکوبی کی بھرپور جدوجہد کی، ہر نئے فتنے سے ٹکر لی اور اسے اس کے انجام تک پہنچا کر دم لیا، اللہ تعالیٰ نے اُن کی مدد کی اور اُنہیں کامیابی سے ہمکنار فرمایا۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ ایک اجماعی عقیدہ ہے جو دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اجماعی چلا رہا ہے کبھی بھی اس میں اہلِ حق کی جانب سے اختلاف نہیں کیا گیا اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ تقریباً پچاس سے زائد آیات کریمہ اور سو سے اُوپر احادیث مبارکہ[1] سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کو دنیوی وفات کے بعد قبر میں ایک زندگی ملتی ہے جو دنیوی زندگی کا تتمہ اور اُخروی زندگی کا توطئہ اور تمہید ہوتی ہے جس میں میت سے سوال و جواب اور جزاو سزا کا معاملہ کیا جاتا ہے، اگر حیات فی القبر یعنی قبر کی زندگی کا انکار کر دیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر قبر میں سوال و جواب اور جزاو سزا کا معاملہ کس سے ہوتا ہے؟ کیونکہ سوال و جواب اور جزاو سزا تو حیات پر متفرع ہیں اِن کے لئے حیات کا ہونا ضروری ہے اور اگر میت میں حیات نہیں تو اس سے سوال و جواب اور جزاو سزا کا کیا حاصل؟ کیا قبر میں دیواروں سے سوال و جواب اور جزاو سزا کا معاملہ کیا جاتا ہے؟

یاد رہے کہ یہ معاملہ تمام اُموات سے ہوتا ہے چاہے وہ اجتماعی شکل میں ہوں یعنی ان کا پورا جسم قبر میں موجود ہو یا ذرات کی شکل میں ہوں خواہ وہ آگ میں جل کر راکھ ہوگئی ہوں یا درندوں نے اُنہیں چیر پھاڑ کر کھا لیا ہو یا سمندر کی تہہ میں مچھلیوں کی غذا بن گئی ہوں۔

کچھ لوگ اِس موقع پر یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ ہم لوگ بسا اوقات کسی قبر کو کھولتے ہیں یا کھلا ہوا پاتے ہیں اور اس میں میت موجود ہوتی ہے تو ہمیں اس پر طاری ہونے والے حالات کا ذرا بھی پتا نہیں چلتا نہ ہمیں اس میں کسی قسم کی حس و حرکت محسوس ہوتی ہے تو ایسی صورت میں کیسے یقین کیا جائے کہ قبر میں میت کو عذاب یا ثواب ہوتا ہے اور میت اس عذاب یا ثواب کو محسوس کرتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالمِ قبر کے حالات کو ہم سے مخفی اور مستور رکھا ہے اور اس پر پردہ ڈال دیا ہے اس واسطے ہمیں میت پر طاری ہونے والے حالات کا علم نہیں ہوتا، اس بات کو قریب الی الفہم کرنے کے لئے علماء حق خواب کی مثال دیتے ہیں کہ جب انسان سوتا ہے تو بسا اوقات عالمِ خواب میں اپنے آپ کو راحت و آرام اور عیش و عشرت میں دیکھتا ہے یا رنج و اَلم اور تکلیف و پریشانی میں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان

[1] اِن آیات و اَحادیث کے ملاحظہ کے لئے حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ کی کتاب ''قبر کی زندگی'' کا مطالعہ کیا جائے، اس کتاب میں آیات کریمہ اور اَحادیثِ مبارکہ تفصیل سے ذکر کی گئی ہیں۔

چیزوں کے اَثرات اس کے وجود پر محسوس بھی ہو جاتے ہیں گو کہ اکثر محسوس نہیں ہوتے، صبح کو اُٹھ کر خواب دیکھنے والا اپنے اُوپر بیتے ہوئے حالات کو ساتھ والے ساتھی سے ذکر کرتا ہے وہ سوالیہ اَنداز میں کہتا ہے کہ تجھ پر یہ سارے حالات بیتے مجھے تو کچھ نظر نہیں آیا میں کیسے مان لوں؟ خواب دیکھنے والا کہتا ہے تو مان یا نہ مان بہرحال رات کو خواب میں یہ سارے حالات و معاملات میرے ساتھ پیش آتے رہے ہیں، علماءِ حق کا کہنا ہے دنیا میں عالَم خواب میں پیش آنے والے حالات کا جب ایک انسان کو علم نہیں ہوتا تو عالم قبر میں پیش آنے والے حالات کا کیسے علم ہو سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو انسانی آنکھ سے مستور اور پوشیدہ کر دیا ہے، بس ہمیں اپنی عقل پر اعتماد کے بجائے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بتلائی ہوئی باتوں پر ایمان رکھنا چاہئے کہ اِسی میں سلامتی اور اِسی میں نجات ہے۔

پھر اس حیات فی القبر میں عام اَموات بھی شامل ہیں، شہداء بھی شامل ہیں اور اَنبیاء علیہم السلام بھی، البتہ حیات حیات میں فرق ہے شہداء کی حیات عام اَموات کی حیات سے اعلیٰ ہے، اَنبیاءِ کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے اعلیٰ ہے، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیات تمام اَنبیاءِ کرام علیہم السلام کی حیات سے اعلیٰ و ارفع اور سب سے افضل و برتر ہے، اور آپ کی حیات اس قدر قوی ہے کہ اگر کوئی آپ کے روضۂ اقدس پر آ کر صلوٰۃ و سلام پیش کرے، تو اسے آپ خود سنتے اور جواب مرحمت فرماتے ہیں اور اگر کوئی دور سے صلوٰۃ و سلام پیش کرے تو فرشتے آپ کو اس کی طرف سے پہنچا دیتے ہیں، آپ اپنی قبر مبارک میں طاعات و عبادات میں مشغول اور مشاہدۂ معارف الٰہیہ میں منہمک و مستغرق رہتے ہیں۔

حیات فی القبر کا مطلب بھی سمجھ لینا چاہئے، اہل حق کے نزدیک آپ ﷺ کی حیات فی القبر کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا جو جسدِ عنصری دنیا میں تھا وہ بعینہٖ قبرِ مبارک میں بغیر کسی ادنیٰ سے ادنیٰ تغیر و تبدل کے صحیح حالت میں موجود ہے اور آپ کی روح مبارک کا تعلق اسی دنیا والے جسم عنصری سے ہے اسی لئے اس حیات کو حیات دُنیوی بھی کہہ دیا جاتا ہے اور چونکہ یہ حیات قبر مبارک میں ہے اس لئے اسے حیات فی القبر بھی کہہ دیا جاتا ہے، اور قبر اور برزخ میں گہرا تعلق ہے جو قبر میں جاتا ہے وہ برزخ ہی میں جاتا ہے دونوں میں کوئی منافات نہیں اس لئے اسے حیات برزخی سے بھی تعبیر کر دیا جاتا ہے عنوانات اگرچہ مختلف ہیں لیکن معنون ایک ہے، یہ اُمت کا اجماعی عقیدہ ہے تمام اَہلِ سنت اور اَکابرِ دیو بند اِسی عقیدہ کے قائل ہیں اور اس کے متعلق اُنہوں نے بہت سی اہم کتابیں تصنیف فرمائی ہیں[1]

اَکابر علماء دیو بند کی دستاویزی کتاب ''اَلْمُهَنَّدُ عَلَى الْمُفَنَّدُ'' میں تقریباً سب اَکابر کا یہی عقیدہ درج ہے، اِسی بنا پر ہم اُسی کو دیو بندی سمجھتے ہیں جس کے عقائد ''اَلْمُهَنَّدُ عَلَى الْمُفَنَّدُ'' میں درج عقائد کے مطابق ہوں اور جس کے عقائد ''اَلْمُهَنَّدُ عَلَى الْمُفَنَّدُ'' کے خلاف ہوں اور وہ اُن کا قائل نہ ہو ہم اُسے دیو بندی نہیں سمجھتے خواہ وہ کوئی ہو۔

---

[1] حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی کتاب ''آبِ حیات'' علامہ خالد محمود صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ''مقامِ حیات'' حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب ''تسکین الصدور'' اور حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ کی کتاب ''قبر کی زندگی'' اس سلسلہ کی بہترین کتابیں ہیں۔

موجودہ دور میں کچھ لوگ جو اپنے آپ کو اصلی دیو بندی اور دوسروں کو بناسپتی دیو بندی باور کراتے ہیں وہ آنحضرت ﷺ کی روضۂ اقدس میں حیات جسمانی اور سماع صلوٰۃ وسلام اور آپ کے جواب دینے کے منکر ہیں اور اس کے ساتھ اور بھی بہت سے **مسلّمہ** عقائد کا انکار کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو دیو بندی سمجھتے اور دیو بندی کہلاتے ہیں اُن کا دیو بندیت سے کوئی تعلق نہیں نہ ہم اُنہیں دیو بندی مانتے ہیں۔

یہ لوگ تقیہ کرتے ہوئے عوام الناس کو دھوکا دیتے ہیں کہتے ہیں کہ ''ہم دیو بندی ہیں اور ہم حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں اور لوگ تو کہتے ہیں کہ آپ قبر میں حیات ہیں ہم آپ کو جنت میں حیات مانتے ہیں'' یہ اُن کا دھوکا ہے کیونکہ آپ کا جنت میں حیات ہونا موضوع بحث ہی نہیں موضوع بحث تو حیات فی **القبر** ہے کیونکہ آپ ﷺ کا جسدِ اقدس تو قبر ہی میں ہے اور اُسی سے روح کا تعلق ہے اگر یہ تعلق نہ ہو تو حیات متصور ہی نہیں ہوسکتی اور یہ لوگ اِس کا شدت سے انکار کرتے ہیں۔

عرصہ سے ارادہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کی حیات فی **القبر** سے متعلق اکابر علماء دیو بند کی اصل عبارات بغیر کسی تشریح وتبصرہ کے عوام کے سامنے پیش کردی جائیں جس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ ایک عام آدمی کے سامنے اکابر کی اصل عبارات آجائیں گی جس سے اس کا اِس عقیدہ پر ایمان ویقین میں اضافہ ہوگا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ دھوکا دینے والوں کے دھوکے میں نہیں آئے گا وہ سمجھ لے گا کہ جب اتنے بڑے بڑے اکابر کا یہ عقیدہ ہے تو یہی حق اور سچ ہوگا ہم آج کل کے لوگوں کی باتوں میں کیوں آئیں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمارے اِس عمل کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرما کر عوام الناس کی ہدایت اور ہماری نجات کا ذریعہ بنادیں، وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيْزٍ!

نعیم الدین

۱۹/ ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ

***

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حلقۂ دیوبند میں پہلی شخصیت جس نے عقیدۂ حیات النبی ﷺ کو اُجاگر کیا اور اس کا دفاع کیا وہ ہیں حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ، آپ نے اس مسئلہ سے متعلق تفصیلی اور دقیق کتاب ''آب حیات'' تحریر فرمائی اور اپنی دیگر تصنیفات میں بھی اس پر مختلف انداز سے روشنی ڈالی، ہم سب سے پہلے آپ ہی کی تصنیفات سے اقتباسات پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

۱...... ''رسول اللہ ﷺ بلکہ تمام انبیاء بالیقین قبر میں زندہ ہیں تو اس صورت میں آپ کی مِلک زائل ہونے ہی نہیں پائی جو وارثوں کی مِلک اس کے قائم مقام ہو، بلکہ جیسے ہم تم کہیں چلے جائیں یا چندے کسی گوشہ میں بیٹھ رہیں اور ہمارے لواحق وغیرہ ہماری اَشیاء کو برتیں تو اس سے ہماری ملک زائل نہیں ہوتی اور برتنے والے وارث مالک نہیں ہوجاتے ایسے ہی رسول اللہ ﷺ بھی گوشۂ قبر میں پنہا ہوگئے ہیں اور آپ بدستور اپنی اَشیاء واَموال کے مالک ہیں کوئی اور مالک نہیں ہوگیا اور حدیث لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس حدیث کی لم بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ اب تک بقید حیات ہیں، پر شیعہ نہ سمجھیں تو کیا کیجئے؟''

(ہدیۃ الشیعہ[۱] مشمولہ مقالات حجۃ الاسلام ج ۷ ص ۳۴۹ طبع ملتان)

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''لطائف قاسمیہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

۲...... ''اَنبیاء کرام علیہم السلام کو اِنہی اَجسام دُنیاوی کے تعلق کے اِعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں''

(لطائف قاسمیہ مشمولہ مقالات حجۃ الاسلام ج ۵ ص ۳۲۳)

اسی تصنیف میں آپ کچھ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

۳...... ''اَنبیاء کو اَبدانِ دُنیا کے حساب سے زندہ سمجھیں گے پر حسبِ ہدایت كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ اور اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ تمام اَنبیاءِ کرام علیہم السلام خاص کر حضرت سرورِ اَنام ﷺ کی نسبت موت کا اعتقاد[۲] بھی ضروری ہے۔'' (لطائف قاسمیہ مشمولہ مقالات حجۃ الاسلام ج ۵ ص ۳۲۴)

---

۱ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہدیۃ الشیعہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک وتحریض پر لکھی تھی اور آبِ حیات سے پہلے لکھی تھی ہدیۃ الشیعہ میں حیات النبی ﷺ کے مضمون کا آنا اُن لوگوں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے جو اسے محض حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اُفتادِ طبع اور اُن کے تفرد پر محمول کرتے ہوئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اس سے لاتعلق سمجھتے ہیں۔

۲ حضرت کی یہ تصریح اُن لوگوں کی تردید کے لئے کافی ہے جو یہ پراپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عقیدہ تھا کہ آپ ﷺ پر وُرودِ موت ہوا ہی نہیں اور وہ حضور علیہ السلام کے لئے کسی قسم کی وفات نہیں مانتے یہ حضرت پر ایک بہتان عظیم ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب ''آبِ حیات'' ہے اس کے بالکل شروع میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

۴...... رسول اللہ ﷺ ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلہ کشوں کے عزلت گزیں ہیں جیسے ان کا مال قابل اجرائے حکمِ میراث نہیں ہوتا ایسے ہی آپ کا مال بھی محل توریث نہیں'' (آبِ حیات مشمولہ مقالات حجۃ الاسلام ج ۳ ص ۱۱)

منکرینِ حیات النبی ﷺ اس حدیثِ پاک سے جس میں آیا ہے: مَامِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ (جو کوئی بھی (مسلمان) مجھے سلام کرتا ہے اللہ تعالیٰ مجھ پر روح کو لوٹا دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں) اس سے انکار حیات ثابت کرتے ہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

۵...... ''اس صورت میں حاصل معنٰی حدیث شریف کے یہ ہوں گے کہ جب کوئی رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجتا ہے تو خداوندِ کریم آپ کی رُوحِ پُرفتوح کو اُس حالتِ استغراق فی ذات اللہ تعالیٰ وتجلیات اللہ سے جو بوجہ محبوبیت و محبیتِ تامہ آپ کو حاصل رہتی ہے اپنے ہوش عطا فرما دیتا ہے، یعنی مبدأ انکشاف نبوی ﷺ کو جو انبساط الی اللہ حاصل تھا مبدل بانقباض ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے ارتداد علی النفس حاصل ہوتا ہے اور اپنی ذات وصفات اور کیفیات اور واقعات متعلقہ ذات وصفات سے اطلاع حاصل ہو جاتی ہے سو چونکہ سلام اُمتیاں بھی مُجملہ وقائع متعلقہ ذات خود ہیں اس لئے اس سے مطلع ہو کر بوجہ حسن اخلاق ذاتی جواب سے مشرف فرماتے ہیں۔''

(آبِ حیات مشمولہ مقالات حجۃ الاسلام ج ۳ ص ۲۶۶)

حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

۶...... ''اور اَرواحِ انبیاء کو بدن سے علاقہ (تعلق) بدستور رہتا ہے ہر اَطراف وجوانب سے سمٹ آتی ہے اور اس لئے حیات جسمانی کو بہ نسبتِ سابق ایسی طرح قوت ہو جاتی ہے جیسے ظرفِ مذکور کے رکھ دینے کے بعد چراغ کے شعلہ میں نورانیت بڑھ جاتی ہے۔'' (جمال قاسمی مشمولہ مقالات حجۃ الاسلام ج ۱۷ ص ۲۴)

کچھ آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں:

۷...... اس لئے سماعِ اَنبیاء کرام علیہم السلام بعد وفات زیادہ تر قرینِ قیاس ہے اور اسی لئے ان کی زیارت بعد وفات بھی ایسی ہی ہے جیسے اَیام حیات میں اَحیاء (زندوں) کی زیارت ہوا کرتی ہے۔'' (ایضاً ج ۱۷ ص ۲۹)

فقیہ النفس ابوحنیفۂ وقت قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

''قبر کے پاس جا کے یہ کہے کہ اے فلاں! تم میرے واسطے دُعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے اس میں اختلاف علماء کا ہے مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں، سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے۔ مگر اَنبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں، اسی وجہ سے ان کو مستثنٰی کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعتِ مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے۔ پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ مشمولہ تالیفات رشیدیہ ص ۱۳۴)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں: ''آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں وَ نَبِیُّ اللهِ حَیٌّ یُرْزَقُ اس مضمونِ حیات کو بھی مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''آب حیات'' میں بمالا مزید علیہ ثابت کیا ہے۔'' (ہدایۃ الشیعہ مشمولہ تالیفات رشیدیہ ص ۵۶۱)

حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ نے اپنی حج کی کتاب زبدۃ المناسک میں روضۂ اقدس پر بارگاہ رحمۃ للعالمین حضور ﷺ میں حاضری کے وقت ان الفاظ سے درخواست پیش کرنے کا طریقہ لکھا ہے، فرماتے ہیں: ''اور پھر حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے دُعا کرے اور شفاعت چاہے کہے یَا رَسُوْلَ اللهِ أَسْأَلُكَ الشَّفَاعَةَ وَاَتَوَسَّلُ بِكَ إِلَى اللهِ فِيْ اَنْ اَمُوْتَ مُسْلِماً عَلٰى مِلَّتِكَ وَسُنَّتِكَ اور ان الفاظ میں جس قدر چاہے زیادہ کرے مگر اَدب اور عجز کے کلمات ہوں، لیکن سلف یہاں اَلفاظ مختصر کہتے تھے جہاں تک اختصار ہو مستحسن ہے اور بہت پکار کر نہ بولے بلکہ آہستہ (پست آواز سے) خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے اور جس دوست کا سلام کہنا ہو عرض کرے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ مِنْ فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ يَسْتَشْفَعُ بِكَ إِلٰى رَبِّكَ

پھر بقدر ایک ہاتھ کے داہنی طرف کو ہٹ کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر سلام کہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللهِ وَ ثَانِيَهٗ فِي الْغَارِ رَفِيْقَهٗ فِي الْاَسْفَارِ اَمِيْنَهٗ عَلَى الْاَسْرَارِ اَبَا بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ جَزَاكَ اللهُ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ خَيْراً

پھر قدر ایک ہاتھ داہنی طرف ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام کہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ الْفَارُوْقِ الَّذِيْ اَعَزَّ اللهُ بِهِ الْاِسْلَامَ. اِمَامَ الْمُسْلِمِيْنَ مَرْضِياً حَيّاً وَّ مَيِّتاً جَزَاكَ اللهُ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ خَيْراً اور یہاں بھی زیادتی و کمی کے اَلفاظ کہنے میں اختیار ہے، پھر ذرا بائیں کو بڑھ کر (دونوں حضرات خلفاء کے بیچ میں) کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيْعَيْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَرَفِيْقَيْهِ وَ وَزِيْرَيْهِ جَزَا كُمَا اللهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ جِئْنَا كُمَا نَتَوَسَّلُ بِكُمَا اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَشْفَعُ لَنَا وَيَدْعُوْلَنَا رَبَّنَا اَنْ يُّحْيِيَنَا عَلٰى مِلَّتِهٖ وَ سُنَّتِهٖ وَ يَحْشُرَنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ وَ جَمِيْعَ الْمُسْلِمِيْنَ

پھر آگے کو بڑھ کر مقابلہ وجہ شریف (حضور ﷺ) کے کھڑا ہو کر جو کچھ ہو سکے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اپنے اور والدین اور مسلمانوں کے واسطے۔'' (زبدۃ المناسک مشمولہ تالیفات رشیدیہ ص ۲۶۰)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اِملائی تقریر ''الکوکب الدری'' (عربی) میں فرماتے ہیں: ''وَلِاَنَّ النَّبِيِّيْنَ صَلَوٰتُ اللهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ لَمَّا كَانُوْا اَحْيَاءَ فَلَا مَعْنٰى لِتَوْرِيْثِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ'' چونکہ اَنبیاءِ کرام علیہم السلام سب کے سب زندہ ہیں اس لئے ان کے آگے وراثت چلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(الکوکب الدری ج ۱ ص ۴۲۳)

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن محدث دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک و موقف

اَلْمُهَنَّدُ عَلَى الْمُفَنَّدِ میں پانچویں سوال کے جواب میں لکھا ہے: ''عِنْدَنَا وَعِنْدَ مَشَائِخِنَا حَضْرَتُ الرِّسَالَةِ ﷺ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهِ الشَّرِيْفِ وَحَيٰوتُهٗ ﷺ دُنْيَوِيَّةٌ مِنْ غَيْرِ تَكْلِيْفٍ .....فَثَبَتَ بِهٰذَا اَنَّ حَيٰوتَهٗ دُنْيَوِيَّةٌ بَرْزَخِيَّةٌ لِكَوْنِهَا فِيْ عَالَمِ الْبَرْزَخِ'' (المہند علی المفند مترجم ص ۳۴)

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے...... پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیات دُنیوی ہے اور اس معنیٰ کر برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے۔

اس پر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اپنی تقریظ میں تحریر فرماتے ہیں:

''هُوَ مُعْتَقَدُنَا وَمُعْتَقَدُ مَشَائِخِنَا جَمِيعاً لَا رَيْبَ فِيهِ'' (المہند علی المفند مترجم ص ۸۵)

اور یہی ہمارے اور ہمارے جملہ مشائخ کا عقیدہ ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ومجاز حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''اِنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ حَيٌّ فِي قَبْرِهٖ كَمَا اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ اَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ اَنْ يَّكُوْنَ فَوْقَ الْاَرْضِ اَوْ تَحْتَ حِجَابِهَا كَمَا لَا فَرْقَ فِي حُضُوْرِهٖ وَغَيْبَتِهٖ فِي زَمَانِ حَيٰوتِهٖ وَلِهٰذَا الْعِلَّةِ لَمْ يَذْهَبْ اَحَدٌ مِّنَ الْاَئِمَّةِ'' (بذل المجہود ج ۲ ص ۱۱۷)

یقیناً نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں جیسے کہ سب اَنبیاء کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ زمین کے اُوپر دکھائی دیں یا پردۂ زمین میں استراحت فرما ہوں (وہ زندہ یقیناً ہیں) جیسے کہ آپ کی اس دنیا کی زندگی میں آپ کے حاضر ہونے یا غائب ہونے میں (زندہ ہونے کے اعتبار سے) کوئی فرق نہ تھا۔

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں: ''اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ فِي قُبُوْرِهِمْ اَحْيَاءٌ'' (بذل المجہود ج ۲ ص ۱۶۰)

یقیناً اَنبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ پر اس یقین کی کیفیت اس قدر غالب تھی کہ گویا آپ کو سامنے اس کا انکشاف ہو رہا ہے، چنانچہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی روضۂ اقدس پر حاضری کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''آستانۂ محمد یہ پر حاضری کے وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب کیفیت ہوتی تھی، آواز نکالنا تو کیا مواجہہ شریف کے قریب یا مقابل بھی آپ کھڑے نہیں ہوتے تھے خوفزدہ مؤدبانہ دبے پاؤں آتے اور مجرم قیدی کی طرح دور کھڑے ہوتے بکمال خشوع صلوٰۃ وسلام عرض کرتے اور چلے آتے تھے۔

زائرین جو بیباکانہ اُونچی آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھتے اس سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی اور فرمایا کرتے کہ آنحضرت ﷺ حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام عرض کرنا بے ادبی اور ایذاء کا سبب ہے، لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے، اور یہ بھی فرمایا کہ مسجدِ نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو آنحضرت ﷺ خود سنتے ہیں۔'' (تذکرۃ الخلیل ص ۳۷۰)

آپ اپنی تصنیف ''البراہین القاطعہ'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ یہ عقیدہ سب کا ہے کہ اَنبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور عالَمِ غیب میں اور جنت میں جہاں چاہیں باذنہٖ تعالیٰ چلتے پھرتے ہیں اور اِس عالَم میں بھی حکم ہو تو آ سکتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام ملائکہ پہنچاتے ہیں اور اَعمالِ اُمت آپ پر پیش ہوتے ہیں اور جس وقت حق تعالیٰ چاہے دنیا کے اَحوال کشف ہو جاتے ہیں اس میں کوئی مخالف نہیں۔ الخ!'' (البراہین القاطعہ ص ۲۰۳)

کچھ آگے چل کر ایک ذیلی سرخی اِس طرح قائم فرماتے ہیں: ''اگر چہ اَنبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور سنتے بھی ہیں مگر ہر وقت یہ بات ضروری نہیں۔'' (ایضاً ص ۳۰۸)

آپ اپنی دستاویزی کتاب ''المهند على المفند'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''عِنْدَنَا وَعِنْدَ مَشَائِخِنَا حَضْرَتُ الرِّسَالَةِ ﷺ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهِ الشَّرِيْفِ وَحَيٰوتُهٗ ﷺ دُنْيَوِيَّةٌ مِنْ غَيْرِ تَكْلِيْفٍ..فَثَبَتَ بِهٰذَا اَنَّ حَيٰوتَهٗ دُنْيَوِيَّةٌ بَرْزَخِيَّةٌ لِكَوْنِهَا فِيْ عَالَمِ الْبَرْزَخِ'' (المہند علی المفند مترجم[1] ص ۳۴)

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے...... پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیات دُنیوی ہے اور اس معنٰی کر برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ومجاز حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

آپ اپنے خواجہ تاش حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''اَلْمُهَنَّدُ عَلَى الْمُفَنَّدْ'' پر تائید وتصدیق لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''اَلَّذِيْ كُتِبَ فِيْ هٰذِهِ الرِّسَالَةِ حَقٌّ صَحِيْحٌ وَّ ثَابِتٌ فِي الْكُتُبِ بِنَصٍّ صَرِيْحٍ وَهُوَ مُعْتَقَدِيْ وَ مُعْتَقَدُ مَشَائِخِيْ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ اَحْيَانَا اللهُ بِهَا وَاَمَاتَنَا عَلَيْهَا وَاَنَا الْعَبْدُ الضَّعِيْفُ عَبْدُ الرَّحِيْمِ عُفِيَ عَنْهُ'' (المہند علی المفند مترجم ص ۸۸)

جو کچھ اس رسالہ میں لکھا ہے حق، صحیح اور موجود ہے کتابوں میں نص صریح کے ساتھ اور یہی میرا اور میرے مشائخ کا عقیدہ ہے، اللہ تعالیٰ کی اُن سب پر رضا ہو، اسی پر اللہ ہم کو جِلا دے اور اسی پر ہم سب کو موت دے۔

میں ہوں، بندۂ ضعیف عبدالرحیم عفی عنہ

حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حیات النبی ﷺ کے منکرین عموماً اپنے عقیدے حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے یہ عقیدے تھے، کیا واقعی ایسا ہی ہے؟ ہرگز نہیں، اوّلاً تو اس لئے کہ وہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ تھے، ممکن نہیں کہ ان کے ایسے فاسد اور گمراہ کن عقائد ہوں دوسرے ان کی کتابوں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے عقیدے ایسے نہیں تھے، وہ حیات النبی اور سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبور اور استشفاع کے قائل تھے، تیسرے اس لئے کہ ان کے مشہور ومعروف خلفاء حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدے اکابر دیوبند کے عقیدوں کے عین مطابق تھے۔ آپ کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلہ کا کبھی اختلاف نہیں سنا اور نہ ہی میں نے کبھی ان سے یہ پوچھا تھا، یہ تو ایک اہل سنت والجماعت کا متفقہ حق مسئلہ ہے، مسکین نصیر الدین غورغشتوی'' (مقام حیات ج ۲ ص ۲۷۳)

---

[1] یاد رہے البراہین القاطعہ پہلے کی تصنیف ہے اور المہند بعد کی۔

حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اعظم اور جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے سرپرستِ اعلیٰ تھے، آپ کے عقیدہ کا بیان آگے آئے گا۔

اِس موقع پر ہم پہلے حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے چند حوالے پیش کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عقائد وہی تھے جو اکابرِ دیو بند کے تھے، حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''صلی اللہ تعالیٰ علیٰ صاحب الشریعۃ بعدد مافی علم اللہ صلوۃ دائمۃ بدوام ملک اللہ وعلیٰ آلہٖ واَصحابہٖ اَجمعین من صلّٰی علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم صلّی اللہُ تعالیٰ علیہ عشر مراتٍ جو شخص دُرُود بکثرت پڑھے اور عقیدہ شرکی رکھے اور اُمیدوار اِس اَمر کا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے جواب میں اس پر درود بھیجتے ہیں غلط ہے مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ وَالْمُؤْمِنِیْنَ (صحیح وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ہے) اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْا اُوْلِی قُرْبٰی اِن اُمور کے لئے شرک نہ کرنا شرط ہے۔'' (بلغۃ الحیران ص:۵۱)

حضرت کے فرمان سے معلوم ہوا کہ مشرک کے لئے نبی اکرم ﷺ نہ تو درود کا جواب دیتے ہیں اور نہ اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں البتہ مومن کے لئے درود کا جواب بھی مرحمت کرتے ہیں اور مغفرت کی دعا بھی کرتے ہیں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آخری تصنیف ''تحریرات حدیث'' کے ص ۲۱۰ تا ۲۱۱ میں حیات اَنبیاء علیہم السلام وسماع کے متعلق چند اَحادیث نبویہ تحریر کی ہیں جن میں حدیث ''مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ'' (جو شخص میری قبر کے نزدیک درود پڑھے اس کو میں سنتا ہوں) بھی مذکور ہے اور بغیر کسی جرح وقدح کے آپ نے ان حدیثوں کو روایت کیا ہے، نیز تحریر فرماتے ہیں: ''وروی البیہقی وابن ابی شیبۃ ان بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ جاء الی قبر النبی ﷺ وقال یا رسول اللہ استسق لامتك فانھم ھلکوا فاتاہ رسول اللہ ﷺ فی المنام واخبرہ انھم یُسقَون'' (تحریرات حدیث: ص۲۵۵)

اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی شیبۃ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اپنی اُمت کے لئے بارش طلب کریں بس بے شک وہ ہلاک ہو چکی ہے پس آنحضرت ﷺ خواب میں ان سے ملے اور خبر دی کہ بارش ان پر برسائی جائے گی۔

نیز لکھتے ہیں: ''قال العلامۃ ابن حجر فی الجوھر المنظم روی بعض الحفاظ عن ابی سعید السمعانی انہ روی عن علی انھم بعد دفن رسول اللہ ﷺ جاء اعرابی فقال یا رسول اللہ جئتك تستغفر لی الی ربی فنودی من القبر قد غُفِرَ لك واتت صفیۃ عمۃ النبی ﷺ بعد وفاتہ الا یا رسول اللہ انتَ رجائنا و کنتَ بنا براً ولم تكُ جافیا وسمع الصحابۃ رضی اللہ عنہم ولم ینکرھا احد''

(تحریرات حدیث ص۲۵۶)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے الجوہر المنظم میں فرمایا کہ بعض محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ نے ابو سعید سمعانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب نبی اکرم ﷺ کو دفن کیا تو اس کے بعد ایک اعرابی آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کے پاس آیا ہوں تا کہ آپ میرے لئے

مغفرت کی دعا کریں تو قبر مبارک سے آواز آئی کہ تمہاری مغفرت کر دی گئی ہے اور نبی اکرم ﷺ کی **پھوپھی صفیہ ؓ** آپ کی وفات کے بعد آئیں اور کہا کہ آپ یا رسول اللہ ﷺ ہماری اُمید تھے ہمارے ساتھ احسان کرنے والے تھے اور سختی کرنے والے نہ تھے صحابہ کرام ؓ نے یہ بات سنی اور کسی نے انکار نہ کیا۔

حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعات نقل کر کے کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا بلکہ صحابہ کرام ؓ کا اس پر اجماع نقل کیا ہے۔جزاہ اللہ احسن الجزاء!

یہ کتاب ''تحریرات حدیث'' حضرت مرحوم کی آخری تصنیف ہے اس کے ٹائٹل پر ۱۳۶۲ھ ۹ر شعبان المعظم/ ۱۹۴۳ء ۱۲راگست لکھا ہوا ہے۔ ملنے کا پتہ الحاج مولانا حسین علی صاحب ڈاکخانہ واں بچھراں ضلع میانوالی یعنی یہ کتاب حضرت مرحوم خود تقسیم کرتے رہے اور اس کتاب کے چھپ جانے کے بعد حضرت مرحوم کی وفات ہوئی یعنی تقریباً گیارہ ماہ بعد رجب ۱۳۶۳ھ دیکھئے تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر ۱۹۶۵ء

اس کتاب ''تحریرات حدیث'' سے پہلے کی کسی تصنیف میں حضرت مرحوم نے ان روایتوں پر کوئی جرح کی ہو تو قابل قبول نہ ہوگی کیونکہ دارومدار آخری قول وعمل پر ہوتا ہے۔ (ضرب المهند علی القول المسند ص: ۱۱۴ تا ۱۱۶)

عام اَموات کے بارہ میں حضرت شیخ مرحوم کا نظریہ

''ونؤمن بأن الميت يعرف من يزوره اذا اتاه وآكده يوم الجمعة بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس'' (تحریرات حدیث ص: ۲۵۷ بحوالہ ضرب المهند علی القول المسند ص: ۱۱۷)

اور ہم ایمان لاتے ہیں اس بات پر کہ میت بے شک جانتی ہے اس شخص کو جو اس کی قبر کی زیارت کرتا ہے بالخصوص جمعہ کے دن صبح صادق کے بعد سورج کے طلوع ہونے سے پہلے۔

ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں: ''وقعدت عند مزار الامام الربانی فقال لی فی المكاشفة بيان مسئلة التوحيد اعلىٰ درجةً عن السلوك'' (بلغة الحيران مبشرات ص: ۸)

اور میں شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو اُنہوں نے مجھے کشف کی حالت میں فرمایا کہ توحید کا مسئلہ بیان کرنا تصوف سے زیادہ درجہ رکھتا ہے۔

بہرحال حضرت شیخ مرحوم کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ وہ سماع عند قبر النبی ﷺ کے قائل نہ تھے یا حیات النبی ﷺ بجسدِ عنصری کے قائل نہ تھے محض جھوٹ اور ان پر افتراء ہے۔(سبحانك هذا بهتانٌ عظيمٌ)

اِسی طرح حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین میں سے بھی کسی شخص کا عقیدہ حیات النبی ﷺ وسماع النبی ﷺ عند القبر الشریف کے متعلق انکار کا ہرگز نہ تھا اگر بعد میں کسی ایرے غیرے نے اس عقیدہ کا انکار کیا ہے اور بدعت کا ارتکاب کرتے ہوئے بدعت پر ایمان لے آیا ہے تو اس کا کیسا اعتبار ہے خصوصاً جب کہ وہ یہ جھوٹ بھی بولے کہ ہمارے شیخ مولانا حسین علی صاحب اور ان سے تعلق رکھنے والے جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام علماء ومشائخ کا مسلک یہ ہے کہ سماع وصلوٰۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ ثابت نہیں۔ (ضرب المهند علی القول المسند ص ۱۱۷)

حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں: ''ثم اختلف فی ان عذاب القبر للروح فقط او للجسد مع الروح الثانی قولُ الجمهور وهو المشهور والمختار ویؤیده الاحادیث کقوله لا فیقعدانه وقوله لا یضرب بین اُذنَیه وقوله لا فافرشوه من الجنة والبسوه من الجنة فان کل ذٰلك من صفات الاجساد فعُلم ان التعذیب یکون للجسد مع الروح''

(حاشیہ مشکوٰۃ للشیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۵ حاشیہ ۴)

پھر اختلاف کیا گیا ہے کہ عذاب قبر صرف روح کو ہوتا ہے یا روح مع الجسد کو ہوتا ہے، دوسرا قول (کہ عذاب روح مع الجسد کو ہوتا ہے) مشہور و پسندیدہ ہے اور جمہور کا مذہب ہے اور رسول اکرم ﷺ کی احادیث بھی اس کی تائید کرتی ہیں مثلاً فرشتے مُردے کو اُٹھا کر بٹھاتے ہیں، مُردے کے کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے، نیز آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ اس مُردے کے لئے جنت کا بچھونا بچھاؤ اور جنت کا لباس پہناؤ، یہ ساری صفات جسم کی ہیں معلوم ہوا کہ عذاب قبر روح مع الجسد کو ہوتا ہے۔

حضرت غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ عام اَموات کے سماع اور حیات انبیاء علیہم السلام پر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح الصدور اور مرقاۃ سے نقل کرتے ہوئے حاشیہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں: ''ذکر السیوطی فی کتاب شرح الصدور فی احوال القبور بالاخبار الصحیحة والآثار الصریحة ان سائر الاموات ایضاً یسمعون السلام و الکلام و تعرض علیهم اعمال اقاربهم فی بعض الایام الا ان الانبیاء علیهم السلام تکون حیاتهم علی الوجه الاکمل''

(حاشیہ مشکوٰۃ للشیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۳۲ حاشیہ ۲)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شرح الصدور میں صحیح اور صریح اَحادیث سے ثابت کیا ہے کہ تمام مردے بھی سلام وکلام سنتے ہیں اور اُن کے رشتہ داروں کے اَعمال بعض دنوں میں ان پر پیش کئے جاتے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام کی حیات بہت کامل درجہ کی ہوتی ہے۔

مشہور حدیث ''اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ'' کی تصحیح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''صَحَّ خَبَرُ: اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ''

(حاشیہ مشکوٰۃ للشیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۳۲ حاشیہ ۸)

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ صحیح حدیث ہے۔

مزید تحریر فرماتے ہیں: ''فیه اشارةٌ الی ان العرض علی مجموع الروح والجسد منهم بخلاف غیرهم ومن فی معناهم من الشهداء والاولیاء فان عرض الامور و معرفة الاشیاء انما هو بارواحهم مع اجسادهم''

(ایضاً ص ۱۳۲ حاشیہ ۷)

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صلوٰۃ وسلام اَنبیاء علیہم السلام کی اَرواح مع الجسد پر پیش کیا جاتا ہے برخلاف اِن حضرات کے علاوہ شہداء اور اَولیاء کے کہ اُمور کا پیش ہونا اور اَشیاء کی جانچ وغیرہ وہ تو روح مع الجسد کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔

حضرت غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ حدیث "مَنْ صَلّٰی عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ" کے بین السطور لکھتے ہیں: "سَمعاً حقیقیاً بلا واسطۃٍ" حضور علیہ السلام حقیقی سماع کے ساتھ بغیر کسی واسطہ کے سنتے ہیں۔ (ایضاً ص ۹۳)

اعادۂ روح پر مشہور حدیث: مَا مِنْ اَحَدٍ یُّسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ جو کوئی مجھ پر سلام پیش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹاتے ہیں اور میں اُس کے سلام کا جواب دیتا ہوں، پر اعادہ روح کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "قولہ رد اللہُ عَلَی رُوحِی ولیس المراد بعود الروح عودھا بعد المفارقۃ عن البدن وانما المراد انہ ﷺ فی البرزخ مشغولٌ حولَ الملکوت مستغرَقٌ فی مشاھدۃ رب العزۃ عزوجل کما کان فی الدنیا فی حالۃ الوحی وفی احوال الآخرۃ فعُبر عن افاقۃ من تلک المشاھدۃ وذالک الاستغراق برد الروح" (حاشیہ مشکوۃ للشیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ ص ۹۲ حاشیہ ۴)

روح کے لوٹانے سے یہ مراد نہیں کہ وہ بدن سے جدا ہونے کے بعد لوٹتی ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ برزخ میں ملکوت کے اردگرد مشغول اور مستغرق ہیں اللہ عزوجل کے مشاہدہ میں جیسا کہ دُنیا میں حالت وحی میں ہوتے تھے اور احوال آخرت میں اس مشاہدہ اور استغراق سے افاقہ کو ردِّ رُوح سے تعبیر کیا ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "ایک بار شرف ملاقات میں ارشاد فرمایا کہ: انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی کا عقیدہ صحیح اور برحق ہے، رحمت دو عالم ﷺ کے مزار طیبہ پر پڑھا جانے والا درود شریف آپ بلا واسطہ سماعت فرماتے ہیں، یہ سماع حقیقی ہے۔

موضع نڑتو پہ کے اپنے ایک مرید کے اسی نوعیت کے سوال کے جواب میں اس کے کندھے کو پکڑ کر فرمایا کہ: "اس بدن مبارک کے ساتھ حضور ﷺ زندہ ہیں۔ (یعنی جسم مثالی نہیں، جسد عنصری میں حیات اور زندگی ہے)" (ہفت روزہ ترجمان اسلام حضرت غور غشتوی نمبر ج: ۱۲، ص: ۸، ش: ۳۸)

حضرت غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی عقیدہ بتاتے تھے، چنانچہ اپنے ایک تفصیلی فتوی میں اپنے اور حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام اُولادِ آدم کو موت کا پیالہ پینا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ اور اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ، کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ اعلانِ خداوندی سے تمام بنی آدم خواہ عام ہوں یا پیغمبر ہوں ضرور ایک وقت مرتے ہیں، اس کے ساتھ موت کے بعد بھی انسان میں ایک نوع حیات موجود رہتی ہے جس سے وہ ثواب اور عذاب سمجھتا ہے، اَحادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ میت کو چار پائی پر قبرستان لے جاتے وقت اگر مؤمن ہے تو قَدِّمُوْنِیْ قَدِّمُوْنِیْ (مجھے جلد پہنچا دو) کہتا ہے اور اگر نافرمان اور کافر ہے تو کہتا ہے کہ: "اے مجھے ہلاکت ہو مجھے کہاں لے جارہے ہو؟" قبر میں سوال منکر نکیر، میت سے دفن کے بعد لوگوں کے واپسی کے جوتوں کی آواز سننا قبر میں عذاب اور ثواب، یہ دلیل ہے کہ موت کے بعد بھی انسان میں ایک قسم کی حیات موجود رہتی ہے، شہداء کے حق میں قرآن کا اعلان اَحْیَآءٌ حیات میت کی دلیل ہے، اس حقیقت کے ساتھ سردار انبیاء وخاتم النبیین ﷺ قبر شریف میں زندہ ہیں اور جو حیات ان کی شان کے مناسب

ہے۔ اللہ نے قبر میں وہ حیات ان کو دی ہے، جسد اطہر قبر شریف میں محفوظ ہے، مٹی کوئی اثر جسد اطہر پر نہیں کر سکتی۔ اگر قبر کے پاس کوئی مسلمان درود شریف جہراً سلام ڈالے تو حضور اکرم ﷺ خود سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں اور اگر کوئی دور سے درود شریف پڑھے تو فرشتے رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچاتے ہیں، میں اس مسئلہ کو حق اور صحیح سمجھتا ہوں احادیث شریفہ، فقہاء عظام، سلف صالحین سے بھی اس مسئلہ کی حقانیت اور صحت ثابت ہے۔

میں نے مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلے کا کبھی اختلاف نہیں سنا اور نہ ہی میں نے کبھی ان سے یہ پوچھا تھا، یہ تو ایک اہل سنت والجماعت کا متفقہ حق مسئلہ ہے۔ مسکین نصیر الدین غور غشتوی'' (مقام حیات ج ۲ ص ۲۷۲)

ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں: ''میں (نصیر الدین غور غشتوی) اور مولانا غلام اللہ خان صاحب عقائد میں متفق ہیں، میں بھی نبی ﷺ کی وفات کے بعد برزخی حیات کا قائل ہوں وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں، میں بھی یہ کہتا ہوں کہ روضہ پاک کے قرب میں جب دُرود جہراً پڑھا جائے تو نبی ﷺ سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور جناب مولانا غلام اللہ خان صاحب نے بھی اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن میں یہ لکھا ہے۔'' (ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۶۰ء ص ۲۵)

خاتم المحدثین حضرت علامہ سیّد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک و موقف

حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے ایک شبہہ کا جواب تحریر فرماتے ہیں جو حضرت علامہ سیّد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے ہم یہاں شبہہ اور اس کا جواب دونوں نقل کرتے ہیں حضرت مولانا سرفراز خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ممکن ہے کسی صاحب کو یہ شبہہ ہو کہ ہوسکتا ہے کہ ''حضرات انبیاء کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کی قبر میں حیات سے مراد روحانی حیات ہو یعنی روح کی حیات اور اسی طرح رد سلام بھی صرف روح کی وساطت سے ہو اس لئے ''اَلْاَنْبِيَآءُ اَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ'' کی حدیث اور ''مَنْ صَلّٰى عِنْدَ قَبْرِيْ'' الحدیث جسمانی حیات پر دال نہیں ہیں اور محل نزاع تو یہ حیات ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''ولعل المراد بحديث ''اَلْاَنْبِيَآءُ اَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ'' انهم ابقوا على هذه الحالة ولم تسلب عنهم فلا يَرِدُ اَنَّ الروح بنفسه يستطيع الصلوة ورد السلام فكيف وجه فى الحديث بقاء الحيوة بفعل الصلوة و كذا رد السلام برد الروح والله اعلم بهذه الحقائق'' (تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

اور شاید یہ کہ ''اَلْاَنْبِيَآءُ اَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ'' کی حدیث سے مراد یہ ہو کہ وہ اسی (دنیوی) حالت پر باقی رکھے گئے ہیں اور یہ حالت ان سے سلب نہیں کی گئی پس یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ روح خود بھی تو نماز پڑھنے اور سلام کا جواب دینے پر قادر ہے سو حدیث میں نماز کی ادائیگی اور اسی طرح رد سلام کے لئے زندگی کو رد روح کے ساتھ کیوں وابستہ کیا گیا ہے؟ اور ان حقائق کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر چہ نماز کا پڑھنا اور سلام کا سننا اور جواب دینا عقلی طور پر روح سے بھی متحقق ہو سکتا ہے مگر ''اَلْاَنْبِيَآءُ اَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ'' اور رد سلام کی حدیثوں سے روح کی نماز اور روح کا رد سلام مراد نہیں بلکہ وہ حیات مراد ہے جو دنیا میں تھی جس میں جسم و روح دونوں کا تعلق تھا اور یہی حالت قبر میں بھی ہے۔

اور پھر آگے تحریر فرماتے ہیں کہ: ''والاحادیث ارادت افعال الحیٰوۃ واعمالھا لابقاء الروح وھو قولہ فنبی اللہ حیٌّ یرزق و احیاءٌ فی قبورھم یصلون تسرد فی ذکر الحیٰوۃ افعالھا لا اصلھا اوارادمع الاجساد فان اجسادھم حرمت علی الارض'' (تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

اور یہ اَحادیث بتلاتی ہیں کہ حیات سے ایسی حیات مراد ہے جس سے زندگی کے اَفعال واَعمال صادر ہوں صرف بقاء روح ہی مراد نہیں ہے اور اسی سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے ''فَنَبِیُّ اللہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ'' اور یہ ارشاد بھی کہ ''اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ'' یہ حدیثیں حیات کے افعال کے ذکر میں بیان کی گئی ہیں نفسِ حیات کے بیان کے لئے نہیں ذکر کی گئیں یا یہ مراد ہو کہ حیات اَجسام کے ساتھ ہے کیونکہ ان کے اَجسام زمین پر حرام کردیئے گئے ہیں۔'' (تسکین الصدور ص ۳۰۵، ۳۰۶)

حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کی املائی تقریر میں ارشاد فرماتے ہیں: ''ومن ھٰھُنا انحل حدیث آخر رواہ ابو داود فی رد روحہ ﷺ حین یسلم علیہ ﷺ. لیس معناہ انہ یرد روحہ ای انہ یحیی فی قبرہ بل توجھہ من ذلک الجانب الی ھذا الجانب فھو حیٌّ فی کلتا الحالتین بمعنی انہ لم یطرأ علیہ التعطل قط لکنہ کان مستھلکا فی التوجہ الی حضرۃ الربوبیۃ فاذا سُلِّمَ علیہ رد علیہ روحہ بمعنی شغلہ بذلک الجانب الذی کان معطلا عنہ قبلہ ثم الحیاۃ فیھا مراتب لا یعدھا عادٍ ولا یحصیھا محصٍ فحیاۃ الانبیاء اعلی واتم وحیاۃُ الصحابۃ دونھا ثم و ثم''

(فیض الباری شرح مختصر صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۹ باب رفع الصوت فی المساجد رقم الباب ۸۳)

یہیں سے اس دوسری حدیث کا حل بھی نکل آتا ہے جسے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ ﷺ پر سلام پیش کرتے وقت روح کے لوٹائے جانے کے متعلق روایت کیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ میں (پہلے روح نہیں ہوتی سلام کے وقت) روح لوٹائی جاتی ہے تو آپ اپنی قبر میں زندہ ہوجاتے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی روحِ مبارک اُس جانب (ذات باری کی جانب سے) اِس جانب (سلام پیش کرنے والے کی جانب) متوجہ ہوجاتی ہے اور آپ دونوں حالتوں (۱: توجہ الی اللہ، اور ۲: دُرود وسلام پیش کرنے والے کی طرف توجہ) میں حیات ہوتے ہیں اِس طرح سے کہ روح کا انقطاع اور تعطل آپ پر کسی طرح بھی طاری نہیں ہوتا، البتہ آپ ذات باری تعالیٰ کی جانب میں مستغرق ہوتے ہیں اور جب آپ پر سلام پیش کیا جاتا ہے تو آپ کی روحِ مبارک کو اُدھر (جانب باری) سے اِدھر پھیر دیا جاتا ہے بایں معنیٰ کہ اُس جانب (یعنی باری تعالیٰ کی جانب) سے اِس جانب (یعنی سلام پیش کرنے والے کی جانب) مشغول کردیا جاتا ہے جس جانب کی طرف پہلے توجہ نہیں تھی، پھر حیات میں بھی بہت سے درجے اور مرتبے ہیں جنہیں کوئی شمار کرنے والا شمار نہیں کرسکتا اور نہ کوئی ان کا استقصاء کرنے والا استقصاء کرسکتا ہے پس اَنبیاء کرام علیہم السلام کی حیاۃ تو اعلیٰ واتم درجہ کی ہے اور صحابہ کی اِس سے درجہ بدرجہ کم درجہ کی۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''مشکوٰۃ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے

کہ وہ انبیاء کے جسد کو کھا سکے پس خدا کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اور اُن کو رزق دیا جاتا ہے، روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

ف: پس آپ کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اُس عالم کے مطابق ہوتا ہے، اور گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے مگر انبیاء علیہم السلام میں اُن سے اکمل واقویٰ ہے...... بیہقی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں (کذا فی المواھب) ف: یہ تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے اور اس حیات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ کو ہر جگہ سے پکارنا جائز ہے۔'' (نشر الطیب ص ۲۴۷ طبع تاج کمپنی)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر بیان القرآن میں آیت کریمہ ''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَن يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتاً بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِن لَّا تَشْعُرُوْنَ '' کے تحت تحریر فرماتے ہیں: ''پس اس امتیاز کی وجہ سے شہداء کو اَحیاء کہا گیا اور ان کو دوسرے اَموات کے برابر اَموات کہنے کی ممانعت کی گئی اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں، حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامتِ جسد کے ساتھ ایک اثر اُس حیات کا اس عالم کے اَحکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل اَزواجِ اَحیاء کے اُن کی اَزواج سے کسی کا نکاح جائز نہیں ہوتا اور اُن کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا، پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں پھر شہداء پھر اور معمولی مردے۔ الخ!''

(بیان القرآن ج ۱ ص ۹۷ تحت قول اللہ ''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَن يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتٌ'' طبع تالیفات اَشرفیہ، ملتان)

ایک مرتبہ فرمایا کہ: ''ایک شخص نے حیات النبی ﷺ میں مجھ سے گفتگو کی، میں نے کہا جو لوگ مقتول فی سبیل اللہ ہیں اُن کے حق میں ارشاد ہے ''بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ '' جو لوگ فی سبیل اللہ سے بڑھ کر مقتول فی اللہ ہیں وہ کیوں کر زندہ نہ ہوں گے اور اس نکتہ پر مدار مسئلہ کا نہیں، اس میں تو حدیثِ صریح موجود ہے اور نکتہ تائید کے درجہ میں ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت ج ۱۲ ص ۸۶ طبع ملتان)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک وعظ میں ارشاد فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ کی قبر مبارک کے لئے بہت کچھ شرف حاصل ہے کیونکہ جسدِ اَطہر اس کے اندر موجود ہے، بلکہ حضور ﷺ خود یعنی جسد مع تلبّس الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں کیونکہ آپ قبر میں زندہ ہیں، قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں صحابہ کا بھی اعتقاد ہے۔ حدیث میں بھی نص ہے اِنَّ نَبِيَّ اللهِ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهٖ يُرْزَقُ کہ آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق بھی پہنچتا ہے مگر یہ یاد رہے اس حیات سے مراد ناسوتی نہیں ہے[1] وہ دوسری قسم کی حیات ہے جس کو حیات برزخیہ کہتے ہیں باقی یہ کہ حیات برزخیہ تو سب کو حاصل ہے پھر اس میں نبی کی کیا تخصیص ہے تو اُس کی تحقیق یہ ہے کہ اس کے مختلف مراتب ہیں، ایک مرتبہ تو تمام جماعت مومنین کو حاصل ہے جس کے ذریعہ سے نعیم قبر کی ہر مسلمان کو حس ہوگی، دوسری حیات شہداء کی ہے یہ تمام مومنین کی حیات برزخیہ سے اَقویٰ ہوگی عام مومنین کی حیات برزخیہ بہ نسبت شہید کے کمزور ہوتی ہے اگرچہ اس حیات ناسوتیہ سے وہ بدرجہا اعلیٰ ہو، پس یہ کوئی نہ سمجھے کہ عام مومنین کی حیات برزخیہ اس حیاتِ دنیوی سے بھی کمزور ہوگی اور حیات شہید کے اَقویٰ ہونے کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ زمین اس کی

---

[1] یعنی عالمِ اجسام والی، جس میں انسانی جسم نشوونما پاتا ہے اور اَحکاماتِ شرعیہ کا پابند ہوتا ہے جن کی وضاحت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''المصالح العقلیہ'' ص ۳۴۴ میں اس طرح فرماتے ہیں کہ: ''دنیا اور برزخ کی حیات کے اندر روح اور جسد کے تعلق میں فرق یہ ہے کہ دنیا میں روح جسم کے تابع اور برزخ میں جسم روح کے تابع ہے۔''

لاش کو نہیں کھا سکتی اور یہ نہ کھانا ایک اثر ہے حیات کا، پس شہید میں اس اثر کا ظاہر ہونا اور عام مومنین میں نہ ہونا، یہ دلیل ہے شہید کی حیات کے اَقویٰ ہونے کی بہ نسبت عام کی حیات کے، بعض لوگوں نے اس کا انکار بھی کیا ہے کہتے ہیں کہ مشاہدہ اس کے خلاف ہوا ہے مگر یہ کوئی انکار کی وجہ نہیں بن سکتی کیونکہ جس طرح اس کے خلاف مشاہدہ ہوا ہے اس کے موافق بھی مشاہدہ ہوا ہے جب دونوں مشاہدہ موجود ہیں تو سرے سے اس کا انکار کیونکر کیا جا سکتا ہے بہت سے بہت یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ قاعدہ کلی نہیں اکثری ہے اور نصوص کا محمل بھی اس کو کہا جاوے گا باقی مطلقاً انکار تو صحیح نہیں ہوسکتا یہ تو جواب تسلیمی ہے اس تقدیر پر جب کہ ہم مان لیں کہ جہاں تم نے اس کے خلاف مشاہدہ کیا ہے وہ شہید ہی تھا مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ شہید ہی نہ ہو کیونکہ شہادت صرف اسی کا نام نہیں کہ معرکہ میں قتل ہو جائے بلکہ حقیقی شہادت کے لئے کچھ باطنی شرائط بھی ہیں مثلاً نیت کا خالص لوجہ اللہ ہونا جس کی خبر سوائے خدا کے کسی کو نہیں ہوسکتی تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس کو آپ نے اس کے خلاف مشاہدہ کیا ہے وہ شہید حقیقی نہ تھا صرف شہید اَحکام تھا اور یہ حیات کا قوی درجہ صرف شہید حقیقی کے ساتھ خاص ہوگا اور اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ وہ حقیقی شہید تھا تو ممکن ہے کہ کسی عارض کی وجہ سے ایسا ہوگیا ہو کہ اس کی لاش گل گئی مثلاً اس کی مٹی تیز ہو ہم نے یہ کب دعویٰ کیا ہے کہ شہید کی حیات ایسی ہوتی ہے کہ اگر جلاؤ بھی تو اُس کی لاش نہ جلے بلکہ دعوی یہ ہے کہ شہید کو موافق عادت کے دفن کر دیا جائے جیسا کہ عموماً مردے دفن ہوتے ہیں کہ اس کی قبر میں کوئی خاص عارض دوسروں سے زیادہ مثل شوریت زمین وغیرہ کی نہ ہو تو اس کی لاش مثل دوسرے مردوں کے نہیں گلے گی بعینہٖ محفوظ رہے گی۔

اَنبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ شہداء کی حیات سے قوی ہے

تیسرا درجہ جو سب سے قوی ہے وہ انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ کا ہے کہ وہ شہید کی حیات سے بھی زیادہ قوی ہوتی ہے، چنانچہ اس کا ایک اثر تو محسوس ہے اور وہی ہے جو شہید کے لئے ہے کہ ان کے جسم مبارک کو زمین نہیں کھا سکتی حدیث میں ہے ''حَرَّمَ اللّٰہُ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ عَلَی الْاَرْضِ'' اور دوسرا اثر محسوس تو نہیں مگر منصوص ہے اور وہ حرمتِ نکاحِ اَزواجِ اَنبیاء علیہم السلام ہے کہ اَنبیاء علیہم السلام کی اَزواج مطہرات سے بعد اُن کے وصال کے کسی اُمتی کو نکاح جائز نہیں۔ نیز انبیاء علیہم السلام کی میراث ورثہ میں تقسیم نہیں ہوتی، ''نَحْنُ مَعَاشَرُ الْاَنْبِیَآءِ لَانُوْرِثُ مَاتَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ'' اَنبیاء علیہم السلام کا تمام ترکہ صدقہ ہوتا ہے یہ باتیں شہید کے لئے شریعت نے مشروع نہیں کیں تو اگر چہ شریعت نے اس کا خاص کوئی راز نہیں بیان کیا مگر علماءِ محققین یہی کہتے ہیں اس کا راز قوت حیاتِ انبیاء علیہم السلام ہے کہ حیات مانع ہے ان دونوں امروں سے اور گو اَزواجِ نبی ﷺ سے بعد وفات نبی ﷺ کے نکاح حرام ہونا تمام اَنبیاء علیہم السلام کے بارہ میں منقول نہیں ہوا صرف حضور ﷺ کے لئے یہ خصوصیت قرآن میں ذکر کی گئی ہے مگر علماء حکم میراث پر قیاس کر کے اس حکم کو بھی عام جملہ انبیاء علیہم السلام کے اَزواج کے لئے سمجھتے ہیں اور میراث کا تقسیم نہ ہونا حدیث سے جملہ اَنبیاء علیہم السلام کے لئے عام طور پر معلوم ہو چکا ہے کہ ان امتیازات سے حیاتِ برزخیہ اَنبیاء کا شہداء اور عام مومنین سے اَقویٰ ہونا ثابت ہوا۔ بہر حال غرض یہ بات باتفاق اُمت ثابت ہے کہ اَنبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ رہتے ہیں اور خاص ہمارے حضور ﷺ کے بارہ میں تو مخالفین بھی حیات کے معتقد ہیں ان کو بھی حضور کی حیات کا اقرار ہے۔ چنانچہ ایک واقعہ سے ان کا اقرار

معلوم ہو جائے گا تاریخ مدینہ میں یہ واقعہ لکھا اور میں نے خود اس تاریخ میں دیکھا ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے چند صدی بعد (یاد نہیں رہا کس بادشاہ کے وقت میں) (سلطان نورالدین زنگی رحمہ اللہ)

حضور ﷺ کے روضۂ اقدس کی طرف دو شخص ملعون کی سرنگ کھودنے کا واقعہ

دو شخص مدینہ میں حضور ﷺ کے جسدِ اطہر نکالنے کے لئے آئے تھے مسجدِ نبوی کے پاس ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا اور دن بھر نماز و تسبیح میں مشغول رہتے تھے، لوگ ان کے معتقد بھی ہو گئے تھے زاہد مشہور ہو گئے تھے وہ کمبخت رات کے وقت اس مکان سے قبر شریف کی طرف سرنگ کھودتے تھے اور جس قدر سرنگ کھود لیتے راتوں رات مٹی مدینہ سے باہر پھینک آتے تھے اور جگہ برابر کر دیتے تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے، کئی ہفتہ وہ لوگ کھودنے میں مشغول رہے جب اِدھر ان لوگوں نے یہ کام شروع کیا حق تعالیٰ نے اُس زمانے کے سلطان کو (نام یاد نہیں رہا) بذریعہ خواب کے متنبہ کر دیا خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے چہرۂ مبارک پر حزن و غم کے آثار ہیں اور آپ اس بادشاہ کا نام لے کر فرما رہے ہیں کہ مجھے ان دو شخصوں نے بہت ایذاء دے رکھی ہے جلد مجھے ان سے نجات دو، خواب میں دونوں شخصوں کی صورت بھی بادشاہ کو دکھلا دی گئی، خواب سے بیدار ہو کر بادشاہ نے وزیر سے اس کا تذکرہ کیا وزیر نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں کوئی حادثہ پیش آیا ہے آپ جلد مدینہ تشریف لے جائیں، بادشاہ نے فوراً فوج ساتھ لے کر بہت تیزی کے ساتھ مدینہ کی طرف سفر شروع کیا اور بہت جلد مدینہ پہنچ گیا۔

حضور ﷺ کی قبرِ اقدس کا معجزہ

اس عرصہ میں وہ لوگ بہت سرنگ کھود چکے تھے اور بالکل جسدِ اطہر کے قریب پہنچ گئے تھے ایک دن کی بادشاہ کو اور تاخیر ہو جاتی تو وہ لوگ اپنا کام پورا کر لیتے، بادشاہ نے پہنچ کر تمام لوگوں کی مدینہ سے باہر دعوت کی اور سب کو مدینہ سے ایک خاص دروازے سے باہر نکلنے کا حکم کیا اور خود دروازہ پر کھڑے ہو کر ہر شخص کو خوب غور سے دیکھتا جاتا تھا یہاں تک کہ مدینہ کے سب مرد شہر سے باہر نکل آئے مگر ان دو شخصوں کی صورت نظر نہ پڑی جن کو خواب میں دیکھا تھا اس لئے بادشاہ کو سخت حیرت ہوئی اور لوگوں سے کہا کہ کیا سب لوگ باہر آ گئے لوگوں نے کہا کہ اب کوئی اندر نہیں رہا، بادشاہ نے کہا ہرگز نہیں ہو سکتا ضرور کوئی اندر رہا ہے، لوگوں نے کہا کہ دو زاہد اندر رہ گئے ہیں وہ کسی کی دعوت میں جایا نہیں کرتے اور نہ کسی سے ملتے ہیں بادشاہ نے کہا مجھے اُن ہی سے کام ہے چنانچہ وہ پکڑ کر لائے گئے تو بعینہٖ وہ دو صورتیں نظر پڑیں جو خواب میں دکھلائی گئی تھیں اُن کو فوراً قید کر لیا گیا اور پوچھا گیا کہ تم نے حضور ﷺ کو کیا ایذاء دی چنانچہ بڑی دیر کے بعد اُنہوں نے اقرار کیا کہ ہم نے جسدِ اطہر کے نکالنے کے لئے سرنگ کھودی ہے چنانچہ بادشاہ نے وہ سرنگ دیکھی تو معلوم ہوا کہ قدم مبارک تک پہنچ چکی ہے، بادشاہ نے قدم مبارک کو بوسہ دے کر سرنگ بند کرا دی اور زمین کو پانی کی تہہ تک کھدوا کر قبر مبارک کے چاروں طرف سیسہ پلا دیا تاکہ آئندہ کوئی سرنگ نہ لگا سکے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مخالفین کو بھی جسدِ اطہر کے صحیح و سالم ہونے کا ایسا اعتقاد ہے کہ کئی سو برس کے بعد بھی اس کے نکالنے کی کوشش کی اگر ان کو جسدِ اطہر کے محفوظ ہونے کا یقین نہ ہوتا تو وہ سرنگ کیوں نکالتے؟ محض

وہم اور شبہہ پر اتنا بڑا خطرہ کا کام کوئی نہیں کرتا، جو لوگ اہلِ کتاب ہیں وہ بھی خوب سمجھتے ہیں کہ نبی ﷺ کے جسم کو زمین نہیں کھا سکتی وہ خوب جانتے ہیں کہ حضور ﷺ نبی برحق تھے، مگر بوجہ عناد کے اقرار نہیں کرتے جب حضور ﷺ کا جسدِ اطہر موافقین ومخالفین سب کے نزدیک بالاتفاق محفوظ ہے اور مع روح ہے جیسا کہ بیان کیا گیا تو ظاہر ہے اور علماء نے بھی تصریح کی ہے۔

جس بقعہ سے جسمِ اَقدس مس کئے ہوئے ہے وہ عرش سے بھی افضل ہے

کہ وہ بقعہ جس سے جسم مبارک خصوص مع الروح مس کئے ہوئے ہے عرش سے بھی افضل ہے کیونکہ عرش پر معاذ اللہ حق تعالیٰ شانہٗ بیٹھے ہوئے نہیں اگر بیٹھے ہوئے ہوتے تو بے شک وہ جگہ سب سے افضل ہوتی مگر خدائے تعالیٰ مکان سے پاک ہیں، اس لئے عرش کو مستقرِ خداوندی نہیں کہا جا سکتا اور اس سے یہ بھی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ استواء علی العرش کے معنی استقرار کے نہیں ہو سکتے کیونکہ بیٹھنے کی جگہ وہ ہو سکتی ہے جو بیٹھنے والے سے زیادہ یا کم سے کم اس کے برابر تو ہو مثلاً اگر ہم تخت یا کرسی پر بیٹھیں اور اس کے اوپر ایک تنکا پڑا ہوا ہو تو نہیں کہا جا سکتا کہ ہم تنکے پر مستقر ہوئے کیونکہ اس کو ہم سے کچھ بھی نسبت نہیں اس لئے وہ ہمارا مکان نہیں بن سکتا۔

استواء علی العرش کی تفسیر بدیع

پس اسی طرح عرش خدا تعالیٰ کا مکان نہیں بن سکتا کیونکہ اس کو خدا تعالیٰ سے وہ نسبت بھی نہیں جو رائی کے دانہ کو ہم سے ہے اسی دلیل سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ استواء علی العرش کے معنٰی بیٹھنے کے ہرگز یہاں نہیں ہو سکتے، اب سوال ہوگا کہ پھر کیا معنٰی مراد ہیں اس میں سلف کا مسلک تو یہ ہے کہ سکوت کرو اور واقعی سلامتی اسی میں ہے مگر متاخرین نے بہ مصلحتِ وقت کسی مناسب تاویل کر دینے کی اجازت دے دی ہے جب مصلحت کی بنا پر بابِ تاویل مفتوح ہو گیا تو ہر شخص کو مناسب تاویل کر دینے کا حق ہے۔

ایک تاویل میرے ذہن میں اس آیت کی آئی ہے جو دوسری تاویلوں کی بہ نسبت اَقرب اور بہت صاف ہے۔ اگرچہ میرا مذاقِ طبعی اس بارہ میں سلف کے موافق ہے لیکن جو لوگ بضرورت تاویل کرنا ہی پسند کرتے ہیں وہ میری اس تاویل کو بھی ان ہی تاویلوں میں جگہ دے دیں میرے ذہن میں استواء علی العرش کے متعلق یہ بات آئی ہے کہ نص آیات میں استواء علی العرش کے بعد یُدَبِّرُ الْاَمْرَ بھی آیا ہے جس کو استواء علی العرش کا بیان قرار دیا جائے تو یہ محاورہ ایسا ہو جائے گا جیسا کہ ہماری زبان میں بولا جاتا ہے کہ ولی عہد تخت نشین ہو گیا عرف میں تخت نشین ہونے کے معنٰی حکمران ہونے کے ہیں خاص تخت پر بیٹھنا ضروری نہیں اسی طرح استواء علی العرش کے معنی تدبیر وحکمرانی فرمانے کے ہیں یعنی زمین وآسمان کو پیدا فرما کر حق تعالیٰ شانہٗ اُن آسمان وزمین میں حکمرانی وتدبیر وتصرف کرنے لگے، پس اگر تاویل کی جاوے تو یہ تاویل بھی عمدہ اور لطیف تاویل ہے، بس یہ کنایہ ہوگا، غرض حق تعالیٰ شانہ پر بوجہ مانعاتِ عقلیہ کے استواء متعارف کا حکم نہیں کیا جا سکتا تو عرش کو محلِ استقرارِ حق کی وجہ سے فضیلت نہیں ہے کہ بقعہ شریفہ سے وہ افضل ہوتا بلکہ اس کو صرف اسی وجہ سے اور اَماکن پر فضیلت ہے کہ وہ ایک تجلی گاہ ہے اور ظاہر ہے کہ حضور ﷺ سے زیادہ کون تجلی گاہِ الٰہی ہوگا۔

پس اس حیثیت کے اثر سے بھی بقعہ شریفہ خالی نہ رہا اس لئے ہر طرح وہ جگہ جہاں حضور ﷺ تشریف فرما ہیں سب سے زیادہ اشرف ہوئی کیونکہ تجلیات حق بواسطہ رسول اللہ ﷺ اس جگہ تمام اماکن سے زیادہ فائض ہوتے ہیں۔ بہر حال اس مسئلہ میں تمام علماء کا اتفاق ہے یہ تو ایک مقدمہ تھا کہ بقعہ شریفہ وقبر شریف تمام اماکن سے افضل ہے۔''
(وعظ السرور ص ۱۸۳ مشمولہ میلاد النبی ﷺ طبع کتب خانہ جمیلی لاہور، نیز اشرف الجواب حصہ دوم ص ۲۵۴ تا ص ۲۵۸ طبع مکتبہ خلیل لاہور)

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سیّد حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نقش حیات میں تحریر فرماتے ہیں: ''بہر حال اکابر علماء دیوبند کو اسی وراثت نبوی میں سے عظیم الشان حصہ ملنا ضروری تھا چنانچہ مل کر رہا اور ایسا کھلا ہوا جھوٹ ان کے خلاف استعمال کیا گیا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی، اولاً ان کو اس رسالہ (حسام الحرمین) میں وہابی ظاہر کیا گیا حالانکہ محمد بن عبدالوہاب اور اس کے فرقہ سے ان حضرات (اکابر علماء دیوبند) کا دور کا بھی تعلق نہ تھا وہ عقائد واعمال جو طائفہ وہابیہ کے مشہور اور مابہ الامتیاز (بین اہل السنۃ وبینہم) ہیں ان کے خلاف ان حضرات کی تصانیف بھری ہوئی ہیں وہ وفات ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی اور بقاء علاقہ (تعلق) بین الروح والجسم کے منکر ہیں[۱] اور یہ حضرات (اکابر دیوبند) صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور وشور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں، رسالہ آب حیات نہایت مبسوط رسالہ خاص اسی مسئلہ[۲] کے لئے لکھا گیا ہے۔ نیز ہدیۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین حصہ دوم اور دیگر رسائل مطبوعہ مصنفہ حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز اس مضمون سے بھرے ہوئے ہیں۔'' (نقش حیات ص ۱۲۲)

کچھ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں: ''حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ العزیز آنحضرت ﷺ کی شان مبارک میں وہ بلند پایہ مضامین ارشاد فرماتے ہیں جن کے حریم معلی تک جلیل القدر علماء امت کا طائر فکر بھی پرواز نہیں کر سکا تھا، رسالہ آب حیات، قبلہ نما، تحذیر الناس، ہدیۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین، قاسم العلوم، مناظرۂ عجیبہ وغیرہ ایسے مضامین سے بھرے ہوئے ہیں، ان مضامین کو ملاحظہ فرما کر ہمارے بیان کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔'' (نقش حیات ص ۱۲۳)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ رجوم المذنبین میں تحریر فرماتے ہیں: ''مجدی[۳] اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مؤمنین موت میں برابر ہیں اگر بعد وفات ان کو حیات ہے تو وہی حیات برزخ ہے جو آحاد امت کو ثابت ہے بعض ان کے حفظ جسم نبی

---

۱ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حیات جسمانی اور بقاء علاقہ بین الروح والجسم کے منکر اہل سنت میں سے نہیں اور وہ دیوبندیت سے بھی خارج ہیں۔

۲ معلوم ہوا کہ ''آب حیات'' لکھنے کی غرض محض رد روافض ہی نہیں جیسا کہ بعض کا خیال ہے بلکہ اصل مقصود عقیدہ حیات النبی ﷺ کا اثبات تھا۔

۳ اس سے مراد مجدیہ متاخرین ہیں ورنہ متقدمین مجدیہ تو اجماع امت کے خلاف نہ تھے۔

کے قائل ہیں مگر بلا علاقہ روح اور متعدد (لوگوں کی زبان سے بالفاظ کر یہہ کہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں دربارۂ حیات نبوی ﷺ سنا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل وتصانیف میں لکھا ہے، اب غور فرمایئے کہ ان اکابر کے رسائل اور اعتقادات بالکل اس کے مخالف ہیں حضرت مولانا نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک بہت بڑی ضخیم کتاب تحریر فرمائی جو کہ مشہور بین العالم ہے اس میں کر ر د ر شور سے حیات نبوی کا اثبات کیا ہے اور مذہب اہل سنت والجماعت اور فضائل نبوت میں کس درجہ اور قوت کے دلائل درج فرمائے ہیں مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہٗ ہدایۃ الشیعہ اور رسالہ حج وغیرہ میں بھی اس کی تصریح وتائید فرما رہے ہیں چونکہ اس مسئلہ میں خصوصاً ان حضرات کی عبارتیں بہت طول وطویل واقع ہو رہی ہیں اور متعدد رسالے اس مضمون میں تفصیلاً واجمالاً چھپے ہوئے مشہور ہیں اس لئے بخوف تطویل میں نقل نہیں کرتا ہوں جس کا جی چاہے آب حیات وہدیۃ الشیعہ واجوبہ اربعین ولطائف قاسمیہ وہدایۃ الشیعہ وزبدۃ المناسک وغیر ہا رسائل میں دیکھ لیوے یہ ایک خاص مسئلہ ہے جس میں وہابیہ نے علماء حرمین کی مخالفت کی اور بار ہا جدال ونزاع کی نوبت آئی اس مسئلہ میں اور مسئلہ آئندہ کی وجہ سے وہاں وہابی سنی سے متمیز ہوتا ہے۔''

(رجوم المذنبین مشمولہ الشہاب الثاقب ص ۲۲۴)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث کی تفسیر کے دوران ایک معترض کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ابوداؤد کی روایت میں رَدَّ اللہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ فرمایا گیا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُّسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اُسَلِّمَ عَلَیْہِ اَوْ کَمَا قَالَ اگر لفظ اِلَیَّ رُوْحِیْ فرمایا گیا ہوتا تو آپ کا شبہ دور ہوسکتا ہے اِلٰی اور عَلٰی کے فرق سے آپ نے ذہول فرمایا عَلٰی استعلاء کے لئے ہے اور اِلٰی نہایت طرف کے لئے ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام سے پہلے روح کا استعلاء نہ تھا نہ یہ کہ وہ جسم اَطہر سے بالکل خارج ہوگئی تھی اور اب اس کو جسم اطہر کی طرف لوٹایا گیا ہے۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۲۴۸ طبع مجلس یادگار شیخ الاسلام کراچی)

مزید تحریر فرماتے ہیں: ''اَب اگر بالفرض وہی معنٰی لئے جائیں جو آپ نے سمجھے ہیں اور عَلٰی اور اِلٰی میں کوئی فرق نہ کیا جائے تب بھی یہ روایت دوام حیات پر دلالت کرتی ہے، اس لئے کہ دن رات میں کوئی گھڑی اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی منٹ اس سے خالی نہیں رہتا کہ آپ پر اندرونِ نماز اور بیرونِ نماز دُرود نہ بھیجا جاتا ہو، اس لئے دوام حیاۃ لازم آئے گا۔'' (ایضاً ج ۱ ص ۲۵۱)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب گرامی بنام مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اس مضمون کی تائید میں ہے اس لئے ذیل میں اُسے بھی نقل کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمایئے، حضرت تحریر فرماتے ہیں: ''حافظ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک حضوری مدینہ منورہ کے بارہ میں مرجوح بلکہ غلط مسلک ہے، مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات ﷺ کی زیارت اور آپ کے توسل کی غرض سے ہونی چاہئے، آپ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مؤمنین وشہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور اَز قبیلِ حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے، آپ سے توسل نہ صرف وجود ظاہری کے زمانہ میں کیا جاتا تھا، بلکہ اس برزخی وجود میں بھی کیا جانا چاہئے، محبوب حقیقی تک وصال اور اس کی رضا صرف آپ ہی کے ذریعہ سے اور وسیلہ سے ہوسکتی ہے اسی وجہ سے میرے نزدیک یہی

ہے کہ حج سے پہلے مدینہ منورہ جانا چاہئے اور آپ کے توسل سے نعمت قبولیتِ حج وعمرہ کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے، مسجد کی نیت خواہ تبعاً کر لی جائے، مگر اَولیٰ یہی ہے کہ صرف جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی نیت کی جائے، تاکہ لَا تَحْمِلُهٗ اِلَّا زِیَارَتِیْ والی روایت پر عمل ہو جائے۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۱۵۳)

ایک حیرت انگیز کرامت

حاجی احمد حسین لاہر پوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حیرت انگیز کرامت ذکر فرماتے ہیں جس سے اس مسئلے کی بھی وضاحت ہوتی ہے: ''مدینہ منورہ میں قبلہ دکن (جنوب) جانب ہے۔ قبہ خضراء پورب (مشرق) کے گوشہ میں واقع ہے، پچھم (مغرب) جانب بابُ الرحمۃ کے متصل دالان میں حضرت درس دے رہے تھے، قبہ خضراء کی جالیاں سامنے تھیں تلامذہ میں سے ایک صاحب کو حیات النبی ﷺ کے متعلق کافی شکوک تھے۔ دوران درس ایک بار اُنہوں نے جونگاہیں اُٹھائیں تو سامنے نہ قبہ خضراء تھا اور نہ جالیاں، بلکہ حضور نبی کریم ﷺ خود تشریف فرما تھے، اُنہوں نے کچھ کہنا چاہا (شاید دوسرے طلبہ کو متوجہ کرنا چاہتے ہوں) تو حضرت نے اشارے سے منع فرمایا۔ اب جو دیکھتے ہیں تو سب چیزیں اپنی سابقہ حالت پر تھیں۔'' (شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز واقعات ص ۳۳، طبع مکتبہ دینیہ، دیوبند)

روضۂ مطہرہ سے آپ کو سلام کا جواب ملا

مولانا قاضی سجاد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر المدرسین مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی (م ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء) تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب انبہٹوی مرحوم مفتی مالیر کوٹلہ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے جن کو خدا نے علم ظاہری کے ساتھ تقویٰ اور طہارت باطنی کی دولت سے بھی نوازا تھا صاحب سلسلہ بزرگ تھے (حضرت سائیں توکل حسین صاحب اَنبالوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے)، اور تقریباً سوسال کی عمر میں اب (۵۸ء) سے تقریباً پندرہ سال قبل (۱۹۴۳ء میں) عالمِ آخرت کی طرف رحلت فرما ہوئے، اس خادم کو مرحوم سے شرف نیاز حاصل تھا جب کبھی دہلی تشریف فرما ہوتے اکثر و بیشتر حاضری کی سعادت حاصل ہوتی تھی چونکہ حضرت شیخ (مدنی رحمۃ اللہ علیہ) سے بھی اس خادم کو شرف تلمذ حاصل ہے، اس تعلق کے لحاظ سے مرحوم سے اَثنائے ملاقات حضرت شیخ کا بھی ذکر آجایا کرتا تھا ایک ملاقات میں مرحوم نے فرمایا: ایک بار زیارت بیت اللہ سے فراغت کے بعد دربارِ رسالت میں حاضری ہوئی تو مدینہ طیبہ کے دورانِ قیام مشائخ وقت سے یہ تذکرہ سنا کہ اِمسال روضۂ اَطہر سے عجیب کرامت کا ظہور رہا، ایک ہندی نوجوان نے جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا تو دربار رسالت سے ''وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ يَا وَلَدِيْ'' کے پیارے اَلفاظ سے اُس کو جواب ملا، مولانا (مشتاق احمد) مرحوم نے فرمایا، اس واقعہ کو سن کر قلب پر ایک خاص اثر ہوا، مزید خوشی کا سبب یہ بھی تھا کہ یہ سعادت ہندی نوجوان کو نصیب ہوئی ہے، دل تڑپ اُٹھا اور اس ہندی نوجوان کی جستجو شروع کی تاکہ اس محبوب بارگاہ رسالت کی زیارت سے مشرف ہو سکوں اور خود اس واقعہ کی بھی تصدیق کر لوں۔

تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ وہ ہندی نوجوان سیّد حبیب اللہ مہاجر مدنی کا فرزندِ اَرجمند ہے۔ مرحوم نے فرمایا

کہ سید صاحب سے ایک گونہ تعارف وتعلق بھی تھا۔ گھر پر پہنچا ملاقات کی، اپنے اس دوست کے سعادت مند سپوت ہندی نوجوان کو ساتھ لے کر گوشہ تنہائی میں چلا گیا، اپنی طلب وجستجو کا راز بتادیا اور واقعہ کی تصدیق کی، ابتداءً خاموشی اختیار کی لیکن اصرار کے بعد کہا: ''بے شک جو آپ نے سنا وہ صحیح ہے'' یہ واقعہ بیان فرمانے کے بعد مولانا (مشتاق احمد) مرحوم نے فرمایا: سمجھے؟ یہ ہندی نوجوان کون تھا؟ یہی تمہارے اُستاذ مولانا حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ!''

(شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز واقعات ص: ۳۴، طبع مکتبہ دینیہ، دیوبند)

حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہم کا مسلک وموقف

پاکستان میں خانوادۂ مدنی کے ترجمان عزیزم مولانا تنویر احمد شریفی زید مجدہم فرماتے ہیں: ''۸ر شوال المکرم ۱۴۱۸ھ/ ۶ر فروری ۱۹۹۸ء بروز جمعہ مرشدی حضرت مولانا سید اَرشد مدنی مدظلہم نے عمرہ کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ سے دہلی جاتے ہوئے میرے جدّ امجد حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م: ۲۱ر ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ/ ۲۷ر مارچ ۲۰۱۱ء) کے مدرسہ تعلیم القرآن شریفیہ کی جدید عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے کراچی میں قدم رنجہ فرمایا، اور اگلے روز عشاء کے بعد واپسی میں دہلی تشریف لے جاتے ہوئے کراچی کے ہوائی اڈا پر وقت سے پہلے پہنچنے کی وجہ سے حضرت مرشدی مدظلہم فوراً ہوائی اڈا کی عمارت میں تشریف نہیں لے گئے، بلکہ باہر کھڑے کھڑے باتیں کرتے رہے، اس موقع پر حضرت مدظلہم نے فرمایا: ''والد ماجد حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی غائبانہ بیعت ہوتا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے اَکابر کے مشرب ومسلک پر اگر ہوں اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اگر قائل ہوں تو بیعت کرتا ہوں اور یہ صورت حال اکثر جب پیش آتی جب ملک تقسیم ہوگیا اور آپ کے ہاں پاکستان سے کوئی بیعت ہونا چاہتا تھا۔''

جب حضرت مدظلہم نے یہ بات فرمائی اُس وقت میرے جدامجد کے علاوہ اُستاذی مولانا مفتی نظام الدین شامزئی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مصباح اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مفتی جمیل خان صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم (جامعہ مدنیہ، لاہور) اور دیگر موجود تھے۔

۶ر رجب المرجب ۱۴۲۹ھ/ ۱۰ر جولائی ۲۰۰۸ء کو جامعہ علوم اِسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں ختم بخاری شریف کی مناسبت سے سالانہ تقریب منعقد ہوئی جس میں شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہم کے روحانی ونسبی جانشین حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہم اُستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند (انڈیا) تشریف لائے اور بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا، آپ کے اس درس کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

۱...... ''ہمارے اَکابر کا جو مسلک ہے میں نے وہ آپ کے سامنے پیش کیا ہے تاکہ آپ علی وجہ البصیرہ ہوں اور اپنے اَسلاف کے طریقہ عمل اور طریقہ کار سے اِنحراف نہ کریں ورنہ خیر کے دروازے بند اور شر کے دروازے کھلیں گے اِسی طریقہ کو اختیار کریں جس طرح یہ دین چودہ سو سال سے پھلتا پھولتا رہا ہے اور ان شاء اللہ پھلتا پھولتا رہے گا۔

۲...... دیکھیے! ہم تو علماء دیوبند اور مسلک دیوبند کے تابع ہیں اب دنیا کے اندر مفاسد اور نئے نئے طریقے کے

عقائد آ گئے ہیں، کوئی اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا ہے، کوئی حیات انبیاء علیہم السلام کا قائل نہیں ہے، کوئی موت کے بعد میت کو مثل الحجر قرار دیتا ہے، کوئی کیا کہتا ہے کوئی کیا؟ ہر شخص امام وقت اور اپنے آپ کو مجتہد العصر سمجھتا ہے، ہم تو اندھے مقلد ہیں، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مسلک دیوبند کی اساس ہیں دیوبندی علماء کے مسلک کی بنیاد جہاں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مؤسس ضرور ہیں مگر مسلک کی بنیاد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جیسا متشدد وہ شخص ہے مسلک میں کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔

۳...... وہ چیز جو مسلک کے خلاف ہے اُس کی اجازت نہیں ہوسکتی، دیوبندی مسلک کی بنیاد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، آپ حضرات میں سے جو لوگ اِس مسلک کے تابع ہیں مکمل سو فیصد، میں بحیثیت ایک خادم ہونے کے، کفش بردار ہونے کے، مجھ کو جس طرح میرے اُستاذ محترم مولانا فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت دی، میں اِسی طرح آپ سب حضرات کو اجازت دیتا ہوں اور یہ آپ سے کہتا ہوں کہ مسلک دیوبند کو اللہ نے وہ قبولیت عطاء فرمائی ہے دنیا میں جواب کسی دوسرے کو نہیں ہے اور یہ ان کا خانہ زاد مسلک نہیں ہے یہ وہی مسلک ہے من وعن جو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور سلف صالحین سے چلتا آ رہا ہے اس کے اندر بڑی موزونیت ہے ہر شخص کو اس کا وہ رتبہ دیا گیا ہے جو رتبہ اس کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعین کرتی ہے، اس کے اندر کوئی امتیاز اپنی طرف سے نہیں ہے اور اس کی ایک تفصیل ہے مگر وقت کم ہے اور میں اس میں نہیں جانا چاہتا ہوں، اس لئے آپ کو حریص رہنا چاہئے اور اس پر قائم رہنا چاہئے، بہت سے ادارہ ہیں جو گلابی مسلک رکھتے ہیں: ''بامسلمان اللہ اللہ بابرہمن رام رام'' ایسا نہیں ہے، ہمارے اکابر میں تشدد تھا (تشدد یعنی تصلب) تھا، جب کسی چیز کو حق سمجھ لیا تو کوئی مصلحت وقتی ایسی نہیں ہے کہ اس حق کے سلسلہ میں اپنی نگاہ کو بند کر لیں اگر بند کر لیتے تو کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا، مگر نہیں، ڈھیلے پتھر کھائے، مصیبتوں کو جھیلا مگر اپنے مسلک کے اُوپر پہاڑ کی طرح جمع رہے۔

۴...... <u>عقیدہ کے لئے کسوٹی اِس زمانہ کے اندر ہمارے نزدیک سب سے بہترین کسوٹی مسلکِ دیوبند ہے جو ہمارے اکابر سلف صالحین کا عقیدہ ہے اس عقیدہ کے اوپر قائم رہنا چاہئے، جو حضرات اس عقیدہ کی قدر و قیمت کو پہنچانتے ہیں اور دل و جان سے اس کو قبول کرتے ہیں اُن کو میں اجازت دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازے۔''</u>

(ماہنامہ بینات ج۷۱ ش۹، ۱۰ص ۲۳ تا ۳۶)

۱۹ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ/ ۱۴ جنوری ۲۰۱۲ء کو حضرت مولانا سیّد ارشد صاحب مدنی مدظلہم ''حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سیمینار'' میں شرکت کے لئے پاکستان تشریف لائے، لاہور، بھکر، ڈیرہ اسماعیل خان سمیت صوبہ کے پی کے (اُس وقت صوبہ سرحد) کے مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے ۱۸ جنوری ۲۰۱۲ء جامعہ علوم اِسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لائے اُور بعد از نماز مغرب آپ نے طلباء وفضلاء کے ایک بڑے مجمع سے خطاب فرمایا، اگلے روز صبح فجر کے بعد مہمان خانہ میں بعض متوسلین کو بیعت فرمایا، بعد ازاں حضرت مرشد مدنی مدظلہم نے دار الحدیث میں طلبہ دورۂ حدیث شریف کو اجازت دی، اس حوالہ سے مولانا تنویر احمد شریفی صاحب زید مجدہٗ لکھتے ہیں: ''آپ لوگوں کا اصرار ہے کہ میں آپ کو حدیث کی اجازت دوں، اگر چہ میں تہی دست ہوں اور اپنے آپ کو ہرگز اس قابل نہیں سمجھتا کہ میں اجازت دوں، آپ باکمال اساتذہ کرام سے پڑھتے ہیں اور حقیقت میں وہ صاحبِ علم ہیں آپ کا مجھ سے مطالبہ سمجھ سے بالا ہے، بس صرف یہی سمجھ میں آتا ہے کہ میں دار العلوم دیوبند کا ایک ادنیٰ سا خادم ہوں، اِس نسبت کی وجہ سے آپ مجھ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ میں اجازت حدیث دوں۔

میرے عزیز طلباء! حدیث کی اجازت دیتے وقت یہ ضروری نہیں ہے کہ اُستاذ کے سامنے حدیث پڑھی جائے، اِس بات کو مدنظر رکھئے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی یہ مبارک اَحادیث ہمیں اپنے اَکابر اَساتذہ سے پہنچی ہیں اگر آپ اپنے اَکابر کے عقائد اور مشرب کو حق سمجھتے ہیں، اُن کے عقائد ونظریات خانہ زاد نہیں تھے بلکہ یہ عقائد جناب رسول اللہ ﷺ کے تھے آپ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین کرام سے ہوتے ہوئے ہم تک پہنچے ہیں، اگر آپ اپنے اَکابر کے عقائد ونظریات اور فکر ومشرب بالخصوص ''عقیدۂ حیات النبی ﷺ'' کو صحیح سمجھتے ہیں تو یہ ناچیز آپ حضرات کو حدیث کی اجازت دیتا ہے، یہ بھی یاد رہے کہ اگر آج آپ ان عقائد کے قائل ہیں تو اجازت ہے اور اگر بعد میں آپ اِن عقائد پر پوری طرح سے کاربند نہ رہے تو آپ سے یہ اجازت حدیث منسوخ اور مسلوب ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (جانشین شیخ الاسلام کے دورۂ پاکستان (۲۱۰۲ء) کی رپورٹ، قلمی، ص:۱۰)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ صدر مفتی دار العلوم دیوبند کا مسلک وموقف

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب: انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے بھی اقویٰ واتم ہے اور مراد اس حیات سے حیات دنیاوی ظاہری نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ لہٰذا اَحکام اَموات ظاہر یہ سب پر جاری ہوتے ہیں، اس مسئلہ کی پوری تحقیق آب حیات مصنفہ: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ میں مذکور ہے اس کو دیکھ لیں۔'' (فتاوی دار العلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۹۷ طبع دار الاشاعت، کراچی)

حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مفتی اَعظم ہند کا مسلک وموقف

''اَنبیاءِ کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے بلکہ برزخی اور تمام دوسرے لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے، اسی طرح شہداء کی زندگی بھی برزخی ہے اور اَنبیاء کی زندگی سے نیچے درجے کی ہے، دنیا کے اعتبار سے تو وہ سب اَموات میں داخل ہیں، اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ اس کی صریح دلیل ہے۔'' (کفایت المفتی ج ۱، ص ۶۸ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان)

کچھ آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں: ''اَنبیاء علیہم السلام کو حضرت حق تعالیٰ نے ایک مخصوص اور ممتاز حیات عطا فرمائی ہے جو شہداء کی حیات سے ممتاز ہے اور شہداء کو ایک حیات عطا ہوئی ہے جو اَولیاء کی حیات سے امتیاز رکھتی ہے مگر یہ زندگیاں دنیا کی زندگی سے علیحدہ ہیں کیونکہ دنیا کی زندگی کے لوازم ان میں پائے نہیں جاتے۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۷۷)

مزید فرماتے ہیں: ''حضرت رسالت پناہ ﷺ قبرِ مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ اہل سنت الجماعت کا مذہب ہے۔'' (ایضاً ج:۱، ص:۱۶۰)

حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

۱۹۵۶ء/۱۳۷۶ھ میں ایک صاحب نے اپنی تسلی کے لئے مرکز علوم اسلامیہ دار العلوم دیوبند ایک استفتاء بھیجا جس کا باحوالہ جواب حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسنؒ نے دیا جو اُس وقت کے دینی رسائل میں بھی طبع

ہوا۔ حضرت مفتی صاحب کے اس فتویٰ پر پاکستان کے بعض جلیل القدر علماء کے دستخط بھی ثبت ہیں، وہ استفتاء مع جواب یہ ہے: ''استفتاء نمبر ۱۹۹۸: یہ عقیدہ رکھنا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک علیین میں ہے آپ کا اپنی قبر اور جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا آپ کی قبر پر درود وسلام پڑھا جائے تو پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے لیکن آپ سنتے نہیں، کیا یہ عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں؟ اور غلط ہونے کی صورت میں بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟ اور ایسے عقیدہ والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا!

الجواب: آنحضرت ﷺ اپنے مزار مبارک میں بجسدہٖ موجود اور حیات ہیں آپ کے مزار پر پاس کھڑے ہوکر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں ہمارے کان نہیں کہ ہم سنیں، آپ اپنے مزار میں حیات ہیں، مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہٖ وروحہٖ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے خراب عقیدے والا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے حدیث میں آتا ہے:

۱...... اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَأْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ (الحدیث)

۲...... وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مِنْ بَعِیْدٍ اُعْلِمْتُہٗ رواہ ابو الشیخ وسَنَدُہٗ جَیِّدٌ (القول البدیع ص ۱۱۶)

۳...... عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْاَنْبِیَاءُ (صَلوٰاتُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ) اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ رواہ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ والبیہقی رحمۃ اللہ علیہ وغیرھما (شفاء السقام ص: ۱۳۴)

دو تین حدیثیں نقل کردی ہیں اس باب میں بکثرت اَحادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی اور خارج اہل السنۃ والجماعۃ ہے، غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں اور اپنے مزار مبارک میں بجسدہٖ موجود ہیں اور حیات ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!

کتبہ السید مہدی حسن مفتی دار العلوم دیوبند ۱۳/ ۵/ ۷۶ھ ...... مہر دار العلوم دیوبند

الجواب صحیحٌ جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور ۲۱ رشوال ۱۳۷۶ھ

اجاب المجیب واجاد محمد ضیاء الحق کان اللہ لہٗ، مدرسہ جامعہ اشرفیہ لاہور

الجواب صوابٌ محمد رسول خان عفا اللہ عنہٗ

الجواب صحیحٌ ابو الزاہد محمد سرفراز صفدر'' (تسکین الصدور ص: ۴۹)

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الملہم شرح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں: ''اِنَّ النَّبِیَّ حَیٌّ کَمَا تَقَرَّرَ وَاَنَّہٗ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ بِاَذَانٍ وَّاِقَامَةٍ۔'' (فتح الملہم شرح مسلم ج: ۶، ص: ۳۰۴ طبع مکتبہ دار العلوم کراچی)

بے شک حضور اکرم ﷺ زندہ ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپ اپنی قبر مبارک میں اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

مزید تحریر فرماتے ہیں: ''اما بعد وفاتہ فروحہ المقدسۃ ﷺ قد استقرت فی الرفیق

الاعلی مع ارواح الانبیاء علیهم السلام ولا یتوهم من هذا انکار حیاته فی قبره الشریف فان لروحه ﷺ اشرافا علی البدن المبارك المطیب واشرافا وتعلقا به وبدنه فی ضریحه غیر مفقود واذا سلم علیه المسلم رد الله علیه روحه حتی یرد علیه السلام کما ورد فی الحدیث و لم یفارق الملأ الاعلی ومن کثف ادراکه وغلظت طباعه عن هذا للادراك فلینظر الی الشمس فی علو محلها۔" (فتح الملہم شرح مسلم ج:٦،ص:٣٠٧)

وفات شریف کے بعد آپ کی روح مقدسہ دوسرے انبیاء کی اَرواح کے ساتھ رفیقِ اَعلیٰ میں استقرار پذیر ہے، لیکن اس سے آپ کے اپنی قبر شریف میں زندہ نہ ہونے کا وہم نہ کیا جائے کیونکہ آپ کی روحِ اقدس قبر میں رکھے بدن پاک پر اپنا اثر ڈال رہی ہے اس کی اس پر روشنی پڑ رہی ہے اور اس کا بدنِ اطہر کے ساتھ تعلق قائم ہے آپ کا بدن مبارک قبر مبارک سے ہرگز غائب نہیں ہوا اور جب بھی کوئی مسلمان آپ پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح اقدس کو آپ کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں یہاں تک کہ آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اس کے باوجود آپ ملأ اعلیٰ علیین سے جدا نہیں ہوتے، جس کا ادراک کثیف ہو اور اس کی فطرت ایسے حقائق کے ادراک کرنے میں غلیظ ہو اسے سورج کو اس کے علو محل میں دیکھنا چاہے۔

حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی عربی کتاب ''اعلاء السنن'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''ولا شك فی حیاته ﷺ بعد وفاته، وکذا سائر الانبیاء علیہم السلام أحیاءٌ فی قبورهم حیاة اکمل من حیاة الشهداء التی أخبر الله تعالی بها فی کتابه العزیز، ونبینا ﷺ سید الانبیاء وسید الشهداء واعمال الشهداء فی میزانه و قد قال ﷺ علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی" رواه الحافظ المنذری وروی ابن عدی فی کامله عن ثابت عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون ورواه ابو یعلی برجال ثقات، ورواه البیهقی وصححه۔"

(اعلاء السنن ج١٠ص٥٠١ کتاب الحج)

اور کوئی شک نہیں حضور اکرم ﷺ کی حیات میں آپ کی وفات کے بعد، ایسے ہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں ایسی حیات کے ساتھ جو شہداء کی حیات سے بھی زیادہ کامل ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں دی ہے اور ہمارے نبی ﷺ تو تمام اَنبیاء اور تمام شہداء کے سردار ہیں اور شہداء کے اَعمال آپ کی میزان عمل میں جاتے ہیں، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں میرا علم میری وفات کے بعد ایسا ہی ہے جیسے زندگی میں اس کو حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور ابن عدی نے اپنی کامل میں حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں اَنبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اس حدیث کو روایت کیا ہے ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ راویوں سے اور اس روایت کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے اور اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

کچھ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں: ''ومن جاء قبرہ فقد جاء رسول اللہ ﷺ وانما ینکر ذلك من ینکر حیاتہ ﷺ فی قبرہ ولم یقرع سمعہ قول ابی ایوب جئت رسول اللہ ﷺ ولم آت الحجر او کان فوادہ فارغا من حبہ و عقلہ خالیا من لبہ واما المجنون فلا تسئل عنھم فواللہ انھم لا یأتون القبر وانما یجیئون رسول اللہ ﷺ واذا انصرفوا الیٰ بلادھم تصدعت قلوبھم لفراق حبیبھم ﷺ وانذھلت عقولھم۔'' (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۸ کتاب الحج)

جو نبی کریم کی قبر پر آتا ہے وہ یقیناً رسول کریم ﷺ کے پاس آتا ہے اور اس کا انکار تو وہی کرے گا جو حضور ﷺ کی حیات فی القبر کا منکر ہوگا اور جس کے کانوں سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا یہ قول نہیں ٹکرایا ہوگا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں میں پتھر کے پاس نہیں آیا، یا پھر اس کا انکار وہ کرے گا جس کا دل حضور اکرم ﷺ کی محبت سے خالی ہوگا اور جس کی عقل دل و دماغ خالی ہوگی، یا پھر وہ انکار کرے گا جو مجنوں اور دیوانہ ہوگا تم اہل اللہ صحابہ وتابعین کے بارہ میں مت کچھ پوچھو یہ لوگ آپ کی قبر پر نہیں آتے تھے بلکہ بنفس نفیس آپ ﷺ کے پاس آتے تھے، اور جب اپنے ملکوں کو واپس جاتے تھے تو ان کے دل پھٹنے لگتے تھے اپنے محبوب ﷺ کی جدائی میں اور عقلیں اُڑ جاتی تھیں۔

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اَنبیاء علیہم السلام اپنی وفات کے بعد بھی عبادات اور نیک اعمال سے معطل نہیں رہتے بلکہ دوسروں کی درود بھی ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے ان کے جسموں کو زمین نقصان نہیں پہنچاتی اور ان کو رزق بھی ملتا ہے یہ جملہ صفات حیات کی صفات ہیں۔'' (ترجمان السنہ ج ۳ ص ۳۰۱)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ خدام الدین کی ۱۹۶۰ء کی اشاعت میں شائع کیا گیا تھا، ملاحظہ فرمائیں، اگلے صفحہ پر اس کا عکس بھی پیش کیا جا رہا ہے۔

اَنبیاء علیہم السلام کی حیات فی البرزخ کے بارہ میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی دامت برکاتہم کا عقیدہ

''میرا عقیدہ وہی جو حضرات اکابر دیوبند کا ہے کہ اَنبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی جسد عنصری سے زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا وہ حیات باعتبار ابدانِ دُنیوی دنیوی بھی ہے اور باعتبار عالم برزخ برزخی بھی ہے۔ اَنبیاء علیہم السلام کا اَبدانِ دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اَہلِ سنت والجماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے ہمارے اَکابرِ دیوبند نے اس پر مفصل اور مدلل ارشادات ثبت فرمائے ہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے یہ مسئلہ اَکابرِ دیوبند میں کبھی مختلف فیہ نہیں رہا میرے خیال میں کوئی صاحب بصیرت اس عقیدہ حیات النبی کا منکر نہیں ہوسکتا جن کی باطن کی آنکھیں کھلی ہیں ان کے نزدیک تو حضور نبی اکرم ﷺ کی روضۂ اَطہر کی حیات بدیہیات میں سے ہے۔

احقر الانام احمد علی عفی عنہ'' (خدام الدین ج ۶، شمارہ ۳۱ بتاریخ ۱۹ر جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ مطابق ۹ر دسمبر ۱۹۶۰ء)

خدام الدین میں شائع اس عقیدہ کا عکس ملاحظہ فرمائیں:

خدام الدین لاہور ۳

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

جلد ۶ ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ مطابق ۹ دسمبر ۱۹۶۰ء شمارہ ۳۱

انبیاء علیہم السلام کی حیات فی البرزخ

کے بارے میں

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب دامت برکاتہم کا عقیدہ

میرا عقیدہ وہی ہے جو حضرات اکابر دیوبند کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی جسد عنصری سے زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا۔ وہ حیات باعتبار ابدان دنیوی دنیوی بھی ہے اور باعتبار عالم برزخ برزخی بھی ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کا ابدان دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل سنت والجماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔ ہمارے اکابر دیوبند نے اس پر مفصل اور مدلل ارشادات ثبت فرمائے ہیں۔

جہاں تک مجھے علم ہے یہ مسئلہ اکابر دیوبند میں کبھی مختلف فیہ نہیں رہا۔ میرے خیال میں کوئی صاحب بصیرت اس عقیدہ حیات النبیؐ کا منکر نہیں ہو سکتا جن کی باطن کی آنکھیں کھلی ہیں ان کے نزدیک تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روضہ اطہر کی حیات بدیہیات میں سے ہے۔

(احقر الانام احمد علی عفی عنہ)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''جمہور علماء اُمت کا عقیدہ اِس مسئلہ میں یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اَنبیاء علیہم السلام برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں ان کی حیات برزخی صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی حیات ہے جو حیات دنیوی کے بالکل مماثل ہے بجز اس کے کہ وہ اُحکام کے مکلف نہیں ہیں بلکہ کچھ آثار بعض دنیاوی اَحکام میں بھی باقی ہیں مثلاً میراث کا تقسیم نہ ہونا، اَزواجِ مطہرات سے بعد وفات کسی کا نکاح جائز نہ ہونا، متقدمین میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا اور متاخرین میں شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا مستقل رسالہ اس مسئلہ کی

توضیح کے لئے کافی ہے جن میں روایات حدیث کافی تفصیل کے ساتھ درج ہیں، بیہقی ؒ نے فرمایا ''وَلِحَيَاةِ الْاَنْبِيَآءِ بَعْدَ مَوْتِهِمْ شَوَاهِدُ مِنَ الْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ'' اس میں تصریح ہے کہ موت کے بعد ان کی حیات اَحادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ موت صرف جسم پر آتی ہے روح پر نہیں، اس لئے حیات بعد الموت کو صرف روحانی کہنے کے کوئی معنٰی نہیں اور ''شفاء السقام'' میں امام حدیث وفقہ تقی الدین سبکی ؒ نے اپنی کتاب کا نواں باب اسی مسئلہ کی تحقیق کے لئے لکھا ہے اس میں اَنبیاء علیہم السلام کے لئے بعد وفات کے حیات جسمانی حقیقی ثابت کرنے کے لئے فرمایا ہے۔

''وقد ذکرنا من جماعة من العلماء و شهد له صلوٰة موسٰی علیه السلام فی قبره فان الصلوٰة یستدعی جسداً معها و کذلك الصفات المذکورة فی الانبیاء لیلة الاسراء کلها صفات الاجسام ولایلزم من کونها حیاة حقیقیة ان یکون الابدان معها کما کانت فی الدنیا من الاحتیاج الی الطعام و الشراب والامتناع عن النفوذ فی الحجاب الکثیف وغیر ذالك من صفات الاجسام التی نشاهدها بل قد یکون لها حکم اٰخر فلیس فی العقل ما یمنع من اثبات الحیاة الحقیقیة بهم۔'' (شفاء السقام من السکی)

اس کے بعد شہداء کی حیات برزخی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''فلم یبق الا انها حیاة حقیقیة الاٰن وان الشهدآء احیاء حقیقیة و هو قول جمهور العلماء لکن هل ذلك للروح فقط او للجسد معها فیه قولان''

اس کے بعد اس قول ثانی کو ترجیح دی کہ یہ حیات حقیقی صرف روح کے لئے نہیں بلکہ جسد کے لئے بھی ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ جب عام شہداء اُمت کے لئے برزخ میں حیات حقیقی جسمانی ثابت ہوئی تو اَنبیاء کی حیات کچھ ان سے اعلیٰ واقوی ہی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیات دنیوی کے ہے، جمہور علماء اُمت کا یہی عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ میرا اور بزرگانِ دینِ دیوبند کا ہے۔

(۳، ۴) مسئلہ مذکورۃ الصدر کی تحقیق میں یہ بھی آچکا ہے کہ صرف حیات روحانی کا قول جمہور علماء اُمت کے خلاف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دیوبندیت کوئی مستقل مذہب نہیں، جو اِتباع سلف و جمہور اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے وہ دیوبند کے بھی ضرور خلاف ہے۔

بندہ محمد شفیع عفی عنہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱...... ۱۳/ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ'' (مقام حیات ج ۲ ص ۲۶۸)

حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب ؒ کا مسلک وموقف

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب ؒ سابق مدرس جامعہ اسلامیہ ڈابھیل وسابق مدرس مدرسہ تعلیم القرآن، راجہ بازار، راولپنڈی نے ''ارشاد العلماء الی تحقیق سماع الموتٰی وحیات الانبیاء علیہم السلام'' کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی ہے، اس کتاب میں آپ نے ٹھوس حقائق اور علمی نکات پیش کرتے ہوئے مسئلہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام کو دلائل سے واضح کیا نیز فریق ثانی کو سمجھایا اور آخر میں لکھا:

''چند دنوں یہی خیال رہا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبور کا نازک اور باریک مسئلہ اکابر ملت و علماء راسخین بالخصوص حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی دقیق انظار، عمیق افکار، خداداد فراست اور ذکاء سے اُن کی کتاب ''آب حیات'' میں محقق ہو کر طے ہو چکا ہے، جن لوگوں کو ان کے الہامی حقائق سے شرح صدر نہیں ہوا تو وہ کسی اور کی باتوں سے کیا مطمئن ہوں گے، بالخصوص جب کہ ان کے بعد ان کے پوتے جو اُذکیاء عصر ہونے کے ساتھ اپنے جد امجد کے علوم و معارف سے پورے باخبر ہیں یعنی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیو بند اور دیگر علماء کرام کا متفقہ اجماعی فیصلہ بھی اس بارہ میں معرضِ وجود میں آچکا ہے جس کا تذکرہ گزشتہ گزر چکا ہے لیکن فریقِ ثانی کے راہنماؤں نے اس سے بھی اتفاق نہ کیا، وہ اپنی باتوں کو وحی خداوندی سمجھ رہے ہیں اس میں ذرہ برابر ترمیم کو تیار نہیں، تو ایسے حالات میں ہماری گزارشات کیا فائدہ دے سکتی ہیں؟ خاموشی ہی بہتر ہے، لیکن چند دنوں کے بعد دوسرا خیال یہ آیا کہ کوئی مانے یا نہ مانے معروضات تو پیش کر دوں شاید کسی سلیم الطبع اور منصف مزاج کے لئے فائدہ مند بن جائیں۔'' (ارشاد العلماء الی تحقیق سماع الموتی وحیات الانبیاء ص ۴۹)

مزید فرماتے ہیں: ''حیات انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اپنی قبور میں ایک حقیقت ہے جس کی تحقیق حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے دلائل عقلیہ اور براہین قطعیہ کے ساتھ اور حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ العالی نے اَدلّہ سمعیہ کتابُ اللہ اور سنتِ صحیحہ کی روشنی میں کر دی ہے۔'' (ایضاً ص ۵۰)

حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب رحمہ اللہ نے حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے پاس تقریظ لکھنے کے لئے اپنی کتاب تسکین الصدور بھیجی حضرت بنوری رحمہ اللہ نے جواباً ایک طویل مکتوب حضرت مولانا کو لکھا حضرت مولانا نے اس کے چند اقتباسات تسکین الصدور میں درج کئے ہیں، اس موقع پر وہ اِقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:

۱...... شہداء کے لئے بنصِ قرآن ''حیات'' حاصل ہے اور مزید دفع تجوز کے لئے ''یُرْزَقُوْنَ'' کا ذکر بھی کیا گیا ہے، جیسے آج کل کا محاورہ بھی ہے ''فُلَانٌ حَیٌّ یُرْزَقُ'' عام اہل برزخ سے ان کی حیات ممتاز ہے۔

۲...... جب اَنبیاء کا درجہ عام شہداء سے اعلیٰ وارفع ہے تو بدلالۃ النص یا بالاولیٰ خود قرآن کریم سے ان کی حیات ثابت ہوئی (علیہم الصلوات والتسلیمات) اور جب مرتبہ اعلیٰ وارفع ہے تو حیات بھی اقویٰ واکمل ہوگی۔

۳...... اسی حیات کی اکملیت کے بارہ میں دو حدیثیں آئی ہیں: (۱) اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ۔ (۲) اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ۔

ان ہی اَحادیث کے شواہد کے طور پر دیگر احادیث صحیحہ موجود ہیں مثلاً: موسیٰ علیہ السلام کا تلبیہ حج اور اس کے علاوہ روایات۔

۴...... روح کے تعلق اجساد سے پانچ قسم کے ہیں: (۱) فی حالۃ الجنین، (۲) بعد الولادۃ فی الدنیا اور اس کی دو صورتیں ہیں حالت نوم میں اور، (۳) حالت یقظہ میں، (۴) بعد الموت فی البرزخ، (۵) بعد البعث فی الحشر۔ ضعیف ترین اوّل ورابع ہے، قوی ترین خامس اور متوسط دنیوی ہے، کما حققہ المتکلمون و ابن القیم فی کتاب الروح والقاری فی شرح الفقہ الاکبر۔

۵...... انبیاء کرام علیہم السلام کی نوم جیسے ممتاز ہے عام نوم سے اِنَّ عَیْنَایَ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ اسی طرح ان کی موت کی حالت بھی عام اموات جیسی نہیں، اَلنَّوْمُ اَخُو الْمَوْتِ، اور عام موتی میں تحقیق موت کے لئے انقطاع الروح عن الجسد بالکلیہ ہوتا ہے اور یہاں بالکلیہ نہیں ہوتا، اور پھر علو مرتبہ جتنا ہوتا ہے۔ اتنا ہی تعلق قوی ہوگا۔

۶...... مفارقت روح عن الجسد سے مفارقت تعلق الروح عن الجسد لازم نہیں آتا۔

۷...... اگر نبی کریم ﷺ کے جسد مبارک کو تروح کی کیفیت حاصل ہو جیسے معراج میں جسد پر روح کی کیفیت طاری ہوئی۔ تجسدِ اَرواح اور تروحِ اَجساد دونوں کی نظیریں عالم شہادت میں ہیں، تو عالم اَرواح میں کیوں استبعاد کیا جائے جب کہ اس کا تعلق عالم غیب سے ہے۔

۸...... دنیا میں صوفیہ کرام کے یہاں اَبدانِ مثالیہ سے تعدد وقت واحد میں متعدد امکنہ میں ظہور اور آثار کے ثبوت پر مشہور واقعات ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی نقل وحرکت بالا جساد المعتبر وحہ اس کی نظیر ہوگی۔

۹...... الغرض انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے حیات، بقا، اجساد، نقل وحرکت، ادراک وعلم سب چیزیں حاصل ہیں۔

۱۰...... یہ حیات دنیوی حیات کے مماثل بلکہ اس سے اقویٰ ہے، دنیا میں ہمیشہ جسد کو روح کی خاصیت حاصل نہیں ہوتی اور برزخ میں ہوتی ہے، اب اگر اس کو ''حیات دنیوی'' سے بعض حضرات نے تعبیر کیا ہے تو اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کہا ہے، بہرحال وہ حیات دنیوی بھی ہے اور حیات برزخی بھی۔ صرف حیات برزخی نہیں جس میں عام شہداء یا اموات بھی شریک ہوں، بلکہ اقویٰ واکمل ہے، اس لئے حیات دُنیوی کے مماثل بلکہ اس سے بھی اقوی ہے۔ اختلاف تعبیرات میں نزاع لفظی ہے، اس دنیا سے رسمی تعلق منقطع ہونے کے بعد برزخی دور شروع ہوتا ہے۔ اب جو چاہے اطلاق کیا جائے۔

۱۱...... اگر احادیث ونصوص میں حیات کا ثبوت ہے، اور پھر عدم نکاح بالازواج المطہرات اور عدم توریث وغیرہ کی علت اصل حیات کو کہا جائے تو درست ہے۔ بہرحال حکم شرعی کی کوئی علت ہی ہوتی ہے، اور یہاں تو علت از قبیل العلل المعتبرۃ کے ہوگی نہ کہ علل مرسلہ کی قسم سے اور اس علت کی تنقیح، اصولی تنقیح الفاظ اور تحقیق المناط سے زیادہ قطعی ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب!'' (تسکین الصدور ص ۲۴، ۲۵)

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند کا مسلک وموقف

''اَحقر اور اَحقر کے مشائخ کا مسلک وہی ہے جو المھند وغیرہ میں بالتفصیل مرقوم ہے یعنی برزخ میں جناب رسول اللہ ﷺ اور تمام اَنبیاء علیہم السلام بجسدِ عنصری زندہ ہیں جو حضرات اس کے خلاف ہیں وہ اس مسئلہ میں دیوبند کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں۔ (محمد طیب مدیر دار العلوم دیوبند حال وارد ملتان، پاکستان ۴ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ)'' (رحمت کائنات ص ۳۲)

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں: ''مسئلہ زیر بحث میں جہاں تک اپنے بزرگوں کی کتابوں، فتاویٰ، مقالات اور متوارث ذوق کا تعلق ہے، دیوبندیت تو یہی ہے کہ برزخ میں آنحضرت ﷺ کو حیاتِ دنیوی کے ساتھ زندہ مانا جائے کیونکہ دیوبندیت کی موجودہ جماعتی تشکیل قیام دار العلوم

سے شروع ہوتی ہے جس کی ابتدا حضرت اقدس حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کی سرپرستی میں ان کے دو جلیل القدر خلفاء حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی، اِن تینوں کا مسلک بھی حیات دُنیوی (کہ اُس عالم برزخ کی حیات اُسی جسدِ اَطہر میں ہے جو اِس دنیا میں تھا) ہے پھر آخر الذکر دو بزرگوں کے تلامیذ مثل حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد حسن امروہوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم دیو بند، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیو بندی مفتی اعظم دار العلوم دیو بند وغیرہ وغیرہ حضرات کا بھی یہی مسلک تھا، جو اِن کے مطبوعہ فتاویٰ ومقالات میں محفوظ ہے۔

پھر اِن اَکابر کے تلامذہ مثل حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اَساتذہ دارالعلوم دیو بند وغیرہ وغیرہ حضرات کا بھی یہی مسلک ہے، یہی حضرات دیو بندیت کے اَساطین کہلاتے ہیں اس لئے دیو بندیت تو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں حیات دنیوی (باعتبار اَبدانِ دُنیا) ہی ہے جو برزخ میں قائم ہے۔

الصدیق ملتان شمارہ: ۳۰، ماہ ربیع الاوّل ۷۷ھ۔'' (مقام حیات ج ۲ ص ۲۵۸)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''مکرم محترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون!

نہایت طویل گرامی نامہ پہنچا، آپ نے ایسے شخص کو مخاطب بنایا جو نہ مفتی ہے نہ مولوی، اس ناکارہ کی حقیقت ایک نقل نویس کی سی ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں جو اَکابر اور اَسلاف کے کلام میں ملتا ہے اُس کو اِدھر اُدھر نقل کرتا رہتا ہوں، اِسی کا نام شرح موطا ہے، یہی تبلیغی رسائل کی حقیقت ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ دونوں طرف کے کچھ لوگ تیری تحریر کو قبول کرنے کو آمادہ ہیں، موجبِ تعجب ہے، جن حضرات کو اس ناکارہ کے جملہ اَکابر حضرت گنگوہی قدس سرہٗ سے لے کر حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی تحریرات قابلِ قبول نہیں ہیں وہ اس ناکارہ کی تحریر کو کیا قبول کر سکتے ہیں؟ بہر حال یہ ناکارہ اِن اَکابر کا بالکل متبع ہے، ان کے اِس صاف ارشادات اور تحریرات کے بعد جس پر حضرت سہارنپوری، حضرت شیخ الہند، حضرت رائپوری، حضرت تھانوی قدس اللہ اَسرارہم نے بلا کسی اِجمال کے هٰذَا مُعْتَقَدُنَا وَ مُعْتَقَدُ مَشَائِخِنَا لکھا ہے کیا کوئی گنجائش ہے کہ اس کے خلاف کچھ کہا جا سکے؟

جو نصوص آپ نے ممات کے متعلق لکھی ہیں ان سے کوئی پڑھا لکھا انکار کر سکتا ہے؟ بالخصوص جن حضرات کی راتیں ہمیشہ تلاوت قرآن اور دن ساری عمر تدریسِ بخاری شریف وغیرہ کتبِ حدیث میں گزرے، ان کو کبھی پتہ نہ چلا کہ قرآن پاک کی آیات میں کیا وارد ہوا؟ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں کیا فرمایا؟ ان میں سے حضرت اقدس رائپوری قدس سرہٗ (اعلیٰ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ، م: ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ) کے

علاوہ کون سا ایسا ہے جس کی عمر کا معتد بہ حصہ تدریسِ حدیث میں نہیں گزرا اور حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کے علوم ومعارف کو سننے والے ابھی تک دنیا میں بکثرت موجود ہیں، مگر ان میں سے کسی کو بھی نہ تو قرآن پاک کی کسی آیت کا پتہ چلا نہ حدیث پاک میں کوئی ممات والی روایت اُن کی نظر سے گزری۔

یہ ناکارہ اپنے اِن اَکابر کے متعلق وہی عقیدہ رکھتا ہے، جو حضرت اَقدس عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے اَکابر یعنی صحابہ کرام کے متعلق ارشاد فرمایا: ''فانهم على علم وقفوا وببصر ناقد كفوا۔ وهم على كشف الامور كانوا اقوىٰ وبفضل ما كانوا فيه اولى فمادونهم من مقصر وما فوقهم من محسر وقد قصر قوم دونهم فجفوا وطمح عنهم اقوام فغلوا وانهم بين ذلك لعلىٰ هدى مستقيم''

حقیقت یہ ہے کہ اس دورِ فساد میں آدمی اُس وقت تک محقق نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ سلفِ صالحین کے خلاف کوئی نئی ایجاد نہ کرے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی: ''ان من ورائكم فِتَناً يَكْثُرُ فيها المالُ و يُفْتَحُ فيها القرآنُ حتى ياخذه المومن والمنافق والرجل والمرأة والكبير والصغير والعبد والحرُّ فيو شك قائلٌ ان يقول مالِلنّاس لا يتبعوني وقد قرأتُ القرآن ماهم بمتبعي حتى ابتدع لهم غيره فاياكم وما ابتدع الخ''

لہٰذا یہ ناکارہ توحَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ ان حضرات کا جامد متبع ہے اور اس ناکارہ کی تحریر میں کوئی لفظ بھی ان اَکابر کی تحقیق کے خلاف ہے تو وہ لغو ہے، ناقابلِ التفات ہے، مردود ہے۔

اس سب کے بعد گرامی نامہ کے مستفسرات کے متعلق اپنا خیال یہ ہے کہ جیسے حیات کے درجات متفاوت ہیں جس کا اعتراف یہ حضرات خود بھی کرتے ہیں، جیسا کہ آپ نے لکھا، اسی طرح ممات کے بھی درجات مختلف ہیں، نوم پر بھی اَحادیثِ صحیحہ صریحہ میں موت کا اطلاق کیا گیا ہے، سونے اور جاگنے کی دعاؤں میں کثرت سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وارد ہے، قرآن پاک میں اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا (الآیۃ) میں نوم پر وفات کا اطلاق کیا گیا ہے، لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ میں موت کی نفی کی گئی ہے وغیرہ وغیرہ۔

لہٰذا جن نصوص میں حضورِ اَقدس ﷺ پر موت کا اطلاق کیا گیا اُن میں سے کوئی سی بھی حضرت نانوتوی قدس سرہٗ یا ''اکابر علماء دیوبند'' یا ''مهند'' کے خلاف نہیں ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں بھی وہی موت مراد ہے جو حضورِ اکرم ﷺ کی شایانِ شان ہے، خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تفصیلی اَقوال جو اِس سلسلہ میں نقل کئے گئے ہیں، اس کی واضح تائید کرتے ہیں، اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی نوع ممات کے بھی قائل نہ تھے چنانچہ ان کا ارشاد: ''اِنَّ رِجَالاً مِّنَ الْمُنَافِقِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ تُوُفِّیَ وَاللّٰہِ مَامَاتَ وَلٰکِنْ ذَھَبَ اِلٰی رَبِّہٖ کَمَا ذَھَبَ مُوْسٰی بْنُ عِمْرَانَ، وَاللّٰہِ لَیَرْجِعَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَمَا رَجَعَ مُوْسٰی فَلَیُقَطِّعَنَّ اَیْدِیْ رِجَالٍ وَاَرْجُلَھُمْ زَعَمُوْا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَاتَ''

بیہقی کی روایت سے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ آیت: وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا کُمْ اُمَّۃً وَّسَطاً (الآیۃ) کے متعلق فرماتے ہیں وَاللّٰہِ اِنْ کُنْتُ اَظُنُّ اَنَّہٗ ﷺ سیبقٰی فی امتہ حتّٰی یشھد علیہ بآ

خراعمالہ وانہ ھو الذی حملنی علیٰ ان قلتُ ما قلتُ، لہٰذا شیخین کے مکالمہ کو موجودہ مسئلہ متنازعہ سے کوئی تعلق نہیں، اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ موت کا بالکلیہ انکار فرماتے تھے اور سمجھتے تھے کہ حضور اقدس ﷺ ابھی واپس تشریف لے آئیں گے، اس لحاظ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا رد بالکل صحیح اور واضح ہے کہ بنوع ما من الموت سے کسی کو بھی انکار نہیں، انکار صرف موت بجمیع الوجوہ سے ہے کہ نوع خاص من الحیاۃ فی الجسد الاطہر باقی ہے۔

تعجب ہے کہ یہ حضرات اَجساد اَنبیاء علیہم السلام کی بقاء کے قائل ہیں جیسا کہ آپ نے لکھا، لیکن ان اَجساد میں اگر کسی نوع کی بھی حیات نہ مانی جائے تو یہ حدیث پاک ہی مہمل بن جائے گی، اس لئے کہ حضور پاک ﷺ کا ارشاد اس حدیث پاک میں یہ ہے اَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فِیْہِ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَیَّ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اِشکال ہوتا ہے کہ ''قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللہِ کَیْفَ تُعْرَضُ وَ قَدْ بَلِیْتَ'' اِس پر حضور اکرم ﷺ جواب فرماتے ہیں: اِنَّ اللہَ حَرَّمَ الخ آپ ہی غور کریں کہ اگر ان پاک اَجساد میں کوئی نوع حیٰوۃ کی نہیں ہے تو حضور ﷺ کا یہ پاک ارشاد صحابہ رضی اللہ عنہم کے اشکال ''کَیْفَ تُعْرَضُ'' کا جواب کیسے بن گیا؟ روایت بھی صحیح ابن حبان کی ہے، حاکم نے اس کو علی شرط البخاری بتایا اور ذہبی نے اقرار کیا، ایک چیز یہ بھی قابل غور ہے کہ باجماعِ اُمت قبر اطہر کا وہ حصہ جو جسد اطہر سے متصل ہے کعبہ شریف بلکہ عرش معلی سے بھی افضل ہے، کیا یہ فضیلت صرف اُس جسد اطہر کی ہے جس کے ساتھ کبھی روح کا تعلق رہ چکا اور اب نہیں ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو پھر موئے مبارک جو جسدِ اَطہر پر پڑ چکا ہے اُس کا بھی یہی حکم ہوتا وغیرہ وغیرہ۔

بہرحال یہ ناکارہ تو اَکابر دیو بند قدس اللہ اَسرارہم کا ہمہ تن متبع ہے اور ان سب حضرات کا متفقہ فیصلہ ''اَلْمُھَنَّدُ'' میں بلا کسی اجمال کے تحریر ہے، اس سے آپ کے جملہ سوالات کا جواب واضح ہوگیا۔ مختصر نمبر وار بھی عرض ہے لیکن آپ نے ص: ۵ پر سوالات کے گرامی نامہ ختم کر کے ص: ۶ پر پھر وہی سوالات عبارت کے تغیر کے ساتھ درج کر دیئے یہ سمجھ میں نہیں آیا، بہرحال ہر دو کے جواب حسب ذیل ہیں: ص: ۵

۱...... اَجساد اَنبیاء میں ایک خاص نوع کی حیات ہے۔

۲...... ظاہر ہے کہ حیات تو روح ہی کے تعلق سے ہوتی ہے، بغیر تعلقِ روح کے حیاۃ کا کیا مطلب؟

۳...... اگر ایسی حیات ہوتی جو ہر ذرۂ کائنات میں ہوتی ہے تو پھر اَنبیاء کی کیا تخصیص رہی؟ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نَحْنُ نُؤْمِنُ وَ نُصَدِّقُ بِاَنَّہٗ ﷺ حَیٌّ یُّرْزَقُ فِیْ قَبْرِہٖ

۴...... ایک دیو بندی سے یہ سوال کہ علماء دیو بند کا یہ قول قابل اقتداء ہے یا نہیں؟ بے محل ہے، علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں: ''وقال البیھقی و فی حدیث سعید بن المسیب عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ انہ لقیھم ببیت المقدس و فی حدیث ابی ذرٍ و مالك بن صعصعة فی قصة المعراج انہ لقیھم فی جماعة من الانبیاء بالسمٰوت فکلمھم و کلموہ و کل ذلك صحیح لا یخالف بعضھم بعضاً فقد یری موسیٰ علیہ السلام قائماً یصلی فی قبرہ ثم یسری بموسی و غیرہ الی بیت المقدس کما اسری بنبینا فیراھم فیہ ثم یعرج بھم الی السمٰوت کما عرج بنبینا فیراھم فیھا کما اخبر قال و حلولھم فی اوقات مختلفة لمواضع مختلفات جائز فی العقل کما ورد بہ خبر الصادق و فی کل ذلك دلالةٌ علیٰ حیاتھم۔''

یہ تو بہت ہی صاف ہے، لیکن اگر یہ حضرات اپنی قبروں میں مع الجسد ہوں، اور دوسرے مواضع میں روح متمثل ہو، جیسا کہ بعض نے فرمایا تو اس میں بھی کوئی مانع نہیں۔

۵...... جو شخص حضور اقدس ﷺ کی قبر اطہر کے پاس کھڑا ہوکر درود پڑھے تو حضور اقدس ﷺ اس کو سنتے ہیں مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ نص صریح ہے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے: سَنَدُہٗ جَیِّدٌ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مستقل قاصد، مدینہ پاک بھیجا کرتے تھے تا کہ قبرِ اطہر پر سلام پہنچائے، اب اگر کوئی فرق نہیں تو ان کا یہ فعل عبث تھا، فقط۔

اس کے بعد ص: ۶ پر پھر مکرر سوالات درج ہیں نہ معلوم کیوں؟

۱...... یہ اُوپر بیان ہو چکا کہ ان سب حضرات اَنبیاء کرام علیہم السلام کے اَجساد میں ایک خاص نوع حیات ہے۔

۲...... یہ سوال بھی مکرر ہے اور جواب بھی وُہی ہے کہ ان حضرات کے نزدیک اَجسادِ اَنبیاء علیہم السلام میں ایک خاص نوع حیات کی ہے۔

۳...... مجھے حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی قدس سرہما کے مسلک میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا، ''مہند'' میں حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا یہ ارشاد ھٰذَا مُعْتَقَدُنَا وَ مُعْتَقَدُ مَشَائِخِنَا واضح ہے، اس لئے کہ ان تینوں حضرات کے شیخ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ ہیں، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی اعظم نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت گنگوہی قدس سرہٗ سے اِنَّكَ مَيِّتٌ (الآیۃ) کے اِشکال کا جو جواب نقل کیا ہے، وہ تو حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کی تعبیر سے بھی اُونچا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ موت سب کو شامل ہے مگر اَنبیاء کرام علیہم السلام کی اَرواح مشاہدۂ جمال وجلال حق تعالیٰ شانہ وتقابل آفتاب وجود باری تعالیٰ سے اس درجہ پر پہنچ جاتی ہیں کہ اَجزاء بدن پر ان کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تمام بدن حکم روح پیدا کر لیتا ہے اور تمام جسم ان کا عین ادراک اور عین حیات ہو جاتا ہے اور یہ حیات دوسری قسم کی ہوتی ہے، اس تحقیق سے نکتہ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔

آپ بھی غور کیجئے کہ ہم ناواقف ان واصلین کے علوم تک کہاں پہنچ سکتے ہیں۔

۴...... معلوم نہیں ایک ہی سوال کو بار بار مختلف عنوانات سے لکھنے میں کیا مقصد ہے یقینا ''مہند'' میں جو ہے صحیح ہے۔ ''شہاب ثاقب'' اس وقت میرے سامنے نہیں ہے۔

۵...... حضرت رائپوری دام مجدہم بار بار زبانی اور تحریری ارشاد فرما چکے ہیں کہ میرا مسلک وُہی ہے جو اَکابرِ دیوبند کا ہے، اس وقت بھی یہی فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ بے کار وقت ضائع کر رہے ہیں، میں تو اَسی سال سے متجاوز ہوکر مَنْ یُّرَدُّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْلَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا میں داخل ہو گیا ہوں اور بھی کسر نفسی کے اَلفاظ ارشاد فرمائے، جن کا نقل دشوار ہے کہ میں ان حضرات اکابر رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں کیا چیز ہوں؟

نوٹ: علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول جرح وتعدیل میں معتبر ہے لیکن ہر شخص کے قول کو دیگر اہل فن کے اَقوال کے لحاظ سے دیکھا جائے گا، اگر علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی جرح وتعدیل دوسرے اَکابر کے خلاف ہوگی تو غور کیا جائے گا ورنہ یقیناً معتبر ہے۔ فقط!

آخر میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ یہ دقیق مسائل عوام کی عقول سے اُونچے ہیں، ان کو اُردو رسائل و اشتہارات وغیرہ میں لانا، ان میں بحثیں کرنا نہایت ناموزوں ہے، لَا يُدْرِكُ الصَّبِيُّ مَدَارِكَ الْعَالِمِ ہر دو فریق سے درخواست ہے کہ اس بحث کا سلسلہ جلد از جلد بند کر دیا جائے، فقط! والسلام! زکریا بقلم خود، مظاہر علوم سہارنپور ۲۵ / جمادی الثانیہ ۱۳۷۸ھ'' (مقام حیات ج ۲ ص ۲۶۱ تا ۲۶۷)

حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''میرا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے عنوان سے طویل مضمون لکھا ہے، جس کے شروع میں آپ تحریر فرماتے ہیں: ''میرا عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں وہی ہے جو اَکابر دیوبند کا رہا ہے۔''

اس مضمون میں آپ نے تفصیل سے اپنا اور اپنے اکابر کا مسلک وموقف با حوالہ تحریر کیا ہے، آخر میں جامعہ مدنیہ کے دیگر اَساتذہ کرام کے تائیدی دستخط بھی موجود ہیں:

''۱...... سیّد حامد میاں غفرلہٗ ...... ۲۳ / ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ / ۲ / نومبر ۱۹۸۰ء یکشنبہ

۲...... عبدالحمید غفرلہٗ، مدرس جامعہ مدنیہ لاہور و فاضل دارُ العلوم دیوبند

۳...... محمد کریم اللہ غفرلہٗ، مدرس جامعہ مدنیہ و فاضل دارُ العلوم دیوبند

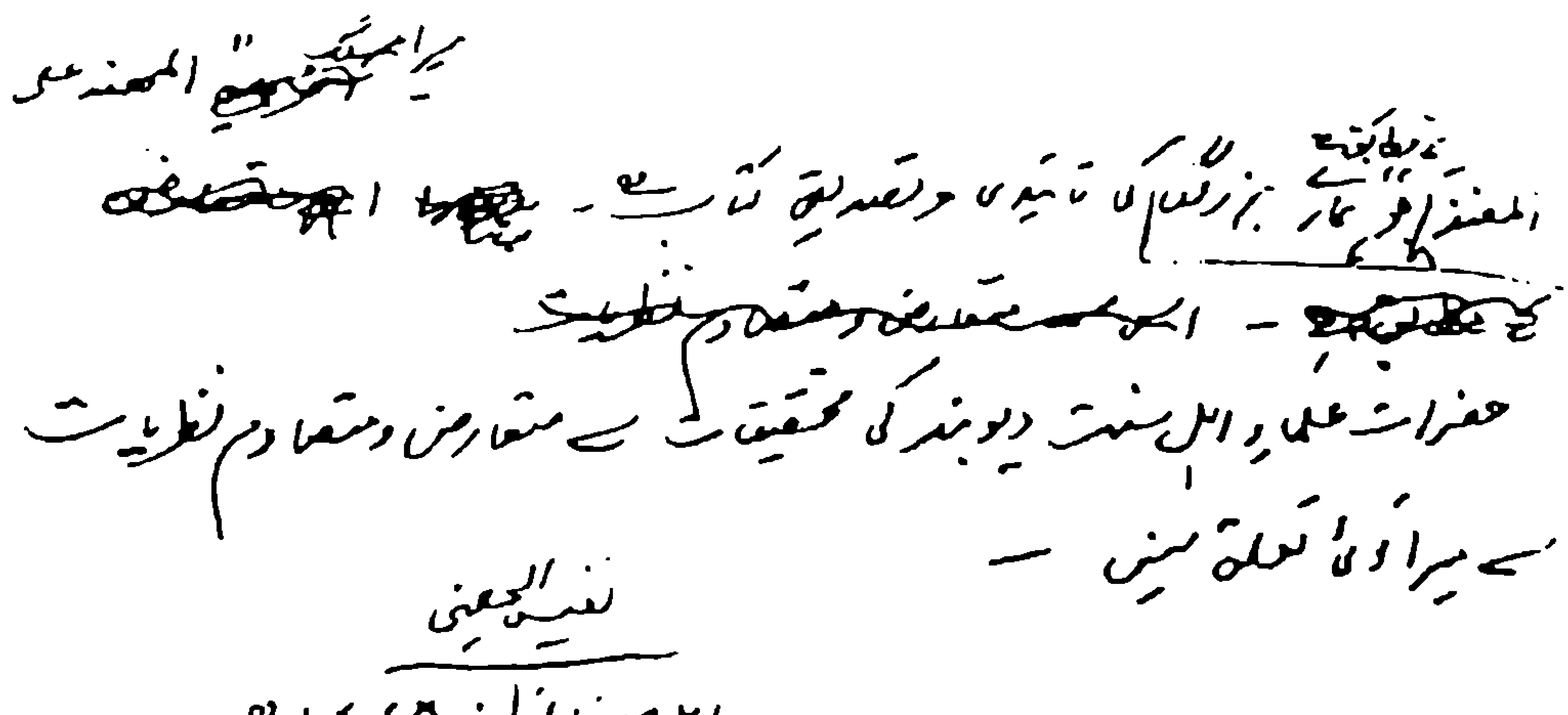
۴...... ظہور الحق، مدرس جامعہ مدنیہ

۵...... عبدالرشید عفی عنہ، مدرس جامعہ مدنیہ۔'' (ماہنامہ انوار مدینہ لاہور ج ۱۸ ش ۸ ص ۱۲ تا ۱۷)

حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''میرا مسلک ''المهند علی المفند'' کے مطابق ہے جو ہمارے بزرگوں کی تائیدی وتصدیقی کتاب ہے حضرات علماءِ اہل سنت دیوبند کی تحقیقات سے متعارض ومتصادم نظریات سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ احقر نفیس الحسینی، ۲۱ / صفر المظفر ۱۴۱۵ھ (ماہنامہ انوار مدینہ ج ۲ ش ۱۱ ص ۵۰ بحوالہ بیاد مجلس نفیس رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۰۲)

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اصل تحریر ہمارے پاس محفوظ تھی، مناسب معلوم ہوا کہ اِس موقع پر وہ بھی دے دی جائے تا کہ یہ تحریر محفوظ ہو جائے۔


میرا مسلک ''المهند علی المفند'' ہے جو ہمارے بزرگوں کی تائیدی و تصدیقی کتاب ہے۔
حضرات علماءِ اہل سنت دیوبند کی تحقیقات سے متعارض و متصادم نظریات
سے میرا کوئی تعلق نہیں۔
نفیس الحسینی
۲۱ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''تمام اہلِ سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات اَنبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادات میں مشغول ہیں اور حضرات اَنبیاء علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے، اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامۂ مؤمنین بلکہ اَرواحِ کفار کو بھی حاصل ہے۔'' (سیرت المصطفیٰ ج ۳ ص ۲۴۹ طبع مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد جامعہ اشرفیہ لاہور)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبر مبارک میں بلکہ تمام اَنبیاء علیہم السلام کا اپنی منور قبور میں زندہ ہونا جمہور اُمت کے مسلّمات میں سے ہے، اگرچہ حیات کی نوعیت میں اختلاف ہے اور روایات اور خواصِ اُمت کے تجربات سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو اُمتی قبر مبارک پر حاضر ہو کر سلام عرض کرتے ہیں آپ اُن کا سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔'' (معارف الحدیث ج ۴ ص ۲۹۴ طبع مکتبہ رشیدیہ ساہیوال)

کچھ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں: ''اَنبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلّم حقیقت ہے۔ اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارہ میں علماءِ اُمت کی رائیں مختلف ہیں لیکن اتنی بات سب کے نزدیک مسلّم اور دلائلِ شرعیہ سے ثابت ہے کہ اَنبیاء علیہم السلام اور خاص کر سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔'' (ایضاً ج ۵ ص ۳۷۸)

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں اپنے لیٹر پیڈ پر اپنا عقیدہ تحریر فرمایا اور اس کو چھپوا کر تقسیم کیا، حضرت کی یہ تحریر آپ کے خلیفہ ومجاز حضرت مولانا محب اللہ صاحب مدظلہم (لورالائی) نے اپنی کتاب ''مماتی فتنہ، علماء دیوبند کی نظر میں'' میں درج کی ہے، حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر ملاحظہ فرمائیں:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد و الصلوۃ و ارسال التسلیمات و التحیات فقیر ابو الخلیل خان محمد عفی عنہ

ملک حاکم خان صاحب

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

قرونِ اولیٰ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک جمیع علماء کرام کا اجماعی طور پر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اَبدانِ مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسدِ عنصری کے ساتھ عالمِ برزخ میں اُن کو حیات حاصل ہے اور حیاتِ دُنیوی کے مماثل ہے، صرف یہ ہے کہ اَحکامِ شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں، روضۂ اقدس پر جو درود شریف پڑھے وہ بلاواسطہ سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں، حضرات دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے، اب جو اس مسلک کے خلاف

کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اُس کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے، جو شخص اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف رات دن تقریریں بھی کرے اور اپنے آپ کو دیوبندی بھی کہے یہ بات کم از کم ہمیں تو سمجھ نہیں آتی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم اور اکابر دیوبند کے مسلک پر صحیح پابند بنا کر استقامت نصیب فرمائے، آمین!

فقیر خان محمد عفی عنہ ...... خانقاہ سراجیہ" (مماتی فتنہ، علماء دیوبند کی نظر میں ص ۲)

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اصل تحریر کا عکس ملاحظہ فرمائیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ والرسالۃ التبلیغات والتحیات فقیر ابو الخلیل خان محمد عفی عنہ

محترم حاجی [illegible] خان صاحب

مکرمی ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
قرون اولیٰ حضرت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین سے لیکر آج تک جمیع علماء کرام کا
اجماعی طور پر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
متعلق جو عقیدہ ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ حضرت
اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی اپنی
قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ
بعینہا محفوظ ہیں ۔ اور جسد عنصری کیساتھ
عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے ۔ اور حیات
دنیوی کے مماثل ہے ۔ صرف یہ ہے ۔ کہ احکام شرعیہ
کے وہ مکلف نہیں ہیں ۔ روضۂ اقدس پر جو
درود شریف پڑھے ۔ وہ بلاواسطہ سنتے ہیں ۔ اور سلام
کا جواب دیتے ہیں ۔ حضرت دیوبند کا بھی یہی عقیدہ
ہے ۔ اب جو اس مسلک کو ضعیف کہے ۔ اتنی بات یقینی ہے ۔ کہ اس کا اکابر دیوبند
کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے ۔ جو شخص اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف رات
دن تقریریں بھی کرے ۔ اور اپنے آپ کو دیوبندی بھی کہے یہ بات
کم از کم ہمیں تو سمجھ نہیں آتی ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم اور اکابر دیوبند کے مسلک پر
صحیح پابند بنا کر استقامت نصیب فرمائے ۔ آمین ۔ فقیر خان محمد عفی عنہ ۔ خانقاہ سراجیہ

قائدِ جمعیت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ حَامِداً وَّمُصَلِّیاً وَّمُسَلِّماً!

امابعد: حضرات اَنبیاء علیہم السلام پر موت کا طاری ہونا قطعی ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں اِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ (الآیہ) اور قول حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ قَدْ مَاتَ اس کے شاہد صدق ہیں لیکن اس میں اختلاف ہے کہ اَنبیاء علیہم السلام کی موت سے حیات زائل ہوجاتی ہے یا صرف مستور ہوجاتی ہے یعنی موت بمعنی رافع الحیاۃ ہے یا بمعنی ساتر الحیوۃ بانی دار العلوم دیوبند حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز نے اپنے رسالہ ''آبِ حیات'' میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپ کی موت سے صرف حیات مستور ہوئی ہے زائل نہیں ہوئی آپ کی موت کو عامۃ المومنین کی موت سے ممتاز قرار دے کر وضاحت سے لکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے اس میں انقطاع یا تبدل تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہوجانا واقع نہیں ہوا، انتہی لیکن اکثر محققین کے اَقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر موت بمعنی رفع الحیات طاری ہوئی۔

بہرحال حقیقت موت جو بھی ہو علی اختلاف القولین یہ امر مسلم ہے کہ آپ پر موت طاری ہوئی لیکن ساتھ ساتھ یہ امر بھی علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک مسلم اور مجمع علیہ ہے کہ بحالت موجود یعنی عالم برزخ میں آپ جسمانی حیات سے زندہ ہیں آپ کی روح مبارک کا تعلق آپ کے جسدِ عنصری کے ساتھ ایسا قائم کردیا گیا ہے کہ اس دنیاوی جسدِ اطہر کے ساتھ (جسے اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے) تمام اَفعال وحرکات مثل سمع وبصر وبطش ومشی وکلام وغیرہا پر قادر ہیں۔ یہ عقیدہ کہ آپ کا جسدِ اطہر ساکن وصامت قبر مبارک میں صحیح وسلامت موجود ہے اور اس سے اَفعال وحرکات کا صدور نہیں ہوتا عقیدہ فاسدہ ہے اور تمام علماء اہل السنت والجماعت کے عقیدہ اور علماء دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے۔

حضرت العلامۃ العارف باللہ مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہ العالی نے یہ رسالہ لکھ کر اہل حق کے اَقوال کو اس ترتیب کے ساتھ جمع کردیا ہے کہ منصفین طالبین حق کے لئے کافی ووافی ہے میں نے رسالہ کو مطالعہ کیا ہے مجھے اس کے مندرجات سے اتفاق ہے اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور رسالہ ہذا کو قبول فرما کر عامۃ المومنین کے لئے ذریعۂ ہدایت اور حضرت موصوف کے لئے ذریعہ ترقی درجات گردانے۔

احقر الافقر ابو الفضل محمود عفا اللہ عنہ ...... خادم الافتاء والتدریس بقاسم العلوم، ملتان ۲۱/۶/۷۷ھ''

(القول الجلی فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم از مولانا عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۱، ۳۲)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضۂ مطہرہ میں حیاتِ جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، یہ حیات برزخی ہے مگر حیاتِ دنیوی سے بھی قوی تر ہے جو حضرات اس مسئلہ کے منکر ہیں میں اُن کو اہلِ حق میں سے نہیں سمجھتا، نہ وہ علماء دیوبند کے مسلک پر ہیں۔'' (آپ کے مسائل اور اُن کا حل اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن ج:۱،ص:۳۱۰،طبع کراچی)

ایک مقام پر تفصیل سے اس مسئلہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق دورِ حاضر کے اکابر دیوبند رحمہم اللہ کا مسلک اور ان کا متفقہ اعلان

''حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اور ان کے ابدانِ مقدسہ علیہما محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے، اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔ صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں، لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضۂ اقدس میں جو درود پڑھا جاوے بلا واسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کی تو مستقل تصنیف حیات انبیاء پر ''آب حیات'' کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں، ان کا رسالہ ''المہند علی المفند'' بھی اہلِ انصاف اور اہلِ بصیرت کے لئے کافی ہے اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابرِ دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ!

۱......	مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ	مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵
۲......	مولانا عبدالحق رحمہ اللہ	مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
۳......	مولانا محمد صادق رحمہ اللہ	سابق ناظم محکمہ امورِ مذہبیہ بہاولپور
۴......	مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ	شیخ الحدیث دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار، سندھ
۵......	مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ	صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
۶......	مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ	شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور
۷......	مولانا مفتی محمد حسن رحمہ اللہ	مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
۸......	مولانا رسول خاں رحمہ اللہ	جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور
۹......	مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ	مہتمم دارالعلوم کراچی
۱۰......	مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ	امیر نظام العلماء وامیر خدام الدین لاہور''

(تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ)

(ماہنامہ پیام مشرق لاہور ج ۳ ش ۴، ربیع الاوّل ۱۳۸۰ھ/ستمبر ۱۹۶۰ء بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۷)

الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے روضۂ مطہرہ میں حیاتِ جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، یہ حیات برزخی ہے مگر حیاتِ دنیوی سے قوی تر ہے جو لوگ اس مسئلے کا انکار کرتے ہیں ان کا اکابر علمائے دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علمائے دیوبند سے تعلق نہیں ہے اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا، اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ''

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن ج ۱ ص ۳۹۴، ۳۹۵)

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کا مسلک وموقف

آپ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

جواب: مکرمی ومحترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا پہلا خط مجھے ملنا یاد نہیں، بہرکیف! آپ کے سوال کا جواب عرض ذیل ہے:

اَنبیاءِ کرام علیہم السلام سمیت تمام مخلوقات کو موت آتی ہے، البتہ موت کے بعد ہر انسان کو برزخی زندگی سے واسطہ پڑتا ہے، برزخی زندگی کا مطلب صرف یہ ہے کہ انسان کی روح کا اس کے جسم سے کسی قدر تعلق رہتا ہے، یہ تعلق عام انسانوں میں بھی ہوتا ہے مگر اتنا کم کہ اس کے اثرات محسوس نہیں ہوتے۔

شہداء کی اَرواح کا تعلق ان کے جسم سے عام انسانوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے اس لئے قرآنِ کریم نے انہیں اَحیاء قرار دیا ہے، اور انبیاءِ کرام علیہم السلام کا درجہ شہداء سے بھی بلند ہے، اس لئے اَحادیث کے مطابق اِن کی اَرواح کا تعلق جسم سے سب سے زیادہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ اِن کی میراث بھی تقسیم نہیں ہوتی اور اِن کے اَزواج کا نکاح بھی دوسرا نہیں ہوسکتا، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے چونکہ اِن کی اَرواح کا تعلق سب سے زیادہ ہوتا ہے اس لئے شہداء کی طرح اِنہیں بھی اَحیاء قرار دیا گیا ہے، مگر یہ حیات اس طرح کی نہیں ہے جیسی اِنہیں موت سے پہلے حاصل تھی نیز قرآن وسنت میں اس کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس حالت میں اَنبیاءِ کرام علیہم السلام کو دوسروں پر تصرف کا کوئی اختیار حاصل ہے، اگر کسی نے بھی اس قسم کا کوئی واقعہ دیکھا ہو تو وہ اللہ کی طرف سے ان کی صورت مثالی ہوسکتی ہے جس کا ان کو علم ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ واللہ اعلم! ۲۲/۸/۳ ۱۴۲۲ھ، فتویٰ نمبر: ۵۰۵/۱۰" (فتاویٰ عثمانی ج۱، ص۷۰)

حضرت مفتی سیّد نجم الحسن امروہوی دامت برکاتہم کا مسلک وموقف

حضرت مفتی صاحب ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: "حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت قرآن وحدیث سے ملتا ہے، قرآنِ کریم میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت اشارۃً ملتا ہے جب کہ احادیث میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت صراحۃً ملتا ہے اور اہل سنت والجماعت کا حیات النبی پر اتفاق بلکہ اجماع ہے۔" (نجم الفتاویٰ ج۱ ص ۳۴۳)

ایک اور استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دُنیوی اعتبار سے موت طاری ہوچکی ہے جس کی واضح دلیل اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ ہے اس میں کسی کو کوئی تردد نہیں ہے اور قبر اطہر میں آپ کو حیات دنیوی حیات کی طرح حاصل ہے اور باقاعدہ روح کا جسد مبارک سے تعلق ہے حتیٰ کہ روضۂ اقدس کے پاس درود شریف پڑھا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں، غیر مکلف طور پر نماز کی ادائیگی بھی فرماتے ہیں۔ البتہ ازواجِ مطہرات سے ملنا کسی معتبر کتاب سے ثابت نہیں ہے اور بعض حضرات نے اسی پر حیاتِ برزخیہ کا اطلاق کیا ہے کیونکہ یہ حیات آپ کو عالمِ برزخ میں حاصل ہوئی۔" (ایضاً ج۱ ص ۳۴۴)

***

کتابیات

شمار	نام کتاب	مصنف
	القرآن الکریم	
۱	آبِ حیات	حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ
۲	آپ کے مسائل اور اُن کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید ؒ
۳	ارشاد العلماء الی تحقیق سماع الموتی و حیات الانبیاء علیہم السلام	حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب ؒ
۴	اشرف الجواب	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ
۵	اعلاء السنن	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ؒ
۶	البراہین القاطعہ	حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ
۷	الشہاب الثاقب	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ
۸	القول البدیع	محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی ؒ (م: ۹۰۴ھ)
۹	القول الجلی فی حیات النبی ﷺ	مولانا عبداللہ بہلوی ؒ
۱۰	الکوکب الدری	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ
۱۱	المصالح العقلیہ	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ
۱۲	المہند علی المفند	حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ
۱۳	بذل المجہود	حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ
۱۴	بلغۃ الحیران	حضرت مولانا حسین علی صاحب ؒ
۱۵	بیاد مجلس نفیس ؒ	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم
۱۶	بیان القرآن	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ
۱۷	تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ
۱۸	تحریرات حدیث	حضرت مولانا حسین علی صاحب ؒ
۱۹	تحیۃ الاسلام	حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ
۲۰	تذکرۃ الخلیل	حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی ؒ
۲۱	ترجمان السنہ	حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی ؒ
۲۲	تسکین الصدور	حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر ؒ
۲۳	جمال قاسمی	حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ
۲۴	حاشیہ مشکوٰۃ للشیخ نصیر الدین ؒ	حضرت شیخ نصیر الدین غورغشتوی ؒ
۲۵	خدام الدین	حضرت مولانا احمد علی لاہوری ؒ
۲۶	رجوم المذنبین	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ

۲۷	رحمت کائنات	حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۲۸	زبدۃ المناسک	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
۲۹	سیرت المصطفیٰ	حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۰	شفاء السقام	امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ
۳۱	شیخ الاسلامؒ کے حیرت انگیز واقعات	حضرت مولانا ابوالحسن بارہ بنکوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۲	ضرب المہند علی القول المسند	حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ
۳۳	فتاوٰی دار العلوم دیو بند	حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۳۴	فتاوٰی رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
۳۵	فتاوٰی عثمانی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
۳۶	فتح الملہم شرح مسلم	حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
۳۷	فیض الباری شرح مختصر صحیح البخاری	حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ
۳۸	کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۹	لطائف قاسمیہ	حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ
۴۰	ماہنامہ انوار مدینہ	ترجمان: جامعہ مدنیہ، لاہور
۴۱	ماہنامہ بینات	ترجمان: جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی
۴۲	ماہنامہ تعلیم القرآن	ترجمان: مدرسہ تعلیم القرآن، راولپنڈی
۴۴	معارف الحدیث	حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ
۴۵	ملفوظات حکیم الامتؒ	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
۴۶	مقالات حجۃ الاسلامؒ	حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ
۴۷	مقام حیات	علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۴۸	مکتوبات شیخ الاسلامؒ	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ
۴۹	مماتی فتنہ، علماء دیو بند کی نظر میں	حضرت مولانا محب اللہ صاحب مدظلہم
۵۰	میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
۵۱	نجم الفتاوٰی	حضرت مولانا مفتی سید نجم الحسن صاحب امروہوی
۵۲	نشر الطیب	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
۵۳	نقش حیات	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ
۵۴	وعظ السرور	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
۵۵	ہدایۃ الشیعہ	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
۵۶	ہدیۃ الشیعہ	حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

مجموعہ کتب

حیات الانبیاء علیہم السلام

صفحات: تقریباً ۱۰۰۰۰۔ جلدیں: ۱۷۔ کل تعداد مشمولہ کتب: ۱۲۲

کل تعداد مصنفین: ایک سو کے لگ بھگ مشاہیر کے رشحات قلم، کمپوزنگ عمدہ، طباعت معیاری، کاغذ، پیکجز تعلیم، گلیز وسفید سائز ۲۳×۳۶×۱۶ جلد بیروتی طرز، لیمینیشن، پشتہ باجوڑ، طباعت واشاعت کی تمام خوبیوں کا مرقع، دلآویز، دلربا، دلنشین آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا سرور، نظر پڑتے ہی دل موہ لینے والا مجموعہ کتب۔

پون صدی سے جس خزانہ تک رسائی مشکل تھی اب اتنی آسان کہ سبحان اللہ، معلومات کا بحر ذخّار، جس کا مدتوں سے انتظار تھا وہ لمحہ سعادت آن پہنچا، ہزاروں خوشیوں کا سامان کہ منتشر خزانہ یکجا ہوگیا۔

عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گلدستہ دیکھنے میں خوشنما، سیٹ رکھنے اٹھانے میں خیر الامور اوسطہا کا مصداق، سیٹ گتہ پیک۔ رعایتی قیمت سیٹ: ساڑھے سات ہزار (۷۵۰۰ روپے) فقط۔ گویا لاگت، اس سے سستا و رعایتی اتنا بڑا کوئی اور سیٹ کہیں سے دستیاب ہونا مشکل بلکہ ناممکن، تجربہ شرط۔

مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیہ
حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

رابطہ کے لیے
جناب عزیز الرحمن رحمانی 03338827001
مولانا عتیق الرحمن سیف 03447121967